

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ وَمَا تَكُن لَّهُمْ فِي الْأَعْيُنِ إِلَّا رَهَقًا

الظفر المطبوع

في ردِّ

مغالطات المقلدين

تحقيق وطرأني :
 مولانا محمد زبیر عقیل
 قاضی مہدیہ یونیورسٹی

مطابق
 مولانا محمد ابراہیم الحسن
 سیالکوٹی

www.ircpk.com

مکتبہ محمدیہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

وَمَا اتَّكِبُ الرَّسُولُ فِخْزُوهٗ وَمَا نَهَيْكُمْ عَنْهُ فَأَنْتَهُمْ ۗ

”اور جو کچھ رسول اللہ (ﷺ) تم کو دیں، وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں، اس سے رک جائیں کرو“ (سُورَةُ الْحَشْرِ - ۷)

الْخَطِّ الْمَطْبُوعِ

فِي رَدِّ

مُخَالَطَاتِ الْمُتَقَلِّدِينَ

حَصَّهٔ اَوَّل

تَالِيفُ

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ اَبُو الْحَسَنِ سَيَّالُ الْكُوَيْتِيِّ

تَحْقِيقُ دَفْطَرَانِي

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ اَبُو بَكْرٍ عَقِيلُ

فَاضِلُ مَدِينَةِ بُنْيُو رَسْتِي

نَاشِرُ

مکتبہ محمدیہ چک ۱۰۹/۷.۸ پیچیہ وطنی ضلع ساہیوال

جملہ حقوق طباعت و اشاعت محفوظ ہیں

نام	الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین
مصنف	مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
نظر ثانی	مولانا محمد زبیر عقیل
طابع	عبدالرحمان عابد
مطبع	پرنٹ یارڈ پرنٹرز
کپوزنگ	نسیم حسن شہزاد (نشر الہ) حویلی لکھا
طبع اول	اپریل 2002ء
تعداد	500
ناشر	مکتبہ محمدیہ
قیمت	1/- روپے

ناشر

مکتبہ محمدیہ: چک 109، چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

دارالکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور-7237184

دارالفرقان، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور-7231602

اسٹاکسٹ

ملنے کے پتے

لاہور	اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ	فیض اللہ اکیڈمی الفضل مارکیٹ
	مکتبہ اصحاب الحدیث، حسن مارکیٹ	محمدی کیسٹ ہاؤس
فیصل آباد	مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار	مکتبہ الحمدیث امین پور بازار
ملتان	فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ	دارالسلام بیرون بوہڑ گیٹ
گوجرانوالہ	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار	والی کتاب گھر اردو بازار
راولپنڈی	حافظ وسم اختر 4639/1	مسجد الرحمان گوالمنڈی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله واصحابه اجمعين .
 اما بعد! چند سال قبل جب الظفر المبين کو طبع کرنے کا پروگرام بنا تو اس وقت خیال تھا کہ یہ کتاب پانچ چھ ماہ کے مختصر عرصہ میں طبع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی مگر ایسا نہ ہو سکا جس کی کئی وجوہات تھیں کہ تاخیر در تاخیر ہوتی گئی کیونکہ سابقہ ایڈیشن میں کئی قسم کی مشکلات کا سامنا تھا جن کا حل کرنا ضروری تھا جن میں سے ایک یہ کہ پہلی طبع میں مکمل حوالہ جات نہ تھے اور صرف کتاب کا نام لکھنے پر ہی اکتفا کر لیا گیا تھا اسی طرح پیرابندی بھی کوئی خاص نہ تھی ایک پیرا مسلسل کئی صفحات پر چلتا رہتا تھا اس کے علاوہ اکثر مقامات پر عنوانوں کی ضرورت تھی کیونکہ ایک مغالطے کے تحت کئی کئی مسائل ہیں اور ان کے عنوان نہ تھے بلکہ صرف مسئلہ نمبر لکھنے پر ہی اکتفا کیا گیا تھا اور اکثر مقام پر زبان کافی پیچیدہ تھی۔

زبان کی پیچیدگی کی وجہ سے عام آدمی کے لیے بات سمجھنا مشکل تھا اس لیے ایسے مقامات پر پرانے الفاظ کو نئے الفاظ سے تبدیل کر دیا ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ مصنف کا مقصد جو کہ وہ بیان کرنا چاہتے ہیں اس میں تبدیلی نہ آئے اور ہر خاص و عام اس سے استفادہ کر سکے۔

الحمد للہ موجودہ ایڈیشن میں ان تمام باتوں کا خیال رکھا گیا ہے، حوالہ جات مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب کا نام باب اور حدیث نمبر وغیرہ سب درج کر دیئے ہیں تاکہ جس کے پاس جو بھی نسخہ ہو تو اس کو بوقت ضرورت حوالہ تلاش کرنے میں آسانی رہے جبکہ بعض کتب میسر نہ ہونے کی بنا پر ان کے حوالے رہ گئے ہیں آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ اس کی کوپرا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
 اس کے علاوہ مضامین بہت طویل تھے اور ایک مضمون کئی کئی صفحات پر پھیلا ہوا تھا جبکہ اس میں سے کئی مسائل نکلتے تھے پھر جب تک پورا مضمون نہ پڑھ لیا جاتا تو اس وقت تک ان مسائل کا پتہ چلنا بہت مشکل تھا اس کا حل یہ نکالا کہ جہاں سے کوئی مسئلہ نکلتا ہے وہاں عنوانات کا اضافہ کر کے پیرابندی کا التزام کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا اکتاہٹ محسوس نہ کرے اور مصنف کے خیالات معلوم کرنے میں بھی آسانی ہو۔ بعض مقامات پر جہاں مسئلہ تشریح طلب تھا وہاں پر شمار ۛ لگا کر حواشی کی شکل میں اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کر سکتے ہیں البتہ ہم نے اپنے طور پر حتی الوسع کوشش کی ہے کہ کوئی پہلو تشنہ طلب نہ رہے اس کے باوجود پھر بھی قارئین سے التماس کہ ہے مطالعہ کے دوران آپ کو جہاں بھی کوئی کمی یا اصلاح کی ضرورت نظر آئے تو لہذا ہمیں ضرور اس سے آگاہ فرمائیں (یہ آپ کا ہمارے ساتھ تعاون ہوگا) تاکہ آئندہ ایڈیشن خوب سے خوب تر آپ کی خدمت میں پیش کیا جاسکے۔

ناشکری ہوگی اگر صاحب کتاب اور معاونین کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ جہاں تک صاحب کتاب مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے۔ ان کا شمار حضرت میاں صاحب دہلوی کے لائق ترین تلامذہ میں ہوتا ہے اتباع سنت اور ابطال تقلید کے سلسلہ میں ان کی ”الکلام التین فی اظہار تلمیسات المقلدین“ اور ”الظفر المبين فی الرد علی مغالطات المقلدین“ مشہور کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ خدمت حدیث میں ان کی مساعی کا اندازہ ان کی درج ذیل کتابوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ”فیض الباری فی شرح وترجمۃ صحیح البخاری“ یہ ترجمہ مع شرح ۳۰ پاروں پر مشتمل ہے۔ جس میں فتح الباری، ارشاد الساری، الکرمانی، سندھی، شروح و حواشی کا خلاصہ بھی آیا ہے۔

۲۔ فیض السار ترجمۃ کتاب الآثار ”امام محمد“ کی کتاب الآثار کا یہ اردو ترجمہ ہے۔

۳۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح۔ ۴۔ ترجمہ الاکمال فی اسماء الرجال۔

۵۔ ”مناقب مرتضیٰ“ یہ امام نسائی کی کتاب ”الخصائص“ کا ترجمہ ہے۔

۶۔ ”ترجمۃ تیسیر الوصول“ صرف تیسیر الوصول کے جزء خامس و سادس کا ہی ترجمہ کر سکے تھے۔

۷۔ تلخیص الصحاح۔ اردو ۸۔ خطبات توحید

ان کے علاوہ غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب کے تراجم کا بھی ذکر ملتا ہے۔

معاونین خاص کر محترم مولانا زبیر عقیل صاحب کا تعاون قابل ستائش ہے کہ جنہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات سے وقت نکال کر کتاب کی تیاری میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب کی کمپوزنگ محترم نسیم الحسن شہزاد کی رہن منت ہے جس نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ قلیل عرصہ میں اس سارے کام کو کمپوز کیا۔

سب سے پہلے میں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ جیسے حقیر آدمی کو اس کام کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اپنی مہربانی اور فضل و کرم سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

کسی کے احسان کا بدلہ چکانا بہت مشکل کام ہے اور پھر میرے جیسا ضعیف و ناتواں اپنے دوستوں کا کس طرح احسان چکا سکتا ہے میں صرف ان کے خلوص بھرے تعاون پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لیے دست بدعا ہوں کہ

اے میرے پروردگار! اس کتاب کی تیاری میں جن دوستوں نے جس قسم کا بھی مجھ سے تعاون کیا ہے تو ان پر اپنے فضل و کرم احسانات، بخششوں اور رحمتوں کے دروازے کھول دے کیونکہ تیرے علاوہ کوئی بھی ان چیزوں کا مالک نہیں، میرے پروردگار تیرے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں اور تجھ سے ہٹ کر کوئی دعاؤں کا قبول کرنے والا نہیں، تو میری اس کاوش کو اپنے دربار میں درجہ قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمارے اور ہمارے والدین کے لیے اس کو ذریعہ نجات بنا دے۔

آمین یا رب العالمین

عبدالرحمان عابد

فہرست حصہ اول

۶۲	کس طرح معلوم کرے گا؟	۱	عرض ناشر
۶۳	آٹھواں مغالطہ	۱۳	لمحہ فکر یہ
۶۳	جب دو حدیثیں معنی اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہوں	۱۵	مقدمہ
۶۵	نواں مغالطہ	۳۳	مقلدین کے مغالطوں کے جواب میں
۶۷	فقہ کی کتابیں بڑی آسان ہیں	۳۳	پہلا مغالطہ
	دسواں مغالطہ	۳۳	فقہ پر عمل کرنا فرض ہے
۶۷	فقہ کا ماخذ احادیث نہیں	۳۸	دوسرا مغالطہ
	وہ اصحاب رسول جن کو ایک مدت تک احادیث	۳۸	ہر مسئلے کی سند رسول اللہ تک پہنچانی ضروری نہیں
۶۷	معلوم نہ ہو سکیں	۴۰	تیسرا مغالطہ
۷۰	مخفیات سیدنا علی	۴۰	دین کے معاملہ میں قیاس کرنا مشروع ہے
۷۱	دیگر اصحاب رسول کی مخفیات	۴۳	چوتھا مغالطہ
۷۴	گیارھواں مغالطہ		جو مسائل احادیث سے ثابت نہیں ان کیلئے فقہ پر
۷۴	پانی کی طہارت کے بیان میں	۴۳	عمل کرنا ضروری ہے
۷۸	بارھواں مغالطہ	۵۰	شاوولی اللہ اور تقلید
۷۸	قرآن وحدیث کے خلاف فقہ حنفیہ کے سو مسائل	۵۲	ائمہ اربعہ کے اقوال تقلید کے خلاف
۷۸	مسئلہ نمبر ۱ ایمان کے کم و بیش نہ ہونے کے بیان میں	۵۳	تردید تقلید اور شاوولی اللہ
۸۱	ایمان کے بارے میں پیران پیر کا فرمان	۵۳	تردید تقلید اور شاہ عبدالعزیز
	ایمان کے بارے میں مقلدین کے دلائل اور	۵۴	احناف کے نزدیک تقلید
۸۲	ان کے جوابات	۵۸	پانچواں مغالطہ
۸۳	مسئلہ نمبر ۲ بچے کے پیشاب سے پاک ہونے کا حکم	۵۸	منع تقلید پر اجماع
۸۳	مسئلہ نمبر ۱۳ اونٹ کا پیشاب کو بغرض علاج پینا	۵۹	تقلید کو فوج جاننے والے محدثین
۸۵	مسئلہ نمبر ۴ کتے کے جوٹھے برتن کا حکم	۵۹	تقلید نہ کرنے والے تیس محدثین
۸۸	مسئلہ نمبر ۵ شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے	۶۰	تقلید کی ابتدا اور اس کے پیروکار
۹۰	مسئلہ نمبر ۶ یتیم کے بیان میں	۶۱	چھٹا مغالطہ
۹۳	مسئلہ نمبر ۷ گھڑی پر سح کرنے کے بیان میں	۶۱	مجتہد کے بغیر قرآن مجید کے معنی و مفہوم کا سمجھنا
	مسئلہ نمبر ۸ آفتاب کے طلوع سے قبل ایک	۶۲	ساتواں مغالطہ
۹۵	رکعت پانے سے نماز فجر باطل ہو جاتی ہے		حدیث پر عمل کرنے والا حدیث کا صحیح ہونا
۹۶	مسئلہ نمبر ۹ قراءت صلوٰۃ کے بیان میں		

مسئلہ نمبر ۱۰ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں یکساں قراءت کرنے کا بیان	۹۶	مسئلہ نمبر ۲۹ فرض نماز میں جمع نہ کرنے کا بیان	۱۳۶
مسئلہ نمبر ۱۱ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورت پڑھنے کا بیان	۹۶	مسئلہ نمبر ۳۰ نماز وتر کا بیان	۱۳۲
مسئلہ نمبر ۱۲ نماز میں آمین کہنے کا بیان	۹۷	مسئلہ نمبر ۳۱ وتر پڑھنے کی صحیح صورت	۱۳۴
اوپنی آواز سے آمین کہنے کے دلائل	۹۷	مسئلہ نمبر ۳۲ نماز وتر میں سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا جاسکتا	۱۳۵
آہستہ آمین کہنے کے دلائل اور ان کے جوابات	۱۰۲	ایک رکعت وتر پڑھنے والے صحابہ	۱۳۷
آیت قطعی حدیث ظنی اور احناف کا اس قاعدے میں تضاد	۱۱۰	حضرت عمرؓ کا عمل	۱۳۷
مسئلہ نمبر ۱۳ جماعت کے بیان میں	۱۱۶	مسئلہ نمبر ۳۳ ایک رکعت وتر جائز نہ ہونے کے بیان میں	۱۳۸
مسئلہ نمبر ۱۴ غلام اور ناپینا کی امامت کا حکم	۱۱۷	مسئلہ نمبر ۳۴ وتر عذر کے بغیر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا	۱۳۹
مسئلہ نمبر ۱۵ امام کا ربنا لك الحمد کہنا	۱۱۸	مسئلہ نمبر ۳۵ آٹھ رکعت سے زیادہ نماز نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھنا	۱۳۹
مسئلہ نمبر ۱۶ عورتوں کی امامت کے بارے میں	۱۱۹	مسئلہ نمبر ۳۶ قوت پڑھنے کا بیان	۱۵۰
مسئلہ نمبر ۱۷ نماز میں کانوں یا شانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بیان میں	۱۲۱	مسئلہ نمبر ۳۷ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں	۱۵۱
مسئلہ نمبر ۱۸ صف میں اکیلا کھڑے ہونے کا بیان	۱۲۳	مسئلہ نمبر ۳۸ نماز استسقاء کا بیان میں	۱۵۲
مسئلہ نمبر ۱۹ رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں طہانیت کا بیان	۱۲۴	مسئلہ نمبر ۳۹ دعائے استسقاء میں	
مسئلہ نمبر ۲۰ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہیں	۱۲۶	چادر پلٹ کر اوڑھنا	۱۵۴
مسئلہ نمبر ۲۱ قومہ میں کھڑا ہونا فرض نہیں	۱۲۶	مسئلہ نمبر ۴۰ نماز استسقاء میں خطبہ نہیں	۱۵۵
مسئلہ نمبر ۲۲ دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کے بیان میں	۱۲۷	مسئلہ نمبر ۴۱ گھن کی نماز کا بیان	۱۵۶
جلسہ استراحت میں بیٹھنا سنت ہے	۱۲۸	مسئلہ نمبر ۴۲ صلوٰۃ کسوف میں خطبہ نہ ہونے کا بیان	۱۵۸
مسئلہ نمبر ۲۳ قعدہ کے بیان میں	۱۲۸	مسئلہ نمبر ۴۳ گھن کی رکعتوں میں قراءت خفیہ کرنے کا بیان	۱۵۸
مسئلہ نمبر ۲۴ نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنا	۱۲۹	مسئلہ نمبر ۴۴ سجدہ سہو کا بیان	۱۵۸
مسئلہ نمبر ۲۵ سنتوں کے بیان میں	۱۳۱	مسئلہ نمبر ۴۵ جنازے کی نماز کا بیان	۱۵۹
مسئلہ نمبر ۲۶ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان دائیں جانب پر لیٹنا	۱۳۲	مسئلہ نمبر ۴۶ اگر امام نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو	۱۶۱
مسئلہ نمبر ۲۷ فجر کی نماز کھڑی ہو تو سنتیں پڑھنے کا حکم	۱۳۴	مسئلہ نمبر ۴۷ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا بیان	۱۶۲
مسئلہ نمبر ۲۸ فجر کی سنتیں نماز فجر اور طلوع آفتاب کے بعد ادا نہ کرنے کے بیان میں	۱۳۵	مسئلہ نمبر ۴۸ زکوٰۃ کا بیان	۱۶۳
		مسئلہ نمبر ۴۹ سونے کی زکوٰۃ کا بیان	۱۶۴
		مسئلہ نمبر ۵۰ عشر کا بیان	۱۶۵

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

۲۲۵	چودھواں مغالطہ	۲۲۵	حدیث پر عمل کرنے والے بعض مسائل فقہ کو برا جانے
۲۲۵	امام ابو حنیفہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث اور ان کی حقیقت	۲۲۵	ہیں بلکہ بعض ان کو مردود سمجھتے ہیں اور اس کا جواب
۲۲۸	پندرھواں مغالطہ	۲۲۸	فقہ حنفی کے مردود مسائل
۲۲۸	ائمہ اربعہ پر امام ابو حنیفہ کی فضیلت	۲۲۸	مسئلہ نمبر ۱ شراب کے منکے کا حکم
۲۳۱	مسئلہ نمبر ۱ کتے کی دباغت دی ہوئی کھال پہن کر نماز پڑھنا	۲۳۱	مسئلہ نمبر ۲ سرکہ ڈالنے سے شراب پاک ہو جائے گی
۲۳۱	مسئلہ نمبر ۲ کپڑے کا چوتھائی حصہ نجاست آلودہ ہو تو	۲۳۱	مسئلہ نمبر ۳ کھانے میں شراب ڈالنے سے
۲۳۲	مسئلہ نمبر ۳ غیز تر سے وضو کرنے کا بیان	۲۳۱	کھانا جائز رہے گا
۲۳۳	مسئلہ نمبر ۴ وضو کے لئے نیت کرنے کا بیان	۲۳۱	مسئلہ نمبر ۴ اگر شراب میں چوہا گر پڑے
۲۳۳	مسئلہ نمبر ۵ وضو کو بے ترتیب کرنا	۲۳۱	مسئلہ نمبر ۵ مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۲۳۳	مسئلہ نمبر ۶ نماز میں فارسی زبان استعمال کرنا	۲۳۲	مسئلہ نمبر ۶ چار پائے یا مردے سے زنا کرنا
۲۳۳	مسئلہ نمبر ۷ نماز میں بالکل چھوٹی آیت پڑھنا	۲۳۲	مسئلہ نمبر ۷ ناحق چیز استعمال کرنے کا حکم
۲۳۳	مسئلہ نمبر ۸ رکوع اور سجود میں طہانیت و سکون فرض نہیں	۲۳۲	مسئلہ نمبر ۸ نکسیر پھوٹنے والا اگر ماتھے
۲۳۳	مسئلہ نمبر ۹ سلام کی بجائے گوز مار دے	۲۳۲	پر خون سے قرآن لکھے تو کوئی حرج نہیں
۲۳۴	سولہواں مغالطہ	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۹ سود لینے کی اجازت
۲۳۴	دو متعارض حدیثوں میں سے امام صاحب زیادہ صحیح اور احتیاط والی حدیث پر عمل کرتے تھے اور اس کا جواب	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۰ جن سے نکاح حرام ہے اگر ان سے
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۱ عضو تناسل چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا	۲۳۳	نکاح کر لے تو حد نہیں
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۲ کتے کا جو ٹھارہ تین تین بار دھونا چاہیے	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۲ حرام بیوی حلال ہو جائے گی
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۳ شراب کا سرکہ بنانا اور اسے کھانا پینا	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۳ زنا کے بدلے اجرت لینا
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۴ نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آگے نماز پڑھنا	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۴ ذمی کا گالی دینا
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۵ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۵ نشہ لانے والی مقدار شراب کی حلت
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۶ زانیہ کی اجرت زنا اور کتے کی قیمت حلال ہے	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۶ سور کی کھال کی بیج
۲۳۴	مسئلہ نمبر ۷ خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست ہے	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۷ کتے یا بھیڑیے کی کھال جسے ذبح کیا گیا ہو
۲۳۴	سترھواں مغالطہ	۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۸ روزہ کی حالت میں جماع کیا تو کفارہ نہیں
۲۳۴		۲۳۳	مسئلہ نمبر ۱۹ چار پائے یا مردے سے جماع
۲۳۴		۲۳۳	مسئلہ نمبر ۲۰ روزہ کی حالت میں جماع کی اجازت
۲۳۴		۲۳۳	مسئلہ نمبر ۲۱ نابالغ سے مجنون سے زنا کیا تو حد نہیں
۲۳۴		۲۳۳	مسئلہ نمبر ۲۲ احناف کا مضحکہ خیز مسئلہ
۲۳۴		۲۳۳	مسئلہ نمبر ۲۳ لونڈی سے زنا کیا تو بھی حد نہیں
۲۳۴		۲۳۳	مسئلہ نمبر ۲۴ ذمی کے ہاتھ شراب اور سور بیچنا

فہرست حصہ دوم

بہلا مغالطہ

- ۲۸۳ کیا اہل حدیث مقلد ہیں
- ۲۸۴ جمہور علماء کے خلاف امام ابوحنیفہؒ کے سو مسائل
- ۲۸۴ مسئلہ نمبر ۱ جانور کو بطور قرض لینا درست نہیں
- ۲۸۴ مسئلہ نمبر ۲ ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے بیچنا
- ۲۸۴ مسئلہ نمبر ۳ شفعہ جوار کے بارے میں
- ۲۸۵ مسئلہ نمبر ۴ تیسرے حصے سے زائد مال کی وصیت کرنا
- ۲۸۵ مسئلہ نمبر ۵ غلام اور لونڈی پر حد قائم کرنا
- ۲۸۵ مسئلہ نمبر ۶ کھجور کا نیب بنانا حرام نہیں
- ۲۸۶ مسئلہ نمبر ۷ عورت کا اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھنا
- ۲۸۶ مسئلہ نمبر ۸ اشعار کرنا جائز نہیں
- ۲۸۷ مسئلہ نمبر ۹ حرم مکہ میں کافر کا داخل ہونا
- ۲۸۷ مسئلہ نمبر ۱۰ عقیقہ کرنا سنت نہیں
- ۲۸۷ مسئلہ نمبر ۱۱ اگر کوئی اپنے آپ کو یہودی یا نصرانی کہے تو
- ۲۸۸ مسئلہ نمبر ۱۲ مسلمان کو زمی کے بدلے قتل کرنا
- ۲۸۸ مسئلہ نمبر ۱۳ مساقات جائز نہیں
- ۲۸۸ مسئلہ نمبر ۱۴ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا
- ۲۸۹ مسئلہ نمبر ۱۵ مرد و عورت کو قتل کرنا
- ۲۸۹ مسئلہ نمبر ۱۶ گھوڑے کا گوشت کھانا
- ۲۸۹ مسئلہ نمبر ۱۷ گدہ کا گوشت
- ۲۹۰ مسئلہ نمبر ۱۸ کتے کے جوٹے برتن کا دھونا
- ۲۹۰ مسئلہ نمبر ۱۹ ظہر کی نماز کا وقت
- ۲۹۰ مسئلہ نمبر ۲۰ حاکم کا غلط فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے
- ۲۹۱ مسئلہ نمبر ۲۱ زنا سے حرمت نکاح
- ۲۹۱ مسئلہ نمبر ۲۲ رضاعت کی مدت
- ۲۹۱ مسئلہ نمبر ۲۳ شراب کا سرکہ بنانا
- ۲۹۲ مسئلہ نمبر ۲۴ بیع کو منسوخ کرنے کا اختیار
- ۲۹۲ مسئلہ نمبر ۲۵ فجر کے فرض اور سنتوں کے درمیان بات کرنا

- ۲۴۶ مسئلہ نمبر ۲۴ بکری کا بچہ جو سور کے دودھ پر پلا ہو
- ۲۴۶ مسئلہ نمبر ۲۵ خون سے پیشانی پر سورۃ فاتحہ لکھنا
- ۲۴۷ مسئلہ نمبر ۲۶ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا
- ۲۴۷ مسئلہ نمبر ۲۷ حرامی بچہ حلال ہو جائے گا
- ۲۴۷ مسئلہ نمبر ۲۸ مشت زنی کی عام اجازت
- ۲۴۷ مسئلہ نمبر ۲۹ گونگے کا زنا کرنا
- ۲۴۸ مسئلہ نمبر ۳۰ قسم اور گواہ
- ۲۴۸ مسئلہ نمبر ۳۱ اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ روک کر اسے بیچنا

۲۵۰

اٹھارہواں مغالطہ

ہدایہ کی روایات کو اہل حدیث ہی کیوں ضعیف اور موضوع بتاتے ہیں

۲۵۰

انیسواں مغالطہ

الجمہوریت حدیث کے آسان مسائل پر عمل کرتے ہیں اور فقہ کے مشکل مسائل سے بچتے ہیں اور اس کا جواب

۲۵۴

۲۵۴

بیسواں مغالطہ

فقہ حنفی سواد اعظم کا مذہب ہے

۲۵۴

اکیسواں مغالطہ

مجتہدوں کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں

۲۵۵

۲۵۶

بائیسواں مغالطہ

بہت سی حدیثیں منسوخ ہیں اور ناخ و منسوخ کی پہچان ہر شخص نہیں کر سکتا منسوخ احادیث کی تعداد۔

۲۵۶

۲۵۹

۲۷۳

تیسواں مغالطہ

احناف کا امام بخاریؒ پر بہتان

۲۷۳

۲۷۸

چوبیسواں مغالطہ

بخاری کی ایک حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب

۳۰۲	جائز ہے	۲۹۳	مسئلہ نمبر ۲۶ ایک وتر پڑھنا
۳۰۳	مسئلہ نمبر ۵۵ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں	۲۹۳	مسئلہ نمبر ۲۷ سواری پر وتر پڑھنا
	مسئلہ نمبر ۵۶ جان کے علاوہ کسی چیز میں	۲۹۳	مسئلہ نمبر ۲۸ نماز فجر کا وقت
۳۰۳	قصاص نہیں	۲۹۴	مسئلہ نمبر ۲۹ نماز استسقاء میں چادر الٹ پلٹ کر اوڑھنا
۳۰۴	مسئلہ نمبر ۵۷ ہڈی اور دانت کے ساتھ ذبح کرنا	۲۹۴	مسئلہ نمبر ۳۰ استسقاء میں نماز پڑھنا
۳۰۴	مسئلہ نمبر ۵۸ رکوع کے وقت رفع الیدین کرنا	۲۹۴	مسئلہ نمبر ۳۱ سورج گرہن کی نماز
۳۰۵	مسئلہ نمبر ۵۹ سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنا ضروری نہیں	۲۹۵	مسئلہ نمبر ۳۲ اگر کوئی بھول کر زیادہ نماز پڑھ لے
	مسئلہ نمبر ۶۰ فرض نماز کی آخری رکعتوں میں	۲۹۵	مسئلہ نمبر ۳۳ بکری وغیرہ کا پیچنے کے لئے دودھ روکنا
۳۰۵	قراءت کرنا	۲۹۵	مسئلہ نمبر ۳۴ اقامت مثل اذان کے ہے
۳۰۵	مسئلہ نمبر ۶۱ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا	۲۹۶	مسئلہ نمبر ۳۵ ریشمی نکیہ پر بیٹھنا جائز ہے
	مسئلہ نمبر ۶۲ قرآن وحدیث کے علاوہ دعا	۲۹۶	مسئلہ نمبر ۳۶ نکاح سے قبل طلاق دینا
۳۰۶	مانگنا جائز نہیں	۲۹۶	مسئلہ نمبر ۳۷ مسافر کے لئے قربانی مشروع نہیں
۳۰۶	مسئلہ نمبر ۶۳ تکبیر تحریمہ کہنا ضروری نہیں	۲۹۷	مسئلہ نمبر ۳۸ جو مچھلی دریا میں مر جائے اس کا حکم
	مسئلہ نمبر ۶۴ سلام نہ پھیرے تو بھی نماز ہو جاتی ہے	۲۹۷	مسئلہ نمبر ۳۹ نابالغ لڑکے کا حج معتقد نہیں ہوتا
۳۰۷	مسئلہ نمبر ۶۵ تکبیر تحریمہ نماز کا جزو نہیں	۲۹۸	مسئلہ نمبر ۴۰ کتے کا بیچنا جائز ہے
۳۰۷	مسئلہ نمبر ۶۶ عورت شیبہ ہو یا باکرہ باری برابر ہے	۲۹۸	مسئلہ نمبر ۴۱ عید کے دن روزے کی نذر کی قضا لازم ہے
	مسئلہ نمبر ۶۷ دس درہم سے کم چوری پر ہاتھ	۲۹۸	مسئلہ نمبر ۴۲ نکاح شغار درست ہے
۳۰۷	نہ کاٹا جائے	۲۹۸	مسئلہ نمبر ۴۳ لفظ ہبہ سے نکاح ہو جاتا ہے
۳۰۸	مسئلہ نمبر ۶۸ دس درہم سے کم مہر باندھنا جائز نہیں	۲۹۹	مسئلہ نمبر ۴۴ عورتوں کا جنازے کے پیچھے جانا
۳۰۸	مسئلہ نمبر ۶۹ ذبیحہ کے بیان میں	۲۹۹	مسئلہ نمبر ۴۵ غلاموں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں
	مسئلہ نمبر ۷۰ غیر شادی شدہ زانی کو دھن سے نکالنا	۲۹۹	مسئلہ نمبر ۴۶ محرم کا معصفر سے رنگا کپڑا پہننا
۳۰۸	جائز نہیں	۳۰۰	مسئلہ نمبر ۴۷ طواف کے لئے وضو ضروری نہیں
۳۰۹	مسئلہ نمبر ۷۱ فرض جماعت کھڑی ہو تو سنتوں کا پڑھنا	۳۰۰	مسئلہ نمبر ۴۸ محرم کے لئے پا جامہ پہننا
۳۰۹	مسئلہ نمبر ۷۲ تھوڑے غلہ میں بھی عشر واجب ہے		مسئلہ نمبر ۴۹ اگر لونڈی آزاد ہو جائے تو
۳۱۰	مسئلہ نمبر ۷۳ غسل حیض سے پہلے جماع جائز ہے	۳۰۰	اس کے نکاح کا حکم
۳۱۰	مسئلہ نمبر ۷۴ پانی کی موجودگی میں تیمم جائز ہے	۳۰۰	مسئلہ نمبر ۵۰ مشرک عورت دارالسلام چلی آئے تو
	مسئلہ نمبر ۷۵ رکوع، سجود اور جلسہ میں طہانیت	۳۰۱	مسئلہ نمبر ۵۱ لعان قسم نہیں بلکہ شہادت ہے
۳۱۱	واجب نہیں	۳۰۱	مسئلہ نمبر ۵۲ جس عورت کی دودھ تیس جمع ہو جائیں
	مسئلہ نمبر ۷۶ بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل		مسئلہ نمبر ۵۳ بھاری چیز سے قتل کیا جائے تو قصاص
۳۱۱	ہو جائے گی	۳۰۱	نہیں
	مسئلہ نمبر ۷۷ کفارہ ظہار میں کافر غلام آزاد کرے		مسئلہ نمبر ۵۴ روزہ کی نیت کرنا دن میں بھی

۳۱۸	پرواجب نہیں	۳۱۱	توجائز ہے
	مسئلہ نمبر ۱۰۱ مسلمان باغیوں کے ہتھیاروں	۳۱۲	مسئلہ نمبر ۷۸ سجدہ تلاوت واجب ہے
۳۱۹	سے لڑائی میں انتقام جائز ہے		مسئلہ نمبر ۷۹ نماز کے درمیان میں شامل ہونے
	دوسرا مغالطہ	۳۱۲	کی صورت میں ترتیب
۳۲۰	فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن وحدیث کے مخالف نہیں	۳۱۲	مسئلہ نمبر ۸۰ مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو
۳۲۰	امام ابوحنیفہؒ کے سوساں جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں	۳۱۲	مسئلہ نمبر ۸۱ صبح کی نماز میں اسفار کرنا افضل ہے
۳۲۰	مسئلہ نمبر ۱ بلی کا جوٹھا مکروہ ہے	۳۱۳	مسئلہ نمبر ۸۲ تین منزل سے کم پر قصر کرنا جائز نہیں
۳۲۳	مسئلہ نمبر ۲ درندوں اور چوپایوں کا جوٹھانا پاک ہے	۳۱۳	مسئلہ نمبر ۸۳ قرآن کو سر اور راگ کے ساتھ پڑھنا
۳۲۴	مسئلہ نمبر ۳ گدھے کا جوٹھانا پاک ہے		مسئلہ نمبر ۸۴ امام کے خطبہ کے لئے نکلتے ہی
	مسئلہ نمبر ۴ جن جانوروں کا گوشت	۳۱۳	کلام کرنا منع ہے
۳۲۴	کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب ناپاک ہے		مسئلہ نمبر ۸۵ جمعہ کے دن امام کے منبر پر
۳۲۶	مسئلہ نمبر ۵ اذان میں ترجیع جائز نہیں	۳۱۴	چڑھنے سے پہلے بیٹھنا مستحب نہیں
	مسئلہ نمبر ۶ اقامت کے لئے بھی پورے کلمات	۳۱۴	مسئلہ نمبر ۸۶ خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے
۳۲۷	کہے جائیں	۳۱۴	مسئلہ نمبر ۸۷ عیدین کی نماز واجب ہے
	مسئلہ نمبر ۷ پیشاب پاخانہ کے وقت قبل کی	۳۱۵	مسئلہ نمبر ۸۸ عید الفطر کے دن تکبیرات نہ کہنی چاہئیں
۳۲۹	طرف منہ یا پیٹھ کرنا	۳۱۵	مسئلہ نمبر ۸۹ میت کو کافور لگانا مستحب نہیں
	مسئلہ نمبر ۸ نماز میں اللہ اکبر کی بجائے	۳۱۵	مسئلہ نمبر ۹۰ میت کو وضو کرنا مستحب نہیں
۳۳۲	کوئی تعظیسی لفظ کہہ دیا تو جائز ہے		مسئلہ نمبر ۹۱ خاوند کا اپنی مردہ بیوی کو غسل کرنا
	مسئلہ نمبر ۹ نماز میں ہاتھ ناف سے نیچے	۳۱۵	جائز نہیں
۳۳۳	باندھنے چاہئیں	۳۱۶	مسئلہ نمبر ۹۲ کفن میں کرتہ اور عمامہ مستحب ہے
۳۳۴	مسئلہ نمبر ۱۰ نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں	۳۱۶	مسئلہ نمبر ۹۳ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے
	مسئلہ نمبر ۱۱ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض	۳۱۶	مسئلہ نمبر ۹۴ جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے
۳۳۵	نہ پڑھنے چاہئیں	۳۱۷	مسئلہ نمبر ۹۵ نماز جنازہ میں دو سلام کہے
	مسئلہ نمبر ۱۲ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کا		مسئلہ نمبر ۹۶ شہید کو غسل دیا جائے نماز نہ
۳۳۸	زمین پر رکھنا واجب نہیں	۳۱۷	پڑھی جائے
	مسئلہ نمبر ۱۳ نماز میں بھول کر کلام کرنے		مسئلہ نمبر ۹۷ گھاس اور لکڑی کے علاوہ سب
۳۳۹	سے نماز باطل ہو جائے گی	۳۱۷	میں زکوٰۃ ہے
۳۴۰	مسئلہ نمبر ۱۴ نماز میں تین قدم چلنا	۳۱۷	مسئلہ نمبر ۹۸ صدقہ فطر واجب ہے فرض نہیں
	مسئلہ نمبر ۱۵ امامت کے لائق وہ شخص ہے		مسئلہ نمبر ۹۹ زکوٰۃ لینے والے پر صدقہ فطر
۳۴۲	جو سنت زیادہ جانتا ہو	۳۱۸	واجب نہیں
۳۴۳	مسئلہ نمبر ۱۶ غلام کی امامت مکروہ ہے		مسئلہ نمبر ۱۰۰ عورت کا صدقہ فطر خاوند

مسئلہ نمبر ۱۷ دوران نماز وضو ٹوٹ گیا تو	۳۴۳	مسئلہ نمبر ۳۸ شک کے دن نفلی روزہ رکھنا جائز ہے	۳۶۹
مسئلہ نمبر ۱۸ نماز میں اشارہ سے بھی سلام کا جواب		مسئلہ نمبر ۳۹ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے	
ندے	۳۴۴	دن روزہ رکھنا جائز ہے	۳۷۱
مسئلہ نمبر ۱۹ رمضان کے علاوہ جماعت کے		مسئلہ نمبر ۴۰ نفلی نماز اور روزہ کی تضاوا جب ہے	۳۷۲
ساتھ وتر نہ پڑے	۳۴۵	مسئلہ نمبر ۴۱ عورت گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے	۳۷۷
مسئلہ نمبر ۲۰ اگر امام بیٹھ کر یا بغیر وضو کے		مسئلہ نمبر ۴۲ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا	۳۷۸
خطبہ پڑھے تو جائز ہے	۳۴۶	مسئلہ نمبر ۴۳ جو شخص بحالت احرام مر جائے	۳۷۹
مسئلہ نمبر ۲۱ خطبہ جمعہ میں اللہ اکبری کہہ		مسئلہ نمبر ۴۴ حج اور عمرہ کی نیت کو جمع کرنا	۳۸۰
دینا جائز ہے (کافی ہے)	۳۴۷	مسئلہ نمبر ۴۵ کافر اور زنی کا مسجد حرام میں داخل ہونا	۳۸۲
مسئلہ نمبر ۲۲ دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں	۳۴۸	مسئلہ نمبر ۴۶ رمی جمار کا وقت	۳۸۲
مسئلہ نمبر ۲۳ نماز عیدین کی تکبیریں	۳۴۹	مسئلہ نمبر ۴۷ بکری کو قلاوہ ڈالنا	۳۸۳
مسئلہ نمبر ۲۴ میت کے بالوں کو کنگھی نہ کی جائے	۳۵۰	مسئلہ نمبر ۴۸ محرم اگر تیل لگالے تو	۳۸۳
مسئلہ نمبر ۲۵ میت کو کفن میں کرتہ بھی نہ دیا جائے	۳۵۱	مسئلہ نمبر ۴۹ طلوع فجر کے بعد طواف زیارت کرنا	۳۸۵
مسئلہ نمبر ۲۶ صبح کی نماز اس وقت پڑھے		مسئلہ نمبر ۵۰ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کے	
جب آسمان روشن ہو جائے	۳۵۲	دن طواف زیارت کرنا	۳۸۶
مسئلہ نمبر ۲۷ مسجد کو سینٹ ساگو ان اور		مسئلہ نمبر ۵۱ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو	
سونے کے پانی سے نقش کیا جائے	۳۵۹	اس وقت مؤذن آذان کیجے	۳۸۶
مسئلہ نمبر ۲۸ امام منبر پر چڑھنے کے لیے		مسئلہ نمبر ۵۲	
نکلے تو کوئی نماز نہ پڑھے	۳۶۰	مسئلہ نمبر ۵۳ محرم کا احرام کی حالت میں نکاح کرنا	۳۸۷
مسئلہ نمبر ۲۹ مرد اور عورت کے چناڑے		مسئلہ نمبر ۵۴ عورت کا احرام میں عصر سے	
کے لیے امام کہاں کھڑا ہو؟	۳۶۰	رنگا ہوا کپڑا پہننا	۳۹۱
مسئلہ نمبر ۳۰ شہید وہ ہے جس کو مشرکین قتل کر ڈالیں	۳۶۱	مسئلہ نمبر ۵۵ ضعیف کا گوشت کھانا حرام ہے	۳۹۱
مسئلہ نمبر ۳۱ اونٹ کی زکوٰۃ	۳۶۲	مسئلہ نمبر ۵۶ جو شخص مکہ میں داخل ہو اس کو	
مسئلہ نمبر ۳۲ گھوڑوں کی زکوٰۃ	۳۶۲	احرام باندھنا واجب ہے	۳۹۳
مسئلہ نمبر ۳۳ جو غلام تجارت کی غرض سے		مسئلہ نمبر ۵۷ عمرہ یا حج کرنے والے کو مکہ پہنچنے	
ہو اس کا صدقہ فطر نہیں	۳۶۳	سے روک دیا جائے تو	۳۹۶
مسئلہ نمبر ۳۴ صدقہ فطر کی مقدار آدھا صاع ہے	۳۶۳	مسئلہ نمبر ۵۸ حج اور عمرہ سے روکے جانے والے	
مسئلہ نمبر ۳۵ عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ نہ دے	۳۶۶	کے لیے سر منڈانا	۳۹۷
مسئلہ نمبر ۳۶ صاحب زکوٰۃ پر صدقہ فطر واجب نہیں	۳۶۸	مسئلہ نمبر ۵۹ جو شخص حدود حرم سے باہر خون کر کے حرم	
مسئلہ نمبر ۳۷ مسلمان اپنے کافر غلام کا		کے اندر چلا جائے	۳۹۷
صدقہ فطر ادا کرے	۳۶۸	مسئلہ نمبر ۶۰ نکاح، لفظ نکاح سے تزویج، بہرہ	

- ۴۰۱ مسئلہ نمبر ۸۲ حیوان کو بطور قرض لینا جائز نہیں
۴۰۲ مسئلہ نمبر ۸۳ مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے
۴۰۲ مسئلہ نمبر ۸۴ گوہ حرام ہے
۴۰۲ مسئلہ نمبر ۸۵ ناخن اور دانت سے ذبح کرنا جائز ہے
۴۰۳ مسئلہ نمبر ۸۶ فقیر اور مسافر کے لیے قربانی کرنا جائز نہیں
۴۰۵ مسئلہ نمبر ۸۷ قاتل مقتول کے اسباب کا حق دار نہیں
۴۰۷ مسئلہ نمبر ۸۸ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص نہیں
۴۰۸ مسئلہ نمبر ۸۹ قصاص صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے
۴۰۹ مسئلہ نمبر ۹۰ ریشم کا تکیہ بنانے اور اس پر سونے سے کوئی حرج نہیں
۴۱۰ مسئلہ نمبر ۹۱ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا جائز ہے
۴۱۱ مسئلہ نمبر ۹۲ چھوٹے لڑکوں سے خدمت لینا جائز نہیں
۴۱۱ مسئلہ نمبر ۹۳ مسلمان اور کافر ذمی کی دیت برابر ہے
۴۱۲ مسئلہ نمبر ۹۴ دیت لینا ثابت نہیں
۴۱۲ مسئلہ نمبر ۹۵ بغیر اجازت کے کسی کے گھر دیکھنا
۴۱۲ مسئلہ نمبر ۹۶ استنجا کے لیے جتنے چاہے ڈھیلے استعمال کرے
۴۱۵ مسئلہ نمبر ۹۷ گوہ اور ہڈی سے استنجا ہو جاتا ہے
۴۱۶ مسئلہ نمبر ۹۸ نماز کے لیے کوئی خاص سورۃ مکرر کرنا مکروہ ہے
۴۱۷ مسئلہ نمبر ۹۹ سجدہ شکر سنت نہیں
۴۱۷ مسئلہ نمبر ۱۰۰ ظہر کی نماز کا وقت
۴۱۸ مسئلہ نمبر ۱۰۱ قیدیوں سے بدلہ لیا جائے نہ ان پر احسان کیا جائے
۴۱۹ مسئلہ نمبر ۱۰۲ انا بلیغ یا بالغ کو دریا میں غرق کیا تو قصاص نہیں
۴۲۰ مسئلہ نمبر ۱۰۳ امیاں بیوی کے درمیان قتل کے علاوہ قصاص نہیں
اور تملیک سے منع ہو جاتا ہے
نکاح کے وقت گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں
مسئلہ نمبر ۶۲ دس ذوالحجہ کو خطبہ درست نہیں
مسئلہ نمبر ۶۳ لونڈی اگر بعد از نکاح آزاد ہو جائے تو
مسئلہ نمبر ۶۴ مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھنا جائز ہے
مسئلہ نمبر ۶۵ حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں باقی روزے رکھنا جائز ہے
مسئلہ نمبر ۶۶ نایب کا حج
مسئلہ نمبر ۶۷ عمرہ مستحب ہے
مسئلہ نمبر ۶۸ میت کی طرف سے حج کا حکم
مسئلہ نمبر ۶۹ چار سے زائد بیویوں والا شخص مسلمان ہو جائے تو
مسئلہ نمبر ۷۰ دو سگی بہنوں کا خاوند اگر مسلمان ہو جائے تو
مسئلہ نمبر ۷۱ غیر مسلم کو شادی کا گواہ بنانا جائز ہے
مسئلہ نمبر ۷۲ آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ نکاح
مسئلہ نمبر ۷۳ جس شخص سے زبردستی طلاق دلوائی جائے اس کا حکم
مسئلہ نمبر ۷۴ طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا
مسئلہ نمبر ۷۵ انسان جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر مانا
مسئلہ نمبر ۷۶ حلالہ کرنا جائز ہے
مسئلہ نمبر ۷۷ عورت کا عدت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں
مسئلہ نمبر ۷۸ عورت دوران عدت رنگین کپڑا نہ پہنے
مسئلہ نمبر ۷۹ اگر کسی غلام میں دو مالک شریک ہوں
مسئلہ نمبر ۸۰ زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا
مسئلہ نمبر ۸۱ ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا

مسئلہ نمبر ۱۰۴ نصرانی کے ہاتھ شراب پینا

اور خریدنا جائز ہے ۴۶۰

مسئلہ نمبر ۱۰۵ تعزیر میں انتالیس کوڑے لگائے جائیں ۴۶۱

فقہ کے پندرہ بے دلیل مسائل ۴۶۳

مسئلہ نمبر ۱ اگر مسلمان ذمی کی شراب ضائع کر دے تو ۴۶۳

مسئلہ نمبر ۲ اگر کوئی مسلمان کی سازگی یا شراب

ضائع کر دے تو ۴۶۳

مسئلہ نمبر ۳ چاندی کے برتن میں پانی پینا جائز ہے ۴۶۳

مسئلہ نمبر ۴ شراب بنانے والے کو انگور پینا جائز ہے ۴۶۳

مسئلہ نمبر ۵ غیر اللہ کی عبادت کے لیے مکان کرایہ

پر دینا جائز ہے ۴۶۴

مسئلہ نمبر ۶ ذمی سے شراب اٹھانے کی مزدوری

لینی جائز ہے ۴۶۴

مسئلہ نمبر ۷ خفیف نجاست کے ساتھ نماز ہو جائے گی ۴۶۴

مسئلہ نمبر ۸ فارسی میں نماز پڑھنا جائز ہے ۴۶۴

مسئلہ نمبر ۹ شراب کا عشر لینا جائز ہے ۴۶۴

مسئلہ نمبر ۱۰ روزہ کی حالت میں جملع کرنا ۴۶۵

مسئلہ نمبر ۱۱ شراب یا خنزیر بطور مہر مقرر کرنا ۴۶۵

مسئلہ نمبر ۱۲ شیطان کے نام پر غلام آزاد کرنا ۴۶۵

مسئلہ نمبر ۱۳ غلام کو شراب یا خنزیر کے بدلے خریدنا ۴۶۵

مسئلہ نمبر ۱۴ خنزیر کے بالوں سے نفع حاصل کرنا ۴۶۵

مسئلہ نمبر ۱۵ دار الحرب میں کوئی سود نہیں ۴۶۶

تیسرا مغالطہ

اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ مردود ہے ۴۶۶

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں اجتہاد ختم نہیں ہوا ۴۷۱

دوسری صدی سے تیرہویں صدی تک کے مجتہدین ۴۷۲

چوتھا مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے کا بیان ۴۷۴

پانچواں مغالطہ

۴۸۹

حدیث میں کئی احتمالات ہیں جس کی بنا پر عمل کرنا جائز ہے ۴۸۹

چھٹا مغالطہ

۵۰۴

امام ابوحنیفہؒ ائمہ اور محدثین کے استاد ہیں ۵۰۴

ساتواں مغالطہ

۵۱۱

امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے مقلد تھے ۵۱۱

وہ مسائل جن میں امام بخاریؒ نے امام شافعیؒ سے اختلاف کیا ۵۱۲

مسئلہ نمبر ۱ انسان کے بال جدا ہونے کے بعد ناپاک ہیں ۵۱۲

مسئلہ نمبر ۲ وضو میں تمام سر کا مسح واجب نہیں

مسئلہ نمبر ۳ جماع میں انزال نہ ہو تو غسل

واجب نہیں ۵۱۳

مسئلہ نمبر ۴ حاملہ عورت کو جو خون ظاہر ہو وہ حیض ہے ۵۱۳

مسئلہ نمبر ۵ تیمم میں دو ضربیں ہیں ۵۱۴

مسئلہ نمبر ۶ مریض مرض کے سبب دو نمازوں

کو جمع نہ کرے ۵۱۴

مسئلہ نمبر ۷ امام کو نماز میں شک ہو تو مقتدی کی

تقلید نہ کرے ۵۱۴

مسئلہ نمبر ۸ سونے کی زکوٰۃ میں صرف دینار لیے جائیں ۵۱۵

مسئلہ نمبر ۹ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر منتقل نہ ہو ۵۱۵

مسئلہ نمبر ۱۰ محرم کا احرام کی حالت میں نکاح

کرنا جائز نہیں ۵۱۶

آٹھواں مغالطہ

۵۲۰

احادیث کی کتب پر عمل کرنا حنفیوں کے لیے جائز نہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لمحہ فکریہ

اللہ تعالیٰ کے فرمان ”الیوم اکملت لکم دینکم“ میں اس بات کا اعلان ہے کہ دین (چودہ سو سال قبل) مکمل ہو چکا اور نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ بنی اسرائیل کے بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے میری امت کے بہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے اور ایک کے سوا باقی تمام جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ وہ کون خوش نصیب لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ما انا علیہ واصحابی الیوم۔ جس دین پر آج میں اور میرے صحابہ چل رہے ہیں اور جو اس پر چلے گا وہی جنت کا حق دار ٹھہرے گا۔

آیت اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اس میں کمی کا مرتکب بھی مجرم ہے اور زیادتی کا مرتکب بھی۔ اگر کوئی شخص مکمل دین میں سے نماز کو نکال دے یا زکوٰۃ کا انکار کر دے یا بقول مرزا قادیانی جہاد ختم ہو چکا ہے تو اس نے مکمل دین میں کمی کر دی اور اگر کوئی دین مکمل ہونے کا اقرار بھی کرتا ہو اور اس میں کچھ اضافے بھی کرتا چلا جائے، گویا کہ اس کے مطابق دین مکمل نہیں تھا ناقص تھا اور اس کے اضافے سے دین مکمل ہو گیا (نعوذ باللہ) مثلاً مکمل دین کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اذان سے قبل درود شریف کو لازم کر لے تو اس نے گویا الیوم اکملت لکم دینکم کے تقاضے کو نہیں سمجھا بلکہ دین میں اضافے کا مرتکب ہوا۔

اور اگر کوئی شخص دین مکمل ہونے کے بعد اس میں کسی کے فوت ہونے پر تہنیت یا چالیسواں شروع کر دے تو یہ دین میں اضافے کا مرتکب ہوا۔

اور یہ سب وہ کام ہیں جن کی مذکورہ حدیث سے نفی ہوتی ہے جس میں واضح اعلان ہے کہ جنتی وہ ہوں گے جس دین پر میں اور میرے صحابہ ہیں اور اسی اضافے کو نبی کریم ﷺ نے بدعت کا نام دیا ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔ اس مکمل ضابطہ حیات میں کسی پہلے نبی کی شریعت کے ساتھ اضافہ کیا جائے تو وہ بھی قابل قبول نہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ کے تورات پڑھنے والے واقعہ سے اس کی نفی ہوتی ہے اور اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا موسیٰ (نبی) صاحب تورات بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کرنا پڑتی۔ اگر مکمل شریعت میں کسی نبی کے احکامات کو داخل نہیں کیا جاسکتا جو کہ منزل من اللہ تھے تو کسی فقیہ یا امام کے اقوال کیونکر داخل ہو سکتے ہیں جن میں بہر حال غلطی کا احتمال ہے۔

۱۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے کہ جو شخص دین میں کسی نئے کام کی طرح ڈالتا ہے اور اس کام کو وہ اچھا سمجھتا ہے تو گویا اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) خائن تصور کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا لہذا (مسلمانو یاد رکھو) جو کام (یا طریقہ) اس دن تمہارے لیے دین نہیں تھا وہ آج دین کیسے ہو گیا؟ (یعنی آج بھی وہ دین کا کام نہیں ہے)

ائمہ کرام نے تو اس وقت اجتہاد کیا جب کوئی حدیث ان کو نہ مل سکی اور ان کا طریقہ کاری یہی تھا کہ جو نئی حدیث مل جاتی تو فوراً اپنے قول سے رجوع کر لیتے اور ائمہ کرام نے تو صراحۃً کہا کہ بھی دیا ہے کہ اگر صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کرنا اور ہمارے اقوال کو فوراً ترک کر دینا، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا اذ اصحّ الحديث فهو مذهبي۔ اگر کسی مسئلہ میں صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب و مسلک ہے۔ وہ تو صحیح حدیث کے مل جانے پر اپنے قول پر حدیث کو ترجیح دینے کا کہہ گئے مگر ہمارے دوستوں نے اس پر اتنا تشدد کیا کہ حدیث پر قول امام کو ترجیح دے دی جو نہ تو کسی آیت و حدیث کی رو سے جائز و صحیح ہے اور نہ ہی قول امام سے ائمہ کرام نے تو اپنے شعور و عقل اور فہم کے مطابق مسئلہ بتایا اور اجتہاد کیا، لیکن صحیح حدیث مل جانے پر اس قول کی کوئی حیثیت نہیں رہتی کیونکہ دین کسی امام کی عقل اور فہم کا نام نہیں بلکہ دین نبی کریم ﷺ کے فرمان کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اگر دین کی بنیاد کسی کی عقل پر ہوتی تو مسح پاؤں کے نچلے حصے کا ہوتا اور پوالے کا نہ ہوتا، چونکہ دین میں کسی کی عقل سے حکم نہیں لگ سکتا بلکہ اسی کو دین کہا جائے گا جو کتاب و سنت سے ثابت ہوگا۔

زیر نظر کتاب میں مصنف نے پورے اخلاص اور امانت علمی کے طور پر ایسے مسائل اور اقوال جمع کر دیئے ہیں جو کہ آیات و احادیث اور جمہور محدثین کے مسلک کے خلاف ہیں۔ بندہ عاجز نے ان مسائل کی تحقیق و تخریج اور حوالہ جات مزید آسان کرنے کی سعی کی ہے تاکہ حوالہ تک پہنچنا آسان ہو جائے اور پھر احادیث پر صحت و ضعف کا حکم لگادیا تاکہ اقوال حنفیہ اور صحیح احادیث کا موازنہ سامنے آجائے اس میں کسی کی دل آزاری مقصود نہیں بلکہ اہل خرد اور دانشمند قارئین کے لئے دعوت فکر ہے کہ وہ بھول بھلیوں سے نکلیں اور کتاب و سنت پر عمل پیرا ہوں کیونکہ دین اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور نبی کریم ﷺ کے فرمان (احادیث مبارکہ) کا نام ہے اور یہی مسلک اہل حدیث اور دعوت اہل حدیث ہے۔

اس ادنیٰ سی کاوش پر دو سال کا عرصہ لگ گیا۔ میری ادارۃ المساجد و المصاحف الخیریہ کی مصروفیات کی بنا پر کام معرض التوا میں پڑتا تو مکرم بھائی عبدالرحمان صاحب کا پر اخلاص اصرار پھر غالب آ جاتا اور مزید تھوڑا سا کام مکمل ہو جاتا، ہر کام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اس کام میں والد مکرم مولانا قدرت اللہ فوق حفظہ اللہ اور والدہ مکرمہ کی شب و روز کی عائیں اور محقق اہل حدیث مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور ان کے دست راست مولانا عبدالحمید انصاری حفظہ اللہ کی سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو شاید کتاب اس صورت میں پیش نہ کر سکتا۔

اللہ رب العزت سے عاجزانہ دعا ہے کہ اس کتاب کی تحقیق و نظر ثانی میں جس جس شخص نے میرا ہاتھ بٹایا اللہ تعالیٰ ان تمام کی مساعی کو قبول فرمائے اور اس احقر کی کوشش کو قبول فرما کر میرے اور معاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔

محمد زبیر عقیل

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مُقَدِّمَةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا. (المائدہ)
 (اے مسلمانو!) آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو میں نے پسند کر لیا۔

یہ آیت مبارکہ ۹ھ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں عرفہ کے دن نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد آپ ﷺ صرف دو ماہ دنیا میں زندہ رہے اس عرصہ میں وحی تو آتی رہی مگر احکام اسلام نازل نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ کی نبوت سے جو غرض تھی (یعنی دین اسلام کو مکمل کرنا) جب وہ پوری ہو چکی تو اللہ کے حبیب وہ کامل اور غیر ناقص دین ہمیں سونپ کر واصل باللہ ہو گئے اور امت کو وصیت کر گئے کہ
 تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَ سُنَّةُ رَسُولِهِ. (موطامام مالک)
 میں تمہیں دو چیزیں سونپ چلا ہوں کہ جب تک تم انہیں مضبوط تھامے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ (قرآن) اور دوسری سنت رسول (حدیث)۔

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام قرآن و حدیث میں محدود ہے اور ان دونوں (قرآن و حدیث) کے ہوتے ہوئے کوئی تیسری چیز ایسی نہیں جسے اسلام کہا جائے۔

سنن داری میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اکرم ﷺ نے ہمارے لیے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا! یہ اللہ کی راہ ہے (یعنی اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے) پھر آپ نے اس کے ساتھ دائیں بائیں چند ٹیڑھی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ راہیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک راہ پر شیطان (بیٹھا ہوا) ہے جو اس راہ کی طرف (لوگوں) پکارتا ہے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الانعام: ۱۵۴)

بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے پس تم لوگ اس کی پیروی کرو اور دوسرے طریقوں پر نہ چلو (کیونکہ) وہ تمہیں اس کی سیدھی راہ سے الگ کر دیں گے اللہ نے تمہیں ان باتوں کا حکم دیا ہے تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔

کیا یہ کافی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صراط مستقیم کی پیروی کا حکم دیا اور دوسری راہوں کے اختیار کرنے سے منع فرما دیا کہ جن پر

چلنے سے آدمی بھٹک جاتا ہے اور ہدایت گم ہو جاتی ہے۔

اگر ہم غور و فکر کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ صراطِ مستقیم ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے نبی اکرم ﷺ کی سنت اور حدیث، جس راہ پر آپؐ چلے وہی جنت کی راہ ہے اور سوائے اس کے کوئی اور راہ نجات نہیں، کسی امتی کا ذاتی قول و فعل اللہ کی راہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لیے صرف قرآن مجید نازل کیا اور حکم دیا ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (الاعراف ۳)

جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا اسی کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ دوسروں کی پیروی نہ کرو، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ اور فرمایا:

((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)) رسول اللہؐ کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

مگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور کو ابھی چار صدیاں ہی گذری تھیں کہ بدعات و خرافات نے سراٹھایا اور اچھی شکل و صورت بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا اور نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کی جگہ ائمہ کے اقوال رائے اور قیاس کو دی جانے لگی، اس پر بس نہیں بلکہ اپنی نسبت محمدی کی بجائے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کی طرف کر کے فخر محسوس کرنے لگے۔

جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر کسی کی طرف اپنی نسبت کرنا ہی تھی تو پھر اللہ کے سچے رسول، محمد رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ منسوب کرتے اور محمدی کہلواتے، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نسبتوں کی بجائے محمدی نسبت تو بڑی پیاری نسبت ہے، پھر اس پیاری اور محبوب ترین نسبت کو تمام جہانوں کی نسبتوں پر ترجیح کیوں نہیں دیتے؟ مگر یہاں تو ایسی گنگا بہتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ

نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرنے والا قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا دین اسلام سے خارج سمجھا جانے لگا اور اسلام کا معیار فقط ائمہ کے اقوال رائے اور قیاس تک محدود کر دیا گیا اور پھر اس پر بغیر دیکھے سمجھے، ٹٹولے آنکھیں بند کر کے عمل شروع کر دیا اور قرآن و حدیث پر عمل چھوڑ کر اس پر عمل کرنے والوں کو برا بھلا کہا جانے لگا، بلکہ وہ نسبتیں کرنے والے اس قدر نا آشنا ہو گئے کہ ان پر عمل کرنا ان کے نزدیک ایک ناقابل معافی گناہ سمجھا جانے لگا۔ اور ایسی جماعت کونت نئے طعنوں، مصیبتوں، پریشانیوں کا ہدف بنایا گیا۔ درحقیقت مقلدین کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ جو بات ان کے مسلک کے خلاف ہو اور وہ بات چاہے کتنی ہی صحیح اور سچی کیوں نہ ہو اس کے متعلق نازیبا کلمات و غلط بیانی سے کام لینے سے باز نہیں آتے۔

آج فقہ حنفیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے تمام مسائل قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور ان کو عوام الناس کی سہولت کے لیے جمع و یکجا کر دیا ہے تاکہ عام آدمی کو مسائل سمجھنے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (مقلدین کے بقول) ایک عام آدمی مسئلے کی اصلیت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ کسی معین شخص کا مقلد نہ بن جائے۔ اور عام آدمی متضاد احادیث میں مطابقت تلاش نہیں کر سکتا کیونکہ احادیث ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی ہوتی ہیں کسی حدیث میں مسئلہ کچھ ہوتا ہے اور کسی میں کچھ، جس کی وجہ سے وہ مسئلہ کو پرکھ نہیں سکتا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ مجتہد کی تقلید کی جائے تاکہ وہ اختلاف والی احادیث میں سے تنہا کر، نحوڑ کر، عطر نکال کر، بھوک وغیرہ بھٹک کر ہمیں دے، لہذا اس کا مقلد نے بغیر گذارہ نہیں۔ جبکہ حقیقتاً اگر دیکھا جائے

تو مقلدین خود ایسے علماء کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں کہ جن کو موضوع اور صحیح حدیث کی بھی خبر نہ تھی اور جن کتب کے بارے میں یہ جتلاتے ہیں کہ وہ بہت تحقیق اور کوشش کے ساتھ مرتب کی گئی ہیں تو ان کی بیان کردہ احادیث کا حال ظاہر ہو جانے کے باوجود پھر بھی اسی کو سند جانتے اور اسی پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ کی بعض احادیث کے بارے میں یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ وہ موضوع ہیں پھر بھی انہیں پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔ فرمان ربی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ (الانفال: ۲۰)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور بات سن لینے کے بعد اس سے منہ نہ موڑو۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

اے محمد (ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ کبھی ایماندار نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلاف میں یہ تم کو حکم (فیصل) تسلیم نہ کر لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو تو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں بلکہ اسے یکسر (بلا حیل و حجت) قبول کر لیں۔
امام رازیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص رسول اللہؐ کے فیصلے اور حکم پر راضی نہ ہو وہ ایمان دار نہیں۔

مگر مقلدین اس آیت کی صریحاً خلاف ورزی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا فرض ہے جب تک کسی ایک معین شخص کی تقلید نہ کریں گے، ہمس صحیح راہنمائی نہ ہو سکے گی۔

اسی لیے مقلدین نے دنیا بھر میں شہرت پھیلا رکھی ہے کہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں یعنی فقہ کے تمام مسائل حدیث کے مطابق ہی ہیں، کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں اور یہ بات بطور عقیدہ کے حنفی حضرات کے دلوں میں بٹھادی گئی ہے حالانکہ اصل حقیقت اس دعویٰ کے خلاف ہے اگر کوئی شخص تعصب سے ہٹ کر غور و فکر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ فقہ کے ہزاروں مسائل احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اور اکثر مقام پر دیکھئے گا کہ ایک طرف احادیث صحیحہ موجود ہیں اور دوسری طرف فقہ کا بے دلیل مسئلہ (یعنی امام صاحب کی رائے) مگر افسوس کہ پھر بھی ترجیح امام صاحب کی رائے کو ہی دی جاتی ہے اور اور فتویٰ بھی اسی کے مطابق دیا جاتا ہے حالانکہ امام صاحب کا قول ہے کہ

(۱) کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے جب تک کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے؟

(۲) جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔

یہاں پر امام صاحب فرما رہے ہیں کہ جو میرے قول کی دلیل نہ جانتا ہو اس کے لیے لازم نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے یا اس پر فتویٰ دے۔ اور جو صحیح حدیث میں موجود ہے وہی میرا مذہب ہے، حدیث کے مقابلہ میں میری رائے یا قول کو کوئی حیثیت حاصل نہیں کیونکہ حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

اب مقلدین جواب دیں کہ جب امام صاحب نے ایسی باتیں اس شخص کے بارے میں کہیں جو ان کے قول کی دلیل نہ جانتا ہو

یا پھر جاننے کے باوجود کہ دلیل ائمہ کے قول کے خلاف ہے پھر بھی ائمہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟
غور کرو تو امام صاحب کا یہی قول اندھی تقلید کو پاش پاش کرنے کے لیے کافی ہے یہ تو ہے امام صاحبؒ کی تعلیم، لیکن ان کے نام لیوا
(مقلدین) امام صاحب کی اس بات کو نہیں مانتے بلکہ انہوں نے تورائے کے لیے اصول تیار کر لیے ہیں اور ان کے ہزار ہا مسائل
قیاسیہ کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے آج اسی کو مذہب حنفی قرار دے لیا ہے اب یہاں مختصر طور پر ائمہ اربعہ کے تقلید کے خلاف
اقوال درج کئے جاتے ہیں۔

ائمہ اربعہ سے تقلید کا رد:

ائمہ اربعہ کسی ایک زمانہ میں نہیں تھے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، امام مالکؒ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے، امام شافعیؒ
۲۰۹ھ میں اور امام احمدؒ ۲۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔ ان میں سے کوئی بھی امام ایسا نہیں ہے جس نے کسی دوسرے کی تقلید کی ہو اور نہ
ہی ان میں سے کسی نے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کی ہی اتباع کریں، بلکہ ان میں سے ہر ایک نے کتاب و سنت کی اطاعت کی
دعوت دی ہے اور اگر کسی نے کسی دوسرے کا قول بطور سند و حجت لیا تو اسے بھی انہوں نے رد کر دیا اور اس طرح لوگوں پر اس کی تقلید
کرنا واجب نہیں رہا۔

ائمہ کرام کے اقوال

۱۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال:

پہلا قول: جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔^۱

دوسرا قول: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے۔^۲

اور ایک دوسری روایت میں ہے جسے میری دلیل کا علم نہ ہو اس کے لیے میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے۔

تیسرا قول: جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دینا۔^۳

۲۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

پہلا قول: میں انسان ہوں مجھ سے خطا اور صواب دونوں کا امکان ہے اس لیے تم میری رائے اور فتویٰ میں غور و تامل سے کام لو

۱۔ اس قول کو ابن عابدین نے اپنے حاشیہ (۶۳/۱) میں اور اپنے رسالہ رسم المفتی (۴/۱) مجموعہ رسائل ابن عابدین میں اور شیخ صالح فلانی نے ایقاظ الہم
میں (ص ۶۲) اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے نقل فرمایا ہے اور ابن عابدین نے ابن الہمام کے شیخ ابن الشیمہ الکبیر کی ”شرح ہدایہ“ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

۲۔ اس قول کو بسند صحیح ابن عبد البر نے ”الاستیعاب فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفہما“ (ص ۱۴۵) اور امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین (۳۰۹/۲) اور ابن
عابدینؒ نے حاشیہ البحر الرائق (۲۹۳/۶) رسم المفتی (ص ۳۲۰۲۹) اور شعرانی نے المیزان (۵۵/۱) بروایت ثانیہ اور تیسری روایت کو عباس دوری نے
تاریخ نجی بن معین (۱/۶) میں نیز اسی طرح کا قول امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ اور عافیہ بن یزید سے الایقاظ (ص ۵۲) میں
بھی منقول ہے۔

۳۔ الایقاظ (ص ۵۰)

جو قرآن وحدیث کے مطابق ہوا سے قبول کر لو اور جو قرآن وحدیث کے مطابق نہ ہوا سے ترک کر دو۔^۱
 دوسرا قول: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جاسکتی ہو صرف اور صرف نبی کریم ﷺ ہی ایسے ہیں جن کی ہر بات کا قبول کرنا فرض ہے۔^۲

۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

پہلا قول: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث مل جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ حدیث کو چھوڑ کر کسی اور کے قول پر عمل کرے۔^۳
 دوسرا قول: جب تمہیں میری کتاب میں حدیث کے خلاف کوئی بات ملے تو تم حدیث کو لے لو اور میری بات کو ترک کر دو۔^۴
 تیسرا قول: جب صحیح حدیث ملے تو وہی میرا مذہب ہے۔^۵

چوتھا قول: جب مجھے کوئی ایسی بات کہتے دیکھو کہ صحیح حدیث کے خلاف ہو تو جان لو کہ میری عقل کھو گئی ہے۔^۶
 پانچواں قول: نبی کریم ﷺ کی ہر حدیث میرا قول ہے چاہے تم نے اسے مجھ سے نہ بھی سنا ہو۔^۷

۴۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

پہلا قول: میری تقلید نہ کرو اور نہ مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری کی، بلکہ تم وہاں سے مسائل اخذ کرو جہاں سے انہوں نے اخذ کیے ہیں (یعنی کتاب وسنت)۔^۸
 دوسرا قول: اوزاعی مالک اور ابو حنیفہ کی آراء آراء ہی ہیں میرے نزدیک ان کا درجہ دلیل و حجت نہ ہونے میں یکساں ہے اور دلیل و حجت تو صرف احادیث اور آثار ہیں۔^۹
 تیسرا قول: جس نے نبی کریم ﷺ کی حدیث ٹھکرادی وہ ہلاکت کے دہانے پر ہے۔^{۱۰}
 حدیث پر عمل پیرا ہونے کی تاکید اور ان کی اندھی تقلید سے ممانعت کے بارے میں یہ ہیں ائمہ اربعہ کے اقوال اور یہ اقوال اتنے واضح ہیں کہ ان میں کسی جدال اور تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۱۔ ابن عبد البر نے اس قول کو ”الجامع (۳۲/۲)“ میں روایت کیا ہے اور ان سے ابن حزم نے اصول الاحکام (۱۳۹/۶)“ میں روایت کیا ہے اور فلانی نے ”الایضاح (ص ۷۲)“ میں نقل کیا ہے۔ ۲۔ ارشاد السالک (۲۲۷/۱) ۳۔ اعلام الموقعین (۳۶۱/۲) اور الفانی (ص ۶۸)
 ۴۔ الاحتجاج للشافعی (۲/۸) ”ذم الکلام (۱/۳۷)“ ”ابن عساکر (۱/۱۵)“ ”نووی کی المجموع (۶۳/۱)“ ”اعلام الموقعین (۳۶۱/۲)“ فلانی (۱۰۰) ۵۔ ”نووی کی المجموع“ الشرحانی (۱/۵۷)
 ۶۔ ”آداب الشافعی (ص ۹۳)“ ”حلیہ (۱۰۶/۹)“ اور ابن عساکر نے تاریخ (۱/۱۰/۱۵) میں صحیح سند سے نقل کیا ہے۔
 ۷۔ آداب الشافعی (۹۳/۹۳) ۸۔ ایضاح الہم (ص ۱۱۳) اعلام الموقعین (۳۰۲/۲) ۹۔ جامع بیان العلم لابن عبد البر (۱۳۹/۲)

تقلید اور حنفیہ کے اصول:

اور اب یہاں پر تقلید کی تعریف اور حنفی مذہب کا اصول بھی سنتے جائیے۔

اکثر حضرات تقلید کی حقیقت سے واقف نہیں اور نہ ہی انہیں اس کا مفہوم معلوم ہے اور اسی طرح تقلید اور اتباع کا فرق بھی معلوم نہیں جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تقلید کی تعریف اس کا مطلب اور مفہوم کا مختصر ذکر کر دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ تقلید کیا ہے؟ لیجئے اس کی تعریف ہم کتب فقہ سے بیان کرتے ہیں۔

چنانچہ فقہ حنفیہ کی اصول کی مستند اور مسلمہ کتب میں تقلید کی تعریف یوں لکھی ہے:

التَّقْلِيدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ مَنْ حُجَّةٍ (مسلم الثبوت ص ۲۸۹)

کسی دوسرے کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل طلب کئے عمل کرنے کو تقلید کہتے ہیں اور ایسے عمل کرنے والے انسان کو مقلد کہتے ہیں اور مقلد کی تعریف یہ ہے:

أَمَّا الْمُقْلِدُ فَمُسْتَنَدُهُ قَوْلُ مُجْتَهِدِهِ. (مسلم الثبوت)

یعنی مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی واجب الاتباع اور شرعی حجت ہے۔

أَخَذَ قَوْلَ الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ مَعْرِفَةٍ ذَلِيلِهِ

یعنی غیر نبی کی باتوں کو بغیر دلیل معلوم کیے مان لینا۔ (بحوالہ مع الجوامع لابن السبکی ج ۲ ص ۲۵۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تقلید کے متعلق فرماتے ہیں:

التَّقْلِيدُ هُوَ قَبُولُ قَوْلِ بِلَا حُجَّةٍ. کسی کی بات کو بغیر دلیل کے مان لینا تقلید ہے۔

یعنی آپ کو معلوم ہی نہیں کہ اس نے یہ قول کہاں سے لیا ہے اس کی دلیل کیا ہے اور جس کے متعلق یہ معلوم ہی نہ ہو تو اس پر بغیر دلیل کے عمل کرنے کو ہی تقلید کہتے ہیں۔

يَجِلُّ الْإِفْتَاءُ بِقَوْلِ الْإِمَامِ بَلْ يَجِبُ وَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ قَالَ.

یعنی امام کے ہر قول پر فتویٰ دینا حلال بلکہ واجب ہے اگرچہ اس کا علم نہ ہو کہ امام کے پاس کیا دلیل ہے۔ (شامی جلد اول

مصری ص ۵۳)

جَلُّ إِلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ تَعَزُّيْرٌ

جو شخص حنفی سے شافعی بن جائے تو اسے تعزیر کی سزا دینی چاہیے۔ (درمختار مصری باب التعزیر جلد ۳)

لَا يُفْتَى وَ يُعْمَلُ إِلَّا بِقَوْلِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ

نہ تو کوئی فتویٰ دیا جائے نہ عمل کیا جائے مگر صرف امام اعظم کے قول پر۔ (درمختار مصری جلد ۱ ص ۵۳)

یہاں تک کہ مقلدین امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَادَ رَمْلٍ عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِي حَنِيفَةَ

ریت کے زروں کے برابر لعنتیں نازل ہوں اس پر جو امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے۔ (نعوذ باللہ من هذا الشر)

اصول فقہ کی معتبر کتب سے تقلید کی تعریف اور حنفی مذہب کے اصول سے واضح ہو گیا ہے کہ مقلدین کے لیے صرف اپنے مذہب کی کتب فقہ پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے اور قرآن و حدیث پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری نہیں اور حنفی بزرگوں کی تصریحات اور نامور مشاہیر اسلام کے مشاہدات کے اقرار و اعتراف وغیرہ سے ظاہر ہو گیا ہے کہ حقیقت (اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا) کا عملی نمونہ اور مجسم تفسیر ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اہل کتاب نے جو اپنے پیروں اور مولویوں کو اپنا رب بنالیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے مولوی اور پیر دنیا کا نظام چلانے والے خدا ہیں بلکہ انہوں نے اوامر و نواہی میں ان کی اطاعت کی۔

عدی بن حاتم کی روایت میں ہے کہ جب وہ نصرانی تھے تو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت آپ ﷺ سورہ براءت (توبہ) کی تلاوت فرما رہے تھے جب آپ اس آیت (مذکورہ) پر پہنچے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی حلال کردہ باتوں کو کیا وہ حرام نہیں بتاتے تھے اور تم بھی حرام بتاتے ہو اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا وہ ان کو حلال بتاتے تھے اور تم بھی ان کو حلال بتاتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو ان کی عبادت ہے۔

پس ہمارے دور کے مقلدین بھی اہل کتاب کی طرح ہیں اسی کو حلال سمجھتے ہیں جو ان کی فقہ میں حلال ہو اگرچہ وہ قرآن و حدیث میں حرام ہی کیوں نہ ہو اور اسی کو حرام بتاتے ہیں جو ان کی فقہ میں حرام ہو اگرچہ قرآن و حدیث میں حلال ہی کیوں نہ ہو۔ مقلدین کا یہ شروع سے وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ بالکل یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

مقلدین نے جو کتابیں تقلید کے لیے واجب قرار دی ہیں ان میں ہدایہ درمختار قدوری، عالمگیری وغیرہ سرفہرست شامل ہیں اور مقلدین ان فقہ کی کتابوں کے ساتھ پتھروں سے بھی زیادہ سختی سے چٹے ہوئے ہیں۔ ان میں ہدایہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں ہے اور ہدایہ وہ کتاب ہے جو درس و تدریس میں داخل ہے جو حنفی مذہب کا بنیادی پتھر ہے اگرچہ یہ چھٹی صدی کی تصنیف ہے، لیکن حنفی مذہب کا دار و مدار صرف اسی پر ہے۔ اور اس کے مصنف کا نام تو علی بن ابوبکر ہے مگر اس کے بعد آنے والے تمام فقہاء احناف احتراماً اسے سرہان الدین (دین اسلام کی حجت و دلیل) کے نام و نشان کے لقب سے اس کو یاد کرتے ہیں اور ہدایہ کو اسلام کا حقیقی ترجمان و راہنما مانتے چلے آ رہے ہیں چنانچہ شامی وغیرہ نے ہدایہ کی شان میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ ہدایہ کے مقدمہ اور غایت الاوطار ترجمہ اردو ”درمختار“ میں من و عن یوں نقل کیا گیا ہے۔

كتاب الهداية يهدي الهدى الى حافظيه ويجلو المعنى
فلازمه واحفظه يا ذالحجى فمن ناله نال اقصى المنى

یعنی ہدایہ ہی ہدایت کی راہنما ہے اور اندھی آنکھوں کے لیے نور یعنی آنکھوں کو بینا بناتی ہے اے عقلمند تو اس کو لازم پکڑ اس سے چٹ جا اور حفظ کر لے کیونکہ جس نے اس (ہدایہ) کو پالیا تو یقیناً اس کی تمام مرادیں پوری ہو گئیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انتہائی جرأت اور پوری جسارت سے کھل کر کہا گیا ہے اَلْهَدَايَةُ كَالْقُرْآنِ قَدْ نَسَخَتْ مَا صَنَعُوا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ

یعنی ہدایہ حقیقتاً قرآن مجید کی مثل بے نظیر کتاب ہے جس نے اپنے سے پہلے کی کل تصانیف تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے یعنی جس طرح قرآن مجید سے تورات، انجیل منسوخ ہو گئیں ویسے ہی ہدایہ کی تصنیف سے کتب حدیث اور حنفی شافعی وغیرہ فقہی کتب بھی منسوخ ہو گئیں۔ ہدایہ جس کے بارے میں شافعی مذہب کے علماء کہا کرتے ہیں کہ ہدایہ نے احادیث وارد کرنے میں بہت لاپرواہی سے کام لیا ہے وہ تو حدیث نقل کر دینے سے غرض رکھتے ہیں چاہے صحیح ہو یا ضعیف بلکہ ہو تو بھی اور نہ ہو تو بھی۔

بہر حال ہدایہ کے ان گنت اور لاتعداد بے شمار غلط افتراء اور جھوٹے بہتانوں میں سے بطور مثال وہ خاص جھوٹ اور افتراء ملاحظہ فرمائیے جو کہ حدیث کے نام سے رسول ﷺ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور ان کے غلط اور صریح جھوٹ ہونے کا اقرار و اعتراف خود مشاہیر فقہاء احناف نے بالکل واضح اور کھلم کھلا الفاظ میں کیا ہے۔

نبی ﷺ پر ہدایہ کے افتراء و بہتانات:

(۱) ہدایہ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے۔ لَقَوْلٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيَّ فَكَانَ مَعَهُ صَلَاتِي خَلْفَ النَّبِيِّ (ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب الامامة ج ۱ ص ۱۰۱) جس نے متقی عالم کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کی تو اسے اتنا اجر و ثواب میسر ہوگا جس قدر کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے ہوتا ہے۔

مصنف ہدایہ کے اس باطل و من گھڑت افتراء کو دیکھ کر مولانا عبدالحی لکھنویؒ اس درجہ خوف زدہ ہوئے کہ ہدایہ کا حاشیہ لکھتے ہوئے انہیں یوں اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔

او ولما لفظ الحديث المذكور في الكتاب لم يوجد بل قال بعض المحدثين انه موضوع ذكر السخاوي في مقاصد الحسنة انه حديث لم يوجد.

یعنی یہ بالکل من گھڑت اور موضوع حدیث ہے جو کتب حدیث میں پائی نہیں جاتی۔

(۲) ہدایہ میں ہے: لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصَّحَابَةُ رَضُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمْ كَانُوا يُسَافِرُونَ وَيَعُودُونَ إِلَى أَوْ

طَانِهِمْ مَقِيمِينَ مِنْ غَيْرِ عَزْمٍ جَدِيدٍ. (ہدایہ جلد اول باب صلوٰۃ المسافر)

یہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر وہ بہتان عظیم ہے کہ محشی کو علامہ عینی کی تصنیف بنایہ شرح ہدایہ کے یہ الفاظ نقل کرنے کی اشد ضرورت محسوس ہوئی: لَا نَذَرِي مِنْ آيِنٍ أَخَذَ الْمُصَنِّفُ. مصنف ہدایہ کی نقل کردہ حدیث ہمیں تو کسی کتاب حدیث سے نہیں ملی نہ معلوم صاحب ہدایہ نے کہاں سے نقل کی ہے؟

(۳) ہدایہ میں لکھا ہے:

حَدِيثُ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا وَمَرْفُوعًا لَا يُؤْخَذُ فِي الزُّكُورَةِ إِلَّا الشَّيْءُ. (هدایہ جلد اول کتاب الزکوۃ فصل فی الغنم ص ۱۷۰)

یہ عبارت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان ہے۔ چنانچہ علامہ عینی کی بنایہ شرح ہدایہ کے الفاظ اس کی تردید میں حاشیہ پر یوں نقل کئے ہیں:

هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرَوْ عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوعًا وَلَا مَوْقُوفًا. (حاشیہ ص ۱۷۰)

یعنی نہ ہی تو یہ الفاظ حضرت علیؑ سے مرفوعاً مروی ہیں اور نہ ہی موقوفاً گویا کہ حضرت علیؑ اور رسول اللہ ﷺ پر صریح بہتان ہے۔ نبی ﷺ پر مصنف در مختار کا افتراء:

ہدایہ کے من گھڑت افتراء اور موضوعات کے ساتھ ہی ہدایہ جیسی دوسری مشہور فقہ حنفیہ کی کتاب در مختار کے بے شمار من گھڑت بہتانوں میں سے بطور مثال صرف دو ہی بہتان ملاحظہ فرماتے چلے لکھا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) إِنْ آدَمَ افْتَحَرَ بَنِي وَآنَا افْتَحَرُوا بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي إِسْمُهُ نَعْمَانُ وَكُنِيَّتُهُ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي.

(مقدمہ در مختار مع رد المحتار ص ۵۲ ج ۱)

یعنی آدم کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب سے فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہے جو کہ میری امت کا روشن چراغ ہے۔ لعنت اللہ علی الواضعین و الکاذبین

اسی مقام پر دوسرا افتراء یہ لکھا ہے۔

(۲) إِنَّ سَائِرَ الْأَنْبِيَاءِ يَفْتَحِرُونَ بِي وَآنَا افْتَحَرُ بِأَبِي حَنِيفَةَ مَنْ أَحَبَّهُ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُ فَقَدْ أَبْغَضَنِي.

یعنی تمام انبیاء کو مجھ پر فخر ہے اور مجھے ابو حنیفہ پر جس نے اس سے محبت کی ہے اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے اس سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا۔ (در مختار)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر وہ بہتان عظیم ہے جس کی مثال اور نظیر تاریخ دنیا میں نہیں ہے نہ صرف یہی بلکہ غایت الاوطار ترجمہ در مختار میں ایسے کئی ایک من گھڑت جھوٹ لکھے ہیں جس کے خلاف ملا علی نے موضوعات میں برملا اور کھلم کھلا پر زور احتجاج کیا ہے۔

یہ ہے حقیقت کا وہ مختصر نمونہ جسے قرآن مجید نے ملعون و مردود قرار دیتے ہوئے یہودیت پر یوں عتاب فرمایا ہے:

قَوْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ. (سورۃ بقرہ)

پس سخت خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی طرف سے من گھڑت مسائل لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ شرعی اور دینی احکام ہیں۔ یا بالفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَفْعَدَهُ مِنَ النَّارِ یعنی مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بنانے والے نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانے کی کوشش کی ہے۔“

مصنف ہدایہ کا احادیث میں اضافہ کی جسارت:

اوپر صرف غلط موضوع اور جھوٹی عبارتوں کو رسول اللہ کی ذات بابرکات کی طرف افتراء اور بہتان کرتے ہوئے حرمت کے نام سے درج کرنے کا نمونہ ملاحظہ فرمایا اب اصل احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت الفاظ اور جملوں کے اضافہ کرنے کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ہدایہ میں اعرابی کی کفارہ والی مشہور حدیث ذکر کرتے ہوئے مصنف ہدایہ نے یہ الفاظ اپنی طرف سے لکھ دیئے ہیں:

وَلَا يُجْزَى أَحَدًا بَعْدَكَ (ہدایہ جلد اول باب ما یوجب القضاء و الکفارہ ص ۲۰۰)

مخفی نے ہدایہ کی اس زبردستی اور من گھڑت زیادتی کے خلاف ہدایہ کی مشہور و معتبر شرح بنالیہ سے متن ہدایہ ہی میں ان الفاظ کے نیچے یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں: هذا لم یرو فی کتاب من الحدیث. یعنی کفارہ کی حدیث کے آخر میں جو الفاظ ”ولا یجزی احدا بعدک“ ہدایہ کے مصنف نے لکھے ہیں وہ الفاظ حدیث کی کتابوں میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔ صرف اپنا مذہب ثابت کرنے کی خاطر اس نے یہ الفاظ بڑھادیئے ہیں۔

۲۔ ہدایہ میں شعمیہ کی مشہور حدیث میں ”و اعتمری“ کا لفظ بڑھایا گیا ہے چنانچہ یہ روایت ہدایہ میں اس طرح لکھی ہوئی موجود ہے: كَحَدِيثِ الْخُثَمِیَّةِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فِيهِ حُجَّتِي عَنْ أَبِيكَ وَ اعْتَمَرِي. (ہدایہ کتاب الحج عن الغير ص ۲۷۷) یعنی دوسروں کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے کی دلیل حدیث ہی ہے۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ تو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر“

مخفی کو ہدایہ کی اس زیادتی پر عینی شرح ہدایہ سے یہ اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔ ”وَفِي رِوَايَةِ الْمُصَنِّفِ وَهُمْ فَإِنَّ فِي الْحَدِيثِ الْخُثَمِیَّةِ لَيْسَ ذِكْرُ الْإِعْتِمَارِ یعنی مصنف ہدایہ نے جو واعتمری کا لفظ حدیث میں بڑھایا ہے یہ اس کی صریح غلطی ہے کیونکہ حدیث شعمیہ میں واعتمری کا لفظ موجود نہیں ہے۔

۳۔ حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اس لیے اپنے خلاف مذہب حدیث کو حق و صحیح ثابت کرنے کی غرض سے حدیث میں من گھڑت الفاظ زیادہ کر دیئے چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے:

وَلَا يُصَلَّى عَلَى سَيِّبٍ فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةً لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا

أَجْرَ لَهُ۔ (ہدایہ جلد اول کتاب الصلوة فی الصلوة علی المیت ص ۱۶۱)

یعنی حسب فرمان رسول اللہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ نبی اکرم فرماتے ہیں جس نے جنازہ کی نماز مسجد

میں پڑھی اس کو کچھ اجز نہیں ملے گا۔“ محشی نے مصنف ہدایہ کی اس من گھڑت زیادتی پر حاشیہ میں بنایہ جیسی مشہور شرح میں یہ اعلان نقل کر دیا ہے: قَوْلُهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ رَوَايَةُ فَلَا أَجْرَ لَهُ خَطَأً فَاحْشُ الْعِنَى فَلَا أَجْرَ لَهُ كَأَجْرِ لَفْظِ مَصْنُفٍ ہدایہ نے ذکر کیا ہے یہ اس کی زبردست غلطی اور فاش خطا ہے۔“

اگرچہ فقہ حنفیہ کی کتب میں ایسی ان گنت اور بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن ہم بطور نمونہ مذکورہ بالا امثلہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء:

اب غلط اور موضوع احادیث کو مشہور کتب حدیث کی طرف منسوب کرنے کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ ”توضیح تلوح“ جو فقہ حنفیہ کی اصول فقہ پر چوٹی کی مشہور اور درسی کتاب ہے اس میں یہ مشہور ترین موضوع حدیث صحیح بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ بلفظ

يُكْثَرُ لَكُمْ الْأَحَادِيثُ مِنْ بَعْدِي فَإِذَا رَوَيْتُمْ لَكُمْ حَدِيثًا فَأَعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ. (الحديث)

یعنی رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد لوگ بہت سی من گھڑت احادیث بیان کریں گے پس جب تمہارے پاس کوئی حدیث بیان کی جائے تو تم اس کو قرآن شریف پر پیش کرنا۔“ (توضیح تلوتح صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ نول کشور)

نہ صرف یہی؛ بلکہ اس حدیث کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی طرف غلط منسوب یا افتراء کرتے ہوئے پھر خود ہی یہ بھی لکھ دیا ہے: ذَکَرَ یَحْیٰی بْنُ مُعِیْنٍ اَنَّهُ حَدِیْثٌ وَ ضَعْفُ الزَّیْنَاءِ دِقَّةٌ یعنی حضرت یحییٰ بن معین جو نون حدیث کے مشہور امام ہیں کہتے ہیں کہ یہ حدیث زندقہ لوگوں کی من گھڑت اور بناوٹی حدیث ہے۔

مذکورہ تصریح و وضاحت کے باوجود پھر اس کی تصدیق اور ثقاہت پر بھی پورے دعویٰ سے یوں زور دیا ہے: **وَإِسْرَادُ الْبُخَارِيِّ**
إِسْنَاهُ فِي صَحِيحِهِ لَا يَنْأَى الْإِنْقِطَاعَ وَ كَوْنُ أَحَدِ رَوَاتِهِ مَعْرُوفٌ (توضیح تلویح صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ
نولکشور) چونکہ یہ حدیث امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج کر رکھی ہے لہذا اس کا انقطاع اور یحییٰ ابن معینؒ کی جرح
وغیرہ اس کی ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

مزید سنئے:

فصول الحواشی شرح اصول شاشی میں مذکورہ حدیث کی صحت و ثقاہت جس زور و وضاحت و صراحت سے ذکر کی گئی ہے بلفظہ ملاحظہ فرمائیے۔ اِنَّ الْاِمَامَ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيَّ اَوْرَدَ هَذَا الْحَدِيْثَ فِي كِتَابِهِ وَهُوَ اِمَامُ هَذَا الصَّنْعَةِ فَكَفَى بِهِ دَلِيْلًا عَلٰى صِحَّتِهِ وَلَمْ يُلْتَفَتْ اِلٰى طَعْنٍ غَيْرِهِ بَعْدَهُ (فصول الحواشی ص ۲۸۸ شرح اصول شاشی مطبوعہ مجتہبائی) یعنی امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ جو حدیث کے مشہور امام ہیں جب انہوں نے حدیث کو اپنی صحیح بخاری میں درج کر لیا تو اس حدیث کی صحت خود بخود ثابت ہو گئی اور جس قدر اس حدیث پر طعن کئے گئے ہیں وہ سب غلط اور یاد رہا ہو کر رہ گئے۔

کس قدر سینہ زوری اور سکھا شاہی ہے سراسر بناوٹی اور من گھڑت حدیث کو صحیح بخاری میں منقول و مروی ثابت کیا جا رہا ہے اور یہ کس قدر ظلم و ستم اور جو روجھا ہے کہ

اولاً: تو یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ صحیح بخاری میں معاذ اللہ معاذ اللہ موضوع اور بالکل جھوٹی احادیث بھی ہیں۔

ثانیاً: منکرین حدیث کو خاص موقعہ اور ایک کارگر حربہ دینے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ وہ آسانی سے یہ کہہ کر ذخیرہ احادیث کو ٹھکرا دیں کہ جب صحیح بخاری میں بناوٹی اور جھوٹی احادیث موجود ہیں تو پھر باقی ذخیرہ حدیث کا اعتبار ہی کیا؟
 ثالثاً: سب سے بڑا ظلم و ستم یہ کہ منکرین حدیث جو پہلے ہی سے یہ بکواس کر رہے ہیں کہ جو حدیث خلاف قرآن ہے وہ بالکل بیکار اور جھوٹی ہے۔ درحقیقت ان وضاعین نے منکرین حدیث کی صحیح بخاری کے نام سے مزید امداد کی ہے تاکہ وہ عوام کو صحیح بخاری کے نام سے مزید گمراہ کر سکیں۔

خلفاء راشدین پر حنفیہ کے افتراء:

اوپر حنفیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط افتراء باندھنے کا نمونہ ذکر ہو چکا۔ اب خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام پر غلط اور جھوٹ بہتان و افتراء کرنے کا نمونہ بھی سینہ پر پتھر رکھ کر عجائبات دیکھتے چلے۔
 ۱۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے صاحب ہدایہ نے کتاب الزکوٰۃ میں لکھا ہے:

يَاخُذُ مِنْهُ الْعُمَرُ بِقَوْلِ عُمَرَ (هدایہ باب فی من یمر علی العاشر جلد اول صفحہ ۷۷)

صاحب ہدایہ کے اس غلط افتراء کا تردیدی اعلان علامہ بدر الدین عینیؒ نے شرح ہدایہ میں یوں کیا ہے جو محشی نے حاشیہ پر لکھ دینے میں ہی اپنی بہتری خیال کی ہے۔ قول عُمَرَ غَرِيبٌ لَمْ يُذْرَكْ یعنی حضرت عمرؓ کی طرف جو قول صاحب ہدایہ نے منسوب کر کے لکھا ہے وہ ثابت نہیں ہو سکا بلکہ مصنف ہدایہ کے علمی عجائبات سے ہے۔

۲۔ ہدایہ میں علی الاعلان لکھا ہے: فِي رِوَايَةِ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ النَّفَقَةُ وَ

السُّكْنَى. (تنقید الہدایہ ص ۲۶۵) اور یہ الفاظ حدیث کی کسی بھی کتاب میں موجود نہیں اور بالکل نہیں۔

۳۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر غلط افتراء کیا ہے: ہدایہ کتاب الصلوٰۃ الجمعہ میں ایک غلط اور جھوٹی حدیث اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے یوں لکھی ہے:

وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّهُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَإِن تَجَّ عَلَيْهِ فَنَزَلَ وَصَلَّى (هدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۹) یعنی حضرت عثمان جب خلیفہ ہوئے اور پہلی مرتبہ جو جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے منبر پر چڑھے تو صرف الحمد للہ ہی کہہ کر کانپ گئے اور اس درجہ مرعوب ہوئے کہ کچھ اور زبان سے فرمایا نہ سکے اور بالآخر اسی طرح منبر سے نیچے اترے اور نماز پڑھادی۔“ حاشیہ میں لکھا ہے: وقع فی الاختلاط یعنی ان پر ایسا اختلاط غالب ہوا کہ سوا الحمد للہ کے کچھ اور کہہ ہی نہ سکے۔ العیاذ باللہ

اس غلط افتراء پر صاحب فتح القدر شارح ہدایہ سے صبر نہیں ہو سکا چنانچہ اس نے علی الاعلان تردید کرتے ہوئے لکھا ہے: هَذَا الْقِصَّةُ لَمْ تُعْرَفْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ (حاشیہ صفحہ ۱۴۹) یعنی جو قصہ مصنف ہدایہ نے حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کر رکھا ہے یہ کتب حدیث میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر افتراء:

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ حنفیت کے سر تاج نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایک غلط افتراء منسوب کر رکھا ہے۔ چنانچہ ہدایہ کتاب الصلوٰۃ فی تکبیرات ایام تشریق میں ہے: **وَالْتَكْبِيرُ أَنْ يَقُولَ مَرَّةً وَاحِدَةً اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ هَذَا الْمَأْثُورُ عَنِ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ** (جلد اول صفحہ ۱۸۸) یعنی یہ تکبیر ایام تشریق میں ایک ہی مرتبہ پڑھنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ محشی ہدایہ نے اس غلط افتراء کا تردیدی اعلان زلیعی سے حاشیہ میں یوں نقل کیا ہے۔ **لَمْ أَجِدْهُ مَأْثُورًا عَنِ الْخَلِيلِ** یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بالکل ثابت نہیں ہو سکا بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مصنف ہدایہ کے موافق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت نہیں ہوا۔ عیاذ باللہ۔

ائمہ دینؒ پر افتراء:

اب ائمہ دین کی طرف غلط مسائل منسوب کرنے کا نمونہ دیکھئے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء:

حضرت امام مالکؒ خطیب و مدرس مدینہ منورہ مسجد نبوی کا مذہب صاحب ہدایہ نے برائے نام ہی ذکر کیا ہے اور جو کچھ ان کی طرف منسوب کر کے لکھا وہ سراسر غلط ہی لکھا ہے چنانچہ متعہ جیسے حرام فعل کا جواز حضرت امام مالکؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **وَقَالَ مَالِكٌ هُوَ جَائِزٌ لِأَنَّهُ مُبَاحٌ** (ہدایہ کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۳۹۲) یعنی رافضیوں کی طرح حضرت امام مالکؒ بھی نکاح متعہ کو حلال جانتے ہیں۔ صاحب فتح القدیر نے شرح ہدایہ میں اس غلط افتراء کے متعلق کھلم کھلا تردیدی اعلان لکھا ہے جسے محشی نے حاشیہ پر نقل کر دینے ہی میں بہتری خیال کی ہے۔

نُسِبَتْهُ إِلَى مَالِكٍ غَلَطٌ وَلَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ الْأَيْمَةِ وَغُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ إِلَّا الطَّائِفَةُ الشَّيْعَةُ یعنی رافضی کے علاوہ تمام ائمہ اور علمائے اسلام متعہ کو حرام جانتے ہیں (صرف رافضی ہی جائز کہتے ہیں) محشی نے مزید تائید کے لیے بنایہ شرح ہدایہ سے حاشیہ میں لکھا ہے **وَرَوَى فِي الْمُوطَأِ حَدِيثٌ عَلَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَادَتُهُ أَنْ لَا يَرَوِيَ حَدِيثًا فِي الْمُوطَأِ إِلَّا هُوَ يَذْهَبُ إِلَيْهِ وَعَمِلَ بِهِ** یعنی امام مالکؒ کی عادت ہے کہ وہ موطا میں وہی حدیث نقل کرتے ہیں جس پر خود ان کا عمل ہے بناء علیہ موطا میں حضرت علیؓ سے انہوں نے حرمت متعہ کی حدیث نقل کر کے اپنے مذہب کو ظاہر کر رکھا ہے۔ مگر صاحب ہدایہ ہے کہ وہ امام مالکؒ پر جھوٹ افتراء کر رہا ہے جس سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ مصنف ہدایہ کتب حدیث سے اس درجہ غیر مانوس اور بے خبر ہے کہ حدیث کی سب سے پہلی شہرہ آفاق کتاب موطا امام مالکؒ تک سے بھی واقف نہیں اگر اسے موطا کا علم ہوتا تو اسے امام مالکؒ پر یہ غلط افتراء کی جرأت نہ ہوتی۔

گر ہمیں مکتب ہمیں ملا کار طفلان تمام خواہر شد

ہدایہ باب ما یوجب القضاء و الکفارہ میں لکھا ہے کہ عذر اروزہ توڑنے والے کو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے بحکم حدیث واجب ہیں، لیکن حضرت امام مالکؒ ”مسلسل روزے رکھنے کو ضروری نہیں جانتے لہذا ان پر نص صریح حجت ہے۔ چنانچہ اصل الفاظ ہدایہ کے یہ ہیں۔ وَهُوَ حُجَّةٌ..... عَلَى مَالِكٍ فِي نَفْيِ التَّابِعِ لِلنَّصِّ عَلَيْهِ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۳۰) اس غلط افتراء کی تردید بنایہ شرح ہدایہ میں یوں کی گئی ہے: نسبتہ الی مالک سہو یعنی امام مالک کی طرف جو حدیث کے خلاف کرنے کا الزام مصنف ہدایہ نے لگایا ہے یہ اس کی سراسر غلطی، زیادتی اور لاعلمی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر غلط افتراء:

اصل حقیقت یہ ہے کہ ہدایہ کی تصنیف صرف حضرت امام شافعیؒ کی تردید اور حقیقت کی تائید و تصدیق کے لیے ہی عمل میں لائی گئی ہے، لہذا بطور شرعی گواہوں کے ذیل میں صرف دو مقام ہی بطور نمونہ درج ہیں:

۱۔ ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الکعبہ میں امام شافعیؒ کی طرف یہ غلط افتراء کیا گیا ہے کہ امام شافعیؒ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں بَلْفِظِ جَائِزَةً فَرَضُهَا وَ نَفَلَهَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۲۶)

ہمارے حنفی مذہب میں شافعیؒ کے خلاف کعبہ میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور چونکہ یہ سراسر غلط افتراء تھا اس لیے محشی نے اس کا تردیدی اعلان حاشیہ میں نہایت شرح ہدایہ سے یوں کر دیا دیا ہے فَإِنَّهُ يَرَى جَوَازَ الصَّلَاةِ فِي الْكُعْبَةِ فَرَضُهَا وَ نَفَلَهَا كَذَا أَوْرَدَهُ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ فِي كُتُبِهِمْ یعنی مصنف ہدایہ نے امام شافعیؒ کے ذمہ یہ غلط الزام لگایا ہے کہ وہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو جائز نہ جانتے تھے مگر شافعی مذہب کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنی جائز ہے۔

۲۔ ہدایہ کتاب الصوم باب ما سبب القضاء و الکفارہ میں مصنف ہدایہ نے امام شافعیؒ کے ذمہ یہ غلط الزام لگایا ہے کہ امام شافعیؒ کہتے ہیں: روزہ توڑنے والے کو ترتیب میں اختیار ہے چنانچہ ہدایہ کے الفاظ یہ ہیں وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ يُخَيَّرُ لِأَنَّ مُفْتَضَلَهُ التَّرْتِيبُ (ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۰۰) یعنی امام شافعیؒ پر یہ حدیث حجت ہے جس میں کفارہ دینے والے کے لیے ترتیب شرط ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ترتیب شرط نہیں بلکہ کفارہ دینے والے کو اختیار ہے کہ ترتیب کا خیال رکھے یا نہ رکھے۔ یہ غلط افتراء دیکھ کر مصنف نہایت شرح ہدایہ کا پیاناہ صبر لبریز ہو گیا۔ لہذا اس نے اس غلط افتراء کا تردیدی اعلان یوں کر دیا جو محشی نے حاشیہ میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے: وَالشَّافِعِيُّ لَا يَقُولُ بِالتَّخْيِيرِ بَلْ يَقُولُ بِالتَّرْتِيبِ كَمَا هُوَ قَوْلُنَا وَهُوَ مَنْصُوصٌ فِي كُتُبِهِمُ الْوَجِيزِ وَالْخَاصَّةِ الْمَنْسُوبَتَانِ إِلَى الْغَزَالِيِّ وَكَذَلِكَ فِي كُتُبِهِ مَبْسُوطِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ وَفَخَرِ الْإِسْلَامِ یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک تو یہ ترتیب شرط ہے جیسا کہ ہمارے حنفی مذہب کا مسئلہ ہے چنانچہ شافعی مذہب کی کتب وجیز اور خلاصہ اور خود ہماری کتب المبسوط وغیرہ میں شافعیؒ کا یہ مذہب لکھا ہے۔ مصنف ہدایہ نے ان کے ذمہ یہ غلط الزام لگایا ہے۔

یہ ہے حقیقت کا مختصر نمونہ جس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں اعلان فرمایا ہے۔ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بَايِدِهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ - یعنی خود اپنے ہاتھوں سے اپنی حسب خواہش لکھ کر مشہور کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

ہم اپنے پورے بیان کی تصدیق و تائید اور مزید وضاحت اور تشریح کے لیے بمصداق شہد شاہد من اہلہا (الآیۃ) حنفی مذہب کے سر تاج اور چوٹی کے علمائے احناف کی شہادتیں عرض کرتے ہوئے بحث کو ختم کرتے ہیں۔

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ:

سر تاج احناف علامہ ملا علی قاریؒ نے اپنی مشہور کتاب ”موضوعات کبیر“ میں فقہاء حنفیہ کے اس مردود فعل کے خلاف اعلانیہ اور کھلے طور پر یوں شکایت کی ہے: لَا عِسْرَةَ بِنَقْلِ النَّهَائِيَةِ وَلَا بَفَيْزِ شُرَاحِ الْهَدَايَةِ فَإِنَّهُمْ لَيُسَوُّوْنَ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَلَا أَسْنَدُ وَالْحَدِيثُ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُخَوَّرِينَ“

یعنی ہدایہ جیسی چوٹی کی کتاب کے شارح نہایہ اور ایسے ہی دیگر شارحین ہدایہ اگر کسی حدیث کو اپنی کتاب میں لکھیں تو وہ حدیث معتبر نہیں ہے اس لیے کہ اولاً تو خود ان لوگوں کو علم حدیث میں مہارت اور دسترس ہی نہیں اور ثانیاً وہ کسی مستند کتاب حدیث کا حوالہ بھی ذکر نہیں کرتے۔ (موضوعات کبیر ص ۷۲ مطبوعہ مجتہائی دہلی)

ملا علی قاریؒ ہدایہ اور فقہ حنفیہ کی دوسری کتب وغیرہ کی اصلیت اور واقعہ سے اہل علم کو آگاہ کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں:

إِنَّ نَقْلَ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ (لَا يَحْزُرُ إِلَّا مِنَ الْكُتُبِ الْمُتَدَاوِلَةِ لِعَدَمِ الْإِعْتِمَادِ عَلَى غَيْرِهَا. رَسُولُ اللَّهِ ﷺ) احادیث کو کتب فقہ وغیرہ سے نقل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر معتمد ہیں۔ لہذا احادیث مستند کتب سے ہی نقل کی جائیں۔

۲۔ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

مصنف ہدایہ کی علمی پوزیشن کو اشکارا کرتے ہوئے شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں:

”اگر حدیث آورده نزد محدثین خالی از ضعفی نہ غالباً اشتغال وقت آں آستاز در علم حدیث کمتر بودہ“

معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ہدایہ کو علم حدیث سے کچھ زیادہ تعلق اور واسطہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو کہ محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ناقابل اعتبار اور ضعیف ہیں۔

۳۔ رکن رکین مذہب حنفیہ حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی لکھنویؒ:

علامہ عبدالحی لکھنویؒ ہندوستان میں حنفیت کے مجدد اعظم تسلیم کئے جاتے ہیں آپ عہدہ الرعایہ میں فقہاء احناف کے مذکورہ مذموم فعل سے کس قدر شاکہ ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ إِنَّ الْكُتُبَ الْفِقْهِيَّةَ وَإِنْ كَانَتْ مُعْتَبَرَةً فِي نَفْسِهَا بِحَسَبِ الْمَسَائِلِ الْفُرْعَانِيَّةِ وَكَانَ مُصَنَّفُهَا أَيْضًا مِنَ الْمُعْتَبَرِينَ وَالْفُقَهَاءِ الْكَامِلِينَ لَا يُعْتَمَدُ عَلَى الْأَحَادِيثِ الْمَنْقُولَةِ فِيهَا اعْتِمَادًا كُلِّيًّا وَلَا يُجْزَمُ بِوُرُودِهَا وَبُتُونِهَا قَطْعًا بِمُجَرَّدِ وَفُوعِهَا فِيهَا فَكَمْ مِنْ أَحَادِيثٍ ذُكِرَتْ فِي الْكُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ وَهِيَ مَوْضُوعَةٌ وَمُخْتَلَقَةٌ (مقدمہ عہدہ الرعایہ صفحہ ۱۲ مطبوعہ یوسفی) یعنی فقہ حنفیہ کی معتبر کتابیں اگرچہ فروعی مسائل میں معتبر ہوں اور بے شک ان کے مصنف بھی ایسے ہی معتبر فقہاء ہوں کہ ان کی نقاہت پر اعتماد کیا جاتا ہو لیکن ان احادیث پر

اعتماد نہیں کرنا چاہیے جو ان لوگوں نے اپنی کتب فقہ میں لکھی ہیں۔ اور نہ ہی ان کا حدیث نام دے کر اپنی کتب میں کوئی عبارت لکھ دینے سے یقین کر لینا چاہیے کہ یہ ضرور حدیث ہی ہوگی۔ کیونکہ ان کتب فقہ میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع یعنی من گھڑت اور بناوٹی ہیں اور بہت سی مختلف فیہ ہیں یعنی جن کی صحت کا اعتبار نہیں ہے۔“

مزید تشریح کیلئے اجوبہ فاضلہ سے رکن رکیں حنفیہ مولوی عبدالحی ”صاحب لکھنوی مرحوم کا کھلم کھلا اعلان پڑھیے فرماتے ہیں:

الْأَثَرُ إِلَى صَاحِبِ الْهَدَايَةِ مِنْ أَجَلَّةِ الْحَنْفِيَّةِ وَالرَّافِعِيِّ شَارِحٍ مِنْ أَجَلَّةِ الشَّافِعِيَّةِ مَعَ كَوْنِهِمَا مِمَّنْ يُشَارُ إِلَيْهِمَا بِأَلَا نَامِلٍ وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِ إِلَّا مَا جَدَّ وَالْأَمَائِلُ قَدْ ذَكَرُوا فِي تَعْسِيفِهِمَا لَمْ يُوجَدْ لَهُ أَثَرٌ عِنْدَ خَبِيرٍ بِالْحَدِيثِ. (اجوبہ فاضلہ)

یعنی کیا تم صاحب ہدایہ کی طرف نہیں دیکھتے جو سرتاج حنفیہ اور رافعی شارح جو چوٹی کے فقہاء شافعیہ میں شمار کئے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں کہ ان کی عظمت اور جلالت کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے جاتے ہیں اور بڑے بڑے نامور علماء و فقہاء ان کے مسائل حلال و حرام پر اعتماد کرتے چلے آئے ہیں مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے بہت زیادہ ایسی احادیث اپنی کتابوں میں لکھی ہیں جو اس درجہ من گھڑت اور بناوٹی ہیں کہ اصل کتب حدیث سے ان کا ہرگز کچھ سروکار اور واسطہ ہی نہیں ہے۔

اور سنئے حضرت مولانا عبدالحی صاحب پورے وثوق سے اعلان فرما رہے ہیں ”وَمِنْ الْمَعْلُومِ أَنَّ صَاحِبَ الْهَدَايَةِ وَغَيْرِهِ مِنْ أَكْبَارِ الْفُقَهَاءِ وَمُؤَلِّفِ إِحْيَاءِ الْعُلُومِ وَغَيْرِهِ مِنْ أَجَلَّةِ الْعُرَفَاءِ لَيْسُوا مِنَ الْمُحَدِّثِينَ (ظفر الامانی شرح مختصر الجرجانی ص ۱۹) مختصر آئیہ کہ مصنف ہدایہ وغیرہ کا شمار محدثین میں نہیں ہو سکتا۔

الفوائد البہیہ (ص ۴۲) میں لکھا ہے: فِي طَبَقَاتِ الْقَارِي قَدْ وَقَعَ فِي الْهَدَايَةِ أَوْهَامٌ كَثِيرَةٌ قَدْ نَقَلَهَا الْعَلَمَاءُ الْفَهَامَةُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْفَرُشِيُّ الْحَنْفِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمُسَمَّى بِالْعِنَايَةِ. یعنی ملا علی قاری طبقات میں رقمطراز ہیں کہ ہدایہ میں ان گنت اور بے شمار غلط مسائل (اوہام) ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالقادر قریشی حنفی نے عنایہ شرح ہدایہ میں ان کو پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

کیا یہی فقہ اور فقہاء ہیں کہ جن کو کتاب و سنت اور ائمہ المحدثین سے افضل و برتر ثابت کرنے کے دعوے کئے جاتے اور ”ڈھنڈورے“ (درمختار اور تمہید النمارق) مقدمہ کنز الدقائق مطبوعہ قاسمی دیوبند اور ایضاح الادلہ وغیرہ میں) یوں پٹوائے جا رہے ہیں ”النَّظَرُ فِي كُتُبِ أَصْحَابِنَا مِنْ غَيْرِ بَسْمَاعٍ أَفْضَلُ مِنْ قِيَامٍ“ کہ کتب فقہ حنفیہ (قدوری ہدایہ کنز وغیرہ) کا پڑھنا پڑھانا تو کیا صرف ان کو ایک نظر دیکھنا بھی نماز تہجد سے افضل ہے نہ صرف یہی بلکہ پورے ادعاء سے لکھا ہے تعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن۔“ پھر پوری صراحت سے یوں بھی لکھا ہے تَعَلَّمَ بَعْضُ الْقُرْآنِ وَوَجَدَ فِرَاقًا فَلَا أَفْضَلَ إِلَّا شَغَالُ بِالْفَقْهِ“ تھوڑا سا قرآن پڑھنے کے بعد افضل و باعث ثواب یہ عمل ہے کہ پورا وقت فقہ حنفی میں صرف کیا جائے۔

یہ ہے مقلدین کی فقہ کی نگلی تصویر کہ جس کے متعلق بے باکی سے اعلان کر رہے ہیں کہ فقہ حنفیہ میں کوئی بھی مسئلہ خلاف حدیث نہیں ہے۔

مصنفؒ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے بیش بہا معلومات کا علمی خزانہ اس کتاب میں مرتب کیا ہے اور مقلدین کے مغالطوں کے پول کھول کر ہمارے سامنے پیش کر دیئے ہیں تاکہ مقلدین کے اُن مسائل سے آگاہی حاصل ہو جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ مقلدین کا دعویٰ ہے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ خلاف حدیث نہیں اس لیے ضرورت تھی کہ ان کی اس مردود بات کا اصل چہرہ عوام کے سامنے لایا جائے اور فقہ کے وہ مسائل اکٹھے کئے جائیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مصنفؒ کو جس نے فقہ کے وہ مسائل جو قرآن و حدیث کے خلاف تھے ان کو اکٹھا کیا اور ان کو عوام کے سامنے لائے تاکہ مقلدین کے دعویٰ کا پول کھل جائے کہ فقہ کے مسائل قرآن و حدیث سے ماخوذ نہیں بلکہ سراسر اس کے خلاف ہیں اور ایک عام مسلمان کو بڑے احسن انداز سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کے چند اوراق پڑھ کر رائے قائم نہیں کر لینی چاہیے بلکہ اسے اول سے آخر تک کامل اطمینان کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیے اور تعصبات سے ہٹ کر انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے حق بات کو قبول کرنے میں تامل سے کام نہیں لینا چاہیے اور نہ ہی کسی بات پر خواہ مخواہ بگڑنا چاہیے۔

کیونکہ اس کتاب میں کوئی بات اپنی طرف سے شامل نہیں کی گئی بلکہ فقہ کا اصل مسئلہ لکھنے کے بعد اس کے رد میں کہ یہ مسئلہ کس طرح خلاف سنت ہے، قرآن و حدیث سے دلائل دیئے ہیں تاکہ متلاشیان حق کو اصل بات سے آگاہی حاصل ہو! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً (النجم: ۲۸) اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دیتا۔

اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے اور وہ بڑا ہی اچھا ساتھی اور مددگار ہے۔

وصلی اللہ علی محمد و علی الہ و صحبہ وسلم والحمد للہ رب العلمین

نوٹ: اس مقدمہ کی تیاری میں مولانا محمد جونا گڑھیؒ کی کتب اور علامہ ناصر الدین البانیؒ کی ”صفۃ صلوٰۃ النبیؐ“ اور مولانا محمد اشرف سندھوؒ کی کتاب ”نتائج التقليد“ وغیرہ سے مدد لی گئی ہے۔

عبدالرحمان عابد

TRUEMASLAK@INBOX.COM

۲۱-۰۴-۲۰۰۲

مقلدین کے مغالطوں کے جواب میں

جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص معین کی تقلید کے بغیر کام نہیں چلتا وہ قرآن اور حدیث پر چلنے والوں کو کئی طرح کے مغالطوں میں ڈالتے ہیں۔

پہلا مغالطہ

فقہ پر عمل کرنا فرض ہے

ایک مغالطہ ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ فقہ پر عمل کرنا فرض ہے اور حدیث کی پیروی جائز نہیں۔
جواب: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ ہرگز مسلمان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر یہی فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی راہ پر چلو اور یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے برخلاف یہ بتلاتا ہے کہ فقہ پر چلنا فرض ہے اور حدیث پر چلنا جائز نہیں، تو گویا یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے نہیں مانتا اور مندرجہ ذیل صریح دلائل کا صاف انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝
 اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے (آل عمران-۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَزْبًا مِّمَّا قُضِيَتْ وَتُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (النساء-۶۵)

اے محمد! تیرے رب کی قسم! یہ کبھی ایماندار نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو حکم (فیصل) تسلیم نہ کر لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ پائیں بلکہ اسے یکسر (بلا جیل و جت) قبول کر لیں۔

مزید فرمایا :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (النساء-۵۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کما مانو رسول کا اور ان کا جو تم سے بااختیار ہیں پھر اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو (یعنی فیصلہ قرآن و حدیث سے لو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہترین بات ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی نہایت اچھی صورت ہے

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(احزاب-۲۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - (النساء-۸)

اس کے بعد درج ذیل احادیث کو ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابعد بلاشبہ بہترین کلام اللہ کی کتب ہے اور بہترین رہنمائی محمد ﷺ کی طرف سے ملنے والی رہنمائی ہے اور بدترین کام وہ نئی باتیں ہیں جو دین میں داخل کی جائیں اور اس طرح کی یہ نئی بات سراسر گمراہی ہے۔

(۱) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ - (۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ کے رسول وہ کون شخص ہے جو انکار کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی میرا انکار کرتا ہے۔

(۲) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ كُلُّ أُمَّتٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا وَمَنْ يَأْبَى قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى - (۲)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے اس کی امت میں مبعوث فرمایا اس کی اپنی امت ہی میں کچھ حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے پھر ان کے بعد ایسے مبالغہ پیدا ہو جاتے جو ایسی باتیں کہتے کہ جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے کام کرتے جنہیں کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا تو ایسے لوگوں سے جو اپنے ہاتھ سے جہلوں کرتا ہے وہ مومن ہے اور جس نے اپنی زبان کے ساتھ ان سے جہلوں کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے دلی طور پر ان سے اظہار بیزاری کر کے جہلوں کیا وہ بھی مومن ہے اور جو شخص ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہیں کرتا اس میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

(۳) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّتِهِ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ فِي أُمَّتِهِ حَوَارِثُونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتُلُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِدِينِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدٍ - (۳)

(۱) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب رفع الصوت في الخطبة وما يقول فيها ج-۱ ص-۳۹۲ حدیث-۲۰۰۲

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ (ابوہریرہ) ج-۱۳ ص-۲۳۹ حدیث-۷۴۸۰

(۳) صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون النہی عن المنکر من الایمان وان الایمان یزید ویقص ج-۲ ص-۲۱۳ حدیث-۱۷۷۷

اور انہی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک خط کھینچ کر سمجھایا کہ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے والی سیدھی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور بائیں جانب کئی خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر راہ کی طرف شیطان انسانوں کو بلاتا ہے پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ”یہ شک یہ مجھ تک پہنچنے والی سیدھی راہ ہے، تم اسی کی پیروی کرو۔“ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش ان احکام دین و شریعت کے تابع نہ ہو جائے جنہیں میں نے لے کر آیا ہوں۔ (اس حدیث کو امام بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے اربعین میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کتاب المحجة میں اسے صحیح سند کے ساتھ ہم سے روایت کیا گیا ہے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر تو اس بات پر قادر ہو کہ صبح سے شام تک تیرے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو دل کی یہ حالت ضرور پیدا کر، پھر مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔ (اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے حسن غریب ہے)

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان تک یہ حدیث پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم انہیں چٹکی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ان میں سے

(۴) وَعَنْهُ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَقَرَأَ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ الْآيَةُ - (الانعام - ۱۵۳) (۱)

(۵) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ - (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السَّنَةِ وَقَالَ التَّوَوُّى فِي أَرْبَعِيهِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ زَوَيْنَاهُ فِي كِتَابِ الْحُجَّةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ) (۲)

(۶) وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَنَسُ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَأَفْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِي يَا أَنَسُ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ - (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ) (۳)

(۷) وَعَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱ ص-۵۸ حدیث-۱۶۶ والدارمی باب فی کراهیۃ اخذ الرائی ج-۱ ص-۶۷ (ابن مسعود) ومسند احمد ج-۱ ص-۳۶۵ طبع دار الفکر بیروت (مسند عبداللہ بن مسعود) ومسند احمد ج-۳ ص-۳۷۷ طبع دار الفکر بیروت (مسند جابر بن عبداللہ) والنسائی-

(۲) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱ ص-۵۹ حدیث-۱۶۷ وشرح السنۃ ج-۱ ص-۲۱۳ باب رد البدع والاهواء کتاب الایمان طبع-۲ المکتب الاسلامی بیروت-

(۳) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱ ص-۶۲ حدیث-۱۷۵ (حسن) وجامع الترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الاخذ واجتناب البدع ج-۵ ص-۳۶

(۱) وَسُنَّةٌ نَبِيَّةٌ۔

ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری اس کے نبی کی سنت۔

حضرت غصیف بن حارث ثمالیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس قوم نے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کی وہ اسی درجہ کی سنت سے محروم ہو گئی۔ پس سنت پر سختی سے عمل پیرا ہونا بہت بہتر ہے بدعت پیدا کرنے سے۔

حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس قوم نے اپنے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے اس درجہ کی سنت سلب کر لی (اٹھالی) پھر اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تک اس قوم کی طرف نہیں لوٹائے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس توراۃ کا ایک نسخہ لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ توراۃ کا نسخہ ہے، رسول اللہ ﷺ سن کر خاموش رہے، اس کے بعد جناب عمرؓ نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا، آخر سیدنا ابوبکرؓ نے عمرؓ سے کہا تجھے عورتیں گم کریں یہ ہم رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو کیسا دکھ رہے ہیں، تو عمر فاروقؓ نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا اور پکارا اٹھے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ وَحَبِيْبِ اللّٰهِ رَبِّاَ وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ”میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے بچنے کے لیے اللہ ہی کی پناہ میں آتا ہوں، ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اور اسلام کو بطور دین قبول کرنے اور محمد ﷺ کو نبی کی حیثیت سے ماننے پر راضی ہیں“ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی تمہارے سامنے اُمنوار ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگتے تو یقیناً تم راہ راست سے ہٹ جاتے اور اگر موسیٰ (علیہ السلام) میرے عہد نبوت میں

(۸) وَعَنْ غُصَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ الْقَمَالِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً إِلَّا رُفِعَ مِنْهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكَ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثٍ بِدْعَةٍ۔ (۲)

(۹) وَعَنْ حَسَّانٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةٍ فِي دِينِهِمْ إِلَّا تَرَعَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ وَمِنْهَا ثُمَّ لَا يُعِيْذُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ) (۳)

(۱۰) وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِنُسْخَةٍ مِنَ التَّوْرَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ نُسْخَةٌ مِنَ التَّوْرَةِ فَسَكَتَ فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَوَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَغَيَّرُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَكِلَتْكَ التَّوَاكِلُ مَا تَرَى مَا بَوَّجَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ وَحَبِيْبِ اللّٰهِ رَبِّاَ وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيْدهُ لَوْ بَدَأَ لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِي لَصَلَّيْتُ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا وَآذَرَكَ نَبُوْتِي

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة ج-۱ ص-۶۱ حدیث-۱۸۱ و موطا کتاب القدر باب النهی عن القول بالقدر ج-۲ ص-۸۸۸ یہ

حدیث مرسل ہے اس کی سند جید ہے اور دیگر اس کو قوی کرتی ہیں۔ دیکھئے تنقیح الرواۃ ج-۱ ص-۳۲ نیز یہ موطا کے آخر میں کتب القدر میں ہے۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة ج-۱ ص-۶۱ حدیث-۱۸۲ (ضعیف) و مسند احمد ج-۳ ص-۱۰۵ طبع دار الفکر۔ یہ بزار اور طبرانی کبیر میں بھی ہے حافظ ابن حجر نے اس کے رجال کی توثیق کو ترجیح دی ہے اور اس کی سند کو جید لکھا ہے۔ تنقیح الرواۃ ج-۱ ص-۳۳

(۳) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة ج-۱ ص-۶۱ حدیث-۱۸۸ (صحیح) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ موقوف

مرفوع کے حکم میں ہے۔ تنقیح الرواۃ ج-۱ ص-۳۳

زندہ ہوتے تو وہ بھی میری ہی پیروی کرتے۔

لَا تَبْغَيْنِ - (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ) ^(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

(۱) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ^(۲)

خلاصہ بحث: ان تمام آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع ہر شخص پر فرض ہے اور ہر شخص اللہ کے رسول ﷺ سے اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام مخلوقات سے زیادہ محبت رکھے اور سب کی دوستی سے زیادہ ان کی دوستی اپنے دل میں سمجھے اور سب کی مرضی سے زیادہ ان کی مرضی کے کام مقدم رکھے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو سب کے اقوال سے مقدم جانے اور انہی کے مطابق عمل کرے صرف اس صورت میں ایک آدمی مسلمان بن سکتا ہے۔ پس یاد رکھئے کہ ہر دین اور مذہب کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہمیں اس سے محبت ہے اور ہم اس کے حکم پر چلتے ہیں لیکن اکثر لوگوں کا یہ کہنا ظاہر میں جھوٹ اور صرف زبانی دعوے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ لوگ سچے ہوتے اور ان کو اللہ سے محبت ہوتی تو اللہ نے جو اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کی پیروی کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے آپ کے حکم کو دل و جان سے ماننے اور آپ کی حدیث پر عمل کرتے نہ کہ زبان سے تو یہ دعویٰ ہو کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے اور ہم ان کے حکم پر چلتے ہیں لیکن جب کسی مسئلے میں ان کے امام کے قول کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی حدیث کوئی شخص ان کو بتا دے تو اس پر سخت خفا ہونے لگیں بلکہ ان کو مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرنے والے تو نہیں ہو سکتے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے سخت بیزار معلوم ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے اپنے امام کے حکم کو افضل سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑے ظالم اور ناانصاف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی کچھ پرواہ نہیں جو سورہ شوریٰ میں ہے :

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْخُذْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے کچھ ایسے شریک بنا رکھے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا ایک ایسا ضابطہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت نہیں دی اور اگر فیصلے کی بات پہلے طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا بلاشبہ ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (الشوریٰ-۲۱)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک تو کتب و سنت کا جو علم پہنچا اس کی روشنی میں موصوف نے اپنی بہترین دینی بصیرت سے فروع و شرع معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بلوجود امام صاحب نے وضاحت سے فرما دیا کہ اگر میری کوئی بات

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱ ص-۶۸ حدیث-۱۸۳ ومسند احمد ج-۳ ص-۳۸۷ (جابر بن عبد اللہ) یہ ابن حبان میں بھی بسند صحیح موجود ہے۔ تنقیح الرواۃ ج-۱ ص-۲۵

(۲) بخاری مع فتح الباری کتاب الایمان باب حب الرسول اللہ ﷺ من الایمان ج-۱ ص-۵۸ حدیث-۱۵ ومسلم کتاب الایمان باب وجوب محبة رسول اللہ ﷺ اکثر من الاهل والولد والوالد والناس اجمعین ج-۲ ص-۲۰۵ حدیث-۱۲۶ (انس بن مالک) یہ روایت مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم میں بھی ہے۔ دیکھئے تنقیح الرواۃ ج-۱ ص-۹ کتاب الایمان۔

رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔ بس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا دوسرے ائمہ کرام نے تو قطعاً فقہ کو احادیث رسول کے مقابلے میں رکھنے کی اجازت نہیں دی، نہ کسی خاص فقہ کی پیروی کو فرض قرار دیا ہے بلکہ یہ بہت بعد کے غلی مقلدین نے از خود طے کر لیا جس کی ائمہ کرام پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ ان حضرات کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور مندرجہ بالا ارشاد الہی پر غور کرنا چاہیے، کہیں ایسا تو نہیں کہ احادیث رسول ﷺ کے خلاف فقہی احکام پر عمل پیرا ہو کر یہ غلی مقلدین شرک کے مرتکب ہو رہے ہوں؟

دوسرا مغالطہ

ہر مسئلے کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروری نہیں

ائمہ کے مقلدین، حدیث پر عمل کرنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ ہر مسئلے کے لیے اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروری نہیں، اس لیے کہ مجتہدین نے بڑی سعی اور کوشش سے ہر طرح کے مسائل جمع کر رکھے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے قائل محقق حنفیہ بھی نہیں۔ ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر^(۱) میں کہتے ہیں کہ علم وہ ہے جس کی بنیاد حدیث پر ہو، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسرے شیاطین ہے۔

صحیح مسلم اور ترمذی میں روایت ہے کہ عبداللہ بن مبارک کہتے تھے کہ اسناد کا بیان کرنا منجملہ دین ہے^(۲) کیونکہ اگر اسناد کا اعتبار نہ ہوتا تو ہر کوئی جو چاہتا سو لکھ دیتا اور جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہ ہو سکتا پس اسی وجہ سے روایت معلق بلا سند حجت نہیں ہوتی۔ امام قسطلانی^(۳) نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری نے کہا کہ میں ایسا کوئی علم نہیں جانتا جو حدیث سے افضل ہو، دنیا میں جو بدعتی بھی ہے الہ حدیث کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔

ابن قنلان اور امام حاکم نے فرمایا ہے کہ اگر محدثین کا کثیر طائفہ حفاظت اسناد پر کاربند نہ ہوتا تو اسلام کے راستے متروک ہو جاتے نیز بے دین اور بدعتی لوگ احادیث و منہج کرنے اور اسانید بدل دینے پر قنار ہو جاتے۔

جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری نے کہا کہ تم حدیث بکھرت پڑھا کرو اس لیے کہ یہ مومن کا ہتھیار ہے پس جب اس کے پاس ہتھیار نہ ہو تو وہ کس چیز کے ساتھ لڑائی کرے گل امام باقر نے کہا ہے کہ آدمی کی فقہ حدیث کو پڑھنے اور سمجھنے سے عبارت ہے۔

داؤد بن علی کا ارشاد ہے کہ جو شخص حدیث رسول کو نہیں پہچانتا اور نہ صحیح و سقیم میں تمیز کرتا ہے وہ عالم نہیں۔ امام شعبہ نے کہا کہ جو علم حدیث اور اخبار سے خالی ہے وہ بیہودہ علم ہے اور محض تلخ ہے۔ یزید بن زریع نے کہا کہ ہر چیز کے سوار ہیں اور دین کے سوار اصحاب اسانید ہیں۔

حنف بن عباس نے اپنے بیٹے عمر سے کہا کہ اصحاب حدیث کو کبھی حقارت سے نہ دیکھو، ان کے ہاں جو علم رائج ہے وہ دنیا و دین سے بہتر ہے۔

(۱) قسطلانی شرح صحیح بخاری مقدمہ ص-۲

(۲) شرح فقہ اکبر خطبۃ الکتاب ص-۳

(۳) مقدمہ صحیح مسلم ج-۱ ص-۳۶، حدیث-۳۲

احمد بن حنبل نے کہا کہ دنیا میں کوئی بدعتی ایسا نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو اور جب کوئی شخص بدعتی ہو جاتا ہے تو اس کے دل سے حدیث کی حلاوت چھین لی جاتی ہے۔

ابو نصر بن سلام فقیہ نے کہا کہ لمحوں کے نزدیک حدیث کو سننے اور اسلو کے ساتھ اسے روایت کرنے سے زیادہ کوئی چیز ثقیل اور مبغوض تر نہیں۔

حاکم نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو کوئی لمحہ یا بدعتی ہو تو وہ اس طائفہ کی طرف چشم حقارت سے دیکھتا ہے۔ امام حاکم نے مزید کہا کہ میں نے شیخ ابوبکر احمد بن اسحاق فقیہ کو ایک شخص سے مناظرہ کرتے وقت کہتے ہوئے سنا کہ حدیثا فلان، پس اس شخص نے کہا کہ کب تک حدیثا کہتا رہے گا؟ اس پر شیخ نے کہا اٹھ اے کافر تیرے لیے آج کے بعد میرے گھر آنا درست نہیں۔ اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اس شخص کے سوا کسی کو اس طرح خطاب نہیں کیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جو کوئی حدیث طلب کرتا ہے اس کے منہ پر ترومانگی ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے موافق جو ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح^(۱) اور ابن ماجہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور داری میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ فرماتے تھے نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَلَبَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (ترجمہ) ”ترومانہ کرے اللہ تعالیٰ اس شخص کو کہ جس نے مجھ سے کچھ سنا پھر اس کو جس طرح سنا آگے پہنچا دیا۔“ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے انتہی۔ جواہر الاصول کی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا۔

ترمذی میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ان کے لیے کچھ بھی نقصان دہ نہ ہو گا، یہ گروہ قیامت کے برپا ہونے تک موجود رہے گا امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام ترمذی نے کہا کہ اس باب میں عبد اللہ بن حوالہ، ابن عمر، زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما **فائدہ:** سے بھی روایات آئی ہیں۔

محمد بن اسماعیل (بخاری) نے علی بن مدینی کے حوالہ سے کہا کہ وہ طائفہ (طائفہ منصورہ) اصحاب حدیث کا ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے اس حدیث کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا اگر یہ طائفہ منصورہ اصحاب حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ اور کون سے لوگ ہیں؟

طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اَللّٰہی! میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے خلیفے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ (مسند داری) پس ثابت ہوا کہ جو لوگ کسی امام کے مقلد ہونے کی بنا پر صحیح احادیث کو نہیں مانتے اور حدیث کی اسلو کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچانا ضروریات دین سے نہیں جلتے اور بخاری و مسلم جیسے محدثین کا ذکر اپنی مجالس میں حقارت سے کرتے ہیں تو بلاشبہ وہی لوگ ان احادیث اور اکابر علماء کے ان اقوال کے مصداق ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثانی ج-۱، ص-۷۸، حدیث-۲۳۰، ۲۳۱ (صحیح) یہ نسائی اور ابن حبان میں بھی بسند صحیح

مروی ہے، دیکھئے تنقیح الرواۃ ج-۱، ص-۵۱

دین کے معاملہ میں قیاس کرنا مشروع ہے

ائمہ کے مقلدین خصوصاً حنفیہ، حدیث پر عمل کرنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ دین کے مسائل میں قیاس کرنا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد، ترمذی اور دارمی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف (قاضی اور حاکم بنا کر بھیجا تو) (امتحان کے لیے) فرمایا کہ تو کس طرح فیصلہ کرے گا جس وقت تجھے کوئی مسئلہ پیش آئے گا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتب کے مطابق فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر تو کتب اللہ میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہ پائے تو؟ انہوں نے عرض کی پھر میں اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا اگر تجھے سنت سے بھی کوئی رہنمائی نہ ملے تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر بھی کتب و سنت کی روشنی میں عقل سے اجتہاد کروں گا اور حق بات تک پہنچنے کی کوشش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا راوی نے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک (خوشی کے طور پر) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا۔

جواب: اس کا تین طرح پر ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

نمبر ۱: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میرے نزدیک متصل نہیں ہے۔^(۱) ابواب محمد صدیق حسن خان صاحب^(۲) نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو احمد، طبرانی، بیہقی

اور ابن عدی نے طریق حارث بن عمر سے روایت کیا ہے جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بڑا بھائی ہے۔ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے اہل حمص سے اس نے اصحاب معاذ رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق جو معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ حارث بن عمر کی اس حدیث کو ابو عون نے روایت کیا اور یہ حدیث بطور مرسل کے متعارف ہے۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو مرسل کہا ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا کہ اس حدیث کو شبیبہ نے ابن عون سے اس طرح علل میں روایت کیا، ابن مہدی اور محدثین کی دوسری جماعتوں نے بھی اسے مرسل کہا۔ تاہم یہ حدیث مرسل اصح ہے۔

ابن حزم نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں اس لیے کہ اس حدیث کے راویوں میں حارث مجہول ہے اور اس کے شیخ نہیں پہچانے جاتے اور عبدالحق نے کہا (یہ حدیث) سند بیان نہیں کی جاتی اور طریق صحیح سے نہیں پائی جاتی۔

ابن جوزی نے علل تنبیہ میں کہا کہ (یہ حدیث) صحیح نہیں ہے۔ ابن طاہر نے بھی اپنی تصنیف مبزود میں اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے اس حدیث کو بڑی اور چھوٹی مسانید میں تلاش کیا اور جس عالم سے بھی ملا اس سے اس حدیث کے بارے پوچھا میں نے اس کی صرف دو سندیں معلوم کیں ایک سند شعبہ سے اور دوسری محمد بن جابر

(۱) ترمذی ابواب الاحکام باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی۔

(۲) ظفر اللاضی بما یجب فی القضاء علی القاضی ص-۳

سے وہ اشعث سے وہ ابلی ثعالب سے وہ ایک مرو سے وہ ثقیف سے اور وہ معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں اسناد صحیح نہیں ہیں۔

صاحب بدر منیر نے کہا کہ یہ حدیث بلا جملہ ضعیف ہے۔

ابن وحیہ نے کہا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور اس کے مرد مجہول ہیں اور یہ حدیث ضعیف قبیحوں میں مشہور ہے۔

جلال الدین سیوطی نے مرقات الصعود^(۱) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو جوز قننی موضوعات میں لائے ہیں، انہوں نے اس حدیث کو باطل کہا ہے اس کو ایک جماعت نے شعبہ سے روایت کیا۔

میں نے اس حدیث کو چھوٹی بڑی مسانید میں تلاش کیا اور ہر اس عالم سے کہ جس سے ملاقات ہوئی، میں نے اس کی بہت دریافت کیا تو ابوداؤد کے بیان کردہ طریقہ اور حارث بن عمرو کے طریقہ کے سوا اور کوئی طریقہ میں نے نہیں پایا اور حارث بن عمرو مجہول ہے اور اہل حمص سے معاذ بن جبل کے اصحاب پہچانے بھی نہیں جاتے اور شریعت کے قواعد میں سے کسی قطعہ کے مطابق بھی اس جیسی اسناد پر اعتکاف نہیں کیا جاسکتا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی حدیث نہ معروف ہے اور نہ صحیح۔

امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ ابو عون محمد جو عبد اللہ ثقفی کا بیٹا ہے حارث سے روایت کرنے میں منفرہ ہے اور ابو عون کے سوا حارث سے جو روایت کی گئی ہے وہ مجہول ہے۔

نمبر ۲: معاذ بن جبل کی مذکورہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث سے متعارض ہے جو حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ بن جندبہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر کا سردار بنا کر کہیں جہاد کے لیے بھیجا اور لشکر سے فرمایا کہ جو تمہارا سردار کہے اس کی اطاعت کرنا۔ ایک دن عبد اللہ بن جندبہ اپنے لشکر سے غصہ میں آئے اور بہت سی آگ روشن کی اور لشکر سے کہا کہ اس آگ میں کود جاؤ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت تم پر واجب کر دی ہے۔ لشکر نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کا کلمہ دوزخ کی آگ کے خوف سے ہی تو پڑھا ہے اب ہم آگ میں کیونکر گھسیں۔ جب یہ قصہ رسول اللہ ﷺ نے سنا تب فرمایا لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَوْ جُوا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ”اگر اس میں گھس جاتے تو ہمیشہ قیامت تک اس سے نہ نکلتے۔“^(۲)

فائدہ یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے اس پر کہ قیاس پر چلنے والا مرتکب گنہگار ہے۔

نمبر ۳: رسول اللہ ﷺ کے اکثر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ دین کے معاملہ میں قیاس کرنا حرام ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے کہا کہ میں نے ابوسائب سے سنا کہتے تھے کہ ایک جگہ وکیع بیٹھے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی کہ آپ نے اشعار کیا (یعنی اونٹ کا کوہان بائیں طرف سے چیر دیا)^(۳) جبکہ دوسری طرف ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اشعار کرنا مثلہ کرنا ہے (یعنی تکلیف دینا ہے)۔ تو ایک شخص نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے۔ یہ سن کر وکیع سخت ناراض ہوئے اور کہا میں تو اللہ کے

(۱) ابوداؤد کا حاشیہ نمبر ۵، ص ۵۰۵

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب المغازی باب سرية عبد الله بن حذافه ج ۸، ص ۵۸، حدیث ۲۳۲۰

(۳) اشعار کا سنت ہونا صحیح بخاری دو دیگر کتب حدیث میں مروی ہے۔

رسول کی حدیث تمہیں بتاتا ہوں اور تم نبی ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں ابراہیم نخعی کا قول بیان کرتے ہو، تم اس قتل ہو کہ جب تک یہ بات کہنے سے باز نہ آؤ تمہیں قید میں رکھا جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن عیسیٰ کو وکیع سے نقل کرتے ہوئے سنا کہ جس وقت وکیع نے وہ حدیث بیان کی (جس میں نبی ﷺ کے اشعار کرنے کا ذکر ہے) تو انہوں نے ساتھ ہی کہا کہ اس بارے میں اہل رائے کے قول کی طرف مت دیکھو کیونکہ اشعار سنت ہے اور اہل رائے کا قول بدعت ہے۔

(۱) مالک بن مغول نے مجھے شعبی کے حوالہ سے کہا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کریں وہ لے لو اور جو وہ اپنی رائے سے کہیں پس اس کو پاخانے میں ڈال دو۔^(۱)

(۲) عبد اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ تم پر جو برس بھی آئے گا گزرنے والے برس سے برا ہو گلہ پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ میری مراد یہ نہیں کہ پہلے بہت ارزانی تھی جو بعد میں نہ ہوگی یا پہلے امیر بہت اچھے تھے جو پھر نہ ہوں گے بلکہ میری مراد علماء اور فقہاء ہیں کہ بعد کے ادوار میں تم سلف جیسے علماء و فقہاء نہ پاؤ گے بلکہ تمہیں علماء کی اس قوم سے واسطہ پڑے گا جو معاملے کو اپنی رائے سے قیاس کریں گے۔

(۳) ابن سیرین سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ شیطان ہے اور سورج اور چاند کی عبادت جو کی گئی ہے تو یہ قیاس کی بدولت ہی ہے۔^(۲)

(۴) حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آیت خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَنِي مِنْ طِينٍ (سورہ ص) پڑھی جس کا ترجمہ ہے ”تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔“ پھر حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ شیطان نے قیاس کیا اور دین میں قیاس کرنے والوں میں سے وہ سب سے پہلا ہو۔

(۵) مسروق سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں قیاس کرنے سے ڈرتا ہوں مبادا میرا پاؤں پھسل جائے۔^(۳)
(۶) امام شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ اگر قیاسات پر عمل کرو گے تو حلال کو حرام کر لو گے اور حرام کو حلال۔^(۴)

(۷) مشہور مفسر مجاہد سے منقول ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تجھے قیاس کرنے سے ڈرنا چاہیے۔^(۵)
فائدہ: دراسات اللیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب^(۶) میں لکھا ہے کہ ائمہ طاہرین قیاس کرنے کو حرام سمجھتے تھے اس لیے کہ شعرانی نے لواقم میں بیان کیا ہے کہ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جعفر بن محمد کے پاس گئے تو جعفر نے امام صاحب سے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ قیاس کیا کرتے ہیں۔ قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ واحدی نے بیضی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شیطان کے لیے قیاس کرنے سے اطاعت کرنا بہت بہتر تھا لیکن اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور قیاس کیا اور جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ

(۱) سنن دارمی ص-۲۶ و اعلام المعوقین ج-۱ ص-۹۳

(۱) سنن دارمی ص-۲۶

(۵) یہ تمام روایات سنن دارمی میں موجود ہیں

(۲) سنن دارمی ص-۲۵ و اعلام المعوقین ج-۱ ص-۹۲

(۶) دراسات اللیب ص-۲۳

(۳) سنن دارمی ص-۲۵

شیطان ہی ہے۔ لہذا قیاس کی بناء پر کافر قرار پلا پس جو شخص دین کی بات میں اپنی رائے سے کسی طرح بھی قیاس کرے اللہ تعالیٰ اسے شیطان کے قریب کر دیں گے۔

نسفی نے تفسیر مدارک میں کہا ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے امر دین میں قیاس کرنا مردود ہے۔
دراسات اللیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں لکھا ہے کہ رائے کی بناء پر نص کو ترک کرنا بلا جملع حرام ہے۔

چوتھا مغالطہ

جو مسائل احادیث سے ثابت نہیں، ان کیلئے فقہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث کے جو مسئلے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان پر تو حدیث پر چلنے والے عمل کر ہی لیں گے لیکن جو مسئلے حدیث سے ثابت نہیں ہیں ان کے لیے کیا کریں گے، آخر کار فقہ کی کتابوں پر ہی عمل کریں گے اور کسی نہ کسی امام ہی کے مقلد بنیں گے۔

جواب: اگر کوئی شخص غور سے ازراہ تحقیق قرآن اور حدیث کی طرف نظر کرے اور دیکھے تو ہر ایک مسئلہ قرآن اور حدیث سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کسی مسئلہ کے لیے بھی کسی کو مسائل فقہیہ کی حاجت نہیں رہے گی لیکن جسے بسبب کم علمی یا قصور فہم یا قلت تدبر کے قرآن اور حدیث سے کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو سکے تو ایسے شخص کو (اللہ تعالیٰ کے حکم فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون) (سورۃ النحل- ۴۳) ”اگر کوئی بات تمہیں معلوم نہ ہو تو وہ اہل علم سے پوچھ لو“ کے مطابق) کسی محدث، مجتہد، فقیہ، قاضی، مفتی یا عالم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھ لینا چاہیے۔ ایسے مواقع پر مجبوراً کسی کی تقلید کرنا جائز ہے لیکن اس تقلید کے ساتھ مسئلے کی تحقیق کی فکر میں رہے اور محض اسی پر خاطر جمع کر کے نہ بیٹھ رہے پھر جب قرآن و حدیث کے مطابق مسئلہ کا حل مل جائے تو اس کے بعد تقلید کرنا حرام بلکہ شرک ہو گا۔ اس لیے کہ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ آیا یہ حکم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ سو جو لوگ بغیر دلیل کے اپنے علماء اور مشائخ اور ائمہ کے اقوال کو حجت مانتے ہیں اور اس کی تحقیق نہیں کرتے گویا وہ ان علماء، مشائخ اور اماموں کو صاحب شریعت مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے صریح خلاف عمل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِن الْحُكْمِ اِلَّا لِلّٰہِ (سورۃ انعام- ۷۵) ”حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔“ یعنی یہ کسی کی شان نہیں اور کسی کا مرتبہ نہیں کہ وہ مخلوق پر اپنی طرف سے اپنا حکم جاری کرے اور خلق پر واجب ہو کہ اس کا حکم مانے اس لیے کہ تمام مخلوقات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر حکم بھی اسی کا چاہیے اور مخلوق کو اسی کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے۔

لہذا معلوم ہوا کہ کسی عالم، فاضل، مخدوم، مشائخ اور امام کا حکم مخلوق الہی پر جاری نہیں ہو سکتا مگر ہل! جس کی فرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ حکم دے دے تو اس کا حکم ماننا چاہیے تو وہ اس کا حکم اس کی طرف سے نہ ٹھہرا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھہرا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم مانو اور رعایا کو حکم دیا کہ اپنے بادشاہ کا حکم مانو اور عورت کو حکم کیا ہے کہ اپنے خلود کا حکم مانے اور اولاد کو حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ کا حکم مانے اور غلام کو حکم دیا ہے کہ اپنے مالک کا حکم

مانے مگر وہ حکم جو بلاشلہ اور خلوند اور مل باپ اور مالک اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف بتائیں اس کی اطاعت نہ کی جائے۔
 رہے رسول اللہ ﷺ تو وہ معصوم ہیں اور وہ حکم الہی کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتے۔ البتہ جو حکم رسول اللہ ﷺ مشورہ کے طور پر بیان کریں تو اس میں آدمی کو اختیار ہوتا ہے، چاہے اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔^(۱) پھر اور کسی بلاشلہ، امیر، عالم، مشائخ، مجتہد اور امام کا حکم کس گنتی اور شمار میں ہے کہ حکم الہی کے مخالف ہونے کے باوجود اس کو مانا جائے (جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے اس طرح کسی عالم، درویش، مجتہد یا امام کی اطاعت کرنا شرک ہے)۔

چنانچہ تفسیر فتح البیان^(۲) میں لکھا ہے کہ ابن سعد، عبد بن حمید اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ نیز ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے اس حدیث کو اپنی سنن میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس وقت آپ سورۃ برأت کی آیت اَتَّخِذُواْ اَحْبَابَهُمْ وَزُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ (سورۃ التوبہ) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ یعنی اہل کتب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا۔ خبردار رہو تحقیق وہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) ان علماء کی پرستش نہیں کرتے تھے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ جس چیز کو ان کے علماء و مشائخ حلال کر دیتے تھے اس کو حلال جانتے تھے اور جس چیز کو ان کے علماء و مشائخ حرام کر دیتے تھے اس کو حرام جانتے تھے۔ اس کو احمد اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔

تفسیر نیشاپوری میں آیت اَتَّخِذُواْ اَحْبَابَهُمْ وَزُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ کے ضمن میں مذکور ہے کہ اس آیت کے معنی کی تفسیر میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اہل کتب نے اپنے علماء کو رب بنایا تاہم مفسرین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ان کا مقصد ان کو معبود بنانا نہ تھا بلکہ مفسرین کی اکثریت کا موقف یہ ہے کہ اہل کتب اپنے علماء و مشائخ کی اوامر و نواہی میں اطاعت کرتے تھے۔^(۳)

چنانچہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نصرانی تھے ایک مرتبہ وہ رسول کریم ﷺ کے پاس اس حالت میں پہنچے کہ آپ سورۃ براءت پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بولے کہ ہم اپنے مولویوں اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف اس بات کو منسوب کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم حرام نہیں سمجھتے اس چیز کو جو تمہارے مولویوں اور درویشوں نے حلال کر دی ہے اور حلال نہیں جانتے اس چیز کو جو تمہارے مولویوں اور درویشوں نے حرام کر دی ہے؟ عرض کیا کہ یہ بات تو صحیح ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہی ان مولویوں اور درویشوں کی عبادت ہے جسے اللہ تعالیٰ تمہاری طرف منسوب کرتا ہے۔

ریح کتا ہے مکہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل میں معبود بنالینا کیونکر مروج تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کتب میں کوئی بات اپنے دانش مندوں اور درویشوں کے قول کے مخالف پاتے تو انہیں کا قول مانتے اور اللہ کی کتب کا حکم قبول نہ کرتے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی کی کوئی ایسی بات جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو، مان لینا اس کو معبود ماننا ہے تو پھر

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة کی حدیث حرمت تأیید کی طرف اشارہ ہے۔ ج-۱، ص-۵۳، حدیث ۴۷۷ (صحیح)

(۲) تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن ج-۲، ص-۹۷

(۳) معیار الحق باب دوم، ص-۷۷

فاسق کو جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے برعکس شیطان کی پیروی کرتا ہے کیوں کافر قرار نہیں دیا جاتا حالانکہ خارجی، فاسق کو اسی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ تو علماء اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ فاسق اگرچہ شیطان کے کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے لیکن اس کو اپنا حاکم نہیں جانتا اسی لیے اسے لعنت ملامت کرتا ہے اور ذلیل جانتا ہے یعنی غفلت سے شیطان کی مرضی کے مطابق اس سے برے اعمال ہو جاتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ یہ اس کو اپنا حاکم معظم جان کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔ لہذا یہ عذر ان لوگوں کے حق میں کسی طرح کارگر نہیں جو اپنے مولویوں اور درویشوں کی عظمت دل میں رکھتے ہوئے حکم الہی کے خلاف ان کی پیروی کرتے ہیں۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ میں نے بہت سے مقلد فقہاء کو متعدد مسائل کے متعلق قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں جو ان کے مسلک کی مخالفت کرتی تھیں لیکن انہوں نے ان آیات کو قبول نہ کیا اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ الٹا میری طرف متعجب ہو کر دیکھنے لگتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ان آیات کے ظاہر پر کیونکر عمل ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے بزرگوں سے جو باتیں مروی ہیں وہ ان آیات کے خلاف ہیں۔

اگر آپ (قارئین) ملاحظہ غور کریں گے تو بہت سے لوگوں کی رگوں میں اسی مرض کو سرايت کیا ہوا پائیں گے۔ نیشاپوری کی عبارت ختم ہوئی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی ایسی تقلید کو شرک کہا ہے اور اس کا اثبات حسب ذیل آیت سے کیا ہے :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ
شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ
اللَّهِ۔ (آل عمران - ۶۴)

کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے

اور آیت اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ سے اور حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے بھی دلیل پکڑی ہے۔ چنانچہ تفسیر مظہری^(۱) میں آیت قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ کے تحت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی کے پاس صحیح حدیث مرفوعہ موجود ہو جو معارض سے بھی محفوظ ہو اور اس کا تلخ بھی معلوم نہ ہو، تو ایسی حدیث کے خلاف اگر مثل کے طور پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا کوئی فتویٰ ہو اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک اس حدیث کے مطابق بھی ہو تو ایسی صورت میں حدیث ثابت کی ابتلع واجب ہوگی اور اس کا مذہب اسے اس بات سے نہیں روکتا۔ تاکہ خلاف حدیث فتویٰ پر عمل کر کے ہم میں سے بعض کو رب بنا لیتا لازم نہ آئے۔^(۲)

اور اس عبارت کی تائید ردالمحتار شرح درالمختار کی مندرجہ ذیل عبارت میں ہے :

إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ وَكَانَ عَلَى خِلَافِ الْمَذْهَبِ
عَمِلَ بِالْحَدِيثِ وَيَكُونُ ذَلِكَ مَذْهَبًا وَلَا يَخْرُجُ
مُقَلِّدُهُ عَنْ كَوْنِهِ حَتِيفًا بِالْعَمَلِ بِهِ۔^(۳)

جب (اپنے) مذہب کے خلاف صحیح حدیث ہاتھ لگی تو اس حدیث پر عمل کیا جائے اور یہ اس کا مذہب بن جائے گا اور کوئی شخص حدیث پر عمل کرنے کے باعث اپنے حنفی مسلک سے خارج نہ ہو جائے گا۔

(۱) تفسیر مظہری آل عمران آیت - ۶۴ و معیار الحق باب دوم ص - ۸۲ (۲) معیار الحق ص - ۸۳

(۳) ردالمختار شرح درالمختار۔

اور امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر^(۱) میں آیت اَتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ کے تحت لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے مراد یہ نہیں کہ یسوع و نصاریٰ نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو دنیا کے معبود ہونے کا اعتقاد قائم کر لیا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے علماء اور پیران عظام کی امر و نہی میں اطاعت کی تھی۔ جیسا کہ عدی ابن حاتم دلی روایت میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔

اور شہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جس کسی نے اپنے امام کو ایسا سمجھ لیا کہ اس کی شان سے خطا بعید ہے اور اسے کوئی دلیل اپنے امام کے قول کے خلاف ملے تو بھی اس کی تقلید نہ چھوڑے تو وہ شخص اَتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ کے حکم میں داخل ہے۔

چنانچہ عقد الجید^(۲) میں لکھا ہے کہ جو شخص عالی ہو اور فقہاء میں سے کسی ایک شخص کی تقلید کرے یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا محال ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ درست اور صحیح ہے اور اپنے دل میں اس بات کا پوشیدہ رکھے کہ اس کی تقلید نہ چھوڑوں گا۔ اگرچہ اس کے خلاف دلیل قائم ہو جائے تو وہ شخص اس حدیث کی رو سے (جس کو ترمذی نے عدی بن حاتم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے) اس میں داخل ہے۔

اور شہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر فتح العزیز^(۳) میں آیت فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّانْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورہ البقرہ) کے تحت لکھا ہے۔ (ترجمہ) دریں جاہد دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر است اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بلا استقلال کفر است و معنی اطاعت غیر بلا استقلال آنست کہ او را در مبلغ احکام ندانستہ رقبہ تقلید او در گردن اندازد او را لازم شمارد و بلوجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بردارد و ایں ہم موعی است از اتخاوندانہ کہ در آیت کریمہ اَتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ کتبہش آن فرمودہ اندا انتہی۔

اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے تنویر العینین^(۴) میں لکھا ہے کہ ایک شخص معین کی تقلید کو لازم کر لینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے جبکہ ہم آسانی سے ان روایات کی طرف رجوع کر سکتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں اور جو صریحاً ایک امام کے اقوال کے خلاف ہیں جس کی تقلید لازم کر لی گئی ہو۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس امام کے قول کو نہیں چھوڑتا تو پھر یہی کہا جائے گا کہ اس کے دل میں شرک گھسا ہوا ہے جیسا کہ ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت عدی بن حاتم رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لے اور یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ اس کی بات اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہے پھر بھی اس کی اتباع نہ چھوڑے تو اس نے بحکم آیت ”اَتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ“ اس کو اللہ کا شریک ٹھہرایا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے دوزخ میں رہنے کا مستحق ہوا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَزَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ جِس نے اللہ کا شریک بنایا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی اور وَمَاؤُهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ اس کا ٹھکانا دوزخ قرار پایا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

(المائدة-۷۲)

(۳) تفسیر فتح القدیر ص ۳۸۸ و معیار الحق باب دوم ص ۸۰

(۱) تفسیر کبیر ج ۳ ص ۷۳۲

(۴) تنویر العینین ص ۳۹۰ و معیار الحق باب دوم ص ۸۱

(۲) عقد الجید ص ۳۸

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ (النساء-۱۳۱)

گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

یہ دونوں آیات اس بات کی صریح دلیل ہیں کہ مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جتا رہے گا اور اس کی بخشش کبھی نہ ہوگی۔ اسی سبب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تجھے جلایا جائے اور نکلے نکلے کر دیا جائے تو بھی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

چنانچہ ابن ماجہ^(۱) میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ وصیت کی مجھ کو میرے دوست نے یعنی رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ شریک کر تو اللہ کے ساتھ کسی کو اگرچہ تجھے نکلے نکلے کر دیا جائے اور تجھے جلایا جائے اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شریک ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور دوسرے علماء بھی اسی مسلک کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ معین الدین نے دراسات اللیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب^(۲) میں لکھا ہے کہ ابن غرنی ہدایہ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور خاص شخص کے مذہب پر اڑا رہے اور یہ سمجھے کہ دوسرے ائمہ کے علاوہ اسی کی بات صحیح واجب الاتباع ہے۔ پس وہ گمراہ جلال ہے بلکہ کافر ہی ہو جاتا ہے اس سے توبہ کروانی چاہیے۔ اگر توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ قتل کیا جائے کیونکہ جب اس نے اس بات کا اعتقاد رکھا کہ لوگوں پر دوسرے تمام ائمہ کے سوا صرف ایک ہی امام کی پیروی کرنا واجب ہے تو اس نے گویا اس کو بمنزلہ نبی اکرم ﷺ کے ٹھہرایا اور یہی کفر ہے۔

اسی طرح علامہ ہارون مرحلانی حنفی^(۳) نے یہی بات کہی ہے اور شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ^(۴) میں لکھا ہے کہ اگر کسی صحیح حدیث سے کسی بزرگ یا امام کا کوئی قول نکلے تو ایسی صورت میں اس حدیث سے منہ نہیں موڑا جائے گا بلکہ اس بزرگ یا امام کے قول کو ترک کر دیا جائے گا مزید فرمایا کہ قرآن مجید کی کسی آیت کو یا کسی حدیث رسول کو، کسی بزرگ یا امام کے قول کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں اور جو شخص ایسا کرے گا اس کی گمراہی میں کوئی شک نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے خارج ہے۔

عبدالوہاب شعرانی نے کہا کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ سے سنا فرماتے تھے کہ جو مومن ہمیشہ ایک ہی مذہب کا مقلد رہے اس کا عمل شریعت کے ساتھ مکمل نہیں ہوتا۔^(۵)

امام طحطاوی جو اکابر حنفیہ اور تیسری صدی کے علماء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ کیا ہر وہ بات جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہی ہے میں بھی کہوں اور کیا کسی متعصب اور کند ذہن آدمی کے سوا اور بھی کوئی تقلید کی روش اختیار کرتا ہے؟ اس قصہ کو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے پھر ابن حجر نے کہا ہے کہ امام طحطاوی کی بات مصر میں اڑ گئی (اور) یہاں تک (مشہور

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ فصل ثالث ج-۱ ص-۱۸۳ حدیث-۸۵۰ (حسن)

(۲) دراسات اللیب ص-۱۲۵

(۳) ناظرۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق ص-۳۶

(۴) فتوحات مکیہ ومعیار الحق ص-۸۶

(۵) میزان شعرانی۔

ہوئی کہ ضرب المثل بن گئی۔ یہ ساری گفتگو علامہ محمد حیات نے ایقاف فی بیان الاختلاف میں نقل کی ہے۔
 شیخ محی الدین بن عربی نے خاتمہ فصولات مکبہ^(۱) میں لکھا ہے کہ جس بات کی میں تجھے وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تو عالم ہے تو تیرے لیے جو اللہ تعالیٰ نے دلیل دی ہے اس کے خلاف عمل کرنا حرام ہے اور جب تجھے دلیل حاصل ہو سکتی ہے تو پھر تیرے لیے اپنی ذات کے سوا کسی اور کی تقلید حرام ہے اور اگر تو اس درجہ پر فائز نہیں بلکہ مقلد ہے تو دیکھنا کہیں ایک ہی مذہب کو لازم نہ پکڑ لیتا بلکہ جیسے تجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ویسے ہی عمل کرنا اور وہ حکم یہ ہے کہ اگر تو خود عالم نہیں تو اہل ذکر سے پوچھ اور اہل ذکر وہ لوگ ہیں جو قرآن اور حدیث سے خوب واقف ہیں۔ سو جب اہل ذکر سے مسئلہ پوچھنے لگے تو جمل تک ہو سکے اپنی واردات میں ایسی سہولت تلاش کر جس سے تکلیف اور تنگی جاتی رہے اور رخصت طلب کرنا جاہل تک کہ تو اسے حاصل کر لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی روا نہیں رکھی اور (یہ یاد رکھنا کہ) اگر تجھے مفتی کہے کہ تیرے مسئلے میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کا یہ حکم ہے تو تو اسے قبول کر لے اور اگر یوں کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اسے مت قبول کر اور کسی اور سے پوچھ۔

اور ملا عبد سندھی نے طوابع الانوار حاشیہ در المختار^(۲) میں لکھا ہے کہ مجتہد معین کی تقلید واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کی رو سے۔^(۳)

چنانچہ حنفیہ میں سے ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اور اپنی کتب^(۴) میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ اور مالکیہ میں سے شیخ ابن عبدالسلام نے مختصر منی الاصول میں اور شافعیہ سے محقق عضد الدین نے بھی اس کے واجب نہ ہونے کی خوب تصریح کی ہے۔

ابن امیر الحاج نے تحبیر شرح تحریر میں ذکر کیا ہے کہ (سلف) اس پر اجماع کر چکے ہیں کہ کسی حاکم اور مفتی کے لیے شخص واحد کی تقلید جائز نہیں۔ اس طرح کہ اس شخص واحد کے قول کے سوانہ حاکم کوئی حکم دے اور نہ مفتی کوئی فتویٰ دے۔
 ملا علی قاری حنفی نے شرح عین العلم میں لکھا ہے کہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی بنے بلکہ انہیں یہ تکلیف دی ہے کہ اگر وہ عالم ہوں تو سنت کے مطابق عمل کریں اور اگر بلاواقف ہوں تو علماء کی پیروی کریں۔^(۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اسلاف کا یہی طریقہ تھا کہ وہ کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کیا کرتے تھے اور اس قول کو آیت اور حدیث اور اجماع سے ثابت فرماتے تھے اور حافظ الحدیث ابن حجر کے کلام سے بھی استنباط کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ انصاف اور عدل اسی میں ہے۔

چنانچہ تحصیل التعرف فی معرفة الفقہ والتصوف میں لکھا ہے کہ مجتہدوں کے اتباع اور ان کی پیروی کو لازم کر لینے میں دو طریق ہیں۔ سو متقدمین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ کسی خاص مذہب اور ایک ہی مجتہد کے اتباع کو واجب نہیں جانتے تھے بلکہ مجتہدوں کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتے اور عوام کا طریقہ یہ تھا کہ علماء سے فتویٰ پوچھ لیتے اور کسی ایک ہی مجتہد کی پیروی کے بغیر ان (علماء) کی طرف رجوع کرتے۔^(۶)

(۱) مفاتیح الاسرار التراویح۔

(۲) الارشاد ص ۲۳ و معیار الحق ص ۱۲۵۔

(۳) طوابع الانوار حاشیہ در المختار۔

(۴) تحبیر الاصول۔

(۵) معیار الحق ص ۹۷۔

(۶) معیار الحق ص ۱۳۲۔

حافظ ابو محمد بن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرون ثلاثہ میں جو کہ خیر القرون ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ کسی نے خاص ایک ہی شخص کے قول کو پکڑ رکھا ہو بلکہ یہ صورت ان تینوں قرونوں کے بعد پیدا ہوئی جو سب قرونوں سے بہتر ہے اور اس پر کسی کا انکار نہیں ہوا، تو اب یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔ اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں خبر نہ ہو تو اہل علم لوگوں سے پوچھ لیا کرو اور کہتے ہیں کہ لوگوں کو حکم ہے کہ قرآن و حدیث اور اجماع کے مطابق عمل کریں اور علماء کے فتوؤں کے پیچھے لگیں جب اصل بات یہی ہے تو پھر کسی ایک امام کی تقلید کو اپنے لیے خاص اور معین کر لینے کی کیا وجہ ہے؟۔۔۔ یہی بات انصاف اور عدل کے زیادہ تر قریب ہے اور قتل تسلیم و لائق عمل بھی ہے۔

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ ایک مذہب معین (گروہ) فرقہ کا التزام نہ چاہیے پھر جو کوئی ایسا التزام کرے تو اس نے اجماع کے خلاف کیا اور اس کا اس امر میں کوئی پیشوا اور امام نہیں اور اس نے سبیل المؤمنین کے خلاف راہ اختیار کی۔

بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی حنفی نے شرح تحریر میں لکھا ہے کہ ایک مجتہد کی تخصیص عمل کے باب میں تحکم ہے، اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ تو شریعت کو بدل دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کا بند کرنا ہے اس لیے کہ شارع نے بندوں کو صرف یہ تکلیف دی ہے کہ جس مجتہد غیر معین کی چاہیں تقلید کریں۔^(۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے امت کے اسلاف اور اس کے ائمہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاتی ہے اور رد بھی کر دی جاتی ہے، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (کہ آپ کی ہر بات قبول کی جاتی ہے) اور یہی انبیاء اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں فرق ہے۔ اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی ان تمام باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہیں اور ان کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے، بخلاف اولیاء کے کیونکہ ان کے ہر حکم کی اطاعت ضروری نہیں اور نہ ان کی بیان کردہ تمام باتوں کو ماننا ہی ضروری ہے بلکہ ان کے ہر حکم اور ان کی ہر بات کو کتب و سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھا جائے گا پھر جو کچھ کتب و سنت کے موافق ہو گا قبول کر لیا جائے گا اور جو کتب و سنت کے خلاف ہو گا مردود قرار پائے گا اگرچہ ایسی بات کہنے والا اللہ کے اولیاء میں سے ہی کیوں نہ ہو۔

اس کتب میں آگے چل کر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور جو شخص دلی طور پر کتب و سنت کی مخالفت کرتا ہو وہ ہرگز اللہ کے اولیاء میں سے نہیں ہے کہ جن کی پیروی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے بلکہ یا تو وہ کافر ہے یا جہالت میں حد سے بڑھ جانے والا۔^(۲)

شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ جو احناف کے اکابر میں سے ہیں، انہوں نے لکھا ہے^(۵) کہ ایک معین مجتہد کے قول و فعل کو اپنے آپ پر لازم کرنے سے اس کی تقلید واجب ہونے پر کوئی بھی تو دلیل نہیں بلکہ دلیل کا مقتضی تو یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی مجتہد ہو اس کے قول پر جس مسئلہ میں ضرورت پڑے عمل کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَاسْتَلْزِمُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" یعنی پس پوچھ لو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے اور پوچھتا ہی جاتا ہے جبکہ کوئی حلاۃ درپیش ہو اور جب وہ آپڑا تو اس

(۱) الفرقان بین الاولیاء الرحمان واولیاء الشیطان ص-۷۱

(۲) نبد الکافیہ للرحم الظاہری ص-۲۱ و معیار الحق ص-۳۱

(۵) فتح القدیر ج-۳ ص-۳۳۷

(۳) معیار الحق ص-۱۲

(۳) الفرقان بین الاولیاء الرحمان واولیاء الشیطان ص-۷۳

وقت اگر مجتہد کا قول اس کے پاس ہوا تو اس پر عمل واجب ہو جائے گا اور غالب یہ ہے کہ ایسی پابندیاں فقہاء کی طرف سے اس لیے عائد کی گئی ہیں تاکہ لوگ رخصتوں کی تلاش سے باز رہیں ورنہ عام آدمی ہر مسئلہ میں مجتہد کا وہی قول لے گا جو اس پر آسان ہو اور میں نہیں جانتا کہ اس کو نقل اور عقل میں سے کیسا مانع ہے پس انسان کا اپنی جان پر سہولت کا متلاشی رہنا ایسے مجتہد کے قول پر عمل کر کے جس کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہو مجھ کو معلوم نہیں کہ شرع نے اس پر اس کی مذمت کی ہو اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر سہولت کو محبوب رکھتے تھے۔

ملا علی قاری حنفی نے منہج الاذھر^(۱) میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی حدیث کو رد کرے مثلاً بخ نے کہا وہ کافر ہو جاتا ہے اور پچھلے فقہاء نے کہا اگر وہ حدیث متواتر ہو تو کافر ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے (کہ متواتر حدیث کو رد کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اور وہ شخص بھی کافر قرار پاتا ہے جو خبر واحد کو استخفاف، استحقار یا انکار کی بناء پر رد کر دے)۔

امام نووی نے کہا ہے کہ دلیل کا تقاضا تو یہ ہے کہ تعین (گروہ، فرقہ) لازم نہیں ہے بلکہ جس سے چاہے اور جس سے اتفاق پڑے فتویٰ پوچھ لے لیکن آستیاں تلاش نہ کرتا پھرے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فتوح الغیب میں لکھا ہے ”اور کتب و سنت کو اپنا پیشوا بنا اور ان دونوں میں غور و فکر کے ساتھ نظر کر اور ان دونوں پر عمل کر اور کسی کے قول قوی یا ضعیف یا کلمات صوفیہ سے فریب مت کھا یعنی قرآن و حدیث کے خلاف کسی کا قول نہ ملے۔“

اور علامہ اکمل صاحب عنلیہ نے امام علائی سے نقل کر کے تقریر میں لکھا ہے کہ جب کسی مقلد کو دوسرے امام کا قول حدیث کے مطابق نظر آئے اور اپنے امام کا قول حدیث کے خلاف ہو تو اس مقلد کو چاہیے کہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کا قول جو کہ حدیث کے مطابق ہے، اس کو اپنا لے۔^(۲)

تقلید اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ جو شخص مقلد ہو کر اپنے ہی امام کے قول کی پیروی کرتا ہے بلو جو دیکھ اس کا مذہب (فرقہ) دلائل سے خالی ہے۔ گویا وہ امام کو رسول سمجھتا ہے جو اس کی طرف مرسل ہوا ہے، یہ بات خلاف حق و صواب ہے اور کوئی عقلمند اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور شاہ صاحب نے ایک اور جگہ عقد الجید^(۳) میں ابن حزم کا قول نقل کیا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ تقلید حرام ہے اور کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلا دلیل اخذ کرے اس کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے :

إَتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔ (الاعراف-۳)

اس چیز کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار نے نازل کی ہے اور اس کے علاوہ دوسرے سرپرستوں کی پیروی مت کرو۔

اور دوسری دلیل یہ آیت ہے :

وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ
مَا آتَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا (البقرة-۱۷۰)
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے
اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کے برعکس اس چیز کی پیروی کریں
گے جس پر ہم نے اپنے آباء اجداد کو (عمل پیرا) پایا ہے۔

ان کے برعکس اللہ تعالیٰ تقلید نہ کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فَبَشِّرْ عِبَادِيَ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ
أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ
هُمْ أُولُو الْأَنْبَابِ (الزمر-۱۸۱۷)
پس اے نبی بشارت دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں
اور اس کے بہترین حصے کی پیروی کرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کو اللہ نے
ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ (النساء-۵۹)
پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا پیدا ہو جائے تو اسے اللہ
اور رسول کی طرف پھیرو۔ (یعنی جھگڑنے کا فیصلہ قرآن وحدیث سے لو)
اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے تنازع کے وقت قرآن وحدیث کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع کرنا مباح نہیں ٹھہرایا۔ اسی لیے کسی
قائل کے قول کی طرف رجوع کرنا بھی حرام ہو گیا کیونکہ یہ قول بھی قرآن وحدیث کے علاوہ اور چیز ہے۔ اور بے شک اسی تقلید
سے باز رہنے اور اس سے منع کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے نیز اسی چیز پر تمام تابعین اور تبع تابعین کا بھی اجماع ثابت ہے۔ یعنی
کوئی شخص اپنے میں سے کسی انسان یا اپنے پہلے بزرگوں کے کسی قول کی طرف رجوع نہ کرے۔ نہ ان کے تمام اقوال کو اخذ (عمل)
کرے۔ پس جس شخص نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال یا امام مالک رحمہ اللہ کے تمام اقوال یا امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے
تمام اقوال پر عمل کیا اور وہ ان میں سے اپنے متبوع (جس امام کی تقلید کرتا ہے) کے علاوہ کسی دوسرے کا قول قبول نہیں کرتا اور جو
کچھ قرآن وحدیث میں آیا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ اسے کسی انسان معین کے قول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ
شخص اچھی طرح سمجھ لے کہ اس نے اول سے آخر تک تمام امت کے طرز عمل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور اس میں کچھ شک
نہیں کہ اس کے طریقے کی تائید کرنے والا نہ خیر القرون میں کوئی شخص ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اور امام۔ اس نے ایمانداروں کی
راہ سے الگ راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے اپنی پند میں رکھے۔ (آمین)

عقد الجید^(۱) میں لکھا ہے کہ ہم کسی فقیہ پر چاہے وہ کوئی ہو یہ ایمان نہیں لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقہ اس پر بذریعہ وحی
جہیجی ہے اور ہم پر اس کی اطاعت فرض کر دی ہے اور یہ فقیہ معصوم ہے؟ پس اگر ہم ان میں سے کسی فقیہ کے مقلد ہوتے
ہیں تو یہ تقلید اس لیے ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ فقیہ کتب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہے، اس کا قول ان سے
خلی نہیں۔ یہ یا تو صریح کتب وسنت سے ماخوذ ہو گا یا دونوں سے کسی طرح استنباط کے ذریعے سے مستنبط ہو گا یا اس نے
بواسطہ قرائن کے جان لیا ہو گا کہ فلاں صورت میں حکم فلاں علت سے معلق ہے اور اس معرفت کے صحیح ہونے پر اسے یقین
ہے اور اس سے غیر منصوص حکم کو منصوص پر قیاس کر لیا ہے پس گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے ٹھیک گمان کر لیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ جب یہ علت پائی جائے تو اس وقت یہی حکم ہے اور مقیس (جس پر قیاس کیا گیا) اس عموم میں داخل

سمجھا جائے۔ گد سو یہ بھی نبی ﷺ کی طرف منسوب ہو گا لیکن اس کے اس راہ میں ظن ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مومن کسی مجتہد کا مقلد نہ ہوتا پس اگر ہم کو رسول معصوم ﷺ کی حدیث جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے صحیح سند سے ایسی مل جائے کہ اس فقیہ کے مذہب کے خلاف پر دلالت کرتی ہو اور ہم اس حدیث کو ترک کریں اور اس ظن اور تحقیق کے ہی تابع رہیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہو گا اور ہمارا عذر قیامت کے دن پروردگار عالم کے سامنے کیا ہو گا؟

عقد الجید ہی میں لکھا ہے کہ مجتہد کی تقلید دو قسم کی ہے واجب اور حرام۔ تقلید واجب یہ ہے کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص کتب اور سنت کو نہیں جانتا اور وہ بہ ذات خود تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا پس اس کا کام یہ ہے کہ فقیہ سے پوچھ لے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں مسئلے میں کیا حکم دیا ہے۔ جب فقیہ بتا دے تو اس کا اتباع کرے چاہے فقیہ نے وہ حکم صریح نص سے لیا ہو یا اسے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگرچہ دلالت ہوں اس کی صحت پر تو تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور تمام امتیں بھی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں اور اس تقلید کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ مجتہد کے قول پر عمل اس شرط کے ساتھ کیا جائے کہ وہ سنت کے موافق ہو۔ سو ہمیشہ جہل تک ہو سکے مقلد سنت کی تلاش میں رہے پھر جب ایسی حدیث مل جائے جو اس کے قول کے مخالف ہو تو حدیث پر عمل کرے اسی چیز کی طرف ائمہ نے اشارہ کیا ہے۔

تقلید کے خلاف ائمہ اربعہ کے اقوال

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حدیث ہی میرا مذہب ہے اور جب تم میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے خلاف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا کلام دیوار پر دے مارو۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے ہر امام اور فقیہ کا قول قبول بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی کیا جاسکتا ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔^(۱)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص میری دلیل سے واقف نہ ہو اس کے لیے لائق نہیں کہ میری کلام کی بنیاد پر فتویٰ دے۔^(۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالک رحمہ اللہ کی تقلید کرنا اور نہ کسی اور کی۔ اور احکام وہاں سے

لے جہل سے انہوں نے لیے ہیں یعنی کتب و سنت سے۔^(۳)

تقلید حرام یہ ہے کہ کسی فقیہ کے حق میں یہ گمان کر لے کہ یہ غایت درجہ کو پہنچ گیا ہے اور ممکن نہیں کہ یہ خطا کرے پھر جب اس مقلد کو صحیح اور صریح ایسی حدیث ملے جو فقیہ کے قول کے خلاف ہو تو اس کے قول کو نہ چھوڑے، یا یہ خیال کرے کہ جب میں اس کا مقلد ہوں تو میرے حق میں اللہ کا حکم اسی (فقیہ) کا قول ہے تو اس کو بے وقوف سمجھا جائے گا اور اگر اس کو حدیث مل جائے اور صحت کا یقین بھی ہو پھر بھی نہ ملنے، کیونکہ وہ تقلید کرنے کا عہد کر چکا ہے تو ایسا اعتقاد فاسد

(۱) عقد الجید ص ۷۰، ابن عبد البر نے اوشاد السلاک ج ۱ ص ۳۷ میں اس قول کو امام مالک رحمہ اللہ سے صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) اس قول کو بسند صحیح ابن عبد البر نے الانتقاء فی فضائل الثلاثة ص ۳۵ میں اور ابن قیم نے ج ۲ ص ۳۰۹ میں، شعرائی نے المیزان ج ۱ ص ۷۷ میں لکھا ہے: جب ائمہ نے ایسی باتیں اس شخص کے بارے میں کہیں جو ان کی دلیل نہ جانتا ہو، اور پھر بھی وہ انہیں کے قول کے مطابق فتویٰ دیتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ غور کرو تو یہی ایک بات اندھی تقلید کو پاش کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۳) حجة الله البالغة الكلام على حال الناس قبل المائة الرابعة ج ۱ ص ۱۵۷، اعلام المعوقين ج ۲ ص ۲۰۲

ہے اور ایسی بات کھوٹی ہے اس کا کوئی شہد نہیں ہے نہ نقل اور نہ عقل۔ اور قرون سابقہ میں کوئی نہ تھا کہ ایسا کرتا ہو اور جو اپنے گمان کلاب میں خطا سے غیر معصوم کو حقیقی معصوم سمجھ لے یا اس کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے معصوم ٹھہرا لے اور اس کے گمان میں یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پابند کیا ہے کہ اس کے قول پر عمل کرے اور اس کی ذمہ داری اب تقلید کرنا ہی ہے تو ایسے ہی (مقلد) کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُّقْتَدُونَ**۔ ”یعنی ہم تو ان کے نقوش قدم پر چلنے والے ہیں۔“ اور کیا ملل سابقہ کی تحریفات کی وجہ اس اندھی تقلید کے علاوہ کوئی اور شے بھی تھی؟

تردید تقلید اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”وصیت نامہ“ میں لکھا ہے۔۔۔ (ترجمہ) ”اور فقہی احکام کو کتب و سنت پر پیش کرتے رہنا پھر جو کچھ کتب و سنت کے مطابق ہو اسے قبول کر لینا۔“
 — واما تفریعات فقہیہ را بر کتب و سنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد درخیر قبول آوردن والا گالای بد بریش خلوندادان امت را بیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتب و سنت استغنا حاصل نیست وخن منقشفہ فقہاء را کہ تقلید عالمی را دست آویز ساختہ تنج کتب و سنت را ترک کردہ اند شنیدن و بدیشل التفات نہ کردن و قوت خدا جستن بدورے ایٹن۔^(۱)
 (ترجمہ) امت مسلمہ کسی وقت بھی اجتہادات کو کتب و سنت کی کسوٹی پر پرکھنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی اور ان فقہاء کی زاہدانہ باتیں نہ سننا جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو سند بنا لیا ہے اور کتب و سنت کی پیروی ترک کر دی ہے۔ ایسے لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہ دینا بلکہ ان سے دور رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈنا۔

تردید تقلید اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

۲۔۔۔ شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں آیت ”وَمَا أَفْقِنَا عَلَيْهِ أَبَاوْنَا“ کے تحت لکھا ہے۔
 در این آیت اشارہ است بابطال تقلید بد و طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کہ تقلید سے کئی نزد تو محقق است یا نہ اگر محقق بودن اورا نمے شناسی پس بلوجود احتمال مبطل بودن او چرا اورا تقلید میکنی و اگر محقق بودن اورا نمے شناسی پس بکدام دلیل سے شناسی اگر بتقلید دیگرے میشناسی خن دران خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد و اگر محقق میشناسی پس آل را چرا در معرفت حق صرف نمے کنی و عار تقلید بر خود گوار ای داری۔^(۲)
 طریق دوم آنکہ کسی را کہ تقلید سے کئی اگر اس مسئلہ را اوہم بتقلید دانستہ است پس تو او برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او می کنی و اگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتی تمام میشود کہ تو ہم آن مسئلہ را ہمیل دلیل بدانی والا مخالف او باشی نہ مقلد او چوں تو ہم آل مسئلہ را بدلیل دانستہ تقلید ضائع شد۔
 (ترجمہ) اس آیت میں دو طریقوں سے تقلید کی تردید کی گئی ہے۔
 پہلی صورت تو یہ ہے کہ مقلد سے پوچھا جائے کہ تو جس کی تقلید کرتا ہے وہ اہل حق ہے یا نہیں؟ اگر اس کے اہل حق

ہونے کا تجھے پتہ نہیں تو اس کے اہل باطل ہونے کے احتمال کے ساتھ تو اس کی تقلید کیوں کرتا ہے؟ اور اگر اس کا اہل حق ہونا تو جانتا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر کسی دوسرے کی تقلید میں تو اس کے برحق ہونے پر یقین رکھتا ہے تو پھر بات چلنی چاہیے تاکہ دلیل کا سرا ہاتھ آجائے اور اگر عقل سے کام لے کر تو سمجھتا ہے کہ وہ اہل حق ہے تو اس عقل کو معرفت حق کے لیے استعمال کیوں نہیں کرتا؟ اور تقلید کی عار کیوں گوارا کئے ہوئے ہے؟

تقلید کی تردید کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کی تقلید تو کر رہا ہے اگر کسی مسئلہ میں وہ خود کسی اور کی تقلید کرتا ہو تو پھر تم اور وہ برابر ہو گئے۔ اسے کیا ترجیح حاصل ہے کہ تو اس کی تقلید کرے؟ اگر وہ اس مسئلہ کی دلیل جانتا ہے تو پھر تقلید کی کیا ضرورت ہے تو خود بھی اس دلیل سے مسئلہ کو سمجھ لے اور اگر تو اس کی دلیل کو نہ مانے تو پھر اس کا مخالف قرار پائے گا نہ کہ مقلد۔ جب تو نے خود اس مسئلہ کی دلیل معلوم کر لی تو تقلید ختم ہو گئی۔

نیز شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی ہی میں آیت وَلَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ (البقرہ ۳۵) کے تحت فرماتے ہیں ”اڑیں معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل و سطوح براہین تقلید باطل ست زیرا کہ اتباع ہوا بعد مجی العلم ست“ (ترجمہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دلائل و براہین واضح ہو جانے کے بعد تقلید کرنا باطل ہے کیونکہ ایسی صورت میں تقلید حصول علم کے بعد اتباع ہوا (خواہش) کے ہم معنی ہے۔)^(۱)

شاہ اسماعیل شہید صراط مستقیم میں فرماتے ہیں۔ ”پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یا بد اتباع پیچ مجتہد در ان نکند“ (ترجمہ) ”پس ہر وہ مسئلہ کہ جس میں صحیح اور غیر منسوخ حدیث ملتی ہو، اس میں کسی مجتہد کی پیروی نہ کرنی چاہیے۔“

احناف کے نزدیک تقلید

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ عمل بالمحدث میں لکھا ہے :

فَمَنْ يَتَّعِصِبُ بِوَاحِدٍ مَعَيْنِ غَيْرِ الرَّسُولِ اللَّهُ
وَيَرَى أَنَّ قَوْلَهُ هُوَ الصَّوَابُ الَّذِي
يَجِبُ اتِّبَاعُهُ ذُوْنُ الْاِيْمَةِ الْاٰخِرِيْنَ فَهُوَ ضَالٌّ
جَاهِلٌ۔^(۲)

جو کوئی ایک ہی شخص کی تقلید پر اڑا رہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے
اور یہ جانے کہ دوسرے ائمہ کے علاوہ اسی کی بات صحیح اور واجب
الاتباع ہے تو وہ شخص گمراہ جہل ہے۔

ملا علی قادری حنفی نے اپنے رسالہ ”سم القوارض“ میں لکھا ہے :

وَفِي الظَّاهِرِ رَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ قَالَ لَا
يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُفْتِيَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ
أَيْنَ قُلْنَا انْتَهَى فَإِذَا كَانَ لَا يَجُوزُ تَقْلِيدُ الْإِمَامِ
مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ فِي الْأَحْكَامِ فَكَيْفَ يَجُوزُ
تَقْلِيدُ الْمُقْلِدِينَ الَّذِينَ مَا وَصَلُوا إِلَى مَقَامِ

فتویٰ ظہیریہ میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کسی ایسے
آدمی کے لیے ہمارے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں جو یہ نہ جانتا ہو کہ
ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے؟ (اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قادری رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ) جب احکام میں امام کی تقلید دلیل جانے بغیر جائز نہیں تو ان
مقلدین کی تقلید کرنا کیسے جائز ہے جو مجتہدین کے مقام تک نہیں

پہنچے ہاں عام آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کا مقلد بن جائے وہ عالم بھی مقلد ہی ہو کیونکہ ایسا کرنا مردین معلوم کرنے کے لیے ناگزیر ہے اور روایت کیا ہے شیخ محی الدین نے فتوحات مکہ میں اپنی سند کے ساتھ جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک پہنچتی ہے کہ آپ فرمایا کرتے کہ بچو لوگو اس بات سے کہ دین میں کوئی بات عقل سے کہو اور لازم پکڑو اپنے اوپر پیروی حدیث کی کیونکہ جو کوئی اس سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا۔

الْمُجْتَهِدِينَ نَعَمْ يَجُوزُ لِلْعَامِيِّ أَنْ يَقْلِدَ الْعَالِمَ وَلَوْ مُقْلِدًا لِضُرُورَةِ أَمْرِ الدِّينِ انْتَهَى۔^(۱)
وَرَوَى الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْفَتْوَحَاتِ الْمَكِّيُّ بِسَنَدِهِ إِلَى الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّا كُنَّا وَالْقَوْلُ فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى بِالرَّأْيِ وَعَلَيْكُمْ بِاتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ۔^(۲)

امام شعرانی نے البواقیت والجواہر میں لکھا ہے :

روایت ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہ وہ کہا کرتے تھے جو میری دلیل نہ جانتا ہو اس شخص کو لائق نہیں ہے کہ میرے قول پر فتویٰ دے اور امام ابو حنیفہ فتویٰ دیتے ہوئے کہہ دیا کرتے یہ تو نعمان بن ثابت کی رائے ہے اس سے امام صاحب اپنے آپ کو مراد لیتے تھے اور ہماری قائم کردہ رائے وہ بہترین رائے ہے جس پر ہم قنار ہو سکتے تھے پھر جو شخص اس سے بہتر رائے بیان کرے تو وہ صواب سے قریب تر ہے۔

رَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَا يَنْبَغِي لِمَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيلِي أَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِي وَكَانَ إِذَا أَقْبَى يَقُولُ هَذَا رَأَى الثُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ يَعْنِي نَفْسَهُ وَهُوَ أَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ فَمَنْ جَاءَ بِأَحْسَنَ مِنْهُ فَهُوَ أَوْلَى بِالصَّوَابِ۔^(۳)

امام زندوس نے روضة العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ کے نقل کیا ہے :

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب میں کوئی بات کہوں اور کتاب اللہ کا حکم اس کے برعکس ہو تو کتاب کے مقابلے میں میری بات پر عمل نہ کرو، پھر کہا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آپ کے قول کی مخالفت کرتی ہو تو امام صاحب نے فرمایا اس صورت میں بھی حدیث رسول پر عمل کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو، پھر کہا گیا اگر صحابہ کا قول آپ کے قول کے خلاف ہو تو امام موصوف نے فرمایا صحابہ کے قول کے مقابلے میں بھی میرے قول کو نظر انداز کر دو۔

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ إِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَكَتَابَ اللَّهِ يُخَالِفُهُ قَالَ اتَّكُوا قَوْلِي بِكِتَابِ اللَّهِ فَقِيلَ إِذَا كَانَ خَبَرُ الرَّسُولِ ﷺ يُخَالِفُهُ قَالَ اتَّكُوا قَوْلِي بِخَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقِيلَ إِذَا كَانَ قَوْلُ الصَّحَابَةِ يُخَالِفُهُ قَالَ اتَّكُوا قَوْلِي بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ۔^(۴)

امام شعرانی نے البواقیت والجواہر میں لکھا ہے :

اور امام مالک رحمہ اللہ کہا کرتے تھے ہر امام کی بات قبول بھی کی جاتی ہے اور رد بھی کی جاتی ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی ہر بات

وَكَانَ الْإِمَامُ مَالِكٌ يَقُولُ مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَمَا خُذَ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْذُودٌ عَلَيْهِ

(۱) معیار الحق ص-۱۹۵

(۲) میزان شعرانی ج-۱ ص-۱۳

(۳) حجة الله البالغة الكلام على حال الناس قبل المائة الرابعة ج-۱ ص-۱۵۷ وعقد العجيد ص-۸۰

(۴) عقد العجيد فصل سوم ص-۵۳

قول کی جاتی ہے۔

إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ^(۱)۔

امام حاکم اور امام بیہقی امام شافعی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہا کرتے تھے اگر حدیث صحیح مل جائے تو میرا مذہب وہی ہے اور ایک روایت میں ہے (کہا شافعی رحمہ اللہ نے) جب میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے مخالف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔ اور ایک دن منیٰ نے کہا اے ابراہیم ہر ایک بات میں میری تقلید نہ کرنا اور اس میں اپنی جان پر رحم کرنا کیونکہ یہ دین ہے اور (شافعی سے) کہا کرتے تھے کسی کا قول حجت نہیں ہے سوائے (قول) رسول اللہ ﷺ کے اگرچہ کہنے والے کثرت سے ہوں اور نہ قیاس حجت ہے اور نہ کوئی اور شے، اطاعت الہی اور رسول کے سوا کسی کی بات بھی ماننے کے قابل نہیں ہے۔

وَرَوَى الْحَاكِمُ وَابْنُ بَيْهَقٍ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي وَفِي رِوَايَةٍ إِذَا رَأَيْتُمْ كَلَامِي يُخَالِفُ الْحَدِيثَ فَاعْمَلُوا بِالْحَدِيثِ وَاضْرِبُوا بِكَلَامِي الْحَاظِ وَقَالَ يَوْمًا لِلْمُزَنِّي يَابْنَ إِهْنِيمَ لَا تَقْلِدَنِي فِي كُلِّ مَا أَقُولُ وَانْتَظِرْ فِي ذَلِكَ لِنَفْسِكَ فَإِنَّهُ دِينٌ وَكَانَ رَحْمَةً اللَّهُ عَلَيْهِ يَقُولُ لَا حُجَّةَ قَوْلِ أَحَدٍ دُونَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَإِنْ كَثُرُوا وَلَا فِي قِيَاسٍ وَلَا فِي شَيْئٍ وَمَا نَمَّ إِلَّا طَاعَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ^(۲)۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ امام شافعی کا شاگرد منیٰ اپنی کتاب مختصر کے شروع میں لکھتا ہے، مَنْ أَرَادَ عِلْمَ الشَّافِعِيِّ نَهَى الشَّافِعِيُّ عَنْ تَقْلِيدِهِ وَتَقْلِيدِ غَيْرِهِ یعنی جو شخص شافعی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے یعنی جو شخص ہر ایک مسئلہ میں شافعی ہی کی بات پسند کرتا ہے اور اسی کے قول کو ٹھیک جانتا ہے میں اس کو جتلائے دیتا ہوں کہ شافعی نے اپنی تقلید اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔^(۳)

قَالَ الشَّافِعِيُّ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَنْ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَجْعَلْهُ أَنْ يَدَّعِهَا بِقَوْلِ أَحَدٍ^(۴)۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں کہ (امام) شافعی نے کہا کہ جب تم میری کتب میں میری کوئی بات سنت رسول ﷺ کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو پھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لے لو۔

شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو میرے (خلاف حدیث) قول کو دیوار پر دے مارو۔ علاوہ ازیں امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی ﷺ سے حدیث روایت کی جائے اور میں اسے قبول نہ کروں تو سمجھ لو کہ میری عقل ماری گئی، انتہی۔

شعرانی کہتے ہیں کہ ہم تک طریق صحیحہ پہنچا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کسی کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس اس بات کے لیے

(۱) حجة الله البالغة الكلام على حال الناس قبل المائة الرابعة وعقد الجيد ص- ۸۰

(۲) عقد الجيد وحجة الله البالغة الكلام على حال الناس قبل المائة الرابعة ج- ۱ ص- ۱۵۷

(۳) عقد الجيد ص- ۸۱

(۴) ناظورة الحق ص- ۲۶ وحقيقة الفقه ص- ۷۵

بھیجا کہ جب تمہارے نزدیک کوئی صحیح حدیث ہو تو ہمیں بتلاؤ تاکہ ہم اس پر عمل کریں اور تمام اقوال جو ہمارے ہیں یا اور لوگوں کے ہیں، انہیں ترک کر دیں اس لیے کہ آپ حدیث کے بہت بڑے حافظ ہیں اور ہم اس کو بہت سمجھتے ہیں۔^(۱)

امام شعرانی نے البیواقیت والجواہر میں لکھا ہے :

وَكَانَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَقُولُ لَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ كَلَامٌ وَقَالَ أَيُّضًا لِرَجُلٍ لَا تُقْلِدُنِي
وَلَا تُقْلِدَنَّ مَالِكًا وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ وَلَا النَّخَعِيَّ
وَلَا غَيْرَهُمْ وَخُذِ الْأَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا
مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.^(۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کے مقابلے میں کسی کے کلام کی کوئی اہمیت نہیں۔ آپ ہی نے ایک آدمی سے کہا کہ میری تقلید مت کر اور امام مالک، امام اوزاعی، امام نخعی اور ان کے علاوہ کسی اور کی بھی تقلید مت کر بلکہ احکام وہاں سے حاصل کر جن سے انہوں نے اخذ کئے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی کتب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔

امام شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبد اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک شرم میں ایک شخص تو محدث ہے لیکن اس کو صحیح و ضعیف حدیث کی پہچان نہیں اور دوسرا وہ شخص ہے جو راوی (یعنی قیاسی احکام) سے واقف ہے، ان دونوں میں سے مسائل کس سے پوچھیں؟ امام احمد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ حدیث والے سے پوچھیں اور قیاس والے سے نہ پوچھیں۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو بھی مجھے لوگوں کی رائے سے بہتر معلوم ہوتی ہے یعنی قیاس کی باتوں سے۔^(۳)

امام جلال الدین سیوطی نے کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں لکھا ہے :

هَلْ أَبَاحَ مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ قَطُّ
لِأَحَدٍ تَقْلِيدَهُمْ حَاشَا لِلَّهِ مِنْهُمْ بَلْ أَنَّهُمْ قَدْ
نَهَوْا عَنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَفْسَحُوا لِأَحَدٍ فِيهِ.^(۴)

کیا امام مالک، ابو حنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے کبھی کسی کے لیے اپنی تقلید کرنے کو جائز ٹھہرایا؟ حاشا للہ کبھی نہیں۔ بلکہ انہوں نے تو اس سے روکا ہے اور کسی کو بھی اس میں گنجائش پیدا نہیں کرنے دی۔

شیخ اشیرخ طلوی محمد عبدالعظیم رومی ابن ملا فروغ کی حنفی نے قول سدید میں لکھا ہے :

إِعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُكَلِّفِ اللَّهُ تَعَالَى أَحَدًا مِنْ
عِبَادِهِ بِأَنْ يَكُونُ حَنِيفِيًّا أَوْ مَالِكِيًّا أَوْ شَافِعِيًّا
أَوْ حَنْبَلِيًّا بَلْ أَوْجَبَ عِلْمُ الدِّينِ بِمَا بَعَثَ بِهِ
سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَالْعَمَلُ بِشَرِيعَتِهِ.^(۵)

جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو اس امر کی تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی بنے، یا مالکی بنے، یا شافعی، یا حنبلی بنے۔ بلکہ ان پر اسی بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جس کے لیے ہمارے سردار محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور ان کی شریعت پر عمل کرنا واجب کیا۔

امام شعرانی نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے :

(۱) میزان الکبریٰ۔

(۲) عقد البجید ص-۸۱ وحجة الله البالغة الكلام على حال الناس قبل المائة الرابعة ج-۱ ص-۱۵۷ والبیواقیت الجواہر ج-۲

ص-۲۲۳ تا ۲۲۴

(۳) میزان شعرانی ج-۱ ص-۵۱

(۴) معیار الحق۔

(۵) معیار الحق ص-۹۷

امام عبدالبر فرمایا کرتے تھے کہ ہم تک کسی امام کی طرف سے بھی یہ بات نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو کسی خاص مسلک کی پیروی کا حکم دیا ہو۔ ایسا مسلک کہ جس کی مخالفت کرنا وہ درست نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے برعکس ائمہ سے منقول یہ ہے کہ وہ لوگوں کے کسی بھی امام کے فتویٰ پر عمل کرنے کا اثبات کرتے تھے کیونکہ وہ سب پروردگار کی ہدایت پر کاربند تھے۔ نیز امام ابن عبدالبر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے بھی یہ بات معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے کسی فرد کو بھی کسی مخصوص مسلک کی پیروی کا حکم دیا ہو۔

وَكَانَ الْإِمَامُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُولُ وَلَمْ يَتْلُغْنَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ أَنَّهُ أَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالْإِزَامِ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ لَا يَرَى صِحَّةَ خِلَافِهِ بَلِ الْمُنْقُولُ عَنْهُمْ تَقَرُّرُهُمْ النَّاسَ عَلَى الْعَمَلِ بِفَتْوَى بَعْضِهِمْ بَعْضًا لِأَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَكَانَ يَقُولُ أَيْضًا لَمْ يَتْلُغْنَا فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا مِنَ الْأَئِمَّةِ بِالْإِزَامِ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ۔^(۱)

امام شعرانی مزید لکھتے ہیں :

امام بیہقی نے مجاہد اور عطاء سے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کی بات کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی کیا جاسکتا ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ کے امام شعرانی کہتے ہیں کہ یہی قول امام مالک بن انس بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ مُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ أَنَّهُمَا كَانَ يَقُولَانِ مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَمَاخُذٌ مِنْ كَلَامِهِ وَمَرْذُودٌ عَلَيْهِ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ وَكَذَلِكَ كَانَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ۔^(۲)

تقلید شخصی کی برائی میں حرف طوالت کے باعث صرف اتنے ہی علماء کے اقوال پر اکتفاء کیا گیا ہے اس لیے کہ جو آدمی حق کا طلب گار ہو گا وہ ان کے مطالعہ سے ہی جان لے گا کہ تقلید شخص معین بہت ہی بری اور فبیح چیز ہے۔

پانچواں مغالطہ

منع تقلید پر اجماع

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید اگر واجب نہ ہوتی تو بڑے بڑے عالم فاضل محدث اور مفسر اور فقیہ اس میں سے کسی کے بھی مقلد نہ ہوتے۔ ☆
اس کا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ بجز بعض متعصب علماء کے ایک امام کی تقلید کو واجب تو کیا مباح تک جواب: بھی کوئی نہیں کہتا بلکہ خاص ایک ہی امام کی تقلید کو بعض علماء نے شرک اور بعض نے کفر اور بعض نے حرام اور بعض نے باطل اور فبیح لکھا ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر نیشاپوری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری

(۲) میزان الکبیری وعقد الجدید ص-۸۰

(۱) میزان شعرانی ج-۱ ص-۳۳ ومعیار الحق ص-۱۳۷

☆ حالانکہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا لا یقلد احدکم رجلا دینہ۔ یعنی کوئی آدمی کسی بھی آدمی کی تقلید ہرگز ہرگز

نہ کرے۔ (میزان الکبیری للشعرانی ص-۳۷ واعلام الموقعین ج-۱ ص-۱۷۱)

اور فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر اور شہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور ان کے بیٹے شہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی اسماعیل شہید اور سید محمد نذیر حسین صاحب اور سید محمد صدیق خان صاحب (جو کہ آج کل کثرت تصنیف و تالیف کی بدولت پہلے علماء پر بھی سبقت لے گئے ہیں) اور محمد ملقب بالمعین صاحب دراست الیسیب اور جلال الدین سیوطی اور محمد عبدالعظیم رومی بن ملا فروغ کی اور امام نووی اور ابن حجر عسقلانی اور علامہ ہارون مرجانی اور شیخ محی الدین بن عربی اور عبدالوہاب شعرانی اور امام طحطاوی اور ملا علی سندھی اور ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق دہلوی اور امام ابن حزم اور بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی اور شیخ ابن ہمام اور شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی اور علامہ آکل صاحب عنایہ اور امام ابن قیم اور ابن تیمیہ الحرانی اور عبداللہ بن امام احمد اور منی شاگرد امام شافعی خصوصاً خود امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم یہ ہر چار امام اور دیگر علماء مذکور شخص معین کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرتے رہے اور اس کی برائی کرتے رہے ہیں، ان کی عبارتیں چوتھے مغالطے کے جواب میں پہلے گزر چکی ہیں اور جن علماء کی تحریریں طوالت کتب کے خوف سے اس میں درج نہیں کی گئی ہیں حالانکہ وہ بھی شخص معین کی تقلید کو قبیح جاننے والے اور اس کی برائی اپنی کتابوں میں لکھنے والے ہیں، ان میں سے بعض کے نام یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

تقلید کو قبیح جاننے والے محدثین

محمد الدین فیروز آہلوی صاحب قاموس، امام شوکانی، علامہ محمد زر قنلی، محی السنہ امام بغوی، امام غزالی، ابی جعفر محمد بن جریر طبری، امام یافعی، شیخ عزالدین بن عبدالسلام، محمد بن ناصر حازمی، محمد فاخر الہ آہلوی، ابو عمرو عبدالبر محمد بن عبدالوہاب، محمد بن اسماعیل امیر یمنی، داؤد ظاہری، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون، ابن دقیق العید، حبیب اللہ قدھاری، ملا حسن شرنبلالی، سید بلوشہ تاج الدین عثمانی، امام رافعی، ابن حاجب امیر ابن الحاج، محب اللہ ہماری، قرافی، خطیب بغدادی، دارکی، امام علائی، قاضی عضدالملک والدین، سید محمد امین المشور بن العابدین شامی، حافظ ابوالقاسم علی بن حسن، سید مرتضیٰ، امام ابو عبداللہ محمد، ابو محمد جعفر، محمد بن محمد مدینی، دمیاطی، ابن برہان، فحل ابن سید الناس اور زین الدین عراقی وغیرہ علماء ہیں۔

ہم نے یہ اسماء گرامی معیار الحق، اتحاف النبلاء الحطہ فی ذکر الصحاح السیة اور ہدایت السائل وغیرہ کتب سے اخذ کئے ہیں۔

سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے ذخیر المحتوی من آداب المفتی میں لکھا ہے حنبلیہ میں سے قاضی ابویعلیٰ علی بن موسیٰ اور ابو حلد اور احتاف میں سے امام ابویوسف، امام محمد اور زفر بن ہذیل اور شوافع میں سے منی، ابن شریح، ابن منذر، محمد بن نصر مروزی وغیرہم سے، مالکیہ میں سے اشہب بن عبدالحکیم، ابن قاسم اور ابن وہب یہ سب لوگ کسی کے مقلد نہیں تھے اور ابوالفیض محمد بن علی۔

کسی کی تقلید نہ کرنے والے تیس محدثین

فارسی نے جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں کہا ہے کہ بڑے بڑے فقہاء خوب بیان کرنے والے اپنی تحقیق سے

پڑھنے پڑھانے والے اور کسی کی تقلید نہ کرنے والے تیس محدثین ہیں۔ (۱) محمد بن مسلم زہری (۲) یحییٰ بن سعید انصاری (۳) عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی (۴) عبد اللہ بن مبارک حنظلی (۵) یحییٰ بن سعید قطان (۶) عبد الرحمن بن مہدی (۷) یحییٰ بن یحییٰ تمیمی (۸) امام احمد بن محمد بن حنبل (۹) علی بن عبد اللہ مدینی (۱۰) یحییٰ بن معین (۱۱) اسحاق بن ابراہیم حنظلی (۱۲) محمد بن یحییٰ زہلی (۱۳) محمد ابن اسماعیل بخاری صاحب اصح الصحاح (۱۴) ابو زرہ عبید اللہ بن عبد الکریم (۱۵) ابو حاتم رازی (۱۶) ابراہیم بن اسحاق حربی (۱۷) مسلم ابن حجاج نیشاپوری (۱۸) عثمان بن سعید داری (۱۹) ابو عبد اللہ عبدی (۲۰) ابو عیسیٰ ترمذی (۲۱) ابوبکر جاردی (۲۲) ابو عبد اللہ مروزی (۲۳) ابو عبد الرحمن نسائی (۲۴) ابوبکر خزیمہ (۲۵) ابوداؤد بختلانی (۲۶) عبد الوہاب عبدی (۲۷) موسیٰ بن ہارون (۲۸) حسن بن علی معمری (۲۹) محمد بن عقیل بلخی (۳۰) سفیان بن عیینہ بلالی۔ اسی طرح حاکم ابو عبد اللہ نے کتب معرفۃ علوم الحدیث میں بھی یہ اسماء بیان کئے ہیں۔

دوم التزام مذہب معین میں شارع کا حکم اور خطاب صلور نہیں ہوا بلکہ کسی مذہب کا معین کر لینا قرآن اور احادیث کے بالکل مخالف ہے اور اس کا بیان چوتھے مغالطے کے جواب میں پہلے گزر چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جس عقیدے اور عمل پر حکم الہی اور رسول ناطق نہ ہو وہ عقیدہ اور عمل مردود اور قبیح ہے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
مَنْ أَخَذَتْ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ
جس نے ہمارے دین میں نئی بات پیدا کی جس کا دین سے کوئی تعلق نہ
رہا۔ (۱)

تقلید کی ابتدا اور اس کے پیروکار

اور یہ بات مثل آفتاب کے روشن اور ظاہر ہے کہ چوتھی صدی تک مسلمانوں میں تقلید مذہب واحد اور معین کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ حجة اللہ البالغہ میں لکھا ہے :

إِغْلَمَ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا قَبْلَ الْإِمَانَةِ الرَّابِعَةِ غَيْرَ
مُجْمِعِينَ عَلَى التَّقْلِيدِ الْخَالِصِ لِمَذْهَبٍ
وَاجِدٍ بَعِيْنِهِ۔ (۲)

ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو تو امام ابو یوسف اور بعض حنفی مذہب کے قائل بلا شاہوں نے حکومتی وسائل کی وجہ سے اس کو پھیلایا۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے بستان المحدثین میں لکھا ہے۔

ابن حزم درجائے نوشتہ است کہ ایں دو مذہب در عالم ازراہ ریاست و سلطنت رواج و امتیاز گرفتہ اند، مذہب ابو حنیفہ و مذہب مالک، زیرا کہ قاضی ابی یوسف قضائے ممالیک بدست آوردہ از ظرف اوقضاۃ میرفتند۔ پس برہر قاضی شرط مے کرد کہ

(۱) صحیح بخاری کتاب الصلح باب اذا اصطالحوا علی صلح جور فہو مردود ج-۵ ص-۳۰۱ حدیث-۲۶۹۷ و مشکوٰۃ کتاب الایمان

باب الاعتصام بالکتاب والسنة ج-۱ ص-۵۱ حدیث-۱۳۰

(۲) باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ وبعدها ج-۱ ص-۱۵۷

عمل و حکم عذہب ابو حنیفہ نہاید و در اندلس یحییٰ رانزد سلطان آں وقت بخدے کمکت و جلا حاصل کشت کہ بیچ قاضی و حاکم بے مشورہ او منسوب نمے شد۔ پس او غیر از یاراں و ہمدل خود را متولی نمے ساخت انتہی۔

(ترجمہ) ابن حزم نے ایک مقام پر لکھا ہے یہ دونوں مذاہب، یعنی مذہب حنیفہ اور مذہب مالکیہ حکومت و سلطنت کی بدولت رواج پا کر امتیازی مقام حاصل کر گئے ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ قاضی ابو یوسف حکومت کے منصب قضا پر فائز تھے اور یہی قاضی مقرر کرتے تھے، ہر قاضی کو عمدہ قضا پیش کرتے وقت اس سے مذہب ابو حنیفہ پر عمل کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند کرتے تھے۔ اور اندلس میں یحییٰ بن یحییٰ (مالکی) کو سلطان وقت کے ہاں بڑا رسوخ حاصل تھا اور وہ کسی بھی حاکم اور قاضی کا تقرر ان سے مشورہ کئے بغیر نہ کرتا تھا اور یحییٰ بن یحییٰ اپنے ہم مسلک رفقا کے علاوہ کسی کو بھی عمدہ نہ دلاتے تھے۔

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ سنہ ۵۷۸ ہجری میں عیسیٰ بن ملک نامی ایک بادشاہ بڑی سلطنت والا ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا اور پرلے درجہ کا متعصب تھا، کتاب مسعودی اس کو تمام یاد تھی۔ لوگوں کو حنفی مذہب اختیار کرنے کی ترغیب دیتا تھا اور کہتا تھا کہ سب کے سب ابو حنیفہ ہی کے اقوال پر عمل کرو۔ صاحبین یعنی ان کے شاگردوں کے اقوال پر بھی عمل نہ کرو۔ اس کے حکم کے مطابق فقہاء نے ایک ایسی کتاب اس کو بنادی تھی کہ جس میں ابو حنیفہ کے اقوال کے علاوہ اور کسی کا کوئی قول نہ تھا اور اس کو بھی اس نے یاد کر لیا تھا اور اپنے مذہبی تعصب کی بناء پر جس قدر شافعی مذہب والے اس کے ملک میں تھے سب کو اس نے قتل کر ڈالا تھا۔^(۱)

چھٹا مغالطہ

قرآن مجید کے معانی و مفہوم کسی مجتہد کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے

مقلدین، حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید کے معانی اور مفہوم کو کسی مجتہد کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔
یہ بات بالکل غلط اور وہی ہے۔ جو شخص عربی زبان سمجھتا ہے وہ قرآن کے معنی بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ جواب: خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ
اور البتہ تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن کو واسطے نصیحت کے پس کیا ہے
کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ (القمر-۱۷)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ (الجمعة-۲)
وہی ہے جس نے امیوں (آن پڑھوں) میں ایک رسول مبعوث کیا خود ان ہی میں سے، جو ان کے سامنے اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور انہیں کتب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ یہ اس سے پیشتر کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

فَرَأَانَا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔ (الزمر-۲۸)
عربی میں نازل ہونے والا قرآن جس میں کوئی کجی نہیں شائد کہ وہ تقویٰ شعار بنیں۔

(۱) فوائد الہیہ و تاریخ ابن خلکان ج-۲ ص-۲۳۳

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ تَعْرِيفُ اللَّهِ هِيَ كَيْفَ لَمْ يَسْأَلْ نَزَلَ فَرَلَى وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا. (الكهف-۱)

اور اس میں کوئی کجی نہ رہنے دی۔

فائدہ: قرآن وہ کلام فصیح ہے کہ جس کی مثل بڑے بڑے فصیح اور عرب کے بلیغ ایک سورۃ بھی نہ لاسکے۔ اور کلام فصیح اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی لفظ ثقیل، خلاف محاورہ زبان اور کوئی ترکیب غیر مروج اور اشکال معنوی نہ ہو اور خلاف محاورہ زبان کو غیر فصیح کہتے ہیں اور یہ علم فصاحت کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ پس جب ثابت ہوا کہ قرآن کلام فصیح ہے اور روشن بیان، پھر عربی زبان سمجھنے والا ہدایہ اور کنز الدقائق اور شرح وقایہ وغیرہ کو سمجھ سکتا ہے تو قرآن کے معانی اور مطالب کس طرح نہیں سمجھ سکتا؟ اور ایسا کلام کہ جس کو سوائے خاص دو چار آدمیوں کے کسی نے بھی نہ سمجھا ہو، کلام غیر فصیح ہے اور غیر فصیح بولنے والا باوجود قدرت فصاحت کے احمق شمار کیا جاتا ہے اور بسبب عدم قدرت کے عاجز۔ اور یہ دونوں نسبتیں باری تعالیٰ کے ساتھ موجب کفر ہیں۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار) اللہ تعالیٰ ایسا کلام کہنے سے محفوظ رکھے اور جب سوائے ائمہ اربعہ اور چند مفسرین کے کوئی اور قرآن کے معانی نہیں سمجھ سکتا تو لازم آتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تکلیف مالا یطاق کہ جس کی خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نفی فرماتا ہے: لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا الْاَوْسَعَهَا (البقرہ-۹۹) ”یعنی نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق۔“ اس لیے کہ کتاب ایسی بھیجی کہ جس کو ہم سمجھ نہیں سکتے اور حکم دیا ہمیں اَتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ۔ (البقرہ-۲۸۶) کا ”یعنی پیروی کرو اس چیز کی کہ بھیجی گئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے“ اور جب اس زمانہ میں نہ تو خواص میں سے اور نہ عوام میں سے کوئی قرآن کے معانی سمجھ سکتا ہو تو کیا قرآن معاذ اللہ پہیلیاں یا معے ہوئے۔

ساتواں مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے والا حدیث کا صحیح، ضعیف اور موضوع ہونا کس طرح معلوم کرے گا؟

ائمہ کے مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنے والا کسی کا صحیح، ضعیف اور موضوع ہونا کس طرح معلوم کرے گا اور تحقیق روات کس طرح بہم پہنچائے گا؟

جواب: حدیث کی تینوں اقسام یعنی صحیح، ضعیف اور موضوع کی پہچان اٹھارہ قسموں سمیت موقوف ہے، تحقیق روات اور حال سند پر۔ اور اسباب میں مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو تو کیا مغالطہ دیں گے خود ہی مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ جس طرح صحت حدیث کے لیے اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانی ضروری ہے، اسی طرح روایت فقہ کی سند کا مقلدوں کو اپنے امام تک پہنچانا لازم ہے۔ خصوصاً احناف، کیونکہ امام ابو حنیفہ کی وفات ہجرت کے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی ہے۔ تو انہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ قول ابو حنیفہ کا ہے یا اور کسی کا۔ اور حدیث کی سند اس زمانہ میں بہ نسبت سند روایت فقہ کے بہت آسان ہے۔ اس لیے کہ علمائے محدثین نے تمام

احادیث کو نہایت تحقیق اور سند سے جمع کیا اور صحیح کو صحیح اور ضعیف کو ضعیف بتا دیا۔ چنانچہ بلوغ المرام من ادلتہ الاحکام مصنف ابن حجر اور مسک الختام شرح بلوغ المرام مصنف سید محمد صدیق حسن خان صاحب اور دراری منیہ شرح در البیہ مصنف امام محمد بن علی الشوکانی وغیرہ کئی کتابوں میں اس امر کی تحقیق موجود ہے۔ اسی طرح سے علماء نے موضوع احادیث کو علیحدہ کر کے ان کی کتابیں بنادیں ہیں۔ چنانچہ اس باب میں ”فوائد المموعة فی احادیث الموضوعہ“ محمد ابن علی الشوکانی کی کتاب اور موضوعات کبیر اور مصنوع فی معرفۃ احادیث الموضوع ملا علی قاری، تذکرہ ابن طاہر اور موضوعات ابن جوزی مجد الدین فیروز آبادی وغیرہ کئی کتابیں مشہور ہیں۔

اسی طرح احوال روایت میں اسماء الرجال کی کتب، جیسے ثقہ راویوں کی معرفت میں ابن حبان کی کتب، ضعیف راویوں کی معرفت میں بخاری، نسائی اور عقیل کی کتابیں۔ تاریخ میں بخاری اور ابن عثیم کی کتب تاریخ اور جرح و تعدیل میں ابن ابی حاتم کی کتب۔ و طنوں، شہروں اور راویوں کی معرفت میں کتب طبقات ابن سعد۔ مبہم ناموں کی معرفت میں عبد الغنی بن سعید اور خطیب کی کتب اور معرفت طبقات صحابہ میں کتب ”اصلبہ“ ابن حجر موجود ہے۔

پس جو شخص عربی کلام سمجھتا ہے ان کتابوں سے رواۃ کی ہر طرح تحقیق کر سکتا ہے اور صحاح ستہ کے راویوں کے احوال کی تحقیق کے لیے تقریب التہذیب، ابن حجر کی کتب ان سب باتوں میں بہت مختصر اور کافی ہے۔ بخلاف روایت فقہ کے کہ اس کے راویوں کے حل کا کس بھی پتہ نہیں۔ پس اب سوچنا چاہیے کہ ایک محقق کے لیے روایت حدیث کی تحقیق آسان ہے یا روایت فقہ کی۔

آٹھواں مغالطہ

جب دو احادیث معنی اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہوں تو حدیث رسول پر کس طرح عمل کریں گے؟

ائمہ کے مقدسین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ جب دو احادیث معنی اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہوں تو لوگ حدیث رسول ﷺ پر کس طرح عمل کریں گے؟

جواب: اگر بعض احادیث کو مقلدین آپس میں مختلف سمجھتے ہیں اور ظاہر میں ایک دوسرے کی ضد قرار دیتے ہیں تو اس کا سبب ان کا قصور فہم اور قلت تدبر ہے ورنہ شارع کی طرف سے خاص ایک بات میں دو حکم، کہ علی سبیل الاختیار نہ ہوں، کیونکر صادر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک تکلیف مالا یطاق ہے کہ ایک چیز کو ایک ہی وقت میں فرمایا ہو کر دواور نہ بھی کر دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ”اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر (اطاعت حکم کی) تکلیف نہیں دیتے“ پس حقیقت یہ ہے کہ شارع کی طرف سے ایک ہی حکم دیا جاتا ہے اور اگر زیادہ ہوں تو علی سبیل الاختیار۔

”منع الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول“ میں لکھا ہے ابن خزیمہ نے کہا :

لَا اَعْرِفُ صَاحِبَ خَبَرٍ مُّتَضَادِّیْنِ فَمَنْ كَانَ مِنْ اِیْسَى کُوْنِیْ دُوْ صَحِیْحٍ اَحَادِیْثٍ نَّهَضَ جَانِبًا وَجُوْ مُتَضَادِّیْنِ اَوْ اِیْسَى کُوْنِیْ خُصِّصَ اَنْهَیْ عَنْهُ فَلَیْسَ اَنْتَبَیْ لَاؤَلَفَ بَیْنَهُمَا۔

پس اب جس کسی کو بسبب قصور فہم اور کوتاہی علم کے دو احادیث میں اختلاف اور تعارض معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان کی طرف رجوع کرے۔ رسالہ ابن قتیبہ، کتاب امام شافعی، کتاب ارشاد النحول، مصنف محمد بن علی الشوکلانی یا پھر منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول، حصول المامول من علم الاصول اور ہدایت السائل الی ادلتہ المسائل دیکھیے۔ آخری تینوں کتابیں سید محمد صدیق حسن خان صاحب کی ہیں۔ ان تمام کتابوں میں دو مختلف احادیث میں موافقت پیدا کرنے کے قواعد کا ذکر ہے جو شخص انہیں یاد کر لے تو اسے کسی بھی حدیث کو سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مرحوم محدث دہلوی نے بھی دفع تعارض اور حدیث معلنی سمجھنے کے لیے جتہ اللہ البالغہ (۱) کی ساتویں بحث میں بہت سے فائدے اور عجیب قلمدے بیان کئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ شبہ حدیث پر چلنے والوں پر ہرگز وارد نہیں ہو سکتا بلکہ یہ شبہ مقلدوں پر وارد ہوتا ہے کہ بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دو دو تین تین مختلف روایتیں ایک مسئلہ کے بارے میں منقول ہیں۔

مثال کے طور پر مستعمل پانی کے حکم کے بارے میں تین قول :

(۱) وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ رَوَاتُهُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ هُوَ طَاهِرٌ غَيْرُ ظَاهِرٍ۔ (۲) ثُمَّ فِي رَوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ نَجَاسَةٌ غَلِيظَةٌ۔ (۳) وَفِي رَوَايَةِ أَبِي يُوسُفَ عَنْهُ وَهُوَ قَوْلُهُ نَجَاسَةٌ خَفِيفَةٌ۔ (۴)

(۱) اور امام محمد نے کہا اور وہ روایت کرتے ہیں ابی حنیفہ سے (پانی مستعمل) پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں۔ (۲) پھر امام حسن نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ وہ نجس اور غلیظ ہے۔ (۳) ابو یوسف نے ان (ابو حنیفہ) سے روایت کی ہے کہ وہ ہلکی نجاست رکھتا ہے۔

شرح وقایہ میں ہے :

فَإِنْ عَدِمَ الْمَاءُ إِلَّا نَبَذَ الثَّمَرِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بِالْوَضُوءِ بِهِ فَقَطْ۔

پس اگر پانی معدوم ہو اور نمیز تمر (کھجور کی نمیز) موجود ہو تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے وضو کر لے۔

شرح وقایہ ہی میں ہے :

وَأَبُو يُوسُفَ بِالتَّيْمِمِ فَحَسَبَ وَمُحَمَّدٌ بِهِمَا۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تیمم کرے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وضو اور تیمم دونوں کرے۔ ☆

وَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَتَيْنِ تَعَلَّقَ التَّحْرِيمُ بِأَعْلَاهُمَا۔ (۳)

دو عورتوں کا دودھ جب ملایا گیا ہو تو حرام ہوتی ہے پینے والے پر وہ عورت جس کا دودھ غالب ہو۔

(۱) حجة الله البالغة مبحث السابع جلد اول۔

(۲) هداية كتاب الطهارة باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجوز به ج-۱ ص-۳۸

(۳) هداية كتاب الرضا ج-۲ ص-۳۵۲

☆ مولانا عبدالحی کسٹری مرحوم اس مسئلہ پر امام محمد کے موقف کو ترجیح دیتے ہیں اور لکھتے ہیں : وبعد اللہ والی اقوی المذاهب فی هذا الباب هو الجمع احتیاطاً بین الوضوء والتیمم..... الخ یعنی بحث و تحقیص کے بعد اس باب میں سب سے قوی تر مذہب یہ ہے کہ احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے۔ (السعیہ ج-۱ ص-۳۸۰)

وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرٌ يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيمُ بِهِمَا^(۱)
وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي هَذِهِ رَوَايَتَانِ^(۲)
منية المصلى میں لکھا ہے :

وَأَمَّا سُؤْرُ الْفَرَسِ فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِيهِ أَرْبَعُ
رَوَايَاتٍ فِي رَوَايَةِ نَجَشٍ وَفِي رَوَايَةِ مَشْكُوكٍ
روایت میں مکررہ اور ایک روایت میں پاک قرار دیا ہے، انتھی۔

یہ چند مسائل نمونہ کے طور پر یہاں ذکر کئے گئے ہیں اور فقہ کا شاید کوئی باب ایسا ہو گا کہ جو اختلاف روایات سے خالی ہو
گا اور اس بات کو ہدایہ اور درالمختار اور کنز وغیرہ فقہ کی کتابیں پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔ پس اب بتلایئے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کا پیروکار کس رائے پر عمل کرے۔ غرضیکہ مقلدین نے تو شخص معین کی رائے کی اتباع سہولت کے لیے اختیار کی تھی۔ جبکہ
ہدین متین کی ایک نئی شکل پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

نواں مغالطہ

حدیث کی کتابوں کی نسبت فقہ کی کتابیں بڑی آسان اور بہت تحقیق شدہ ہیں

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ حدیث کی کتابوں کی بہ نسبت فقہ کی کتابیں بڑی آسان
اور بہت تحقیق اور کوشش سے بنائی گئی ہیں۔

یہ بات درست نہیں۔ اگر کوئی منصف بہ نظر تحقیق دیکھے تو اسے نظر آئے گا کہ حدیث کی عبارت، کتب
فقہ مثلاً شرح وقایہ، کنز اور ہدایہ وغیرہ سے لاکھ درجہ آسان ہے۔

اگر کسی کو بخاری کی کسی حدیث کا مطلب مشکل معلوم ہو اور سمجھ میں نہ آئے تو فتح الباری اور قسطلانی اور کرنلی دیکھ لے،
یہ تینوں شرحیں صحیح بخاری کے مطالب معلوم کرنے کے لیے ہیں۔ اور مسلم کی حدیث کے لیے شرح نووی، السراج الوہاج
وغیرہ۔ موطا امام مالک کی حدیث کے لیے زر قنلی، مصنف، مسوی، محلی، التہمید وغیرہ۔ ابوداؤد کی حدیث کے لیے امام خطابی کی معالم
السنن اور مولانا مثنیٰ الحق عظیم آبادی کی عون المعبود وغیرہ۔ بلوغ المرام کے لیے مسک الختام فارسی (نواب صدیق الحسن
خان) سبل السلام عربی بہت اچھی شرح ہے اور مجمع البحار شیخ محمد طاہر کی تالیف اور جامع الاصول اور الاشدکار جو ابن عبد البر کی
کتابیں ہیں کتب حدیث کے معانی کی تحقیق کے لیے انہیں دیکھ لیا جائے تو متاخرین کے تمام شکوک و شبہات اور خدشات دور
ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ تحقیق، سند اور معنی حدیث سے متعلق ہے نہ کہ تقلید سے اس لیے کہ ”حل المعافد فی
شرح العقائد“ اور ”حصول المامول من علم الاصول“ وغیرہ اصول کی کتابوں میں ہے کہ ”کسی کے قول پر دلیل پوچھے اور
سمجھے بغیر اعتما کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔“ اور اگر تقلید ہے تو کسی شخص معین کی نہیں ہے۔ بلکہ جس کو حق گو اور سچا جانا

(۲) ہدایہ کتاب الرضاع ج-۲ ص-۳۴۲

(۱) ہدایہ کتاب الرضاع ج-۲ ص-۳۴۲

خواہ بخاری ہو خواہ مسلم اس کی بات پر عمل کیا۔ اور اب اگر حقیقت میں دیکھے تو صحیحین کی احادیث اور آثار ایسے مکمل صحت کو پہنچ چکے ہیں کہ ان میں موضوع تو کیا ضعیف تک بھی کوئی نہیں کہتا اور آج تک کسی نے ان پر کہیں جرح اور قدر نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ محدثین عظام کو اس کوشش پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ پس اب عمل کرنے والے کو ان کتابوں کی حدیث کو بغیر کسی تحقیق کے قبول کر لینا چاہیے۔

جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول اور نخبة الفکر^(۱) میں لکھا ہے کہ صحیح کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) وہ حدیث جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہو اس کو حدیث متفق علیہ کہتے ہیں۔ (۲) جو صرف بخاری میں ہو۔ (۳) جو صرف مسلم میں ہو۔ (۴) جو بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہو۔ (۵) جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔ (۶) جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ (۷) بخاری اور مسلم کے علاوہ لائل حدیث نے اس کو صحیح کہا ہو۔

اسی کی مانند ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اعتبار روایت میں خفیوں نے ہدایہ سمجھ رکھا ہے۔ بلوجود اس بات کے کہ اس کی روایت کی سند ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک بھی نہیں پہنچتی اور اکثر احادیث جو اس میں درج ہیں وہ ضعیف ہیں اور بعض موضوع ہیں۔ جس کا جی چاہے تخریج ہدایہ میں دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس میں محدثین کی تصنیف کردہ کتب موضوعات سے تحقیق کر کے ہر حدیث کی حیثیت متعین کر دی گئی ہے۔ سو واضح رہے کہ اگر موضوع جان کر بھی کسی نے ان کو پھر سند پکڑا ہے تو بہت بڑا مقام خوف ہے، اس لیے کہ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔^(۲) (اور یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے)

جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں لکھا ہے کہ حدیث ضعیف جبکہ وہ موضوع ہو تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں (یعنی حرام ہے اس پر عمل کرنا) اجماعاً۔ اور اسے روایت کرنا بھی جائز نہیں ہل اگر اس کا موضوع ہونا بیان کر دیا جائے تو پھر اس کی روایت جائز ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص موضوع کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ پھر اگر کوئی علمی ثقاہت رکھنے والا معتبر شخص کسی حدیث کا موضوع ہونا بتا دے تو اسے ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کا ضعف معلوم ہو جانے کے بلوجود اس پر عمل کرنے والا گنہگار اور فاسق ہے اور اس کا اظہار کرنا اور دوسروں کو بتانا واجب ہے کیونکہ علم کو چھپانا حرام ہے، انتہی۔

سبحان اللہ یہ مقلد بھی عجیب لوگ ہیں جو ایسے علماء کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں کہ جن کو موضوع اور صحیح حدیث کی بھی خبر نہ تھی اور ان کی کتابوں کو بہت تحقیق اور کوشش سے تیار کردہ کتب بتلاتے ہیں اور ان کی بیان کردہ حدیث کا حل ظاہر ہو جانے کے بلوجود اسی کو سند جانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ کی بعض احادیث کے بارے میں یہ معلوم ہو جانے کے بلوجود کہ وہ موضوع ہیں، ان پر عمل بھی کرتے ہیں اور فتویٰ بھی دیتے ہیں۔

(۱) نخبة الفکر شرح نذہ النظر ص۔ ۲۹ تا ۳۲

(۲) صحیح بخاری مع فتح الباری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ج۔ ۱ ص۔ ۲۰۲، حدیث ۱۱۰۰، صحیح مسلم مقدمہ باب

تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ج۔ ۱ ص۔ ۲۷، حدیث ۳۔

فقہ کا ماخذ احادیث نہیں

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام نے تمام مسائل احادیث سے ہی نکالے ہیں اور ان کو سب احادیث پہنچ گئیں تھیں۔

جواب: ان کی یہ بات صحیح نہیں، اس لیے کہ بڑے بڑے اصحاب رسول جو اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ ہی کی صحبت میں رہتے تھے، ان کو تو تمام احادیث ایک مدت تک نہ پہنچی تھیں، ان اماموں کو کیا پہنچی ہوں گی اور اس دعویٰ پر ہماری دلیل یہ احادیث ہیں تو سنو!

وہ اصحاب رسول جن کو ایک مدت تک احادیث معلوم نہ ہو سکیں

نمبر ۱: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث نہیں پہنچی تھی جو موطا امام مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی اور ابن ماجہ میں روایت ہے قیصہ بنت ذویب سے، اس نے کہا کہ (کسی متوفی کی) دادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ وہ آپ سے اپنی میراث مانگتی تھی۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تیرا حصہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اب جا، تاہم میں لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھوں گا، شاید کسی کو یہ حکم معلوم ہو۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں لوگوں سے دریافت کیا، تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دلویا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا، کیا تمہارے علاوہ کوئی اور آدمی بھی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے اس حکم کا صدور ہوتے دیکھا یا سنا ہو؟ اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہوئے وہی بات کہی جو انہوں نے بیان کی تھی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح بتایا ہے۔^(۱)

نمبر ۲: جنابت کی حالت میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرنے والی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخفی رہی تھی اور وہ حدیث یہ ہے جو بخاری میں اور اسی طرح مسلم میں روایت ہے عمار رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا تحقیق میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہ مل سکا، اس پر عمار رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم دونوں سفر کر رہے تھے (اور دوران سفر ہم جنبی ہو گئے) اس کے بعد آپ نے تو نمازی نہ پڑھی اور میں نے خاک میں لوٹ کر اپنے آپ کو اچھی طرح آلودہ کر لیا اور نماز پڑھی، پھر یہ سارا ماجرا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں اسی طرح کرنا ہی کافی تھا اور آپ نے زمین پر اپنے ہاتھ مارے پھر انہیں پھونکا پھر ان کے ساتھ منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا۔^(۲)

نمبر ۳: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کفار مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث بھی مخفی رہی تھی اور وہ حدیث یہ ہے جو جعفر بن

(۱) مشکوٰۃ کتاب الوصایا والفرایض ج ۱، ص ۹۲۱، حدیث ۳۰۷۱

(۲) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب التیمم ج ۱، ص ۱۶۵، حدیث ۵۲۸ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب التیمم ص ۲۴

محمد بن علی سے روایت ہے، اس نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا جو اس کا اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ان کے معاملہ میں کیا کروں تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے ان سے ویسا ہی برتاؤ کرو جو اہل کتب سے کرتے ہو۔^(۱)

نمبر ۴: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے زیادہ مہربانہ ہونے کی آیت قرآن بھی مخفی رہی تھی۔ چنانچہ تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر کثیر سے لوگوں کو منع کیا جس میں ان کے مقابلہ میں ایک بڑھیا کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو مہر کی بابت قرآن میں فرماتا ہے: **وَاتَّيْتُمْ اِحْدَهُنَّ فَنُظَاوَا**۔ ”یعنی دیا ہو تم نے ان کو مال کثیر“ پھر تم کس طرح منع کرتے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر کے اس کی بات تسلیم کر لی۔

نمبر ۵: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ متبع سے منع کرتے تھے اور حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مسئلہ میں ان کے مخالف رہے۔^(۲) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اس مسئلہ میں اپنے باپ کے مخالف رہے کسی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حکم متبع دریافت کیا تو انہوں نے جواز کا حکم دیا پھر سائل نے کہا کہ تمہارا باپ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) تو منع کرتے تھے۔ اس کے جواب میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بھلا اگر ایک کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو اور میرے باپ نے منع کیا ہو تو تم ہی بتاؤ کہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی ہوگی یا میرے باپ کی۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نمبر ۶: جس جگہ وبا پڑی ہو وہاں نہ جانا چاہیے اور وہاں سے دبا کے خوف سے نہ بھاگنا چاہیے۔ یہ حدیث بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بہت سے صحابہ سے مخفی رہی تھی۔ چنانچہ بخاری^(۳) اور مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف نکلے تو راستہ میں ان کو فوجی افسر ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا پڑی ہوئی ہے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس بات کا مشورہ پوچھا کہ آیا شام کی طرف چلنا چاہیے، کسی نے کہا پیچھے لوٹ جانا چاہیے پھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو اپنے کام کو کیس گئے ہوئے تھے، آئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی زمین میں وبا ہو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس زمین میں وبا پڑے جہاں تم ہو تو وہاں سے دبا کے خوف سے نہ بھاگو۔

نمبر ۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسقاط حمل کے فیصلے کی حدیث مخفی رہی اور وہ حدیث یہ ہے جو بخاری میں ہشام سے مروی ہے نقل کی اس نے اپنے باپ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو قسم دے کر پوچھا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے اسقاط حمل کے بارے میں کچھ فیصلہ سنا ہے؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بدلہ دینے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا اس سلسلہ میں کوئی گواہ ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہ ہوں۔

(۱) موطا امام مالک ص-۱۲۱

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان وجوہ الاحرام والہ یجوز افراد الحج والتمتع ج-۸ ص-۳۷۲ وترمذی زرقانی شرح موطا امام مالک وغیرہ۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الطب باب ما یذکر بالطاعون ج-۱۰ ص-۱۷۹ حدیث-۵۷۲۹

نمبر ۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خاوند کے خون بہا سے زوجہ کے وارث ہونے کی حدیث مخفی ہی تھی اور وہ حدیث یہ ہے جو ابوداؤد اور ترمذی میں سعید سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ دیت عصبات کے لیے ہے اور متتول کی عورت اس کی وارث نہیں ہوتی۔ آخر ضحاک بن سفیان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خون بہا سے وراثت دے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔^(۱)

نمبر ۹: حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے طواف رخصت کے بغیر مکہ سے حیض والی عورت کے چلے آنے کی حدیث مخفی رہی تھی۔ یہ بات نووی کی شرح صحیح مسلم^(۲) میں ہے اور ان تینوں صحابہ کے مخالف یہ دو احادیث ہیں۔ پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری وقت کعبہ میں ہو یعنی سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کر کے گھر کو جائیں لیکن یہ طواف اس عورت کو معاف ہے جس کو حیض آجائے۔

فائدہ: ابوالفیض محمد بن علی فارسی نے جواہر الاصول میں اور نووی شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں اور سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے منہج الوصول میں اور ابن صلاح وغیرہ لوگوں نے لکھا ہے کہ جس وقت کوئی صحابی کہے کہ ہمیں حکم دیا گیا فلاں بات کا یا منع کئے گئے ہم فلاں بات سے یا یہ کہے کہ فلاں بات سنت ہے تو یہ سب احکام مرفوع سمجھے جائیں گے یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان۔

دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ جس روز واپس چلنا تھا اس کی رات کو صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ میرا خیال ہے کہ میں تمہیں (مدینہ کی طرف کوچ کرنے سے) روکوں گی۔ کیونکہ میں حائضہ ہو گئی ہوں اور طواف وداع نہیں کر سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہلاک کرے اللہ اس کو اور زخمی کرے، کیا اس نے قرہلی کے دن طواف کیا تھا؟ عرض کیا گیا ہل۔ آپ نے فرمایا تو بس پھر چلو۔^(۳)

نمبر ۱۰: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مخفی رہی تھی کہ جس عورت کا خاوند مر جائے وہ عورت اسی کے گھر میں جہاں وہ مرا اپنی عدت پوری کرے یہاں تک کہ فریہ بنت مالک نے جب اپنا قصہ ان کو سنایا تب انہیں معلوم ہوا اور اس وقت فریہ کی حدیث کے مطابق فیصلہ کیا۔^(۴)

چنانچہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں فریہ بنت مالک سے مروی ہے کہ اس کا خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلام کی تلاش میں نکلا اور لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ کہنے لگی کہ اس پر میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اب میں اپنے

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب فی المرأة ثوث من دية زوجها ج-۲ ص-۲۲۵ حدیث-۲۹۲۷ (صحیح) وجامع ترمذی ابواب الفرائض باب ماجاء فی میراث المرأة من دية زوجها۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض ج-۹ ص-۸۴ شرح حدیث-۳۲۰۷

(۳) صحیح بخاری کتاب الحيض باب المرأة تحيض بعد الافاضة ج-۱ ص-۳۲۸ حدیث-۳۲۸ ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب الخطبة يوم النحر ج-۲ ص-۸۱۹ حدیث-۲۶۶۹ (صحیح)

(۴) جامع ترمذی ابواب النکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء ابن تعند المتوفى عنها زوجها ج-۱ ص-۳۵۵ حدیث-۹۱۲ (صحیح)

والدین کے ہل چلی جاؤں کیونکہ میرے خوند نے نہ میرے لیے کوئی ٹھکانا چھوڑا ہے اور نہ خرچ کی کوئی چیز۔ تو آپ نے فرمایا اچھل پھر جب میں حجرے میں گئی تو مجھے پکارا اور فرمایا کہ کتب اللہ کے اپنی مدت کو پہنچنے تک (عدت کی مدت ختم ہونے تک) اپنے گھر میں ہی ٹھہر۔ فریہ نے کہا کہ پھر میں نے اس گھر میں چار مہینے اور دس دن کی عدت پوری کی۔ یہ معلوم کرنے کے بعد اسی حکم کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ صادر فرمایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا اور ذہبی ابن حبان حاکم نے بھی۔^(۱)

مخفیات سیدنا علی رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۱: سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر عدت حاملہ کی حدیث مخفی رہی تھی۔ یہ بات مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے بلکہ صحیح بخاری^(۲) کے متن میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی اسی پر فتویٰ تھا اور اسی کے حاشیہ پر فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ ابتدا میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول تھا۔ بعد ازاں شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے رجوع کر لیا ہو اور ان کے فتویٰ کے مخالف ہے یہ حدیث جو کہ بخاری میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق سبیحہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کی وفات کے کئی دن بعد وضع حمل ہوا پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے نکاح کی اجازت چاہی۔ آپ نے اذن دے دیا تو اس نے نکاح کر لیا۔

ابن حجر نے بلوغ المرام^(۳) میں کہا اور اصل اس حدیث کی صحیحین میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ **فائدہ:** اس نے (یعنی سبیحہ اسلمیہ) اپنے خاوند کی وفات کے چالیس دن بعد بچہ جنا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ امام زہری نے کہا کہ میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا اگر عورت (وضع حمل کے بعد) شادی کر لے، اس حال میں کہ خون جاری ہو۔ البتہ اتنا ہے کہ اس کا خاوند اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ عورت پاک ہو جائے۔

نمبر ۱۲: حضرت علی، زید بن ثابت، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اس عورت کو مہر دلانے کی حدیث کہ جس کا خاوند اس سے صحبت کے بغیر مر گیا ہو اور مہر مقرر نہ کیا ہو، مخفی رہی۔^(۴) اور ان کے مخالف یہ حدیث ہے جو ترمذی،^(۵) ابوداؤد، نسائی اور دارمی میں علقمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا مگر اس کا کوئی مہر مقرر نہ کیا اور نہ اس سے دخول کیا اور مر گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایسی عورت کو مہر مثل دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اور اس پر عدت لازم آئے گی۔ نیز خاوند کی میراث سے اسے حصہ بھی ملے گا۔ اس موقع پر معقل بن شان

(۱) بلوغ المرام باب العدة والاحداد ص۔ ۳۳۳، حدیث۔ ۱۱۰۹

(۲) صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب قوله واولات الاحمال اجلهن..... الخ ج۔ ۸، ص۔ ۶۵۳، حدیث۔ ۳۹۰۹

(۳) بلوغ المرام کتاب النکاح باب العدة والاحداد ص۔ ۳۳۱، حدیث۔ ۱۱۰۲

(۴) ترمذی۔

(۵) صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب فیمین تزوج ولم یسم صداقا حتی مات ج۔ ۱، ص۔ ۵۹۰، حدیث۔ ۲۱۱۶ و مشکوٰۃ کتاب النکاح

باب الصداق ج۔ ۲، ص۔ ۲۹۵۸، حدیث۔ ۳۲۰۷ (صحیح)

اٹھی جھٹکھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ایسا ہی حکم رسول اللہ ﷺ نے بروہ بن واشق رضی اللہ عنہما کے بارے میں دیا تھا جو ہم میں سے ایک عورت تھی۔ جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔^(۱)

نمبر ۱۳: حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم سے رسولوں کے مال کے نہ وارث ہونے کی حدیث مخفی رہی۔ یہ بات بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور مخالف ان کے ہے یہ حدیث جو بخاری اور مسلم میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تقسیم وراثت چاہی جو کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے چھوڑ گئے تھے، اس مال میں سے جو اللہ نے ان کو دیا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مال کہ ہم چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ ہے۔ یہ بات سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہو گئیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کلام ترک کر دی اور ہمیشہ ترک کلامی رہے یہاں تک کہ فوت ہو گئیں۔^(۲)

نمبر ۱۴: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو جلا دیا تھا اور مرتدین کے جلانے کی حدیث مخفی رہی تھی۔ چنانچہ بخاری میں سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس زندیق لائے گئے تو انہوں نے انہیں جلا دیا۔ اس واقعہ کی خبر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور وہ عذاب جلانے کا ہے۔ البتہ میں انہیں قتل کر دیتا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر ڈالو۔^(۳)

فائدہ: ابو داؤد میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخفیات

نمبر ۱۵: حدیث عبد اللہ بن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے مخفی رہی تھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تو اس فعل کو بدعت کہا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا ہے اور ابراہیم نخعی تابعی رضی اللہ عنہ نے تو اس کو ضجعة الشیطان (شیطان کا بیٹا) کہا ہے۔ اس بات کو شباب الدین احمد قسطلانی نے مواہب اللدینہ میں ذکر کیا ہے اور اس فعل یعنی فجر کی سنت اور فرض کے درمیان داہنے پہلو پر لیٹنے کے سنت ہونے کی حدیث جو ابن عمر اور ابن

(۱) جامع ترمذی ابواب النکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت عنها قبل ان یفرض لها ج- ص ۳۳۳- حدیث ۹۳ (صحیح)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسر باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا فهو صدقة ج- ۱۲ ص- ۲۹۹- حدیث ۳۵۵۵

(۳) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الحلو باب الحکم لیمن ارتد ج- ۳ ص- ۳۱- حدیث ۴۳۵۱ (صحیح)

مسعود رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کے خلاف جاتی ہے۔^(۱)
 پہلی یہ ہے جو بخاری میں روایت ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعات (سنتیں) پڑھتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔^(۲)
 دوسری حدیث یہ ہے جو احمد ^(۳) اور ابوداؤد اور ترمذی ^(۴) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز صبح سے پہلے دو رکعات (فجر کی سنتیں) پڑھے تو دائیں پہلو پر ذرا لیٹ جائے۔^(۵)
فائدہ: امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام نووی نے کہا کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ راقم کتا ہے کہ اس باب میں اور احادیث بھی آئی ہیں جسے اس مسئلے میں زیادہ تحقیق منظور ہو وہ یہ مسئلہ ہماری کتاب بلاغ المبين سے دیکھ لے۔

نمبر ۱۶: چاشت کی نماز پڑھنے کی حدیث بھی عبد اللہ بن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مخفی رہی تھی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چاشت کی نماز کو بدعت کہا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اس بات کو شہاب الدین احمد قسطلانی نے مواہب اللہ نیہ دوم میں ذکر کیا ہے اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور چاشت کی نماز کے سنت ہونے کی باب میں صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور بخاری اور مسلم میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے اور مسلم میں معاذہ اور ابی ذر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی میں ابی الدرداء اور ابی ذر رضی اللہ عنہما سے اور ابوداؤد اور دارمی میں نعیم بن ہمار غطفانی رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ سے اور ابوداؤد میں معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور موطا امام مالک میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ترمذی میں ابی سعید رضی اللہ عنہ سے اور صحیح ابن حبان میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث مروی ہیں۔ علاوہ ازیں اور احادیث بھی ہیں جو چاہے دیکھ لے۔^(۶)
نمبر ۱۷: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رکوع میں گھٹنے پکڑنے کی حدیث مخفی رہی تھی بلکہ سب صحابہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنے کے ہی قائل تھے لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد اس بات کے قائل نہیں تھے۔ یہ بات ترمذی ^(۷) اور حسب ذیل دو احادیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف جاتی ہیں۔

پہلی حدیث ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں علقمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سگھلائی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پس اللہ اکبر کہا اور اٹھائے اپنے دونوں ہاتھ پس جب رکوع کیا تطبیق کی یعنی (ایک ہاتھ

(۱) بلوغ المرام باب صلوة التطوع ص-۱۰۶، حدیث-۳۵۶، ۳۵۷

(۲) صحیح بخاری کتاب التہجد باب الضجعة علی الشق الايمن بعد رکعتی الفجر ج-۳، ص-۳۳، حدیث-۱۱۶۰ وبلوغ المرام باب

صلوة التطوع ص-۱۰۶، حدیث-۳۵۶

(۳) شرح صحیح مسلم ص-۲۷۴

(۴) جامع ترمذی، کتاب الصلوة باب ماجاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر۔

(۵) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلاة التطوع ص-۱۰۶، حدیث-۳۵۷ (صحیح)

(۶) مشکوٰۃ کتاب الصلوة باب صلوة الضحی ج-۱، ص-۳۱۱، حدیث-۱۳۰۹ (صحیح) و صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوة باب صلوة

الضحی ج-۱، ص-۳۵۳، حدیث-۱۲۸۹

(۷) جامع ترمذی، ابواب الصلوة باب ماجاء فی وضع الیدین علی الرکبتین فی الركوع ج-۱، ص-۸۲، حدیث-۲۱۲

کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دونوں ہاتھ دونوں زانوں کے درمیان میں رکھے) علقمہ نے کہا پھر پہنچی یہ بات سعد (ابن ابی وقاص) رضی اللہ عنہما کو تو انہوں نے کہا کہ میرے بھائی نے سچ کہا بلاشبہ ہم ایسا ہی کرتے تھے لیکن پھر ہمیں یہ حکم دیا گیا یعنی رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا۔^(۱)

دوسری حدیث بخاری^(۲) میں ابی یعفور سے مروی ہے اس نے کہا میں نے معصب بن سعد سے اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی اور بحالت رکوع تطبیق کی اس پر مجھے میرے باپ نے منع کیا اور کہا کہ ہمیں اب اس کی ممانعت کر دی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

بیہقی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فراموش کیا قرآن سے اس چیز کو کہ جس میں مسلمانوں نے کوئی اختلاف نہیں کیا اور وہ دو سورتیں ہیں قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ یعنی ان سے یہ دونوں سورتیں مخفی رہی تھیں اور وہ اس کے قائل نہ تھے کہ یہ دونوں سورتیں بھی قرآن کی ہیں۔^(۳)

نمبر ۱۸: ہدی کے روانہ کرنے سے محرم پر جو چیزیں حلال ہیں وہ حرام نہیں ہوئیں، یہ حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مخفی رہی تھی۔ چنانچہ موطا امام مالک^(۴) میں روایت ہے عمرہ بنت عبد الرحمن سے کہ زیاد بن ابی سفیان نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص ہدی روانہ کرے تو اس پر حرام ہو جاتی ہیں وہ چیزیں جو محرم پر حرام ہیں یہاں تک کہ قربانی کا جانور ذبح کر دیا جائے۔ تو میں نے قربانی کا ایک جانور آپ کے پاس روانہ کیا ہے آپ مجھے اپنا فتویٰ لکھ بھیجیں یا جو شخص ہدی لے کر آتا ہو اس کے ہاتھ کھلا بھیجیں۔ عمرہ نے کہا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ میں نے خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے قربانی کے جانوروں کے لیے ہار بٹے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انہیں لٹکایا اور جانوروں کو میرے والد کے ساتھ روانہ کیا۔ آپ پر تو ان چیزوں میں کوئی چیز بھی حرام نہ ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا تھا۔ یہاں تک کہ قربانی کے جانور ذبح ہو گئے۔

فائدہ: زر قانی^(۵) شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ بیہقی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا کہ جب یہ حدیث صحابہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فتویٰ پوچھنا ترک کر دیا۔

نمبر ۲۰: عکرمہ کو بائیس تکبیریں جو کہ چار رکعت والی نماز میں ہوتی ہیں معلوم نہ تھیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ عکرمہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے مکہ میں ایک بوڑھے یعنی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں

(۱) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح باب التطبیق ج-۱ ص-۲۲۲ حدیث-۹۸۶ (صحیح) و صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب

من ذکر الہ یرفع یدہ اذا قام من الثنین ج-۱ ص-۲۱۵ حدیث-۷۴۷ (والحدیث صحیح)

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب وضع الکف علی الرکب فی الرکوع ج-۲ ص-۲۷۳ حدیث-۷۹۰

(۳) مسک الختام شرح بلوغ المرام۔

(۴) باب مالا یوجب الاحرام مع تقلید الہدی۔

(۵) زر قانی طبع مصر۔

نے بائیس تکبیریں کیں۔ بعد میں، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ شخص احمق معلوم ہوتا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیری ماں تجھے گم کرے یہ تو سنت ابی القاسم رضی اللہ عنہما ہے۔^(۱)

فائدہ: خوف طوالت کے سبب مخفیان صحابہ میں سے صرف اسی قدر احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ اگر تلاش کریں تو یقین ہے کہ اسی سلسلہ میں ایک بڑی کتاب تیار ہو جائے لیکن چونکہ ہماری غرض ان مخفیات کے لکھنے سے یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جب بہت سے صحابہ کو جو اکثر اوقات رسول اللہ ﷺ ہی کی صحبت میں رہتے تھے، سب احادیث نہ ملی تھیں تو مجتہدوں کو کیا ملیں ہوں گی۔ سو عاقل اتنی ہی احادیث سے جو کہ نقل کی گئیں ہیں اس بات کو خوب سمجھ لے گا اور معلوم ہونا چاہیے کہ ائمہ اربعہ نے جو مسائل دین میں اجتہاد اور استنباط کیا ہے تو اپنے آپ کو امام قرار دینے اور لوگوں کے مقتدا بننے اور صاحب مذہب کہلانے کے لیے نہیں کیا۔ ان کی یہ نیت تھی کہ ہم اپنا کوئی خاص مذہب کھڑا کریں اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کر کے شہرت یا عزت حاصل کریں۔ ان بزرگان دین کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور ان کے دل ایسے خطرناک سے بالکل صاف تھے۔ ان کو سوائے اپنے ذاتی فائدے کے اور کوئی غرض نہ تھی۔ اسی لیے اپنی تقلید سے وہ لوگوں کو منع کرتے رہے اور ہم ان کی اس لیے عزت کرتے ہیں کہ وہ خود متبوع اور صاحب شریعت بننے کا قصد نہ رکھتے تھے اور اپنے اجتہاد اور استنباط کو سارے جہان کے لوگوں سے قبول کرانے کا شوق بھی نہ رکھتے تھے بلکہ جہاں تک ان سے اپنی ذات کی بھلائی اور لوگوں کے نفع کے لیے ہو سکتا تھا وہ احادیث نبوی یا اقوال صحابہ سے مسائل کو استخراج کرتے اور لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو رفع کرتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ اگر ہمارا کوئی بھی قول قرآن اور حدیث کے خلاف پاؤ تو اسے ہرگز نہ مانو اور اس پر عمل کرنا حرام سمجھو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

گیارہواں مغالطہ

پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ بموجب حدیث الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يَتَجَسَّأُ شَيْئًا^(۲) "یعنی پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" پانی کے لوٹنے کے اندر اگر کوئی پیشاب ملا دے تو حدیث پر چلنے والے اس کو ناپاک نہیں سمجھتے اور اس سے وضو کرنا اور اس کو پینا جائز جانتے ہیں۔

جواب: اس کا دو طرح پر ہے، اول یہ کہ یہ سراسر ہستان ہے۔ حدیث پر چلنے والوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے بلکہ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ پانی اگر قلتین کی مقدار سے یعنی سوا چھ من وزن سے کم ہو تو پیشاب وغیرہ نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر پانی قلتین کی مقدار یعنی تول میں سوا چھ من ہو تو جب تک کہ نجاست کے پڑنے سے اس کا رنگ نہ متغیر ہو جائے یا مزانہ بگڑ جائے یا بونہ آنے لگے تب تک پاک ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جو جنگل میں ہو اور جس سے چوپائے اور درندے پانی پیتے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پانی قلتین (تقریباً سوا چھ من) ہو تو نپاک نہیں ہوگا۔ (اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی اور ابن ماجہ سے روایت کیا ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ بے شک وہ نپاک نہیں ہوگا اور اس حدیث کو ابن خزیمہ ابن حبان دارقطنی اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَتَوْبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاعِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي أُخْرَى لِابْنِ دَاوُدَ فَإِنَّهُ لَا يَنْجَسُهُ وَهَذَا الْحَدِيثُ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حَبَّانَ وَالدَّارِ قُطْنِيُّ وَالحَاكِمُ) (۱)

فائدہ: سید محمد نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ نے معیار الحق (۲) میں لکھا ہے کہ قلعہ حجازی مکے کو کہتے ہیں کہ جس میں تقریباً اڑھائی منک (یعنی سوا چھ من) پانی آتا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو نقل کی ہے امام شافعی نے اپنی مسند میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کے برابر ہو (موضع ہجر کے) دو قلعے تو وہ نجس نہیں ہوتا اور ابن جریج (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ میں نے قلعہ ہجر کو دیکھا تو اس میں دو مشکیں اور کچھ زیادہ پانی آتا تھا تو امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اڑھائی مشکیں ایک قلعہ ہجر کے حساب سے مقرر کی جائیں۔ یہ بات بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ اور معیار الحق (۳) میں ہے کہ اس حدیث پر عمل ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق اور امام ابو عبیدہ اور امام ابو ثور اور ایک جماعت محدثین اور تمام ائمہ شافعیہ کا سوائے غزالی اور ردیانی کے اور اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابو ثور اور ایک دوسری جماعت نے صحیح کہا ہے اور اس حدیث کی تصحیح ابن خزیمہ، ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے بھی کی ہے اور یحییٰ بن معین نے کہ یہ حدیث خوب بختم ہے اور بیہقی کا فرمان ہے کہ یہ حدیث موصول الاسناد اور صحیح ہے اور منذری کے قول کے مطابق اس کی اسناد جید ہے اور اس پر کسی طرح کا غبار نہیں۔ نیز ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو صحیح بتایا ہے، انتہی ملخصاً۔

اس حدیث کے صحیح ہونے کی بنا پر ہی ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد امام ابو یوسف نے بھی اس کو مان لیا ہے بلکہ انہوں نے تو عمل بھی اس پر کیا ہے چنانچہ ردالمحتار شرح درالمختار (۴) وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف نے جب جمعے کی نماز لوگوں کے ساتھ پڑھی تو لوگوں نے ان کو اس بات کی خبر پہنچائی کہ جس حرم میں سے جمعے کی نماز کے لیے آپ نے غسل کیا تھا اس میں سے چوہا نکلا ہے تب امام ابو یوسف نے کہا کہ میں اپنے برادران اہل مدینہ کے قول کے مطابق عمل کرتا ہوں جو اس حدیث کے مطابق ہے۔ إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قَلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خُبْنًا انتہی۔ اب اگر کوئی حنفی یہ بات کہے کہ حدیث قلتین کو بعض علماء نے مضطرب کہا ہے؟

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱ ص-۱۳۹ حدیث-۴۷۷ (صحیح)

(۲) معیار الحق ص-۲۱۰

(۳) معیار الحق ص-۲۲۲، ۲۲۰

(۴) ردالمختار ج-۱ ص-۷۵

جواب: اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کو مضطرب کہا ہے انہیں فریق مقابل کی طرف سے مسکت جواب بھی مل گیا ہے جو صاحب اسے دیکھنا چاہیں وہ نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار مطبوعہ مصر جلد اول کے صفحہ ۳۱ پر دیکھ لے، انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ بڑے بڑے محدثین اور مجتہدین نے اس کی تصحیح بھی کی ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفیہ کس منہ سے قلتین کی حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔ ان کے امام کے نزدیک تو جس قدر ضعیف اور مرسل احادیث ہیں سب عمل کے لائق ہیں۔ چنانچہ عقود الجواهر میں لکھا ہے :

وَمِمَّا يَرْوَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ ضَعِيفٌ اور جو کچھ امام صاحب سے مروی ہے اس میں یہ بات بھی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ الْحَدِيثُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ آرَاءِ الرِّجَالِ۔^(۱) ضعیف حدیث بھی مجھے لوگوں کی آراء کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہے۔
یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اَلْمَوَاسِيْلُ عِنْدَنَا حُجَّةٌ^(۲) یعنی مرسل احادیث بھی ہمارے نزدیک حجت ہیں اور اگرچہ پوچھتے تو حنفیہ کے مذہب کی تو بنا ہی ضعیف احادیث پر رکھی گئی ہے۔ سو جس کو اس بات کی زیادہ تحقیق منظور ہو وہ کتب ہدایہ کا کوئی سا صفحہ نکل کر دیکھ لے کہ کس قدر ضعیف احادیث سے استدلال کیا گیا ہے اور اس کا بیان اس کتب میں بارہویں مغالطے کے جواب میں آنے والا ہے۔ اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يَنْجَسُهُ شَيْءٌ الخ مدینہ کے بیرضلمہ کے حق میں وارد ہوئی ہے جو ایک کنوئیں کا نام ہے۔ علاوہ ازیں ایک حدیث پانی کے ہر اس جوہر و حوض اور گڑھے کے حق میں بھی وارد ہوتی ہے جس میں بہت سا پانی ہو اور یہ دونوں احادیث حسب ذیل ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ۖ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّقِضًا مِنْ بَنَرٍ بُضَاعَةً وَهِيَ بَنَرٌ يُلْقَى فِيهِ الْخِيْضُ وَلُحُوْمٌ الْكِلَابِ وَالتَّنُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يَنْجَسُهُ شَيْءٌ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِ قُطَيْبِيُّ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَالَ أَحْمَدُ حَدِيثٌ بَنَرٍ بُضَاعَةٌ صَحِيحٌ وَفِي رِوَايَةِ لِأَبِي دَاوُدَ إِنَّهُ يُسْتَسْقَى لَكَ مِنْ بَنَرٍ بُضَاعَةً۔^(۳)
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ سے عرض کی گئی اے اللہ کے رسول کیا ہم بیرضلمہ کے پانی سے وضو کریں حالانکہ یہ ایک ایسا کنواں ہے جس میں حیض کے کپڑے، کتوں کے گوشت اور دوسری بدبودار چیزیں ڈالی جاتی ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک پانی پاک ہوتا ہے، اسے کوئی چیز ٹپاک نہیں کرتی۔ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث حسن ہے اور امام احمد نے کہا کہ حدیث بیرضلمہ صحیح ہے ابو داؤد کی ایک روایت یوں ہے کہ بیشک پلایا جاتا ہے آپ کو پانی بیرضلمہ سے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حضرت جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم پانی کے

(۱) عقود الجواهر المنيفه فی ادلة مذهب الامام ابی حنیفہ۔

(۲) عنی شرح ہدایہ و معیار الحق ص-۲۳۲

(۳) صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی بنر بضاعۃ ج-۱، ص-۲۸، حدیث-۶۷۲۱ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ

باب المیاء ج-۱، ص-۱۳۹، حدیث-۴۷۸

قَالَ التَّهْنِئَاتُ إِلَى غَدِيرٍ فَإِذَا فِيهِ جَنَفَةٌ حَمَارٍ قَالَ
فَكَفَفْنَا عَنْهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ لَا يَنْجِسُهُ شَيْءٌ
فَاسْتَقْبْنَا وَأَزْوَئَنَا وَحَمَلْنَا۔^(۱)

ایک تلاب پر پہنچے ہم نے دیکھا کہ اس میں ایک گدھا مرا پڑا ہے
ہم پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے
آپ نے فرمایا بے شک پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ اس کے بعد
ہم نے پانی پی لیا اور جانوروں کو بھی پلا دیا اور ساتھ بھی لے لیا۔

یہ دونوں احادیث صریح دلیل ہیں اس بات پر کہ کنوئیں یا جو ہریا حوض وغیرہ کثیر پانی میں اگر کوئی نجس چیز جا
پڑے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن کسی نجس چیز کے پڑنے سے اگر پانی کا رنگ متغیر ہو جائے یا اس میں سے
بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے جیسا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الْمَاءَ لَا
يَنْجِسُهُ شَيْءٌ إِلَّا مَا غُلِبَ بِهِ عَلَى رِيحِهِ
وَوَطْعِهِ وَلَوْزِهِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَضَعَفَهُ أَبُو
حَاتِمٍ وَلِلْبَيْهَقِيِّ الْمَاءُ طَهُورٌ إِلَّا أَنْ تَغَيَّرَ رِيحُهُ
أَوْ طَعْمُهُ أَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ۔^(۲)

اور ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا کہ بلاشبہ پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ ہاں اگر نجاست کے غلبہ کی بناء
پر اس کی بو بدل جائے یا اس کا ذائقہ یا رنگ تبدیل ہو جائے (تو اس صورت
میں پانی ناپاک ہو جاتا ہے) اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابو حاتم نے
اسے ضعیف کہا ہے اور بیہقی کی روایت یہ ہے کہ بے شک پانی پاک کرتا ہے
مگر یہ کہ نجاست کی وجہ سے جو اس میں پڑی ہو اس کی بو تبدیل ہو جائے یا

اس کا ذائقہ یا رنگ متغیر ہو جائے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ^(۳) نے کہا ہے کہ یہ اضافہ اشتباہ بالافتاق ضعیف ہے لیکن اس مضمون پر اجماع واقع ہوا ہے۔
اس کو ابن المنذر اور ابن ملتن نے ابودرالمیر میں نقل کیا ہے۔ اس زیادتی اشتاء سے معلوم ہوا کہ اگر قلیتوں
میں سے کوئی ایک بھی چیز نجس کے پڑنے سے بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ غرض کہ پانی اگر قلیتین کی مقدار میں ہوا
قلیتین سے زیادہ ہو اس کا حکم تو یہی ہے لیکن اگر قلیتین کی مقدار سے کم ہو تو اس کے اندر اگر تھوڑی سی بھی کوئی نجس چیز پڑ
جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں یعنی قلیل پانی کے اندر پیشاب
کرنے سے اور بحالت جنابت اس کے اندر بیٹھ کر نہانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَبْزُلُنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ
الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَفْتَسِلُ فِيهِ۔ (مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا يَفْتَسِلُ أَحَدُكُمْ

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ
کرے۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت کے مطابق آپ نے
فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں غسل نہ کرے جبکہ وہ

(۱) ابن ماجہ کتاب الطہارۃ وسنہا باب الحيض ج-۱ ص-۱۴۳ حدیث-۵۲۰

(۲) ابن ماجہ کتاب الطہارۃ وسنہا باب الحيض ج-۱ ص-۱۴۳ حدیث-۵۲۱ وبلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب المياہ ص-۱۰

حدیث-۳

(۳) درازی مضیہ شرح درالبہیہ۔

فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ قَالُوا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا جُنُبٍ هُوَ - لوگوں نے دریافت کیا تو پھر کس طرح نہائے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
هَرِيْرَةُ قَالَ يَتَنَوَّلُهُ تَتَنَوَّلُوْنَ^(۱) نے جواب دیا کہ باہر رہ کر پانی لیتے ہوئے نہائے

فائدہ: یہاں پانی سے مراد قلیل پانی ہے کیونکہ اگر کثیر ہو تو جاری کا حکم رکھتا ہے اور پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا اور اس میں نہانا جائز ہے اور یہ جواب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پانی لے اٹھا کر اس سے معلوم ہوا کہ اگر جنبی غسل کے لیے پانی لینے کے لیے اپنا ناپاک ہاتھ اس میں ڈالے تو مستعمل نہ ہو گا لیکن یہ حکم اس قدر پانی کے لیے نہیں جو کہ لوٹے یا پیالے یا ٹھلیا وغیرہ میں ہو کر رہا ہے ایسے باسن میں اگر کوئی اپنا نجس ہاتھ ڈالے تو پانی خراب ہو جائے گا کیونکہ بخاری اور مسلم میں انہی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک کہ اسے تین بار دھونے لے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں رہا۔^(۲)

فائدہ: پانی کی پاکی اور ناپاکی میں حدیث پر چلنے والوں کا تو یہی عقیدہ ہے جو مذکور ہوا لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد جو درودہ (۱۰x۱۰) فٹ کہ اصل گڑھا یا پانی ۱۰x۱۰ فٹ ہو تو پانی ناپاک نہیں ہوتا کے قائل ہیں آج تک صحیح حدیث دہ درودہ کے حق میں نہیں لاسکے اور نہ حدیث الظم ظہور الخ اور حدیث قلتین وغیرہ ہی کو مانتے ہیں۔ یہاں ہم مقلدین کی خدمت میں عرض کریں گے کہ صحیح بات کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے۔ دہ درودہ والی بات سے چٹنے کا کیا فائدہ جبکہ صاحب در المختار^(۳) بحر الرائق سے نقل کر کے لکھ چکے ہیں کہ پانی کثیر کی حد دہ درودہ مقرر کرنا محض بے اصل ہے اس کی کوئی دلیل نہیں اور صدر الشریفہ نے شرح وقایہ میں جو جواب دیا ہے وہ مردود ہے۔

بارہواں مغالطہ

فقہ حنفیہ کے ایک سو مسائل جو احادیث کے خلاف ہیں

ائمہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کا ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جو مجتہدوں کو نہ ملا ہو یا انہوں نے کسی مسئلے پر قرآن اور حدیث کے خلاف عمل کیا ہو اور لوگوں کو اس پر فتویٰ دیا ہو۔
جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص غور و فکر کرے تو اکثر دیکھے گا کہ ایک طرف تو حدیث صحیح ہے اور دوسری طرف اس حدیث صحیح کے خلاف امام کی رائے ہے اور فتویٰ امام کا رائے پر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے بطور نمونہ ہم ایک سو ایسے مسائل نقل کرتے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک احادیث صحیحہ نبویہ کے خلاف جاتا ہے، دیکھ لیجئے۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء باب البول فی الماء الراكد ج-۱ ص-۳۴۱ حدیث-۳۳۹ و مسلم، کتاب الطہارۃ باب النہی عن البول فی الماء الراكد ج-۳ ص-۱۷۸ حدیث-۲۵۳ و باب النہی عن الاغتسال فی الماء الراكد ج-۳ ص-۱۸۰ حدیث-۲۵۲ و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱ ص-۱۳۸ حدیث-۴۷۴

(۲) صحیح بخاری، کتاب الوضوء باب الاستجمار و تراجم ج-۱ ص-۲۶۳ حدیث-۱۲۱ و بلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب الوضوء ص-۲۲ حدیث-۳۵

(۳) در المختار ج-۱ ص-۷۵

مسئلہ نمبر ۱ ایمان کے کم و بیش نہ ہونے کے بیان میں

فقہ اکبر^(۱) اور شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے: **الْإِيمَانُ هُوَ الْإِقْوَارُ وَالْتَّصْدِيقُ وَإِيمَانُ أَهْلِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ** ”یعنی ایمان سے مراد اقرار اور تصدیق ہے اور اہل آسمان و زمین کا ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔“ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں کلام اللہ کی صریح آیات اور کئی احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَإِذَا ثَلَيْتَ عَلَيْهِمْ آيَتَهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا** (الانفال-۳) ”جب انہیں اس کی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔“

فائدہ: تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن اور تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت ایمان کی زیادتی کی دلیل ہے۔ واحدی نے عام اہل علم سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جس شخص کے پاس زیادہ اور قوی دلائل ہوں (اس بات کے) اس کا ایمان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفسیر معالم التزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عمر بن حبیب رحمہ اللہ نے کہا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر تھی کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ، افسی۔ علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مضمون کی آٹھ آیات اپنی صحیح میں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری^(۲) میں لکھا ہے: **بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنِي الْإِسْلَامُ عَلَى خُمْسٍ وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ**۔ ”یہ باب اس بیان میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنایا گیا ہے اسلام پانچ چیزوں پر اور (ایمان) اقرار سے اور عمل سے اور ایمان زیادہ بھی اور کم بھی ہوتا ہے۔“

(آیت نمبر ۱) — **قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لِيَزَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ** (الفتح-۳) ”اللہ غالب اور بزرگ و برتر نے فرمایا تاکہ بڑھ جائیں ایمان میں اپنے ایمان کے ساتھ۔“^(۳)

اس آیت کی تفسیر میں (تفسیر جلالین میں) لکھا ہے کہ ایمان بڑھتا ہے احکام دین کے ساتھ۔

(آیت نمبر ۲) — **اللَّهُ تَعَالَى نَے فرمایا وَزَادْنَاهُمْ هُدًى (الكهف-۳)** ”اور زیادہ کیا ہم نے ان کو ہدایت میں۔“^(۴)

(آیت نمبر ۳) — **اللَّهُ تَعَالَى نَے فرمایا وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى (المريم-۷۶)** ”اور جو لوگ راہ راست پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت میں ترقی عطا فرماتا ہے۔“^(۵)

تفسیر فتح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہدایت پائے ساتھ ایمان کے ہدایت پائے۔

(آیت نمبر ۴) — **وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ** (محمدا-۱) ”اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں تقویٰ عطا فرماتا ہے۔“^(۶)

(آیت نمبر ۵) — **وَيَزِدَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا** (المائدہ-۳۱) ”اور بڑھ جائیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں۔“^(۷)

(آیت نمبر ۶) — **قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ آيَتُكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا** (التوبة-۳۳) ”اور اللہ غالب

(۱) شرح فقہ اکبر ص-۸۵-۸۴

(۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس ج-۱ ص-۳۵

اور بزرگ نے فرمایا، تم میں سے کس کا ایمان اس (سورۃ) نے زیادہ کیا تو جو لوگ ایماندار ہیں واقعی ان کے ایمان میں اس نے اضافہ کر دیا۔“

موضح القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کلام اللہ جس مسلمان کے دل کے اندیشے سے موافق پڑتا وہ کہتا اس نے میرا ایمان زیادہ کیا یہی لفظ موافق بھی بولتے جب ان کے چہچہاے عیب بیان کرتا لیکن مسلمان خوش وقتی سے کہتے اور منافق شرمندگی سے۔

(آیت نمبر ۷) — وَقَوْلُهُ فَأَخْشَوْهُمْ فَرَّادَهُمْ إِيمَانًا۔ (آل عمران-۱۷۳) ”اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لوگوں نے ایمانداروں سے کہا) پس ڈرو تم ان سے تو اس چیز نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا۔“

(آیت نمبر ۸) — وَقَوْلُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا۔ (الاحزاب-۳۲) ”اور نہ زیادہ کیا ان کو مگر ایمان اور اطاعت میں۔“ صحیح بخاری میں لکھا ہے :

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَتَقْصَاتِهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَزَادَنَاهُمْ هُدًى وَيَزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَقَالَ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ۔ (سورہ الاحزاب-۳۲)^(۱)

یہ باب ایمان کے زیادہ ہونے اور کم ہونے کے بیان میں ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اور زیادہ کی ہم نے ان کو ہدایت اور (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) اور زیادہ ہوں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ایمان میں (اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے) آج کے دن پورا کیا میں نے تمہارے لیے تمہارا دین۔ پس جب ترک کرے کوئی کسی چیز کو مکمل سے پس وہ ناقص ہے۔

مقصد حسنہ میں ہے :

لَوْ وَزَنَ إِيْمَانُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ مَعَ إِيْمَانِ النَّاسِ لَوَجَّحَ إِيْمَانُ أَبِي بَكْرٍ۔^(۲)

اگر وزن کیا جائے ایمان ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کے ایمان کے ساتھ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلڑا جھک جائے۔

امام شوکانی نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں کہا کہ اس حدیث کی صحیح سند سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، تاہم یہ مرفوع ضعیف ہے۔

تنزیہ الشریعہ میں یہ الفاظ ہیں : الْإِيْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ۔ ”یعنی ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے اور ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی۔“^(۳)

شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت میں کہا ہے کہ اس حدیث کو جو زر قانی نے بھی روایت کیا ہے اور مزید کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور مسند امام احمد میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : الْإِيْمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ۔ ”یعنی ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔“^(۴)

(۱) صحیح بخاری کتاب الایمان باب زیادۃ الایمان ونقصانہ ج-۱ ص-۱۰۳

(۲) الفوائد المجموعہ۔

(۳) شرح سفر السعادت۔

(۴) شرح سفر السعادت۔

ایمان کے بارے میں پیران پیر کا فرمان

فائدہ: شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وَنَعْتَقِدُ أَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَمَعْرِفَةٌ
بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ
وَيَنْقُصُ بِالْعُصْيَانِ وَيَقْوَى بِالْعِلْمِ وَيَضْعَفُ
بِالْجَهْلِ وَبِالتَّوَفُّي يَفْعُ كَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ
فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَرَأَدْنَاهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ
يَسْتَشِيرُونَ وَمَا جَارَ عَلَيْهِ الزَّيَادَةُ جَارَ عَلَيْهِ
التَّخْفُضُ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا ثَلَّى عَلَيْهِمْ
آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ لَيَسْتَفِيقَنَّ
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا
وَمَا يُؤَيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي
الدَّرْدَاءِ أَنَّهُمْ قَالُوا الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ
وَعَبَّرَ ذَلِكَ مِمَّا يَطْلُوعُ شَرْحُهُ⁽¹⁾

اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ایمان، زبان سے اقرار کرنے، دل سے اس کی حقیقت سمجھنے اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔ اطاعت کرنے سے ایمان بڑھتا ہے اور نافرمانی کرنے سے گھٹتا ہے اور علم سے تقویت پکڑتا ہے اور جہالت سے اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ دل میں اترتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ترجمہ) رہے وہ لوگ جو ایماندار ہیں تو انہیں (اترنے والی ہر سورت) ایمان میں زیادتی عطا کرتی ہے اور وہ خوش محسوس کرتے ہیں۔ اور جس چیز میں زیادتی درست ہے اس میں کمی ہونے کا بھی امکان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کا فرمان ہے تاکہ اہل کتب کو یقین آجائے اور اہل ایمان، ایمان میں اور ترقی کر جائیں اور اسی سلسلہ میں ہے جو ابن عباس، ابو ہریرہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایمان بڑھتا جیسا ہے اور گھٹتا بھی جاتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی آیات و روایات اور بھی ہیں جن کی تفصیل طوالت طلب ہے۔

شیخ عبدالحق حنفی نے شرح سفرالسلوک میں لکھا ہے کہ شیخ محی الدین نووی نے کہا کہ ظاہر اور مختار بات یہ ہے کہ تصدیق زیادہ بھی ہوتی ہے اور کم بھی بسبب کثرت دلائل اور روشن دلیلوں کے اور یہی باعث ہے (کہ اعتقاد کیا ہے سب علماء نے اس بات کا) کہ صدیقیوں کا ایمان اور تصدیق بہت قوی اور کامل ہے بہ نسبت (ایمان اور تصدیق) اور لوگوں کے اور آدمی خود اس بات کو اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ بعض اوقات اس کا یقین، اخلاص اور توکل بہت بڑا اور مضبوط ہوتا ہے بخلاف بعض دوسرے اوقات کے اور یہ قول سفیان ثوری، مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اوزاعی، ابن جریج، معمر رحمہم اللہ اجمعین اور ان کے سوا اور ائمہ سے منقول ہے اور صحیح سند کے ساتھ امام بخاری سے منقول ہے کہ امام موصوف نے فرمایا میں نے شہروں کے ہزار سے بھی زیادہ علماء سے ملاقات کی اور ہم نے ان میں سے کسی کو بھی اس سلسلہ میں اختلاف کرتے نہیں دیکھا (یعنی تمام علماء یہی عقیدہ رکھتے ہیں) کہ الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ۔ ”یعنی ایمان اقرار ہے اور عمل ہے زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔“ اور جماعت صحابہ اور تابعین سے بھی یہی منقول ہے اور فضیل بن عیاض اور کعب اس کو

اہل سنت والجماعت سے لائے ہیں اور اسی طرح فتح الباری میں لکھا ہے، انتھی۔

شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں لکھا ہے :

الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ عَلَى قَوْلِ أَهْلِ الشَّيْخَةِ
مِنْ السَّلَفِ وَالْخَلْفِ۔^(۱)
اہل سنت اور (علماء) سلف اور خلف کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایمان زیادہ
بھی ہوتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے انتھی۔

ایمان کے بارے میں مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

اب وہ احادیث سنئے جنہیں احناف اس ضمن میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایمان نہ تو زیادہ
ہوتا ہے اور نہ کم۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ تنزیہ الشریعہ میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثقیف کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ
ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: لَا زِيَادَتُهُ كُفْرٌ وَنَقْصَانُهُ شِرْكٌ ”نہیں زیادتی ٹھہرانا اس کا کفر ہے اور نقصان
ٹھہرانا اس کا شرک ہے۔“

اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث موضوع ہے۔ شیخ عبدالحق نے کہا ہے کہ ابن جوزی
جواب: اس حدیث کو اپنی موضوعات میں لائے ہیں۔^(۲)

راقم کتا ہے کہ سیوطی نے بھی اس کا تعاقب نہیں کیا اگر یہ حدیث صحیح ہونے کے علاوہ ضعیف ہی ہوتی تو جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
اسے تعقیبات موضوعات ابن جوزی میں ضرور لے آتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث بغیر کسی اشتباہ کے موضوع ہے۔
ملا علی قاری حنفی نے شرح فقہ اکبر^(۳) میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں شعبہ راوی ایسا وضع ہے کہ اگر اس
کوئی شخص دو پیسے دے دیتا تو اس کو ستر احادیث بنا کر سنا دیتا۔
(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ صاحب تنزیہ الشریعہ ابن عدی سے کمال میں لایا ہے: الْإِيمَانُ لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ۔ ”یعنی ایمان نہ کم
ہے اور نہ زیادہ۔“

یہ بھی موضوع ہے۔ اس کے ساتھ بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ شیخ نے شرح سفر السعادت میں
جواب: لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں احمد بن عبد اللہ جوہاری ہے اور وہ کذاب اور دجال ہے جو بہت
احادیث وضع کیا کرتا تھا۔^(۴)

(حدیث نمبر ۳)۔۔۔ صاحب تنزیہ الشریعہ ابن حبان کی حدیث سے لایا ہے کہ جو کوئی کہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ
بھی ہوتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے نہ زکوٰۃ نہ روزہ اور نہ حج اور نہ ہی اس کا دین ہے۔^(۵)

یہ بھی موضوع حدیث ہے اور حجت پکڑنے کے لائق نہیں۔ اس لیے کہ شیخ نے شرح سفر السعادت میں
جواب: ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایک شخص محمد بن القاسم طابکانی ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نیز شیخ نے

(۳) شرح فقہ اکبر ص ۱۳۶ مطبوعہ مصطفیٰ الباہی الصمدی

(۱) تکملہ مجمع البحار۔

(۵) شرح سفر السعادت۔

(۲) شرح سفر السعادت۔

(۴) شرح سفر السعادت۔

مسئلہ نمبر ۲

بچے کے پیشاب سے پاک ہونے کے حکم میں

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مسئلہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ احادیث کے مخالف ہے، یہ ہے جو عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے :
 بَوَّلَ الصَّبِيِّ الَّذِي لَمْ يَنْظَعَمْ فَكَذَلِكَ عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ الْعِلْمِ قَاطِبَةً ^(۱) ”یعنی پیشاب اس لڑکے کا کہ جو ابھی تک کھانا نہیں
 کھاتا پس حکم اس کا بھی یہی ہے تمام اہل علم کے نزدیک“ (یعنی جس طرح سے کہ بڑے آدمی کا پیشاب نجس ہے، اسی طرح
 سے جو لڑکا کہ هنوز طعام نہیں کھاتا اس کا پیشاب بھی نجس ہی ہے) یہی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، جبکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس
 مسئلے میں حسب ذیل پانچ احادیث کے خلاف رائے دی ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

وہ اپنا چھوٹا بیٹا جو ابھی روٹی نہ کھاتا تھا رسول اکرم ﷺ کے پاس لائی اور اسے رسول اکرم ﷺ کی گود میں بٹھادیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوایا اور اسے (کپڑوں پر) چھڑک دیا لیکن دھویا نہیں۔

(حدیث نمبر ۲) — مسند امام احمد، سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں لبلبہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

انہوں نے کہا حسین بن علی رضی اللہ عنہما رسول اکرم ﷺ کی گود میں تھا اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ لہٰذا رضی اللہ عنہما کہتی ہیں میں نے عرض کیا آپ دوسرے کپڑے پہن لیں اور اپنا تہم مجھے دیں تاکہ میں اسے دھو ڈالوں۔ آپ نے فرمایا لڑکی کے پیشاب سے کپڑوں کو دھویا جاتا ہے۔ لڑکا پیشاب کر دے تو چھینٹا رہتا ہی کلن ہوتا ہے۔

فائدہ: امام شوکانی (۳) نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزمیہ اور ابن حبان حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(حدیث نمبر ۳) — ابو داؤد اور نسائی میں ابی السّمح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یُغَسَّلُ مِنْ بَوْلٍ

(۱) ہدایہ نو لکشور جلد اول و شرح سفر السعادت۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب بول الصبیان ج-۱ ص-۲۲۱، حدیث-۲۲۳ و صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب حکم بول

الطفل الرضيع ج- ٣، ص- ١٨٦، حديث- ٢٦٥، ومشكوة كتاب الطهارة باب تطهير النجاسات ج- ١، ص- ١٥٣، حديث- ٣٩٤ (صحيح)

(٣) صحيح سنن أبي داود، كتاب الطهارة باب بول الصبي يصيب الثوب ج-١، ص-١١١، حديث ٣٢٥ (صحيح) ومشكوة باب تطهير

النجاسات ج- ١، ص- ١٥٥، حديث- ٥٠١ (صحيح)

(۴) نیل الاوطار ج-۱، ص-۵۸

الْحَجَارَةِ وَيُرْسُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ^(۱) یعنی لڑکی کے پیشاب کرنے سے (کپڑا) دھویا جائے اور لڑکے کا پیشاب ہو تو چھینے دے دینا ہی کافی ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔
(حدیث نمبر ۴) — صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِي بِالْصَّبْيَانِ فَيَبْرِكُ عَلَيْهِمْ وَيَحْكِيهِمْ فَأَتَتْهُ بِصَبِيٍّ قَبَالٍ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ^(۲) رسول اکرم ﷺ کے پاس نو مولود بچے لائے جاتے آپ انہیں برکت کی دعا دیتے اور چبا کر کھجور وغیرہ کھلاتے ایسا ہی ایک بچہ لایا گیا اس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور پیشاب پر گرا دیا لیکن اسے دھویا نہیں۔
(حدیث نمبر ۵) — طبرانی نے اوسط میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بلا حسن روایت کی ہے :

قَالَتْ بَالُ الْحُسَيْنِ أَوْ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى بَظَنِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَرَكَهُ حَتَّى قَضَى بَوْلَهُ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ^(۳) ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ کے پیٹ پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے پورا پیشاب کر لینے دیا پھر پانی منگوایا اور اس پر ڈال دیا۔

یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو لڑکا کہ ابھی تک طعام نہیں کھاتا اس کا پیشاب امام شافعی کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے اور اوزاعی کے نزدیک جب تک کہ لڑکا کھانا نہیں کھاتا تب تک اس کے پیشاب کا کچھ ڈر نہیں (یعنی اگر کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو کپڑا پلید نہیں ہوتا) اور یہی قول عبد اللہ بن وہب امام مالک کے شاگرد کا ہے اور داؤد ظاہری کے نزدیک بھی جو لڑکا کہ ابھی تک کھانا نہیں کھاتا اس کا پیشاب پاک ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے پانی چھڑکنا اس وقت تک ہے جب تک کہ لڑکا صرف دودھ پیتا ہو۔ البتہ جب غذا کے طور پر کھانا کھانے لگ جائے اس وقت دھونا واجب ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔^(۴)

مسئلہ نمبر ۳ اونٹ کے پیشاب کو بغرض علاج پینا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَحِلُّ شُرْبُهُ لِلتَّادِيَةِ لِأَنَّهُ لَا يَتَقَيَّنُ بِالشِّفَاءِ فِيهِ فَلَا يُعَوِّضُ عَنِ الْحَزْمَةِ^(۵) امام ابو حنیفہ کے نزدیک اونٹ کا پیشاب بغرض علاج پینا حلال نہیں کیونکہ اس سے شفا یاب ہونے کا یقین نہیں کیا جاتا پس حرام ہونے کی وجہ سے اسے نہ پیا جائے۔

(۱) صحیح سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ باب بول الصبی یصبی الثوب ج-۱، ص-۱۱۱، حدیث-۳۷۶ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب

الطہارۃ باب ازالة النجاسة ص-۱۹، حدیث-۲۶

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ باب حکم بول الطفل الرضيع ج-۳، ص-۱۸۳، حدیث-۲۱۰

(۳) نیل الاوطار ج-۱، ص-۵۹

(۴) شرح صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب حکم بول الطفل الرضيع ج-۳، ص-۱۸۶، شرح حدیث ۲۱۰-۲۱۵

(۵) ہدایہ کتاب الطہارات فصل فی البیر ج-۱، ص-۳۲ ودر المختار۔

قَدِمَ أَنَسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ غَوَيْتَهُ فَاجْتَوَا
 الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ بِإِلْقَاحِ وَأَنْ
 يَسْرِقُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَبْنَائِهَا۔^(۱)

عُکْل یا عینہ سے لوگ (رسول اکرم ﷺ کے پاس) آئے انہیں مدینہ
 کی آب و ہوا سازگار نہ آئی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ
 صدقہ کے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کا دودھ (بطور خوراک) اور

فائدہ: شوکانی نے نیل الاوطار ص- ۶۱ میں کہا کہ احمد بن حنبل اور اسحاق بن ابراہیم نے فرمایا کہ اس باب میں براء بن عازب اور جابر بن سمہ کی صحیح حدیث (بھی) وارد ہوئی ہے اور یہی مذہب عترت اور نفعی، اوزاعی، زہری، امام مالک، امام احمد، محمد، زفر اور طاہفہ سلف کا ہے اور شافعیہ میں سے ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن حبان، اصبط خورے اور ردیانی نے ان کی موافقت کی ہے اور اونٹوں کے پیشاب کا پاک ہونا نص سے ثابت ہے لیکن سوائے اونٹوں کے پیشاب کے جن جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب پاک ہونے میں انہیں احادیث پر ان کے قائلین نے قیاس کیا ہے، انتھی۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہی قول اکثر ثل علم کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، ان کا پیشاب (بطور علاج) استعمال کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَسُوْرُ الْکَلْبِ نَجَسٌ وَيُغْسَلُ الْإِنَاءُ مِنْ وَلُوْعِهِ ثَلَاثًا** ^(۲) ”اور کتے کا جوٹھا پلید ہے اور کتے کے جوٹھے کا برتن تین بار دھوا جائے“ ☆

یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے مگر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف رائے دی ہے۔
(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور موطا امام مالک میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي اِنَاءٍ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ
سَبْعَ مَرَّاتٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ طَهَّرُوا اِنَاءَ
اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ

جب تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال کر کتا پانی پی لے تو اسے
چاہیے کہ سات مرتبہ برتن دھوئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے
آپ نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کا پاک ہونا جب اس میں کتا

(١) صحيح بخارى، كتاب الوضوء باب ايوال الابل والذئاب والغنم والمرايض ج-١ ص-٣٨٥ حديث-٢٢٣ ونيل الاوطار كتاب الطهارة باب الرخصة في بول ما يوكل لحمه ج-١ ص-٦٠

(۳) هدايه جلد اول، كتاب الطهارة فصل في الاسارج-ا، ص-۳۲ وهدايه مع فتح القدير جلد-ا، ص-۹۳

☆ حدیث میں کتے کے جوٹھے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے مگر حنفی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی نافرمانی کرتے ہیں۔ حالانکہ ممتاز حنفی عالم علامہ عبدالحی کھٹکوی العالیہ میں رقمطراز ہیں: "ولعل المنصف الغیر المتعسف یعلم الخ" "حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے والا انصاف پسند اس بحث کو دیکھنے کے بعد تین بار دھونے والوں کے کلام کی کمزوری اور سات یا آٹھ دفعہ دھونے والے کے قول کی قوت معلوم کرے گا۔"

مَرَاتٍ أُولَٰهُنَّ بِالتَّرَابِ۔^(۱) منہ ڈال چکا ہو۔ منحصر ہے اس بات پر کہ اسے سات مرتبہ دھوئے اور پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کرے۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ صحیح مسلم میں مغفل رحمہ اللہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَغْسِلُوهُ سَبْعَ جَبَرْتَن مِثْلِ كِتْمَانٍ دَالَةٍ تَوَسَّطَ اس كُوسَات بَار دُھو ڈالو اور آٹھویں بار مَرَاتٍ وَعَقَرُوهُ الثَّامِنَةَ فِي التَّرَابِ۔^(۲) (خشک) مٹی سے دھوؤ۔

نودی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ ہمارا یعنی شافعیہ کا اور جمہور علما کا مذہب یہی ہے کہ کتے کا جو ٹھاکا ہوا برتن ایک بار مٹی سے اور سات بار پانی سے اگر دھویا جائے تو پاک ہوتا ہے، انتہی۔
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کتے کا جو ٹھاکا برتن تین بار دھونے سے ہی جو پاک ہو جاتا ہے تو اس کی دلیل اس باب میں دو احادیث ہیں۔

پہلی حدیث دار قطنی (فتح القدیر) میں ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ برتن میں منہ ڈالے تو اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھویا جائے۔

جواب: اس کا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اسماعیل سے اسی حدیث کے روایت کرنے میں عبد الوہاب منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ اسماعیل سے ہی اس استاد کے ساتھ عبد الوہاب کے علاوہ (دوسرے راوی) سات بار دھونا روایت کرتے ہیں۔

دوم دار قطنی کہ جس کی یہ حدیث ہے طبقہ ثالثہ کی کتب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتب کی حدیث جو حدیث صحیح کے مخالف ہو ہرگز قتل اعتبار اور لائق استدلال نہیں ہوتی۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ عجلہ ثانیہ میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) اور تیسرے طبقہ میں وہ احادیث آئی ہیں جنہیں ان علماء نے روایت کیا ہے بلحاظ زمانہ بخاری و مسلم سے متقدم تھے یا ان کے ہم عصر یا ان سے بعد آنے والے تھے۔ تو ان علماء نے صحت کا التزام نہیں کیا اور ان کی کتابیں شرت و قبول میں پہلے یا دوسرے طبقے کی کتب حدیث کے مرتبہ تک نہیں پہنچیں۔ اگرچہ ان کتابوں کے مصنفین علوم حدیث میں تبحر و ثوق، عدالت اور ضبط کی صفات سے متصف تھے اور ان کتابوں میں صحیح، حسن اور ضعیف بلکہ وضع کی تہمت سے متہم احادیث تک پائی جاتی ہیں اور ان کتابوں کے جو راوی ہیں ان میں سے بعض علول ہیں۔ بعض مستور اور بعض مجہول ہیں اور ان کتابوں کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، انتہی۔

دوسری حدیث دار قطنی (فتح القدیر) نے عطا سے سند صحیح کے ساتھ ابو ہریرہ رحمہ اللہ کے بارے میں روایت کی ہے کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو اس پر پانی بہا دیتے تھے اور پھر اسے تین بار دھو دیتے تھے۔

جواب: اس کا چار طرح پر ہے۔

(۱) مسلم، کتاب الطہارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج-۳، ص-۱۷۳، حدیث-۲۳۹، مشکوٰۃ باب تطہیر النجاسات ومسمن ابی داؤد

کتاب الطہارۃ باب الوضوء بسور الکلب ج-۱، ص-۳۰، حدیث-۷۱ (صحیح)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج-۳، ص-۱۷۶، حدیث-۲۵۱

اول: یہ کہ یہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور روایت موقوف حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہوتی۔ چنانچہ شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں لکھا ہے :

وَالْمَوْقُوفُ مَا زَوَى عَنِ الصَّحَابِيِّ مِنْ قَوْلٍ أَوْ
فِعْلٍ مُتَّصِلٍ أَوْ مُنْقَطِعٍ وَهُوَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ
جاء ترمذی کے مقدمہ میں لکھا ہے :

مَا زَوَى عَنِ الصَّحَابِيِّ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ مُتَّصِلًا
كَانَ أَوْ مُنْقَطِعًا وَهُوَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عَلَى الْأَصَحِّ
امام نووی نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں کہا ہے :

فِيهِ قَوْلَانِ لِلشَّافِعِيِّ وَهُمَا مَشْهُورَانِ
أَصَحُّهُمَا الْجَدِيدُ أَنَّهُ لَيْسَ بِحُجَّةٍ^(۱)
اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں اور وہ دونوں مشہور ہیں۔ صحیح جدید قول یہ ہے کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں۔

اسی طرح شیخ ابوالفیض محمد بن علی فارسی نے جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول میں اور سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے ہدایت السائل ابی اولادہ السائل اور منہج الوصول ابی اصطلاح احادیث الرسول اور حصول المامول من علم الاصول میں لکھا ہے۔ ہدایت السائل ابی اولادہ السائل میں لکھا ہے کہ امام محمد بن علی الشوکلانی الیمانی نے قول کا حجت نہ ہونا جمہور علماء کی طرف منسوب کیا ہے اور قائلین حجت قول صحابی کے جواب میں کہا ہے اگرچہ صحابی کی بزرگی و فضیلت علم و دین میں مسلم ہے لیکن اس سے ان کی اتباع کا وجوب لازم نہیں آتا اور نہ اللہ تعالیٰ نے کہیں اس بات کا اذن دیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث اصحابی کا نجوم جس سے قائلین حجت تمسک کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا ہے :

فَاعْرِفْ هَذَا وَاحْرِصْ عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ
إِلَيْكَ وَالِي سَائِرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ رَسُولًا إِلَّا مُحَمَّدًا
وَلَمْ يَأْمُرْكَ بِاتِّبَاعِ غَيْرِهِ وَلَا شَرَعَ لَكَ
عَلَى لِسَانِ سِوَاهُ مِنْ أُمَّةٍ حَرْفًا وَاجِدًا وَلَا
جَعَلَ شَيْئًا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْكَ فِي قَوْلٍ غَيْرِ
كَاتِمًا مَنْ كَانَ۔
پس تو یہ بات جان لے اور اس کا شدید خواہشمند رہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری طرف اور اس تمام امت کی طرف محمد ﷺ کے سوا کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجا اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی اتباع کا تجھے حکم دیا ہے اور نہ امت میں سے ان کے علاوہ کسی اور کی زبان سے کوئی ایک حرف بھی بطور شریعت مقرر کیا ہے اور نہ کسی غیر کے قول میں چاہے وہ کوئی بھی ہو کسی چیز کو تیرے لیے از قسم حجت قرار دیا ہے۔

شلہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجة الله البالغة^(۲) میں امام شافعی رحمہ اللہ سے بحوالہ ان کی کتب ام کے نقل کیا ہے کہ جب ان کے زمانہ میں آثار صحابہ جمع ہوئے اور ان کو وہ احادیث صحیحہ کے مخالف نظر آئے اور ساتھ ہی انہوں نے سلف کی یہ چال دیکھی کہ جملہ وہ کسی کا قول حدیث کے خلاف پاتے ہیں تو اس کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کر لیتے ہیں تو انہوں نے اقوال صحابہ ترک کر دیئے اور کہا کہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی۔

(۱) مقدمہ صحیح مسلم فصل فی الاحتجاج بالموقوف ج-۱ ص-۱۵۰

(۲) حجة الله البالغة جلد اول باب اسباب اختلاف مذاهب الفقہاء ج-۱ ص-۱۳۷

ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق میں لکھا ہے کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ جس کسی کو کوئی حدیث پہنچے اس پر واجب ہے کہ اس کو عام سمجھ کر عمل میں لائے جب تک کہ اس کی تخصیص یا شیخ معلوم نہ ہو، انتہی۔ اور فرمایا ہے کہ صحابی پر حدیث صحیح سے جھٹ ہو سکتی ہے تو ان کے بعد کے لوگوں پر کیوں نہیں۔ پس جب کسی کا قول مخالف حدیث معلوم ہو تو کہیں کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی، انتہی۔

پس معلوم ہوا کہ جو لوگ صریح صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے صحابہ کے قول یا فعل سے جو مخالف حدیث ہو جھٹ پکڑتے ہیں اور حدیث پر نہیں چلتے شاید ان کے دلوں میں یہ بات جبی ہوئی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے پیروں تھے اور باوجود صحبت و مشاہدہ وحی و نبوت، حدیث کا خلاف کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ایسے برے عقیدے سے بچائے۔

دوم: جب سنن اربعہ کی حدیث مرفوعہ جو اگرچہ صحیح ہو، تنہا بخاری کی حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو پھر اثر صحابی ایسی حدیث کا مقابلہ کیوں کر کر سکتا ہے جس پر بخاری اور مسلم دونوں نے اتفاق کیا ہو۔ ایسا اثر جھٹ کے قابل نہیں ہو سکتا۔

سوم: یہ روایت مخالف ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث صحیح اور مرفوعہ کے جو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور موطا امام مالک کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی ہے۔

چہارم: یہ روایت بھی دارقطنی کی ہے اور دارقطنی طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایت جو حدیث صحیح کے مخالف ہو ہرگز لائق اعتبار اور جھٹ پکڑنے کے قابل نہیں ہو سکتی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

تیسری حدیث جسے ابن عدی نے ”کامل“ میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔

جواب: اس حدیث کا دو طرح ہے۔

اول: یہ کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر (تقریب التہذیب) میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں حسین بن علی کراہیسی ایک شخص ہے اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ حسین بن علی بن یزید کراہیسی میں امام احمد بن حنبل نے کلام کیا ہے۔

دوم: کتاب کامل کہ جس کی یہ حدیث ہے، طبقہ رابعہ کی کتاب ہے اور طبقہ رابعہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے مخالف ہو ہرگز قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہوتی اور اس کا بیان مسئلہ نمبر ۶۰ میں آگے آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۵ شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِذَا تَخَلَّلَتِ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ صَارَتْ خَلًّا بِنَفْسِهَا أَوْ بِشَيْءٍ يُفْلَحُ فِيْهَا۔^(۱) ”اور جب شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے خواہ خود بخود سرکہ بن جائے خواہ اس میں کوئی چیز ڈالنے سے چیز سرکہ بن جائے“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد امام ابویوسف اور محمد کا ہے۔ جبکہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں نے اس مسئلے میں مسلم شریف اور ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اختلاف کیا ہے:

(۱) ہدایہ کتاب الاشربة ج-۳ ص-۳۹۹ و شرح البدایہ جلد-۳ ص-۳۹۱ و بہشتی زیور حصہ سوم ص-۲۱

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُبِّلَ عَنِ الْخَمْرِ يَتَّخِذُ خَلًّا فَقَالَ لَا وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ بِنَالِيَا گیا ہو (آیا وہ سرکہ حلال ہے یا نہیں) تو آپ نے فرمایا حلال نہیں۔
صحیح۔^(۱) ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث امام شافعی اور جمہور علماء کی اس بات پر دلیل ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں اور شراب سرکہ بنا کر پاک نہیں ہو جاتی اور امام مالک سے بھی صحیح روایت یہی آئی ہے کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک نہیں ہوتی اور اوزاعی اور لیث اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے۔
امام نووی نے شرح صحیح مسلم^(۲) میں اسی طرح لکھا ہے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حلال ہے تو اس کی دلیل میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد یہ تین احادیث پیش کرتے ہیں۔

مقلدین کے دلائل اور ان کا جواب

پہلی حدیث دارقطنی^(۳) نے روایت کی ہے اپنی سنن میں فرح بن فضالہ سے اس نے روایت کی یحییٰ بن سعید سے اس نے عمرو سے اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ام سلمہ کی ایک بکری تھی جس کا وہ دودھ دوہتی تھیں۔ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پلایا اور فرمایا کہ وہ بکری کھل گئی؟ انہوں نے جواب دیا ”مر گئی۔“ اس پر آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کی کھل سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ہم نے عرض کی وہ تو مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا کھل کو دباغت دینا اسے حلال کرنا ہے۔ جس طرح شراب کا سرکہ حلال ہوتا ہے۔

یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دارقطنی نے کہا فرح بن فضالہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے (کیونکہ وہ) ایسی احادیث یحییٰ بن سعید انصاری سے روایت کرتا ہے کہ جن پر متابعت نہیں کی جاتی۔

دوسری حدیث بیہقی^(۴) نے اپنی کتب معرفت میں مغیرہ بن زیاد سے اس نے روایت کی ابی الزہیر سے اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا: خَيْرُ خَلِكُمْ خَلٌّ خَمْرُكُمْ۔ ”یعنی تمہارا بہتر سرکہ شراب کا سرکہ ہے۔“

اس کا دو طرح پر ہے۔ اول یہ کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور قابل احتجاج نہیں کیونکہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت کرنے میں مغیرہ بن زیاد منفرد ہے اور وہ قوی نہیں۔ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں مغیرہ بن زیاد صاحب مناکیر ہے۔ دوم یہ کہ کتاب معرفت طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث بمقابلہ حدیث صحیح محفوظ قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہوتی اور اس

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشربة باب تحريم تخليل الخمر ج- ۱۳ ص- ۱۵۱ ومشکوۃ کتاب الحلوذ باب بیان الخمر ج- ۲ ص- ۱۰۸۱
حدیث- ۳۶۱۲ (صحیح)

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاشربة باب تحريم تخليل الخمر ج- ۱۳ ص- ۱۵۱ شرح حدیث- ۱۵۱۱

(۳) عینی شرح ہدایہ۔

(۴) عینی شرح ہدایہ۔

کا بیان مسئلہ چارم میں اوپر گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

تیسری حدیث ہدایہ میں ہے: نِعْمَ الْأَذَامُ الْخَلُّ "یعنی سرکہ اچھا ساکن ہے۔"

اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے سرکہ شراب کے جائز ہونے کی سند پکڑنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس جواب: حدیث میں تو شراب کے سرکہ بنانے کا ذکر تک بھی نہیں۔ دیکھ لیجئے نِعْمَ الْأَذَامُ الْخَلُّ یہ پوری حدیث جو

کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأَذَمَ فَقَالُوا مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ قَدَعًا بِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ بِهِ وَيَقُولُ نِعْمَ الْأَذَمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْأَذَمُ الْخَلُّ (۱)

نبی ﷺ نے اپنے گھر والوں سے ساکن مانگا تو انہوں نے جواب دیا کہ سرکہ کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے وہی منگوا لیا اور اسے کھانا شروع کر دیا۔ آپ کھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے سرکہ کتنا اچھا ساکن ہے، سرکہ کتنا اچھا ساکن ہے۔

اس حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ سرکہ بہت اچھی چیز اور بہت اچھا ساکن ہے اور اس کا کھانا سنت ہے سو اس سے کسی مسلمان کو بھی انکار نہیں۔ انکار تو اس سرکہ سے ہے جو کہ شراب سے بنایا گیا ہو اور وہی نجس اور حرام ہے۔ سو بجز حضرات حنفیہ کے اور کوئی اہل اسلام خواہ کسی مذہب والا ہو، کیسا ہی سیدھا سادھا ہو، یہ بات ہرگز نہیں کہے گا کہ اس حدیث سے شراب کا سرکہ بنانا جائز ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶ تیمم کے لیے دو ضربیں ضروری ہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالتَّيْمُمُ ضَرْبَتَانِ (۲) "اور تیمم میں دو ضربیں ہیں" اور یہ مذہب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ علماء کا ہے۔ ☆

پس ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ:

بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي حَاجَةٍ فَاجْتَنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَعْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَعُ الدَّابَّةُ ثُمَّ آتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدِكَ هَكَذَا

(۱) صحیح مسلم کتاب الاطعمه باب فضيلة الخل ج-۱۳ ص-۲۲۵ حدیث-۵۳۲۰

(۲) ہدایہ کتاب الطہارات باب التیمم ج-۱ ص-۵۰

☆ احناف کے نزدیک تیمم میں دو ضربیں مروی ہیں جبکہ امام مالک کے نزدیک ایک ضرب بھی صحیح ہے۔ چنانچہ امام عبدالبر کہتے ہیں: وقال مالک ان مسح وجهه ويديه مضربة واحدة بالغ "امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک ضرب سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا جائے تو کافی ہے اور اگر نصف ہاتھوں کا مسح کر لے تب بھی کفایت کرتا ہے۔ (التمهيد لمالكي في الموطا من المعاني والاستايد ج-۸ ص-۲۸۷)

ثُمَّ صَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ صَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهَرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ وَالْفُظَّ لِمُسْلِمٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَصَرَبَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ^(۱)۔
پھونک ماری اور پھر ان سے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ تیمم میں منہ اور ہتھیلیوں کے لیے ایک ہی ضرب ہے اور یہی عطا، مکحول، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، صادق اور امامیہ کا مذہب ہے اور (ابن حجر نے) فتح الباری میں کہا کہ اس بارے میں ابن المنذر نے جمہور علماء کا مذہب نقل کیا ہے اور ابن المنذر نے اسی بات کو اختیار کیا ہے اور یہی قول عامہ اہل حدیث کا بھی ہے، انتہی۔

امام نووی (۳) نے کہا ہے کہ عطا اور مکحول اور اوزاعی اور امام احمد اور اسحاق اور ابن المنذر اور علامہ اصحاب حدیث کا یہی مذہب ہے کہ تیمم میں منہ اور ہتھیلیوں کے لیے ایک ہی ضرب ہے اور علی بن ابی طالب اور حسن بصری اور شعبی اور سالم بن عبد اللہ بن عمر اور سفیان ثوری اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ اور اصحاب الراوی وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے لیے دو ضربیں ہیں، انتہی۔

امام شوکانی نے نیل الاوطار (۴) میں کہا کہ ہادی اور ناصر اور موید باللہ اور ابوطالب اور امام یحییٰ اور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے لیے دو ضربیں واجب ہیں اور دلیل ان کی اس باب میں یہ آٹھ احادیث ہیں۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔۔۔ دار قطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب منہ کے لیے اور ایک ہاتھوں کے لیے کنبیوں تک اور اماموں نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے^(۵)۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے لہذا یہ حجت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو حاکم اور بیہقی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں ایک راوی علی بن ظبیان ہے۔ بقول دار قطنی اس کا یحییٰ القطان وغیرہ نے اعتبار کیا ہے لیکن مصنف بلوغ المرام یعنی حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے ضعیف کہا ہے۔ نیز یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے اور ان سب میں کلام ہے۔

یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے کہا کہ علی بن ظبیان راوی کچھ نہیں اور نسائی اور ابوحاتم نے بھی اسی کے مثل کہا اور ابوزرعہ نے کہا کہ یہ حدیث (یعنی جس میں علی بن ظبیان راوی ہے) وہی ہے اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ علی

(۱) صحیح بخاری، کتاب التیمم باب التیمم ضربۃ ج-۱، ص-۳۵۵، حدیث-۳۳۷، وصحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب التیمم ج-۲، ص-۲۸۲، حدیث-۸۱۶، وبلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب التیمم ج-۱، ص-۳۳، حدیث-۱۲۷، ومشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب التیمم ج-۱، ص-۱۶۳، حدیث-۵۲۸

(۲) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱، ص-۲۸۶

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب التیمم ج-۱، ص-۲۷۹، شرح حدیث-۸۱۲-۸۱۱

(۴) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفۃ التیمم ج-۱، ص-۲۸۶

(۵) بلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب التیمم ج-۱، ص-۳۳، حدیث-۱۲۸

ابن ظبیر ابن ہلال کوئی قاضی بغداد ضعیف ہے اور روایت کے نویں طبقے میں سے ہے، انتہی۔
 امام شوکانی رحمہ اللہ (۱) نے کہا ہے کہ اس کو یحیی القطان اور شیم وغیرہ نے معتبر جانا ہے۔ حافظ (یعنی ابن حجر) نے کہا ہے کہ وہ (یعنی علی بن ظبیر) ضعیف ہے۔ اور اس کو قطان ابن معین اور بہت سے لوگوں نے بھی ضعیف کہا ہے۔
 (حدیث نمبر ۲) — دارقطنی (فتح القدیر) اور حاکم نے روایت کی ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیمم میں ایک ضرب ہے منہ کے لیے اور دوسرا کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

جواب: اس کا دو طرح پر ہے۔

اول: امام شوکانی رحمہ اللہ (۲) نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی تو معتبر ہیں لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث (مرفوع نہیں ہے بلکہ موقوف ہے) (یعنی جابر کا قول ہے) اور حدیث موقوف حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہوتی جیسا کہ اس کا بیان اس کتاب کے مسئلہ نمبر ۵ میں پہلے گزر چکا ہے۔

دوم: امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ ابن دقیق العید نے کہا کہ اس حدیث میں کسی نے کلام نہیں کیا لیکن یہ روایت شاذ ہے، انتہی۔ شاذ وہ روایت ہوتی ہے جو کوئی ثقہ اور معتبر لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے اور اس کے مقابل روایت محفوظ کہلاتی ہے۔

(حدیث نمبر ۳) — دارقطنی (۳) اور حاکم نے روایت کیا ہے سالم سے اور اس نے اپنے باپ سے نقل کی، اس نے کہا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمم کیا چنانچہ ہم نے دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارا پھر اپنے ہاتھوں کو جھاڑا۔ بعد ازاں اس سے ہم نے اپنے منہ کا مسح کیا پھر ہم نے دوسری بار (ہاتھوں کو پاک مٹی پر) مارا اور ان سے کہنیوں سے ہتھیلیوں تک کا مسح کیا ان کے ظاہر اور باطن پر جمل بل جتے ہیں۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی اس لیے کہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک سلیمان بن ابی داؤد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(حدیث نمبر ۴) — طبرانی (۴) اور دارقطنی نے اسلح بن شریک سے روایت کیا ہے، اس نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کر کے دکھلایا، اس کی صورت یہ تھی ایک بار (مٹی پر ہاتھوں کو) منہ کے لیے مارنا اور دوسری بار کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے مارنا۔

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس سے بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ (۵) نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی ربیع بن بدر ہے اور وہ ضعیف ہے اور عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے محلی میں کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(حدیث نمبر ۵) — ہزار (۶) نے اپنی مسند میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیمم دو بار ہاتھ مارنا ہے۔ ایک بار منہ کے لیے اور ایک بار کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔

(۲) عینی شرح ہدایہ۔

(۱) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۱

(۵) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۱

(۲) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۱

(۶) عینی شرح ہدایہ۔

(۳) عینی شرح ہدایہ۔

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں حریش بن حریث ہے نیز ابو حاتم نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔

(حدیث نمبر ۶) — طبرانی (۲) نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا، آپ نے فریلا تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب منہ کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے کنٹیوں تک۔

جواب: یہ بھی ضعیف ہے، اس کے ساتھ بھی حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۳) نے کہا ہے کہ حافظ (یعنی ابن حجر نے) کہا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔

(حدیث نمبر ۷) — ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص ایک گلی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاخانے یا پیشاب سے فارغ ہو کر نکلے تھے۔ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہ دیا، یہاں تک کہ وہ شخص قریب ہوا کہ کسی گلی میں چھپ جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مارے اور ان سے اپنے منہ کا مسح کیا، اس شخص کو سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بے وضو ہونے کی وجہ سے میں نے سلام کا جواب نہ دیا تھا۔

جواب: یہ حدیث بھی ضعیف ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔ اس لیے کہ زر قانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ ابوداؤد کی حدیث قوی نہیں ہے اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۴) نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مدار محمد بن ثابت پر ہے اور اس کو ابن معین، ابو حاتم، بخاری اور احمد نے ضعیف کہا ہے اور ابوداؤد نے کہا کہ محمد بن ثابت اس قصے میں متابعت نہیں کیا جائے گا اور تیمم میں جس قدر احادیث دو ضرب کی آئی ہیں، ان سب میں مقال ہے (یعنی ان میں سے صحیح ایک بھی نہیں ہے) اور حق یہی ہے کہ تیمم میں ایک ہی ضرب کی احادیث صحیح ہیں جو کہ صحیحین میں ہیں۔

(حدیث نمبر ۸) — روایت کیا ہے طبرانی (۵) نے اوسط میں بھی اور کبیر میں بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فریلا کفایت کرتا ہے تجھ کو (تیمم میں) ایک ضرب منہ کے لیے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لیے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے، اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۶) نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ہے اور وہ ضعیف ہے اور نیز امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۷) نے کہا کہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اکثر آثار مرفوعہ جو کہ عمار رضی اللہ عنہ سے آئے ہیں ان سب سے تیمم میں ایک ہی ضرب ثابت ہے اور دو ضرب کی جو احادیث روایت کی گئی ہیں وہ سب مضطرب ہیں۔

مسئلہ نمبر ۷ پگڑی پر مسح کرنے کے بیان میں

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مسئلہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث صحیحہ کے مخالف ہے، یہ ہے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے :

(۵) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۷

(۱) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۷

(۶) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۱

(۲) عنی شرح ہدایہ۔

(۷) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۱

(۳) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۱

(۴) نیل الاوطار کتاب التیمم باب صفة التیمم ج-۱ ص-۲۸۷

فائدہ: (یعنی شافعیہ کے نزدیک) اس کا مسح کرنا جائز نہیں اور اس میں کسی کا خلاف نہیں اور امام مالک، امام ابو حنیفہ اور اکثر علماء رحمہم اللہ اجمعین کا یہی مذہب ہے، انتہی۔ مگر ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ اجمعین اور اکثر علماء نے اس مسئلے میں حسب ذیل احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔^(۲)

پہلی حدیث صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

عَنِ تَحْقِيقِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فِي دُخَانِهِ بِمَسْحٍ كَمَا أَهْنَىٰ بِلَاغِيهِ لَهَا وَفِيهَا
الْعَمَامَةُ وَالْخَفَيْنَ - (۳)

یعنی تحقیق نبی ﷺ نے وضو کیا پھر مسح کیا اپنی پیشانی کے بالوں پر اور
گہری پر اور موزوں پر۔

دوسری حدیث صحیح بخاری میں جعفر بن عمرو بن امیہ سے مروی ہے، اس نے نقل کی اپنے باپ سے اس نے کہا :

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسُحُ عَلَى عِمَامَتِهِ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے علمہ اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے

وَحَفِيَّةُ۔ (۴) دیکھا۔

تیسری حدیث صحیح مسلم میں بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنِ تَحْقِيقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَے مَسْحَ کیا موزوں پر اور غمار پر یعنی جو چیز
وَالْخِمَارِ۔ (۵)
سر کو ڈھانکتی ہے۔

چوتھی حدیث طبرانی^(۶) میں ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے :

مَسَّحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْخُفَيْنِ
وَالْعَمَامَةِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ تبوک میں (کسی موقع پر) موزوں پر اور پگڑی پر مسح کیا۔

یا نچویں حدیث طبرانی^(۷) میں خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْجِمَارِ۔ تحقیق نبی ﷺ موزوں پر اور پگڑی پر مسح کرتے تھے۔

فائدہ: محدث ترمذی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بہت سے اہل علم کا یہی قول ہے۔ مثلاً ابو بکر، عمر اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ اور امام اوزاعی، امام احمد اور اسحاق اس کے قائل ہیں کہ گھڑی پر مسح کیا

(١) هدايه كتاب الطهارات باب المسح على الخفين ج-١، ص-٢١ وشرح وقايه 'كنز الدقائق ورد المختار-

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الطهارة باب المسح على الناصية والعمامة ج- ۳ ص- ۱۶۳ شرح حديث- ۶۳۲

(٣) صحيح مسلم، كتاب الطهارة باب المسح على الناصية والعمامة ج- ٣، ص- ١٦٥، حديث- ٣٣٥

(۴) صحیح بخاری، کتاب الوضوء باب المسح علی الخفین ج-۱، ص-۳۰۸، حدیث-۲۰۵

(٥) صحيح مسلم، كتاب الطهارة باب المسح على الناصية والعمامة ج- ٣، ص- ١٦٦، حديث- ٣٣٦

(٢) نيل الاوطار كتاب الطهارة باب جواز المسح على العمامة جـ ١ صـ ١٨٢

(٤) نيل الاوطار كتاب الطهارة باب جواز المسح على العمامة ج ١ ص ١٨٣

جائے وکیع بن جراح نے کہا کہ اگر (وضو کرنے والا) پگڑی پر مسح کرے تو اس حدیث کے وارد ہونے کی بناء پر اسے کفایت کرے گا۔^(۱)

امام شوکانی رحمہ اللہ (۳) نے کہا کہ پگڑی پر مسح کرنے کی حدیث کو روایت کیا ہے، ابن رسلان نے ابی امامہ اور سعد بن مالک اور ابی الدرداء رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبد العزیز اور حسن اور قتادہ اور مکحول رحمہم اللہ اجمعین سے اور خلال نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اسے پاک نہیں کرتا (یعنی پگڑی پر مسح کر کے اسے پاک نہیں کرتا) اللہ تعالیٰ اسے پاک نہ کرے۔ اسے فتح الباری میں روایت کیا اور ابن خزیمہ اور ابن منذر نے بھی۔

مسئلہ نمبر ۸ آفتاب کے طلوع سے قبل ایک رکعت پانے سے نماز فجر باطل ہو جاتی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا صَلَوةَ جَنَازَةً لِمَا زُوِنَا وَلَا سَجْدَةً تِلَاوَةً لَأَنَّهَا فِي مَعْنَى الصَّلَوةِ إِلَّا عَصْرُ يَوْمِهِ عِنْدَ الْغُرُوبِ۔^(۴) ”آفتاب کے طلوع کے وقت اور غروب کے وقت اور جس وقت عین دوپہر ہو نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ جائز نہیں ہے مگر آفتاب کے غروب کے وقت فقط اس دن کی نماز عصر البتہ جائز ہے۔“

یعنی اگر کسی شخص نے بعد از ایک رکعت کے صبح کی نماز کا وقت پایا اور پھر آفتاب نکل آیا تو اس صورت میں اس کا مدہ:

کی صبح کی نماز تو باطل ہوگی لیکن اگر کسی نے بعد از ایک رکعت کے عصر کی نماز کا وقت پایا اور پھر آفتاب ڈوب گیا تو اس کی عصر کی نماز ادا ہو جائے گی۔ یہ مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے، اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَذْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ الْعَصْرَ۔^(۵)

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہی مذہب امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور تمام علماء کا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کا مسلک اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس صورت میں نماز صبح باطل ہو جاتی ہے۔^(۵)

(۱) جامع ترمذی، ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الجورین والعمامة۔

(۲) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب جواز المسح علی العمامۃ ج-۱، ص-۱۸۲۔

(۳) ہدایہ کتاب الصلوۃ باب المواقیع ج-۱، ص-۸۵، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار شرح درالمختار، فتاویٰ عالمگیری

وفتاویٰ قاضی خان۔

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة ج-۵، ص-۱۰۷، حدیث-۱۳۷۳۔

(۵) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة ج-۵، ص-۱۰۹۔

قراءت صلوٰۃ کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۹

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ مِنَ الْمُصْحَفِ فَسَدَتْ صَلَوَتُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ** ^(۱) ”اور جب امام مصحف سے دیکھ کر قراءت کرے تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔“
مگر ابو حنیفہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو صحیح بخاری میں ہے:
وَكَاثَتْ عَائِشَةُ يَوْمَئِذٍ عَبْدَهَا ذَكْوَانٌ مِنْ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان نماز میں ان کی امامت کرتا تھا اور وہ مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھتا تھا ^(۲)
فَانْدَه: اس مسئلے میں ابو حنیفہ کے شاگرد امام ابو یوسف اور محمد بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مخالف ہیں اس لیے کہ ان کے نزدیک امام کو نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں یکسر قراءت کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں ہے: **وَرَكْعَتَا الظُّهْرِ سَوَاءٌ** ^(۳) ”یعنی ظہر کی اول دو رکعتوں میں برابر کی سورتیں پڑھے“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف کا ہے۔ سو ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو صحیح بخاری اور مسلم میں ابی قلادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أحيانًا وَيَطْوِلُ الرَّكَعَةَ الْأُولَى وَيَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ^(۴)
رسول اکرم ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے اور آپ ظہر اور عصر کی ابتدائی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور دو سورتیں تلاوت فرماتے اور کبھی کبھی آپ ہمیں کوئی آیت سنا بھی دیا کرتے تھے۔ آپ پہلی رکعت کو لمبا کیا کرتے تھے اور دوسری رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ ظہر اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ پڑھنے کا بیان

ہدایہ میں لکھا ہے: **وَهُوَ مُخَيَّرٌ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مَعْنَاهُ إِنْ شَاءَ سَكَتَ وَإِنْ شَاءَ قَرَأَ وَإِنْ شَاءَ سَبَّحَ كَذَا رَوَى عَنْ أَبِي**
^(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب ما يفسد الصلاة ج-۱ ص-۱۳۷ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار شرح درالمختار فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

^(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب امامة العبد والمولى ج-۱ ص-۱۸۳ باب نمبر-۵۳

^(۳) ہدایہ کتاب الصلاة فصل فی القراءة ج-۱ ص-۱۳۰ وعینی شرح ہدایہ ص-۱۳۰ وفتح القدير وکنز الدقائق۔

^(۴) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب القراءة فی الظہر والعصر ج-۲ ص-۳۹۲ حدیث-۱۰۱۳ وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب

صفة الصلوٰۃ ص-۸۳ حدیث-۲۸۳

حَنِيفَةُ^(۱) ”ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے (امام کو) پچھلی دور کتوں میں اختیار دیا گیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ امام چاہے تو خاموش رہے اور چاہے تو کوئی سورت پڑھ لے اور چاہے تو سبحان اللہ ہی پڑھ لے، اسی طرح ابو حنیفہ سے مروی ہے۔ “☆

جبکہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں بھی بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے مختلف مسلک اختیار کیا ہے جو ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کا ذکر مسئلہ نمبر ۱۰ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ نماز میں آمین کہنے کے بیان میں

ابو حنیفہ کا یہ مسئلہ جو رسول اللہ ﷺ کی اکیس احادیث کے مخالف ہے: **يُكْرَهُ الْجَهْرُ بِالتَّسْمِيَةِ وَالتَّامِينَ**۔ ”یعنی نماز میں بسم اللہ اور آمین پکار کر کہنا مکروہ ہے۔“

جامع رموز میں لکھا ہے : فی التَّيْسِيرِ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ مِنَ الْفَاتِحَةِ وَبِأَنَّ التَّالِيَيْنِ وَخَفَاؤُهُ سُنَّةٌ فَيُكْرَهُ كَمَا فِي الْمَحِيطِ ”یعنی تیسیر میں روایت ہے مجاہد سے کہ تحقیق وہ یعنی آمین سورہ فاتحہ میں سے ہے اور یہ بھی ہے کہ آمین کہنا اور اس کا خفا کرنا سنت ہے، پس آمین کو بلند آواز سے کہنا مکروہ ہے اسی طرح سے محیط میں لکھا ہے۔“

ہدایہ میں لکھا ہے: وَيُخْفَوْنَهَا^(۳) ”یعنی امام اور مقتدی اور اکیلا آہستہ آہستہ کہیں۔“ یہ مذہب ابو حنیفہ اور امام مالک اور اہل کوفہ کا ہے پس ابو حنیفہ اور امام مالک اور اہل کوفہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ان اکیس احادیث کا۔

اویچی آواز سے آمین کہنے کے دلائل

(۱) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَجَهَرَ
 بِأَمِينٍ۔ (۳)

روایت ہے وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہ اس نے نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پس پکار کر کہی آمین۔

(۳) هدایه جامع رموز-

(١) هداية كتاب الصلاة باب النوافل ج-١، ص-١٣٨

(٣) صحيح ابوداؤد، كتاب الصلاة باب التأمين وراء الامام

(۲) فتاویٰ عالمگیری۔

ج-۱' ص-۲۶۱، حدیث-۹۳۳ (حسن صحیح)

☆ صحیح مسلم میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ غمر کی پہلی دو رکعت میں ہر رکعت میں تیس آیات کے برابر قراءت کرتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں پندرہ آیات کے برابر اور پچھلی دو رکعتوں میں اس کا احوال صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی الظهر والعصر ج ۲ ص ۳۰۰ حدیث ۴۳۵۵ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اخیر کی دونوں رکعت میں سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی کچھ پڑھنا مسنون ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا جن میں سیدنا ابو بکر صدیق بھی ہیں، یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ خواہ غمر کی نماز ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور نماز۔ ہمارے متاخرین علماء میں ابو الحسنات عبدالحی کسٹوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ التعلیق المجمعہ علی مواط محمد کے ص ۱۲۲ پر لکھتے ہیں: ”ہمارے بعض حنفی علماء پر تعجب ہے کہ انہوں نے آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور دو سری سورت پڑھنے پر مجبور نہ کیا اور جب قرآن پڑھا کہ ”کتاب المعنیۃ“ کے شرح ابراہیم طبری اور دن امیر حاج و فیوہ نے اس کی بڑی اچھی تریہ کی ہے۔ یقیناً جس نے یہ بات کہی ہے اسے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ کیونکہ اگر اسے یہ حدیث پہنچ جاتی تو ایسا نہ کہتا۔“

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَلَّى غَيْرَ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ حَتَّى يَسْمَعَ مِنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ۔^(۱)

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ جب پڑھتے غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تو کہتے آمین یہاں تک کہ پہلی صف میں جو شخص آپ کے قریب ہوتا وہ سن لیتا تھا۔

فائدہ: امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا اور اس کی اسناد حسن بتائی ہے حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق اسے صحیح کہا۔ نیز بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّأْمِينَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ غَيْرَ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ حَتَّى يُسْمِعَهَا أَهْلَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيُزَيِّجُ بِهَا الْمَسْجِدَ۔^(۲)

اور روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے کہا کہ لوگوں نے آمین کہنا ترک کر دیا اور حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب غَیْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہتے تھے تو آپ آمین کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے لوگوں کو آپ سناتے تھے (پھر تمام نمازی آمین کہتے) اور مسجد اس سے گونج اٹھتی۔ (اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا)

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کے آمین کہنے کی آواز اول صف والے سن لیتے تو اس کے بعد سب صحابہ جو جماعت میں ہوتے اس قدر زور سے پکار کر آمین کہتے تھے کہ ان کی آواز سے مسجد بھی گونج اٹھتی تھی۔

(۴) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَذْرَكْتُ مَاتِنِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّينَ رَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِأَمِينٍ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ)^(۳)

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میں نے تقریباً دو سو اصحاب رسول ایسے پائیں کہ جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہتا تو وہ آواز بلند آمین کہتے۔ (بیہقی، اور ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا)

(۵) قَالَ عَطَاءٌ آمِينَ دُعَاءُ وَمَنْ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لِلْجَنَّةِ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَادَى الْإِمَامَ لَا تَفْشِي بِأَمِينٍ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عَمَرَ لَا يَدْعُهُ وَيُخْصِصُهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَيْرًا۔^(۴)

عطاء کہتے ہیں آمین ایک دعا ہے اور ابن الزبیر نے بھی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو پکار کر کہہ دیتے تھے مجھ سے آمین کہنا فوت نہ کرنا۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسے نہیں چھوڑتے تھے بلکہ لوگوں کو (بلند آواز سے) آمین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آمین کہنے کے بارے میں بہت فضل و ثواب سنا۔

(۱) ضعیف ابو داؤد، کتاب الصلاة باب التأمین وراء الامام، حدیث ۴۳۳ (ضعیف) ایک حدیث کے ضعیف ہونے سے مراد یہ نہیں کہ یہ مسئلہ درست نہیں بلکہ اسی باب میں صحیح بخاری، ابو داؤد، ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتب کی صحیح احادیث موجود ہیں۔

(۲) ابن ماجہ کتاب إقامة الصلاة باب الجهر بأمین ج-۱، ص-۲۷۹، حدیث-۸۵۳

(۳) مرقاة شرح مشکوٰۃ الجزء الثاني ص-۲۹۱ مطبوعہ مکتبہ املدادیہ ملتان۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب جهر الامام بالتأمین ج-۲، ص-۲۱۲

عطاء سے مروی ہے کہ میں نے دو سو اصحاب رسول کو اس مسجد میں پایا اور جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہتا تو مجھے ان کی آئین کہنے کی آواز سنائی دی۔ (اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا) (قططانی شرح بخاری)

واکل بن حجر رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ جب وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تو آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا)

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حافظ (یعنی ابن حجر) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور دار قطنی نے بھی اسے صحیح کہا۔

نعیم عمر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، انہوں نے بسم اللہ پڑھی پھر فاتحہ، یہاں تک کہ جب وَلَا الضَّالِّينَ تک پہنچے تو آمین کہل آپ جب بھی سجدہ کرتے یا بیٹھنے کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے پھر سلام پھرنے کے بعد کہتے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں زیادہ مشابہ ہوں تم سے نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔

روایت ہے حضرت علی رحمہ اللہ سے انہوں نے کہا کہ سنائیں نے رسول اللہ ﷺ سے جب آپ نے وَلَا الضَّالِّينَ کہا تو اس کے بعد آمین کہل۔

عبدالجبار بن وائل سے مروی ہے اس نے اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو اس کے بعد آمین کہا اور ہم نے آپ سے اسے سنا۔

حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ جب سورہ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہو جاتے تھے تو آواز مبارک

(۶) عَنْ عَطَاءٍ أَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ وَلَا الضَّالِّينَ سَمِعْتُ لَهُمْ رَجَّةً بِأَمِينٍ - (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

(۷) عَنْ وَاكِلِ بْنِ حَجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ (۱)

امام شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حافظ (۲) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور دار قطنی نے بھی اسے صحیح کہا۔

(۸) عَنْ نَعِيمِ الْمُعْجَمِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأَمِ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَيَقُولُ كُلَّمَا سَجَدَ وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَا شَبَهَكُمْ صَلَوةَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ - (۳)

(۹) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ - (۴)

(۱۰) عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَسَمِعْنَاهَا مِنْهُ - (۵)

(۱۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ

(۱) صحيح ابوداؤد كتاب الصلاة باب التأمين وراء الامام ج-۱ ص-۲۶۱ حدیث-۹۳۲ (صحیح)

(۲) نیل الاوطار ابواب صفة الصلاة باب التأمين والجهر به مع القراءة ج-۲ ص-۲۳۲

(۳) بلوغ المرام كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص-۸۳ حدیث-۲۷۸ والنسائی وابن خزيمة-

(۴) ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة في باب الجهر بأمين ج-۱ ص-۲۷۸ حدیث-۸۵۳

(۵) ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة في باب الجهر بأمين ج-۱ ص-۲۷۸ حدیث-۸۵۵

فائدہ: ترمذی کہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث مروی ہیں اور واکل بن حجر کی حدیث حسن ہے۔ نیز اصحاب نبیؐ میں سے بہت سے اہل علم یہی کہتے تھے اور تابعین اور تبع تابعین بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ آئین کہتے وقت مرد اپنی آواز بلند کرے اور اسے پوشیدگی سے ادا نہ کرے۔ امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۱۳) عَنْ بِلَالٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَا تَسْقِنِي بِأَمِينٍ - (۳)

روایت ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہ
سبقت کریں مجھ سے آئین کنے کے ساتھ۔

فائدہ: یہ جو بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ نہ سبقت کرو مجھ سے ساتھ آئین کہنے کے، مراد اس بات کے کہنے سے یہ ہے کہ جب میں سورۃ فاتحہ اپنی آپ کے پیچھے تمام کر لیا کروں تب آپ آئین کریں، پس اس حدیث سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور آئین پکار کر کہنا یہ دونوں باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا حَسَدْتُكُمْ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ مَا حَسَدْتُكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ۔^(۳)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے نقل کی نبی ﷺ سے، آپ نے فرمایا جتنا یہود تم سے سلام اور آئین میں حسد کرتے ہیں اتنا اور کسی چیز میں تم سے حسد نہیں کرتے۔

فائدہ: اس حدیث سے سلام اور آمین کہنے پر یہود کے حسد کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز میں پکار کر آمین کہتے تھے کیونکہ اگر یہود ان کی آمین پکار کر کہنے کی آواز نہ سنتے تو حسد کس طرح کرتے، پس حاصل اس کا یہ ہوا کہ جو شخص آمین پکار کر کہنے کو برا جانتا ہے وہ یہود کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

(۱۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلوة باب صفة الصلاة ص- ۸۳، حدیث- ۲۸۰، ۲۸۱

(٢) صحيح ابوداؤد كتاب الصلاة باب التأمين وراء الإمام جـ' ١- ص- ٢٦١ حديث- ٩٣٢ (صحيح) ومشكوة كتاب الصلاة باب القراءة في

الصلاة ج ١، ص ٢٦٤، حدیث ٨٣٥ (صحیح - للالبانی) وابن ماجه وترمذی ودارمی -

(۳) ضعیف ابوداؤد کتاب الصلاة باب التأمین وراء الامام ص- ۷۵، حدیث- ۹۳۷

(۴) ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة في باب الجهر بأمين جـ ١، ص ٢٤٨، حديث ٨٥٦ (صحيح)

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا حَسَدْتُكُمْ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ مَا حَسَدْتُكُمْ عَلَى آمِنٍ فَاتَّخِذُوا مِنْ قَوْلِ آمِنٍ^(۱)

فریلا یہود تم پر ویسا حسد کسی چیز میں نہیں کرتے جتنا حسد آمین کہنے پر کرتے ہیں۔ پس تم بکثرت آمین کہا کرو۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ^(۲) نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں طلحہ بن عمرو ایک راوی ہے اور اس میں بہت سے اہل علم نے کلام کی ہے۔

(۳) یہی نے مرفوع روایت کی ہے کہ حسد کیا یہود نے ہم سے قبلہ پر، وہ قبلہ کہ جس کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی اور یہود کو اس قبلہ سے ہٹکا دیا گیا اور حسد کیا یہود نے ہم سے جماعت پر اور امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر۔^(۴) اور طبرانی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ یہود مسلمانوں سے حسد نہیں کرتے ان تین کلاموں سے افضل کلام پر یعنی سلام کا جواب دینا، صفوں کا سیدھا کرنا اور نماز فرض میں اپنے امام کے پیچھے ان کا آمین کہنا اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ تم سے یہود سلام کہنے، صفوں کے قائم کرنے اور آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کا جواب دینا اور نماز میں صفوں کا قائم کرنا اور امام کے پیچھے فرض نماز میں آمین کہنا یہ تینوں کام افضل ہیں اور ان تینوں کاموں سے یہود رسول اللہ ﷺ سے حسد کرتے تھے۔ پس اگر اب بھی کوئی شخص سلام کے جواب دینے کو یا نماز میں صفوں کے قائم کرنے کو یا آمین پکار کر کہنے کو برا جانے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ یہود سے مشابہت اختیار کرتا ہے۔

(۱۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ^(۵)

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کے تو کہو تم آمین پس تحقیق شن یہ ہے کہ جس کے قول نے فرشتوں کے قول سے موافقت کی اس کے گزشتہ گنہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول جب امام کے غیر الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پس کہو تم آمین اس میں دلیل ظاہر ہے اس کی جو ہمارے اصحاب نے اور ان کے سواوروں نے کیا بیشک مقتدی کا آمین کہنا امام کے ساتھ ہونا چاہیے اس کے بعد نہیں، پس جب امام ولا الضالین کے تو امام اور مقتدی مل کر آمین کہیں۔^(۵)

(۱۸) وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ

(۱) ابن ماجہ کتاب القامۃ الصلاة فی باب الجہر بأمین ج-۱ ص-۲۷۹ حدیث-۸۵۷ (ضعیف)

(۲) نیل الاوطار کتاب الصلاة باب التأمین والجہر بہ ج-۲ ص-۲۲۹

(۳) مرقاة شرح مشکوٰۃ الجزء الثانی ص-۲۹۶

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب جہر المأموم بالتأمین ج-۲ ص-۲۶۶ حدیث-۷۸۲

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب التسمیع والتحمید والتأمین ج-۳ ص-۳۳۹ شرح حدیث-۹۱۳ ۹۱۹

ایک تمہارا آمین کتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے آمین کہنے میں موافقت کر جاتے ہیں تو اس کے گزشتہ تمام گنہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اور انہی سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِم وَلَا الضَّالِّیْنَ پڑھے تو تم آمین کہو، اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کتا ہے تو جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے سے موافقت کر جائے اس کے گزشتہ گنہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اور انہی سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے، کہ آپ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی اسی وقت آمین کہتے ہیں تو جس کی آمین، آمین ملائکہ سے موافق ہو جائے اس کے گزشتہ گنہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اور انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اس لیے کہ جس کا آمین ملائکہ کے آمین سے موافق ہو جائے اس کے گزشتہ گنہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ابن شہاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

نماز میں آمین پکار کر کہنے کے باب میں اکیس احادیث جن کا ابو حنیفہ نے خلاف کیا ہے وہ تو گزر چکی ہیں لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب میں ابو حنیفہ کی دلیل کے طور پر ان کے مقلد جو احادیث پیش کیا کرتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

آہستہ آمین کہنے کے دلائل اور ان کے جوابات

پہلی دلیل:

رَوَى شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ أَبِي رَوَايَتِ كَيْسِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ أَبِي

(۱) صحیح بخاری کتاب الاذان باب فضل التأمین ج-۲ ص-۲۱۶ حدیث-۷۸۱ وصحیح مسلم کتاب الصلاة باب التسمیع

والتحمید والتأمین ج-۳ ص-۳۵۰ حدیث-۹۱۶/۹۱۷

(۲) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح فی باب جهر الامام بأمین ج-۱ ص-۲۰۱ حدیث-۸۸۸ (صحیح)

(۳) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح فی باب جهر الامام بأمین ج-۱ ص-۲۰۱ حدیث-۸۸۲ (صحیح)

(۴) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب التسمیع والتحمید والتأمین ج-۳ ص-۳۳۹ حدیث-۹۱۳ وصحیح بخاری کتاب الاذان باب

جهر الامام بالتأمین ج-۲ ص-۲۱۳ حدیث-۷۸۰ وصحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب التأمین وراء الامام ج-۱ ص-۲۱۱

حدیث-۹۳۶ (صحیح) وترمدی ونسائی ومالك۔

الْعَبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَزَلْ يَرْوَاهُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ^(۱) اس نے علقمہ ابن وائل سے، اس نے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی ﷺ نے پڑھا غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ اور اس کے ساتھ ہی اپنی آواز کو پست کر لیا۔

جواب: اول۔ یہ حدیث ضعیف ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں کیونکہ ترمذی جنہوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے محمد یعنی بخاری سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سفیان کی حدیث جس میں مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ^(۲)

آیا ہے اس باب میں شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ سے اس حدیث میں کئی جگہ خطا سرزد ہوئی ہے۔ پہلی خطا شعبہ راوی کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے حجر کو عس کا باپ کہا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ حجر تو عس کا بیٹا ہے اور اس کی کنیت ابوسکن ہے۔^(۳)

دوسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ نے اس حدیث میں ”علقمہ بن وائل سے“ کے الفاظ بڑھا دیئے، حالانکہ یہ اس حدیث کی اسناد میں نہیں۔

تیسری خطا شعبہ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ شعبہ کہتے ہیں خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ اور یہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ یعنی آپ نے آمین کہتے وقت اپنی آواز کو لمبا کر لیا۔

ملا علی قاری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے کہ اس روایت میں شعبہ کی غلطی پر حفاظ حدیث کا اتفاق ہے اور تحقیق صواب معروف مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ ہے اور لفظ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کا لفظ ترمذی، احمد اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور رَفَعَ صَوْتَهُ کا لفظ ابوداؤد نے اور بیہقی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ میں نے دو سو صحابہ کو پایا کہ جب امام ولا الضالین کتابت وہ آمین کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کرتے تھے۔ شعبہ کی حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علقمہ کا وائل سے سماع ثابت نہیں۔

چنانچہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا ہے :

عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُنْجَرٍ بِضَمِّ الْمُهِمْلَةِ وَسَكُونِ الْجِيمِ الْحَضْرَمِيُّ الْكُوفِيُّ صَدُوقٌ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ۔^(۴) علقمہ بن حنجر مملہ اور سکون جیم کے ساتھ حضری کوئی سچا ہے مگر تحقیق اس نے اپنے باپ سے نہیں سنی، انتہی۔ اور علقمہ کے اپنے باپ سے حدیث نہ سننے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ وائل کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا۔

چنانچہ شیخ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں کہا ہے :

ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ فِي عِلَالِهِ الْكَبِيرِ قَالَ إِنَّهُ سَأَلَ الْبُخَارِيَّ هَلْ سَمِعَ عَلْقَمَةَ مِنْ أَبِيهِ فَقَالَ إِنَّهُ وَلَدَ بَعْدَ مَوْتِ أَبِيهِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ۔ ترمذی نے اپنی کتب علل کبیر میں ذکر کیا کہ انہوں نے بخاری سے پوچھا کہ آیا علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہے تو بخاری نے کہا کہ وہ اپنے باپ کی وفات سے چھ مہینے بعد پیدا ہوا ہے۔

(۳) تقریب التہذیب۔

(۱) ترمذی۔

(۴) فتح القدیر۔

(۲) ترمذی۔

دوم - شعبہ کی روایت مذکور کے خلاف شعبہ ہی سے رسول اللہ ﷺ کا آئین پکار کر کنا ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ فتح القدر میں ہے :

وَقَدْ رَجَعَ الدَّارُ قُطَيْبِيُّ وَغَيْرُهُ رِوَايَةَ سُفْيَانَ
بِأَنَّهُ أَحْفَظُ وَقَدْ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ شُعْبَةَ لِي
تَحْقِيقَ بَيْهَقِي نَعْنِ شُعْبَةَ لِي مِنْ شُعْبَةَ لِي
الْحَدِيثِ رَافِعًا صَوْتَهُ۔
اور تحقیق ترجیح دی ہے دار قطنی وغیرہ نے سفیان کی روایت کو (یعنی جس میں آئین پکار کر کنا روایت کیا گیا ہے) کہ وہ زیادہ محفوظ ہے اور تحقیق بیهقی نے شعبہ ہی سے اس حدیث میں رافعا صوتہ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔

سوم - شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے پکار کر آئین نہیں کی ہے، خفیہ اپنے دل ہی میں کہی ہے کیونکہ اس میں خود شعبہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے پڑھا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پس کنا آئین اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو پست کیا۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت زور سے پکار کر آئین نہیں کی درمیانہ آواز سے کی ہے۔

شیخ ابن ہمام حنفی بھی اسی کا قائل ہے۔ چنانچہ فتح القدر میں لکھا ہے :
وَلَوْ كَانَ الْإِمَامُ فِي هَذَا شَيْئًا لَوْفَقْتُ بِأَنَّ رِوَايَةَ
الْخَفَضِ يَرَادُ بِهَا عَذَمُ الْقَرْعِ الْغَنِيفِ۔
اور اگر اس سلسلہ میں میری رائے لی جاتی تو میں اس طرح مطابقت دیا کہ پست آواز سے آئین کہنے والی روایت سے مراد کڑک دار آواز سے آئین کنا نہیں۔

ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ امام زور سے چلا کر آئین نہ کہے، اس کو اسی قدر آئین پکار کر کہنی چاہیے کہ جس کو اول صف کے لوگ سن لیں البتہ مقتدیوں کو چلا کر آئین کنا بھی جائز ہے بلکہ سنت ہے اور اس مضمون کی احادیث قریب ہی گزری ہیں۔
خفیہ کے خفیہ آئین کہنے کے باب میں شیخ عبدالحق حنفی نے شرح سفر السعادت میں یہ آثار نقل کئے ہیں کہ ”ادامیر المومنین عمر ابن الخطاب روایت کردہ اند کہ انفاکند امام چار چیز را نعوذو بسم اللہ

و آئین و سبحانک اللہم و بحمدک و در بعض روایات بجائے سبحانک اللہم ربنا لک الحمد آمدہ و از ابن مسعود نیز مثل ایں آمدہ سیوطی در جمع الجوامع از ابی وائل روایت آوردہ کہ گفت بودند عمرو علی کہ جہرنے کردند بسم اللہ الرحمن الرحیم و نہ تعوذ و نہ بہ آئین رواہ ابن جریر و الطحاوی و ابن شاہین فی السنۃ۔“ (ترجمہ) امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام (نماز میں) چار چیزوں کو دل میں پڑھے۔ تعوذ، تسبیہ، سبحانک اللہم اور آئین اور بعض روایات میں سبحانک اللہم و بحمدک کے بجائے ربنا و لک الحمد آیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مسلک ثابت ہے۔ سیوطی جمع الجوامع میں ابوداؤد سے روایت لائے ہیں، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ تعوذ اور آئین بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ ابن جریر، طحاوی اور ابن شاہین نے اسے السنۃ میں روایت کیا۔

اس کا چار طرح ہے۔ (نمبر ۱)۔۔۔ یہ اثر صحابہ کے ہیں مرفوع احادیث نہیں اور حدیث مرفوع کے جواب: مقابلے میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہو سکتا اور اس کے دلائل اس کتاب میں اسی بار ہوں مغالطے کے جواب میں مسئلہ چارم میں پہلے گزر چکے ہیں۔

(نمبر ۴)۔ یہ روایتیں طبقہ رابعہ کی ہیں اور طبقہ رابعہ کی کتب کی روایت لائق اعتبار اور حجت پکڑنے کے قتل اس لیے نہیں ہوتی ہیں کہ اس طبقے کی احادیث جو اچھی سے اچھی ہیں وہ ضعیف ہیں اور جو بری سے بری ہیں وہ موضوع ہیں یا ان کا سختی سے انکار کیا گیا ہے اور کتب موضوعات ابن جوزی کا مواد اسی طبقے کی احادیث ہیں۔ اسی طرح شہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجة اللہ البالغہ^(۱) میں لکھا ہے اور چوتھے طبقے کی احادیث کا لائق اعتبار اور قتل احتجاج نہ ہونے کا بیان اس کتب میں اسی بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۶ میں آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(نمبر ۳)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت بلا سلا ہے اس لیے کہ یہ ابراہیم نخعی تک ہی پہنچتی ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک نہیں پہنچتی۔ چنانچہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدر میں کہا ہے :

قَوْلُهُ يَقُولُ ابْنُ مَسْعُودٍ أَرْبَعٌ إِلَى آخِرِهِ الزَّائِعُ یہ قول کہ امام چار چیزوں کو خفیہ کے تعوذ، بسم اللہ، آمین اور چوتھی التَّحْمِيذُ وَالْأَرْبَعَةُ زَوَاهَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ رِثَاكَ الْحَمْدِ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا۔ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ۔

یہ ظاہر ہے کہ روایت بلا سلا جس کے مبداء سند میں سقوط و انقطاع واقع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے۔ اس کا بیان اس کتب کے بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۹ میں آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(نمبر ۴)۔ یہ جو ترمذی اور ابوداؤد اور داری اور ابن ماجہ کی روایت ہے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ غَيْرَ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے غَيْرِ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ آمِينَ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا پھر کہا آمین اور آمین کے ساتھ اپنی آواز کو دراز کیا۔ مَذْبُوحًا صَوْتَهُ۔^(۲)

ترمذی نے اس حدیث کے بعد کہا وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ ”یعنی آمین پکار کر کہنے کے باب میں حضرت علی اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث آئی ہے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آمین پکار کر کہنے کی حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔

چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ وَلَا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب آپ نے وَلَا الضَّالِّينَ پڑھا تو کہا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ۔^(۳) آمین۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ابن جریر اور طحاوی اور شاہین نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آمین پکار کر نہیں کہتے تھے، درست نہیں۔

سل السلام میں ہے، نیز دارقطنی نے سنن میں کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ پکار کر کہنے کے راویوں میں سے

(۱) حجة اللہ باب طبقات کتب الحدیث ج-۱ ص-۳۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب القراءة فی الصلاة ج-۱ ص-۲۶۷ حدیث-۸۳۵ (صحیح)

(۳) ابن ماجہ کتاب اقامة الصلاة باب الجهر بأمین ص-۷۱

ہیں۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے اور یہ دلیل اس بات کی ہے کہ یہ جو ابن جریر وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے یہ بھی غلط ہے اور ماننے کے قائل نہیں۔ نیز یہ جو شیخ عبدالحق صاحب نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ الْخِ خفیہ پڑھتے تھے سو یہ بھی غلط ہے اور اس حدیث کے مخالف ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے عہدہ سے کہ تحقیق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پکار کر پڑھتے تھے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ^(۱) غرض کہ نماز میں آمین خفیہ کہنے کے لیے روایات مذکورہ جو بہت کمزور ہیں حجت پکڑنا کسی طرح بھی مناسب نہیں کیونکہ اس امر میں کوئی بھی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی ہے۔ اگر ہوتی تو شیخ ابن ہمام اور علامہ عینی وغیرہ بڑے بڑے حنفی اسے اپنی کتابوں میں ضرور نقل کرتے اور چھپا کر نہ رکھتے۔

تیسری دلیل: ابو حنیفہ کے آمین خفیہ کہنے کے باب میں جو ابو حنیفہ کے مقلد پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ آمین دعا ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے: قَالَ عَطَاءٌ أَمِينَ دُعَاءٌ "یعنی عطا (تابعی) نے کہا کہ آمین دعا ہے" اور دعا کا پکار کر کہنا بحکم آیت قرآن اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (الاعراف-۵۵) "اپنے پروردگار کو عاجزی سے گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو، بیشک وہ حد سے نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

جواب: اس کا چار طرح ہے۔ (نمبر ۱)۔۔۔ یہ کہ عطا تابعی کے قول مذکور پر اعتقاد جما کر اس بات کا قائل ہو جانا کہ آمین دعا ہے ایسا ہی جیسے کوئی شخص آیت قرآن لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ (النساء-۴۳) سے یہ سمجھ بیٹھے کہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اَنْتُمْ سُكَارَىٰ کی طرف دیکھتے ہی نہیں کیونکہ عطا نے جہاں آمین کو دعا کہا ہے وہاں اس کا پکار کر کہنا بھی تو بتلادیا ہے۔ دیکھ لیجئے وہ پوری حدیث یہ ہے :

قَالَ عَطَاءٌ أَمِينَ دُعَاءٌ وَأَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّىٰ إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لِلْجَنَّةِ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَادَى الْإِمَامَ لَا تَفْتَنُنِي بِأَمِينَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدْعُوهُ وَيَحْضُهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَيْرًا^(۲)

عطا نے کہا کہ آمین ایک دعا ہے اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے والوں نے اس قدر بلند آواز سے آمین کہا کہ مسجد گونج اٹھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو پکار کر کہہ دیتے تھے کہ آمین کو مجھ سے فوت نہ کرادینا اور نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ آمین کے بغیر نہیں رہتے تھے اور دوسروں کو بھی آمین کہنے کی ترغیب دلاتے تھے اور آمین پکار کر کہنے کے سلسلہ میں میں نے ان سے بہت فضیلت و ثواب سنا۔

(نمبر ۲)۔۔۔ آیت اُدْعُوا رَبَّكُمْ الْخِ کے معنی آج تک کسی مفسر نے بھی خفیہ آمین کہنے کے نہیں کئے تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک اور تفسیر جلالین اور تفسیر فتح البیان وغیرہ تفسیریں دیکھ لیجئے۔

(نمبر ۳)۔۔۔ آیت اُدْعُوا رَبَّكُمْ الْخِ سے دعا کا آہستہ کہنا ثابت ہے نہ کہ آمین کا آہستہ کہنا آمین کا آہستہ کہنا اس وقت ثابت ہو گا جبکہ آمین دعا ہو اور آمین کا دعا ہونا نہ تو قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے صرف تابعی کے قول سے ثابت ہے اور

(۱) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة --- ج-۳ ص-۳۲۲ حدیث-۸۹۰

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب جهر الامام بالتأمين ج-۲ ص-۲۱۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے باب میں نازل ہوئی ہے، چنانچہ بخاری میں ہے :

عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهَا وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَوَتِكَ وَلَا تُخَافُ
بِهَا قَالَتْ أَنْزَلَ ذَلِكَ فِي الدُّعَاءِ-^(۱)
ہشام سے روایت ہے، نقل کی اس نے اپنے باپ سے اور وہ عائشہ
رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا آیت وَلَا
تَجْهَرْ بِصَلَوَتِكَ وَلَا تُخَافُ دُعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یہی قول نفعی، جلد اور مکحول کا ہے اور یہ دلیل اس پر کہ میانہ آواز سے دعا مانگنی چاہیے، زور سے چلا کر نہ مانگنی چاہیے اور اگر بطور تنزل مان بھی لیا جائے کہ آمین دعا ہے تو اس سے حکم آمین اسی قدر مستفاد ہوا کہ آمین کو زور سے چلا کر نہ کہیں بلکہ میانہ آواز سے کہیں جو نہ بہت بلند ہو اور نہ بہت پست اور یہ حقیقہ کے مفید مدعا نہیں ہے ان کا مدعا اور ان کا مذہب تو یہ ہے کہ آمین ایسی آہستہ کہی جائے کہ جس کو پاس والے بھی نہ سنیں، پس اس کو دعا مان کر بھی کام نہ بنتا۔

(نمبر ۴)۔ اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ آیت اذْعُوا رَبَّكُمْ الخ سے مراد ایسی آہستگی ہے جس میں آواز بھی نہ نکلے تو بھی حکم آمین اس سے مستثنیٰ اور مخصوص رہے گا اس لیے کہ جس نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتری، اسی نے آمین کو بھی اور دعائیں کو بھی پکار کر کہا ہے۔ پس اگر آمین کا حکم اور پکار کر پڑھی جانے والی دعائیں کا حکم اس سے مستثنیٰ نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ آمین وغیرہ دعائیں پکار کر کیوں مانگتے۔ ابو حنیفہ کے مقلدوں کے خیال میں آیت اذْعُوا رَبَّكُمْ الخ کے خلاف رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب وغیرہ نے جو آمین پکار کر کہا ہے اس باب میں تو ایسی احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ اب آمین کے علاوہ اور دعائیں جو رسول اللہ ﷺ نے پکار کر کہی ہیں اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدان کو نہیں ماننے میں معرض نقل میں لائی جاتی ہیں۔

پہلی دعا: صحیح مسلم میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی اور آپ نے جو دعا مانگی وہ میں نے یاد کر لی۔ آپ میت کے حق میں فرما رہے تھے، اے اللہ اسے بخش دے، اس پر رحم فرما اور اس کو مکروہت سے بچا اور اس سے درگزر کر اور بہتر کر اس کی مہملی، اس کی قبر کو کشادہ فرما، اس کو پاک کر پانی سے برف سے اور اولوں سے۔ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کر دیتا ہے اور اسے دنیا کے گھر سے بہتر گھر دے اور دنیا کی رفیقہ حیات سے بہتر رفیقہ عطا فرما اسے جنت میں داخل کر دے، قبر اور آگ کے عذاب سے پناہ میں

الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَلَمْ يَرْوَاهُ وَفِيهِ فِتْنَةٌ
الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ قَالَ حَتَّى تَمُوتَ أَنْ
أَكُونُ أَنَا ذَلِكَ الْمَيِّتُ۔^(۱)
رکھ اور ایک روایت میں ہے اسے قبر کی آرائش اور آگ کے عذاب
سے بچلے راوی کہتا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کو دیکھ کر میں
خواہش کرنے لگا کہ) کاش اس میت کی جگہ پر میں ہوتا۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ نماز جنازہ میں دعا پکار کر پڑھی جا
سکتی ہے۔^(۲) فائدہ:

دوسری دعا: ابو داؤد اور ابن ماجہ میں واثلہ بن اسحق رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَجُلٍ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّ فُلَانِ ابْنَ
فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلٍ جَوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ
الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ
الْرَحِيمُ۔^(۳)
رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ ہمارے ساتھ پڑھی
تو میں نے سنا آپ اس کے حق میں دعا فرما رہے تھے اے اللہ یہ فلاں
ابن فلاں تیرے سپرد ہے اور تیری پناہ میں ہے، اسے قبر کی آرائش سے
اور آگ کے عذاب سے بچلے تو عہد پورا کرنے والا اور حق کے ساتھ
معللہ کرنے والا ہے، اے اللہ اسے بخش دے، اس پر رحم فرما، بیشک تو
بی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تیسری دعا: بخاری میں موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے، موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے بنت خلد بن
سعید بن عاص نے:

أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ
عَذَابِ الْقَبْرِ۔^(۴)
تحقیق اس نے نبی ﷺ کو سنا آپ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔

چوتھی دعا: صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعود رحمہ اللہ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے
پاس نماز پڑھتے تھے جب آپ سجدے میں گئے تو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر اونٹنی کی وہ غلیظ جھلی جس
میں بچہ ہوتا ہے، ڈال دی اور ہنسنے لگے۔ آپ کی دختر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آکر وہ غلیظ جھلی اٹھا کر الگ کی پھر جب
رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرما چکے تو آپ نے بلند آواز سے ان پر یہ بددعا کی۔ آپ ہر جملہ تین بار ادا فرماتے اور جس بات کا
مطالبہ کرتے تین بار کرتے پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ قریش سے سمجھ۔ جب قریش مکہ نے آپ کے یہ کلمات سنے
تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ کی دعا سے ڈر محسوس کرنے لگے۔

فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ رَفَعَ صَوْتَهُ پس جب آپ نماز پڑھ چکے تو پھر اپنی آواز بلند کی پھر بددعا کی ان پر اور

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت فی الصلاة ج-۷، ص-۳۳، حدیث-۲۲۲۱، ۲۲۲۲

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت فی الصلاة ج-۷، ص-۳۳، شرح حدیث-۲۲۲۹

(۳) صحیح ابو داؤد کتاب الجنائز باب الدعاء للمیت ج-۲، ص-۳۰۰، حدیث-۲۴۴۲ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی

بالبجاء ج-۱، ص-۵۲۸، حدیث-۱۶۷۷ (اسنادہ جید)

(۴) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر ج-۳، ص-۲۳۱، حدیث-۱۳۷۶

ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ وَكَانَ إِذَا دَعَا فَلَأًا وَإِذَا سَأَلَ فَلَأًا ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوا صَوْتَهُ ذَهَبَ عَنْهُمْ الضَّحْكُ وَخَافُوا دَعْوَتَهُ^(۱)

جب دعا کرتے تھے دعا کرتے تین بار اور جب سوال کرتے سوال کرتے تین بار پھر فرمایا اللہ سخت پکڑ قریش کو، فرمایا یہ تین بار پس جب سنی ان لوگوں نے آواز رسول اللہ ﷺ کی چلی گئی ان کی ہنسی اور ڈر گئے ان کی بددعا سے۔

پانچویں دعا: بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا زَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ صَلَواتِهِ إِلَّا تَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ^(۲)

ایک یہودیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور عذاب قبر کا ذکر کرنے لگی پھر ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا اللہ آپ کو عذاب قبر سے بچائے بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر امر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب بھی آپ نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے۔

چھٹی دعا: صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے کہا کہ :

كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ يَقْبَلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ رَبِّ فَنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعُثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ^(۳)

جب ہم رسول اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تو ہماری خواہش ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب کھڑے ہوں۔ اس صورت میں آپ (نماز کے بعد) رخ مبارک ہماری طرف کر کے بیٹھتے حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسے ہی ایک موقع پر میں نے سنا آپ دعا فرماتے تھے اے میرے پروردگار! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا یا جمع کرے گا۔

فائدہ: سمعته کا لفظ صریح دلیل ہے اس بات پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دعاؤں کو پکار کر کہا ہے اور اس باب میں چھ احادیث تو یہ ہیں جو کہ اوپر مذکور ہوئیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں کہ جن سے رسول اللہ ﷺ کا دعاؤں کو پکار کر کہنا ثابت ہے لیکن ابو حنیفہ کے مقلد آیت اذْعُوا رَبَّكُمْ الْخ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ کیا اپنے عمل سے یہ ثابت نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے یا پھر وہ دیدہ دانستہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسر باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین والمنافقین ج- ۱۲ ص- ۳۶۳ حدیث- ۳۲۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ج- ۵ ص- ۸۷ حدیث- ۱۳۱۹ ۱۳۲۲

(۳) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب استحباب یمن الامام ج- ۵ ص- ۲۲۷ حدیث- ۱۶۳۰

چوتھی دلیل: آیت اذْعُوْا رَبِّكُمْ الْخِ، اگر آپ ہر دعا کو خفیہ پڑھنا لازم جانتے ہیں اور جن دعاؤں کو پکار کر کہنا رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہو چکا ہے۔ ان کو بھی آپ نہیں مانتے ہیں تو پھر الحمد کو اور الحمد کے علاوہ اور دعاؤں کو جو قرآن میں وارد نہیں آپ نماز مغرب اور عشاء اور فجر میں کیوں پکار کر پڑھا کرتے ہیں؟

پانچویں دلیل: ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد اگر نماز میں آمین پکار کر اس لیے نہیں کہتے ہیں کہ آیت اذْعُوْا رَبِّكُمْ الْخِ، قطعی ہے اور احادیث جن میں آمین پکار کر کہنے کا ذکر ہے ظنی ہیں اور قطعی کے مقابلہ میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ آیت اذْعُوْا رَبِّكُمْ الْخِ، کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آمین پکار کر کہنا چاہیے بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ دعا آہستہ مانگنی چاہیے لیکن دعا بھی وہاں آہستہ مانگنی چاہیے جہاں رسول اللہ نے آہستہ مانگنی ہے اور جہاں رسول اللہ نے پکار کر مانگنی ہے وہاں پکار کر ہی مانگنی چاہیے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ (سورۃ الاحزاب - ۲۱ میں) فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۖ اِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ایسے نبی! (انہیں) کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (آل عمران - ۳۱)

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ (النساء - ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کلام اللہ کے مضامین سے نبی اکرم ﷺ سے زیادہ اور کوئی واقف نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ذرہ برابر بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اگر بعض دعاؤں کا اور نماز میں آمین کا پکار کر کہنا، آیت اذْعُوْا رَبِّكُمْ الْخِ، کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ناموافق ہو تا تو اسی وقت وحی نازل ہوتی اور آپ کو آمین پکار کر کہنے سے منع کر دیا جاتا۔ ان تصریحات کے بعد ہم حضرات مقلدین کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ اپنے مسلک کی تائید کے لیے ایک آیت کے معنی خود اللہ کے رسول ﷺ کے قول و فعل اور اصحاب کبار تابعین علام اور محدثین و مفسرین کرام کے بیان کردہ مفہوم کے خلاف لینے پر آپ کو کیا چیز مجبور کر رہی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ اپنے امام کے قول و فعل کے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کی کچھ بھی اصل نہیں جانتے ہیں اور صاف صاف انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں حالانکہ اپنے اس قلمدے کے بھی آپ پابند نہیں ہیں اور بہت سے مقلات پر اس قلمدے کے خلاف بھی عمل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اپنے دعوے کی تصدیق کے لیے اب میں چند مسائل اس قسم کے نقل کرتا ہوں۔

آیت قطعی اور حدیث ظنی، احناف کا اس قلمدے میں تضاد

(مسئلہ نمبر ۱) --- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّقْوُودًا۔ (النساء - ۱۵۳)

بیشک نماز ایمانداروں پر ایسا فریضہ ہے کہ جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے۔

ظاہر اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنی چاہئیں لیکن سفر میں بلکہ لوگوں کے دفع حرج کے لیے بعض اوقات اپنے گھر میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جمع کر کے نماز پڑھی ہے اور اس کا بیان مسئلہ نمبر ۲۹ میں انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گئے اور مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھنے کے قائل تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے مقلد بھی ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری (تیسیر الوصول)، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے وقت مقررہ کے علاوہ کسی اور وقت پر کوئی نماز پڑھی ہو بل مگر وہ دو نمازیں کہ جنہیں آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں جمع کیا۔ اس دن آپ نے فجر کی نماز بھی اپنے وقت سے پہلے ادا کی۔

پس اب غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر عمل کیوں نہ کیا اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے ہوتے ہوئے ظنی پر عمل جائز نہیں۔ اس قاعدے کو یہاں کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔ (مسئلہ نمبر ۲)۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

خَوِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّائِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَاءِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّائِي فِي خُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَاءِكُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ۔ (النساء- ۲۳)

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیل اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئیں۔ نیز بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پا چکی ہیں۔ ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم مباشرت کر چکے ہو، سب تم پر حرام ہیں لیکن جن بیویوں سے تم نے مباشرت نہیں کی (اور وہ تم سے جدا ہو گئیں) تو ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور تمہارے صلیبیوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں اور یہ بات بھی تم پر حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ اپنے نکاح میں لے آؤ۔ اگر تم ایسا کام (قبول اسلام سے پہلے) کر چکے ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور عورتوں میں سے جن کا نکاح ہو چکا ہو وہ بھی تم پر حرام ہیں مگر وہ منکوحہ عورتیں جو بطور ملک یمین تمہارے پاس ہوں۔ یہ حکم لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اور مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، تم اپنے اموال خرچ کر کے ان سے نکاح کر سکتے ہو۔

فائدہ: ان آیات سے ایک تو بظاہر یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ سوائے ان عورتوں کے کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور کوئی بھی عورت حرام نہیں اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اپنی بیوی کی پھوپھی بھی اور اپنی بیوی کی خالہ بھی حرام ہے۔

چنانچہ بخاری اور مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی عورت اور اس کی

پہو بھی کو (نکاح میں) جمع نہ کیا جائے۔ اسی طرح کسی عورت اور اس کی خلع کو بھی جمع نہ کیا جائے۔^(۱)
 امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل اور ان کے مقلد بھی۔ پس اب غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے
 عمل کمال چلا گیا اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں
 اس قطعے کو کیوں نظر انداز کیا گیا۔

(مسئلہ نمبر ۳)۔ آیت اَمْتُهُنَّكُمُ النَّبِيُّ اَزْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُم مِّنَ الرِّضَاعَةِ^(۲) سے جو کہ اوپر مذکور ہوئی ظاہر یہ سمجھا جاتا ہے
 کہ صرف رضاعی ماں اور دودھ شریک بہن ہی حرام ہے، ان کے علاوہ اور سب حلال ہیں حالانکہ حدیث میں ہے کہ جو چیز
 بسبب نسب کے حرام ہے وہ ہی بسبب دودھ پینے کے بھی حرام ہی ہے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
 انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ کی بیٹی (سے نکاح) کی خواہش ہے۔ بلاشبہ وہ قریش کی جوان عورتوں میں
 خوبصورت ہے۔ جواباً آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ حمزہ میرا دودھ شریک بھائی ہے اور اللہ تعالیٰ
 نے جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام کی ہیں وہ رضاعت کی بدولت بھی حرام ہیں اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے قائل ہیں اور
 ان کے مقلد بھی۔ پس اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کمال چلا گیا اور یہ جو کہتے ہیں کہ آیت قطعی
 ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے ہوتے ہوئے ظنی پر عمل جائز نہیں، اس قطعے پر عمل کیوں نہیں کیا گیا۔
 (مسئلہ نمبر ۴)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ
 الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔
 اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا
 جائے تو یاد الہی کے لیے دوڑ کر آؤ اور خرید و فروخت بند کر دو۔
 (الجمعة-۹)

ظاہراً اس آیت سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہر شخص پر جمعہ واجب ہے لیکن احادیث میں آیا ہے کہ جمعہ غلام لڑکے، عورت،
 بیمار اور مسافر پر واجب نہیں۔ اس مضمون کی احادیث یہ ہیں۔

پہلی حدیث: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق ہے ہر مسلمان پر
 اس کا باجماعت ادا کرنا واجب سوائے چار افراد کے۔ غلام کہ کسی کی ملک میں ہو، عورت، لڑکے
 اور بیمار پر (واجب نہیں) اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا اور کہا کہ طارق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا اور اس کو
 حاکم نے بھی طارق مذکور سے روایت کیا، اس نے اسے ابی موسیٰ سے نقل کیا۔^(۳)

فائدہ: مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ ابن حجر نے تلخیص میں کہا کہ اس حدیث کو بہت سے
 محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اس کو شرح سنن میں دوسرے لفظوں کے ساتھ بنی وائل کے ایک شخص نے
 روایت کیا ہے اور اس شخص کا نام نہیں لیا گیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ یہ حدیث اس سند سے
 موصول ہوئی۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج-۲ ص-۹۳۵، حدیث-۳۱۹۰ (صحیح)

(۲) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب تحريم ابنة الاخ من الرضاعة ج-۱۰ ص-۲۶۵، حدیث-۳۵۲۱

(۳) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ص-۱۳۲، حدیث-۳۵۹

یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور یہ حدیث حجت ہے۔

دوسری حدیث: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے۔ البتہ مریض یا مسافر یا عورت یا نابالغ لڑکے پر فرض نہیں۔ پھر جو کوئی کھیل کود یا کاروبار کی وجہ سے نماز جمعہ سے بے پرواہ ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی بے نیاز اور ستودہ صفات۔ اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا۔^(۱)

فائدہ: یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ^(۲) نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک تو ابن لہیعہ ہے اور دوسرا معاذ بن محمد انصاری اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں اور اسی کے قائل ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی اور ان کے مقلد بھی بلکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اندھے پر مطلق جمعہ واجب نہیں اور احادیث میں اندھے پر جمعہ کے واجب نہ ہونے کا ذکر تک بھی نہیں ہے پس تعجب ہے کہ یہاں تو ظنی سے بھی استدلال نہ کیا اپنی رائے سے ہی کام چلادیا اور اندھے پر جمعہ کے واجب نہ ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا اور یہ جو کہتے ہو کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں۔ یہاں تو ظنی کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور اپنی ہی رائے کو کلام اللہ سے بھی اور حدیث سے بھی مقدم کر لیا۔

(مسئلہ نمبر ۵)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔
اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کھنکھوں تک دھو لو اور سروں کا مسح کرو اور پاؤں بھی ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ بظاہر اس آیت سے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ پانچوں نمازوں کے لیے نیا وضو کرنا چاہیے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک وضو سے پانچوں نمازوں کو بھی پڑھا ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق نبی ﷺ نے فتح مکہ کے روز کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ بیشک آج آپ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہ کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ”اے عمر! میں نے اسے دانستہ کیا ہے۔“^(۳)

اور رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب کا یہ دستور تھا کہ جب تک ان کا وضو نہ ٹوٹتا تب تک نیا وضو نہ کرتے۔ چنانچہ داری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے ایک آدمی ایک ہی وضو کفایت کرتا جب تک کہ ٹوٹ نہ جاتا۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب وجوب الجمعة ج-۱ ص-۲۳۵ حدیث-۱۳۸۰ (ضعیف)

(۲) نیل الاوطار کتاب الجمعة باب من تعجب عليه ومن لا تعجب ج-۳ ص-۲۳۱

(۳) صحیح مسلم کتاب الطهارة باب جواز الصلوة کلها بوضوء واحد ج-۳ ص-۲۸۸ حدیث-۲۳۰

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو مسلم کے سوا جماعت نے روایت کیا ہے، انتہی۔^(۱)

ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا پہلے رسول اللہ ﷺ پر فرض تھا پھر منسوخ ہوا۔ چنانچہ اس مضمون کی حدیث بلاغ المبين میں ”ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کے بیان میں“ ہم نے نقل کر دی ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ عزیمت جان کر ہر نماز کے لیے نیا وضو کر لیا کرتے تھے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ جب تک وضو نہ لوئے تب تک اس سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کھل چلا گیا اور یہ جو کہتے ہو کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے ہوتے ہوئے ظنی پر عمل جائز نہیں۔ اس قاعدے کو کون اٹھا کر لے گیا غرضیکہ حنفیہ نے نبی اکرم ﷺ کے دین کو بالکل الٹ پلٹ کر دیا ہے اور صحیح صحیح احادیث کو اکثر مسائل میں بالکل ترک کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے حق میں مولوی محمد حسین صاحب محدث لاہوری نے بچ فرمایا ہے کہ سب ہی حنفی جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو صحیح مان کر اور قدح و جرح سے محفوظ جان کر اس کے مقابلے میں قرآن کی آیت پڑھتے ہیں بیشک یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے ورنہ حدیث کے مقابلے میں کبھی قرآن نہ پڑھیں بلکہ دونوں کو باہم موافق کریں لیکن چونکہ یہ بات صاف صاف عوام میں نہیں کہہ سکتے ہیں اس لیے وہ ایک پردے کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور اس برے اعتقاد کو اس قاعدے کے ضمن میں ظاہر کرتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلے میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے۔ مگر چونکہ وہ اس قاعدے کے پابند نہیں رہتے اور جہاں اس قاعدے پر چلنے سے مذہب امام کی پیروی چھوٹی ہے وہاں اس قاعدے کو بلائے طاق رکھ دیتے ہیں اور بمقابلہ آیت قطعی کے حدیث ظنی بلکہ قول صحابی رائے فقیہ سے بھی تمسک کر لیتے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ ان کا محض انکار عمل بالحدیث کے لیے آڑ ہے اور درحقیقت یہ قول امام کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے فہم کو رسول اللہ ﷺ کے فہم سے اچھا جانتے ہیں۔ میں اپنے دعویٰ کی تصدیق کے طور پر ایک مثل پیش کرتا ہوں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ قاعدہ محض انکار کی آڑ آیا ہے اور حقیقت میں وہ اس کے پابند نہیں۔

مسئلہ جمعہ قرآن میں یوں آیا ہے :

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ (الجمعة-۹)
جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کے لیے دوڑ کر آیا کرو اور کاروبار چھوڑ دیا کرو۔

دیکھو یہ آیت صریح ہے اس باب میں کہ جمعے کے لیے بلاشلہ یا شریا بازار ہونے کی کوئی شرط نہیں پھر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے اور اس کو بمقابلہ ایک قول صحابی کے (کہ وہ بھی صحیح نہیں ضعیف ہے) بلکہ بقول ایک عالم مذہب حنفی کے کہ جس کا قول بالاتفاق حجت نہیں ترک کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر نہیں حاکم امیری نہیں بازار دو کچہ نہیں وہاں جمعہ صحیح نہیں۔

اب غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کھل چلا گیا اور اس قاعدے کو کیوں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پابندی قاعدے کی نہیں ہے بلکہ یہ لوگ اپنے امام کی تقلید کے پابند ہیں پھر اگر اس کی محافظت قرآن کے افخذ کرنے میں دیکھتے ہیں تو اس کو پکڑ لیتے ہیں اور اگر تقلید حدیث پر عمل کرنے سے قائم رہتی ہے تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں، انتہی۔

اس مقام پر ہم تمام مقلدین کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ وہ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ان کا مقصد حیات کیا ہے؟ کیا کسی ایک امام کی تقلید سے ہی ان کا مقصد حیات ہے یا وہ تقلید کر کے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر دوسری صورت ہے اور رضا سے حق مطلوب ہے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے قول کے سامنے کسی دوسرے کے قول کی کوئی حقیقت نہ سمجھنی چاہیے۔ ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کیا فرماتے ہیں :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَزَجًا مِّمَّا قُضِيَتْ وَتُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (احزاب-۲۱)

نہیں اے محمد تیرے رب کی قسم یہ کبھی ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تجھے حاکم تسلیم نہ کر لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ صاف صاف تسلیم کر لیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (النساء-۸۰)

اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہترین طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی سب سے اچھی بات ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب-۲۱)

جو رسول کی اطاعت کرتا ہے بلاشبہ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ (النساء-۸۰)

اے نبی کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ (الاحزاب-۳۶)

کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَالًا يَدَّانَ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَفُصِّلَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (الشورى-۲۱)

کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریک الہی رکھتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی قسم کا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلے کی بات پہلے طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

یہ آیات صریح دلیل ہیں اس بات پر کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کے حکم کے خلاف اپنے اماموں کی نکالی ہوئی راہ پر عمل کرتے ہیں۔ انہیں اپنے ایمان کی نگرانی کرنی چاہیے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور

فائدہ:

دوسرے اماموں کا اس میں کچھ بھی قصور نہیں وہ بری الذمہ ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے جو مسائل دین میں اجتہاد اور استنباط کیا ہے تو اپنے آپ کو صاحب مذہب کہلانے اور لوگوں کے مقتدا بننے کے لیے نہیں کیا۔ ان بزرگان دین کی نیت ایسی کدورتوں سے بالکل پاک اور ان کے دل ایسے خطرات سے بالکل صاف تھے اور مخلوق الہی کی رہنمائی کے علاوہ ان کی کوئی غرض نہ تھی۔ اس لیے وہ اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کرتے رہتے تھے اور جہاں تک ان سے ہو سکتا لوگوں کے نفع کے لیے احادیث نبوی یا اقوال صحابہ سے مسائل کو استخراج کرتے اور لوگوں کی ضرورت اور حاجت کو رفع کرتے اور صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ اگر ہمارا کوئی بھی قول قرآن اور حدیث کے خلاف پاؤ تو اسے ہرگز نہ مانو اور اس پر عمل کرنا حرام سمجھو۔

امام شعرانی میزان شعرانی میں فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث نے شروں اور سرحدوں کی طرف سفر کر کے جس وقت احادیث کو جمع کر لیا تھا اس وقت امام ابو حنیفہ اگر زندہ ہوتے اور ان احادیث کو پالنے تو قبول کر لیتے اور تمام مسائل کو جو اپنی رائے اور قیاس سے انہوں نے بیان کئے تھے ترک کر دیتے جیسے کہ اور اماموں نے جمع و تدوین احادیث کی بنا پر اپنے وقت میں بہ نسبت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی کم قیاس کیا ہے۔ اسی طرح سے ان کے مذہب میں بھی قیاس کم ہوتا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نص پر قیاس مقدم کرنے کو منسوب کیا ہے اس نے یہ امر آپ کے ان مقلدوں کے کلام میں پایا ہو جو امام کے قول پر عمل کرنے کو لازم سمجھتے ہیں اور حدیث کو جو وفات امام کے بعد صحیح معلوم ہوئی چھوڑ دیتے ہیں۔ بہر حال امام معذور ہے اور یہ لوگ معذور نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے امام نے یہ حدیث نہیں لی۔ قلیل اعتکبات نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ امام کو تو حدیث پہنچی نہیں یا ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی (لیکن ان کو تو پہنچ گئی اور صحیح ہو چکی ہے) اور سب اماموں کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا مذہب ہے اور حدیث کے سامنے کسی کا بھی قیاس اور عذر نہیں چل سکتا۔ بجز اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مان لے اور اس پر عمل کرے، انتہی مختصراً۔

جماعت کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۱۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مخالف ایک اور مسئلہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَإِنْ كَانَتْ الْعَصْرُ أَوْ الْمَغْرِبُ أَوْ الْفَجْرُ خَرَجَ وَإِنْ أَخَذَ الْمُؤَدِّنُ فِيهَا لِكُرْهِيَةِ النَّفْلِ بَعْدَهُ**۔^(۱) ”اور اگر نماز عصر، مغرب یا صبح کی جماعت ہو رہی ہو یا مؤدِّن تکبیر کہنے لگا ہو تو (جو شخص پہلے نماز ادا کر چکا ہو) وہ مسجد سے نکل جائے کیونکہ ان نمازوں کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں۔“

یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس بات پر کہ اگر کوئی شخص صبح یا عصر کے فرض پڑھ چکا ہو تو وہ اگر اس مسجد میں چلا جائے جہاں صبح یا عصر کی نماز کی تکبیر یا جماعت ہو رہی ہو تو اس کو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت میں شامل نہ ہونا چاہیے تو اس مسئلے میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے خلاف کیا ہے جو یزید بن اسود رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا :

شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَجَّتَهُ رَسُولُ اَكْرَمِ رُسُلِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَج (حجة الوداع) کے دوران میں آپ کے ساتھ تھا۔

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب ادراك الفريضة ج-۱، ص-۱۵۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمحتار وفتاوی عالمگیری۔

میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں نماز فجر ادا کی جب آپ نماز ادا کر چکے اور ایک طرف کو ہوئے تو آپ نے لوگوں کے پیچھے دو آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا انہیں میرے پاس لے آؤ۔ جب انہیں لایا گیا تو ان کے شانوں کا گوشت کانپ رہا تھا یعنی آپ کی بیت سے سخت خوف زدہ تھے) آپ نے دریافت فرمایا ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم اپنے گھروں میں یہ نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا تو آئندہ ایسا نہ کرنا جب تم اپنے گھروں میں نماز ادا کر چکو پھر کسی ایسی مسجد میں آؤ جہاں جماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ (بعد میں پڑھی جانے والی نماز) تمہارے لیے نفل ہوگی۔

فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَوةَ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضَى صَلَوةَهُ وَانْحَرَفَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي آخِرِ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ قَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِئْنِي بِهِمَا تَزْعُدُ فَرَأَيْتُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ^(۱)

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں مجن اور یزید بن عامر سے بھی روایات آئی ہیں **فائدہ:** اور اہل علم میں سے بہت سے لوگوں کا یہی قول ہے اور سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق اس کے قائل ہیں، انتہی۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو اس کے قائل نہیں ہیں جبکہ ان کی دلیل کے طور پر حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو موطا امام مالک میں نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جس شخص نے مغرب یا صبح کی نماز پڑھ لی ہو پھر امام کو یہ دو نمازیں پڑھتا ہوا پائے تو انہیں (دوبارہ) ادا نہ کرے۔

اس کا یہ ہے کہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور روایت موقوف حجت پکڑنے کی قابل نہیں **جواب:** ہوتی۔ اس کا بیان مسئلہ نمبر ۴۲ میں پہلے گزر چکا ہے۔

غلام اور نابینا کی امامت کے بیان میں۔

مسئلہ نمبر ۴۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ لِأَنَّهُ لَا يَتَفَقَّهُ لِلتَّعَلُّمِ وَالْأَعْرَابِيِّ لِأَنَّ الْعَالِبَ فِيهِمْ الْجَهْلُ وَالْفَاسِقَ لِأَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ لِأَمْرِ دِينِهِ وَالْأَعْمَى لِأَنَّهُ لَا يَتَوَقَّى التَّجَاسُّدَ^(۲) ”اور غلام کو برائے امامت آگے کرنا مکروہ ہے کیونکہ تحصیل علم دین کے لیے وہ فراغت نہیں پاتا اور بلیہ نشین کی امامت بھی مکروہ ہے کیونکہ ان میں جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے کیونکہ امردین کا وہ کوئی اہتمام نہیں کرتا۔ اسی طرح اندھے کی امامت بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے بچ نہیں سکتا۔“

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب فیمن صلی فی منزله ج-۱ ص-۱۷۲ حدیث-۵۷۵ (صحیح) وھشکوة کتاب الصلاة باب من صلی صلاة مرتین ج-۱ ص-۳۶۲ حدیث-۱۱۵۲ (صحیح) وترمذی و نسائی۔

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب الامامة جلد-۱ ص-۱۷۲ شرح وقایہ کنز الدقائق رد المختار شرح در المختار وفتاوی عالمگیری۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔ ابوداؤد میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :
 أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَخْلَفَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُومٍ يَوْمَ نَبِيِّ اَكْرَمِ اللّٰهِ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو نائب بنیادہ اندھے تھے اور لوگوں کو
 النَّاسُ وَهُوَ اَعْمٰی۔^(۱)
 نماز کی امامت کراتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کو ابو داؤد اور احمد نے روایت کیا اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے لکھا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا۔ نیز ابو یعلیٰ اور طبرانی نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، طبرانی نے اسے باسناد حسن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔

مسئلہ نمبر ۱۵

امام کارینا لک الحمد کہنا کے بیان میں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَيَقُولُ الْمُؤْتَمِرُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَقُولُهَا الْإِمَامُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۳) ”اور امام سمع اللہ لمن حمدہ کے اور مقتدی ربنا لک الحمد کے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ربنا لک الحمد نہ کہے۔“

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں حسب ذیل تین احادیث کی خلاف ورزی کی ہے۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مُنْكَبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَثُرَ لِلزَّكُّوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الزَّكُّوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ۔ (۳)

دوسری حدیث صحیح مسلم میں عبد اللہ بن ابی اوفیؓ سے مروی ہے :

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی پشت مبارک رکوع سے اٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَلَا السَّمُوتِ وَمِلَأْ الْأَرْضِ وَمِلَأْ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی پشت مبارک رکوع سے اٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَلَا السَّمُوتِ وَمِلَأْ الْأَرْضِ وَمِلَأْ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔^(۵)

(١) صحيح ابوداؤد كتاب الصلاة باب امامة الاعلى ج-١ ص-١٤٤، حديث-٥٩٥ (حسن صحيح)

(۲) نيل الاوطار باب امامة الاعمي والعبد والمولى ج- ۳ ص- ۱۷۱

(۳) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ج-۱، ص-۱۰۶، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار و فتاوی عالمگیری۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب رفع الیدین اذا کبر ج-۲ ص- ۲۱۹ حدیث- ۴۲۶ و صحیح مسلم کتاب الصلاة باب استحباب

رفع اليدين حذو المنكبين ج- ٢ ص- ٣١٦ حديث- ٨٦٠ ومشكوة باب صفة الصلوة.

(٥) صحيح مسلم كتاب الصلاة باب ما يقول اذا رفع رأسه من الركوع ج-٣، ص-٣١٥، حديث-١٠٦٤

تیسری حدیث بخاری اور مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا :

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ
جَنْ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ جَنْ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ جَنْ يَرْفَعُ صَلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ
يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ جَنْ
يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ جَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ
جَنْ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ جَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعُلُ
ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ جَنْ
يَقُومُ مِنَ الْيَتِيمَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ-^(۱)

فائدہ : امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام شافعی اور امام مالک، عطاء، ابوداؤد، ابوبردہ، محمد بن سیرین، اسحاق اور داؤد نے اس حدیث سے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ خواہ امام ہو خواہ مقتدی ہو خواہ اکیلا ہو سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ بھی اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کہے۔ اور امام یحییٰ، ثوری اور اوزاعی نے کہانیز امام مالک سے کہ امام اور اکیلا تو سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ دونوں کو اکٹھا کہیں اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہی کہے۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ امام بھی اور اکیلا بھی سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اکٹھا کہیں لیکن مقتدی فقط سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ہی کہے۔ اور ہادی، قاسم اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام اور اکیلا فقط سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ہی کہیں اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہی کہے اور اسی کو ابن منذر نے ابن مسعود، ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما، شعبی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ اجمعین سے نقل کیا ہے اور امام یحییٰ نے کہا کہ میں بھی اسی کا قائل ہوں، انتہی اور ناصر سے بھی یہی مروی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۶ عورتوں کی امامت کے بارے میں

ایک مسئلہ جو مختلف حدیث ہے وہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَيُكَبِّرُ تَحْرِيمًا جَمَاعَةً التَّسَاءُ وَلَوْ فِي التَّرَاوُحِ-^(۳) ”یعنی اور مکروہ تحریمی ہے جماعت صرف عورتوں کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو۔“ اور یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے میں ان چار احادیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الاذان باب التكبير اذا قام من السجود ج-۲ ص-۲۷۲ حدیث-۷۸۹ وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ص-۸۶ حدیث-۲۹۲ ومسلم-

(۲) نیل الاوطار باب ما يقول في رفعه من الركوع ج-۲ ص-۲۵۸

(۳) هداية كتاب الصلاة باب الامامة جلد-۱ ص-۱۳۳ درالمختار، شرح وقایہ، كنز الدقائق، ردالمختار، شرح درالمختار وفتاوی عالمگیری۔

پہلی حدیث ابوداؤد میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُرْوِضُهَا فِي بَيْتِهَا نَبِيَّ اَكْرَمَ ﷺ ان کے گھر آیا کرتے تھے اور آپ نے ایک مؤذن ان
وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا وَآمَرَهَا اَنْ تَوْمَّ کے لیے مقرر کر دیا تھا جو ان کے لیے اذان دیتا تھا آپ نے انہیں (ام
اَهْلَ دَارِهَا۔^(۱) ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔

فائدہ : ابوداؤد نے کہا کہ عبدالرحمن کہتے ہیں میں نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کا مؤذن دیکھا تھا وہ ایک بوڑھا شیخ تھا
ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ سروجی نے کہا کہ اس حدیث کے
راویوں میں ولید بن جمیع اور عبدالرحمن بن خلاد انصاری ہیں، ابن قطلان نے کہا ہے کہ ان کا حال مجھ کو معلوم نہیں اور ابن
حبان نے ان کا ذکر ثقات میں سے کیا ہے۔ اسی طرح یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔
دوسری حدیث عبدالرزاق^(۲) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے :

اَنَّهَا اَمَّتِ النِّسَاءَ فَقَامَتْ وَسَطَ الصَّفِّ۔ تحقیق انہوں نے امامت کی عورتوں کی اور درمیان صف کے کھڑی ہوئیں۔
تیسری حدیث روایت کی ابن ابی شیبہ^(۳) نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے عمار ذہبی سے اس نے
روایت کی اپنی قوم کی ایک عورت سے اس کا نام حمیرہ تھا اس نے کہا :
اَمَّتْنَا اُمَّ سَلَمَةَ قَائِمَةً وَسَطَ النِّسَاءِ۔ امامت کی ہماری ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کھڑی ہوئیں درمیان
عورتوں کے۔

فائدہ : امام شوکانی رحمہ اللہ نے شرح درالبہیہ^(۴) میں کہا۔ علاوہ ازیں یہ حدیث مسند شافعی اور مسند عبدالرزاق
اور دارقطنی میں بھی ہے اور یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ ابو ثور اور مزنی اور محمد بن جریر طبری کا بھی
یہ مذہب ہے کہ عورتوں کی امامت جائز ہے۔

چوتھی حدیث بیہقی^(۵) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی اور کہا :
اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا خَيْرَ فِي جَمَاعَةٍ عورتوں کی جماعت میں بہتری نہیں ہے (یعنی عورتوں کا اکٹھا ہونا اچھا
النِّسَاءِ اِلَّا فِي صَلَوةٍ اَوْ جَنَازَةٍ۔ نہیں ہے) سوائے نماز پانچ وقتہ کے لیے یا نماز جنازہ کے لیے۔

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب امامة النساء ج-۱ ص-۱۷۷ حدیث-۵۹۲ (حسن)

(۲) روضة النديه شرح درالبهيه كتاب الصلاة فصل امامة النساء وسط الصف ج-۱ ص-۲۲۲ ودارقطنی وبيهقي وابن ابی شيبه
وحاکم۔

(۳) عینی شرح ہدایہ۔

(۴) روضة النديه كتاب الصلاة فصل امامة النساء وسط الصف ج-۱ ص-۲۲۲

(۵) روضة النديه كتاب الصلاة فصل امامة النساء وسط الصف ج-۱ ص-۲۲۲

مسئلہ نمبر ۱۷ نماز میں کانوں یا شانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بیان میں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاطِيَ بِإِبْهَامَيْهِ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا جَدَاءً مُنْكِبَهُمَا^(۱) (اور مرد نماز میں) ”اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر لے جائے اور عورت اپنے ہاتھ صرف شانوں تک اٹھائے“

یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان تین احادیث سے خلاف کیا ہے، جو درج ذیل ہیں: ☆

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مُنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَثُرَ لِلرُّكُوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ^(۲)

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ شانوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ویسے ہی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمد ربنا لک الحمد کہتے آپ سجدوں میں ہاتھ اٹھانے کا یہ عمل نہیں کرتے تھے۔

دوسری حدیث ابی حمید سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالُوا فَأَعْرِضْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاطِيَ بِهِمَا مُنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاطِيَ بِهِمَا مُنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَأْسَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَتَنَدَّلُ فَلَا يُضَبِّي رَأْسَهُ وَلَا يَقْنَعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کی موجودگی میں کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں میں آپ سب سے زیادہ جانتا ہوں انہوں نے کہا تو بتاؤ (آپ کیسے نماز پڑھتے تھے؟) انہوں نے بتانا شروع کیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو شانوں تک ہاتھ اٹھاتے پھر اللہ اکبر کہتے اس کے بعد آپ قراءت کرتے پھر تکبیر کہتے اور ہاتھ شانوں تک بلند کرتے اور رکوع میں چلے جاتے اور ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھتے پشت کو سیدھا کر لیتے اور سر کو نہ جھکاتے نہ پشت سے اوپر اٹھاتے پھر آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلوة ج-۱ ص-۱۰۰ شرح وقایہ کنز الدقائق رد المختار فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب رفع اليدين في التكبيرة الاولى ج-۲ ص-۲۱۸ حدیث-۴۳۵ ومشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ج-۱ ص-۲۳۸ حدیث-۷۹۳ (صحیح)

☆ کانوں کو ہاتھ لگنے کا مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے، محض متاخرین کی اختراع ہے۔ مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے علامہ قسستانی حنفی کی جامع الرموز سے حوالہ نقل کرتے ہیں: والمس لم يذكر تلح کانوں کو چھونا متداول کتب فقہ میں نہیں صرف قاضی خان اور ظہیریہ میں یہ فتویٰ ہے اور یہ کہنا کہ یہ کانوں کی برابری کی تحقیق کے لیے ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

پھر آپ رفع یدین کرتے اور سیدھے کھڑے رہتے۔ بعد ازاں اللہ اکبر کہتے اور سجدہ کے لیے زمین پر گر جاتے۔ ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں کھول رکھتے (یعنی ان کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا) پھر آپ سجدے سے سر اٹھاتے اور بلیاں پاؤں پھیر دیتے (بچھا دیتے) اور اس پر اچھی طرح بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پہنچ جاتی پھر سجدہ کرتے اور اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھتے اور اپنا بلیاں پاؤں بچھا کر اس پر اچھی طرح بیٹھ جاتے۔ بعد ازاں آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور اسی طرح دوسری رکعت میں بھی کرتے پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر آپ کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہاتھ شاموں تک اٹھاتے جس طرح آپ نے آغاز نماز کے وقت تکبیر کی تھی پھر آپ بیان کردہ طریقے کے مطابق پوری نماز ادا کرتے یہاں تک کہ جب آپ آخری سجدہ کرتے کہ جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا تھا تو اپنا بلیاں پاؤں اور پیچھے نکل لیتے اور کولے کے بل بائیں جانب پر بیٹھ جاتے اور آخر سلام پھیر دیتے موجود اصحاب نے کہا آپ نے سچ کہا۔ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی نماز ادا کیا کرتے تھے ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

حَمْدُهُ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا فَيَجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَنْثِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَتَعَدَّلُ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ ثُمَّ يَنْهَضُ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَثَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَثَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَوَتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ آخِرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِيهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالُوا صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي وَيَقَالَ التَّزْمِيزُ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ^(۱)

تیسری حدیث بخاری میں ہے :

حضرت ابو حمید سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اصحاب رسول کی ایک جماعت میں کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کا طریقہ آپ سے زیادہ اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے آپ کو دیکھا جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو شاموں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے اور پشت کو اتنا جھکاتے کہ گردن کے برابر ہو جاتی پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تا آنکہ ریزہ کی ہڈی کا ہر منکا اپنی جگہ پر آجاتا۔ اس کے بعد آپ سجدہ کرتے اور اپنے ہاتھ زمین پر بچھانہ دیتے اور نہ پہلوؤں سے ملا کر رکھتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی

عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَا أَحْفَظُكُمْ لَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَثَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ جَذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضَهُمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأُظْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب افتتاح الصلاة ج-۱ ص-۲۱۱ حدیث-۷۲۹ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صفة الصلاة

ج-۱ ص-۲۵۰ حدیث-۸۰۱ (صحیح) وابن ماجہ وترمذی ودارمی۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ (۲) نے کہا ہے کہ اس سنت میں (یعنی مونڈھوں تک اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے میں) مرد اور عورتیں شریک ہیں (یعنی خواہ مرد مونڈھوں تک اٹھائے خواہ کانوں تک اسی طرح سے عورتیں خواہ مونڈھوں تک اٹھائیں خواہ کانوں تک) مرد اور عورتوں میں رفع الیدین کے اعتبار سے فرق کسی روایت میں نہیں ملتا اور یہ جو اختلاف کہتے ہیں کہ مرد کانوں تک ہاتھ اٹھالیں اور عورتیں مونڈھوں تک اٹھائیں اور ان کا مونڈھوں تک اٹھانا ان کے ستر میں داخل ہے یہ بے دلیل بات ہے۔ ☆

الصلوة رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَنَهُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ جِبَّانَ وَلَهُ عَنْ طَلْقٍ لَا صَلَوةَ لِمُنْفَرِدٍ خَلْفَ الصَّفِّ وَزَادَ الطَّبْرَانِيُّ فِي حَدِيثٍ وَابِصَةً أَلَا دَخَلَتْ مَعَهُمْ أَوْ جَنَزَتْ رَجُلًا^(۱)

نے روایت کیا ہے۔ آخر الذکر نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور اس نے طلق سے جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی اور وابصہ کی حدیث میں طبرانی نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ تو پہلی صف میں ہی کیوں نہ داخل ہو گیا اس میں سے کسی آدمی کو کیوں نہ کھینچ لیا۔

فائدہ: جو شخص اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھے امام احمد کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز ہو جاتی ہے۔ اور ان تینوں اماموں کی دلیل بھی وہ حدیث ہے جو بخاری میں ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف (جماعت میں شامل ہونے کے لیے) گئے جب آپ رکوع میں تھے (اور جماعت کر رہے تھے) انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ بعد میں ان کے اس فعل کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کا اور زیادہ حریص بنادے لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا۔ ابو داؤد نے اس روایت میں یہ اضافہ (بیان) کیا۔ انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا پھر صف کی طرف گئے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ جو ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ پھر صف کی طرف چلے گئے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابی بکرہ رضی اللہ عنہ بحالت رکوع صف میں جا ملے تھے اکیلے صف کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے رہے تھے۔ لہذا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات کے لیے حجت نہیں ہو سکتی کہ صف کے پیچھے بھی اکیلے نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹ رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں طمانینت کلیان

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک اور مسئلہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَأَمَّا الْإِسْتِوَاءُ قَائِمًا فَلَيْتَ بِفَرَضٍ وَكَذَا الْجُلُوسَةُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَالطَّمَانِينَةُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ^(۲) ”رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا نیز رکوع و سجود میں طمانینت بھی فرض نہیں۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد محمد کا یہی مذہب ہے۔“ جبکہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد محمد کا یہ مسلک ان دو احادیث کے خلاف ہے :

پہلی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

إِنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ

ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشے میں تشریف رکھتے تھے۔ اس نے نماز پڑھی اور پھر آپ کے پاس آکر

(۱) صحیح ابو داؤد کتاب الصلاة باب الرجل يصلي وحده خلف الصف ج-۱ ص-۲۰۰ حدیث- ۶۸۲ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب

الصلاة باب صلاة الجماعة ص-۱۳۰ حدیث- ۳۱۰۹

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلوة ج-۱ ص-۱۰۶ وفتاویٰ عالمگیری۔

سلام عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا ”واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے (صحیح طرح) نماز نہیں پڑھی۔“ وہ آدمی واپس گیا اور نماز پڑھ کر پھر آیا اور سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور دوبارہ فرمایا ”وہیں جاؤ اور نماز پڑھو، کیونکہ تم نے (صحیح طرح) نماز نہیں پڑھی۔“ اس کے بعد تیسری یا چوتھی مرتبہ اس شخص نے عرض کی تو پھر رسول اللہ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر کو اور قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہو اور آسانی سے پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو پھر رکوع جاؤ اور اطمینان سے رکوع کرو۔ بعد ازاں سر اٹھاؤ اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدے میں جاؤ اور اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو پھر سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر سر اٹھاؤ اور (دوسری رکت کے لیے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اسی طرح پوری نماز میں کرو۔

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اَرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرُجِعَ وَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اَرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي النَّبِيِّ بَعْدَهَا عَلِمَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَاسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَظْمِنَ رَاكِعًا ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَظْمِنَ سَاجِدًا ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَظْمِنَ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَظْمِنَ سَاجِدًا ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَظْمِنَ جَالِسًا وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ ارْزُقْ حَتَّى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔^(۱)

دوسری حدیث یہ ہے :

حضرت رفیعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے مسجد میں نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تم نے (صحیح طرح) نماز نہیں پڑھی۔ اس نے عرض کی ”یا رسول اللہ“ مجھے سکھا دیجئے کہ کیسے نماز پڑھوں۔“ آپ نے فرمایا ”جب تم قبلہ رو کھڑے ہو جاؤ تو تکبیر کو پھر سورۃ فاتحہ پڑھو جتنا اللہ تعالیٰ پڑھنے کی توفیق دے (مراد ہے کوئی اور بھی سورت پڑھو) بعد ازاں جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھو اور خوب اچھی طرح رکوع کرو اور اپنی پشت کو پھیلا دو (ہموار رکھو) پھر جب سر اٹھاؤ تو کمر سیدھی کر لو اور سر کو بلند رکھو۔ اس طرح کہ ہڈیاں واپس جوڑوں میں آجائیں۔ اس کے بعد جب تم سجدہ کرو تو اچھی طرح سجدہ کرو اور سجدے سے سر اٹھاؤ تو اپنے

عَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَعِدْ صَلَاتَكَ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ عَلِمَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَصَلَّيْتُ قَالَ إِذَا تَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَقْرَأَ فَإِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَا حَتِيَّتَكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَمَكِّنْ رُكُوعَكَ وَأَمْدُدْ ظَهْرَكَ فَإِذَا رَفَعْتَ فَأَقِمْ صُلْبَكَ وَارْزُقْ رَأْسَكَ حَتَّى تَرُجِعَ الْعِظَامَ إِلَى مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِلشَّجُودِ فَإِذَا رَفَعْتَ

(۱) صحیح بخاری کتاب الاذان باب امر النبی الذی لا یقم رکوعه بالاعادة ج-۲ ص-۲۷۶ حدیث-۷۹۳ وبلغ المرام کتاب الصلاة

باب صفة الصلاة ص-۷۷ حدیث-۲۶۳ ۲۶۵ ومسلم-

فَاجْلِسْ عَلَى فِدْحِكَ الْمُسْرَى ثُمَّ اصْنَعْ ذَلِكَ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ وَسُجْدَةٍ حَتَّى تَظْمِنَ هَذَا لَفْظَ الْمَصَانِيحِ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مَعَ تَغْيِيرٍ يَسِيرٍ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ بِهِ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَأَقِمْ فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَأَقْرَأْ وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ^(۱)

بائیں ران (کولمے) پر بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح ہر رکوع اور سجدے میں (عمل) کرو تاکہ تمہیں اطمینان ہو جائے ☆ یہ مصانح کے الفاظ ہیں اور ابو داؤد نے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یہی روایت بیان کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے اس کے مفہوم کو روایت کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا تم جب نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وضو کرو پھر وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھو۔ بعد ازاں نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو بصورت دیگر الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ ہی پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ۔

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے کہا کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابن حبان بھی لائے ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ طہانیت واجب ہے اور نیز یہ احادیث ان لوگوں کے موقف کی تردید کرتی ہیں کہ جن کے نزدیک طہانیت واجب نہیں اور ابو حنیفہ نے ان احادیث کی مخالفت کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہیں

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد امام محمد کا خلاف حدیث ایک اور مسئلہ ہے جو ہدایہ (۳) میں لکھا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہیں اور اس باب میں ہدایہ کی عبارت مسئلہ نمبر ۱۹ میں اوپر مذکور ہوئیں۔

مسئلہ نمبر ۲۱ قومہ میں کھڑا ہونا فرض نہیں

ایک مسئلہ جس میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے خلاف حدیث موقف اختیار کیا ہے یہ ہے جو ہدایہ میں لکھا کہ قومہ میں کھڑا ہونا فرض نہیں۔ اور اس باب میں بھی ہدایہ کی عبارت مسئلہ نمبر ۱۹ میں اوپر گزری ہے اور یہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ جبکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد محمد نے اس مسئلے میں بھی ان دونوں احادیث کی مخالفت کی ہے جو کہ مسئلہ نمبر ۱۹ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

(۱) صحیح ابو داؤد کتاب الصلاة باب صلاة من لا یقیم صلیبہ ج-۱ ص-۲۳۲ حدیث-۸۵۹ (حسن) حدیث-۸۶۰ (حسن) حدیث-۸۶۱ (صحیح) ومشکوۃ کتاب الصلاة باب صفة الصلوة ج-۱ ص-۲۵۲ حدیث-۸۰۳ (صحیح)

(۲) نیل الاوطار باب التعوذ بالقراءة ج-۲ ص-۲۰۳

(۳) ہدایہ جلد اول باب صفة الصلوة ج-۱ ص-۱۰۶

☆ اس حدیث کا مدعا و مقصد بالکل واضح ہے کہ رکوع، سجود کے بعد والے اس قیام میں غایت درجہ اطمینان ہونا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۲۳ دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت کا بیان

ایک مسئلہ جس میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مخالف یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَاسْتَوَى قَائِمًا عَلَى صَلَوتِهِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَقْعُدُ** ^(۱) ”یعنی نمازی دوسرے سجدہ کے بعد جب سر اٹھائے تو بیٹھے نہیں بلکہ قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔“ ☆

یعنی پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد جلسہ استراحت نہ کرے۔ یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل ان چار احادیث کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

پہلی حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّه رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي فَإِذَا كَانَ فِي وَتَرٍ مِنْ صَلَوتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ^(۲) انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز پڑھتے تھے جب آپ نماز کی کوئی طاق رکعت ادا فرماتے تو اچھی طرح بیٹھے بغیر کھڑے نہ ہوتے ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوسری حدیث ایوب سے روایت ہے، اس نے نقل کی ابی قلابہ سے اس نے کہا:

جَاءَنَا مَالِكُ ابْنُ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَصَلَّى بِنَافِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لَا صَلَّيْتُ بِكُمْ وَمَا أَرِنَا الصَّلَاةَ لَكِنِّي أَرِنَا أَنْ أَرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي قَالَ أَتُوبُ فَقُلْتُ لِأَبْنِ قَلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَوتُهُ قَالَ مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا يَغْنِي عَنْهُ وَابْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَتُوبُ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُعَمُّ التَّكْبِيرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الْغَائِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ ^(۳) ہمارے پاس مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ آئے اور ہمیں اپنی اس مسجد میں نماز پڑھائی پھر فرمایا میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں حالانکہ نماز پڑھانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں البتہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو دکھاؤں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ ایوب کہتے ہیں اس پر میں نے ابو قلابہ سے پوچھا تو انہوں نے کس طرح نماز پڑھی۔ اس نے جواب دیا ہمارے اس شیخ کی طرح۔ اس کی مراد عمرو بن سلمہ سے تھی۔ ایوب کہتے ہیں اور وہ شیخ تکبیر کو پورا کرتا تھا اور جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتا تو بیٹھ جاتا اور زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا تھا۔

بخاری اور مسلم کی اس مضمون کی ایک حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابو داؤد اور دارمی کی اور ترمذی اور ابن ماجہ کی اسی مضمون کی ایک حدیث رافع بن رافع کی روایت سے مسئلہ نمبر ۱۹ میں پہلے گزر چکی ہیں جو صاحب دیکھنا چاہتے ہوں وہاں سے دیکھ لیں۔

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلوة ج-۱ ص-۱۱۰ وشرح وقایہ وکنز الدقائق وردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الاذان باب من استوی قاعدا فی وتر من صلاتہ ثم لہض ج-۲ ص-۳۰۲ حدیث-۸۳۳ وترمذی ونسائی۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب کیف یعتمد علی الارض اذا قام من الركعة ج-۲ ص-۳۰۳ حدیث-۸۳۴

☆ یہ بیٹھنا فقہاء کے میل جلسہ استراحت کے نام سے مشہور ہے امام شافعی رحمہ اللہ اس کے قائل ہیں اور التحقیق ج-۱ ص-۱۱۰ میں امام احمد رحمہ اللہ سے ایسا ہی منقول ہے اور یہی ان کی شیلیان شان بھی ہے کیونکہ بے غبار سنتوں پر ان کا عمل پیرا ہونا معروف ہے۔

جلسہ استراحت میں بیٹھنا سنت ہے

ترمذی نے حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی ذیل میں کہا ہے، اسی پر بعض اہل علم یعنی صحابہ کا عمل ہے ہمارے اصحاب بھی یہی کہتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد بیٹھ کر اٹھنا سنت نہیں۔ ☆
اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ترمذی میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نماز میں قدموں کے کنارے پر کھڑے ہوتے تھے اور ترمذی نے کہا کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث خالد ابن ایاس سے مروی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ محدثین کے نزدیک خالد ابن ایاس ضعیف ہے جو لوگ اس جلسہ کے قائل نہیں ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا کہ وہ نماز میں قدموں کے کناروں پر اٹھتے تھے اور بیٹھتے نہیں تھے اور اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی پائی جاتی ہے۔
پہلا جواب: اس کا یہ ہے کہ مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہو سکتا اور دلائل اس کے مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

دو سرا جواب: ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابیں کہ جن سے حنفیہ وغیرہ یہ آثار نقل کرتے ہیں طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں اور طبقہ ثالثہ کی کتابوں کی حدیث احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابلے میں تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ اسی سبب سے سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے مسک الختام شرح بلوغ المرام میں کہا کہ جو احادیث اس جلسہ کے ترک کے بارے میں آئی ہیں ضعیف ہیں جیسا کہ تو بھی پہچانتا ہے اور جو احادیث اس جلسہ کے اثبات میں وارد ہیں صحیح ہیں۔ پس حدیث ضعیف حدیث صحیح کے معارض نہیں ہوئی۔ اب جبکہ حدیث معارض حدیث کے نہیں ہو سکتی تو پھر اثر صحابہ کس طرح کے معارض حدیث ہو سکتا ہے لیکن اس باب میں تو تنہا حدیث بخاری ہی اس جلسہ کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

قعدہ کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۲۳

ایک مسئلہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا جو رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث کے مخالف ہے یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَجَلَسَ فِي الْأَخِيرَةِ كَمَا جَلَسَ فِي الْأَوَّلَى۔^(۱) ”اور بیٹھے آدمی آخری قعدہ میں جیسے کہ پہلے قعدہ میں بیٹھا“ اور یہ مذہب ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے، سو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ابو حمید سلمیٰ کی ان دو احادیث کا جو کہ مسئلہ نمبر ۱۷ میں پہلے گزر چکی ہیں۔ ☆☆

(۱) ہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صفة الصلاة ج-۱ ص-۱۱۱ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔
☆ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو سجدوں کے بعد تھوڑا سا بیٹھ کر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے اٹھنا چاہیے۔ اور اسی کو جلسہ استراحت کہتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کا خلاف کرتے ہیں۔

☆☆ ان احادیث میں ہے کہ دوسرے تشدد میں اپنا پیلا پاؤں دائیں ٹانگ کے نیچے سے نکال لے اور کولے کے بل بائیں جانب بیٹھ جائے جو کہ صحیح مسئلہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴

یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس پر کہ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد اور نماز مغرب سے پہلے بھی نفل پڑھنے درست نہیں۔

یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، سو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے مندرجہ ذیل ان چھ احادیث کا پہلی حدیث عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ صَلُّوا قَبْلَ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً۔ (۲)

یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا نماز پڑھو نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو نماز مغرب سے پہلے پھر تیسری بار فرمایا اس کے لیے جو چاہے آپ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ لوگ ان نوافل کو سنت بنالیں انہیں پابندی سے پڑھنے لگیں۔

فائدہ: یعنی دوبار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھو مغرب کی نماز فرض سے پہلے اور تیسری بار تو یہ بھی فرمایا کہ جو چاہے پڑھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز سنت موکدہ نہیں مستحب ہے۔

دوسری حدیث صحیح ابن حبان میں انہیں سے روایت ہے :

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى قَبْلَ الْمَغْرَبِ رَكَعَتَيْنِ۔ (۳) تحقیق نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔

تیسری حدیث صحیح مسلم میں مختار بن فلفل سے روایت ہے :

وَكَمَا نُصَلِّي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَوةِ
الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهُ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب
سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے میں نے ان سے پوچھا کیا رسول
اللہ ﷺ بھی ان رکعتوں کو پڑھتے تھے؟ تو جواب میں کہا کہ آپ ہمیں

(۱) ہدایہ باب کتاب الصلوٰۃ، جلد اول، شرح وقایہ، کنز الدقائق، درالمختار، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) بخاری کتاب النهج باب الصلاة قبل المغرب ج- ۳ ص- ۵۹، حدیث- ۱۱۸۳ ومشکوٰۃ باب السنن جلد اول-

(۳) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلوة التطوع ص- ۱۰۵، حدیث- ۳۵۲، ۳۵۳، و صحیح مسلم

☆ مولانا عبدالحی کھٹوتی اپنی کتب الطایفہ میں اس مسئلہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: اقوال عبارات اکثر فقہائنا بکرمہ التفلح (ترجمہ) کہتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور وہ اس میں علت یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مغرب کی نماز کو تاخیر ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے ان کا مقصد ہے کہ مغرب سے قبل لمبی رکعت کے ساتھ نفل پڑھنا مکروہ ہے، جیسا کہ علت کے منطوق سے عیاں ہوتا ہے اس لیے اگر کبھی مختصر وقت میں نفل پڑھ لیے جائیں کہ ان کی وجہ سے نماز میں تاخیر نہ ہو تو یقیناً مکروہ نہیں ہے۔

صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا۔
یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن نہ حکم دیتے تھے اور نہ منع فرماتے تھے۔

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ يَضْرِبُ الْأَيْدِيَّ عَلَى صَلَوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔^(۱)
پوچھا میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حل نفل کا پیچھے عصر کے پس کہا تھے عمر رضی اللہ عنہ مارتے تھے اس کے ہاتھوں کو کہ نیت باندھنا نماز کی پیچھے نماز عصر کے

چوتھی حدیث صحیح مسلم میں انہیں سے روایت ہے کہ :

كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَّ فَرَكَعُوا رَكَعَتَيْنِ حَتَّى أَنْ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لِيَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صَلَّيْتَ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا۔^(۲)
ہم مدینہ میں تھے جب مؤذن نماز مغرب کی اذان کہتا تو صحابہ جلدی جلدی مسجد کے ستونوں کا قصد کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے ان دو رکعتوں کے پڑھنے والے اتنے زیادہ ہوتے کہ اگر مسجد میں کوئی اجنبی اور مسافر آجاتا تو گمان کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔

پانچویں حدیث مرشد بن عبداللہ یزلی سے روایت ہے، انہوں نے کہا :

أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ أَلَا أَعَجَبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَرْكَعُ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ۔^(۳)
میں عقبہ بن عامر جہنی کے پاس آیا اور کہا کیا میں آپ کو ابی تمیم کے فعل سے تعجب میں نہ ڈالوں۔ وہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ عقبہ نے کہا (اس میں تعجب کی کیا بات ہے) یہی عمل رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم خود کیا کرتے تھے اس پر میں نے پوچھا تو اب یہ کام کرنے سے آپ کو کیا امر مانع ہے؟ کہنے لگے دنیا کے کام کلج۔

چھٹی حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ۔^(۴)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دونوں اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، پھر تیسری بار فرمایا اس شخص کے لیے جو چاہے۔

فائدہ : مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ امام احمد اور اسحاق اور اصحاب حدیث کا مذہب یہی ہے کہ قبل نماز مغرب دو رکعتیں پڑھنی مستحب ہیں۔

کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد غروب آفتاب اور قبل نماز مغرب بسبب دیر ہو جانے کے یہ دو

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين وقصرها باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب ج-۶ ص-۳۶۲ حدیث-۱۹۳۵

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين وقصرها ج-۶ ص-۳۶۲ حدیث-۱۹۳۶

(۳) صحیح بخاری کتاب التهجید باب الصلوة قبل المغرب ج-۳ ص-۵۹ حدیث-۱۱۸۳

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب بین کل اذانین صلاة لمن شاء ج-۲ ص-۱۱۰ حدیث-۱۲۷۷ ومشکوٰۃ کتاب الصلوة فضل الاذان

واجابة المؤذن ج-۱ ص-۲۰۹ حدیث-۶۶۳

رکعتیں پڑھنا جائز نہیں ہیں تو یہ ان کی لڑائی سنت کے ساتھ ہے، انتہی۔ اور یہ جو بعض حنفیہ سوال از آسمان جواب از ریسمان کے مصداق دو رکعت مذکور کے درست نہ ہونے کے لیے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کے طور پر یہ دو احادیث پیش کرتے ہیں۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم ^(۱) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نفل نماز نہ پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ ☆

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ بعد غروب آفتاب اور قبل نماز مغرب نفل پڑھنے جائز نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ بعد نماز عصر آفتاب کے غروب ہونے تک نماز پڑھنا درست نہیں۔ لہذا اس حدیث سے مذکورہ رکعتوں کے ناجائز ہونے پر استدلال درست نہیں۔

دوسری حدیث صحیح مسلم میں روایت ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا تین اوقات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع کرتے تھے کہ ہم ان میں نماز پڑھیں یا اپنے مردے دفن کریں۔ طلوع آفتاب کے وقت تا آنکہ آفتاب بلند ہو جائے اور ٹھیک دوپہر کا وقت تا آنکہ سورج ڈھل جائے اور غروب آفتاب کا وقت یہاں تک کہ سورج اچھی طرح غروب ہو جائے۔ ^(۲)

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بھی سوال از آسمان و جواب از ریسمان والی بات ہے۔ اس حدیث سے غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعتوں کے ناجائز ہونے پر کس طرح دلیل پکڑی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت اور طلوع و غروب آفتاب کے وقت نفل پڑھنا درست نہیں۔ اس حدیث سے تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ غروب آفتاب کے بعد بھی نفل پڑھنے جائز نہیں ہیں۔

سنتوں کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۲۵

ایک مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث کے مخالف ہے وہ یہ ہے جو فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَوْ تَكَلَّمُ بَيْنَ الشَّئَةِ وَالْفَرْصِ لَا يَسْقُطُهَا وَلَكِنْ يَنْقُضُ ثَوَابَهَا وَقِيلَ تَسْقُطُ ^(۳) ”اور اگر نمازی سنت اور فرض کے درمیان کلام کرے تو اس (کلام) سے سنتیں ٹوٹتی تو نہیں البتہ ان کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سنتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔“

یہ مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کرتے ہیں۔

پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا صَلَّى رَكَعَتِي الْفَجْرِ فَإِنْ نَبِي صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت (سنت کی) پڑھ لیتے تو اگر میں جاگتی ہوتی کُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَالْأَصْطَحَجُ ^(۴)۔ تو مجھ سے گفتگو فرماتے، بصورت دیگر لیٹ جاتے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها باب الاوقات التي نهى عن الصلاة فيها ج-۶ ص-۳۵۲ حدیث-۱۹۳۰

(۲) صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها باب الاوقات التي نهى عن الصلاة فيها ج-۶ ص-۳۵۳ حدیث-۱۹۳۱

(۳) درمختار، فتاویٰ عالمگیری وذخیرۃ العقبی-

(۴) صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ج-۶ ص-۲۶۶ حدیث-۱۷۲۹

☆ یہاں مراد عام نفل نماز ہے لیکن اگر کوئی سبھی نفل نماز ان مذکورہ اوقات میں آجائے تو وہ منع نہیں ہے، جیسے طواف کی دو رکعتیں۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد کلام کرنا مباح ہے اور ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔^(۱)

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

(تیسری حدیث) --- صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ تَحْقِيقَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَاتٍ كَوَاسِمًا رَكْعَتَ نَمَازٍ (تہجد) پڑھتے جن میں اِخْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا سَبَّحَ رَكْعَتَ وَتَرَهُوَتْ۔ جب آپ اس سے فارغ ہو جاتے تو دائیں فَرَّغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شَقِيهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى جَانِبٍ پَر لَیْث جَاتے یَہل تَک کہ مُؤَذِّنُ آپ کے پَاس آتا اس وقت یَاتِيهِ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔^(۱) آپ دو ہلکی رکعتیں اور پڑھتے۔

فائدہ: ابن حزم نے کہا کہ فجر کی سنتوں کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹنا فرض ہے^(۲) جو شخص سنت و فرض کے درمیان لیٹنا ترک کرے گا نماز اس کی باطل ہو جائے گی اور بعض علماء نے اس کی تائید میں ایک بڑی جلد تصنیف کی ہے۔ شیخ ابن عربی صاحب فتوحات اور ان کے سوا دوسرے مشائخ طریقت کا بھی یہی مذہب ہے، انتہی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء جو کہ سنت فجر اور فرض کے درمیان لیٹنا سنت نہیں جانتے ہیں ان کی دلیل یہ دو احادیث ہیں۔

پہلی حدیث^(۳) رزین نے نافع سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جس نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر لیٹ گیا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا اے مرد تیرے لیٹنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے چاہا کہ سنت اور فرض نماز میں فصل کروں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ سلام سے بڑھ کر کون سا فصل ہے۔ وہ شخص بولا مگر یہ تو سنت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بلکہ یہ بدعت ہے۔ (سو اس کا جواب دو طرح پر ہے۔)

پہلا جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس فعل کو بدعت کہنا محض خطا ہے کہ ابوداؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت) پڑھے تو اسے چاہیے کہ دائیں جانب پر (ذرا) لیٹ جائے۔^(۴)

دوسرا جواب: مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول یا فعل حجت نہیں ہو سکتا اور دلائل اس کے مسئلہ چارم میں پہلے گزر چکے ہیں۔

دوسری حدیث ابن ابی شیبہ^(۵) میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان میں داہنی کروٹ پر لیٹنے سے انکار کیا ہے اور ابراہیم نخعی تابعی نے اس کو ضجعت الشیطان کہا ہے۔ اس کا جواب بھی دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ روایت بھی موقوف ہے۔

دوسرا جواب: کتاب ابن ابی شیبہ کہ جس کی یہ روایت ہے طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی روایت حدیث مرفوع کے مقابلے میں لائق حجت نہیں ہوتی، اس کے دلائل مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶ ص-۲۵۹ حدیث-۱۷۱۳

(۲) سفر السعادت --- ومواہب الدنیہ۔

(۳) مواہب الدنیہ۔

(۴) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلاة تفریع صلاة السفر باب الاضطجاع بعدها ج-۱ ص-۳۳۶ حدیث-۱۲۶۱ (صحیح)

(۵) مواہب الدنیہ۔

☆ اگر مقلد حضرات سے گزارش کریں کہ اس مسئلہ کے بارے میں حدیث میں مسئلہ اس طرح آتا ہے کہ جب فرض نماز گھڑی ہو جائے تو کوئی اور نماز نہیں ہوتی، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو حنفی ہیں۔ افسوس! کیا حنفیت رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے روگردانی کا نام ہے؟

اور تقریب التہذیب^(۱) ہی میں لکھا ہے کہ عبادین کثیر ثقیفی مصری متروک ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ عبادین کثیر جھوٹی احادیث روایت کیا کرتا تھا، انتہی۔ اور کاترندی نے کہ حجاج بن نصیر کی احادیث ضعیف ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۸ فجر کی سنتیں نماز فجر اور طلوع آفتاب کے بعد ادا نہ

کرنے کا بیان

نفع کی کتابوں میں لکھا ہے : وَإِذَا فَاتَتْهُ رُكْعَتَا الْفَجْرِ لَا يَقْضِيهِمَا قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ لِأَنَّهُ يَبْقَى نَفْلًا مُّظْلَقًا وَهُوَ مَكْرُوهٌ بَعْدَ الصُّبْحِ وَلَا بَعْدَ ارْتِفَاعِهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ۔^(۲) ”یعنی اور اگر سنت فجر کی فوت ہو جائے تو قضاء نہ کرے جب تک کہ آفتاب نہ نکلے (کیونکہ فرض تو پڑھ چکا) صرف نفل باقی رہے اور نفل مکروہ ہیں صبح کے بعد اور طلوع آفتاب کے بعد اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے۔“ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف نے اس مسئلے میں ان چار احادیث کے خلاف کیا ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ وَوَصِيفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ بِالطَّائِفَةِ قَالَ حَدَّثَنَا الزَّيْنَعُ بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ قَهْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الصُّبْحَ وَلَمْ يَكُنْ رُكْعَ رُكْعَتِي الْفَجْرِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ فَرُكْعَ رُكْعَتِي الْفَجْرِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَلَمْ يَنْكُزْ عَلَيْهِ۔^(۳)

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے اور وصیف بن عبد اللہ الحافظ نے طائیفہ میں حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے ربیع بن سلیمان نے حدیث بیان کی۔ اس نے کہا ہم سے اسد بن موسیٰ نے حدیث بیان کی۔ اس نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا۔ اس نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے اپنے باپ سے روایت کی، اس نے اپنے دادا قیس بن قہر بن قیس بن قہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی اور انہوں نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہیں پڑھی تھیں تو جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا وہ کھڑے ہو گئے اور سنتیں پڑھنے لگے اور رسول اللہ ﷺ ان کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن آپ نے اسے معیوب سمجھ کر منع نہیں فرمایا۔

(۲) عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ جَاءَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَصَلِّي صَلَاةَ الْفَجْرِ فَصَلَّى مَعَهُ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَصَلَّى رُكْعَتِي الْفَجْرِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا هَاتَانِ

یحییٰ بن سعید اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آئے تو نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو وہ کھڑے ہو گئے اور فجر کی سنتیں پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا یہ کیسی رکعتیں ہیں؟ انہوں نے

(۱) ترمذی ص-۵۱۰ و ہدایہ باب کتاب الصلوٰۃ جلد اول ص-۱۵۷

(۲) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب ادراک الفریضۃ ج-۱ ص-۱۵۲ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار و فتاویٰ عالمگیری۔

(۳) ابن حبان فی صحیحہ التّاسیم والانواع۔

جواب دیا میں فجر سے پہلے انہیں نہیں پڑھ سکا تھا آپ سن کر خاموش رہے اور کچھ نہ کہل۔ (اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور جذری نے کہا ہے کہ اس کے تمام روایت ثقہ ہیں)

حسن بن زکوان، عطاء بن ابی رباح سے اور وہ انصار کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز فجر کے بعد نماز پڑھتا تھا اس نے آپ سے عرض کیا کہ میں فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہیں پڑھ سکا تھا انہیں میں نے اب پڑھا ہے۔ تو آپ نے اسے کچھ نہیں کہل۔ (اس حدیث کو ابن حزم نے محلی میں روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے)

الرُّكْعَتَانِ قَالَ لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُهُمَا قَبْلَ الْفَجْرِ فَسَكَتَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ الْجَذَرِيُّ رَوَاهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ)

(۳) عَنْ الْحَسَنِ بْنِ زَكْوَانَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ الْغَدَاةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَصَلَّيْتُهِمَا الْآنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ شَيْئًا۔ (رَوَاهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمُحَلَّى وَقَالَ الْعَرَاكِيُّ وَاسْتَأْدَهُ حَسَنٌ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہ پڑھی ہوں وہ انہیں طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا)

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهُمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔^(۱)

ترمذی نے کہا کہ ہم نہیں پہچانتے اس حدیث کو مگر اسی سند سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے بھی مروی ہے اور اسی پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور سفیان ثوری، شافعی، احمد، اسحاق اور ابن مبارک بھی یہی کہتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ احادیث (یعنی جو کہ اوپر مذکور ہوئیں) دلیل ہیں اس پر کہ جائز ہے قضا کرنا نوافل راتبہ کا خواہ عذر سے نہ پڑھے گئے ہوں، خواہ بغیر عذر کے۔ عبد اللہ کا یہی مذہب ہے اور تابعین میں سے عطاء اور طاؤس اور قاسم بن محمد کا اور ائمہ میں سے ابن جریج اور اوزاعی کا اور قول جدید شافعی کا اور محمد اور اسحاق اور محمد بن حسن اور مزنی کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ جس کی کوئی چیز سنن راتبہ میں سے فوت ہو جائے اسے چاہیے کہ ان کو ادا کرے چاہے مکروہ اوقات میں ہی کیوں نہ ہو۔

فرض نمازیں جمع نہ کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۲۹

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ فَرَضَيْنِ فِي وَقْتٍ بَعْدَ سَفَرٍ وَمَطَرٍ۔^(۳) ”اور جمع کرنا دو فرض نمازوں کا ایک وقت میں جائز نہیں سفر اور بارش کے عذر سے۔“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا اس مسئلے میں حسب ذیل آٹھ احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) ترمذی ابواب الصلوة باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد الصبح۔

(۲) نیل الاوطار ج-۳ ص-۲۸

(۳) در المختار (غاية الاوطار) شرح وقايہ، كنز العقائق، فتاوى عالمگیری و فتاوى قاضی خان۔

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَنَةٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔^(۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ سفر کے دوران نماز ظہر اور عصر جمع کر لیا کرتے تھے اسی طرح مغرب اور عشاء بھی جمع کر لیتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کا جمع کرنا درست ہے خواہ ظہر کے وقت ظہر کے ساتھ ہی عصر پڑھ لی یا عصر کے وقت عصر کے ساتھ ظہر پڑھ لے۔ اسی طرح مغرب کے وقت مغرب کے ساتھ بھی عشاء کو پڑھ لی یا عشاء کے وقت عشاء کے ساتھ اسی وقت مغرب پڑھ لے اور یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور حنفیہ کے نزدیک جمع کرنا نماز کا محمول ہے جمع صوری پر یعنی ظہر آخر وقت میں پڑھے اور عصر اول وقت میں مگر یہ بات صریحاً اس حدیث اور آئندہ احادیث کے بھی خلاف ہے۔

(۲) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَزْتَجِلَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَإِنْ اذْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَرِيعَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلَ ذَلِكَ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَزْتَجِلَ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَإِنْ اذْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَنْزِلَ الْعِشَاءُ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ)^(۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے دوران ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر لیتے تھے اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا اور اگر آپ سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کر جاتے تو ظہر کو نماز عصر کے وقت تک موخر کر لیتے۔ ایسا ہی نماز مغرب کے سلسلہ میں بھی کرتے۔ اگر کوچ سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز بھی پڑھ لیتے اور اگر غروب آفتاب سے پہلے کوچ کر جاتے تو نماز مغرب کو عشاء تک موخر کر لیتے پھر دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھتے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے)

(۳) وَعَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا۔^(۳)

انہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو (دوران سفر) آپ نماز ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھتے تھے اور مغرب اور عشاء کو بھی جمع کر کے ہی پڑھتے رہے۔

(۱) صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلاة باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ج-۲ ص-۵۷۹ حدیث-۱۱۰۸ و مشکوٰۃ کتاب

الصلاة باب صلاة السفر ج-۱ ص-۳۲۲ حدیث-۱۳۳۹

(۲) صحیح سنن ابوداؤد کتاب الصلوة تفريع صلاة المسافرين باب الجمع بین الصلاتين ج-۱ ص-۳۳۰ حدیث-۱۱۰۸ و مشکوٰۃ کتاب

الصلوة باب صلاة السفر ج-۱ ص-۳۲۲ حدیث-۱۳۳۳ (صحیح)

(۳) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين وقصرها باب الجمع بین الصلاتين فی الحضر ج-۵ ص-۲۲۲ حدیث-۱۲۴۹

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر پر روانہ ہو جاتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کر لیتے پھر اترتے اور رواں نماز میں جمع کر کے پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔ (اسے امام بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے) اور اربعین میں حاکم کی ایک روایت میں بسند صحیح وارد ہے کہ آپ ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھ کر سوار ہوتے تھے اور مستخرج مسلم میں ابو نعیم کی ایک روایت ہے کہ جب آپ سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے پھر کوچ فرما جاتے۔

(۴) وَعَنْ أَنَسٍ ۖ بَنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَرْتَعِ الشَّمْسُ آخِرَ الظُّهْرِ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحَلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةِ الْحَاكِمِ فِي الْأَرْبَعِينَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ ثُمَّ رَكِبَ وَلَا يَنْتَعِمُ فِي مُسْتَخْرَجِ مُسْلِمٍ كَانَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَرَأَتْ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ ارْتَحَلَ.

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک سفر میں نمازیں جمع کیں اور اس کی صورت یہ تھی کہ آپ ایک وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کرتے تھے اور دوسرے وقت میں مغرب اور عشاء کو۔ سعید کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ کو نمازیں جمع کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اپنی امت کو تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاةِ فِي سَفَرَةٍ سَافَرَهَا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ سَعِيدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُخْرِجَ أُمَّتَهُ. (۳)

ترمذی نے حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ذیل میں کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علیؓ ابن عمرؓ انسؓ عبد اللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ اسامہ بن زیدؓ اور جابر رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے اور شافعی بھی اس کے قائل ہیں۔ امام احمد اور اسحاق دونوں کہتے تھے کہ کوئی خوف کی بات نہیں اگر کوئی سفر میں ان دونوں اوقات میں سے کسی ایک وقت میں دو نمازیں جمع کر لے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ امام شافعی اور اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ جمع کرنا ظہر اور عصر کا ان کے دونوں وقتوں میں سے جس میں چاہے جب سفر طویل ہو اور چھوٹے سفر میں نماز جمع کرنے کے جواز میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور اس کے دونوں قولوں میں بہت صحیح قول اس کا یہ ہے کہ جس سفر میں قصر کرنا نماز کا درست نہیں اس میں جمع کرنا بھی درست نہیں اور سفر طویل سے مراد اڑتالیس میل ہاشمی ہیں اور وہ درمیانی دو منزلیں ہوتی ہیں انتہی ملخصاً۔ (۳)

(۱) صحیح بخاری کتاب تقصیر الصلاة باب اذا ارتحل بعد ما زاغت الشمس ج-۲ ص-۵۸۳ حدیث-۱۱۱۲ وصحیح مسلم کتاب

صلاة المسافرين باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر ج-۵ ص-۲۲۰ حدیث-۱۱۴۳

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب الجمع بين الصلاتين في السفر ج-۵ ص-۲۲۲ حدیث-۱۱۴۸

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة المسافرين جواز الجمع بين الصلاتين في السفر ج-۵ ص-۲۱۹ شرح حدیث-۱۱۱۹

امام شوکانی رحمہ اللہ^(۱) نے کہا ہے کہ مسافر کے لیے اذان و اقامت کا تقدیم و تاخیر کے ساتھ نماز جمع کرنا درست ہے یعنی ظہر کے ساتھ عصر پڑھے یا عصر کے ساتھ ظہر ملا دے اسی طرح مغرب کے ساتھ عشاء پڑھے یا عشاء کے ساتھ مغرب ملا دے، انتہی۔ اور حنفیہ جو نماز ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو سفر میں جمع کر کے پڑھنا درست نہیں جانتے سوال کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل بخاری^(۲) مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا نہیں دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ نماز پڑھی ہو کوئی نماز بغیر اپنے وقت کے مگر دو نمازیں کہ جنہیں آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں جمع کیا اور فجر کی نماز اس دن آپ نے قبل از وقت پڑھی، سو اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ (سفر میں) رسول اللہ ﷺ اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا نماز کو جمع کر کے (پڑھنے کو) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سوائے مزدلفہ کے نہ دیکھنا مضر مقصود نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ نقل عدم ہے نہ عدم نقل اور مثبت مقدم ہے منافی پر نیز یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بہت سی چیزوں کو بھلا دیا تھا۔ لہذا اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ نماز کو جمع کر کے پڑھنے کو بھی بھلا دیا ہو اس کا بیان بلاغ المبین کی جلد اول میں رفع الیدین کے بیان میں مفصل لکھا گیا ہے۔

دوسرا جواب: ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے تھے جیسا کہ محدث اسلام اللہ نے محلی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ میں نے مسند ابی یعلیٰ میں بطریق ابی لیلیٰ دیکھا اس نے روایت کی ابی قیس از دی سے اور اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے، انتہی۔

دوسری دلیل، اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا بَيِّنًا نَمَازِ اِیْمَانْدَاروں پر ایک ایسا فرض ہے جس کی ادائیگی کا وقت مقرر مَوْقُوتًا۔ (النساء-۱۰۳)

ہے

اس کا جواب چار طرح پر ہے۔

پہلا جواب: تعیین اوقات نماز جس طرح سے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے ہے اسی طرح سے جمع کرنا بھی رسول اللہ ﷺ ہی کے فعل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جمع کی سوجو کوئی اس آیت سے سفر میں نماز جمع نہ کرنے کے لیے دلیل پکڑتا ہے وہ ٹھیک نہیں کرتا۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔

دوسرا جواب: عمل کلام اللہ پر اگرچہ حدیث سے مقدم ہے تو پھر نماز کا قصر کرنا بالکل درست نہیں حالانکہ قصر کرنا آپ کے نزدیک واجب ہے اور کلام اللہ کے خلاف ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر کافروں کا خوف ہو تب قصر کرو۔

(۱) درر البہیہ باب صلوة المسافر ج-۱ ص-۳۸۵

(۲) تیسیر الوصول-

اگر کوئی یہ کہے کہ نماز کا قصر کرنا اللہ کا صدقہ قبول کرنا ہے اور نہ قصر کرنا اس کا احسان رد کر دینا ہے اور یہ گناہ ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں ہے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ کلام اللہ کے مضامین رسول اللہ ﷺ کے فرماں پر عمل کرنے پر ہی منحصر ہیں اور جمع کرنا نماز کا رسول اللہ ﷺ کے فعل سے خوب ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آیت اِنَّ الصَّلٰوةَ الْخَيْرُ سے جمع صلوٰۃ کے عدم جواز پر حجت پکڑنا نامقبول ہے۔

تیسرا جواب: کلام اللہ کے مضامین سے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اور کوئی واقف نہیں اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ذرہ برابر بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ پس سفر میں نماز کا جمع کرنا اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور آیت مذکور کے خلاف ہوتا تو اسی وقت وحی نازل ہوتی اور جمع کرنے سے منع کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا سفر میں جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ناپسند نہیں۔

چوتھا جواب: بحکم آیت مذکور اگر نماز کا جمع کرنا آپ کے نزدیک منع ہے تو پھر مزدلفہ میں جو آپ نماز جمع کر کے پڑھنے کے قائل ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ قرآن سے تو یہ ثابت ہی نہیں اور اگر یہ کہو کہ حدیث سے ثابت ہے۔

جواب: سفر میں جمع کرنا ہی حدیث ہی سے ثابت ہے پھر آپ اس کو کیوں نہیں درست جانتے اور اس کا کیوں انکار کرتے ہو۔ غرضیکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو چھوڑنے اور غیر کی تقلید کرنے سے یہ سب خرابیاں لازم آئیں اور حق یہ ہے کہ سفر میں جمع کرنا نماز کا تو ایک طرف رہا اگر کسی بڑی ضرورت کے لیے گھر میں بھی کوئی کبھی جمع کر لے تو بھی گناہ نہیں ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

(۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ فَسَأَلْتُ سَعِيدًا لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُخْرِجَ أَحَدًا مِنْ أَمَّتِهِ^(۱)

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز مدینہ میں سوائے سفر کے جمع کر کے پڑھی ابو الزبیر نے کہا تو میں نے سعید سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کیا۔ سعید نے کہا میں نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا جیسا کہ تو نے مجھ سے پوچھا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا یہ تھی کہ اپنی امت میں سے کسی کو تنگی میں مبتلا نہ کریں۔

(۷) وَعَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ فِي حَدِيثٍ وَكَانَ قَالَ قُلْتُ لَابْنِ عَبَّاسٍ لِمَ فَعَلَ ذَلِكَ قَالَ كَثِيرًا يُخْرِجُ أُمَّتَهُ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ مَعَاوِيَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا أَرَادَ إِلَى ذَلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا

اور انہیں سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کے اور مغرب اور عشاء کے درمیان مدینہ میں نماز جمع کی آپ کو نہ تو کوئی خوف لاحق تھا اور نہ بارش ہو رہی تھی اور وکیع کی حدیث میں ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ابی معلویہ کی حدیث میں ہے کہ

(۱) يُخْرِجُ أُمَّتَهُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اس سے ارادہ کیا تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا اس سے یہ تھی کہ آپ کی امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

(۸) وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ قَالَ أَيُّوبُ لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ قَالَ عَسَى۔ (۲)

اور انہیں سے روایت ہے کہ کما نماز پڑھی نبی ﷺ نے مدینہ میں سات اور آٹھ رکعتیں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی ابوایوب (سخنیانی) نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا شاید یہ بارش کی رات کا واقعہ ہو (جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) شاید۔ (تیسیر الاصول)

فاتدہ: سات سے سات رکعتیں مراد ہیں تین مغرب کی اور چار عشاء کی اور آٹھ سے رکعتیں مراد ہیں چار ظہر کی اور چار عصر کی۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ائمہ میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ ضرورت کے تحت گھر میں نماز جمع کرنا بھی اس شخص کے لیے جائز ہے جو اس کو علت نہ بنا لے۔ اصحاب مالک میں سے یہ قول ابن سیرین اور اشب کا ہے۔ خطابی نے اسے نقل شاشی کبیر سے حکایت کیا ہے۔ اس نے اصحاب شافعی سے اس نے ابی اسحاق مروزی سے اور اس نے جماعت اصحاب حدیث سے اور اسی کو ابن المنذر نے اختیار کیا ہے اور ظاہر قول ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس کی تائید کرتا ہے آزاد اَنْ لَا يُخْرِجُ أُمَّتَهُ ”یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔“ اس کی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوئی علت بیان نہیں کی نہ بیماری اور نہ کوئی اور چیز وَاللَّهِ أَغْلَمُ انتہی۔ (۳)

امام شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو مدینہ میں بلا خوف اور بغیر سفر جمع کرنا اور ایک روایت میں بارش کے بغیر جو وارد ہوا ہے تو یہ بت بعض صحابہ کو نہیں پہنچی اور جو لوگ کہ بڑی ضرورت کے وقت بھی گھر میں نماز جمع کرنے کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اس نے نقل کی نبی ﷺ سے، آپ نے فرمایا جو شخص بلا عذر دو نمازیں جمع کر کے پڑھے تو بلاشبہ وہ گناہوں کے بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ لاتا ہے۔ (۴)

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی خنیش بن قیس ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ وہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کو امام احمد وغیرہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔ نیز محلی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ حنشل بن قیس وہی ہے یعنی ضعیف ہے اور حافظ (ابن حجر) نے کہا ہے کہ حاکم کا اس حدیث کو لانا اس کی غفلت کی بناء پر ہے۔ ابن جوزی اس حدیث کو موضوعات میں لایا ہے، انتہی۔

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين ج-۵ ص-۲۲۳ حدیث-۱۲۳۱

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر ج-۵ ص-۲۲۳ حدیث-۱۲۳۲ و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و مالک۔

(۳) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر ج-۵ ص-۲۲۵

(۴) ترمذی ص-۵۳

دوسری دلیل: موطا امام محمد میں ہے کہ امام محمد نے کہا کہ ہمیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ بات پہنچی کہ آپ نے بلاد اسلامیہ میں لکھ بھیجا کہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ممنوع ہے۔ نیز انہیں یہ بھی بتایا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔ ہمیں اس بات کی خبر نیک بخنوں نے علی بن حارث کے حوالے سے دی اور اس نے مکحول سے بیان کیا۔

جواب: اول تو یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور روایت موقوف قابل حجت نہیں ہوتی اس کا بیان مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکا ہے۔ دوم موطا امام مالک کی روایت اگر مرفوع بھی ہوتی تو بھی صحیح مسلم کی مرفوع احادیث کے ساتھ ہرگز معارضہ نہ کر سکتی تھی۔ موقوف روایت کی تو اس کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں۔

نماز وتر کے بیان میں

مسئلہ نمبر ۳۰

ہدایہ میں لکھا ہے: وَحَكَى الْحَسَنُ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الثَّلَاثِ^(۱) اور حسن نے بیان کیا کہ تین وتروں پر مسلمانوں کا اجماع ہے "اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے جبکہ امام ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں ان تین احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ يَا أُمَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ أَلَسْتُ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَتْ فَإِنْ خُلِقَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ كَانَ الْقُرْآنَ قُلْتُ يَا أُمَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِي عَنْ وَثَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ كُنَّا نَعُدُّ لَهُ سِوَاكَ وَظَهْرَهُ فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيُ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ فَيُصَلِّيُ التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيَحْمَدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيُ رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَلَيْكَ إِحْدَى عَشَرَ رَكَعَةً يَأْتِيَنَّ فَلَمَّا أَسَنَ ﷺ وَأَخَذَ اللَّحْمَ أَوْتَرَ

سعد بن ہشام سے مروی یہ کہتے ہیں کہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور عرض کی اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کچھ بتائیے۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو! میں نے کہا کیوں نہیں۔ اس پر فرمائیے لگیں نبی ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا پھر میں نے کہا اے ام المؤمنین مجھے یہ بتائیے کہ آپ وتر کس طرح پڑھا کرتے تھے؟ جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "ہم آپ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ جب چاہتے آپ کو رات کے وقت نیند سے بیدار کر دیتے آپ اٹھ کر مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور نور رکعت نماز پڑھتے۔ اس طرح کہ مسلسل پڑھتے جاتے اور آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے پھر بلند آواز سے سلام پھیرتے گویا کہ ہمیں سنار ہے ہوں۔ سلام پھیرنے کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کرتے تو اے میرے بیٹے یہ کل گیارہ رکعتیں ہو جاتیں پھر جب آپ سن رسیدہ ہو گئے اور بدن میں ذرا کمزوری آگئی تو آپ سات رکعتیں وتر پڑھتے اور بعد ازاں اسی

طرح دو رکعتیں پڑھتے جس طرح نور کھتوں کے بعد پڑھا کرتے تھے تو پھر یہ کل نور کھتیں ہو جائیں اور آپ کی علوت مبارک یہ بھی تھی کہ جب آپ کوئی نماز پڑھتے تو اسے ہمیشہ پڑھنا پسند فرماتے اور اگر کبھی آپ پر غیہ غالب آجاتی یا کسی درد یا تکلیف کی وجہ سے آپ رات کو نہ اٹھ سکتے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے اور میں نہیں جانتی کہ آپ نے کبھی ایک ہی رات میں سارا قرآن پڑھا ہو اور نہ آپ نے کبھی تمام رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ آپ نے کسی مہینہ میں مسلسل تیس دن تک روزے رکھے۔

بَسْبَعٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيعِهِ فِي الْأَوَّلِ فَلَمَّا بَسَّعَ يَأْتِي وَكَانَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةَ أَحَبَّ أَنْ يُدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعَ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ بِنَتْنِ عَشْرَةِ رَكَعَةٍ وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ^(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے آخری پانچ رکعت کو آپ وتر بنا لیتے یہ پانچ رکعتیں آپ مسلسل پڑھتے جاتے اور تشہد کے لیے آخری رکعت میں ہی بیٹھتے۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةِ رَكَعَةٍ يُؤْتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا^(۲)

روایت ہے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر حق ہے ہر مسلمان پر پس جو شخص چاہے کہ پڑھے پانچ رکعت وتر تو وہ پانچ ہی پڑھ لے اور جو کوئی چاہے کہ تین رکعت وتر پڑھے تو وہ ایسا ہی کر لے اور جو کوئی چاہے کہ ایک رکعت وتر پڑھے تو وہ ایک ہی پڑھ لے۔ (اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا)

(۳) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوُتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ^(۳)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان اور دارقطنی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس کو ابو حاتم، ذہبی اور دارقطنی نے علل میں صحیح کہا ہے اور اس کو بیہقی اور بہت سے لوگوں نے موقوف ٹھہرایا ہے۔ حافظ (یعنی ابن حجر نے کہا) کہ حق یہی ہے کہ یہ موقوف ہے، انتہی۔

ایک حدیث بخاری و مسلم کی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اور ایک دوسری حدیث شیعین کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اور ایک حدیث بخاری کی تافع کی روایت سے اور ایک حدیث سعید بن منصور کی بکر بن عبد اللہ مزی کی روایت

(۱) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب جامع صلاة الليل ج-۶ ص-۲۱۸ حدیث-۱۴۳۱

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ج-۶ ص-۲۱۰ حدیث-۱۴۱۷ و بخاری و مشکوٰۃ کتاب

الصلاة باب الوتر ج-۱ ص-۳۹۳ حدیث-۱۲۵۶

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب كم الوتر ج-۱ ص-۳۹۲ حدیث-۱۲۲۲ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الوتر ج-۱ ص-۳۹۶ حدیث-۱۲۹۵ و نسائی و ابن ماجہ۔

(۴) نیل الاوطار ج-۳ ص-۳۲

سے اور ایک حدیث طحوی کی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اور ایک حدیث صحیح مسلم کی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اور ایک حدیث طبرانی کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اور ایک حدیث بخاری کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ یہ سات احادیث امام ابو حنیفہ اور ان کے مقلدوں کے مذہب کے خلاف ایک رکعت وتر پڑھنے کے باب میں مسئلہ نمبر ۳۲ میں آگے آئی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۱ وتر پڑھنے کی صحیح صورت تین رکعت مسلسل پڑھ کر

آخر میں تشہد اور سلام کے لیے بیٹھنا ہے

یعنی شرح ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَتَشَهَّدُ عِنْدَ الثَّانِيَةِ وَلَا يُسَلِّمُ وَيَتَشَهَّدُ عِنْدَ الثَّالِثَةِ وَيُسَلِّمُ ”یعنی نماز وتر میں دو رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے اور سلام نہ پھیرے تیسری رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے اور سلام پھیرے“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ نے اس مسئلہ میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے جو درج ذیل ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ إِلَّا فِي آخِرِهَا۔^(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے اور آپ آخری رکعت میں ہی تشہد کے لیے

بیٹھتے (حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا)

(رَوَاهُ الْحَاكِمُ)

فائدہ: ہدایت السائل الی اولیہ المسائل میں لکھا ہے کہ محمد بن نصر نے کہا کہ نہیں پاتے ہم نبی ﷺ سے خبر ثابت صحیح کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے تین رکعت متصل بطور وتر پڑھی ہوں۔ اس کے بعد کہا ہاں ثابت ہوا رسول اللہ ﷺ سے کہ تحقیق انہوں نے وتر پڑھے تین و لیکن راوی نے بیان نہیں کیا کہ آیا وہ اکٹھے تین رکعت ہیں یا جدا جدا یعنی یا دو سلام سے ہیں اور جو احادیث تین رکعت وتر پڑھنے کے باب میں وارد ہوئی ہیں اور جو احادیث کہ تین وتر پڑھنے سے منع کے باب میں آئی ہیں حافظ ابن حجر نے ان میں یوں تطبیق دی ہے کہ تین رکعت دو تشہد کے ساتھ نہ پڑھی جائیں نماز مغرب کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور کہا کہ تین رکعت وتر پڑھنے کی احادیث محمول کی گئی ہیں ایک تشہد کے ساتھ جو آخر میں ہے اور انہوں نے اس فعل کی روایت جماعت سلف سے کی ہے، انتہی۔

راقم کتا ہے کہ ابن حجر کا اس طرح پر تطبیق دینا یعنی تین رکعت وتر کے بیچ میں نہ بیٹھنا اور آخری رکعت میں بیٹھنا موافق ہے حاکم کی اس حدیث کے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین رکعت وتر جو دو تشہد کے ساتھ ہیں اس کی دلیل کے طور پر مقلدین جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ دارقطنی (یعنی شرح ہدایہ) اور بیہقی نے روایت کی ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کے وتر تین رکعت ہیں دن کے وتروں کی مانند جو مغرب کی نماز ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے لہذا اس سے حجت قائم نہیں ہوتی اس لیے کہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دارقطنی نے کہا کہ اس حدیث کو اعلمش سے مرفوعاً سوائے یحییٰ بن زکریا کے اور کسی نے روایت نہیں

کیا اور وہ ضعیف ہے اور کہا جاتا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں یحییٰ ابن زکریا بن ابی الخواجب ضعیف ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۲ نماز وتر میں سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا جاسکتا

درالخار میں لکھا ہے: لَمْ يَفْصِلْ بِسَلَامٍ "یعنی وتر کی نماز میں سلام کے ساتھ فرق نہ کرے" اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے، مگر امام ابوحنیفہ کا مسلک حسب ذیل پانچ احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تَوَاتُرًا مَا قَدْ صَلَّى۔ (۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ پھر اگر تم میں سے کسی کو طلوع صبح کا خدشہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لے۔ یہ آخری ایک رکعت اس کی تمام نماز کو وتر بنا دے گی۔

(۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرَغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے فراغت کے بعد فجر تک کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت آخر میں پڑھ کر تمام نماز وتر بنا لیتے۔

(۳) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَالرُّكْعَتَيْنِ فِي الْوُتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ۔ (۴)

نافع سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وتروں کی دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان سلام پھیر دیتے تھے اور اپنی کوئی ضرورت ہوتی تو اس کا حکم بھی فرماتے تھے۔

(۴) عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ صَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا غُلَامُ اذْهَبْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَأَوْتَرَ رَكْعَةً۔ (رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ) (۵)

بکر بن عبد اللہ المزنی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے غلام سے کہا کوچ کر ہمارے لیے اور خود کھڑے ہو گئے اور ایک رکعت بطور وتر پڑھی۔ (سعید بن منصور نے اس حدیث کو باسناد صحیح روایت کیا)

(۵) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ

(۱) نیل الاوطار ج-۳ ص-۳۹

(۲) صحیح بخاری کتاب الوتر باب ماجاء فی الوتر ج-۲ ص-۳۷۷ حدیث-۹۹۰ و صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب صلاة الليل مثنى مثنى ج-۶ ص-۲۷۲ حدیث-۱۷۳۵ و مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الوتر ج-۱ ص-۳۹۳ حدیث-۱۲۳۵

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صلوة الليل ج-۱ ص-۳۷۳ حدیث-۱۱۸۸

(۴) صحیح بخاری کتاب الوتر باب ماجاء فی الوتر ج-۲ ص-۳۷۷ حدیث-۹۹۱

(۵) نیل الاوطار ابواب صلاة التطوع باب الوتر برکعة وثلاث ج-۳ ص-۳۶

كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شُفْعَتِهِ وَوَتَرِهِ بِتَسْلِيمَةٍ وَأَخْبَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ (رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ) ^(۱)

رکعت کے درمیان سلام پھیر کر فصل کرتے تھے اور نبی ﷺ کے بارے میں بھی انہوں نے بتایا کہ آپ اسی طرح کیا کرتے تھے (اسے ٹھلوی نے روایت کیا)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا کہ اسناد اس حدیث کی قوی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے اور یہ سب اعتقاد کرتے تھے کہ آدمی دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان فصل کرے اور ایک رکعت وتر پڑھے اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔

راقم کتا ہے کہ اگر کوئی شخص فقط ایک ہی رکعت وتر پڑھ لیا کرے اور اس کے پہلے کوئی بھی شفع نہ پڑھے تو بھی کافی ہے اور دلیل اس کی یہ احادیث ہیں جو اب آتی ہیں۔

(۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوُتْرُ رَكْعَةٌ مِنَ الْخَيْرِ اللَّيْلِ - ^(۲)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخر شب میں وتر ایک رکعت ہے۔

(۷) عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْوُتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ - ^(۳)

روایت ہے ابی ایوب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر کا پڑھنا ہر مسلمان پر حق ہے۔ پس جو شخص چاہے کہ پڑھے وتر پانچ رکعت پس چاہے کہ اس پر عمل کرے اور جو کوئی چاہے کہ وتر پڑھے تین رکعت پس چاہے کہ اس پر عمل کرے اور جو کوئی چاہے کہ وتر پڑھے ایک ہی رکعت پس چاہیے کہ ایسا ہی کرے۔

(۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصَلَاةِ اللَّيْلِ وَرَغِبَ فِيهَا حَتَّى قَالَ عَلَيْكُمْ بِصَلَاةِ اللَّيْلِ وَلَوْ رَكْعَةً - ^(۴)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ان کی خوب رغبت دلائی، یہاں تک کہ فرمایا رات کی نماز کو لازم پکڑو چاہے ایک رکعت ہی کیوں نہ ہو۔

(۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قِيلَ لَهُ هَلْ لَكَ فِي أَمْرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ أَصَابَ إِنَّهُ فَقِيهٌ وَفِي

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا ”کیا آپ امیر المؤمنین معلویہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں کچھ کہیں گے وہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ٹھیک کرتے ہیں، وہ بھی تو

(۱) نیل الاوطار باب الوتر برکعة وثلاث ج-۳ ص-۳۶

(۲) صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين باب صلاة الليل مثنى مثنى ج-۶ ص-۲۷۳ حديث-۱۵۳

(۳) صحيح ابوداؤد كتاب الصلاة باب كم الوتر ج-۱ ص-۳۹۲ حديث-۱۳۲۲ (صحيح) والنسائي وابن ماجه ومشكوة كتاب الصلاة

باب الوتر ج-۱ ص-۳۹۶ حديث-۱۲۱۵

(۴) الطبرانی ومعلی شرح موطا۔

روایۃ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَوْتَرْتُ مُعَاوِيَةَ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرُكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلَى لِبَنِي عَبَّاسٍ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ دَعَا فَإِنَّهُ قَدْ صَحَبَ النَّبِيَّ ﷺ (۱)

فقہ ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد صرف ایک رکعت بطور وتر پڑھی۔ ان کے پاس ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں (اس بارے میں) خبر دی۔ انہوں نے فرمایا انہیں چھوڑیے وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے ہیں۔

فائدہ: یہ احادیث صریح دلیل ہیں اس بات پر کہ ایک رکعت وتر کہ جس سے پہلے کچھ بھی نہ پڑھا جائے درست ہے اور جائز ہے اور اس باب میں اور بھی احادیث ہیں اور اصل وتر ایک ہی رکعت ہے۔

جیسا کہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَوْتَرُوا يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَتَوْبُحِبُّ الْوُتْرَ۔ (۲) ”یعنی وتر پڑھو اے قرآن ماننے والو پس تحقیق اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔“ اس کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا اگرچہ وتر کے معنی ایک اور تین اور پانچ اور سات اور نو بھی ہیں اور سب صحیح اور درست ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال سے ثابت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وتر ایک ہی رکعت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ایک ہی ہے اور ایک ہی رکعت وتر کو دوست رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اکثر ایک رکعت ہی بطور وتر پڑھنا ثابت ہے۔

ایک رکعت وتر پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

سید محمد صدیق حسن صاحب رحمہ اللہ نے ہدایت المسائل الی اولیٰ المسائل میں لکھا ہے کہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ عراقی نے کہا جو صحابہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے وہ یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، ابن عباس، معاویہ، تمیم الداری، ابویوب الانصاری، ابو ہریرہ، فضالہ بن عبید، عبداللہ بن الزبیر اور معاذ بن الحارث انصاری قادی رضی اللہ عنہم مگر اس کی صحت میں اختلاف ہے اور تابعین میں سے سالم بن عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ، حسن البصری، محمد بن سیرین، عطاء بن ابی ریح، عقبہ بن عبد الغفار، سعید بن جبیر، ثعلبہ بن جبیر، مطعم، جابر بن زید، زہری، ربیعہ ابن ابی عبد الرحمن رحمہم اللہ ائمہین اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے تابعین اور ائمہ میں سے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اوزاعی، اسحاق، ابو ثور، داؤد اور ابن حزم رحمہم اللہ ائمہین ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

مخفی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ روایت کیا شافعی نے کہ تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور ایک

(۱) صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة باب ذکر معاویۃ ج-۲، ص-۱۰۳، حدیث-۳۷۶۳، ۳۷۶۵

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب استحباب الوتر ج-۱، ص-۳۹۰، حدیث-۱۳۱۱ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلاة

التطوع ص-۱۱۰، حدیث-۴۳۲

رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا بلاشبہ یہ ایک نفل ہے جو چاہے زیادہ پڑھ لے اور جو چاہے کم اس سے امام شافعی نے دلیل پکڑی کہ بے شک نفلوں کا معاملہ کشادہ ہے یعنی پڑھنے والے کو اختیار ہے خواہ کم پڑھے خواہ زیادہ۔

زرقانی^(۱) میں لکھا ہے کہ یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ محلہ کی جماعت نے وتر فقط ایک ہی رکعت پڑھی ہے اور پہلے اس کے کوئی شفع نہیں پڑھا اور تحقیق محمد بن نصر وغیرہ نے روایت کی ہے کہ تحقیق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رات کو ایک ہی رکعت میں قرآن پڑھا اور کوئی اور رکعت نہ پڑھی اور بخاری میں ہے کہ سعد نے ایک ہی رکعت بطور وتر پڑھی اور معلویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک ہی رکعت وتر پڑھا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اچھا جانا اور کہا کہ تحقیق وہ (یعنی معلویہ رضی اللہ عنہ) فقیہ ہے اور یہ سب روایتیں ابن تین کے قول کے رد میں ہیں کہ اس نے کہا کہ فقہاء نے معلویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر عمل نہیں کیا۔ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری^(۲) میں کہا کہ ابن تین نے جو کہا ہے کہ فقیہ ایک رکعت وتر پڑھنے کے قائل نہیں ہوئے ہیں۔ ان کے اس قول کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ^(۳) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ذیل میں کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ کم سے کم وتر ایک ہی رکعت ہے اور جو شخص فقط ایک ہی رکعت وتر پڑھا کرے اس کی نماز درست ہے اور یہی مذہب ہے ہمارا اور جسور علماء کا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو کہتے ہیں کہ ایک رکعت وتر جائز نہیں اور ایک رکعت وتر پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ ان کے اس قول کو مذکورہ بالا احادیث رد کرتی ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو ایک رکعت وتر پڑھنے کے قائل نہیں ہیں تو ان کی دلیل کے طور پر ان کے مقلد یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو مغلّی شرح موطا امام مالک میں ہے جسے عبدالحق نے احکام میں ابن عبد البر کی جست سے روایت کیا اور اس نے روایت کی خدری رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ایک رکعت پڑھنے سے یعنی اس بات سے کہ مرد ایک رکعت بطور وتر پڑھے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ مغلّی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی عثمان بن ربیعہ ہے (اور وہ ضعیف ہے) مزید کہا کہ اس کی حدیث میں وہم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۳ ایک رکعت وتر جائز نہ ہونے کے بیان میں

یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے: وَلَا يَجُوزُ الْوُكُوعَةُ الْوَاحِدَةُ ”یعنی ایک رکعت وتر جائز نہیں ہے۔“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ نے خلاف کیا ہے۔ اس مسئلے میں ایک تو اس حدیث کا جو کہ مسئلہ نمبر ۳۱ میں پہلے گزری ہے اور ان نو احادیث کا بھی جو کہ مسئلہ نمبر ۳۲ میں اوپر مذکور ہوئیں۔

(۱) زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول۔

(۲) صحیح بخاری ص-۵۳۱

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶ ص-۲۲۲ شرح حدیث-۱۷۱۳، ۱۷۷۵

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

قنوت پڑھنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۳۶

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يَقْنُتُ فِي صَلَوةٍ غَيْرِهَا۔^(۱) ”یعنی نہ قنوت پڑھے سوائے (نماز وتر کے) اور نمازوں میں۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

(۱) عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)^(۲)

روایت ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ قنوت پڑھتے تھے نماز صبح میں اور نماز مغرب میں۔ (اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

(۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ هَلْ قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ فَقَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ۔^(۳)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان سے سوال کیا گیا کیا نبی ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا ”ہلے“۔ پھر ان سے کہا گیا ”رکوع سے پہلے یا بعد“ تو انہوں نے جواب دیا کہ رکوع کے بعد۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہ باب ہے قنوت کے مستحب ہونے کا سب نمازوں میں جب نازل ہو مسلمانوں پر کوئی حادثہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے اور مستحب ہے ہمیشہ نماز صبح میں قنوت کا پڑھنا اور اس کے پڑھنے کا محل آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے اور مستحب ہے قنوت کا بلند پڑھنا۔ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ یہی ہے کہ تحقیق سنت ہے ہمیشہ قنوت کا نماز صبح میں پڑھنا۔^(۴)

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حاذی نے کتب تلخ اور منسوخ میں کہا کہ تحقیق قنوت کا نماز فجر میں پڑھنا خلفاء اربعہ اور عمار بن یاسر، ابی بن کعب، ابی موسیٰ اشعری، ابن عباس، ابی ہریرہ، براء بن عازب، انس، سل بن سعد سلمیٰ، معلویہ بن ابی سفیان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات سے مروی ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین اس کے قائل ہیں اور تابعین میں سے ایک جماعت کا ذکر بھی کیا ہے، انتہی۔

حنفیہ وغیرہ جو اس کے قائل نہیں ہیں تو دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں سعید بن طارق اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اور ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ کیا یہ سب حضرات نماز فجر میں قنوت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الوتر جلد اول، ص-۱۳۵، شرح وقایہ، کنز الدقائق وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب منه (القنوت) ج-۵، ص-۱۸۱، حدیث-۱۵۵۳

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب القنوت فی الصلوات ج-۱، ص-۳۹۷، حدیث-۱۳۳۳ (صحیح)

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب القنوت فی جميع الصلاة ج-۵، ص-۱۸۱، شرح

جواب دیا پھر یہ بدعت ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے^(۱)۔
 اس کا یہ ہے کہ طیبی^(۲) نے کہا کہ اس صحابی کے نفی کرنے سے نفی قنوت لازم نہیں آجاتی کیونکہ اس
جواب: نے اس کی نفی کی شہادت دی ہے جبکہ ایک دوسری جماعت صحابہ نے جو حسن، ابو ہریرہ، انس اور ابن
 عباس رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہے، اس کے اثبات کی شہادت دی ہے۔
 سبل میں کہا ہے، اس کا خلاف خلفاء اربعہ سے مروی ہے اور تطبیق ان دونوں کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی
 صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا تَجُوزُ فِي الْقَرْيَةِ۔^(۳) ”یعنی جمعہ دیہات میں جائز نہیں۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا
 ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ہے اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَوَّلُ
 جُمُعَةٍ جُمِعَتْ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ جُمُعَةِ جُمِعَتْ
 فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْجُمُعَةُ
 بِجَوَائِ قَرْيَةٍ مِنْ قَرَى الْبَحْرَيْنِ قَالَ عَثْمَانُ قَرْيَةً
 مِنْ قَرَى عَبْدِ الْقَيْسِ۔^(۴) (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)
 روايت کیا مگر لفظ ابوداؤد کے ہیں)

بخاری نے اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے کہ یہ باب ہے جمعہ کا دیہات میں، انتہی۔ اس سے معلوم
 فائدہ: ہوا کہ جمعہ گاؤں میں پڑھنا درست ہے اور جوائی گاؤں ہے شر نہیں۔

امام نووی نے^(۵) شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مسجد عبدالقیس کی بحرن کے گاؤں میں ہے اور اس گاؤں کا نام جوائی ہے۔
 اس سے معلوم ہوا کہ جوائی گاؤں ہے شر نہیں اور مولوی سلام اللہ خفی نے محلی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ جوائی
 بحرن کے دیہات میں سے ایک دیہات کا نام ہے۔ اسی طرح ابوداؤد کے نزدیک وکیع نے ابن لہمان سے روایت کیا ہے اور
 گاؤں میں جمعہ پڑھنے کے سلسلہ میں امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق نے اس سے استدلال کیا ہے۔

ابوداؤد کی حدیث جو اوپر مذکور ہوئی وکیع اس کا راوی ہے اور وہ اس حدیث کی یہی تفسیر کرتا ہے کہ جوائی
 فائدہ: گاؤں ہے۔

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب صفة الصلوة ص۔ ۹۰۔ حدیث۔ ۳۰۳

(۲) مسک الختام۔

(۳) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ج۔ ۱ ص۔ ۱۸۸ شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الجمعة ج۔ ۲ ص۔ ۳۷۹۔ حدیث۔ ۸۹۲

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الايمان باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا ج۔ ۱ ص۔ ۱۵۲ شرح حدیث۔ ۱۳۰، ۱۳۱

قسطانی شرح صحیح بخاری^(۱) میں ہے کہ نووی نے کہا کہ امام شافعی اور محقق اصولیوں کا قول یہ ہے کہ یہ راوی کی تفسیر ہے جس وقت کہ ظاہر کے مخالف نہ ہو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو اہل گلوں ہے شر نہیں اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ عمر بن الخطاب نے اہل بحرین کو لکھا کہ جمعہ پڑھو جہاں تم ہو اور صحیح کہا اس کو ابن خزیمہ نے اور یہ حکم گلوں اور شہروں (یعنی) دونوں کے لیے ہے اور بیہقی لیث بن سعد سے لایا ہے کہ لہل شہر کے اور اس کے ارد گرد کے رہنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کے حکم سے اور ان میں صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی اور عبدالرزاق بسند صحیح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے لایا ہے کہ وہ کہہ اور مدینہ کے درمیان اہل میاء کو جمعہ پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان پر عیب نہیں کرتے تھے اور اگر کسی محلہ میں صحابہ میں اختلاف پایا جاتا ہو تو مرفوع روایت کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے۔ اس باب میں اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں، انتہی۔

محلّی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ بیہقی نے روایت کیا کہ تحقیق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے بارے میں سوال کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین میں تھے۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جس جگہ ہو وہیں جمعہ پڑھو۔

امام شعرانی نے میزان شعرانی میں لکھا ہے کہ بیہقی نے روایت کی ہے ام عبداللہ دوسیر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر ایک گلوں پر واجب ہے۔ اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ رہتے ہوں۔^(۲) نیز انہوں نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ فرماتے تھے کہ جمعہ ہر گلوں پر واجب ہے اگرچہ اس میں چار آدمی کیوں نہ رہتے ہوں۔

اور شاہ ولی اللہ مرحوم نے حجة اللہ البالغہ^(۳) میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر گلوں پر واجب ہے۔ پس معلوم ہوا کہ گلوں میں جمعہ پڑھنا بیشک واجب ہے اور جو گلوں میں جمعہ نہ پڑھے یا اس میں جمعہ پڑھنا درست نہ جانے وہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے مخالف ہے۔

نماز استسقاء کا بیان

مسئلہ نمبر ۳۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَيْسَ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ صَلَوةٌ مَسْنُونَةٌ فِي الْجَمَاعَةِ^(۵) یعنی کہا ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہ نماز استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی سنت نہیں ہے۔ ”یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان تین احادیث کی مخالفت کی ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَلَبُ

(۱) قسطانی شرح بخاری۔

(۲) نيل الاوطار باب انعقاد الجمعة بأربعين ج-۳ ص-۲۳۸

(۳) میزان الشعرانی۔

(۴) حجة اللہ البالغہ باب صلوة الجمعة ج-۲

(۵) هداية كتاب الصلاة باب الاستسقاء ج-۱ ص-۱۷۶ 'كنز الدقائق' ردالمختار وفتاوى عالمگیری۔

باراں کے لیے لوگوں کے ساتھ عید گاہ کی طرف گئے وہاں آپ نے انیس دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرأت کی، قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے آپ نے اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔ (بخاری، مسلم)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عابری کے ساتھ مشغلہ انداز میں خشوع کرتے ہوئے آہستگی و زاری کے ساتھ شہر سے نکلے پھر دو رکعتیں ادا کیں جس طرح نماز عید پڑھتے ہیں لیکن اس میں کوئی خطبہ نہ پڑھا جس طرح تم (نماز عید وغیرہ میں) خطبہ پڑھتے ہو۔ (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور صحیح کہا اسے ترمذی ابوعوانہ اور ابن حبان نے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس خشک سلی کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ نے عید گاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا جسے رکھ دیا گیا پھر آپ نے لوگوں سے باہر نکلنے کا ایک دن مقرر کیا طے شدہ دن کو طلوع آفتاب کے وقت آپ روانہ ہو گئے اور منبر پر جا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی تحکیم و تحمید کی پھر فرمایا تم لوگوں نے خشک سلی کا شکوہ کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ (ضرورت کے موقع پر) تم اسے پکارو اور اس نے تم سے دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا کی۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَاءَ أَنْزَلْتَ عَلَيْنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى جَنَّاتِ جَنَّةٍ پھر آپ نے ہاتھوں کو اٹھایا اور ان کو اتار اٹھا کیا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر لوگوں کی طرف پشت کر کے اپنی چادر کو

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِيهِمْ فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوًا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَحَوَّلَ رِذَاءَهُ فَمِنْ اسْتَقْبَلَ. (١) (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(٢) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مُتَوَاهَا مَا مُتَبَدِّلًا مُتَخَشِعًا مُتَرَسِّلًا مُتَضَرِّعًا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ كَمَا يُصَلِّي فِي الْعِيدِ لَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هَذِهِ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو عَوَانَةَ وَابْنُ حِبَّانَ) (٣)

(٣) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ شَكَى النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فُحُوظَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ بِمَنْبَرٍ فَوَضَعَ لَهُ فِي الْمُصَلَّى وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ فَخَرَجَ جِئًا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى الْمَنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَذَبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتَحَارَ الْمَطَرُ عَنْ إِبَّانٍ زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللَّهُ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى جَنَّاتِ جَنَّةٍ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي

(١) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صلوة الاستسقاء ج-١ ص-٣٤٣ حدیث-١٣٩٤

(٢) صحيح ابوداؤد کتاب الصلاة جماع ابواب صلاة الاستسقاء وفتحها ج-١ ص-٣١٩ حدیث-١١٢٥ (حسن) وبلوغ المرام کتاب

الصلاة باب صلاة الاستسقاء ص-١٣٣ حدیث-٥٠٠

الرُّفْعِ حَتَّىٰ يَبْدَأَ بِبَاضٍ يُبْطِئُهُ ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلَّبَ رِدَاءَهُ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فَأَنْشَأَ اللَّهُ سَحَابَهُ فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (رواهُ ابوداؤدُ وَقَالَ غَرِيبٌ وَاسْنَادُهُ جَيِّدٌ) (۱)

الٹ پلٹ کیا اس حل میں آپ کے ہاتھ بلند ہی تھے بعد ازاں آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر پڑے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کو ظاہر کیا جو کڑکا چکا اور اللہ کے حکم سے برسنے لگا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے تاہم اس کی سند نہایت عمدہ ہے)

نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ استسقاء میں نماز پڑھنی سنت نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ استسقاء نماز کے بغیر صرف دعاء کے ساتھ کیا جائے۔ حالانکہ تمام علمائے سلف و خلف یعنی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل علم نے کہا ہے کہ استسقاء میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ اس بات میں ان کی مخالفت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سوا کسی نے نہیں کی۔ (۲)

مسئلہ نمبر ۳۹ دعائے استسقاء میں چار پلٹ کر اوڑھنا سنت نہیں ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَلَا يَقْلِبُ رِدَاءَهُ (۳) ”یعنی استسقاء میں پلٹ کر چلور نہ اوڑھے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:

پہلی حدیث ابوداؤد کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مسئلہ نمبر ۳۸ میں اوپر مذکور ہو چکی اور دوسری درج ذیل ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَنِينَ اسْتَسْقَى لَنَا أَطَالَ الدُّعَاءَ وَكَثُرَ الْمَسْئَلَةُ قَالَ ثُمَّ تَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَقَلْبَهُ ظَهَرَ الْبُظْنِ وَتَحَوَّلَ النَّاسُ مَعَهُ۔ (رواهُ أَحْمَدُ) (۳)

روایت ہے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ’انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نے ہمارے لیے مینہ مانگا لمبی دعا کی اور بہت زیادہ سوال کیا۔ روای نے کہا پھر آپ قبلے کی طرف پھرے اور پلٹ کر اپنی چلور اوڑھی اور چلور کے ظاہر کو باطن کر دیا (یعنی چلور کو الٹا دیا) اور لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی پھر گئے۔ (اس حدیث کو احمد نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے ثیل الاوطار میں کہا کہ حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔ نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء نے اس حدیث سے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ استسقاء میں چلور پلٹ کر اوڑھنی مستحب ہے لیکن ابو حنیفہ اس بات کے قائل نہیں ہیں اور شافعیہ کے نزدیک امام کی طرح مقتدیوں کو بھی امام کے ساتھ ہی چلور پلٹ کر اوڑھنا مستحب ہے اور اسی بات کے امام مالک وغیرہ قائل ہیں اور علماء کی ایک

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلوة الاستسقاء ص-۱۳۳ حدیث-۵۰۱، ۵۰۳ وصحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب رفع الیدین فی

الاستسقاء ج-۱ ص-۳۲۰ حدیث-۱۱۷۳ (حدیث حسن)

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة الاستسقاء ج-۶ ص-۳۲۷ شرح حدیث-۲۰۹۷، ۲۰۸۵

(۳) شرح وقایہ ہدایہ کتاب الصلاة باب استسقاء جلد اول ص-۱۷۶ درالمختار فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

(۴) نیل الاوطار باب تحویل الامام والناس اردیتهم ج-۳ ص-۱۲

جماعت اس بات کی (یعنی مقتدیوں کے چادر پالت کر اوڑھنے کے باب میں) مخالف ہے لیکن یہ حدیث ہر اس شخص کے رد میں ہے جو اس بات کا انکار کرتا ہے۔^(۱)
شوکلنی نے نیل الاوطار^(۲) میں اسی طرح لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۰ نماز استسقاء میں خطبہ نہیں ہے

فقہ کی کتابوں میں باب الاستسقاء میں لکھا ہے: لَا خُطْبَةَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۳) ”یعنی نماز استسقاء میں خطبہ پڑھنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔“ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:
پہلی حدیث ابوداؤد کی اس باب میں بھی وہی ہے جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مسئلہ نمبر ۳ میں پہلے گزری ہے۔
(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا يَسْتَسْقِي فَصَلَّى بِنَا زَكْعَنَيْنِ بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ ثُمَّ خَطَبَنَا وَدَعَا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ ثُمَّ قَلَبَ رِدَاءَهُ فَجَعَلَ الْأَيْمَنَ عَلَى الْأَيْسَرِ وَالْأَيْسَرَ عَلَى الْأَيْمَنِ - (زَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)^(۴)
(۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن نبی ﷺ طلب باران کے لیے نکلے پھر آپ نے ہمیں بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس کے بعد آپ نے ہمیں خطب کیا اور اللہ تعالیٰ بزرگ و بڑ سے دعا مانگی۔ پھر آپ نے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے قبلہ کی طرف رخ پھیر لیا پھر آپ نے چادر کو پلٹ کر اوڑھ لیا اور اس کی دائیں جانب کو بائیں طرف کیا اور بائیں طرف کو دائیں جانب کر لیا۔ (اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکلانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں کہا کہ اس کو ابو عوانہ اور بیہقی نے روایت کیا اور بیہقی نے کہا کہ اکیلا ہوا ہے ساتھ اس کے نعمان بن راشد نیز خلائیات میں کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَى - (زَوَاهُ أَحْمَدُ)^(۵)
روایت ہے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عید گاہ کی طرف نکلے پھر مینہ مانگا اور پلٹ کر اپنی چادر اوڑھی جب قبلہ کے سامنے ہوئے اور خطبہ سے پہلے نماز شروع کی پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور دعا مانگی۔ (اس حدیث کو احمد نے روایت کیا)

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة الاستسقاء ج-۶ ص-۲۲۸ شرح حدیث-۲۰۶۷

(۲) نیل الاوطار باب تحویل الامام والناس اردیتیم ج-۳ ص-۱۳

(۳) ہدایہ ص-۱۷۶ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری-

(۴) سنن ابن ماجہ ابواب اقامة الصلوات والسنة باب ماجاء فی صلوة الاستسقاء ونیل الاوطار باب صفة صلاة الاستسقاء وجوازها قبل الخطبة ج-۳ ص-۵

(۵) نیل الاوطار باب صفة صلاة الاستسقاء وجوازها قبل الخطبة ج-۳ ص-۵

گسن کی نماز کا بیان

مسئلہ نمبر ۴۱

ہدایہ ^(۱) اور ردالمحتار شرح درالمختار میں گسن کی نماز کے باب میں لکھا ہے: صَلَّى الْإِمَامُ بِالنَّاسِ رَكَعَتَيْنِ كَهَيْئَةِ النَّافِلَةِ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ رُكُوعٌ وَاحِدٌ "مام لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائے جس طرح نفل نماز پڑھی جاتی ہے۔" یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔ سو امام ابوحنیفہ نے اس مسئلے میں ان پانچ احادیث کے خلاف حکم دیا ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَهَزَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ بِقِرَاءَةِ تَبِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ) وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ فَبَعَثَ مُنَادِيًا يَنَادِي الصَّلَاةَ جَامِعَةً - ^(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے گسن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کی اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ مسلم کے ہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منادی بھیجا جو نماز بلسماعت ادا کرنے کے لیے پکارتا تھا۔

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَحَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ^(۳)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک بار سورج کو گسن لگ گیا۔ اس موقع پر آپ نے نماز پڑھی لمبا قیام کیا تقریباً سورہ بقرہ کے برابر پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور پہلے قیام سے نسبتاً کم قیام کیا بعد ازاں پہلے رکوع سے نسبتاً کم چھوٹا رکوع کیا پھر سجدہ کیا اور کھڑے ہوئے اور پہلے قیام سے نسبتاً کم قیام کیا پھر لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے چھوٹا پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا مگر پہلے قیام سے قدرے چھوٹا پھر سجدہ کیا اور پھر سلام پھیر دیا۔ اس وقت سورج روشن ہو چکا تھا۔ بعد ازاں آپ نے لوگوں کو مختصر خطاب کیا۔ (اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا)

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الكسوف ج-۱ ص-۱۷۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الكسوف باب صلاة الكسوف ج-۶ ص-۲۲۳ حدیث-۲۰۹۰ وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلاة الكسوف ص-۱۳۰ حدیث-۳۹۲

(۳) صحیح مسلم کتاب الكسوف باب ما عرض على النبي في صلاة الكسوف ج-۶ ص-۳۵۱ حدیث-۲۱۰۶ وبلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلاة الكسوف ص-۱۳۰ حدیث-۳۹۳

اور انہیں سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے زلزلہ آنے پر چھ رکوع اور چار سجدوں پر مشتمل نماز پڑھی اور فرمایا کہ آیات الہی کے موقع پر ایسے ہی نماز پڑھی جاتی ہے۔ (اسے بیہقی نے روایت کیا، امام شافعی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت بیان کی لیکن آخری حصہ نقل نہیں کیا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ آپ کے عہد مبارک میں سورج گمن لگ گیا۔ اس دن رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم نے وفات پائی تھی۔ اس موقع پر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جس میں چھ رکوع اور چار سجدے کئے

(۳) وَعَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى فِي زَلْزَلَةٍ سِتَّ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعِ سَجْدَاتٍ وَقَالَ هَكَذَا صَلَوةُ الْآيَاتِ۔ (رَوَاهُ النَّبَيْهِيُّ وَذَكَرَ الشَّافِعِيُّ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِثْلَهُ ذُنَّ اخِرِهِ) (۱)

(۳) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجْدَاتٍ۔ (۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گمن لگ گیا اس موقع پر آپ نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ (پہلی رکعت میں) ایک لمبی سورت پڑھی پانچ رکوع اور دو سجدے کئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور (دوسری رکعت میں بھی) ایک لمبی سورۃ کی قرات کی۔ پانچ رکوع اور دو سجدے کئے پھر بیٹھ گئے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے ہی دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گمن دور ہو گیا (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

(۵) عَنْ أَبِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى بِهِمْ فَقَرَأَ سُورَةَ مِنَ الظُّلُمِ وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ فَقَرَأَ بِسُورَةٍ مِنَ الظُّلُمِ ثُمَّ رَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ يَدْعُو حَتَّى انْخَلَى كُسُوفُهَا۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

فائدہ: نووی نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے کہ گمن کی نماز میں ہر رکعت میں دو قیام اور قرات اور دو رکوع کرے اور سجدے دو ہی کرے مثل اور نمازوں کی اور اسی کے امام مالک، امام احمد، ابو ثور اور جمہور علماء قائل ہیں اور کوفیوں نے کہا کہ دو رکعتیں پڑھے اور نفلوں کی طرح اور ان کی دلیل وہ روایتیں ہیں جو ان احادیث کے خلاف آئی ہیں اور وہ سب مغلطہ اور ضعیف ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے جن میں اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ اور ابن منذر شامل ہیں کہا کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ سے اس نماز کا پڑھنا ثابت ہوا ہے ان سب طرح سے اس نماز کا پڑھنا جائز ہے۔ پھر نووی نے کہا کہ قوی بات یہی ہے، انتہی مختصراً۔ (۳)

(۱) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب صلوة الکسوف ص-۱۳۳، حدیث-۳۹۸، ۳۹۹

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الکسوف باب ما عرض علی النبی فی صلاة الکسوف ج-۶، ص-۳۳۷، شرح حدیث-۲۰۹۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الکسوف ج-۶، ص-۳۳۸، شرح حدیث-۲۰۸۶، ۲۱۱۹

نماز کسوف میں خطبہ نہ ہونے کا بیان

مسئلہ نمبر ۴۲

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَيْسَ فِي الْكُسُوفِ خُطْبَةٌ لِأَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ^(۱) ”یعنی گسن کی نماز میں خطبہ نہیں ہے، اس لیے کہ نہیں نقل کیا گیا۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے، سوامام ابو حنیفہ کا مسلک اس مسئلے میں ذیل کی احادیث کے خلاف ہے۔ پہلی حدیث بخاری اور مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور وہ مسئلہ نمبر ۴۱ میں اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

(۲) عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ فَأَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ۔^(۳)

روایت ہے اسماء رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا پس پھرے رسول اللہ ﷺ (یعنی نماز گسن سے) اور تحقیق آفتاب روشن ہو گیا پس خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے پس تعریف کی اللہ کی ایسی تعریف کہ جو اس کے شایان شان ہے پھر کہا ابابعد!

گسن کی رکعتوں میں قرأت خفیہ کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۴۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُظَلُّ الْقِرَاءَةُ فِيهِمَا وَيُخْفَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۴) ”اور گسن کی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرأت خفیہ طور پر کرے۔“ پس امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے، بخاری مسلم کی اس حدیث کا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جو مسئلہ نمبر ۴۱ میں پہلے گزر چکی ہے۔

سجدہ سہو کا بیان

مسئلہ نمبر ۴۴

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَإِنْ قَيَّدَ الْخَامِسَةَ بِسَجْدَةٍ بَطَلَ فَرَضُهُ عِنْدَنَا^(۵) ”یعنی اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو ہمارے نزدیک اس کے فرض باطل ہو گئے۔“

یعنی امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ جس نے چار رکعت نماز پڑھنا تھی اور فائدہ: بھول کر پانچ رکعت پڑھ گیا تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اسے فرض از سر نو پڑھنے چاہئیں،

سوا اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف و محمد نے خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو درج ذیل ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ صَلَاةً فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا سَجْدَةً أَوْ سَجَدَ فِيهَا سَجْدَةً ثُمَّ نَسِيَ السَّجْدَةَ الَّتِي بَعْدَهَا فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا سَجْدَةً فَلَمْ يَكُنْ بِهَا بِمُتَعَمِّدًا»

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز کی پانچ رکعتیں پڑھیں۔ آپ سے عرض کیا گیا

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الكسوف جلد اول ص ۱۷۶ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الكسوف باب قول الامام في خطبة الكسوف اما بعد ج ۲ ص ۵۴۷ حدیث ۱۰۶۱ و صحیح مسلم کتاب

الكسوف باب ما عرض على النبي في صلاة الكسوف ج ۶ ص ۴۴۸ حدیث ۳۱۰۰

(۳) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الكسوف جلد اول ص ۱۷۵ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۴) ہدایہ کتاب الصلاة باب سجود السهو جلد اول ص ۱۵۹ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

فائدہ: ترمذی نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے لیکن جب کوئی شخص بھول کر ظہر کی نماز چار کی بجائے پانچ رکعت ادا کر لے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ اسے چاہیے کہ دو سجدہ ہائے سو کر لے۔ کچھ مضائقہ نہیں اگر وہ چوتھی رکعت میں نہ بیٹھا ہو۔ امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ جبکہ سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص ظہر کی نماز پڑھے اور پانچ رکعتیں ادا کر لے اور چوتھی رکعت میں عقد ار تشہد نہ بیٹھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔^(۲)

امام نووی نے شرح صحیح مسلم کہا کہ یہ حدیث امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جہور سلف اور خلف کے مذہب کی دلیل یعنی جو شخص بھول کر اپنی نماز میں ایک رکعت زیادہ پڑھ جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ اور امام ابو حنیفہ اور اہل کوفہ نے کہا کہ اگر بھول کر ایک رکعت زیادہ پڑھ جائے تو نماز اس کی باطل ہو جاتی ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز کا اعادہ کرے اور یہ حدیث (اس مسئلے میں) ابو حنیفہ اور اہل کوفہ کے مذہب کی تردید کرتی ہے۔^(۳)

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ^(۳) ”کسی میت کی نماز جنازہ مسجد میں ادا نہ کی جائے“ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردان امام محمد و ابو یوسف کا مذہب ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد امام محمد و ابو یوسف نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان تین احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا لَمَّا تَوَفَّى سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ قَالَتْ ادْخُلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ فَإَتَكَّرَ ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ ابْنِي يَتَضَاءُ فِي الْمَسْجِدِ سَهْلٌ وَآخِيبٌ (۵)

(١) صحيح بخارى كتاب السهو باب اذا صلى خمسا ج-٣، ص-٩٣، حديث-١٢٢٦ وصحيح مسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة

باب السهو في الصلاة والسجود له ج- ٥، ص- ٦٦، حديث- ١٢٨١

(٢) جامع ترمذی ابواب الصلوة باب ماجاء فی سجدة السهو بعد السلام والكلام-

(٣) صحيح مسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو في الصلاة والسجود له ج- ٥، ص- ٦٦، شرح حديث- ١٣٨١

(۳) ہدایہ کتاب الصلاة فصل فی الصلاة علی الميت جلد اول 'ص- ۱۸۱' کنز الدقائق 'ردالمختار وفتاوی عالمگیری۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب الصلاة على الجنازة فی المسجد ج- ۲، ص- ۲۳، حدیث- ۲۲۵۱

فائدہ: یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ عورتیں کے لیے (بھی) نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

زر قانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ جمہور علماء نے مسجد میں نماز جنازہ کے جواز پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ اور اکثر لوگوں کے صحیح دلیل ہے اس بات کی کہ مسجد میں میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں، ان میں سے امام احمد، اسحاق اور ابن حبیب مالکی ہیں جبکہ ابن ابی ذئیب، ابی حنیفہ اور مالک نے کہا کہ نماز جنازہ مسجد میں جائز نہیں۔^(۱)

(۲) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ رَوَيْتَ هَ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ عَلَى عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فِي الْمَسْجِدِ۔^(۳)

(۳) وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغَيْرُهُ أَنَّ عُمَرَ صَلَّيْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَّ صَهْبِيَا صَلَّيْتُ عَلَى عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ وَوُضِعَتِ الْجَنَازَةُ تُجَاهَ الْمِنْبَرِ۔^(۴)

ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی۔ اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق کی نماز جنازہ بھی مسجد میں ہی پڑھی اور جنازہ منبر کے سامنے رکھا گیا۔

فائدہ: زر قانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ ابن عبد البر نے کہا کہ یہ معاملہ صحابہ کے سامنے ہوا اور کسی نے اس سے انکار نہ کیا پس اس بات پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہو گیا۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس باب میں ان کی دلیل کے طور پر مقلد یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسجد میں جنازہ پڑھے پس اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ امام احمد نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسے روایت کرتے ہیں صالح مولیٰ تو مہ منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، انتہی۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو اوپر گزری اس میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر صحابہ نے انکار کیا اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنا سنت نہیں کیونکہ اگر سنت ہوتی تو صحابہ انکار نہ کرتے۔ سو اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: جب صحابہ نے انکار کیا تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کا سہیل پر اور اس کے بھائی پر مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنے کا قصہ صحابہ کو یاد دلایا تو صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ جواب نہ دیا یعنی لا جواب ہو گئے۔

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجنائز باب الصلاة على الجنائز في المسجد ج- ۷، ص- ۳۳، شرح حديث- ۲۲۳۹

(۲) موطا امام مالك باب صلوة على الجنائز في المسجد۔

(۳) زر قانی شرح موطا امام مالک۔

(۴) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجنائز باب الصلاة على الجنائز في المسجد ج- ۷، ص- ۳۳، شرح حديث- ۲۲۳۹

دوسرا جواب: رسول اللہ ﷺ کے بعد مسجد میں صحابہ کا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے جنازے پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ موطا امام مالک (باب صلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد) میں روایت ہے نافع سے اس نے نقل کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے کہا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی حدیث اوپر مذکور ہوئی۔

مسئلہ نمبر ۴۶ اگر امام نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اس

کی ابتلاع نہ کریں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَوْ كَثُرَ الْإِمَامُ خَمْسًا لَمْ يُتَابِعُهُ الْمُؤْتَمُّ^(۱) ”یعنی جنازے کی نماز میں اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی اس کی متابعت نہ کرے“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان دو احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةِ خَمْسًا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكَبِّرُهَا۔^(۲)

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہہ دیں۔ میں نے جب اس کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس طرح تکبیریں کہا کرتے تھے۔

(۲) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ عَلَى سَهْلِ بْنِ حَنِيفٍ سِتًّا وَقَالَ إِنَّهُ بَدَرِيٌّ۔ (رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ)^(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سهل بن حنیف کی نماز جنازہ میں چھ تکبیریں کیں اور فرمایا کہ یہ بدری ہیں۔ (اسے سعید بن منصور نے روایت کیا اور اس کی اصل بخاری میں ہے)

فائدہ: زر قانی شرح موطا امام مالک میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں کیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بدر پر چھ تکبیریں کہا کرتے تھے اور صحابہ پانچ اور صحابہ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر چار اور ابن عباس رضی اللہ عنہ تین کہتے تھے اور انس رضی اللہ عنہ کبھی تین کبھی چار۔

ترندی نے کہا کہ نبی ﷺ کے اہل علم اصحاب وغیرہ میں سے بعض لوگوں کا یہی مذہب ہے کہ جنازے کی نماز میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں اور امام احمد اور اسحاق نے کہا کہ اگر جنازے کی نماز میں امام پانچ تکبیریں کہے تو اس کی متابعت کی جائے۔^(۴)

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة فصل فی الصلاة علی الميت جلد اول ص ۱۸۰ کنز الدقائق وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی التکبیر علی الجنائز ج ۲ ص ۲۹ حدیث ۲۲۱۳ وبلوغ المرام کتاب الجنائز ص ۱۵۷

حدیث ۵۳۹ وابدوداؤد کتاب الجنائز والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

(۳) بلوغ المرام کتاب الجنائز ص ۱۵۷ حدیث ۵۵۰

(۴) جامع ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی التکبیر علی الجنائز۔

مسئلہ نمبر ۷۴ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَدْعُو فِي صَلَوةِ الْجَنَازَةِ بِالْأَعْيَةِ الْمَعْرُوفَةِ وَلَا يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ^(۱) ”اور امام نماز جنازہ میں دعا مانگے معروف دعائیں پڑھ کر مگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔“ ☆ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان پانچ احادیث کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔

(۱) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَقَالَ لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ۔^(۲)

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے سورۃ فاتحہ بھی پڑھی اور کہا کہ جان لو کہ سنت یہی ہے۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةَ وَجْهَزَ حَتَّى أَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ أَخَذْنَاهُ يَدَيْهِ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ۔^(۳)

وہی روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے ایک نماز پڑھی اس میں انہوں نے سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ ایک دوسری سورۃ بھی بلند آواز سے پڑھی گویا کہ انہوں نے دو سورتیں ہمیں سنائیں۔ پھر جب فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا (سورۃ فاتحہ وغیرہ بلند آواز پڑھنے کے بارے میں) تو فرماتے لگے کہ یہ سنت ہے اور یہی حق ہے۔

فائدہ: یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ جنازے کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ قرآن کی بھی پکار کر پڑھنا سنت ہے۔

(۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ السُّنَّةُ فِي الصَّلَوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَنْ يَقْرَأَ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى بِأَمِّ الْقُرْآنِ مَخَافَتَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ ثَلَاثًا وَالتَّسْلِيمُ عِنْدَ الْآخِرَةِ۔^(۴)

ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ کے بارے میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے پھر (امام) تین تکبیریں کہے اور آخری تکبیر کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(۴) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ابْنِ سُهَيْلٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ السُّنَّةَ

ابی امامہ بن سہیل سے مروی ہے کہ انہیں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی آدمی نے خبر دی کہ نماز جنازہ کے بارے میں سنت یہ ہے کہ امام

(۱) فتاویٰ قاضی خان، شرح وقایہ، ردالمحتار و فتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراءة الفاتحة على الجنابة ج-۲ ص-۲۰۳ حدیث-۱۳۳۵

(۳) صحیح سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعاء ج-۲ ص-۲۲۸ حدیث-۱۸۷۸ (صحیح)

(۴) صحیح سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعاء ج-۲ ص-۲۲۸ حدیث-۱۸۸۰ (صحیح)

☆ نماز جنازہ میں الحمد یعنی سورۃ فاتحہ پڑھنا اکثر عالموں کے نزدیک جائز ہے۔ (ملابہ ص-۳۸)

فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَنْ يُكَبِّرَ الْإِمَامُ ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى سِرًّا فِي نَفْسِهِ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي نَفْسِهِ - (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي مُسْنَدِهِ) ^(۱)

پہلے تکبیر کے پھر پہلی تکبیر کے بعد دل میں سورۃ فاتحہ پڑھے پھر دل ہی میں نبی ﷺ پر درود پڑھے۔ (اس حدیث کو امام شافعی نے اپنی مسند میں روایت کیا)

شوکانی نے دراری منیہ شرح درر البیہ میں کہا کہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہا کہ اسناد فائدہ: اس حدیث کی صحیح ہے۔ راقم کتاب ہے کہ جس طرح سے نسائی کی حدیث سے جنازے کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور کسی اور سورۃ کا پکار کر پڑھنا سنت ہے، معلوم ہوتا ہے اسی طرح سے آہستہ پڑھنا بھی سنت ہے۔ غرضیکہ پکار کر پڑھنا اور آہستہ پڑھنا دونوں طرح سے جائز ہے۔ ^(۲)

(۵) فِي الْبُخَارِيِّ قَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الظُّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا قَرِظًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا - ^(۳)

صحیح بخاری میں ہے (بطریق تعلیق) کہ حسن بصری نے کہا کہ نابالغ بچے کی نماز جنازہ پر (امام) سورۃ فاتحہ پڑھے اور یہ دعا مانگے یا اللہ اسے ہمارا پیشرو، پیشوا اور ذریعہ اجر بنا دے۔

فتلانی شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو عبد الوہاب بن عطاء خفاف نے اپنی کتاب الجنازہ فائدہ: میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ نمبر ۳۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَجُوزُ دَفْعُهَا إِلَى مَنْ يَمْلِكُ أَقْلًا مِنْ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ صَحِيحًا مُكْتَسِبًا ^(۴) (یعنی زکوٰۃ دینا اس شخص کو جو کہ صاحب نصاب نہ ہو اگرچہ تندرست ہو اور کسب کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہو جائز ہے۔) یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ بْنِ الْحُبَّانِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ أَنَّهُمَا آتَا النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقْسِمُ الصَّدَقَةَ فَمَسَاةٌ مِنْهَا فَرَفَعَ فِينَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ فَرَأَانَا جُلْدَيْنِ فَقَالَ إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا وَلَا حَظَّ لِيْنَهَا لِيْنِي وَلَا

روایت ہے عابد اللہ بن عبدی بن الحُبَّان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ تحقیق وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع کے موقع پر اس وقت مل زکوٰۃ بانٹتے تھے چنانچہ دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے صدقہ میں سے کچھ مانگا پس وہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اوپر نیچے سے دیکھا اور ہمیں قوی پلٹا پھر فرمایا اگر چاہو تو میں تمہیں مل دے دوں لیکن حقیقت

(۱) روضة الندية كتاب الجنائز فصل بعد التكبيرة الاولى بقرا الفاتحة وسورة ج- ۱- ص- ۳۱۹

(۲) روضة الندية كتاب الجنائز فصل بعد التكبيرة الاولى بقرا الفاتحة وسورة ج- ۱- ص- ۳۱۹

(۳) صحيح بخاري كتاب الجنائز باب قراءة الفاتحة على الجنائز ج- ۳- ص- ۲۰۳

(۴) هداية كتاب الزكاة باب من يجوز دفع الزكاة جلد اول ص- ۲۰۷ ردالمختار فتاوى عالمگیری وفتاوى قاضى خان-

(۱) لِقَوِي مَكْنَسِب۔

یہ ہے کہ اس مال میں نہ تو کسی دولت مند کا کوئی حصہ ہے اور نہ کسی طاقتور (صحت مند) کلمے والے کا۔

فائدہ: منتفی الاخبار میں کہا کہ امام احمد نے کہا ہے کہ اس کی اسناد بہت کھری ہے، انتہی۔ (۲) اور اس حدیث کو ابن حجر بلوغ المرام میں صرف مسند امام احمد ہی کی روایت سے لائے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے قوی کہا ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّسَنُّيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ) (۳) (۴)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ نہ کسی دولت مند کے لیے حلال ہے اور نہ کسی صاحب قوت اور صحت مند انسان کے لیے۔ (اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا اور احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

فائدہ: شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البہار میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کا مذہب یہی ہے کہ قوی کسب کرنے والے کے لیے صدقہ حلال نہیں لیکن ابو حنیفہ کا مسلک اس کے خلاف ہے۔

سونے کی زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ نمبر ۴۹

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مَنْ كَانَ لَهُ نِصَابٌ فَاسْتَفَادَ فِي أَثْنَاءِ الْحَوْلِ مِنْ جَنْبِهِ ضَمَّةٌ إِلَيْهِ وَزَكَاةٌ (۳) ”یعنی جو شخص کہ صاحب نصاب ہو پس جو مال سل کے دوران اصل نصاب سے بڑھ جائے وہ بھی اپنی قسم میں مل جائے گا اور زکوٰۃ اس کی ادا کرے۔“ مثلاً اس کے پاس اس سل ایک سو روپیہ رکھا تھا جب چھ مہینے یا آٹھ مہینے گزر گئے تو سو روپیہ اور اس کے پاس آگیا تو یہ سو بھی اس پہلے سو کے ساتھ ملا دے اور زکوٰۃ دو سو کی دے۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نِصَابُ الْفَقِيرِ وَالْمَسْكِينِ ج-۱- ص-۳۵۳-۳۵۴ (۱) (۲) (۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تیرے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سل گزر جائے تو ان میں سے

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى ج-۱- ص-۳۵۳-۳۵۴ (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى ج-۱- ص-۳۵۳-۳۵۴ (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (

وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمٍ وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ فَمَا زَادَ فِي حِسَابِ ذَلِكَ وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ حَسَنٌ) وَقَدْ اخْتَلَفُوا فِي رَفْعِهِ وَلِلتَّيْمِزِيِّ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو مَنْ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ وَالرَّاجِحُ وَقْفُهُ^(۱)

پانچ درہم زکوٰۃ نکلی جائے گی۔ اس کے علاوہ تجھ پر اور کچھ نکالنا واجب نہیں۔ یہاں تک کہ تیرے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان پر بھی پورا اسل گزر جائے نصف دینار زکوٰۃ لازم آئے گی۔ پھر جتنی مالیت بڑھتی جائے اس حساب سے زکوٰۃ دینا واجب ہو گا اور کسی مال پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ اس پر ایک سل نہ گزر جائے۔ (اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے) تاہم محدثین نے اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف کیا ہے اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے کسی مال سے فائدہ اٹھلایا ہو اس پر حوالان حول سے پہلے زکوٰۃ لازم نہیں آئے گی اس روایت کا موقوف ہونا رائج ہے۔

فائدہ: ایک دینار ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے اور بیس (۲۰) دینار کے اس ملک کے حساب سے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں سو جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا ہو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے اور جس کے پاس اس سے کم سونا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب کا ذکر مسئلہ نمبر ۵۰ میں آگے آتا ہے۔

عشر کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۰

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فِي قَلِيلٍ مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ وَكَثِيرُهُ الْعَشْرُ^(۲) ”کہا امام ابو حنیفہ نے کہ زمین میں سے خواہ تھوڑی چیز نکلے خواہ بہت زکوٰۃ اس میں سے دسواں حصہ ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسِ أَوْاقٍ مِنَ الزُّوقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسِ رُؤْدَمٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ^(۳)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ وسق سے کم کھجوروں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی پر کوئی زکوٰۃ نہیں اور پانچ راس اونٹوں سے کم پر بھی کوئی زکوٰۃ نہیں۔

(۱) صحیح ابو داؤد کتاب الزکاة باب السائمة ج-۱ ص-۳۲۶ حدیث-۱۵۷۳ وبلوغ المرام کتاب الزکوٰۃ ص-۱۷۰ حدیث-۵۹۲، ۵۹۳

(۲) ہدایہ کتاب الزکاة باب زکاة الزروع والثمار جلد اول ص-۲۹۱ شرح وقایہ ردالمختار فتاوی عالمگیری وفتاوی قاضی خان۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الزکاة باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ج-۷ ص-۵۲ حدیث-۲۶۲۰ ومشکوٰۃ کتاب الزکاة باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ ج-۱ ص-۵۱۳ حدیث-۱۷۹۳ وصحیح بخاری۔

فائدہ: پانچ وسق کے تیس (۳۰) من ہوتے ہیں زکوٰۃ کے دسویں حصہ کے اس میں تین من ہوئی۔ اگر پانچ وسق یعنی تیس من سے کم کھجوریں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اوتیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ پانچ اوتیہ کے دو سو درہم ہوئے اور دو سو درہم کے ساڑھے پاون روپے چہرہ شاہی (کہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہے) ہوتے ہیں سو جس کے پاس اس قدر چاندی یا روپے ہوں تو وہ چالیسواں حصہ یعنی ایک روپیہ پانچ آنے زکوٰۃ کے اس میں سے دے اور جس کے پاس اس قدر چاندی یا روپے نہیں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

روزے کی قضا کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۱

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يَصُومُ الْوَلِيُّ وَلَا يَصَلِّيُ^(۱) ”یعنی میت کی طرف سے ولی نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ اللَّهُ ﷻ لَمْ يَفْرَضْ لَهُ يَوْمٌ يَوْمَهُ^(۲) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کہ مرے اور اس پر روزہ ہو اس کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھے

روزے کی نیت کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۲

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِنْ لَمْ يَنْوُحْ حَتَّى أَصْبَحَ أَجَزَتْهُ النَّيَّةُ مَا يَنْتَهِ وَيَتَنَزَّلُ^(۳) ”اگر رات کو (فرض) روزے کی نیت نہ کرے تو دن کو زوال کے وقت تک نیت کرنا جائز ہے“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جو اس حدیث کے خلاف ہے۔
عَنْ حَفْصَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ إِلَى تَرْجِيحٍ وَفَفِهِ وَصَحَّحَهُ مَرْفُوعًا ابْنُ خُرَيْمَةَ وَابْنُ جَبَانَ وَلِلدَّارِ قُطْنِي لَا صِيَامَ مَنْ لَمْ يَفْرِضْهُ مِنَ اللَّيْلِ)^(۴) ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی تو اس کا کوئی روزہ نہیں۔ (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی اور نسائی نے اس کے وقف کو راجح قرار دیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح اور مرفوع روایت کہا ہے اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے رات سے ہی روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں)

(۱) ہدایہ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والكفارة جلد اول، ص-۲۲۲ شرح وقایہ ورد المختار۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الصوم باب من مات وعليه صيام ج-۳، ص-۱۹۲، حلفہ-۱۹۵۲، وصحیح مسلم کتاب الصيام باب قضاء الصيام عن الميت ج-۸، ص-۲۶۵، حدیث-۲۶۷۸، ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب القضاء ج-۱، ص-۶۳۱، حدیث-۲۰۳۳ (البانی)

(۳) ہدایہ جلد اول، ص-۲۲۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

(۴) صحیح ابوداؤد کتاب الصوم باب النية في الصيام ج-۲، ص-۸۲، حدیث-۲۲۵۳، (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب الصيام۔

اعتکاف کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَدْخُلُ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ^(۱) ”اعتکاف کرنے والا (اپنے معکف میں) غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو جائے۔“

فائدہ: امام نووی نے اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اور علامہ محمد نے زر قانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے والا مقام اعتکاف میں غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو جائے۔ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین^(۲) کا ہے، مگر ان چاروں اماموں نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَتَعَكَّفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبَّ جِلْبَابَهُ تَحْتَ يَدَيْهِ لِيَسْتَعِظَ بِمَا فِي يَدَيْهِ مِنْ حَبْلٍ رَحِمَ اللَّهُ اِمْعِينَ^(۳) کا ہے، مگر ان چاروں اماموں نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل حدیث کا خلاف کیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث صاف دلیل ہے اس پر کہ ابتداء اعتکاف کی بعد نماز فجر کے ہے اور ایک قول کے مطابق امام اوزاعی، ثوری اور لیث کا یہی مذہب ہے اور ائمہ اربعہ جو اس حدیث کے قائل نہیں ہیں سو ان کے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کی نیت سے غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے تھے اور رات وہیں رہتے پھر نماز فجر پڑھنے کے بعد اس حجرے میں داخل ہو جاتے جو آپ کے لیے بغرض اعتکاف بورئے کا بنایا جاتا تھا تاکہ لوگوں سے الگ رہیں۔ پس ابتدائے اعتکاف مغرب کے وقت سے ہوتی اور دخول معکف صبح کو ہوتا۔ اسی طرح شیخ عبدالحق نے نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

جواب: یہ تاویل بالکل باطل اور ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور احتمال عقل پر سنت مقدم ہے۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے۔

احکام حج کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۴

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يَلْبَسُ قِمِيصًا وَلَا سَرَاوِيلَ وَلَا عِمَامَةً^(۴) ”محرم نہ پہنے کرتے، پانچامہ اور نہ علامہ۔“

فائدہ: ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جس محرم کے پاس تہبند نہ ہو پانچامہ ہی ہو تو وہ پانچامہ کو توڑ کر اس کا تہ بند بنالے اور اگر پانچامہ ہی پہنے رہے گا تو اس پر دم آئے گا۔ یعنی اسے جانور

(۱) فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاعتکاف باب حتی یدخل من ار لا الاعتکاف فی معکفہ ج-۸ ص-۳۰۹ شرح حدیث-۲۷۷۷

(۳) صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب حتی یدخل من اراد الاعتکاف فی معکفہ ج-۸ ص-۳۰۹ حدیث-۲۷۷۷ و صحیح بخاری

وبلغ المرام کتاب الصیام باب الاعتکاف ص-۱۹۵ حدیث-۶۸۳

(۴) ہدایہ کتاب الحج باب الاحرام جلد اول ص-۲۳۹ کنز الدقائق رد المختار و فتاویٰ عالمگیری۔

فزع کرنا ہو گا اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُحْرَمُ تَعْلِينَ لَيْسَ خُفَيْنِ وَإِذَا لَمْ يَجِدْ إِذَا لَيْسَ سَرَاوِيلَ^(۱)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے، اگر کوئی محرم جوتے نہ پائے تو وہ موزے پہن لے اور اگر اسے تہبند نہ ملے تو پاجملہ یا شلوار ہی پہن لے

امور حج کی تقدیم و تاخیر کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۵

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: أَخَّرَ الْخَلْقَ حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ التَّحْرِيرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۲) ”جو شخص سر کے منڈانے میں تاخیر کرے، یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر جائیں تو اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم لازم آتا ہے“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف رائے دی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَفَّ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ بِمَنْى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبِیحَ فَقَالَ أَذْبِیحَ وَلَا خَرَجَ فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَتَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا خَرَجَ فَمَا سَبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قَدَّمَ وَلَا أَخَّرَ إِلَّا قَالَ الْفَعْلُ وَلَا خَرَجَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ أَنَّهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ قَالَ ارْمِ وَلَا خَرَجَ وَأَنَّهُ آخَرُ فَقَالَ إِنِّي أَقْضْتُ إِلَى النَّبِیِّ قَبْلَ أَنْ أَرْمِیَ قَالَ ارْمِ وَلَا خَرَجَ۔^(۳)

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں لوگوں کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ لوگ آتے اور آپ سے مسائل پوچھتے تھے۔ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سرمندانیا۔ آپ نے فرمایا اب قربانی کر لو کوئی بات نہیں۔ ایک دوسرا آدمی آیا اور عرض کرنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے اونٹوں کو قربان کر دیا۔ آپ نے فرمایا اب جا کر کنکریاں پھینک دو کوئی حرج کی بات نہیں۔ تو جس بات کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا چاہے کسی کام کے پہلے کرنے کے بارے میں ہو یا موخر کرنے کے بارے میں ”آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر کوئی حرج نہیں۔“ (بخاری، مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے سرمندانیا، آپ نے جواب میں فرمایا اب کنکریاں پھینک دو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اور ایک دوسرا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے طواف افاکہ کر لیا۔ آپ نے فرمایا اب کنکریاں پھینک دو کوئی حرج کی بات نہیں۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یباح للمحرم بحج او عمرۃ وما لا یباح ج۔ ۸۔ ص۔ ۳۱۹۔ حدیث۔ ۲۷۸۱ و مشکوٰۃ کتاب مناسک

باب ما یجتنب المحرم ج۔ ۲۔ ص۔ ۸۲۱۔ حدیث۔ ۲۱۷۹

(۲) ہدایہ جلد اول ص۔ ۲۷۲۔ شرح وقایہ کنز الدقائق رد المختار و فتاویٰ عالمگیری۔

(۳) صحیح بخاری کتاب الحج باب الفیاء علی الداہۃ عند الجمرة ج۔ ۳۔ ص۔ ۵۶۹۔ حدیث۔ ۷۳۶۰ و مشکوٰۃ کتاب المناسک باب فی التجلل

ج۔ ۲۔ ص۔ ۸۱۳۔ حدیث۔ ۲۷۵۵ و صحیح مسلم کتاب الحج باب من حلق قبل النحر و نحر قبل الرمی ج۔ ۹۔ ص۔ ۵۹۔ حدیث۔ ۳۱۵۰، ۳۱۳۳

مسئلہ نمبر ۵۶ اشعار (یعنی جانور کو بطور نشانی زخم کرنے) کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے وَلَا يُشْعِرُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۱) ”ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (جانور کو نشانی کے طور پر) زخم نہ کیا جائے“ اس لیے کہ ان کے نزدیک اشعار مثلاً ہے یعنی تکلیف دینا ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے: وَلَا يَبْنِي حَنِيفَةُ اِنَّهُ مُثْلَةٌ وَاِنَّهُ مِنْهُي عَنْهُ^(۲) ”ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکلیف دینا ہے اور تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے“ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف رائے دی ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْخَلِيفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَافِعِهِ فَأَشْعَرَهَا فِي صَفْحَةٍ مِنْهَا الْأَيْمَنُ وَاسْلَتَ الدَّمَ عَنْهَا وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَاتِي وَمَالِكٌ)^(۳)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ذی الحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے کوهان کے دائیں جانب نشان کے طور پر زخم کیا اور اس کا خون پونچھ دیا نیز اسے دو جوتوں کا قلاب پہنایا پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے چنانچہ جب وہ بیداء پر ہموار چلے گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حج کے لیے لبیک کہا شروع کر دیا۔ (اس حدیث کو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور امام مالک نے روایت کیا)

ترمذی نے کہا کہ میں نے ابوسائب کو کہتے سنا کہ ہم کو کعب کے پاس ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فائدہ: حدیث بیان کی کہ آپ نے اشعار (جانور کو زخمی کرنا) کیا اور یہ بھی کہا کہ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اشعار کرنا مثلاً ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہے۔ یہ سن کر کو کعب بہت غصے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بتاتا ہوں اور تم اس حدیث کے مقابلے میں ابراہیم نخعی کا قول بیان کرتے ہو۔ تم اس قابل ہو کہ تمہیں قید کر دیا جائے یا جب تک توبہ نہ کرو تمہیں رہا نہ کیا جائے۔^(۴)

ترمذی نے کہا کہ میں نے یوسف بن عیسیٰ سے اس نے سنا کو کعب سے کہ انہوں نے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس مسئلہ میں اہل رائے کے قول کو نہ دیکھو اس لیے کہ اشعار سنت ہے اور اہل رائے کا قول بدعت ہے۔^(۵)

(۱) ہدایہ کتاب الحج باب الاحرام جلد اول ص-۲۷۲ شرح وقایہ کنز الدقائق ورد المختار۔

(۲) جلد اول ص-۲۷۲

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب تقلید الہدی واشعارہ عند الاحرام ج-۸ ص-۳۵۲ حدیث-۳۰۰۶ وصحیح ابوداؤد کتاب

المناسک باب فی الاشعار ج-۲ ص-۳۹۱ حدیث-۱۷۵۲ (والحدیث صحیح) وتیسیر الوصول۔

(۴) جامع الترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی اشعار البدن۔

(۵) جامع الترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی اشعار البدن۔

مدینہ کے حرم ہونے کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۷

شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ مدینہ حرم نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان چار احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہانی منہج نے فرمایا مدینہ حرام ہے (یعنی مانند حرم مکہ کے ہے جو چیزیں حرم مکہ میں کرنی حرام ہیں مدینہ میں بھی حرام ہیں اس کے حدود حرم میرے ثور تک ہیں پس جو شخص کہ پیدا کرے مدینہ میں بدعت (یعنی جو چیز کہ مخالف ہو کتب و سنت کے) یا ٹھکانا دے بدعتی کو پس اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن نہ فرض اور نہ نفل قبول کرے گا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان علاقہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔ نہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں اور نہ اس کا شکار قتل کیا جائے۔ نیز فرمایا کہ مدینہ (ایمانداروں کیلئے) بہترین جگہ ہے کاش انہیں معلوم ہو۔ جو شخص بھی اسے بے رغبت ہو کر چھوڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر بہتر آدمی کو لایا کرتے ہیں اور جو شخص بھی اس کی شدت اور مشقت پر صبر کرتے ہوئے مدینہ میں ہی اقامت گزیر رہے گا۔ میں قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اور اس کی اطاعت کی گواہی دوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احد پہاڑ نظر آیا آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ بیشک سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیانی علاقہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدينة ودعاء النبی فیہا بالبرکۃ ج-۹ ص-۱۳۵ حدیث-۳۳۱۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدينة ودعاء النبی فیہا بالبرکۃ ج-۹ ص-۱۳۰ حدیث-۳۳۰۵

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب احد جبل یحبنا وحبہ ج-۹ ص-۱۶۵ حدیث-۳۳۶۰ و مشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدينة

سلیمن بن ابی عبد اللہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ کو دیکھا انہوں نے ایک شخص کو پکڑ لیا جو حرم مدینہ میں جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے شکار کرتا تھا اور اس کے کپڑے چھین لیے چنانچہ اس کے مالک آئے اور اس کے بارے حضرت سعد رحمہ اللہ سے بات چیت کرنے لگے آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں کسی کو شکار کرتے ہوئے پکڑے وہ اس کا مل اسباب چھین لے لہذا میں تمہیں یہ مل و اسباب واپس نہیں کروں گا یہ تو وہ عطیہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا ہے تاہم اگر چاہو تو میں اس کی قیمت تمہیں (بطور احسان) لوٹائے دیتا ہوں۔

(۳) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ أَخَذَ رَجُلًا يَصِيدُ فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ الَّذِي حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَسَبَهُ نِسَابَهُ فَجَاءَ مَوَالِيَهُ وَكَلِمُوهُ فِيهِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَرَّمَ هَذَا الْحَرَمَ وَقَالَ مَنْ أَخَذَ أَحَدًا يَصِيدُ فِيهِ فَلْيَسْلُبْهُ وَلَا أَرُذُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً أَطْعَمْنَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَكِنْ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ إِلَيْكُمْ لَمَنَةً (۱)

قریبی کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: حِلَّةُ الْمَضْرِبِ إِذَا أَرَادَ التَّعَجُّلُ أَنْ يَبْتَغِيَ بِهَا إِلَى خَارِجِ الْمَضْرِبِ فَيَضَعَهَا بِهَا كَمَا ظَلَعَ الْقَجُزُ۔ (۲) ”شہر والے اگر گھوڑوں میں اپنی قریبی بھیج دیں تو اس حیلہ سے ان کے لیے بعد صبح قبل نماز عید قریبی کرنا جائز ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد محمد نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل چار احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

حضرت جندب بن سفیان رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں عید الاضحیٰ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ جب لوگوں کے ساتھ نماز عید ادا کر چکے تو آپ نے ایک بکری کو دیکھا جسے ذبح کر دیا گیا تھا اس پر آپ نے فرمایا جس نے نماز عید سے پہلے بکری ذبح کر دی ہے وہ اس کی جگہ پر ایک دوسری بکری ذبح کرے اور جس نے ذبح نہ کی ہو تو وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

(۱) عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ الْأَضْحَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ بِالنَّاسِ نَظَرَ إِلَى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحْ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ۔ (۳)

حضرت براء رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں یوم النحر کو خطاب کیا اور فرمایا اس دن سب سے پہلا کام جو ہم کریں

(۲) عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینۃ ج-۱ ص-۵۶۶ حدیث-۲۰۳۷ (والحدیث صحیح)

(۲) ہدایہ کتاب الاضحیۃ جلد چہارم ص-۳۴۱

(۳) صحیح بخاری کتاب الاضحیۃ باب من ذبح قبل الصلاة اعادة ج-۱ ص-۲۰ حدیث-۵۵۶۲ و صحیح مسلم کتاب الاضحیۃ

باب وقتها ج-۱۳ ص-۱۱۲ حدیث-۵۰۳۸ و بلوغ المرام باب الاضحیۃ

گے وہ نماز پڑھنا ہے پھر واپس پلٹ کر قرپنی دیں گے تو جس شخص نے یہ کام کئے اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے بکری کو ذبح کر دیا تو یقیناً اس نے گمراہوں کے لیے جلد گوشت کا بندوبست کر لیا اس کا قرپنی سے کوئی تعلق نہیں۔

انہی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نماز عید سے پہلے جانور کو ذبح کر لیا تو اس نے ذبح کر کے بس گوشت ہی اپنے لیے میا کیا اور جس نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا تو اس کی قرپنی کی عبادت مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت کو پالیا۔

اور انہی سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا اس دن سب سے پہلے ہم نماز پڑھیں گے پھر پلٹ کر قرپنی کریں گے۔ جس نے یہ کام کئے اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

مَا تَبَدُّأُ بِهِ فَيُيَوْمِنَا هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ ثُمَّ تَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ تُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ شَاةٌ لَحْمٍ عَجَلَةٌ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ التُّسْلِكِ فِي شَيْءٍ۔^(۱)

(۳) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ تُسْكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ۔^(۲)

(۳) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا تَبَدُّأُ بِهِ فَيُيَوْمِنَا هَذَا أَنْ تُصَلِّيَ ثُمَّ تَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا۔^(۳)

عقیقہ کا بیان

مسئلہ نمبر ۵۹

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: ذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَلَا يَعْقُ عَنْ الْغُلَامِ وَلَا عَنْ الْجَارِيَةِ وَإِنَّهُ أَشَارَةٌ إِلَى الْكَرَاهِيَةِ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ فِي كِتَابِ الْأَضْحِيَّةِ^(۱) الجامع الصغير میں ذکر کیا گیا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ نہ کیا جائے اور بلاشبہ یہ اس کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح بدائع کتب الاضحیہ میں لکھا ہے: ”یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل ان چار احادیث کے خلاف رائے دی ہے۔

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَّى عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَزِيمَةَ وَابْنُ الْجَارُودِ وَعَبْدُ الْحَقِّ لَكِنْ رَجَعَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ تحقیق نبی ﷺ نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کا ایک ایک مینڈھے سے عقیقہ کیا (اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا اور اس حدیث کو ابن خزیمہ، ابن جارود اور عبدالحق نے صحیح کہا لیکن ابو حاتم نے اس کو مرسل ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے۔)

(۱) صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب الذبیح بعد الصلاة ج-۱۰ ص-۱۹ حدیث-۵۵۶۰ وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتها ج-۱۳ ص-۱۱۶ حدیث-۵۰۳۶

(۲) صحیح بخاری کتاب الاضاحی ج-۱۰ ص-۱۲ حدیث-۵۵۵۶ وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتها ج-۱۳ ص-۱۱۳ حدیث-۵۰۳۲ ومشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صلاة العیدین ج-۱ ص-۳۵۲ حدیث-۱۳۳۷

(۳) صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب الذبیح بعد الصلاة ج-۱۰ ص-۱۹ حدیث-۵۵۶۰

(۴) فتاویٰ عالمگیری۔

أَبُو حَاتِمٍ إِزْسَالَهُ وَأَخْرَجَ ابْنُ جِبَّانٍ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ نَحْوَهُ^(۱) ترجمہ دی اور ابن جبان نے ایسی ہی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے تخریج کی

(۲) عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُمْ دَخَلُوا عَلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَسَأَلُوهَا عَنِ الْعَقِيقَةِ فَأَخْبَرَتْهُمْ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهُمْ عَنِ الْغَلَامِ شَاتَانِ مُكَافَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً^(۲) یوسف بن مہک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حفصہ بنت عبد الرحمن کے پاس گئے اور ان سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا اس نے انہیں بتایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو ہم سن بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کریں۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں علی، ام کرز، بریدہ، سمرہ، ابی ہریرہ، عبد اللہ بن عمر، انس، سلمان بن عامر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ملتی ہے۔

(۳) عَنْ سُمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ كُلُّ غَلَامٍ مُزْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تَذْبِخُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى - (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ)^(۳) سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر لڑکا عقیقہ کے بدلے میں رہن رہتا ہے۔ لہذا ساتویں دن اس کی طرف سے (میزدھا) ذبح کیا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے اور نام رکھا جائے (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح کہا)

(۴) عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ أَقْبَرُوا الظَّيْرَ عَلَى مَكَائِنِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ عَنِ الْغَلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَلَا يَصُرُّكُمْ أَذْكُرَانَا كُنَّ أَمْ إِنَاءًا - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ مِنْ قَوْلِهِ يَقُولُ عَنِ الْغَلَامِ إِلَى آخِرِهِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ)^(۴) ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو نیز میں نے یہ بھی سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کی جائے) اور کوئی نقصان نہیں چاہے وہ نہ ہوں یا ملاہ۔ (اس حدیث کو امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بقول عن الغلام سے لے کر آخر تک روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقہ ج-۲ ص-۱۹۷ حدیث-۲۸۳۱ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب الاطعمہ

باب العقیقہ ص-۳۰۷ حدیث-۱۳۶۵

(۲) جامع الترمذی ابواب الاضاحی باب ماجاء فی العقیقہ۔

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقہ ج-۲ ص-۱۹۱ حدیث-۲۸۳۷ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب الاطعمہ

باب العقیقہ ص-۳۰۸ حدیث-۱۳۶۰

(۴) صحیح ابوداؤد کتاب الضحایا باب فی العقیقہ ج-۲ ص-۱۹۵ حدیث-۲۸۳۵ (صحیح)

بیج کا بیان

مسئلہ نمبر ۶۰

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَجُوزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسَّبَاعِ الْمُعْلَمِ وَغَيْرِ الْمُعْلَمِ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ^(۱) ”یعنی کتے، چیتے اور درندوں کی بیچ جائز ہے برابر ہے کہ سکھائے ہوئے ہوں یا بے سکھائے ہوئے۔“

جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھالیتے ہیں اس کو معلم کہتے ہیں ورنہ غیر معلم غرض کہ کتاب اور فائدہ:

چیتا جو درندہ ہے خواہ معلم ہو یا نہ ہو، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی بیچ درست ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس کی بیچ حرام ہے، پس اس مسئلے میں بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان چار احادیث کے خلاف عمل کیا ہے جو کہ مسئلہ نمبر ۹۵ میں اس کتاب میں آگے آئیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حنفیہ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کے طور پر یہ احادیث پیش کرتے ہیں۔

(پہلی حدیث) — مسند امام ابو حنیفہ^(۲) میں ہے کہ روایت کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یثیم سے، انہوں نے عمرہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت (لینے) کی اجازت دی تھی۔

فائدہ: شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ اس لیے کہ ابن حبان نے یثیم کو ثقات میں ذکر کیا۔^(۳)

جواب: اس مسند کی احادیث کی سند کو جید ٹھہرانا اور اس کی احادیث کے راویوں کو ثقہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص موضوع احادیث کی اسناد میں بعض راوی ثقہ دیکھ کر یہ کہہ دے کہ ان کی سند جید ہے اور راوی ان کے ثقہ ہیں اور یہ احادیث قابل عمل ہیں کیونکہ اس مسند کی احادیث تین وجہ سے قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہیں۔

پہلی وجہ: اس مسند کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جمع کی ہوئی کہنا محض کذب ہے۔ اس لیے کہ اس مسند کو محمود بن محمد

خوارزمی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے پانچ سو چوبیس (۵۲۴) برس بعد تالیف کیا ہے اور اس کو

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک جو (پانچ سو چوبیس برس کا عرصہ ہے) بالکل نادر ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سنہ ایک سو پچاس

ہجری میں اس جہان سے رحلت فرما گئے تھے۔ چنانچہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا:

الْثَّغَمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوفِيُّ أَبُو حَنِيفَةَ الْإِمَامُ نعمان بن ثابت کوئی یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے

يُقَالُ أَصْلُهُ مِنْ فَارِسٍ وَيُقَالُ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ کہ آپ فارسی الاصل ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بنی تیم کے آزاد

فَقِيهٌ مَشْهُورٌ مِنَ السَّادِسَةِ مَاتَ سَنَةَ كروہ غلام ہیں اور چھٹے طبقہ کے مشہور فقیہ ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ

خَمْسِينَ وَمِائَةً عَلَى الصَّحِيحِ وَلَهُ آپ ستر برس کی عمر پا کر سنہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے اور مسند خوارزمی

(۱) ہدایہ کتاب البیوع جلد سوم ص-۱۰۱ شرح و قایہ، کنز الدقائق، رد المختار، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) مسند امام اعظم بیان الرخصة فی ثمن كلب الصيد ص-۱۶۹ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

(۳) فتح القدیر۔

سَبْعُونَ سَنَةً^(۱)

جو مسند امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہوئی، چھ سو چوتھریں
(سنہ ۶۷۴ھ) میں رائج ہوئی ہے۔

چنانچہ شہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بستان الحدیث میں کہا کہ ”مسند امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہ بافضل مشہور است تالیف قاضی القضاۃ
ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ ششم و مئتا و چہلو آنرا رائج ساختہ انتہی۔“^(۲) (ترجمہ) مسند امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ کے نام سے جو کتب مشہور ہے قاضی القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی کی تالیف ہے جسے انہوں نے چھ سو
چوتھریں (سنہ ۶۷۴ھ) میں رواج دیا انتہی۔

اب غور کیجئے کہ جس حدیث میں سے ایک ہی راوی جھوٹا ہوا ہو وہ حدیث تو مرسل یعنی ضعیف کہلاتی ہے اور قتل جنت
نہیں ہوتی پھر بھلا جس کتب کی احادیث کی پانچ سو چوبیس (۵۲۴) برس کے عرصہ کے راویوں کا پتہ نہ ہو اس کتب کی احادیث
کا کیا مقام ہو گا لہذا مسند امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا ایسا ہے جیسا کہ شہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے
بستان الحدیث میں کہا ہے۔ پس ایں مسند را نسبت محضت امام کردن اڑاں بلیست کہ مسند ابی بکر را مثلاً از مسند امام احمد نسبت
محضت ابو بکر صدیق نمائیم و از تصانیف ایشان نگاریم۔^(۳)

(ترجمہ) پس اس مسند کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسند ابی بکر رحمہ اللہ جو امام احمد ابن حنبل کی
ترتیب کردہ ہے، کو حضرت ابو بکر صدیق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیں اور ان کی تصنیف سمجھیں۔

مسند خوارزمی جو مسند امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہے طبقہ رابعہ کی کتاب ہے۔ چنانچہ
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی^(۴) نے کہا کہ ”و طبقہ رابعہ احادیثی کہ نام و نشان آنہا در“

قرون سابقہ معلوم بیود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنکہ از و شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہا
اصلی نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا سے شدند و یا یا قند و در ان قدح و علی و دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک
روایت آنہا و علی کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بآنها تمسک کردہ شود انتہی۔

(ترجمہ) اور طبقہ رابعہ کی احادیث وہ احادیث ہیں کہ جن کا نام و نشان قرون اولیٰ میں نہیں ملے البتہ متاخرین نے انہیں
روایت کیا ہو۔ پس ایسی احادیث کا معلوم دو حال سے خالی نہیں یا تو سلف نے تحقیق کی اور ان احادیث کو اصل نہ پایا (بلفاظ
دیگر جعلی پایا) کہ اصلی ہونے کی صورت میں وہ ان کی روایت کا اہتمام کرتے یا پھر سلف نے ان احادیث کو اصلی تو پایا ہو مگر ان
میں قدح و علت دیکھی ہو اور اس وجہ سے ان کی روایت ترک کر دی ہو۔ ہر صورت میں ان احادیث کو قتل اعتقاد قرار نہیں
دیا جاسکتا نہ عقیدہ عمل کے اثبات میں ان کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے انتہی۔

شہ ولی اللہ صاحب نے کہا ہے کہ طبقہ رابعہ کی احادیث جو اچھی سے اچھی ہیں ضعیف اور غمطل ہیں اور جو بری سے بری
ہیں وہ موضوع (ہیں یا ان میں بہت ناگوار طریقے سے الفاظ آگے پیچھے کر دیئے گئے ہیں) اور کتب موضوعات ابن جوزی کا مواد
اسی طبقہ کی احادیث ہیں، انتہی۔^(۵)

(۳) حجة الله البالغة جلد اول باب طبقات كتب الحديث۔

(۵) حجة الله البالغة باب طبقات كتب الحديث ج ۱ ص ۳۵۔

(۱) تقریب التہذیب۔

(۲) بستان المحدثین۔

(۳) بستان المحدثین۔

تیسری وجہ: مسند خوارزمی اصل کتاب دیکھنا ضروری ہے، پانچ سو چوبیس برس کے راویوں کے انتظام کے باعث مردود سمجھی جائے گی۔ اس لیے کہ حدیث بلا اسناد جس کے مبداء سند میں سقوط و انتظام ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے اور اس کا بیان مسئلہ نمبر ۹۱ میں آگے آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس ایسی کتاب کی احادیث کو شیخین کی احادیث کے مقابلہ میں رکھنا بلکہ شیخین کے احادیث سے بھی ان کو مقدم سمجھنا بجز مسلکی تعصب کے کسی طرح ممکن نہیں اور یہ چیز کسی باشعور پیر و حق کے لیے ہرگز زیبا نہیں۔

(دوسری حدیث) — ترمذی میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا مگر شکاری کتے کی (قیمت لینے کی اجازت دے دی)

جواب: حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث اس سند سے صحیح نہیں ہے اور ابو المہزم (اس حدیث کے راویوں میں سے ہے) کا نام یزید بن سفیان ہے اور اس میں شعبہ بن حجاج نے کلام کی ہے۔^(۱)

تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابو المہزم تميمی مصری کہ نام اس کا یزید ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا نام عبدالرحمن بن سفیان جو تیسرے طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور متروک ہے۔^(۲)

(تیسری حدیث) — نسائی میں ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اس نے نقل کیا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی بیچ سے منع فرمایا ہے البتہ شکاری کتے کی بیچ کی اجازت دی ہے۔^(۳) اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ حدیث صحیح نہیں، اس لیے کہ اس حدیث کے راویوں میں سے حجاج بن محمد اور حماد بن سلمہ یہ دونوں راوی ثقہ تو ہیں لیکن اخیر عمر میں ان کا حافظہ خلط خلط ہو گیا تھا۔ اسی طرح تقریب التہذیب میں لکھا ہے اور ابو عبد الرحمن نسائی نے اس حدیث کے اخیر میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔^(۴) اور ترمذی نے کہا کہ یہ (جو) روایت کی گئی ہے جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی اس نے نبی ﷺ سے مثل اس کی یعنی جو حدیث کہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی۔ اس کی اسناد صحیح نہیں۔^(۵)

دوسرا جواب: یہ حدیث مخالف ہے جابر رضی اللہ عنہ ہی کی اس صحیح حدیث کے جو کہ صحیح مسلم^(۶) میں ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی خرید کے بارے میں پوچھا تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔

(چوتھی حدیث) — ذار قطنی^(۷) میں ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نقل کیا اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بلی اور کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا البتہ شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت دے دی۔ سو اس کا جواب تین طرح ہے۔

(۱) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی کراہیۃ لمن الکلب۔

(۲) تقریب التہذیب۔

(۳) نسائی کتاب البیوع باب بیع الکلب ج- ۲ ص- ۲۰۳ (ضعیف)

(۴) صحیح سنن نسائی کتاب البیوع باب ما استثنی ج- ۳ ص- ۹۶۶ حدیث- ۳۳۵۳

(۵) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی کراہیۃ لمن الکلب۔

(۶) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم لمن الکلب ج- ۱۰ ص- ۲۷۸ حدیث- ۳۹۹۱

(۷) عقود الجواهر المنیفہ۔

پہلا جواب: یہ حدیث ضعیف ہے ☆ اس لیے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک تو حماد بن سلمہ ہے اور اس کا حال اوپر کی حدیث میں گزر چکا ہے اور دوسرا سوید بن عمرو ہے جن کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ سوید بن عمرو کلبی ابوالولید کو فی عابد ہے۔ اس کے حق میں ابن حبان نے بہت برا کلمہ کہا ہے۔
دوسرا جواب: یہ حدیث بھی مخالف ہے صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث کے جو کہ جابر رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی۔

تیسرا جواب: دارقطنی کہ جس کی یہ حدیث ہے، طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے خلاف ہو ہرگز قابل اعتبار اور لائق احتجاج نہیں ہوتی۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔ و طبقہ ثالثہ احادیث کے جملہ از علماء متقدمین بر زمان بخاری و مسلم یا معاصرین آہما یا لاحقین بانہا در تصانیف خود روایت کردہ اند التزام صحت نمودہ کتب آہما در شہرت و قبول در مرتبہ طبقہ اولی و ثانیہ نرسیدہ ہر چند مصنفین آن کتب موصوف بودند بہ تجرد در علوم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط و احادیث صحیح و حسن و ضعیف بلکہ متمم بالوضع نیز در ان کتب یافتہ میشود و در جل آن کتب بعضی موصوف بعد الت اند و بعضی مستور و بعضی مجہول و اکثر آن حدیث معمول بہ نزد فقہاء شدہ اند بلکہ اجمال بر خلاف آہما منعقد گشتہ انتہی۔^(۱)

(ترجمہ) اور تیسرے طبقہ کی احادیث وہ ہیں کہ جنہیں علماء میں سے ایک جماعت نے اپنی تصانیف میں روایت کیا ہے جو بخاری و مسلم پر زانی تقدیم رکھتی ہے یا ان کی ہم عصر یا ان سے متصل بعد کے زمانے سے تعلق رکھتی ہے علماء کی اس جماعت نے احادیث روایت کرتے وقت صحت کا التزام نہیں کیا۔ نتیجہ ان کی کتب شہرت و قبول میں کتب طبقہ اولی و ثانیہ کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکیں۔ اگرچہ ان کے مصنفین بھی ثقافت، عدالت، ضبط اور علوم حدیث میں مقام تجرید و فائز تھے۔ پھر یہ بت بھی ہے کہ ان کتب میں صحیح، حسن اور ضعیف احادیث کے ساتھ ساتھ موضوع روایتیں بھی پائی جاتی ہیں اور ان کتابوں کے راویوں میں سے بعض تو علول ہیں مگر بعض مستور اور مجہول ہیں۔ مزید برآں ان احادیث کی اکثریت فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجمال ہو چکا ہے انتہی۔

(پانچویں حدیث)۔۔۔۔۔ بہت سی^(۲) نے حسن بن ابی جعفر سے روایت کیا، اس نے ابی الزبیر رضی اللہ عنہ سے، اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے، اس نے نبی ﷺ سے اسی حدیث کو روایت کیا (یعنی جو کہ دارقطنی کی روایت سے اوپر گزری۔ سو اس کا جواب بھی تین طرح پر ہے۔
پہلا جواب: سید محمد مرتضیٰ حسینی حنفی نے عقود الجواهر المنیفہ میں کہا کہ اس حدیث کا راوی حسن بن ابی جعفر قوی نہیں ہے^(۳) اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ حسن بن ابی جعفر جعفری بصری ضعیف الحدیث ہے۔^(۴)
دوسرا جواب: یہ حدیث بھی مخالف ہے جابر رضی اللہ عنہ ہی کی اس صحیح حدیث کے جو کہ مسلم کی روایت سے اوپر مذکور ہوئی۔

(۱) عجالہ نافع۔

(۲) عقود الجواهر المنیفہ۔

(۳) تقریب التہذیب۔

(۴) عقود الجواهر المنیفہ۔

☆ اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح کہا ہے۔ (انظر صحیح سنن نسائی کتاب البیوع باب من استثنی ج- ۲ ص- ۹۱۱ حدیث- ۳۳۵۳) لیکن اس سے کسی طور پر بھی مطلقاً کتے کی بیع ثابت نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ شکاری کتے کی بیع کا جواز ثابت ہو سکتا ہے، مگر جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ شکاری اور غیر شکاری کا فرق کتے بغیر کتے کی بیع ناجائز ہے جیسا کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا: **فَبِهِ ذَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ بَيْعِ الْكَلْبِ وَظَاهِرُهُ عَدَمُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْمُتَعَلِّمِ وَغَيْرِهِ** (ترجمہ) ”حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کتے کی بیع حرام ہے“ خواہ شکاری ہو یا غیر شکاری۔ (انظر، نیل الاوطار کتاب البیوع ابواب ما يجوز بيعه وما لا يجوز ج- ۵ ص- ۱۵۳)

بیہقی کہ جس کی یہ حدیث ہے، طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالثہ کی کتاب کی حدیث جو حدیث صحیح کے مخالف ہو قابل اعتبار اور لائق حجت نہیں ہوتی اور اس کا بیان بھی اوپر گزرا۔ اس لیے

علامہ محمد نے زر قانی شرح موطا امام مالک میں کہا کہ شکاری کتے کی بیچ کے جائز ہونے میں جابر بن جہش کی حدیث آئی ہے۔ اسے ائمہ حدیث نے بالاتفاق ضعیف قرار دیا ہے، انتہی۔^(۱)

(چھٹی حدیث) — طحاوی^(۲) نے روایت کی ہے عمرو بن شعیب سے، اس نے روایت کی اپنے باپ سے، اس نے اپنے دادا سے کہ عبد اللہ بن عمرو العاصؓ نے ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے ادا کرنے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈے کا حکم لگایا۔ اس کا جواب تین طرح پر ہے۔

پہلا جواب: یہ روایت موقوف ہے اور موقوف روایت مرفوع احادیث کے مقابلے میں قابل حجت نہیں ہوتی اور اس کے دلائل اس کتاب میں پہلے گزر چکے ہیں۔

دوسرا جواب: اس کے راویوں میں ابن جریج راوی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج عمومی چھٹے طبقے سے مدلس ہے اور مرسل روایتیں بیان کیا کرتا تھا۔

تیسرا جواب: طحاوی طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اور طبقہ ثالث کی کتاب کی روایت صحیح روایت کے مقابلے میں قابل اعتبار اور لائق حجت نہیں ہوتی اور اس کا بیان قریب ہی گزرا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حنفیہ نے کتے اور بلی کی بیچ کے جائز کرنے کے لیے اور اپنے مذہب کے بنانے اور بخاری اور مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث کو باطل کرنے کے لیے زور تو بہت ہی لگایا لیکن آخر کار کسی سے کچھ بن نہ آیا۔ اس لیے کہ اس باب میں حنفیہ جتنی احادیث لائے ہیں۔ ان سب احادیث سے شکاری کتے کی بیچ کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ ہر قسم کے کتے کی بیچ کا جواز اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ سب ضعیف اور وہابی ہیں جیسا کہ ان کا بیان اوپر گزرا۔ پس اسی سبب سے شیخ ابن ہمام رئیس حنفیہ لاچار ہو کر فتح القدیر میں لکھ گیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں اس کا اشتہا مذکور نہیں۔^(۳)

امام نووی نے کہا کہ جو احادیث شکاری کتے کی بیچ کے جائز ہونے میں وارد ہوئی ہیں۔ بالاتفاق ضعیف ہیں۔ میں نے انہیں شرح منہب باب ملجوز بیعہ میں ذکر کر دیا ہے۔^(۴)

مسئلہ نمبر ۲۱ بلی، وحشی جانوروں اور دوسرے درندوں کی بیچ کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَبِيعُ السِّنُورُ وَالسَّبَاعُ وَالْوَحْشُ وَالظَّبِيرُ جَائِزٌ عِنْدَنَا مُعْلَمٌ كَانَ أَوَّلَمَ يَكُنْ۔^(۵) ”یعنی ہمارے نزدیک بلی، درندوں، وحشی جانوروں اور پرندوں کا بیچنا جائز ہے خواہ یہ جانور سدھائے ہوئے ہوں یا بغیر سدھائے ہوئے۔“

یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس پر کہ بلی کا بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے، مگر امام ابو حنیفہؒ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف عمل کیا ہے :

(۱) زر قانی شرح موطا امام مالک۔

(۲) فتح القدیر۔

(۳) فتاویٰ قاضی خان و فتاویٰ عالمگیری۔

عَنْ أَبِي الزَّيْنَرِ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ
الْكَلْبِ وَالسِّنْوَزِ فَقَالَ زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ
ذَلِكَ۔^(۱) ابو الزبیر سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے
کتے اور بلی کی قیمت لینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ
نبی ﷺ نے اس کام سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔

فائدہ: کتے اور بلی کی بیچ کے جائز ہونے میں امام کی دلیل کے طور پر جو غیر صحیح اور وہابی احادیث حنفیہ لاتے ہیں،
وہ سب احادیث بھی اور ان کے جواب بھی مسئلہ نمبر ۶۰ میں قریب ہی مذکور ہوئے ہیں۔ یہاں ان کی نقل
کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۳ اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ روک کر اسے بیچنے

کابیان

فقہ کی کتب میں لکھا ہے: بِخِلَافِ الشَّاةِ الْمُضْرَاةِ فَلَا يَرُدُّهَا مَعَ لَبِيْهَا أَوْ صَاعِ تَمْرِ بَلْ يَرْجِعُ بِالتَّقْصَانِ۔^(۲) یعنی
بخلاف اس بکری کے جس کا دودھ روکا گیا ہو خریدار اسے دودھ سمیت یا کھجوروں کے صلے کے ساتھ واپس نہ کرے بلکہ قیمت
کم کروا کے خرید لے۔

فائدہ: اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد نے جن احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے وہ احادیث
قریب ہی آئیں گی اور ان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گاہک کو دکھانے کے لیے اونٹنی اور بکری
کے تھن میں دودھ جمع نہ رکھو۔ اگر کوئی شخص ایسی اونٹنی یا بکری خرید لے تو وہ دودھ دوہنے کے بعد دو کاموں میں
مختار ہے۔ چاہے اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو دودھ کے عوض تین سیر کھجور ادا کر کے اسے واپس کر دے۔ مگر
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے کہا کہ مخالفت کی جائے اس حدیث کی اور اونٹنی یا بکری کو مشتری واپس
نہ کرے بلکہ اس کی قیمت مقررہ سے کچھ کم کر کے ادا کر دے اور اس حدیث کی مخالفت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے
نزدیک یہ حدیث ان کے اصول کے خلاف ہے۔ چنانچہ رد المحتار شرح در المختار میں لکھا ہے: وَلَمْ يَأْخُذْ أَبُو حَنِيفَةَ
وَمُحَمَّدٌ بِهِ لِأَنَّهُ خَبَرَ مُخَالَفَ لِلْأَصُولِ ”اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد نے اس حدیث کو قبول نہیں کیا کیونکہ یہ
ان کے اصول کے خلاف ہے۔“

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو حدیث حنفیہ کے اصول کے موافق ہو اس کو تو حنفیہ مانتے ہیں اور جو ان کے
اصول کے خلاف ہو اس کو نفی اور مردود جانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ اور رسول کے ارشادات کو ہی اصول کی
بنیاد بنانا چاہیے اور کوئی باشعور مسلمان ایسی کسی اصول سازی کو درست تسلیم نہیں کر سکتا۔ جس میں تعلیم رسول اللہ
ﷺ سے کھلا کھلا انحراف پایا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے:

(۱) صحیح مسلم کتاب المساقاة باب تحریم لمن الکلب ج۔ ۱۰ ص۔ ۳۷۸ حدیث۔ ۳۹۹۱

(۲) در مختار۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب-۳۶)

اور کسی ایماندار مرد اور عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو پھر بھی وہ اپنے معاملہ میں اپنے آپ کو بااختیار سمجھیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام محمد نے مندرجہ ذیل ان دو احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تَصْرُوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمِنْ ابْتَاعَهَا بَعْدَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔ (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کیا (آپ نے فرمایا) کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ جمع کرو کیونکہ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص انہیں خرید لے تو دو کاموں میں سے بہتر کا اسے اختیار حاصل رہے گا چاہے تو وہ اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو فروخت کنندہ کو کھجوروں کے ایک صاع کے ساتھ واپس کر دے۔

دوسری حدیث بخاری میں روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا :

(۲) مَنْ اشْتَرَى شَاةً مُحَقَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيُرَدِّ جَوْشَخٍ أَيْ بَكْرِي خَرِيدٍ كَمَا جَسَ كَرَجْعِ كَيْ مَعَهَا صَاعًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ مِنْ تَمْرٍ) (۲)

جو شخص ایسی بکری خریدے کہ جس کے تھن میں دودھ روک کر جمع کیا گیا ہو، پھر وہ اسے واپس کرنا چاہے تو ایک صاع کے ساتھ اسے واپس کر دے۔ (اسے بخاری نے روایت کیا اور اسماعیل نے من تمر کا اضافہ کیا یعنی کھجوروں کے ایک صاع کے ساتھ)

فائدہ: دعا باز لوگ کئی دن تک گائے، بکری کا دودھ بند رکھتے ہیں تاکہ خریدنے والا دھوکے سے خرید لے۔ جبکہ خریدار کو لینے کے بعد اختیار ہے خواہ رکھے خواہ ایک صاع کھجور دودھ کے عوض دے کر واپس کر دے۔

ترمذی (۳) نے کہا کہ اس باب میں انس اور نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت ہے اور ہمارے اصحاب کا اسی پر عمل ہے، انہیں میں سے امام شافعی، امام احمد اور اسحاق ہیں۔

اور امام نووی (۴) نے کہا کہ یہ ہی مذہب ہمارا ہے اور اسی کے امام مالک، یسٹ، ابن ابی لیلیٰ، ابویوسف، ابو ثور اور فقہاء و محدثین قائل ہیں اور یہی بات صحیح اور موافق سنت ہے اور جمہور علماء نے اس کی مخالفت کرنے والوں کے جواب میں کہا کہ جب کوئی بات سنت سے ثابت ہو جائے تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اسے رد نہ کیا جائے، انتہی مختصراً۔

(۱) صحیح بخاری کتاب البیوع باب النہی للبائع ان لا یحفل الابل ج-۳ ص-۳۶۱ حدیث-۲۱۳۸ و صحیح مسلم کتاب البیوع باب حکم بیع المصراة ج-۱۰ ص-۳۰۶ حدیث-۳۸۱۰ ۳۸۱۳

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب النہی للبائع ان لا یحفل الابل ج-۳ ص-۳۶۱ حدیث-۲۱۳۹

(۳) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی المصراة۔

(۴) شرح صحیح مسلم کتاب البیوع باب حکم بیع المصراة ج-۱۰ ص-۳۰۷ شرح حدیث-۳۸۱۳ ۳۸۱۴

مدبر کی بیع کا بیان

مسئلہ نمبر ۳۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِذَا قَالَ الْمَوْلَى لِمَمْلُوكِهِ إِذَا مِتُّ فَأَنْتَ خُرٌّ عَنْ ذُبُرٍ مِثْنِي أَوْ أَنْتَ مُدَبِّرٌ أَوْ قَدْ ذُبُرْتُكَ فَقَدْ صَارَ مُدَبِّرًا ثُمَّ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ^(۱) یعنی جب مولانا نے اپنے مملوک سے کہا جب میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے یا تو میرے بعد آزاد ہے یا تو مدبر ہے پس پھر وہ مدبر ہو گیا اور پھر اس کی بیع جائز نہیں۔

فائدہ: مدبر اس کو کہتے ہیں کہ جس کو مولا کے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے غلام مدبر کیا اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مال نہ تھا نبی ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا ”اس (مدبر کردہ) غلام کو مجھ سے کون خریدے گا۔ تو آپ سے نعیم بن نحام نے اسے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اسے نعیم بن عبد اللہ الطلادی نے آٹھ سو درہم میں آپ سے خریدا۔ پس نعیم (آٹھ سو درہم کو) نبی ﷺ کے پاس لایا۔ آپ نے وہ درہم اس شخص (مالک) کو دے دیے اور فرمایا ان کو سب سے پہلے اپنی ذات پر صدقہ کر (یعنی اپنی ذات پر خرچ کر۔ یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے) پھر اگر کوئی چیز بیچ جائے تو گھر والوں پر خرچ کر، گھر والوں پر خرچ کر کے بھی کچھ بیچ رہے تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کر اور اگر اقربا پر خرچ کرنے کے بعد فاضل دولت موجود ہو تو پھر اس طرح اور اس طرح خرچ کر یعنی تیرے سلسلے دائیں اور بائیں جو بھی سوالی ہو اس کو دے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ ذُبُرَ مَمْلُوكًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَأَشْتَرَاهُ نَعِيمُ بْنُ النَّحَامِ بِثَمَانٍ مِائَةِ دِرْهَمٍ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَأَشْتَرَاهُ نَعِيمُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانٍ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضِّلَ عَنْ ذِي قَرَاتِكَ شَيْئٌ فَهَكَذَا وَهَكَذَا يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ -^(۲)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ^(۳) نے کہا کہ امام نووی نے کہا کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدبر کی بیع کسی طرح بھی جائز نہیں لیکن یہ حدیث ان کے رد میں ہے۔ اور مطلق حاجت کے لیے مدبر کی بیع عطا، ہاری، قاسم، موید باللہ ابوطالب کے نزدیک جائز ہے۔ ابن دقیق العید کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ نیز ان کا یہ قول بھی ہے کہ جو شخص مطلق مدبر کی بیع سے منع کرے یہ حدیث اس کے خلاف حجت ہے۔

(۱) ہدایہ جلد دوم، ص-۳۷۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق، رد المختار، شرح در المختار و فتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الایمان باب جواز بیع المدبر ج-۱۱، ص-۱۳۳، حدیث-۳۳۱۳

(۳) نبیل الاوطار کتاب العتق باب التدبیر جلد-۶، ص-۶۶

مسئلہ نمبر ۶۳ بائع و مشتری کو بیع توڑ ڈالنے کا اختیار نہ دینے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِذَا حَصَلَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ لِرِمِّ الْبَيْعِ وَلَا خِيَارٍ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا مِنْ عَيْبٍ أَوْ عَدَمِ زَوْيْدٍ^(۱) ”یعنی جب ایجاب و قبول طے پا گئے تو بیع لازم ہو گئی۔ اب کسی کو اختیار نہیں مگر (خریدی ہوئی چیز میں) اگر کچھ عیب نکل آئے یا اس کو دیکھا نہ ہو تو بیع ٹوٹ سکتی ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان پانچ احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُبْتَاعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعُ الْخِيَارِ۔^(۲)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خرید و فروخت کرنے والے ایک دوسرے پر (بیع کو ثابت رکھنے یا توڑ دینے کا) اختیار رکھتے ہیں مگر یہ تو فتنہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔ البتہ بیع خیار اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں ایک فریق کو بیع ثابت رکھنے یا بیع کر دینے کا جدا ہو جانے کے بعد بھی اختیار رہتا ہے۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا تَبَاعَعَ الْمُبْتَاعَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَإِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ۔^(۳)

انہوں نے ہی روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو تاجر لین دین کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اپنی بیع کے ثابت رکھنے یا توڑ ڈالنے کا اختیار ہوتا ہے۔ جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں یا ان کی بیع ہی بشرط خیار ہو۔ ایسی صورت میں خیار واجب ہو گا۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَخْتَارَا۔^(۴)

اور انہی سے مروی ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا (آپ فرما رہے تھے) خرید و فروخت کرنے والوں کو (بیع بحال رکھنے یا بیع کر دینے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہیں ہوتے یا ہر کسی کو (ان دونوں میں سے) بیع بیع کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہو۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الْبَائِعُ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا أَنْ

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائیں۔ البتہ اگر

(۱) ہدایہ جلد سوم، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب البیعان بالخیار ما لم یفترقا ج-۳، ص-۳۲۸، حدیث-۲۱۱۱، صحیح مسلم کتاب البیوع باب

ثبوت خیار المجلس للمبتاعین ج-۱۰، ص-۳۱۳، حدیث-۳۸۳۱، مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الخیار ج-۲، ص-۸۵۳، حدیث-۲۸۰۱

(۳) صحیح مسلم کتاب البیوع باب ثبوت خیار المجلس للمبتاعین ج-۱۰، ص-۳۱۵، حدیث-۳۸۳۲

(۴) جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء البیعان بالخیار ما لم یفترقا۔

بیع خیاری کی شکل ہو تو پھر جدا ہونے کے بعد بھی اختیار حاصل رہتا ہے اور کسی بیچنے والے کے لیے حلال نہیں کہ سودے کی منسوخی کے ڈر سے مشتری سے جدا ہونے کی کوشش کرے۔ (اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارقطنی، ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے روایت کیا اور ایک روایت میں ہے حَتَّى يَتَفَرَّقَا مِنْ مَكَانِهِمَا) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے

(۵) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَتَيَّنَا بُرُوكَ لُهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا۔ (۲)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیع اور مشتری دونوں کو (بیع بطل رکھنے یا فسخ کر دینے کا) اختیار ہوتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہیں ہوتے۔ لیکن دین کرنے والے اگر سچ بولیں اور اپنی چیز کا عیب و صواب اچھی طرح بیان کر دیں تو ان کے کاروبار میں برکت دی جاتی ہے اور اگر وہ اپنی چیز کے نقائص چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے کاروبار سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵ درخت پر پھل (پختہ ہو یا نہ پختہ) کی بیع کے جواز کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مَنْ بَاعَ ثَمَرًا لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا أَوْ قَدْ بَدَأَ اجْزَاءُ الْبَيْعِ۔ (۳) ”جو شخص ایسا پھل بیچے کہ جس کی پختگی ظاہر ہو چکی ہو یا نہ ظاہر ہوئی ہو تو ایسی بیع جائز ہوگی“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان تین احادیث کے خلاف ہے

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهَا۔ (۴)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جو ابھی پکے نہ ہوں۔ آپ نے بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو اس کام سے باز رکھا۔ (بخاری، مسلم) اور ایک روایت میں ہے اور جب آپ سے اس کے پکنے کی وضاحت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے کہ جب پھل کے خراب ہونے کا خدشہ مٹ جائے۔

- (۱) صحیح ابوداؤد کتاب البیوع باب فی خیاری المتبايعین ج-۲ ص-۳۳۳ حدیث ۳۳۵۶ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الخیار ص-۲۲۱ حدیث ۸۳ (نوٹ) ابوداؤد میں یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
- (۲) صحیح بخاری کتاب البیوع باب البیعان بالخیار مالم یفترقا ج-۲ ص-۳۲۸ حدیث ۲۱۱۰ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الصلوق فی البیع والبیان ج-۱۰ ص-۳۱۹ حدیث ۳۸۳۶ و مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الخیار ج-۲ ص-۸۵۳ حدیث ۲۸۰۲
- (۳) ہدایہ جلد سوم ص-۲۶ وکنز الدقائق۔

- (۴) صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الثمار قبل ان یتلو صلاحها ج-۲ ص-۳۹۳ حدیث ۲۱۹۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب النہی عن بیع الثمار قبل یتلو صلاحها ج-۱۰ ص-۳۱۸ حدیث ۳۸۳۰ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الرخصة فی العرايا وبيع الاصول والثمار ص-۲۳۸ حدیث ۸۳۷

- (۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تَزْهُوَ قَيْلٌ وَمَا زَهُوْهَا قَالَ تَحْمَارٌ وَتَصْفَارٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ) ^(۱)
- (۳) وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتَّى يَسْمُوَ وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ جَبَانَ وَالْحَاكِمُ) ^(۲)
- انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے پھلوں کی بیچ سے منع فرمایا جب تک کہ وہ نشوونما نہ پائیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ نشوونما پانے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سرخ و زرد ہو جائیں۔ (یعنی ان کا رنگ نکل آئے) بخاری، مسلم اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں)
- اور انس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انگوروں کو سیاہ ہونے سے پیشتر فروخت کرنے سے منع فرمایا اور غلہ کا دانہ سخت ہونے سے پہلے اس کی بیچ سے بھی روک دیا۔ (اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا)

مسئلہ نمبر ۶۱ تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض برابر بیچنے کا بیان

- فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَجُوزُ بَيْعُ الرُّطْبِ بِالثَّمَرِ مَثَلًا بِمِثْلِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ۔ ^(۳) ”تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے ساتھ برابر سر برابر بیچنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے۔“ سوامام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔
- عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُبُلَ عَنْ اشْتِرَاءِ الرُّطْبِ بِالثَّمَرِ فَقَالَ انْتِفَاضُ الرُّطْبِ إِذَا بَيْسَ قَالُوا نَعَمْ فَتَنَهَى عَنْ ذَلِكَ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْمَدِينِ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ جَبَانَ وَالْحَاكِمُ) ^(۴)
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ سے خشک کھجوروں کے بدلے میں تازہ کھجوریں خریدنے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا تازہ کھجوریں خشک ہو کر کم ہو جاتی ہیں؟ لوگوں نے کہا ”ہاں“ اس پر آپ نے اس لین دین سے منع فرمادیا۔ (اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ نیز ابن المدینی، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا)

مسئلہ نمبر ۶۲ غلہ لانے والے قافلے کے آگے جا کر خریدنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: عَنْ تَلْقَى الْجَلْبِ وَهَذَا إِذَا كَانَ يَضُرُّ بِأَهْلِ الْبَلَدِ فَإِنْ كَانَ لَا يَضُرُّ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ ^(۵) ”یعنی

- (۱) صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع النخل قبل ان یبلو صلاحہا ج-۳ ص-۳۹۷ حدیث-۲۱۹۷ وبلوغ المرام باب ایضا۔
- (۲) صحیح ابوداؤد کتاب البیوع باب فی بیع الثمار قبل ان یبلو صلاحہا ج-۲ ص-۳۳۳ حدیث-۳۳۷۱ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الرخصة فی العرايا ص-۲۳۸ حدیث-۸۳۷۸۳۹
- (۳) ہدایہ ج-۳ ص-۸۳ شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔
- (۴) صحیح ابوداؤد کتاب البیوع باب فی التمر بالتمر ج-۲ ص-۳۳۱ حدیث-۳۳۵۹ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب البیوع باب الربا ص-۲۳۷ حدیث-۸۳۳
- (۵) ہدایہ جلد سوم، کنز الدقائق، ردالمختار۔

انتاج لے کر تاجر چلے آتے ہیں تو شر کے باہر جا کر ان سے غلہ خرید کرنا مکروہ ہے جب شر والوں کو ضرر پہنچے اور اگر ضرر نہ پہنچے تو کچھ حرج نہیں ہے۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا
 تَلْقُوا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قُلْتُ لِابْنِ
 عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ
 حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمَارٌ (مُتَّفَقٌ
 عَلَيْهِ وَ اللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ) (۱)

طائوس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ
 نبی ﷺ نے فرمایا شرمیں آنے والے سوداگروں سے باہر جا کر نہ خریدو
 اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا غلہ وغیرہ فروخت کرے۔ میں نے ابن
 عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اور یسیع حاضر لباد کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں
 نے کہا مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔ (بخاری، مسلم اور یہ الفاظ
 بخاری کے ہیں)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غلہ وغیرہ لانے والے قافلے سے آگے جا کر نہ ملو۔ اگر کوئی ایسے قافلے سے جا کر ملے گا اور اس سے کوئی جنس وغیرہ خریدے گا تو غلے کا مالک بازار میں آنے پر با اختیار ہو گا (یعنی وہ چاہے تو ہونے والی بیع کو فسخ کر دے یا بھل رکھے)

نکاح کا بیان

مسئلہ نمبر ۶۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **يَنْقُذُ نِكَاحُ الْحُرَّةِ الْعَاقِلَةِ الْبَالِغَةِ بِرِضَاءِ هَاوِيٍّ لَمْ يَفْقَدْ عَلَيْهَا وَلِيُّ بَيْتِهَا كَأَنَّهُ أَوْ تَبَتَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ فِي ظَاهِرِ التَّوَاتُؤِ**۔^(۳) ”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف کے نزدیک ظاہر روایت کے مطابق آزاد عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے ساتھ اگرچہ اس کا نکاح اس کے ولی نے نہ کیا ہو اور عورت بھی خواہ یا کہہ ہو خواہ شیبہ ہو منعقد ہو جاتا ہے۔“ پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد ابی یوسف نے اس مسئلے میں ان پانچ احادیث کے خلاف عمل کیا ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنٍ وَلَيْتَهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا

(۱) صحیح بخاری کتاب البیوع باب النهی عن تلقی الزکبان ج-۳ ص-۳۷۳ حدیث-۲۱۹۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم بیع الحاضر للبائی ج-۱۰ ص-۳۰۳ حدیث-۳۸۰۴ وبلوغ المرام کتاب البیوع باب شروطها وما نهی عنه منه ص-۲۳۴ حدیث-۷۹۳

(۲) صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم تلقی الجلب ج- ۱۰ ص- ۳۰۳، حدیث- ۳۸۰۲

(۳) ہدایہ جلد دوم باب فی الاولیاء ص-۳۱۳ شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار و فتاوی عالمگیری وغیرہ۔

فَالَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَإِنْ اشْتَجَرُوا فَالْسلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ۔ (عورت کے اولیاء) نکاح کے بارے میں اختلاف کریں تو سلطان کو (رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و صحیحہ ابوعوانہ و ابن حبان و الحاکم)^(۱)

لازم آئے گا کیونکہ اس نے اس کی فرج کو حلال کر لیا تھا۔ بعد ازاں اگر (عورت کے اولیاء) نکاح کے بارے میں اختلاف کریں تو سلطان کو مداخلت کا حق ہو گا کیونکہ جس کا کوئی سرپرست نہیں ہوتا اس کا سرپرست سلطان ہوتا ہے۔ (اسے احمد ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے ابوعوانہ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

فائدہ: ابوداؤد اور ترمذی نے فقط فیکاحہا باطل کو تین بار روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری، یحییٰ بن ایوب اور سفیان ثوری اور بہت سے حافظوں نے ابن جریج سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔^(۲)

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَزَلْ يَنْهَى عَنِ النِّكَاحِ عِنْدَ الْمَرْأَةِ مَا لَا تَرْجُو الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ وَلَا تَرْجُو الْمَرْأَةَ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تَرْجُو نَفْسَهَا۔ (رواہ ابن ماجہ و دارقطنی و رجالہ ثقات)^(۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح آپ کرے۔ اس لیے کہ زانیہ وہی عورت ہوتی ہے جو اپنا نکاح آپ کر لے۔ (اس کو ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ اس کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونا صحیح ہے اور دارقطنی میں ہے کہ جو عورت کہ اپنا نکاح آپ ہی یعنی ولی کی اجازت کے بغیر کرتی تھی اس کو ہم زانیہ کہتے تھے اور حافظ (ابن حجر) نے کہا کہ بیہقی نے اس حدیث کو ایک طریق سے موقوف اور ایک طریق سے مرفوع روایت کیا ہے۔

(۳) عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّ۔ (رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و الدارمی)^(۴)

روایت ہے ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نقل کی نبی ﷺ سے، آپ نے فرمایا کہ نکاح ولی کے بغیر منعقد نہیں۔ (اس حدیث کو احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کو بھی ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور ان دونوں نے

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الولی ج-۱ ص-۵۸۳ حدیث-۲۰۸۳ (والحدیث صحیح) وبلوغ المرام کتاب النکاح ص-۲۹۱ حدیث-۹۷۷

(۲) جامع ترمذی ابواب البیوع باب ماجاء لا نکاح الا بولی حدیث-۱۱۰

(۳) سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب لا نکاح الا بولی وبلوغ المرام کتاب النکاح ص-۲۹۳ حدیث-۹۸۰ بلوغ المرام میں ولا تزوج المرأة نفسها تک کے الفاظ ہیں۔

(۴) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی جلد-۶ ص-۱۲۷

(۵) صحیح ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الولی ج-۱ ص-۵۸۳ حدیث-۲۰۸۵ (والحدیث صحیح) ومشکوٰۃ باب الولی فی النکاح والاستئذان المرأة ج-۲ ص-۹۳۸ حدیث-۳۱۳۰

(۶) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶ ص-۱۲۷

اسے صحیح کہا اور حاکم نے اس حدیث کے بہت سے طرق ذکر کئے اور کہا کہ نبی ﷺ کی بیویوں سے بھی اسی مضمون کی صحیح روایت ہوئی ہے اور وہ یہ ہیں: حضرت عائشہ، ام سلمہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن اور اس کے اس باب میں تیس (۳۰) صحابہ کا بھی ذکر کیا۔

(۴) عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَمَعْتُ الطَّرِيقَ رَكَبْنَا فَجَعَلَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُمْ ثَبْتٌ أَمْرُهَا بِيَدِ رَجُلٍ غَيْرِ وَلِيِّي فَانْكَحَهَا فَلَبَغَ ذَلِكَ عُمَرُ فَجَلَدَ النَّكَاحَ وَالْمُنْكَحَ وَرَدَّ نِكَاحَهَا - (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ^(۱))

عکرمہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ راستے میں سوار اکٹھے ہو گئے کہ ایک بیوہ عورت نے اپنا معاملہ ایک آدمی کے ہاتھ میں دے دیا جو ولی نہ تھا اور اس (مصنوعی یا غیر حقیقی) ولی نے اس کا نکاح (کسی اور آدمی سے) کر دیا۔ جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے نکاح کرنے والے کو کوڑے لگائے اور نکاح کروانے والے کو بھی اور اس کا نکاح توڑ دیا۔ (اسے امام شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا)

(۵) عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَشَدَّ فِي النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيِّيٍّ مِنْ عَلِيٍّ كَانَ يَضْرِبُ فِيهِ - (رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ^(۲))

شعبی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ولی کے بغیر نکاح کرنے پر سختی کرنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا آپ یہ کام کرنے والوں کی سخت پٹائی کرتے تھے۔ (اس حدیث کو امام دارقطنی نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس طرف حضرت علی، حضرت عمر، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود، ابو ہریرہ، عائشہ رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، ابن المسیب، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیہ اور عترۃ، امام احمد، اسحاق اور شافعی گئے ہیں اور اہل علم کہتے ہیں کہ نکاح بغیر ولی کے جائز نہیں۔ ابن منذر نے کہا کہ اس باب میں کسی صحابہ سے بھی خلاف اس کا مجھے معلوم نہیں ہوا، انتہی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو اس کے قائل نہیں ہیں، اس باب میں ان کی تو دلیل کے طور پر ان کے مقلد یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو کہ صحیح مسلم^(۳) میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: الْإِيْمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تَسْتَأْنِفُ فِي نَفْسِهَا وَإِذَا نَفَا صَمَاتُهَا ”یعنی زن شوہر دیدہ اپنا نکاح کرنے کے لیے (شوہر کے انتخاب) کا ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری عورت سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔“ سو جواب اس کا دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ بدون ولی کے عورت شوہر دیدہ اگر نکاح اپنا آپ ہی کر لے تو جائز ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ ولی اس کا نکاح اس کی رضا کے بغیر نہیں کر سکتا۔

(۱) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶، ص-۱۲۷

(۲) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶، ص-۱۲۷

(۳) نیل الاوطار کتاب النکاح باب لا نکاح الا بولی ج-۶، ص-۱۲۸

(۴) صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الغیب فی النکاح ج-۹، ص-۲۰۷، حدیث-۳۲۱۱

دوسرا جواب: یہ کہ عورت کو ولی سے نکاح کا اذن لینے کے باب میں صاف صاف اور صریح صریح احادیث ہیں اور یہ حدیث صریح نہیں ہے اور حدیث صریح کے ہوتے ہوئے غیر صریح پر عمل جائز نہیں ہوتا۔
نودی نے شرح صحیح مسلم^(۱) میں اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں اور زرقلنی نے شرح موطا میں اسی طرح لکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۹ دارالحرب سے دارالاسلام میں مسلمان ہو کر آنے

والے مرد اور عورت کے نکاح کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِذَا خَرَجَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ الْإِنْسَانِ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ مُسْلِمًا وَقَعَتِ الْبَيْتُوثَةُ بَيْنَهُمَا^(۲) ”یعنی اگر کافر مرد یا اس کی عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں آجائے تو ان کا آپس میں نکاح نہیں رہتا“ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس حدیث کے خلاف ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ
رَدَّ النَّبِيُّ ﷺ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ
ابْنِ الزَّيْنَبِ بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ بِالتَّكَاحِ الْأَوَّلِ وَلَمْ
يُحْدِثْ نِكَاحَهَا۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ أَحْمَدُ
وَالْحَاكِمُ) (۳)

مسلہ نمبر ۷۰

ثیبہ اور پاکرہ کی باری کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ امْرَأَتَانِ حُرَّتَانِ فَعَلَيْهِ أَنْ يَعْدِلَ بَيْنَهُمَا فِي الْقِسْمِ بِكُرْبَيْنِ كَانَتَا أَوْ تَبَيَّنَ أَوْ أَحَدُهُمَا بِكْرًا وَالْأُخْرَى ثَيِّبًا۔** ”اگر کسی آدمی کے نکلنے میں دو آزاد عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان کے درمیان برابری کے ساتھ باری مقرر کرے خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں خواہ شوہر دیدہ یا ان میں سے ایک باکرہ ہو اور دوسری شوہر دیدہ۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، پس امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ان چار احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَوَايَتُ هِيَ الْبُقْلَابَةُ هِيَ، اس نے نقل کی انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا

(١) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب النكاح باب لا مستيذان الشيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت ج- ٩، ص- ٢٠٩، شرح حديث ٣٣٩١

(۲) ہدایہ جلد دوم، ص-۳۷۷، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار و فتاوی عالمگیری۔

(۳) صحیح ابوداؤد کتاب الطلاق باب الی منی ترد علیہ امراته اذا اسلم بعدها ج-۲ ص-۲۰، حدیث-۲۲۳۰ (نوٹ: لفظ سبین کی

بجائے مَسْتَعِیْن کے لفظ کے ساتھ حدیث صحیح ہے) وبلوغ المرام کتاب النکاح باب الکفءة والخیار ص- ۲۹۹، حدیث ۱۰۰۶۔

(۳) هدایه جلد دوم، ص- ۳۳۹، شرح وقایه، کنز الدقائق، ردالمختار، شرح درالمختار، فتاوی عالمگیری و فتاوی قاضی خان.

کہ سنت یہ ہے کہ جس وقت مرد باکرہ سے شیب پر نکاح کرے تو باکرہ کے پاس سات رات رہے پھر تقسیم کرے (یعنی باری درمیان نئی اور پرانی کے) اور جس وقت کہ شیب سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات رہے پھر تقسیم کرے۔ ابی قلابہ نے کہا اگر میں چاہتا تو کہتا کہ انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نبی ﷺ تک پہنچائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

ابوبکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ آپ کے پاس ہی تھیں کہ آپ نے ان سے کہا آپ کی وجہ سے آپ کے خاوند کو کوئی حقارت و ذلت کی بات محسوس نہیں ہوتی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے پاس سات رات قیام کروں اور اگر آپ چاہیں تو تین رات آپ کے ہاں ٹھہروں اور پھر باری باری ہر ایک کے ہاں جاؤں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ میرے پاس تین تین راتیں ہی ٹھہریں اور ایک روایت میں ہے آپ نے ان سے کہا باکرہ بیوی کے پاس ابتداءً سات سات رات ٹھہرنا چاہیے اور زن شوہر دیدہ کے پاس تین راتیں۔

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا باکرہ بیوی کے پاس خاوند ابتدائی طور پر مسلسل سات دن رہے اور شوہر دیدہ کے پاس تین دن۔ پھر دوسری بیویوں کے ہاں باری باری جلسے۔ (اسے دارقطنی نے روایت کیا)

اور انہوں نے ہی روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ ان کے پاس تین رات ٹھہرے اس لیے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا شیبہ تھیں۔ (احمد، ابوداؤد)

عَنْهُ قَالَ مِنَ السَّنَةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبَكْرَ عَلَى الشَّيْبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَإِذَا تَزَوَّجَ الشَّيْبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ أَبُو قَلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ إِنَّ أَنْسًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۱)

(۲) عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكَ عَلَى أَهْلِكَ هَوَانٌ إِنْ شِئْتُ سَبَعْتُ عِنْدَكَ وَإِنْ شِئْتُ ثَلَاثُ عِنْدَكَ وَذُرْتُ قَالَتْ ثَلَاثُ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ لَهَا لِلْبَكْرِ سَبْعٌ وَلِلشَّيْبِ ثَلَاثُ - (۲)

(۳) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لِلْبَكْرِ سَبْعَةٌ أَيَّامٌ وَلِلشَّيْبِ ثَلَاثُ ثُمَّ يَغُودُ إِلَى نِسَائِهِ - (رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ)

(۴) وَعَنْهُ قَالَ لَمَّا أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ صَفِيَّةَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَكَانَتْ نَيْبًا - (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ) (۴)

(۱) صحیح بخاری کتاب النکاح باب اذا تزوج الشیب علی البکر ج-۹ ص-۳۱۳ حدیث-۵۱۱۳ ومشکوۃ کتاب النکاح باب القسم

ج-۲ ص-۹۶۵ حدیث-۳۲۳۴

(۲) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب قدر ما تحققة البکر والشیب من اقامة الزوج عندها ج-۱۰ ص-۲۸۵ حدیث-۳۶۰۷ ۳۶۰۸

ومشکوۃ کتاب النکاح باب القسم ج-۲ ص-۹۶۵ حدیث-۳۲۳۴

(۳) نیل الاوطار جلد-۶ باب القسم للبکر والشیب الجدیدتین ص-۲۲۷

(۴) صحیح سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی المقام عند البکر ج-۱ ص-۵۹۲ حدیث-۲۱۲۳ (والحدیث صحیح) ونیل الاوطار باب

القسم للبکر والشیب الجدیدتین ج-۶ ص-۲۲۸

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے کہا کہ ابو داؤد کی اس حدیث کے راوی صحیح ہیں۔ اور نیز شوکانی نے کہا کہ حافظ (یعنی ابن حجر) نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حجت ہے کوئیوں کے خلاف اس لیے کہ ان کے نزدیک اس بارہ میں باکرہ اور شوہر دیدہ یکساں ہیں۔ یہ حدیث حجت ہے۔ نیز یہی حدیث امام اوزاعی کے خلاف بھی حجت ہے کیونکہ ان کے نزدیک شوہر باکرہ کے پاس تین راتیں اور شیبہ کے پاس دو راتیں ٹھہرے، انتہی۔

مہر کا بیان

مسئلہ نمبر ۱

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ تَزَوَّجَ حُرًّا امْرَأَةً عَلَى خِدْمَتِهِ إِيَّاهَا سَنَةً أَوْ عَلَى تَعْلِيمٍ الْقُرْآنَ فَلَهَا مَهْرٌ مِثْلُهَا۔ (۲) اور اگر آزاد مرد کسی عورت سے اس بات پر نکاح کرے کہ وہ ایک سال اس کی خدمت کرے گا یا اسے قرآن مجید کی تعلیم دے گا تو (یہ خدمت اور یہ تعلیم مہر کا بدل نہ ہوگی بلکہ) اسے مہر مثل دینا لازم آئے گا۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَقَامَتُ طَوِيلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَوَّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصَدِّقُهَا قَالَ مَا عِنْدِي إِلَّا إِرَارِي هَذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٍ قَالَ نَعَمْ سُورَةٌ كَذَا وَسُورَةٌ كَذَا قَالَ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ أَنْظِلْنِي فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِمْتُهَا مِنَ الْقُرْآنِ۔ (۳)

سل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی ذات کو آپ کے لیے بہہ کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ دیر تک کھڑی رہی (اور آپ نے ہل یا نہ میں کچھ جواب نہ دیا) چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہا "اے اللہ کے رسول! اگر آپ کو اس عورت کی ضرورت نہیں تو اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جو اسے مہر کے طور پر ادا کر سکو؟ کہنے لگا اس تہبند کے سوا کوئی چیز نہیں۔" آپ نے فرمایا ڈھونڈو تو سہی۔ اگر تمہیں کوئی لوہے کی انگوٹھی بھی مل جائے (تو لے آؤ) اس نے تلاش کیا لیکن کوئی چیز نہ پائی۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا "تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟" اس نے جواب دیا "ہاں" فلاں سورۃ اور فلاں سورۃ اس پر آپ نے فرمایا "جاؤ میں نے تمہارا اس عورت کے ساتھ اس قرآن کے بدلے میں نکاح کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے، آپ نے فرمایا "جاؤ میں نے تمہارا اس عورت کے ساتھ نکاح کر دیا اب اسے قرآن سکھاؤ۔"

(۱) نیل الاوطار کتاب الولیمة والبناء علی النساء باب القسم للبکر والشیب الجدیدین ج-۶ ص-۲۲۸

(۲) ہدایہ جلد دوم ص-۲۲۷ کنز الدقائق رد المختار فتاوی عالمگیری وفتاوی قاضی خان۔

(۳) صحیح بخاری کتاب النکاح باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح ج-۹ ص-۱۷۵ حدیث-۵۱۲۱ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب

الصداق وجواز کونه تعلیم قرآن ج-۹ ص-۲۱۵ حدیث-۳۲۷۲ و مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الصداق ج-۲ ص-۹۵۷ حدیث-۳۲۰۲

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر قرآن کی سورتیں پڑھادینے کا مقرر کرنا جائز ہے۔ اور قرآن پڑھا کر اس کی پڑھائی لیتا بھی جائز ہے اور یہ ہی امام شافعی کا مذہب ہے اور اسی بات کے عطاء، حسن بن صالح، مالک اور اسحاق وغیرہ قائل ہیں اور ایک جماعت اس کی قائل نہیں۔ انہیں میں سے زہری اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ ہیں۔ اور یہ حدیث اور حدیث صحیح (بخاری) إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ یعنی تحقیق زیادہ تر لائق ہے وہ چیز کہ لو تم اوپر اس کی مزدوری اللہ کی کتاب ہے۔" یہ دونوں احادیث اس شخص کے قول کی تردید کرتی ہیں جو اس سے منع کرتا ہے اور قاضی عیاض نے نقل کیا کہ قرآن کے پڑھانے کی مزدوری لینا تمام علماء کے نزدیک ابو حنیفہ رحمہم اللہ کے سوا اور زر قانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ قرآن کی پڑھائی لینا جائز ہے۔ جمہور اور تینوں امام اس کے قائل ہیں لیکن اس کو ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور اس کے شاگردوں نے اور ایک جماعت نے برا جانا ہے، انتہی۔^(۱)

زہری اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ جو لوگ کہ عورت کا مقرر قرآن کی سورتیں مقرر کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔ پہلی دلیل سعید^(۲) نے اپنی سنن میں روایت کی ہے ابی النعمان ازدی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح کر دیا اس بات پر کہ اسے قرآن کی سورتیں پڑھادی جائیں پھر فرمایا کہ تیرے بعد کسی عورت کے لیے یہ مہر نہ ہو گا۔ جواب: اس کا یہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمہم اللہ نے منطقی الاخبار میں کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور شوکانی^(۳) نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے بعض راویوں میں جمالت ہے اور حدیث مرسل لائق احتجاج نہیں ہوتی۔ دوسری دلیل ابو داؤد میں ہے کہ محمد بن راشد نے کہا کہ مکحول کہتا تھا کہ (قرآن کی سورتوں کا مقرر کرنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں۔ اور طریق لیث بن سعد سے ابو عوانہ نے بھی اس کی مانند روایت کی ہے۔ جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ دونوں قول تابعین کے ہیں اور تابعی کا قول حدیث صحیح اور مرفوع کے مقابلے میں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ شوکانی^(۴) نے اسی طرح لکھا ہے۔

نکاح شغار کا بیان

مسئلہ نمبر ۷۲

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **أَنْ يَزُوْجَهُ الْمُتَزَوِّجُ بِنْتَهُ أَوْ أُخْتَهُ لِيَكُوْنُ أَهْلُ الْعُقْدَانِ عَوْضًا عَنِ الْآخِرِ فَالْعُقْدَانِ جَائِزَانِ وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٌ مِنْهُمَا مَهْرٌ مِثْلُهَا**۔^(۵) یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا اپنی بہن کا نکاح اس شرط پر کسی سے کر دے کہ اس کے عوض وہ اپنی بیٹی یا اپنی بہن اس کو نکاح میں دے اور مہر کچھ نہ باندھیں تو اس صورت میں نکاح دونوں کا صحیح ہے لیکن دونوں کو مہر مثل دینا آئے گا۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن ج۔ ۹، ص۔ ۲۱۷۔ شرح حدیث۔ ۳۲۷۲

(۲) نیل الاوطار کتاب الصداق باب جعل تعلیم القرآن صداقاً جلد۔ ۶، ص۔ ۱۸۱

(۳) نیل الاوطار کتاب الصداق باب جعل تعلیم القرآن صداقاً جلد۔ ۶، ص۔ ۱۸۱

(۴) نیل الاوطار کتاب الصداق باب جعل تعلیم القرآن صداقاً جلد۔ ۶، ص۔ ۱۸۲

(۵) ہدایہ کتاب النکاح باب المہر جلد دوم، ص۔ ۳۲۷ و رد المختار۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشَّعَارِ وَالشَّعَارُ أَنْ يُزَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْأَخْرُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاتَّفَقَا مِنْ وَجْهِ آخَرَ عَلَى أَنَّ تَفْسِيرَ الشَّعَارِ مِنْ كَلَامِ نَافِعٍ ^(۱)

نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا۔ نکاح شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ دوسرا اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے گا اور ان دونوں کا کوئی مہر نہ ہو۔ (بخاری و مسلم اور ایک دوسری سند سے دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شغار کی تفسیر نافع کے کلام میں سے ہے)

رضاعت کا بیان

مسئلہ نمبر ۷۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مُدَّةُ الرِّضَاعِ ثَلَاثُونَ شَهْرًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ^(۲) ”رضاعت کی مدت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے اس مسئلے میں کلام اللہ کی صریح تین آیتوں کا بھی اور حدیث کا بھی۔ اس لیے کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہے۔

(۱) حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُوزًا وَوَضَعَتْهُ كُوزًا وَحَمَلَتْهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔ (الاحقاف-۱۵)

سے اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے۔

فائدہ: موضع القرآن میں لکھا ہے پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے لڑکا اگر قوی ہو تو اکیس مہینے میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے حمل کی مدت ہے اور تفسیر کبیر اور تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کم تر حمل کی مدت چھ مہینے ہیں، اس لیے کہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ کے مطابق ہے، تو باقی حمل کے لیے چھ مہینے رہی اور تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے (اس بات کا کہ حمل کی اقل مدت چھ مہینے ہے اور اکثر مدت (بچے کو) دودھ پلانے کی چوبیس مہینے ہے اور تفسیر جلالین ^(۳) میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہے اور باقی (یعنی چوبیس مہینے بچے کو) دودھ پلانے کی اکثر مدت ہے۔ دوسری تفسیروں میں بھی یہی لکھا ہے۔

(۲) وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْتُمِ الرِّضَاعَةَ۔ جو اپنے بچے کی مدت رضاعت مکمل کرنا چاہے۔ (البقرہ-۲۳۳)

فائدہ: تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ (بچے کو) دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو برس ہے اور دو برس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں ^(۴) اور تفسیر فتح البیان فی مقاصد

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم نکاح الشغار ج-۹ ص-۲۰۳ حدیث-۳۶۵۰ وبلغ المرام باب النکاح ص-۲۹۳ حدیث-۹۸۱

(۲) ہدایہ کتاب الرضاع جلد دوم ص-۳۵۰ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۳) تفسیر جلالین سورۃ الاحقاف ص-۳۱۷ مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ دیوبند۔

(۴) تفسیر بیضاوی۔

القرآن نیل المرام فی تفسیر آیات الاحکام میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا رد ہے۔ اس لیے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت اڑھائی برس ہے اور اس میں رو ہے (ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد) زفر کے قول کا بھی اس لیے کہ اس کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تیس برس ہے۔

(۳) حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفَصَالَهُ فِي غَامَيْنِ۔ (القمان-۱۳)
دودھ چھوٹنے میں دو سال لگے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَا رِضَاعَ إِلَّا فِي حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ (رَوَاهُ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ وَابْنُ عَدِيٍّ مَرْفُوعًا وَمَوْفُوفًا وَرَجَّحَا الْمَوْفُوفَ) (۱)
اور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، انہوں نے کہا کہ دودھ پینے کی مدت دو سال ہے۔ (اس حدیث کو دارقطنی اور ابن عدی نے سند مرفوع اور موقوف سے روایت کیا اور دونوں نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے)

فائدہ: امام ترمذی نے کہا کہ حرمت اسی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے جو دو برس کے اندر ہو۔ پورے دو برس کے بعد اگر دودھ پیا جائے تو اس سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ (۲)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ دودھ چھوڑانے کی مدت امام محمد، ابو یوسف، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کے نزدیک دو برس ہے۔ اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۳) میں کہا کہ تمام علماء، صحابہ، تابعین اور دیار و امصار کے علماء جو پہلے گزر چکے ہیں اور اس وقت موجود ہیں یہی کہتے ہیں کہ حرمت دو سال کے اندر اندر دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے لیکن (تمام جہان کے خلاف) ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اڑھائی برس میں حرمت ثابت ہوتی ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۷۴ رضاعت کے متعلق عورت کی گواہی کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَقْبَلُ فِي الرِّضَاعِ شَهَادَةُ التِّسَاءِ۔ (۴) ”ثبوت رضاع کے لیے عورتوں کی گواہی قبول نہ کی جائے“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث سے اختلاف کیا ہے: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رحمہ اللہ سے کہ تحقیق اس نے یحییٰ کی ماں سے نکاح کیا جو ابی اہلب کی بیٹی تھی۔ چنانچہ ایک عورت اور کہنے لگی امْرَأَةٌ فَقَالَتْ قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا فَسَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ آپ نے فرمایا اب کیونکر یہ نکاح برقرار رہ سکتا ہے جبکہ یہ کہہ دیا گیا

(۱) بلوغ المرام کتاب النکاح باب الرضاع ص-۳۳۰ حدیث-۱۳۳

(۲) جامع ترمذی ابواب الرضاعة باب ما جاء ان الرضاعة لا تحرم الا في الصغر دون الحولين۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الرضاع فضل رضاعة الكبير ص-۳۱۰ رقم الحدیث-۱۳۵۲

(۴) ہدایہ کتاب الرضاع ج-۲ ص-۳۵۳ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ (زَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) ^(۱) ہے چنانچہ عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو جدا کر دیا اور (اس عورت نے)

ایک دوسرے مرد سے نکاح کیا۔ (اسے بخاری نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ ثبوت رضاع کے لیے اکیلی عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے اور اس پر عمل واجب ہے اور عثمان، ابن عباس، زہری، حسن، اسحاق، اوزاعی، احمد ابن حنبل اور ابی عیینہ سے بھی یہی مروی ہے لیکن ابی عیینہ نے کہا کہ عورت کی گواہی کے ساتھ مرد بھی گواہی دے تو اس پر عمل واجب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود ہی عورت کو جدا کر دے۔ حاکم پر واجب نہیں کہ وہ اس کا حکم دے۔ ^(۲)

مسئلہ نمبر ۵۷ کیا تھوڑا یا زیادہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟

نفع کی کتابوں میں لکھا ہے: قَلِيلُ الرِّضَاعِ وَكَثِيرُهُ سَوَاءٌ إِذَا حَصَلَ فِي مَدَّةِ الرِّضَاعِ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيمُ۔ ^(۳) ”یعنی تھوڑا اور بہت دودھ پینا برابر ہے جبکہ مدت رضاع کے اندر اس سے حرمت واقع ہو جاتی ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ان دو احادیث کا۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ رَوَيْتُ هَؤُلَاءِ فِي مَدَّةِ الرِّضَاعِ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيمُ۔ ^(۳) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، انہوں نے کہا کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةَ وَالمَصَّتَانِ۔ ^(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پستان کو ایک بار یا دو بار چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَتْ كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَغْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَغْلُومَاتٍ فَتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهَنَّ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ۔ ^(۵) انہوں نے ہی روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلہ میں جو کچھ قرآن میں نازل کیا گیا وہ یہ تھا کہ دس بار واضح طور پر دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہوتی ہے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ مرتبہ دودھ چوسنا جو معلوم و معروف ہو، باقی رہا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت یہ حکم قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن مسعود، حضرت عائشہ، عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم، عطاء، طاؤس، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، لیث بن سعد، شافعی اور احمد رحمہم اللہ اجمعین اپنے ظاہر مذہب کے مطابق اس کے قائل ہیں اور اسحاق، ابن حزم اور جماعت اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے کہ پانچ بار دودھ چوسنا حرام کرتا ہے اور

(۱) بلوغ المرام کتاب النکاح باب الرضاع ص-۳۲۰ حدیث-۱۳۵

(۲) نیل الاوطار کتاب الرضاع باب شهادة المرأة الواحدة بالرضاع جلد-۶ ص-۳۳۸

(۳) ہدایہ کتاب الرضاع جلد دوم ص-۳۵۰ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب فی المصّة والمصتان ج-۱۰ ص-۲۶۹ حدیث-۳۵۴۵

(۵) صحیح مسلم کتاب الرضاع باب التحريم بخمس رضعات ج-۱۰ ص-۲۸۱ حدیث-۳۵۸۲

(۶) نیل الاوطار کتاب الرضاع باب عدد الرضعات المحرمة ج-۶ ص-۳۳۰

پانچ بار سے کم چونا حرام نہیں کرتا اور ان کی دلیل یہی احادیث ہیں یعنی جو اوپر مذکور ہوئیں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بات روایت کی گئی ہے۔

لعان کا بیان

مسئلہ نمبر ۷۶

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِذَا قَالَ الرَّوْجُ لَيْسَ حَمْلُكَ مِنِّي فَلَا لِعَانَ وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرٍ۔^(۱) یعنی جب خاوند عورت کو کہے کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان نہیں کیا جائے گا اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور زفر کا ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مندرجہ ذیل حدیث سے اختلاف کیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ عَوْنِمَ الْعَجْلَانِي قَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيْقَنَهُ فَيَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَنْزَلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَأَذْهَبَ فَأَتَتْ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَنَلَّعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا فَرَعَا قَالَ عَوْنِمُ كَذَبْتَ عَلَيْهَا يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا فَلَا نَأْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ انْظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلَيْنِ خَذَنَجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عَوْنِمَا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ تَبْهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ تَضَدِيقِ عَوْنِمٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ۔^(۲)

سہل بن سعد سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ عومیر عجلانی رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول بھلا دیکھئے تو اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو پائے، کیا وہ اسے قتل کر دے؟ اور پھر مقتول کے وارث اسے قتل کر دیں یا وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تیرے اور تیری اہلیہ کے بارے حکم نازل ہو چکا ہے جاؤ اسے لے کر آؤ۔“ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا پھر دونوں نے مسجد میں لعان کیا۔ اور میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو عومیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے جھوٹ بولا۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت تین طلاقیں دے دیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”دیکھو اگر اسی عورت نے کالا بھٹ، سیاہ اور فراخ آنکھوں والا، بڑے کونہوں والا اور پر گوشت پنڈلیوں والا بچہ جنا تو میں گلن کروں گا کہ عومیر رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف سچی بات کہی اور اگر اس کے ہل سرخ رنگت کا گویا کہ سرخی مائل خوش رنگ کپڑا ہو، بچہ پیدا ہوا تو میں سمجھوں گا کہ عومیر رضی اللہ عنہ نے اس پر بہتان باندھ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو وہ ان اوصاف کا حامل تھا جس سے عومیر رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی تھی۔ لہذا اسے اس کی مل کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

(۱) ہدایہ کتاب الطلاق باب اللعان ج-۲ ص-۳۱۹ شرح وقایہ ردالمختار فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ قاضی خان۔

(۲) صحیح بخاری کتاب الطلاق باب اللعان ومن طلق بعد اللعان ج-۹ ص-۳۳۱ حدیث-۵۳۰۸ وصحیح مسلم کتاب اللعان ج-۱۰ ص-۲۵۸ حدیث-۳۷۲۳ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب اللعان ج-۲ ص-۹۸۶ حدیث-۳۳۰۳

پڑی ہوئی (گمشدہ) چیز اٹھانے کا بیان

مسئلہ نمبر ۷

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : فَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ عَرَفَهَا أَيَّامًا وَإِنْ كَانَتْ عَشْرَةً فَصَاعِدًا عَرَفَهَا حَوْلًا وَقِيلَ الصَّحِيحُ إِنَّ شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْمَقَادِيرِ لَيْسَ بِلَازِمٍ وَيَقْوَضُ إِلَى رَأْيِ الْمُتَلَقِّطِ يَعْرِفُهَا عَلَى أَنْ يَغْلِبَ عَلَى ظَنِّهِ أَنْ صَاحِبَهَا لَا يَظْلُمُهَا بَعْدَ ذَلِكَ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهِ^(۱) یعنی اگر کوئی شخص کوئی چیز پڑی ہوئی پائے اور (وہ) اگر قیمت میں دس درہم سے کم ہو تو لوگوں میں چند روز مشہور کرے اور اگر قیمت میں دس درہم یا دس درہم سے زیادہ ہو تو لوگوں میں ایک سال تک مشہور کرے اور بعض نے کہا صحیح یہ ہے کہ ان مقداروں میں سے لازم ایک بھی نہیں اور یہ موقوف ہے پڑی ہوئی چیز پانے والے کی رائے پر وہ مشہور کرے لوگوں میں اتنی مدت تک کہ ظن غالب حاصل ہو کہ اب اس مدت کے بعد اس کا مالک اگر اسے طلب نہیں کرے گا پھر اسے صدقہ کر دے۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے ان تین احادیث کا

زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ آپ سے لقطہ (پڑی ہوئی چیز جو اٹھائی جائے) کے بارے میں استفسار کرنے لگا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اس کا سر ہند اور ظرف پہچان رکھ پھر ایک سال تک اس کا اشتہار دے (مشہور کر) اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو بصورت دیگر اپنے کلام میں لاؤ۔ اس آدمی نے مزید پوچھا گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ”یہ تمہارے لیے ہوئی یا تمہارے بھائی کے لیے یا پھر بھیڑیے کے لیے اس نے پوچھا اگر گم شدہ اونٹ ملے تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا تعلق۔ اس کے ساتھ اس کی مشک ہوتی ہے، اس کا جو تاہوتا ہے۔ وہ پانی پر وارد ہو گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اسے آٹے لگے۔ (بخاری و مسلم)

(۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللَّقْظَةِ فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَ هَا ثُمَّ عَرَفَهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَالْأَفْسَانُكَ بِهَا قَالَ فَضَالَةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَةُ الْإِبِلِ قَالَ مَالُكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَجَذَاؤُهَا تَرُدُّ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)^(۲)

(۲) عَنْ عُمَرُو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعْلَقِ فَقَالَ مَنْ أَصَابَ مِنْهُ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ حُبْنَةً شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرَيْنِ فَلَبَّغَ ثَمَنَ الْمِخْنِ فَعَلَيْهِ

عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے (رضی اللہ عنہ) اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ سے درخت پر لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت مند اسے کھالے اور جھولی بھرنے کی کوشش نہ کرے تو اس پر کوئی تحریر نہیں اور اگر کوئی شخص پھلوں میں سے لے کر نکل جائے گا تو اسے دو گنا

(۱) ہدایہ باب اللقطة جلد دوم ص-۱۱۳

(۲) صحیح بخاری کتاب اللقطة ج-۵ ص-۸۳ حدیث-۲۳۲۹ و صحیح مسلم کتاب اللقطة باب معرفة الحفاص والوكاء ج-۱۲ ص-۲۳۷ حدیث-۳۳۷۳ و مشکوٰۃ کتاب البیوع باب اللقطة ج-۲ ص-۱۱۳ حدیث-۳۰۳۲

چٹی بھنی پڑے گی اور سزا بھی ملے گی اور جس شخص نے اس میں سے کچھ چوری کیا جبکہ اسے کھلیان میں رکھا گیا ہو اور مل مسروقہ ایک ڈھال کی قیمت رکھتا ہو تو ایسے شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور راوی نے گم شدہ اونٹ اور بکری کے بارے میں بھی ذکر کیا جیسا کہ دوسرے راویوں نے ذکر کیا ہے۔ اس نے کہا اور لفظ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”جو چیز کسی گزرگاہ میں پڑی پائی جائے یا آبلو گاؤں کے راستے میں ملے تو ایک سال تک اس کا چرچا کرو۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دے دو نہ آئے تو اپنے استعمال میں لے آؤ اور جو مل کسی قدیم ویرانے سے ملے اس میں سے اور دفتہ جاہلیت میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں دیا جائے۔ (اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا اور ابوداؤد نے بھی اسی راوی سے روایت کیا ہے مگر سنل عن اللقطہ سے لے کر آخر تک)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ (۲) نے کہا کہ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸ گائے، بکری اور اونٹ پکڑنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَحْزُرُ الْإِنْقَاطُ فِي الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالْبَعِيرِ۔ ”بکری، گائے اور اونٹ کا پکڑنا جائز ہے۔“ یعنی اگر کسی کی بکری یا گائے یا اونٹ گم ہو جائے تو اس کا پکڑ لینا جائز ہے اور رد المحتار میں ہے کہ پکڑنا ان کا مستحب ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ پکڑنا ان کا افضل ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے بخاری اور مسلم کی اس حدیث کا جو کہ زید بن خالد کی روایت سے مسئلہ نمبر ۷۷ میں اوپر مذکور ہوئی۔

مسئلہ نمبر ۷۹ گمشدہ مال کو استعمال کرنے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ كَانَ الْمُلْتَقِطُ غَنِيًّا لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ۔ ”یعنی اگر پڑی چیز کو غنی نے اٹھالیا ہے تو اس کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں بھی

(۱) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب اللقطة ج-۲ ص-۱۱۵ حدیث-۳۰۳۶ (حسن) و ابوداؤد کتاب اللقطة ونسائی۔

(۲) نیل الاوطار کتاب القطع فی السرقة باب اعتبار الحرز والقطع فیما یسرع الیہ الفساد ج-۷ ص-۱۳۵

(۳) ہدایہ کتاب اللقطة جلد دوم ص-۱۱۵ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۴) ہدایہ کتاب اللقطة ج-۲ ص-۱۱۷ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمختار وفتاویٰ عالمگیری۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **لُقِطَةُ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ سَوَاءٌ**۔^(۳) ”یعنی پڑی ہوئی چیز کے پانے کا حکم حل اور حرم میں برابر ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردان ابو یوسف اور محمد کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردان رشید نے اس مسئلے میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُمَرَ النَّيْمِيِّ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ نَقْطَةِ الْحَاجِّ - (۳)
 روایت ہے عبدالرحمن بن عثمان تمیمی رضی اللہ عنہ سے یہ کہ رسول اللہ ﷺ
 حاجیوں کی گری ہوئی چیز کے اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مکہ میں پڑی ہوئی چیز کا اپنے ملک میں لانے کے
 لیے اٹھالینا درست نہیں ہے، البتہ مشہور کرنے کے لیے اٹھالینا جائز ہے۔

فائدہ:

ایک مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد ابویوسف کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ احادیث کے خلاف ہے وہ یہ ہے جو کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَعَصِيئَةُ الْعَنْبِ إِذَا طَبِخَ حَتَّى تَذَهَبَ ثُلَاثُهُ وَبَقِيَ ثُلَاثُهُ حَلَالٌ وَإِنْ اشْتَدَّ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ۔** (۵) "اور انگور کا شیرہ جب پکلا جائے یہاں تک کہ اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے تو حلال ہے اور اگرچہ اس میں کتنی ہی شدت پیدا ہو جائے (یعنی سکر پیدا ہو جائے) اور یہ ابی حنیفہ اور ابویوسف کا مذہب ہے۔"

نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ مثلث انگور کا اس کو کہتے ہیں کہ انگور کا پانی لے کر پکایا جائے یہاں تک کہ اس کی دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی رہ جائے پھر اس کو رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ اس میں شدت پیدا ہو جائے اور جھاگ اٹھنے لگے (یعنی شراب بن جائے) اسی طرح اگر اس میں بدلانے کے بعد پتلا کرنے کے لیے تھوڑا سا پانی ڈال کر پھر پکائیں اور اس کو رکھ چھوڑیں تو درست ہے۔ یہ مثلث (یعنی پینا اس شراب کا) ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔

(۵) هدایه کتاب الاشبهه جلد-۳ ص-۳۹۷، شرح وقایه، کز الدقائق، ردالمختار، فتاوی عالمگیری و فتاوی قاضی خان۔

کتب مذکور میں لکھا ہے: وَنَبَيْذُ التَّمْرِ وَالزَّيْتِ مَطْبُوعًا أَذْلَى طَبَخَةٍ وَإِنْ شَرِبَ مَالَمَ يَسْكُرْ بَلَا لَهُمْ وَطَرِبَ بَلْ لِقَصْدِ التَّقْوَى۔^(۱) ”یعنی اسی طرح کھجور اور انگور خشک کا نبیز جب تھوڑا سا پکا لیا جائے اور اگرچہ اس میں نشہ پیدا ہو جائے لیکن ان تینوں قسم کی شراب کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پئے بلکہ قوت کے لیے پئے۔“

فائدہ: فتویٰ قاضی خان جلد دوم میں لکھا ہے کہ نبیز ہر مستی والے انگور کے پانی کو کہتے ہیں کچا ہو خواہ پکایا ہوا ہو۔ ہدایہ وغیرہ کتب مذکورہ میں لکھا ہے: لِأَنَّ الْمُفْسِدَ هُوَ الْقَدْحُ الْمُسْكِرُ وَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَنَا۔^(۲) ”یعنی اس لیے کہ فساد کرنے والا وہ پیالہ ہے جو کہ نشہ لانے والا ہے اور وہ ہمارے نزدیک حرام ہے“ یعنی اخیر کا پیالہ جو کہ نشہ لاتا ہے وہی حرام ہے۔

فتویٰ عالمگیری (جلد پنجم) میں لکھا ہے: إِذَا شُرِبَتْ تِسْعَةُ أَقْدَاحٍ مِنْ نَبَيْذِ التَّمْرِ فَأَوْجَزَ إِلَيْهِ الْعَاشِرُ فَسُكِرَ لَمْ يُحَدِّثْ كَذَافِي السَّرَاجَةِ ”یعنی کھجور کی نبیز کے اگر نو پیالے پئے اور نشہ نہ آئے، دسواں پیالہ پینے کے بعد نشہ آئے تو حد جاری نہ کی جائے۔“

یعنی نو پیالوں تک تو یہ شراب پینی حلال ہے لیکن اگر دسواں پیالہ پینے کے بعد نشہ آجائے تو حد اس وقت بھی واجب نہ ہوگی بلکہ حد اس وقت واجب ہوگی کہ شراب اس قدر پئے کہ زمین اور آسمان کو بھی نہ

پہچان سکے اور شراب پینا حرام اس وقت ہو گا جب کہ یہودہ بکنے لگ جائے۔

چنانچہ شرح وقایہ، درالحار اور فتویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: اَعْلَمَ أَنَّ الشُّكْرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي حَقِّ وَجُوبِ الْحَدِّ أَنْ لَا يَعْرِفَ شَيْئًا حَتَّى الْأَرْضُ مِنَ السَّمَاءِ وَفِي حَقِّ حُرْمَةِ الْأَشْرِبَةِ أَنْ يَهْدِيَ وَعِنْدَهُمَا أَنْ يَهْدِيَ مُظْلَقًا وَإِلَيْهِ مَالٌ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ ”یعنی جان لے کہ نشہ کی حد ابلی حنیفہ کے نزدیک اس وقت واجب ہوتی ہے کہ کچھ نہ پہچانے یہاں تک کہ زمین اور آسمان کا بھی (فرق نہ کر سکے) اور مشروبات میں حرمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب پینے والا یہودہ بکنے لگ جائے اور یہی مذہب ابو یوسف و محمد کا اور اسی طرف اکثر مشائخ مائل ہوتے ہیں۔“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد ابو یوسف و محمد نے اس مسئلے میں حسب ذیل آٹھ احادیث کا خلاف کیا ہے۔

(۱) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْخَمْزِ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)^(۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب حرمت شراب کی آیت نازل ہوئی، اس وقت شراب پانچ چیزوں کی بنتی تھی۔ انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو۔ اور شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے (بخاری و مسلم)

(۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔^(۴)

روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، نقل کی انہوں نے نبی ﷺ سے، آپ نے فرمایا جو چیز نشہ لاتی ہے وہ شراب ہے اور جو نشہ لاتی ہے حرام ہے۔

(۱) ہدایہ کتاب الاشربة ج-۳ ص-۳۹۶ وشرح وقایہ

(۲) ہدایہ کتاب الاشربة ج-۳ ص-۳۹۷ ۳۸۰

(۳) صحیح البخاری کتاب الاشربة باب ان الخمر من العنب ج-۱۰ ص-۳۵ حدیث-۵۵۸۱ وبلوغ المرام باب حد الشارب وبيان المسكر

ص-۳۷۸ حدیث-۱۲۳۶ (صحیح)

(۴) صحیح المسلم کتاب الاشربة باب بيان ان كل مسكر خمر وان كل خمر حرام ج-۱۳ ص-۱۷۲ حدیث-۵۱۸۷

روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو چیز کہ بہت نشہ لاتی ہے سو اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بت یعنی نیک عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا (آیا وہ حلال ہے یا حرام) تو آپ نے فرمایا ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔

زر قانی شرح موطا امام مالک میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو تیس صحابہ سے بھی زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

اور انہی سے مروی ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کیا آپ نے فرمایا جس چیز کا بقدر فرق (تقریباً آٹھ سیر) پینا نشہ پیدا کرے اس میں سے ایک چلو بھی پینا حرام ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

چھٹی حدیث ابوداؤد (۳) میں دہلیم حمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ، ہم خشک علاقے میں رہتے ہیں اور اس میں ہم زور و قوت کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اتنا سخت کام کہ قوت بدن کے بغیر اس کو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں اور اس سے اپنے کاموں کے لیے قوت حاصل کرتے ہیں اور اپنے دیار و امصار کی سردی کا بھی مقابلہ کرتے ہیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا وہ مشروب نشہ بھی پیدا کرتا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا تو پھر اس سے بچو۔ ہم نے عرض کیا کہ لوگ تو اسے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا نہ چھوڑیں تو ”ان سے قتل کرو۔“

ساتویں حدیث مسلم (۵) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جیشان (یعنی کا ایک مقام) سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس شراب کے بارے میں پوچھنے لگا جسے وہ اپنے علاقے میں مکئی سے بنا کر پیتے تھے اور جسے مزر کہا جاتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ پیدا کرتی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا یہ ذمہ ہے کہ نشہ آور مشروب پینے والے کو وہ طینۃ الخیال پلائے لگ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاشریۃ باب النہی عن المسکر ج-۱ ص-۳۱۹ حدیث-۳۶۸۱ (حسن صحیح) وبلغ المرام کتاب

الحدود باب حد الشارب وبيان المسکر ص-۳۷۸ حدیث-۱۳۳۸

(۲) صحیح بخاری کتاب الاشریۃ باب الخمر من العسل ج-۱۰ ص-۳۱ حدیث-۵۵۸۵ و مشکوٰۃ باب بیان الخمر و وعید شاربها ج-۲ ص-۱۰۸۰ حدیث-۳۶۳۷ (صحیح)

(۳) جامع ترمذی ابواب الاشریۃ باب ماجاء ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام حدیث-۱۹۴۳ و مشکوٰۃ باب بیان الخمر و وعید شاربها ج-۲ ص-۱۰۸۲ حدیث-۳۶۳۹ (صحیح) و صحیح ابوداؤد کتاب الاشریۃ باب النہی عن المسکر ج-۲ ص-۳۲۰ حدیث-۳۶۸۷ (صحیح)

(۴) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاشریۃ باب النہی عن المسکر ج-۲ ص-۳۱۹ حدیث-۳۶۸۳ (صحیح)

(۵) صحیح مسلم کتاب الاشریۃ باب بیان ان کل مسکر خمر وان کل خمر حرام ج-۳ ص-۱۷۲ حدیث-۵۱۸۵

طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، 'دوزخیوں کا پسینہ یا فرمایا وہ پیپ اور سو جو دوزخیوں کے زخموں سے بنے گا۔
 آٹھویں حدیث صحیح مسلم^(۱) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ بات صحابہ میں
 پکار کر کہہ دی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے شراب کے حرام کرنے کا حکم بھیجا ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے۔ انگور، کھجور،
 شہد، گیہوں اور جو سے اور شراب وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لے عقل کو۔

ترمذی^(۲) نے کہا کہ اس باب میں حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، ابی سعید، ابی موسیٰ، شیخ عسری،
 فائدہ: ولیم، میمونہ، حضرت عائشہ، ابن عباس، قیس بن سعد، نعمان بن بشیر، معاویہ، عبد اللہ بن مغفل، ام سلمہ،
 بریدہ، ابی ہریرہ، وائل بن حجر اور قرۃ الزنی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں۔

میزان شمرانی میں لکھا ہے کہ جس مشروب کی تھوڑی سی مقدار بھی نشہ پیدا کرے اس کا کثیر مقدار میں پینا بھی حرام ہے۔
 اس لیے کہ وہ شراب ہے اور جو اس کو پینے سے حد ماری چاہیے خواہ شراب انگور سے بنائی گئی ہو خواہ منقہ سے خواہ گیہوں
 سے خواہ جو سے خواہ جوار سے خواہ چاول سے خواہ شہد سے خواہ دودھ سے خواہ کسی اور چیز سے کچا ہو خواہ پکا ہو اور اس پر سب
 علماء کا اتفاق ہے لیکن ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اس سے اختلاف ہے، انتہی۔

زرقلنی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے نشہ لانے والے تمام شیرے حرام ہیں اور اسی کے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن
 حنبل اور جمہور علماء قائل ہیں۔ (اس لیے) کہ مضمون ان سب احادیث کا یہی ہے کہ نشہ لانے والی چیز کا کھانا حلال نہیں اور
 جو شخص اس کو نہیں مانتا اس کے رد کے لیے یہی احادیث کافی ہیں۔

شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں اور محمد بن علی الشوکانی نے فوائد المموعہ میں لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن اوسط
 کو، جس کی کنیت ابان تھی، نبیزینے کی وجہ سے اس پر حد جاری کی اور وہ اس صدمہ سے بیمار ہو گئے اور مر گئے۔
 مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں کہ مستی لائے اور شیرۃ انگور سے تیار کی جائے یا
 عام ہے کہ شیرۃ انگور کی ہو یا اس کے سوا کسی اور چیز کی اور کہا کہ عموم صحیح تر ہے اس لیے کہ خمر مدینے میں حرام ہوئی اور
 مدینہ میں خمر انگور کی اس وقت نہیں تھی بلکہ کھجوروں کی تھی اور وجہ تسمیہ خمر کی یہ ہے کہ خمر لغت میں ڈھانکنے اور خلط ملط
 کرنے کو کہتے ہیں۔ اور خمر عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور اس کو خلط و خبط کر دیتی ہے، انتہی۔

دلیل اس کی کہ شراب مدینے میں حرام ہوئی اور اس وقت مدینہ میں انگور کی شرابی نہیں تھی۔ یہ حدیث ہے جو کہ صحیح
 مسلم^(۳) میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حرمت شراب کی آیت اس وقت نازل کی جب مدینہ
 میں کھجور سے تیار کردہ شراب کے علاوہ کوئی دوسری شراب نہ پی جاتی تھی۔

فائدہ: قرطبی نے کہا کہ اسباب میں جس قدر احادیث وارد ہوئی ہیں سب کی سب کو فیوں کے مذہب کو باطل کرنے
 والی ہیں کیونکہ کوئی اس بات کے قائل ہیں کہ شراب انگور ہی کے پانی سے بنتی ہے اور انگور کے سوا اور
 جن جن چیزوں سے شراب بنائی جاتی ہے اس کو کوئی نہ تو شراب سمجھتے ہیں اور نہ اس کو شراب کہتے ہیں اور ان کی یہ

(۱) صحیح مسلم کتاب التفسیر باب فی نزول تحریم الخمر ج-۱۸، ص-۳۹۰، حدیث-۴۷۶۱

(۲) جامع ترمذی ابواب الاشرۃ باب ماجاء کل مسکر حرام۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الاشرۃ باب تحریم الخمر ج-۱۳، ص-۱۵۱، حدیث-۵۱۰

بات لغت عرب کے بھی خلاف ہے اور سنت صحیحہ کے بھی اور فہم صحابہ کے بھی خلاف۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سعدؓ ابن عمرؓ ابو موسیٰؓ ابو ہریرہؓ ابن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم یہ سب صحابہ اور ابن مسیبؓ امام شافعیؒ امام احمدؒ اسحاقؒ رحمہم اللہ اجمعین کے بہت سے محدثین اور امام مالکؒ اور اوزاعیؒ ہر نشہ لانے والی چیز کو شراب ہی سمجھتے ہیں انتہی۔ اسی طرح مسک الختام فارسی شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ میں ابی مالک اشعریؒ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا بیشک میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پیئیں گے اور اس کا نام وہ بدل کر رکھ دیں گے۔

حدود کا بیان

مسئلہ نمبر ۸۲

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص محرمات ابدی مثل مل، بہن، بیٹی اور ان کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ان سے دانستہ نکاح کر لے اور ان سے صحبت کرے تو بھی ان پر حد نہیں آتی۔ اس لیے کہ محل شبہ ہے کیونکہ آدم کی تمام بیٹیاں اولاد کے لیے موضوع ہیں۔ اور وہ مقصود اس جگہ بھی حاصل ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے :

وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهَا نِكَاحُهَا فَلَوْ طَيَّبَهَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَكِنَّهُ يُوجِبُ عَقُوبَةً إِذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ عَلَيْهِ الْحَدُّ إِذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يَصَادِفْ مَحَلَّهُ فَبَلَّغُوا كَمَا إِذَا صُنِفَ إِلَى الذُّكُورِ وَهَذَا لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصْرِفِ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِحُكْمَةٍ وَحُكْمُ الْحِلِّ وَهِيَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ وَلَا يَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْعَقْدَ صَادِفٌ مَحَلَّهُ لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصْرِفِ مَا يَقْبَلُ مَقْصُودُهُ وَالْأُنْثَى مِنْ بَنَاتِ بَيْنِ آدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالِدِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ فَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَتَّعَقَدَ فِي حَقِّ جَمِيعِ الْأَحْكَامِ إِلَّا أَنَّهُ تَفَاعَدَ عَنْ إِفَادَةِ حَقِيقَةِ الْحِلِّ فَيُوزَنُ الشُّبْهَةُ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يَشَبُّهُ الثَّابِتُ لَا نَفْسَ الثَّابِتِ إِلَّا أَنَّهُ إِذَا تَكَبَّ جَرِيمَةً وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيَعَزُّزُ (۲)

اور جس شخص نے اس عورت سے نکاح کیا جو اس کے لیے حلال نہ تھی پھر اس سے صحبت کی تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے البتہ مارپیٹ ہے اگر اس نے جان کر کیا ہے اس کے برعکس ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور شافعیؒ نے کہا ہے کہ اس پر حد ہے اگر اس نے عداً کیا ہے۔ اس لیے کہ اس عقد نے محل نہیں پلپلا پس لغو ہوا جیسے کہ لڑکوں کے ساتھ نکاح کرنا اور بے محل ہونا اس لیے ہے کہ محل وہ ہے جس میں اس کا (یعنی اثر و فائدہ شرعی نکاح) حکم محقق ہو اور حکم حلت ہے اور وہ عورت حرام ہے (یعنی وہ محل تحقیق حکم نہیں ہے) دوسری طرف ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس عقد نے محل کو پلپلا اس لیے کہ محل وہ ہے جس میں مقصود حاصل ہو اور مقصود آدم کی بیٹیوں سے تولد تامل ہے پس لائق تو یہ تھا کہ یہ نکاح سب احکام کی نظر سے صحیح ہو جاتا لیکن وہ اصلی حلت پیدا کرنے سے قاصر رہا اور اس نے شبہ (یعنی شبہ نکاح) پیدا کر دیا اس لیے کہ شبہ اسی کا نام ہے جو امر اصلی کے مثل ہونہ یہ کہ بعینہ امر اصلی ہو (اور جب کہ اس نکاح نے شبہ پیدا کر دیا تو اس کے سبب حد جاتی رہی) لیکن وہ شخص گناہ کا مرتکب ہوا اور چونکہ اس میں حد مقرر نہیں اس لیے وہ تعزیر کا مستحق ہو گا۔

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاشریۃ باب فی الذادی ج-۲ ص-۳۲۰ حدیث-۳۶۸۸ (صحیح) ومشکوۃ کتاب الاطعمۃ باب النقیع

والانبذہ ج-۲ ص-۱۳۶۱ حدیث-۳۲۴۲ (صحیح)

(۲) ہدایہ کتاب الحدود باب الوطی الذبی یوجب الحد ج-۲ ص-۵۱۹

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے اس مسئلے میں کلام اللہ کا بھی اور حدیث کا بھی اس لیے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی مثل ماں اور بہن وغیرہ سے نکاح کر لے تو اس کو قتل کر دینا چاہیے۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ (النساء-۳۳) ”یعنی حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔“

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ بِي خَالِي أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نَبَارٍ وَمَعَهُ لَوَاءٌ فَقُلْتُ أَيْنَ تَذْهَبُ فَقَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً أَبْنَاهُ بِرَأْسِهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالْذَّارِمِيِّ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضْرِبَ عَقَبَهُ وَأَخَذَ مَالَهُ وَفِي هَذِهِ الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّي بَدَلْ خَالِي-^(۱)

براء بن عازب رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میرے ماموں ابو بردہ رحمہ اللہ میرے پاس سے گزرے، ان کے ساتھ نشان تھلا میں نے کہا ”کدھر ارادہ ہے“ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ میں اس کا سر لے کر آؤں۔ (اس حدیث کو ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا اور ابو داؤد کی ایک روایت میں اور نسائی، ابن ماجہ اور دارمی کی روایت میں ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماروں اور اس کا مال چھین لوں۔ اس روایت میں راوی نے خلی (میرے ماموں) کی جگہ پر عمی (میرے چچا) کہا ہے)

امام یوسف اور امام محمد کا اس مسئلہ سے اختلاف

فائدہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس مسئلے میں ابو یوسف اور محمد نے اختلاف کیا ہے۔ اور امام شافعی کی موافقت کرتے ہوئے کہا کہ اس پر حد واجب ہے جیسا کہ ہدایہ کی عبارت میں اوپر گزرا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنی محرمہ کے ساتھ نکاح کر لے اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس لیے حد واجب نہیں ہے کہ اس کے نکاح میں شبہ پڑ گیا۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ ایسا نکاح ہرگز ہرگز محل شبہ نہیں۔ محل شبہ جب ہوتا کہ اس کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے میں نے نکاح کیا ہے یہ میری ماں ہے اور جبکہ ایک شخص نے عہد اپنی ماں سے نکاح کر لیا اور اس سے صحبت کرنے لگا تو پھر بھلا کس بات کا اس میں شبہ پڑا۔ ہاں اگر کوئی شخص رات کو اپنی ماں کو اپنی بیوی سمجھ کر اس پر جا پڑے اور نادانستہ اس سے صحبت کر لے۔ اگر کسی کو کسی اور وجہ سے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میری ماں ہے اور اس سے نکاح کر لے تو ان صورتوں میں البتہ محل شبہ ہے اور اگر کسی نے عہد اپنی ماں سے نکاح کر لیا تو محل شبہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب: یہ اعتقاد کرنا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو نہیں سمجھا تھا۔ اگر سمجھتے تو بسبب محل شبہ ہونے کے اس

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الحلود باب فی الرجل یزنی بحریمہ ج-۳ ص-۷۳ حدیث ۴۳۵۷ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب

النکاح باب المحرمات ج-۲ ص-۷۳ حدیث ۳۱۸۲ (صحیح)

کو قتل کا حکم کیوں دیتے۔ غرض کہ حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہیں اور نہ حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر ان کو قرآن اور حدیث کی مخالفت کا ڈر ہوتا تو قرآن کے مخالف یہ اعتقاد نہ رکھتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ، نیز قرآن کے مخالف یہ نہ کہتے کہ بچے کو دودھ پلانے کی مدت اڑھائی برس ہے دو برس نہیں اور بعض تین برس کے قائل نہ ہوتے جیسا کہ پہلے گزرا اسی طرح سے اگر احادیث کو مانتے تو صداہا احادیث کا انکار کبھی نہ کرتے اور یہی وجہ ہے کہ مل کے ساتھ نکلح کرنے والے کو قتل کر دینے کی حدیث بسبب اپنے اعتقاد بد کے نہیں مانتے ہیں اور خواہ مخواہ جھوٹا بتلوئی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اس پر اس لیے حد واجب نہیں کہ اس کے نکلح میں شبہ پڑ گیا۔

مسئلہ نمبر ۸۳ غیر مسلم (اہل کتب) پر حد جاری کرنے کا بیان

فقہ کی کتبوں میں لکھا ہے: **وَإِخْصَانُ الرَّجْمِ أَنْ يَكُونُ خُرًا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بَكَاحًا صَحِيحًا وَدَخَلَ بِهَا وَهَمَّا عَلَى صِفَةِ الْأَخْصَانِ**۔^(۱) ”رجم کے لیے محسن ہونا ضروری ہے یعنی ذاتی آزاد عاقل بالغ اور مسلمان ہو اور اس نے کسی عورت سے صحیح نکلح کیا ہوا ہو اور اس کے ساتھ صحبت کی ہو اور دونوں محسن ہوں۔“

یہ عبارت دلیل ہے حنفیہ کی اس بات پر کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر آزاد عاقل، بالغ مسلمان زنا کرے تو اس کو سنگسار کرنا چاہیے اور اگر سوائے مسلمان کے اور کوئی زنا کرے تو اس کو سنگسار نہ کرنا چاہیے۔ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَأَمْرَأَةً زَنِيًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ قَالُوا نَقْضُحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ فَأَتَوْا بِالتَّوْرَةِ فَتَشَرُّوْهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَاهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ فَقَالُوا صَدَقَ يَامُحَمَّدُ فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَرَجَمَا۔^(۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ان میں سے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مقدمہ رجم کی کیا سزا تورات میں پاتے ہو؟ یہودی کہنے لگے کہ ہم تو ایسے مجرم کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں یا پھر درے لگاتے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا ”تم نے جھوٹ بولا۔“ تورات میں ذاتی کے لیے رجم کی سزا ہے۔ جاؤ تورات لاؤ۔ چنانچہ وہ تورات لائے اور اسے کھولا تو ایک یہودی نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور سیاق و سباق پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ نے کہا ”ہاتھ اٹھاؤ“ اور جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو وہیں آیت رجم تھی۔ یہودی پکار اٹھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ تورات میں آیت رجم ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں رجم کرنے کا حکم صلوٰۃ فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

(۱) ہدایہ کتاب الحدود فصل فی کیفیۃ الحد ج-۲ ص-۵۱۱ شرح وقایہ کنز الدقائق در المختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح بخاری کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة باب احکام اهل الذمة واحسانهم وصحیح مسلم کتاب الحدود باب

رجم اليهود اهل الذمة ج-۱۱ ص-۲۰۶ حدیث-۳۳۱۲ ومشکوٰۃ کتاب الحدود ج-۲ ص-۱۰۵۷ حدیث-۳۵۵۹ (صحیح)

فائدہ: امام نووی نے^(۱) کہا کہ یہ حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ کافر پر حد جاری کرنا واجب ہے۔

غلاموں پر حد جاری کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۸۴

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَقْنِمُ الْمَوْلَى الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ۔^(۲) ”آقا غلام پر امام کی اجازت کے بغیر حد جاری نہ کرے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان تین احادیث کا خلاف کیا ہے:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا زَنْتَ أَمَةً أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زَنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يَنْتَرِبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنْتَ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يَنْتَرِبْ ثُمَّ إِنْ زَنْتَ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زَنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَوْ بِحَبْلِ مِنْ شَعْرِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔^(۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے اگر تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے مالک کو چاہیے کہ اس پر حد جاری کرے اور بعد ازاں اسے عار نہ دلائے پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو اس پر حد جاری کرے اور اسے عار نہ دلائے تیسری مرتبہ اگر پھر زنا کرے اور اس کا ثبوت ہو جائے تو اسے بچ دے اگرچہ بالوں کی رسی کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری، مسلم اور الفاظ مسلم کے ہیں)

(۲) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا رَأَى ابْنَهُ ابْنُ مَرْثَدَةَ يَخْلَعُ عَلَيْهِ الْحَدَّ فَقَالَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَهُوَ فِي مُسْلِمٍ مَوْقُوفٌ)^(۴)

روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے لونڈی غلاموں پر حدود جاری کرو۔ (اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا اور وہ مسلم میں موقوف ہے)

(۳) عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ الرُّحْمَنِ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقْنِمُوا عَلَى إِرْقَائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يَحْصِنْ۔^(۵)

روایت ہے ابی عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا پھر کہا اے لوگو قائم کرو اپنے غلاموں پر حد خواہ وہ محسن ہوں خواہ نہ ہو۔

بارہ کی حد کا بیان

مسئلہ نمبر ۸۵

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَجْمَعُ فِي الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْسِ۔^(۶) ”یعنی جس عورت کی شادی نہ ہوئی ہو اگر وہ

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب رجم اليهود ج-۱۱ ص-۲۰۶، شرح حدیث-۳۴۱۲

(۲) ہدایہ کتاب الحدود فصل فی کیفیۃ الحد ج-۲ ص-۵۱۱، شرح وقایہ، کنز الدقائق ورد المختار۔

(۳) صحیح بخاری کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة باب اذا زنت الامة ومشکوة کتاب الحدود ج-۲ ص-۱۰۵۹، حدیث-۳۵۱۳

(۴) صحیح ابو داؤد کتاب الحدود باب فی اقامة الحد علی المریض ج-۳ ص-۷۷، حدیث-۳۳۷۳ (صحیح)

(۵) صحیح مسلم کتاب الحدود باب تاخیر الحد عن النفساء ج-۱۱ ص-۲۱۲، حدیث-۳۳۲۵

(۶) ہدایہ کتاب الحدود فصل فی کیفیۃ الحد ج-۲ ص-۵۱۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق ورد المختار وفتاوی عالمگیری۔

زنا کرے تو اس کو شر سے نکل دینا اور درے مارنا دونوں کام جائز نہیں۔ ”یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف رائے دی ہے :

(۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي --- قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا أَلْبِكُرُ بِالْبِكْرِ جُلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِبُ عَامٍ وَالثَّيْبُ بِالثَّيْبِ جُلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ۔^(۱)

عبدالہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حکم دین معلوم کرلو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے زنا کار عورتوں کا مسئلہ صاف کر دیا۔ اگر بارہ غیر شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو انہیں سو سو درے مارے جائیں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا دی جائے اور اگر شادی شدہ عورت، شادی شدہ مرد سے زنا کرے تو ہر ایک کو سو درے لگائے جائیں اور رجم کر دیا جائے۔

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَحَدُهُمَا أَقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ وَقَالَ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَذِنَ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَرَأَى بِأَمْرَاتِهِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَأَقْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جُلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِبُ عَامٍ وَأَنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى أَمْرَاتِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرُدَّ عَلَيْكَ وَأَمَّا ابْنُكَ فَعَلَيْهِ جُلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِبُ عَامٍ وَأَمَّا أَنْتَ يَا زَيْنُسَ فَاغْدُ عَلَى أَمْرَاتِهِ هَذَا فَإِنْ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاغْدُ عَلَى ابْنِكُمْ فَارْجُمْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)^(۲)

ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان کتب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمادیجئے اور دوسرا بولا ”ہاں اے اللہ کے رسول ہمارے درمیان اللہ کی کتب کے مطابق فیصلہ کر دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ قصہ بیان کروں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہلے مزدور تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ چنانچہ میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور اپنی ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو درے لگیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اور اس شخص کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ جمل تک تیری بکریوں اور تیری لونڈی کا تعلق ہے تو وہ تجھے مبارک۔ البتہ تیرے بیٹے کو سو درے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ رہا تیرا معلم (دوسرے آدمی کی بیوی کا معلم) تو اسے اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیں چنانچہ اس نے اعتراف کیا اور اسے اس رحمہ اللہ نے سنگسار کر دیا۔ (بخاری، مسلم)

(۱) صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزانی ج-۱۱ ص-۱۸۹ حدیث-۳۳۹۰

(۲) صحیح بخاری کتاب المحارین من اهل الکفر والردة باب اذار می امراته او امرأة غیرہ بالزانی عند الحاكم..... الخ و صحیح مسلم کتاب

الحدود باب من اعترف علی نفسه بالزنا ج-۱۱ ص-۲۰۳ حدیث-۳۳۱۰ و مشکوٰۃ کتاب الحدود ج-۲ ص-۱۰۵۶ حدیث-۳۵۵۵

مسئلہ نمبر ۸۶

غلام کے قصاص کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا يَقْتُلُ الرَّجُلُ بَعْدِيهِ^(۱) ”یعنی جو شخص اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اس کو بدلے میں قتل نہ کیا جائے“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کا خلاف کیا ہے:

عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلَنَاهُ وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَحَسَنَةُ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ الْبُصْرِيِّ عَنْ عُمَرَةَ وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي سَمَاعِهِ مِنْهُ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ وَالتَّسَائِيِّ وَمَنْ خَصَصَ عَبْدَهُ خَصَصْنَاهُ وَصَحَّ الْحَاكِمُ هَذِهِ الزِّيَادَةُ)^(۲)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا، ہم بدلے میں اسے قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کا کوئی عضو کاٹا ہم بدلے میں اس کا عضو کاٹ دیں گے۔ (اس حدیث کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے حسن کہا، وہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت حسن بصری کی روایت ہے، ان سے ان کے سماع کے بارے میں اختلاف ہے اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے اور جس نے اپنے غلام کو خسی کر دیا، ہم اسے خسی کر دیں گے۔ حاکم نے اس زیادتی (اضافہ) کو صحیح کہا ہے) ☆

مسئلہ نمبر ۸۷

مل مسروقہ کی مقدار کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے فَلَا قَطْعَ بِفُقْرَةٍ وَزَنْهَا عَشْرَةٌ لَا تُسَاوِي عَشْرَةَ مَضْرُوبَةً وَلَا بَدِينَارٍ قِيمَتُهُ ذَوْنُ عَشْرَةٍ^(۳) ”چاندی کی اس ڈلی کے بدلے میں ہاتھ کاٹنا جائز نہیں جو وزن میں دس درہم ہے مگر قیمت میں دس درہم مضروب کے برابر نہیں۔ اسی طرح وہ دینار چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جس کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقْطَعُ يَدَ السَّارِقِ إِلَّا فِي زُبُعٍ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔^(۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے آپ نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کسی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے چھب تک کہ وہ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زائد مالیت کی چیز نہ چرانے

(۱) ہدایہ کتاب الجنایات باب ما وجب القصاص ج-۳ ص-۵۱۳ شرح وقایہ کنز الدقائق رد المختار فتاویٰ عالمگیری فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) سنن النسائی کتاب القسامۃ والقعود والديات باب القعود من السيد للمولى وبلغ المرام کتاب الجنایات ص-۳۳۸ حدیث-۱۱۵۹

(۳) ہدایہ کتاب السرقة رد المختار شرح در المختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الحدود باب قول الله السارق والسارقة وفي كم يقطع ج-۱۲ ص-۹۶ حدیث-۶۷۸۹ وصحیح مسلم کتاب

الحدود باب حد السرقة ونصابها ومشكوة کتاب الحدود باب قطع السرقة ج-۲ ص-۱۰۶۶ حدیث-۳۵۹۰

☆ امام حاکم نے اس کو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ المستدرک ج-۳ ص-۳۶۷

- (۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَ سَارِقٍ فِي مَجْنٍ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمٍ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ^(۱)
- ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ ڈھل چرانے کی بناء پر کلٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (بخاری و مسلم)
- (۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقَطَّعُ يَدُهُ. ^(۲)
- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا چور پر اللہ کی لعنت ایک بیضہ مرغ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کلٹ دیا جاتا ہے۔ ایک رسی چرالیتا ہے اور نتیجہ اس کا ہاتھ کلٹ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۸ حد سرقہ کے ساقط ہونے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: «إِذَا قُضِيَ عَلَى رَجُلٍ بِالْقَطْعِ فِي سَرِقَةٍ فَوَهَبَتْ لَهُ لَمْ يَقْطَعْ» ^(۳) "اگر قاضی کی طرف سے چوری کے جرم میں کسی آدمی کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا جائے تو اس کے بعد صاحب مال چور کو اگر اپنا مال بہہ کر کے معاف کر دے تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔" یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف عمل کیا ہے:

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ لَمَّا أَمَرَ بِقَطْعِ الَّذِي سَرَقَ رِدَاءَهُ فَشَفَعَ فِيهِ هَلَا كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ - (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْجَارُودِ وَالْحَاكِمُ) ^(۴)

صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جس نے اس کی (صفوان کی) چادر چرائی تھی اور یہ حکم سن کر اس نے چور کے حق میں سفارش کی تو آپ نے فرمایا: یہ (معلیٰ) اسے میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیوں نہ دی۔ (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابن جارود اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا)

فائدہ: امام شوکانی رضی اللہ عنہ ^(۵) نے کہا کہ اس حدیث کو مالک نے موطا میں اور شافعی اور حاکم نے بہت سے طرق سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ چور کو امام کے پاس لے جانے کے بعد اس کو اپنی چیز بخش دینے سے حد ساقط نہیں ہوتی اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ یہ جو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مطلق بخش دینے سے چور پر حد نہیں آتی، سو یہ حدیث ان کے مسلک کی تردید کرتی ہے۔

(۱) صحیح بخاری کتاب الحلود باب قول اللہ السارق والسارقة وفي كم تقطع ج-۱۳ ص-۹۷ حدیث-۶۷۹۵ و مشکوٰۃ کتاب

الحدود باب قطع السرقة ج-۲ ص-۱۰۶۶ حدیث-۳۵۹۱

(۲) صحیح بخاری کتاب الحلود باب قول اللہ السارق والسارقة وفي كم تقطع ج-۱۳ ص-۹۷ حدیث-۶۷۹۹ و مشکوٰۃ کتاب

الحدود باب قطع السرقة ج-۲ ص-۱۰۶۶ حدیث-۳۵۹۲ و صحیح مسلم-

(۳) ہدایۃ کتاب السرقة باب ما یقطع فیہ وما لا یقطع ج-۲ ص-۵۵۰ و فتاویٰ عالمگیری-

(۴) صحیح سنن النسائی کتاب قطع السارق باب الرجل يتجاوز للسارق عن سرقة بعد ان يأتي به الامام ج-۳ ص-۱۰۰۷

حدیث-۳۵۳۲ (صحیح) وبلوغ المرام کتاب الحلود باب حد السرقة ص-۳۷۶ حدیث-۱۳۳۶

(۵) نیل الاوطار کتاب القطع فی السرقة باب تفسیر الحرز وان المرجع فیہ الی العرف ج-۷ ص-۱۳۷

عطیہ دے کر واپس لینے کا بیان

مسئلہ نمبر ۸۹

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **إِنْ وَهَبَ هِبَةً لِذِي رَجْعٍ مَخْرُومٍ مِنْهُ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا** ^(۱) ”یعنی اگر کوئی شخص ذی محرم کو کوئی چیز بخش دے تو اس کو واپس نہ لے۔“ یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک اس مسئلے میں درج ذیل حدیث کے خلاف ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً ثُمَّ يَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدُ فَيَمَّا يُعْطِي وَلَدَهُ وَمَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ أَكَلَ حَتَّى إِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ التَّسَنُّي وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ) ^(۲)

ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کوئی عطیہ دے پھر اسے واپس لے لے ہل والد اپنی اولاد کو عطیہ دے کر واپس لے سکتا ہے۔ اور اس شخص کی مثال جو کسی کو عطیہ دے کر واپس لے لیتا ہے اس کتے کی سی ہے جس نے کھلیا اور خوب سیر ہونے کے بعد قے کر دی پھر اس قے کو چٹنا شروع کر دیا۔ (اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح کہا)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ ^(۳) نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور ان دونوں نے اس کو صحیح کہا اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ عطیہ دے کر اس میں رجوع کرنا حرام ہے پھر فتح الباری سے رجوع کرنے کے بعد کہا کہ یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور کوفیوں نے کہا کہ باپ کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ بیٹے کو کوئی چیز عطا کرنے کے بعد واپس لے خواہ بیٹا بڑا ہو خواہ چھوٹا جبکہ بیٹا اس پر قابض ہو چکا ہو لیکن ان کی یہ بات بے دلیل ہے۔

قضا کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۰

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک مسئلہ جو حدیث کے مخالف ہے، یہ ہے کہ تمام عتود اور منسوخ مثل نکاح، طلاق، بیع اور اقلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قاضی کا حکم ظاہراً و باطناً نافذ ہے چنانچہ ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، فتاویٰ عالمگیری، در المختار اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں لکھا ہے: **وَكُلُّ شَيْءٍ قَضَى بِهِ الْقَاضِي فِي الظَّاهِرِ بِتَخْوِيفِهِمْ فَهُوَ فِي الْبَاطِنِ كَذَلِكَ عِنْدَ ابْنِ حَنِيفَةَ وَكَذَا إِذَا قَضَى بِإِخْلَافٍ** ^(۴) ”اور ہر وہ چیز جس کی بظاہر تحريم کا فیصلہ قاضی کر دے گا وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک باطن بھی حرام ہو جائے گی اور یہی حکم حلال کر دینے کے بارے میں بھی ہے۔“

(۱) ہدایہ کتاب الہبۃ باب ما یصح رجوعہ وما لا یصح ج-۳ ص-۲۹۰ شرح وقایہ کنز الدقائق ردالمحتار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) جامع الترمذی ابواب الولاء والہبۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی کراہیۃ الرجوع فی الہبۃ ومشکوۃ کتاب المبیوع باب

العطایا ج-۲ ص-۹۱۰ حدیث-۳۰۳۱

(۳) نیل الاوطار کتاب الہبۃ والہدیۃ باب التعديل بين الاولاد فی العطیۃ ج-۲ ص-۱۱

(۴) ہدایہ کتاب اداہ القاضی باب کتاب القاضی الی القاضی ج-۳ ص-۱۳۲

عورت کے لیے بھی یہی حکم ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ ادَّعَتْ عَلَيْهِ امْرَأَةٌ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا وَاَقَامَتْ بَيْتَهُ فَعَجَّلَهَا الْفَاضِي امْرَأَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ تَزَوَّجَهَا وَسَعَهَا الْمَقَامُ مَعَهُ وَاِنْ تَدَّعُوْهُ لِجَامِعِهَا وَهَذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ^(۱) ”اور اگر کسی مرد پر عورت دعویٰ کرے کہ اس نے اس سے شادی کی ہے اور ثبوت (جھوٹا) پیش کر دے اور قاضی اس عورت کو اس کی بیوی قرار دے دے تو اس عورت کے لیے جائز ہے کہ اس مرد کے ہاں اقامت کرے اور اگر وہ عورت اسے چھوڑ دے تو مرد قاضی کے فیصلہ کی رُو سے اس سے جملع کر سکتا ہے اور یہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (درست) ہے۔

اسی طرح سے اگر کسی کے مکان کا کسی نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے خریدا ہے اور جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے اس کی بیع کا حکم کر دیا تو مکان حقیقتاً جھوٹے مدعی کا ہو گیا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں ذیل کی حدیث کا خلاف کیا ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَنُّ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتَ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ^(۲)

فائدہ: اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابویوسف اور امام محمد نے اختلاف کیا ہے اور امام شافعی کی موافقت کی ہے۔ چنانچہ معدن شرح کنز الدقائق اور مستخلص میں لکھا ہے: **وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَشَافِعِيُّ لَا يَنْقُذُ بَاطِلًا** یعنی ابویوسف، محمد اور شافعی نے کہا ہے کہ ایسا فیصلہ باطلًا نافذ نہیں ہوتا، یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام زفر، امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا (جو اوپر مذکور ہوئی) کی موافقت کی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کے طور پر حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں جس کو امام محمد نے مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس ایک عورت کے نکل پر گواہ

(٢) صحيح مسلم كتاب الاقضية باب الحكم بالظاهر واللعن بالحجة ج-١٢، ص-٢٣١، حديث-٣٣٣٨ ومشكوة كتاب الامارة

والقضاء باب الاقضية والشهادات ج- ٢، ص- ١١١١، حديث- ٣٤٦١

پیش کر دیئے مگر عورت نے اپنے ساتھ اس کا نکاح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عورت کو مرد کے پاس جانے کا حکم دیا۔ عورت بولی اس مرد نے تو مجھ سے نکاح نہیں کیا۔ اب اگر آپ نے یہ حکم دے ہی دیا ہے تو پھر اس سے میرا نکاح تو پڑھوا دیجئے۔ حضرت علی نے فرمایا میں تجہید نکاح نہیں کرتا۔ تیرا نکاح تو دونوں گواہوں نے پڑھا دیا ہوا ہے۔ اس کا جواب تین طرح پر ہے۔

اول: یہ کہ یہ حدیث بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد جس کے مبداء سند میں سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے۔

چنانچہ نخبة الفکر میں لکھا ہے: ثُمَّ الْمَرْذُودُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ لِسَقِطٍ أَوْ طَعْنٍ فَلْيَسْقُطْ إِمَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ مَبَادِي السَّنَدِ مِنْ مُصَنِّفٍ أَوْ مِنْ آخِرِهِ بَعْدَ التَّابِعِي أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ فَلَاؤُلُ الْمُعْلَقِ۔^(۱) ”اس کے بعد روایت مردود کا بیان ہے، کسی روایت کا مردود ہونا یا تو سند کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے یا راوی کے مطعون ہونے کی بناء پر۔ جمل تک سند کے ساقط ہونے کا تعلق ہے وہ یا تو مصنف کی جانب سے ابتداء ہی میں ساقط ہوتی ہے یا اس کا سقوط دوسری جانب سے تابعی کے بعد ہوتا ہے۔ یا کسی اور مقام سے سقوط سند کی ان مختلف اقسام میں سے پہلی قسم کی روایت معلق کہلاتی ہے۔“

منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے کہ اکثر محدثین نے حدیث معلق کا ذکر قسم مردود میں (شمار) کیا ہے، انتھی۔ اب اگر کوئی کہے کہ نخبة الفکر اور منہج الوصول کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ معلق احادیث جو بخاری میں ہیں وہ بھی ضعیف ہی ہوں گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے کہ بخاری جس قدر معلق احادیث لایا ہے ان سب کو ابن حجر نے اپنی کتب التوشیح الی وصل التعليق میں متصل ثابت کر دیا ہے۔ علاوہ اس کے فتح الباری، قسطلانی اور کملی وغیرہ بخاری کی شرحوں میں بخاری کی معلق احادیث کا متصل ہونا ثابت ہے اور بالفرض اگر اس کی کسی حدیث معلق کا متصل ہونا پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکے اور معارض ہو حدیث صحیح کے تو اس کو بھی لائق عمل نہ سمجھا جائے گا۔

دوم: یہ روایت موقوف ہے حضرت علی پر اور روایت موقوف قابل حجت نہیں ہوتی اس کا بیان مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکا ہے۔

خریدار اگر مفلس ہو جائے تو.....؟

مسئلہ نمبر ۹۱

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ أَفْلَسَ عِنْدَهُ مَتَاعٌ لِرُجُلٍ بَعِيْهِ اِتِّبَاعُهُ مِنْهُ فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ اُسُوَّةٌ لِلْغُرَمَاءِ فِيْهِ۔^(۲) ”یعنی ایک شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ چیز ہے جو اس نے خرید کی تو اس کا بائع اور قرض خواہوں کے ساتھ اس میں مساوی ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَبِيٌّ لَمْ يَكُنْ يَخْشَى الْفَقْرَ

(۱) نخبة الفکر کی شرح نزہة النظر ص-۵۲

(۲) ہدایۃ کتاب الحجر باب الحجر بسبب الدین ج-۳ ص-۳۷۱ شرح وقایہ کنز الدقائق رد المختار شرح در المختار و فتاویٰ عالمگیری۔

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ
رَجُلٍ قَدْ أَفْلَسَ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ
بِهِ مِنْ غَيْرِهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ^(۱)
کہ جس شخص نے کسی مفلس مرد یا مفلس آدمی کے پاس اپنا مال یا اپنی
کوئی چیز بعینہ پائی تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت وہ اپنے مال کا
زیادہ حقدار ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس نے اپنا مال کسی کے ہاتھ بیچا اور مول لینے والا مفلس اور قرض دار ہو گیا قیمت نہیں دے سکتا تو وہ اپنے مال کو اگر
ہو بہو پائے تو لے لے اور بیچ کو باطل کر دے۔ دوسرے قرض خواہوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔

ترمذی نے کہا کہ اس باب میں سمرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایتیں آئی ہیں۔ ^(۲) اور امام شعرانی نے میزان
شعرانی میں کہا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو اس کے قائل نہیں ہیں سو اس باب میں ان کی تالیس مردود اور ضعیف ہیں اور جو اس باب میں حضرت علی
رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند لیتے ہیں، سو وہ ثابت نہیں، انتہی۔ ^(۳)

مدعی کی قسم کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَا تَرُدُّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعِي۔ ^(۴) ”یعنی مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی۔“ یہ مذہب امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ۔ (زَوَاهِ
مُسْلِمٍ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ) ^(۵)
روایت ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ بے شک رسول اللہ
ﷺ نے قسم اور گواہ پر فیصلہ کیا۔ (اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی
نے روایت کیا اور کہا اس کی اسناد جید ہے)

(۲) عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ قَالَ
وَقَضَى بِهَا عَلَيَّ فَيُكْمُ۔ (زَوَاهِ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ
هَذَا أَصَحُّ) ^(۶)
روایت ہے جعفر بن محمد سے اس نے نقل کی اپنے باپ سے کہ تحقیق
نبی ﷺ نے قسم اور گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا۔ راوی نے کہا اور اسی کے
مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمہارے درمیان فیصلہ کیا۔ (اسے ترمذی
نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ ^(۷) نے کہا کہ اس باب کی احادیث سے جماعت اصحاب اور تابعین نے دلیل پکڑی اور جو

(۱) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارع باب من ادرك ما باع عند المشتري وقد افلس..... ج-۱۰ ص-۳۹۵ حدیث-۳۹۶۳

(۲) جامع ترمذی ابواب البيوع باب ما جاء اذا افلس للرجل غريم فيجد عنده متاعه۔

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساقاۃ والمزارع باب من ادرك ما باع عند المشتري ج-۱۰ ص-۳۹۶ شرح حدیث-۳۹۶۳

(۴) ہدایہ جلد دوم ص-۳۰۳ و شرح وقایہ۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الاقضية باب القضاء باليمين والشاهد ج-۱۲ ص-۲۳۰ حدیث-۳۳۴۷ و صحیح سنن ابی داؤد کتاب الاقضية

باب القضاء باليمين والشاهد وبلوغ المرام کتاب القضاء باب الشهادات ص-۳۲۰ حدیث-۱۳۰۷

(۶) جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاء في اليمين مع الشاهد۔

(۷) نيل الاوطار کتاب الاقضية والاحکام باب الحكم بالشاهد واليمين ج-۸ ص-۲۹۵

لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم مدعی کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اس کو صاحب البحر نے امیرالمومنین علیؑ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، ابی بن عباس رضی اللہ عنہم، عمر بن عبدالعزیزؓ، شریحؓ، شعبیؓ، ربیعہؓ، قتملہ مدینہؓ، ناصر ہلویہؓ، مالک اور شافعی سے نقل کیا۔

مسئلہ نمبر ۹۳ جو ذمی جزئیہ نہ دے یا رسول اللہ ﷺ کو گلی دے یا

مسلمان کو قتل کرے، اس کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مَنْ امْتَنَعَ مِنَ الْجَزْيَةِ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا أَوْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ زَنَى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهُ^(۱) ”جو ذمی جزئیہ ادا نہ کرے یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا نبی ﷺ کو گلی دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو ان امور سے اس کا ذمی ہونے کا عہد نہیں ٹوٹتا۔“

ردالمحتار، شرح درالمختار میں ہے: وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالُوا لَا يَنْقُضُ الْعَهْدُ بِسَبِّ وَلَا يَقْتُلُ النَّبِيَّ ﷺ بِذَلِكَ^(۲) ”ہم ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب (یعنی ابو یوسف و محمد) کہتے ہیں کہ ذمی کا عہد نبی ﷺ کو گلی دینے سے نہیں ٹوٹتا اور نہ اسے اس وجہ سے قتل ہی کیا جائے گا“ انتہی۔ ”امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردان رشید ابو یوسف و محمد نے اس مسئلہ میں ان دو صریح احادیث کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے:

(۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَسْتُكِنُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ فَأَبْطَلَ النَّبِيُّ ﷺ دَمَهَا^(۳) سیدنا علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نبی ﷺ کو گلیاں بکتی تھی اور آپ کو مطعون کرتی رہتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ مر گئی تو نبی ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔ ☆

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمٌّ وَلَدَ تَسْتُكِنُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْزَحُ فَلَمَّا كَانَ ذَلِكَ لَيْلَةً أَخَذَ الْمِقْوَلُ فَجَعَلَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَلَبَعَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَلَا أَشْهَدُوا أَنَّ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَوْ دُفِنَتْ تَحْتَ الْوُحْشِ لَوَجَدْنَا فِي بَطْنِهَا كَبِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

(۱) ہدایہ کتاب السیر باب الجزیۃ جلد دوم، ص ۵۹۸، شرح و فایہ و کنز الدقائق۔
(۲) رد المختار۔

(۳) ابوداؤد کتاب الحلود باب الحكم فممن سب النبي ﷺ ص ۳۵۷، حدیث ۳۴۳۲ (حدیث ضعیف)
☆ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر یہ مسئلہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جو کہ اگلی حدیث میں بھی ہے۔ ابوداؤد میں اسی مفہوم کی ابوہریرہ سے صحیح روایت بھی مذکور ہے مزید تفصیل کیلئے الصارم المسلول لابن تیمیہ ملاحظہ ہو۔

(١) دَمَهَا هَدَرٌ -

آپ نے فرمایا لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون بیکار گید۔

فائدہ: ابن حجر نے بلوغ الحرام میں کہا کہ اس حدیث کے معتبر راوی ہیں اور یہ دونوں احادیث دلیل ہیں اس پر کہ ذی جب نبی ﷺ کو برا کئے تو وہ اپنے عہد و ذمہ کو توڑ دیتا ہے۔ پس وہ حرلی اور مباح الدم ہے۔

مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے یہ (دونوں احادیث) دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ نبی ﷺ کو گلی دینے والا شرعی حد کے ساتھ قتل قتل ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے (یعنی اس کو قتل کرنا گناہ نہیں) اور اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا آپ کو گلی دینا اس کا مرتد ہونا ہے۔ اگر اس نے توبہ نہیں کی ہے تو قتل کیا جائے۔^(۲) ابن بطل اور ابن منذر نے کہا کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو گلی دے اس کا قتل کرنا واجب ہے اور یہی بات ابو زاعی، لیث، شافعی، احمد اور اسحاق سے حکایت کی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کرنا چاہیے اور اگر وہ ذمی ہے تو بھی قتل کیا جائے، انتھی۔

شیخ ابن ہمام حنفی بھی اس کا قائل ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ اگر ذی جزیہ دینے والا ازراہ تمرد اور شرارت رسول اللہ ﷺ کو گولی دے تو اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور وہ قتل قتل ہو گا کیونکہ ذی سے جزیہ حقیر سمجھ کر لیا جاتا ہے اور جب وہ ہمارے نبی ﷺ کو برا کہنے لگے تو گویا ہم اس سے عاجز ہوئے، انتہی۔

حرام اُجرت کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۴

چلبی حاشیہ شرح وقایہ میں محیط سے نقل کر کے لکھا ہے: اَنَّ مَا أَخَذَتْهُ الزَّانِيَةُ إِنْ كَانَ بِعَقْدِ الْإِجَارَةِ فَحَلَالٌ عِنْدَ الْأَعْظَمِ لِأَنَّ أَجْرَ الْمُثْلِ طَيِّبٌ وَإِنْ كَانَ السَّبَبُ حَرَامًا (۳) ”اگر کوئی زانیہ (زنا کے بدلے) مقرر کردہ اجرت لے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حلال ہے اس لیے کہ مثل کی مزدوری لینا پاکیزہ ہے اگرچہ اس کا سبب حرام ہی ہو۔“

اسی سبب سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شخص خرچہ دے کر کسی عورت سے زنا کرے اس پر حد واجب نہیں۔ چنانچہ فتویٰ قاضی خاں اور کتزلہ قاتق میں لکھا ہے: وَلَوْ اسْتَاَجَرَ امْرَاَةً لِزَوْنِیْ بِهَا فَرَزْنِیْ بِهَا لَا یُحْدُ فِیْ قَوْلِ ابْنِ حَنِیْفَةَ ^(۴) ”اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کرنے کے لیے اجرت پر حاصل کرے پھر اس کے ساتھ زنا کرے تو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔“ ☆ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے میں حسب ذیل چار احادیث کے خلاف بت کی ہے۔

(۱) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَوَايَتٌ هِيَ أَلِیْ مَسْعُودِ الْاَنْصَارِیِّ بِمُسْنَدِهِ مِنْهُ أَنَّكَ تَحْقِيقَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الخلود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ ج ۲ ص ۳۳۰ حدیث ۴۳۸ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(۲) مسک الختام۔

(۳) شرح وقایہ چلیی۔

(۴) درمختار ص- ۲۵۶، کنزالدقائق ص- ۶۸، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

☆ ہم کہتے ہیں فقہ حنفی نے میل تک بس نہیں کی بلکہ اس سے بھی چار ہاتھ آگے تک گئے ہیں۔ یہ بھی حنفی مذہب کی مشہور کتب کا مسئلہ ہے کہ زانی عورت توبہ کرے نہ کرے، رضی کی کمانی جائز ہے۔ (فتاویٰ شامی، ردالمحتار ج ۵، ص ۲۸) یعنی زنا کاری کا اڈا کھول کر کمانی کرے، اس کی یہ کمانی جائز ہے۔ پھر میل بھی بس نہیں کی اس کے علاوہ بھی حرام کمانی حاصل کرنے کے لیے جواز پیدا کیے مولانا جو ناگزہی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتب ”سیف محمدی“ کے ص ۱۹۹ پر لکھتے ہیں: (باقی اگلے صفحے پر)

عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ كَتَمَ كَيْ قِيمَتِ زَانِيَةٍ كِ اجْرَتِ اور كاھنِ كے معلوضہ (قبول كرنے) سے وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَخُلُوانِ النِّكَاحِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۱) منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

دوسری حدیث صحیح ابن حبان (فتح القدیر) میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زانیہ کی اجرت، کتے کی قیمت اور بچنے لگانے والے کی کملی منجملہ حرام ہے۔ (۲)

(۳) عَنْ زَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَمَنِ الْكَلْبِ خَيْبٌ وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَيْبٌ وَكَسْبُ الْحِجَامِ خَيْبٌ - (۳) روایت ہے زافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتے کی قیمت ٹپاک ہے، زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور بچنے لگانے والے کی کملی بھی حرام ہے۔

(۴) عَنْ أَبِي جَحِيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدِّمِّ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ - (۴) روایت ہے ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے خون اور کتے کی قیمت اور زانیہ لونڈی کی اجرت زنا (وصول کرنے کی) ممانعت فرمادی۔

فائدہ: مجمع البحار میں لکھا ہے کہ خبیث سے مراد حرام ہونا ہے کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت کا اس لیے کہ کتا پلید ہے اور زنا حرام ہے اور اس کا بدلہ دینا اور لینا حرام ہے۔ (۵)

زرقلی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ (۶)

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم (۷) میں لکھا ہے کہ کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور اس پر تمام مسلمانوں

گذشتہ سے پیوستہ گانے کی اجرت بغیر شرط کے مباح ہے، بلکہ بجا کر مزدوری بغیر ٹھہرائے لے لے، شراب کا پیا اٹھا کر مزدوری لے، خفی مذہب کی کملی: گانے کی اجرت لے لے، اسی طرح گنہ کے تمام کاموں پر بغیر شرط کے اجرت لینی جائز ہے۔ بلکہ بیچنے جائز ہیں جیسے مزامیر، طبلہ، دف وغیرہ۔ نشہ کی چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے، شراب بنانے والوں کے ہاتھ شیرہ انگو بیچنا جائز ہے، گر جاگھر بنانے کے لیے عیسائیوں کے ہاتھ زمین بیچنی جائز ہے، مندر بنانے کے لیے بھی اور دوسرے گنہ کے کاموں کے لیے بھی۔ حبلی کافر کامل سود سے لے لے، خیانت سے لے لے، قرض لے کر کر جائے، شراب بیچ کر لے لے، زنا کاری کا اڈا کھول کر مل حاصل کر لے، بت بیچ کر لے لے، غرض جس طرح بھی بن پڑے لے لے، یہ حلال اور طیب ہے۔ کتے کو ذبح کر کے اس کا گوشت بیچ ڈالے، کتے کی خرید و فروخت کر لے، صحیح ہے شراب کی تجارت کرے تو صحیح ہے، رنڈی اپنی زنا کاری کی اجرت لے لے تو حلال ہے۔ دعوت کی جگہ اگرچہ کھیل تماشے لہو لعب گانا بجانا ہو تو کوئی حرج نہیں، خوب دعوت اڑائے اور کھائے پئے۔ (گذشتہ حاشیہ ختم ہوا)

(۱) صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰ ص-۲۷۵، حدیث-۳۹۸۵، ومشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب

الحلال ج-۲ ص-۸۳۲، حدیث-۲۷۱۳

(۲) فتح القدیر-

(۳) صحیح مسلم کتاب المساقاة باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰ ص-۲۷۱، حدیث-۳۹۸۸

(۴) صحیح بخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب ج-۳ ص-۲۲۱، حدیث-۲۲۳۸

(۵) مجمع البحار-

(۶) زرقلانی-

(۷) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساقاة باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰ ص-۲۷۵، شرح حدیث-۳۹۸۵

کا اتفاق ہے۔ اور ترمذی^(۱) نے کہا کہ اس باب میں حضرت عمرؓ ابن مسعودؓ، جابرؓ ابی ہریرہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے بھی روایات آئی ہیں، انتہی۔

اب رہا کہن کی اجرت اور سیبکی کھینچنے والے کی کمائی کا مسئلہ اس کا بیان بلاغ المبين کی دوسری جلد میں کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

زراعت کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۵

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ الْمَزَارَعَةُ بِالْثُلُثِ وَالزُّبُعُ بِاطْلَافِ^(۲) ”ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مزارعت تہلی اور چوتہلی کے بدلے میں باطل ہے۔“

فائدہ: یعنی اگر کوئی شخص اپنی زمین اس غرض سے کسی کو دے کہ وہ اس میں کاشت کرے اور مالک اس سے اپنا حصہ مقرر کر لے تو جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول اس مسئلے میں ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَفَعَ إِلَى يَهُودٍ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلَى أَنْ يُعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ شَطْرُ نَخْرَهَا۔^(۳)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر کے کھجوروں کے درخت اور زمین یہود کو دے دی اس شرط پر کہ وہ اپنے اموال صرف کر کے کام کریں اور پھلوں کا نصف حصہ آپ کو دیں۔

(۲) وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَعْمَلُوهَا وَيَرْزَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔^(۴)

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے باغات اور زمین یہود کو دے دیں اس شرط پر کہ وہ عمل باغبانی اور کاشتکاری کریں اور کل پیداوار کا نصف حصہ آپ کو ادا کیا کریں۔

نووی نے شرح صحیح مسلم^(۵) میں کہا کہ ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف، محمد اور باقی علماء کوفہ اور فقہاء محدثین اور احمد، ابن خزیمہ اور ابن شریح اور دوسروں نے کہا کہ کسی سے حصہ مقرر کر کے خواہ کوئی کسی کو فقط درخت دے خواہ فقط زمین ہی دے خواہ درخت بھی اور زمین بھی یعنی دونوں چیزیں دے دے جائز ہے اس لیے کہ ظاہر سے بھی یہی ثابت ہے اور یہی بہتر ہے اور اس کے جواز کے باب میں ابن خزیمہ نے ایک کتاب تیار کی ہے اور جو احادیث اس کی ممانعت میں مروی ہیں ان کا جواب اس نے اس میں دے دیا ہے۔

(۱) جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی ثمن الکلب۔

(۲) ہدایہ کتاب المزارعہ جلد ۳، ص ۲۲۲، شرح وقایہ، کنز الدقائق، رد المختار وفتاویٰ عالمگیری۔

(۳) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب المساقاۃ والمعاملة ج ۱۰، ص ۲۵۹، حدیث ۳۹۳۳۔

(۴) صحیح بخاری کتاب الحرث والمزارعہ باب المزارعہ مع الیہود ج ۵، ص ۱۵، حدیث ۲۳۳۱۔

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساقاۃ باب المساقاۃ والمعاملة ج ۱۰، ص ۲۵۵، شرح حدیث ۳۹۳۳، ۳۹۳۹۔

نذر کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۶

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **إِذَا خَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنَّتْ فِي حَالِ كُفْرِهِ أَوْ بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَلَا حَنْتَ عَلَيْهِ** ^(۱) ”یعنی جب کافر قسم کھا کر خواہ حالت کفر میں یا خواہ اسلام لا کر توڑ دے تو اس پر کوئی گنہ نہیں یعنی اس کا وفا کرنا اس پر لازم نہیں۔“

طیبی نے کہا کہ اس کی نذر صحیح نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا فائدہ:

مسئلہ اس مسئلے میں ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) **عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ وَأَوْفِ بِنَذْرِكَ** (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ^(۲)

(۲) **عَنْ قَابِطِ بْنِ الصِّحَاكِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَسَّاهُ فَقَالَ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثْنٌ يَعْبُدُ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيهَا عَيْنٌ مِنْ أَغْيَادِهِمْ فَقَالَ لَا فَقَالَ أَوْفِ نَذْرَكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرِ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِي قَطِيعَةِ رَجِمٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ** (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّطَبُّرَانِيُّ وَهُوَ صَحِيحٌ الْإِسْنَادُ وَلَهُ شَاهِدٌ مِنْ حَدِيثِ كَزْدَمٍ عِنْدَ أَحْمَدَ) ^(۳)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ سے استفسار کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا (اب اسے پورا کروں یا نہ کروں) آپ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کر۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

طہرت بن ضحاکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ قربان کرے گا چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا (آیا نذر پوری کرے یا نہ) اس پر آپ نے فرمایا ”کیا وہاں کسی بت کی پرستش کی جاتی ہے؟“ متفسر نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ”کیا وہاں کفار کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا ہے؟“ اس نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر کیونکہ صرف وہی نذر پوری نہیں کی جاتی جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہو یا جس سے قطع تعلق لازم آتا ہو (ایسا تعلق کہ جس کے جوڑنے کا حکم دیا گیا ہو) یا جو آدمی کے دائرہ اختیار سے باہر ہو۔ (ابوداؤد، طبرانی، اس کی اسناد صحیح ہے اور امام احمد کے ہل حدیث کرم کی صورت میں اس کا ایک شہید بھی ملتا ہے)

(۳) **عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ كَزْدَمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ أَبَاهَا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ بَيَّوَانَةَ فَقَالَ أَيُّهَا وَثْنٌ أَوْ طَاغِيَةٌ قَالَ لَا قَالَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ**

روایت ہے میمونہ بنت کزدم رضی اللہ عنہا سے کہ ان کے باپ نے نبی ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ تحقیق میں نے نذر مانی تھی کہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ کی قربانی دوں گا (اب کیا اس نذر کو پورا کروں یا نہ) آپ نے فرمایا ”کیا وہاں کوئی بت یا اللہ کی سرکشی پر آملاہ کرنے والی کوئی چیز

(۱) ہدایہ کتاب الایمان باب ما یكون بمعنا وما لا یكون بمعنا ج ۲ ص ۲۸۲ شرح وقایہ کنز الدقائق وفتاویٰ عالمگیری۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الایمان باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ج ۱ ص ۱۲۶ حدیث ۳۲۶۸ و مشکوٰۃ کتاب الصوم باب

الاعتکاف ج ۱ ص ۳۸ حدیث ۲۱۰

(۳) بلوغ المرام کتاب الایمان والنذور ص ۳۱۳ حدیث ۱۳۷۹۱۳۷۸

ہے؟“ اس نے جواب دیا ”نہیں“ اس پر آپ نے فرمایا تو پھر اپنی نذر پوری کر۔ (احمد ابن ماجہ۔ اس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں جیسے ہیں)

زیچہ کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۷

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: مَنْ نَحَرَ نَاقَةً أَوْ ذَبَحَ بَقَرَةً فَوَجَدَ فِي بَطْنِهَا جَبِيثًا مَيِّتًا لَمْ يَزُكَلْ أَشْعَرُ أَوْ لَمْ يُشَعِّرْ۔^(۲) ”یعنی اگر کوئی شخص اونٹنی یا گائے کو ذبح کرے اس کے پیٹ میں سے مرا ہوا بچہ نکلے تو اسے نہ کھائے، خواہ اس کے بل ہوں خواہ نہ ہوں۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں زفر اور حسن بن زیاد کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کا مسلک اس مسئلے میں اس حدیث کے خلاف ہے۔

روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پیٹ کا بچہ بھی فزع ہو جاتا ہے، مل کے فزع ہونے کے ساتھ۔ (اسے امام احمد نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے)

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۴) نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان اور ابن دقیق العید نے صحیح کہا اور ترمذی نے اس کو حسن کہا اور حاکم نے کہا کہ اس باب میں حضرت علی، ابن مسعود، ابی ایوب، براء، ابن عمر، ابن عباس اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں آئی ہیں اور تلخیص میں (یعنی ابن حجر نے) اس میں یہ اضافہ کیا کہ جابر، ابی امامہ، ابی الدرداء اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں آئی ہیں اور جس طریقہ کے ساتھ احمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں کوئی بھی ضعیف راوی نہیں ہے اور ماں کو ذبح کرنا ہی بچے کا ذبح شمار ہو گا۔ یہ مذہب ہے ثوری اور شافعی کا اور حسن بن زیاد اور ابو یوسف اور محمد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کا اور یہی مذہب ہے مالک کا لیکن ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اگر بچے کے بال نکلے ہوئے ہیں تو حلال ہے ورنہ نہیں اور مالک کی دلیل یہ حدیث ہے جو موطا امام مالک (۵) میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب اونٹنی کو نحر کیا جائے تو اس کے پیٹ کا بچہ بھی نحر ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس بچے کے تمام اعضا پورے ہو گئے ہوں اور بال نکل آئے ہوں اور موطا امام مالک (۶) میں ہی سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ آپ کہتے تھے کہ پیٹ کے بچے کی ذکاۃ (ذبح کرنا) اس کی ماں کی ذکاۃ کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ بچہ پورا ہو گیا ہو اور اس کے بال نکل آئے ہوں۔

(١) سنن ابن ماجه ابواب الكفارات باب الوفاء بالنذر والروضة الندية كتاب النذر باب يلزم المشرک الوفاء اذا نذر ج ٢ ص ٣٤٥

(۲) ہدایہ کتاب البیائح جلد-۳، ص-۳۳۰، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

(۳) بلوغ المرام كتاب الاطعمة باب الصيد والذبائح ص- ۴۳۳، حديث- ۱۳۳۳

(٣) فيل الاوطار كتاب الاطعمة والصيد والذبائح باب ذكاة الجنين بذكاة أمه ج- ٨، ص- ١٥٠.

(۵) موطا امام مالک کتاب الزکاة باب ذکاة ما فی بطن الذبیحة۔

(٢) موطا امام مالک کتاب الزکاة باب ذکاة ما فی بطن الذبیحة۔

جواب: ان دو احادیث کا یہ ہے کہ یہ دونوں صحابہ کے قول ہیں مرفوع احادیث نہیں ہیں اور صحابی کا قول حدیث مرفوع کے مقابلے میں قابل حجت نہیں ہوتا۔ اس کے دلائل مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔

گھوڑے کے گوشت کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ۔^(۱) ”گھوڑے کا گوشت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے اور وہی قول ہے مالک کا۔“ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں ان دو احادیث کا خلاف کیا ہے:

(۱) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى يَوْمَ الْخَيْبِ عَنْ لَحْمِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَأَذِنَ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)^(۲) جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا البتہ گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دے دی۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

(۲) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)^(۳) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم نے ایک گھوڑا ذبح کیا اور اسے کھلیا۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

فائدہ: نووی نے شرح صحیح مسلم^(۴) میں کہا ہے کہ شافعی اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے کہ گھوڑے کا گوشت مباح ہے مکروہ نہیں۔ عبد اللہ بن زبیر، فضالہ بن عبید، انس بن مالک، اسماء بنت ابی بکر، سوید بن غفلہ، علقمہ، اسود، عطا، شریح، سعید بن جبیر، حسن بصری، ابراہیم نخعی، حماد بن سلیمان، احمد، اسحاق، ابو یوسف، محمد، داؤد اور جمہور محدثین وغیرہ اس کے قائل ہیں۔ البتہ اس کو ایک طائفہ نے جس میں ابن عباس، حکم، مالک، ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں اس کو مکروہ جانا ہے۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا کھانا حرام نہیں لیکن جو کھائے وہ گنہگار ہے، انتہی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جو مکروہ ہے، اس باب میں ان کے مقلد یہ دلائل پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل — اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْخَيْلَ وَالْبُغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً (النحل-۸) ”اور گھوڑے اور خچر اس کے لیے ہیں کہ تم ان پر سواری اور اظہار زینت کرو۔“

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ گھوڑا سوار ہونے اور اظہار زینت کے لیے بنایا گیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کا کھانا بھی مکروہ ہے اور اگر کھانا اس کا مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ

قرآن کے خلاف اس کے کھانے کا لوگوں کو کبھی ارشاد نہ فرماتے۔

(۱) ہدایہ کتاب الذبائح جلد-۳، ص-۳۳۱، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ردالمختار، فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب فی اکل لحوم الخیل ج-۱۳، ص-۹۵، حدیث-۳۹۹۷، ومشکوٰۃ کتاب الصيد والذبائح باب ما یحل اكله وما یحرم ج-۲، ص-۱۱۹۲، حدیث-۳۱۰۷

(۳) صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب فی اکل لحوم الخیل ج-۱۳، ص-۹۷، حدیث-۳۹۹۹، ونیل الاوطار کتاب الاطعمه والصيد والذبائح باب ما یباح من الحيوان الانسی ج-۸، ص-۱۱۵

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصيد والذبائح باب فی اکل لحوم الخیل ج-۱۳، ص-۹۶، شرح حدیث-۳۹۹۷، ۵۰۰۰

دوسری دلیل — ابو داؤد اور نسائی میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔^(۱)

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ نووی نے شرح صحیح مسلم^(۲) میں کہا ہے کہ علمائے حدیث کے ائمہ وغیرہ نے اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ دار قطنی اور بیہقی نے موسیٰ بن ہارون، حمال حافظ سے روایت کیا، اس نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کی اسناد میں جو صالح بن یحییٰ ہے وہ بھی اور اس کا باپ بھی معروف نہیں اور بخاری نے کہا کہ اس حدیث میں نظر ہے اور بیہقی نے کہا اس کی اسناد مضطرب ہے اور خطابی نے (بھی) کہا کہ اس کی اسناد میں نظر ہے اور صالح بن یحییٰ کا سماع اپنے باپ سے اور اس کا اپنے دادا سے معلوم و معروف نہیں اور ابو داؤد نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ نسائی نے کہا کہ گھوڑے کا گوشت مباح ہونے والی حدیث بہت صحیح ہے اور خالد کی حدیث (یعنی گھوڑے کا گوشت منع ہونے کے) اگر صحیح بھی ہو تو بھی اس کے منسوخ ہونے کا شبہ پڑتا ہے، انتہی۔

ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا کہ صالح بن یحییٰ بن مقدم بن معدی کربندی شامی (یعنی جو گھوڑے کا گوشت منع ہونے کی حدیث کے راویوں میں سے ہے) لین ہے اور چھٹے طبقے میں سے ہے۔^(۳)

مسئلہ نمبر ۹۹ مُردہ مچھلی جو سطح آب پر آگئی ہو، اُسے کھانے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: يَكْرَهُ اَكْلُ الظَّالِمِي مَنْدُ^(۴) ”یعنی جو مچھلی کہ خود بخود مر کر اٹھی ہو جائے اس کا کھانا مکروہ ہے۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْبَحْرِ هُوَ الظَّهْوُزُ مَاءُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَاحْمَدُ)^(۵)

(۱) مشکوٰۃ باب ما يحل اكله وما يحرم وضعيف ابو داؤد للالباني كتاب الاطعمة باب في اكل لحوم الخيل ص- ۳۰۳ حدیث- ۳۷۹۰ وابن ماجه حدیث- ۳۱۸۸

(۲) صحيح مسلم كتاب الصيد والذبائح باب اباحة اكل لحم الخيل ج- ۱۳ ص- ۹۶ شرح حدیث- ۳۹۹۷ ۵۰۰۰

(۳) تقريب التهذيب-

(۴) هداية كتاب الذبائح ج- ۳ ص- ۳۳۲ شرح وقايع كنز الدقائق ردالمختار فتاوى عالمگیری وفتاوى قاضى خان-

(۵) صحيح ابو داؤد كتاب الطهارة باب الوضوء بماء البحر ج- ۱ ص- ۳۳ حدیث- ۸۳ (صحيح) وبلوغ المرام كتاب الطهارة باب

المياه ص- ۹ حدیث- ۱

فائدہ: امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے کہا کہ اس حدیث کو ابن منذر، ابن مندہ اور بغوی نے صحیح کہا ہے۔ بغوی نے کہا کہ اس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے۔ ابن اثیر نے شرح مسند میں کہا کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے۔ اس کو اماموں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس سے دلیل پکڑی ہے۔ نیز اس کے راوی معتبر ہیں۔ ابن الملقن نے البدیع النیر میں کہا کہ یہ حدیث صحیح اور بزرگ ہے۔

نیز امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) نے کہا کہ مذہب جمہور علما کا یہی ہے کہ مردہ دریا کا خواہ خود بخود مر جائے خواہ شکار کیا جائے یکسل ہے لیکن حنفیہ، ہادی، قاسم، امام یحییٰ اور متوید بلند نے ایک قول میں کہا کہ جب تک اس کو کوئی آدمی نہ مارے یا پانی اس کو نہ پھینک دے یا اس کو پانی چھوڑ کر نہ چلا جائے تب تک حلال نہیں اور جو مچھلی خود بخود مر جائے یا اس کو کوئی حیوان مار ڈالے وہ حلال نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ دو احادیث ہیں۔

پہلی حدیث ابوداؤد (۳) میں روایت ہے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز کہ پھینک دے اس کو دریا یا جس کو پانی چھوڑ کر چلا جائے پس کھاؤ اس کو اور جو مر جائے اس میں اور سطح آب پر ابھر آئے، پس نہ کھاؤ اس کو۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۴) نے کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں یحییٰ بن سلیم ایک راوی ہے جو ہے تو سچا لیکن اس کا حافظہ برا ہے۔ نسائی نے کہا وہ قوی نہیں اور یعقوب نے کہا جب وہ اپنی کتاب سے حدیث بیان کرے تو اس کی حدیث حسن ہے اور جب وہ حدیث زبانی بیان کرے حدیث اس کی ٹھیک بھی سمجھی جائے گی اور اس کا انکار بھی کیا جائے گا۔ ابوحاتم نے کہا وہ حافظ نہ تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ معتبر راویوں میں سے تو تھا لیکن خطا کرتا تھا اور حدیث کے مرفوع کرنے پر حرص کرتا تھا۔ ابن حجر نے کہا کہ یہ حدیث مرفوع تو نہیں لیکن موقوف صحیح ہے اور اس کے معارض ہے قول ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کا جن کے نام اوپر مذکور ہوئے۔

تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن سلیم طائفی نزیل مکہ سچا ہے بڑے حفظ والا تائیس طبقہ میں سے، انتہی۔ (۵)
دوسری حدیث دارقطنی نے روایت کی ہے ابی احمد زہیری سے، اس نے ثوری سے مرفوع۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۶) نے کہا کہ دارقطنی نے کہا مخالف ہوا ہے اس کے کعب وغیرہ۔ پس ان سب نے اس حدیث کو ثوری پر موقوف کیا اور صواب بھی ہے یعنی ٹھیک بات یہی ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں موقوف ہے اور موقوف روایت صحیح اور مرفوع حدیث کے مقابلے میں قابل حجت نہیں ہوتی۔

(۱) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب طہورۃ ماء البحر وغیرہ ج-۱ ص-۲۵

(۲) نیل الاوطار کتاب الاطعمۃ والصيد والذبائح باب ماجاء فی السمک والجراد وحيوان البحر ج-۸ ص-۱۵۳

(۳) ضعیف ابوداؤد للالبانی کتاب الاطعمۃ باب فی اکل الطافی من السمک ص-۳۰۱ حدیث-۳۸۱۵ وابن ماجہ حدیث-۲۲۳۷

(۴) نیل الاوطار کتاب الاطعمۃ والصيد والذبائح باب ماجاء فی السمک والجراد وغیرہ ج-۸ ص-۱۵۳

(۵) تقریب التہذیب۔

(۶) نیل الاوطار کتاب الاطعمۃ والصيد والذبائح باب ماجاء فی السمک والجراد وغیرہ ج-۸ ص-۱۵۵

تیرہواں مغالطہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے۔۔۔ اس کا جواب

ایک مغالطہ جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین حدیث پر چلنے والوں کو دیتے ہیں یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سوائے جماعت صحابہ کے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کیا ہے اور ان کی مسند کی روایت پانچ سو آدمیوں نے ان سے کی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے۔ اس بات کو شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے شرح سفرالعلات میں نقل کیا ہے۔^(۱)

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ تو شیخ عبدالحق وغیرہ حنفیہ کی خانہ ساز باتیں ہیں ان کو بجز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے معتصب مقلدوں کے کوئی نہیں مانتا۔ بلکہ بعض حق گو حنفیہ بھی ایسی باتوں کے قائل نہیں اور ان کو اپنے حنفی بھائیوں کی ایجاد سمجھتے ہیں۔ دیکھو صحابہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سماع ثابت ہونے سے علماء محققین نے انکار کر دیا ہے اور اس کا رد لکھ دیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے شرح نخبۃ الفکر میں کہا: «عَنِ السَّخَاوِيِّ أَنَّ الْمُعْتَمِدَ أَنَّهُ لَا رِوَايَةَ لِلْإِمَامِ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ لِصِغَرِهِ فِي زَمَنِ إِذْ رَأَاهُ»^(۲) «سخاوی سے مروی ہے کہ بیشک قابل اعتماد بات یہی ہے کہ امام کسی صحابی سے روایت نہیں کر سکے کیونکہ جس زمانے میں آپ نے انہیں پایا اس وقت آپ بالکل نو عمر تھے۔»

امام نووی شارح صحیح مسلم نے تہذیب الاسماء میں کہا ہے :

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو إِسْحَاقَ فِي الطَّبَقَاتِ هُوَ الثُّعْمَانُ
بْنُ ثَابِتِ بْنِ زَوْطَى بْنِ مَاهٍ مَوْلَى تَيْمِ اللَّهِ بْنِ فَعْلَبَةَ
وُلِدَ سَنَةَ ثَمَانِينَ مِنَ الْهَجْرَةِ وَتَوَفَّى بِبَغْدَادَ سَنَةَ
خَمْسِينَ وَمِائَةٍ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ سَنَةً أَخَذَ الْفَقْهَ
مِنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ فَكَانَ فِي زَمَانِهِ أَرْبَعَةٌ
مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
أَوْفَى وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَأَبُو الطُّفَيْلِ وَلَمْ يَأْخُذْ
عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ^(۳)

شیخ ابن طاہر حنفی نے تذکرہ موضوعات میں کہا :

وَكَانَ فِي أَيَّامِ أَبِي حَنِيفَةَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں چار صحابہ بقید حیات تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(۳) معیار الحق باب اول، ص-۱۵

(۱) شرح سفر السعادت

(۲) معیار الحق باب اول، ص-۱۳

آنس بن مالک بالبصرة وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
أَوْفَى بِالْكُوفَةِ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ
بِالْمَدِينَةِ وَأَبُو طَفِيلٍ عَامِرُ بْنُ وَائِلَةَ بِمَكَّةَ وَلَمْ
يَلْقَ وَاحِدًا مِنْهُمْ وَلَا أَخَذَ عَنْهُ وَأَصْحَابُهُ
يَقُولُونَ إِنَّهُ لَقِيَ جَمَاعَةً مِنَ الصَّحَابَةِ وَرَوَى
عَنْهُمْ وَلَمْ يَنْبُتْ ذَلِكَ عِنْدَ أَهْلِ الثَّقَلِ-^(۱)

بصرہ میں، عبداللہ بن ابی اوفیؓ کوفہ میں، سہل بن سعد سلمیؓ مدینہ میں اور ابو طفیل عامر بن وائلہؓ مکہ میں۔ لیکن ابو حنیفہؓ ان میں سے کسی ایک سے بھی نہ ملے نہ کچھ حاصل کیا۔ تاہم ان کے متبعین کہتے ہیں کہ وہ صحابہ کی جماعت سے ملے اور ان سے روایت کی، لیکن یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثابت نہیں۔

قاضی علامہ شمس الدین ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بھی حفظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام ابو حنیفہؓ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ تقریب التہذیب میں لکھا ہے :

الْعَمَّانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوفِيُّ أَبُو حَنِيفَةَ الْإِمَامُ
يُقَالُ أَصْلُهُ مِنْ فَارِسٍ وَيُقَالُ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ
فَقِيهٌ مَشْهُورٌ مِنَ السَّادِسَةِ-^(۲)

نعمان بن ثابت کوئی یعنی امام ابو حنیفہؓ کہا جاتا ہے کہ آپ فارسی الاصل ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بنی تیم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ چھٹے طبقے سے تعلق رکھنے والے مشہور فقیہ ہیں۔

چھٹے طبقے کے بارے میں خود ابن حجر مقدمہ کتب مذکور میں فرماتے ہیں : السَّادِسَةُ طَبَقَةٌ عَاصِرُوا الْخَامِسَةَ لَكِنْ لَمْ يَنْبُتْ لَهُمْ لِقَاءُ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ كَأَبِي جُرَيْجٍ-^(۳) ”یعنی چھٹا طبقہ پانچویں طبقے کا ہم عصر ہے لیکن ان کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں جیسا کہ ابن جریرؒ۔“

لیکن اگر کوئی کہے کہ امام ابو حنیفہؓ کی ملاقات صحابہ مذکور سے بروایت اعلام الاخبار اور طہلوی وغیرہ ثابت ہے۔
جواب : اس کا یہ ہے کہ اس باب میں جتنی روایتیں حنفیہ لائے ہیں سب کی سب نہایت کمزور بلکہ موضوع ہیں صحیح ایک بھی نہیں اور ان کا بیان معیار الحق میں مفصل موجود ہے۔

یہ جو حنفیہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؓ نے تین سو تابعین مثلاً سے سماعِ حدیث کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؓ کے استاذ چار ہزار رجل علم ہیں۔ سوا سب کو سید محمد صدیق حسن خان صاحب اپنی کتب اتحاف النبلاء میں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔^(۴)
ولذا جمعی از اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت دے در حدیث مزاجہ ست (یعنی قلیل) وانگہ گفتہ اند کہ مشلخ وی بچہار ہزار کس میر سند محتج سند است واز اثر ہمیں مبہماست کہ خطیب و ابن جوزی وغیرہا بروے طعن کردہ اند ابو نعیم در حلیہ ذکر او ننمودہ انتہی۔ (ترجمہ) اس لیے محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہؓ علمِ حدیث میں قلیل البضاعت ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کے اساتذہ و مشلخ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے محتج سند ہے اور مبالغہ سے خالی نہیں۔ ایسی ہی مبالغہ آرائیوں کا یہ نتیجہ ہے کہ خطیب اور ابن جوزی وغیرہ امام موصوف پر طعن کر چکے ہیں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ان کا ذکر تک نہیں کیا انتہی۔

یہ جو شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؓ کے پاس حدیث کی کتابوں کے کئی صندوق تھے، یہ بھی بے اصل بات ہے۔

(۳) معیار الحق باب اول ص-۱۷

(۴) اتحاف النبلاء۔

(۱) معیار الحق باب اول ص-۱۷

(۲) معیار الحق باب اول ص-۱۷

بھلا اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث کی کتابوں کے صندوق ہوتے تو کیا ان کے مقلدوں میں سے کسی کے پاس نہ پہنچتے آخر وہ کمال گئے۔ ایسے ہی بے سرو پا قے کتابوں کی تردید کرتے ہوئے امام طحاوی نے شرح در المختار میں کہا ہے :

وَالَّذِي يَنْبَغِي لِلطَّائِفَةِ الْحَنِيفَةِ أَلَّا يَتَكَلَّمُوا بِهَذِهِ الْأَلْفَاظِ الْمُؤْهِمَةِ فَإِنَّهَا مُوجِبَةٌ لِلتَّكَلُّمِ فِيهِمْ بَلْ إِنْ بَعْضُ الْحُمْقَاءِ يَسْتَوْنِ الْإِمَامَ وَيَتَفَوَّنَ عَنْهُ الْجَاهِلُونَ^(۱)

کیونکہ ان کی بدولت احتیاف کے خلاف باتیں بتائی جاتی ہیں بلکہ بعض احمق تو ایسی باتیں سن کر خود امام پر سب و شتم کرنے لگتے ہیں اور ان کے اجتہاد کی نفی کر دیتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر طحاوی میں لکھا ہے :

إِنَّ مَثَلَ هَؤُلَاءِ الْجَاهِلَةِ لَفَرْطُ تَعْصِبِهِمْ وَعِنَادِهِمْ لَيْسَ مَظْمُوحٌ نَظَرِهِمْ إِلَّا تَفْضِيلَ أَبِي حَنِيفَةَ وَلَوْ بِمَا لَا أَصْلَ لَهُ وَلَوْ بِمَا يُؤْذِي إِلَى الْكُفْرِ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ بِفَضَائِلِهِ الْجَمِيلَةِ الَّتِي أَلْفَتْ فِيهَا الْكُتُبُ فَيَرْضَوْنَ بِالْأَكَاذِبِ وَالْإِفْتِرَاءِ ابْنِ التَّيْنِ لَا يَرْضَى اللَّهُ وَلَا رَسُولُهُ وَلَا أَبُو حَنِيفَةَ نَفْسُهُ وَلَوْ سَمِعَهَا أَبُو حَنِيفَةَ لَا فَنَى بِكُفْرِ قَاتِلِهَا^(۲)

بیک ایک ایسے ہی جہلا جیسے لوگ جو فرط تعصب اور عناد کی وجہ سے حنفیہ اہل حنیفہ کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتے خواہ ان کی شنید کیسی ہی بے اصل باتوں سے ثابت کرنی پڑے اور خواہ یہ بے سرو پا باتیں انہیں حد کفر تک پہنچادیں ان کو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ان فضائل کا علم نہیں جن کے بیان میں کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ ایسے جھوٹ اور افتراء سے خوش ہوتے ہیں جس کو اللہ اور رسول پسند نہیں کرتے اور نہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی پسند کرتے بلکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگر ان باتوں کو سن لیتے تو ان کے قاتل پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔

غرضیکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کئی صندوق کتابوں کے تو ایک طرف رہے اگر حدیث کی ایک کتاب بھی انہوں نے جمع کی ہوئی ہوتی تو اس کا اثر ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں ضرور نمایاں ہوتا۔ خصوصاً طحاوی اور عینی اور ابن ہمام تو ضرور ہی اس سے نقل لاتے بلکہ ان کی ذات سے تو یہ بھی امید تھی کہ اس کے مقابلے میں بخاری، مسلم اور موطا وغیرہ کتابوں کی صحیح صحیح احادیث جو کہ اس وقت بھی موجود ہیں سب کو رد کر دیتے۔ اور کسی کو بھی نہ ملتے لیکن اللہ کا بڑا شکر ہے کہ ان کی جمع کی ہوئی حدیث کی نہ چھوٹی نہ بڑی کوئی کتب بھی موجود نہیں لیکن بلوجود اس بات کے حنفیہ یہی کہے جاتے ہیں کہ جن کتابوں کی احادیث ہمارے مذہب کی دلیل ہیں وہ کتابیں عرب میں موجود ہیں۔

چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے: کہ نظردر کتب حنفیہ کہ در دیار عرب مشہور ست یلید انداخت تا حقیقت حل مشکف گردو ومواہب الرحمن کتابت درین مذہب شارح التزام کردہ کہ دلیل از آیت قرآن واحادیث صحیحین بیارد۔^(۳) (ترجمہ) کتب حنفیہ جو دیار عرب میں مشہور ہیں ان پر نظر ڈال لینی چاہیے تاکہ حقیقت حل اچھی طرح واضح ہو جائے۔ ان میں فقہ حنفی کی ایک کتب مواہب الرحمن نامی بھی ہے جس میں شارح نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل آیت قرآن اور احادیث صحیحین سے لائے۔ سو یہ بھی شیخ صاحب وغیرہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدوں کی خانہ ساز بات ہے۔

کتب بہان شرح مواہب الرحمن لاہور میں مولوی محمد حسین صاحب بیلاوی کے پاس موجود ہے اور وہ اپنے ضمیمہ کے نمبر مذکور میں لکھتے ہیں کہ اس میں عینی اور فتح القدر بلکہ اس کے شاگرد جلی سے بڑھ کر کوئی بات بھی نہیں۔ غرضیکہ اب ان کا کوئی حیلہ بھی حدیث پر عمل کرنے میں بطور عذر پیش نہیں کیا جاسکتا اور اتباع سنت کی نسبت کوئی عذر معقول خیال میں نہیں آسکتا۔ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يَغْنِي عَنْ الْحَقِّ شَيْئًا (النجم-۲۸) ”اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دیتا“

چودہواں مغالطہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث اور ان کی حقیقت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ جو مرتبہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے ائمہ میں سے اور کسی کا بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت میں ان کا نام لے کر صریح چار احادیث آچکی ہیں۔ (حدیث نمبر ۱)۔ یَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَهُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي۔^(۱) ”یعنی میری امت میں ایک شخص پیدا ہو گا جسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہا جائے گا وہ میری امت کا چراغ ہے۔“

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ^(۲) نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کے اسناد میں ایک مامون بن احمد سلی ہے اور دوسرا احمد بن عبد اللہ جو کباری ہے اور یہ دونوں شخص احادیث کے بنانے والے ہیں۔

شیخ ابن طاہر حنفی نے مجمع البحار میں کہا کہ صنعانی نے کہا (حدیث) سِرَاجُ أُمَّتِي أَبُو حَنِيفَةَ مَوْضُوعٌ۔^(۳) ”یعنی حدیث ابو حنیفہ رحمہ اللہ میری امت کا چراغ ہے“ موضوع حدیث ہے۔ ملا علی قاری حنفی نے موضوعات کبیر میں کہا حدیث ”أَبُو حَنِيفَةَ سِرَاجُ أُمَّتِي مَوْضُوعٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ۔“^(۴) ”یعنی ابو حنیفہ رحمہ اللہ میری امت کا چراغ ہے“ موضوع حدیث ہے اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے۔ عبدالحق حنفی نے تحصیل التعرف میں کہا:

وَقَدْ يَرَوَى أَحَادِيثُ فِي فَضْلِهِ حَكَمَ الْمُحَدِّثُونَ بِوَضْعِهَا وَأَشْهَرُهَا أَبُو حَنِيفَةَ سِرَاجُ أُمَّتِي وَسَيَكُونُ فِي أُمَّتِي رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجُ أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔^(۵)

امام کی فضیلت میں بہت سی احادیث روایت کی جاتی ہیں جو محدثین کی رائے میں موضوع ہیں اور ان موضوع احادیث میں سب سے مشہور حدیث یہ ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ میری امت کا سراج ہے نیز میری امت میں ایک آدمی ہو گا جسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہا جائے گا وہ روز قیامت تک میری امت کا چراغ ہے۔

(۱) معیار الحق ص-۳۰ ودر مختار ج-۱ ص-۲۲

(۲) فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعۃ۔

(۳) مجمع البحار ومعیار الحق ص-۳۱

(۴) موضوعات کبیر مطبوعہ صدیقی لاہور ص-۲۷ ومقدمہ در مختار ص-۵۲

(۵) معیار الحق۔

شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسلطوت میں لکھا ہے کہ در تنزیہ الشریعہ از انس سے آرو کہ یُکُونُ فِی أَمْنٍ رَجُلٌ یَقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ بْنُ إِدْرِیسَ أَصْرُهُ عَلَى أَمْنٍ مِنْ إِبْلِیسَ وَیُکُونُ فِی أَمْنٍ رَجُلٌ یَقَالُ لَهُ أَبُو حَنِیْفَةَ وَسِرَاجُ أَمْنٍ وگفتہ کہ جوزقلنی اس حدیث را از انس آورده و در اسنادوی احمد جو نباری ست و راوی وی مامون سلمی ست و یکی ازین دو وضع کردہ اس خدمت را عَلَیْهِ مِنَ اللَّهِ مَا یَسْتَحَقُّ

(ترجمہ) ”تنزیہ الشریعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ”میری امت میں ایک آدمی ہو گا جسے محمد بن اوریس کے نام سے موسوم کیا جائے گا“ میری امت کے لیے وہ ابلیس سے بھی زیادہ ضرر رسل ہے اور میری امت میں ہی ایک اور آدمی ہو گا جسے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہا جائے گا۔ وہ میری امت کا چراغ ہے“ اور کہا گیا ہے کہ جوزقلنی نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی احمد جو نباری ہے اور ایک راوی مامون سلمی ہے۔ ان میں سے ایک نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔ اللہ اسے دیا ہی بدلہ دے جس کا وہ مستحق ہے۔“

ملا علی قاری حنفی نے زین العلم شرح عین العلم میں کہا: فَوَرَدَ مِنْ طُرُقٍ لَكِنَّهَا كُلُّهَا وَاهِيَةٌ أَبُو حَنِیْفَةَ سِرَاجُ أَمْنٍ حَدِيثٌ مُؤْضَعٌ كَمَا قَالَ الصُّعَاثِيُّ وَغَيْرُهُ ”یعنی ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ چراغ ہے میری امت کا جو کہ وارد ہوا ہے بہت طریقوں سے لیکن وہ سب کے سب وہی ہیں اور یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ صغلی وغیرہ نے کہا ہے۔“

(حدیث نمبر ۳) — سَيَأْتِي بَعْدَ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْكُوفِيُّ وَيُكْنَى بِأَبِي حَنِیْفَةَ لِيَحْسُنَ دِينُ اللَّهِ وَسُنَّتِي عَلَى يَدِهِ^(۱) ”پھر ایک آدمی آئے گا جس کا نام نعمان بن ثابت کوئی ہو گا اور جس کی کنیت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہو گی تاکہ اس کے ہاتھوں اللہ کے دین اور میری سنت کی بہتری ہو۔“

جواب: اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ نور الدین علی^(۲) نے کہا کہ یہ حدیث ایک ٹکڑا ہے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا، طریق ابان سے روایت کی اس سے ابو المصلی بن مہاجر مجہول نے روایت کیا، اس سے محمد بن یزید بن عبد اللہ سلمی متروک نے اور پایا اس نے طریق جو نباری سے اور کافی ہے تجھ کو (اس حدیث کے موضوع ہونے کی دلیل) اس کا جھوٹا ہونا۔

شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسلطوت میں لکھا کہ یہ حدیث بھی اسی قسم کی (موضوع) ہے جیسی کی حدیث سراج امتی جو کہ اوپر مذکور ہوئی۔^(۳)

(حدیث نمبر ۳) — يَخْرُجُ فِی أَمْنٍ رَجُلٌ یَقَالُ لَهُ أَبُو حَنِیْفَةَ وَبَيْنَ كَيْفَیْهِ خَالٌ یُعْجِ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى يَدِهِ سُنَّتِي۔^(۴) ”میری امت میں ایک آدمی پیدا ہو گا جسے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہا جائے گا اس کے کندھوں کے درمیان ایک خل ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں میری سنت زندہ کرے گا۔“

(حدیث نمبر ۴) — حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اَلَا اَنْتُمْ كُمْ بِرَجُلٍ مِنْ كُوفَتِكُمْ هَلِیْهُ یُكْنَى بِأَبِي حَنِیْفَةَ قَدْ مَلِئَ قَلْبُهُ

(۱) معیار الحق باب اول، ص-۳۰

(۲) مختصر تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ۔

(۳) شرح سفر السعادت۔

(۴) معیار الحق باب اول، ص-۳۰

عِلْمًا وَحِكْمًا وَسَيِّهْلُكَ بِهِ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الْغَالِبُ عَلَيْهِمُ التَّافَهُ يُقَالُ لَهُمُ الْبَنَائِيَّةُ كَمَا هَلَكْتَ الرَّفْضَةُ بِأَبْنَى بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا^(۱) ”کیا نہ خبردوں میں تمہیں ایک آدمی کے بارے میں جو تمہارے اسی کوفہ کا رہنے والا ہو گد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی کنیت ہوگی اس کا دل علم اور دلائل کی باتوں سے لبریز ہو گد آخری زمانہ میں اس کی وجہ سے ایک قوم ہلاک ہوگی جسے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت نفرت ہوگی، اس قوم کو بتائیہ گد جائے گد ٹھیک اس طرح جیسے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنما سے نفرت کی بناء رافضی ہلاک ہوئے۔

جواب: ان دونوں احادیث کا یہ ہے کہ یہ بھی موضوع ہیں، اس لیے کہ شیخ عبدالحق نے تحصیل التعرف میں کہا وَقَدْ يَرَوَى أَحَادِيثُ فِي فَضْلِهِ حَكَمَ الْمُحَدِّثُونَ بِوَضْعِهَا ”امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں جن کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ موضوع ہیں۔“ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی میں جتنی احادیث آئی ہیں محدثین کے نزدیک سب موضوع ہیں، کوئی بھی صحیح نہیں۔

ملا علی قاری حنفی نے موضوعات کبیر میں کہا: وَمِنْ ذَلِكَ مَا وَضَعَهُ الْكَذَّابُونَ فِي مَنَاقِبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِي عَلَى التَّصْنِصِ عَلَى اسْمَيْهِمَا وَكَذًا مَا وَضَعَهُ الْكَذَّابُونَ أَيْضًا فِي ذَمِّهِمَا^(۲) ”اور ان موضوع روایات میں سے وہ بھی ہیں جنہیں دروغ بانوں نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر ان کی فضیلت و منقبت کے لیے گھڑا ہے اور اسی قسم کی کچھ اور روایات ہیں جنہیں جھوٹوں نے ان دونوں بزرگوں کی مذمت کے لیے وضع کیا ہے۔“

مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے سفرالسلوک میں کہا کہ درباب فضائل شافعی والی حنیفہ و ذم ایشل چیزے صحیح شدہ و ہرچہ درال بدست مجموع مفتزی و موضوع است۔ (ترجمہ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل یا ان کی مذمت میں کسی جانے والی کوئی بات بھی صحیح نہیں۔ اس باب میں جو کچھ ملتا ہے سراسر کذاب و افترا ہے۔

سید محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے معیارالحق میں کہا کہ یہ سب روایتیں جو ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں لوگوں نے لکھی ہیں) مفتزات اور موضوعات ہیں اور ان کے واضعین (یعنی ان روایتوں کے بنانے والے مصداق ہیں اس حدیث کے) جو بخاری میں روایت ہے۔^(۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نقل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ نے فرمایا: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ”جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی پس وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔“ اگر ان (جھوٹی) روایات کے ناقلین نے ان کے موضوع ہونے کو جاننے کے بلوجود انہیں نقل کیا ہے تو وہ بلاجماع فاسق ہیں۔ کیونکہ حدیث موضوع کا روایت کرنا بلا اتفاق حرام ہے۔ اور اگر انہوں نے جہالت کی بناء پر ان احادیث کو نقل کیا ہے تو وہ جلیل اور مغذور ہیں۔ رہا ان روایات کا موضوع ہونا تو وہ ان کے الفاظ اور معنی سے ظاہر ہے۔ اس ضمن میں محدثین کی تنبیہات بھی موجود ہیں، جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔

(۳) معیارالحق۔

(۱) موضوعات کبیر۔

(۲) موضوعات کبیر۔

پندرہواں مغالطہ

ائمہ اربعہ پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بزرگی کو دوسرے ائمہ پر اس لیے زیادہ ہے کہ انہوں نے چالیس برس تک ایک وضو سے نماز عشا اور صبح کی پڑھی ہے۔ اور ہر شب میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس بات کو خطیب نے تدریجاً بعد ازاں نقل کیا ہے اور طحاوی^(۱) میں ہے کہ جس مقام پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے وفات پائی ہے وہاں انہوں نے ستر ہزار قرآن ختم کئے ہیں۔ اس کا جواب دو طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور موجب مذمت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے نہ کہ ان کی تعریف کا باعث۔ انہوں نے جو اپنے آپ کو ایک بھاری تکلیف اور مشقت میں ڈال رکھا تھا کیا ان کو اتنی بھی خبر نہ

تھی کہ یہ بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے اور نہ کبھی تمام شب آپ جاگے بلکہ تیسرا حصہ شب کا جاگتے اور دو حصے سویا کرتے اور اس پر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں۔ اسی طرح قرآن کا ختم کرنا بھی سات دن سے پہلے درست نہ سمجھتے اور فرماتے کہ تین دن سے کم مدت میں قرآن پڑھنے والا تو قرآن کو سمجھتا ہی نہیں۔

چنانچہ مسلم میں ہشام سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا :

وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ۔^(۲)

میں نہیں جانتی کہ نبی ﷺ نے سارے کا سارا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو نہ آپ نے کسی رات صبح تک نماز ادا فرمائی نہ آپ نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں تیس دن کے روزے رکھے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا :

جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَلُونُ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا بِهَا كَانَتْهُمْ تَقَالُوهَا فَقَالُوا أَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَمَا أَنَا فَأَصَلَّى اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا أَصُومُ النَّهَارَ أَبَدًا وَلَا أَفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرُ أَنَا اعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْتُمْ الَّذِينَ

تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہما کے پاس آئے وہ نبی ﷺ کی عبادت کے بارے میں استفسار کرتے تھے چنانچہ جب انہیں اس کے بارے میں بتایا گیا تو جیسے انہوں نے آپ کی عبادت کو بہت کم جانا کہنے لگے کہل ہم اور کہل نبی ﷺ۔ آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گے دوسرا بولا اور میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا اور افطار نہ کروں گے تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گے۔ بعد ازاں نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیا تم ہی وہ لوگ ہو

(۲) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب صلوة اللیل..... الخ ج ۶ ص ۲۶۸ حدیث ۱۷۳۶

(۱) معیار الحق ص ۳۲-۳۳

جنتوں نے یہ اور یہ باتیں کی ہیں۔ اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں مگر میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور انظار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔^(۱)

تیسری حدیث بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِحَسْبِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لَعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمَ الدَّهْرِ كُلِّهِ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَأَفْزِرْ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ وَأَفْطَارَ يَوْمٍ وَأَفْزِرْ فِي كُلِّ سَبْعٍ لَيْالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ.^(۲)

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عبداللہ! کیا مجھے خبر نہیں دی گئی کہ تو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا ہے؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا تو پھر ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور انظار بھی کر، رات کو قیام بھی کر اور آرام بھی۔ اس لیے کہ تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے۔ کوئی روزہ نہیں رکھا اس نے جس نے ہمیشہ روزہ رکھ لیا۔ ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا ہی ہمیشہ روزہ رکھنا ہے۔ ہر مہینے تین دن روزہ رکھ اور ہر مہینے میں ایک بار قرآن مجید ختم کر۔ میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ عبادت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر سب سے افضل روزہ حضرت داؤد کا روزہ رکھ، ایک دن روزہ اور دوسرے دن انظاری اور سات دنوں میں ایک بار قرآن مجید ختم کر اور اس سے زیادہ (عبادت کرنے کی کوشش) نہ کر۔ ☆

چوتھی حدیث بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا :

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج-۱ ص-۵۲ حدیث-۱۳۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النهی عن صوم الدهر لمن تضرر به ج-۸ ص-۲۸۳ حدیث-۲۴۲۲ و مشکوٰۃ کتاب الصوم باب

صیام التطوع ج-۱ ص-۶۳۱ حدیث-۲۰۵۳

☆ امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بعض اسلاف میں سے بعض ایک مہینے میں، بعض بیس دنوں میں، بعض دس دنوں میں اور بعض بلکہ اکثر سات دنوں میں اور بہت سے تین دنوں میں اور بہت سے دن رات میں ایک مرتبہ اور بعض رات میں ایک مرتبہ اور بعض دن رات میں تین مرتبہ قرآن ختم کیا کرتے تھے اور زیادہ سے زیادہ جو ہمیں پتہ چل سکا وہ دن رات میں آٹھ مرتبہ قرآن ختم کرنے کا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین دن سے قبل بھی اگر کوئی اس کی حرکت و سکنت اور معانی و مفہام کو درست رکھتے ہوئے قرآن مجید ختم کر لے تو درست ہے مگر احتیاط نے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل میں کہا ہے کہ ہر رات میں ہزار رکعت اور جس جگہ فوت ہوئے۔ ہر رات میں ہزار رکعت والی پلت کا دوسرے جواب میں مضبوط رد موجود ہے اور اگر ان کے دن رات کے دوسرے تمام امور کی تقسیم کار کی جائے تو یہ دعویٰ محض لطیفہ، شگوفہ اور مبلغ ہی کہا جاسکتا ہے، جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا^(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے پسندیدہ روزہ بھی داؤد علیہ السلام کا ہی روزہ ہے۔ آپ نصف رات سوتے تھے، ایک تہائی رات قیام کرتے تھے اور رات کا بقیہ حصہ (سدس) پھر آرام کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے۔

پانچویں حدیث بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا :

كَانَ تَغْنِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِي آخِرَهُ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ فَصَيَّ حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَإِنْ كَانَ عِنْدَ التَّدَايِ الْأَوَّلِ جُنُبًا وَتَبَ فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ^(۲)

آپ یعنی رسول اللہ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں سو جلتے تھے اور آخری حصے میں شب بیداری کرتے تھے پھر اگر آپ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کی ضرورت محسوس کرتے تو اپنی حلاوت پوری کر لیتے بعد ازاں لیٹ جاتے اور اگر پہلی اذان کے وقت آپ جنبی ہوتے تو جلدی سے غسل جنابت فرماتے اور اگر جنبی نہ ہوتے تو نماز کے لیے وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔

دوسرا جواب : ہر شب ہزار رکعت نماز پڑھنی عقلاً بھی دشوار ہے اس لیے کہ تمام رات کے اوسطاً بارہ گھنٹے ہوتے ہیں اور چار گھنٹے اس میں منہا کر دینے چاہئیں تین گھنٹے شب کے ابتدائی حصے سے کہ ان میں سے کھانا پینا اور استنجا طہارت اور وضو کیا جاتا ہے اور ایک گھنٹہ آخر شب سے کہ اس میں وقت فجر کی آمد آمد ہوتی ہے اور نوافل نہیں پڑھے جاتے باقی آٹھ گھنٹے رہتے ہیں تو ان میں اگر ہزار رکعت پڑھتے تھے تو گویا فی گھنٹہ سوا سو (۱۲۵) رکعت پڑھتے۔ اب دیکھئے سوا سو رکعت ارکان یعنی رکوع، سجود، قیام، قعدہ، قومہ، جلسہ اور قراءۃ کے ساتھ مع لحاظ واجبات، سنن، مستحبات ایک گھنٹے میں پڑھنا عقل سلیم محال جانتی ہے۔ ہاں جس طرح سے کہ قتال مروزی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نماز سلطان محمود بادشاہ کو پڑھ کر دکھائی تھی اگر اس طرح سے پڑھی جائے تو ایک ہزار نہیں آٹھ گھنٹے کے اندر دو ہزار رکعت سے بھی زیادہ رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نماز جو قتال مروزی نے پڑھی تھی وہ یہ ہے دیکھ لیجئے :

امام الحرمین ابوالاعلیٰ عبدالملک جوینی نے کتب مغیث الخلق فی اختیار الحق میں لکھا ہے کہ سلطان محمود بادشاہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر تھا اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا تھا۔ پس اکثر احادیث کو اس نے مذہب شافعی کے موافق پایا تو اس کے دل میں اس مذہب کی محبت بیٹھ گئی اس نے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے ایک مذہب

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن صوم الدهر لمن تضربہ ج-۸، ص-۲۸۷، حدیث-۲۴۳۱، ومشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب

التحریر علی قیام اللیل ج-۱، ص-۳۸۱، حدیث-۱۲۲۵

(۲) صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی ج-۶، ص-۲۶۲، حدیث-۱۷۲۵، ومشکوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل ج-۱، ص-۳۸۱، حدیث-۱۲۲۱

کی دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذہب کے موافق دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے پھر اس نماز میں نظر اور فکر کرنے سے جو مذہب اچھا معلوم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ پس قفل مروزی نے نماز پڑھنی شروع کی تو وضو کو پوری شرطوں سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بھی بخوبی کیا اور نماز کے ارکان اور پینتیں اور فرض اور سنتیں اور آداب کو بوجہ مکمل ادا کیا اور ایسی نماز پڑھی جس سے کمی کرنا شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں پھر اور دو رکعت اس طور پر ادا کیں جو کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہوں کتے کی دباغت دی ہوئی کھل کو پہن لیا اور اس کے چوتھائی حصہ کو نجاست سے آلودہ کیا پھر نیزہ تر سے نیت کئے بغیر وضو کیا ایسے موقعہ پر کہ موسم گرم تھا اور میدان فراخ تھا۔ پس کھیاں اور چھراں اس پر جمع ہو گئیں اور وضو بھی الٹا کیا (یعنی پہلے پائیاں دھویا پھر داہنا پھر بایاں ہاتھ کسی تک دھویا پھر داہنا پھر چوتھائی سر کا الٹا مسح کیا پھر الٹا منہ دھویا پھر ناک میں تین بار پانی ڈالا پھر تین مرتبہ کلی کی پھر ہاتھ دھوئے) جب نماز میں داخل ہوا تو بجائے تکبیر کے زبان فارسی میں کہا کہ ”خدا بزرگ ست“ اور بجائے قرات فارسی میں آیت قرآن مٰذٰهٖا مٰتٰن کا ترجمہ کیا یعنی دو برگ سبز کہا پھر بجائے سجود مرغ کی طرح دو ٹھونگیں مار لیں اور بجائے اَلسَّلَام عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ کے گوز مار دیا اور کہا اے سلطان یہ نماز ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہے۔ بلاشلہ نے کہا کہ اس طرح ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نماز نہ ہوئی تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ ایسی نماز تو کوئی بھی صاحب دین جائز نہ رکھے گا حنفیوں نے بھی اس نماز کا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے طریقے کے مطابق ہونے سے انکار کیا۔ پس قفل مروزی نے حنفی مذہب کی کتابیں طلب کیں اور بلاشلہ نے ایک نصرانی کو جو ذی علم تھا شافعی اور حنفی مذہب دونوں کی کتابیں پڑھنے کا حکم دیا تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نماز ویسی ہی پائی گئی جس طرح سے قفل مروزی نے پڑھ کر دکھائی تھی۔ چنانچہ بلاشلہ نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور شافعی مذہب کو اختیار کر لیا انتہی۔^(۱)

راقم کتا ہے عجب نہیں کہ اس وقت کے حنفی بھی اس قصہ کو دیکھ کر چونک اٹھیں اور کہنے لگیں کہ یہ افترا ہے۔ اس طرح کی نماز ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ ہرگز ہرگز افترا نہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا بیشک و بے شبہ جائز ہے۔ اب ہم اس کی تفصیل وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ کتے کی دباغت دی ہوئی کھل پہن کر نماز جائز ہونے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: کُلُّ اَهَابٍ ذُبِيعٍ فَقَدْ ظَهَرَ وَجَارَتْ الصَّلٰوةُ فِيْهِ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ اِلَّا جِلْدَ الْخِنْزِيْرِ وَالْاَدَمِيِّ۔^(۲) ”ہر چمڑہ جسے دباغت دیا گیا ہو پاک ہے اور اس میں نماز پڑھنا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے سوائے خنزیر اور انسان کے چمڑے کے“ ☆

(۱) مغیث الخلق فی اختیار الحق۔

(۲) ہدایہ کتاب الطہارات باب الماء الذی..... الخ ج-۱ ص-۳۰ وشرح وقایہ۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا صحیح بخاری میں فرمایا ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جلود السباع۔ ”رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھالوں سے منع فرمایا ہے“۔ حدیث میں تو کتے کی کھل کو نجس کہا گیا ہے، ہمیں کوئی آیت یا حدیث بتائیں جس میں حکم ہو کہ کھل کا دھول بتالیں، جائے نماز بتالیں یا کسی استعمال میں لے آئیں۔ (استغفر اللہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سوائے سور اور آدمی کے چڑے کے خواہ کتے کا چمڑہ ہو خواہ بھیڑیے وغیرہ کا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پاک ہے اور اس کو پھنسا کر یا اس کو نیچے بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اسی روایت ہدایہ اور شرح وقایہ کے بموجب بے چارے فقال نے کتے کے دباغت دیئے ہوئے چمڑے کو پھنسا کر ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی نماز پڑھی تھی لیکن اگر غور سے دیکھئے تو کتب حنفیہ سے صاف ثابت ہے کہ اگر کتے کے چمڑے کو دباغت بھی نہ دیا جائے تو بھی اس پر نماز پڑھنا درست ہے منع نہیں ہے۔^(۱)

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: وَذَكَرَ النَّاطِقِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ إِذَا صَلَّى عَلَى جِلْدِ كَلْبٍ أَوْ ذَنْبٍ فَلَمْ يَذْبَحْ جَارَتْ صَلَاتُهُ^(۲) ”ناطقی نے بروایت امام محمد ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کتے یا بھیڑیے کی کھل پر نماز پڑھے جسے ذبح کیا گیا ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ کتا اور بھیڑیا وغیرہ اگر بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے تو اس کا چمڑہ بغیر دباغت بھی پاک ہے اور دباغت دینے سے تو امام ابو یوسف کے نزدیک سور کا چمڑہ بھی پاک ہو جاتا ہے بلکہ ان کے نزدیک اس کی بیع بھی جائز ہے۔ چنانچہ منیۃ المصلیٰ میں لکھا ہے:

أَمَّا ذَبْحُ بِالتَّسْمِيَةِ وَصَلَّى مَعَ لَحْمِهِ أَوْ جِلْدِهِ (جس جانور کا گوشت حرام ہے) اگر اسے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے اور کوئی شخص قَبْلَ الذَّبَاغَةِ يَجُوزُ إِلَّا الْخَنْزِيرُ إِذَا ذَبِحَ (اس کے گوشت یا اس کے چمڑے کے ساتھ دباغت سے پہلے نماز پڑھے تو اس کی نماز بِالتَّسْمِيَةِ لَا يَظْهَرُ وَأَمَّا إِذَا ذَبِحَ جِلْدَهُ فَفِي ظَاهِرِ الزَّوَايَةِ عَنْ أَصْحَابِنَا لَا يَظْهَرُ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ وَزَوَى عَنْ أَبِي يُونُسَ يَظْهَرُ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ^(۳) ہو جائے گی۔ ہاں البتہ خنزیر کو اگر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ پاک نہیں ہوتا لیکن جب اس کا چمڑا دباغت دیا جائے تو ہمارے اصحاب سے ظاہر روایت کے بموجب پاک نہیں ہوتا اور عام مشائخ کا یہی مذہب ہے۔ تاہم امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ پاک ہو جاتا ہے اور اس کی بیع بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ کپڑے کا چوتھائی حصہ نجاست سے آلودہ ہو تو اس

میں نماز ہو جانے کا بیان

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ كَانَتْ مُحَقَّقَةً كَبُولِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ جَارَتْ الصَّلَاةُ مَعَهُ حَتَّى يَتَلَعَّ زَنْعَ الثَّوْبِ^(۴) ”اور اگر نجاست خفیفہ ہو جیسے اس جانور کا پیشاب کہ جس کا گوشت کھلیا جاتا ہے تو ایسی نجاست سے آلودگی کے بلوجود نماز ہو جاتی ہے بشرطیکہ یہ نجاست (اس سے زیادہ نہ ہو کہ) کپڑے کے چوتھائی حصہ تک پہنچتی ہو۔“ ☆

(۱) درمختار ج-۱، ص-۱۰۵

(۲) فتاویٰ قاضی خان، درمختار ج-۱، ص-۱۰۲، فتاویٰ عالمگیری ج-۱، ص-۲۲، بہشتی زیور۔

(۳) منیۃ المصلیٰ ص-۳۸، ۵۳

(۴) ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیرھا ج-۱، ص-۷۵، بہشتی زیور ص-۱۲۳ مسئلہ نمبر-۷

☆ اختلاف نجاست کا مسئلہ ابھی یہاں ختم نہیں کرتے بلکہ اس سے آگے بھی لکھتے ہیں کہ اگر کسی کے کپڑے کو ساڑھے چار ماشہ پاخانہ یا اور کوئی نجاست غلیظ لگی ہو تو خفی مذہب میں اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیرھا ج-۱، ص-۷۷ و بہشتی زیور حصہ دوم نجاست کے پاک کرنے کا بیان، مسئلہ ۶، صفحہ ۹۸

نبیذ تمر سے وضو کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا نَبِيذَ التَّمْرِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَلَا يَتَيَمَّمُ^(۱) ”(اگر نمازی وضو کرنے کے لیے) نبیذ تمر کے ساتھ کوئی چیز نہ پائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسی سے وضو کر لیا جائے گا اور تیمم نہیں کیا جائے گا۔“

وضو کے لیے نیت کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۴

وضو کے لیے نیت کے واجب نہ ہونے کے لیے شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے: لَا يُفْتَقَرُ اعْتِبَارُهَا إِلَى أَنْ تَنْوِيَ^(۲) ”یعنی وضو کے لیے نیت کی حاجت نہیں ہے۔“ اسی طرح عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

وضو کو ترتیب وار نہ کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۵

وضو کے لیے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ترتیب واجب نہیں مستحب ہے۔ ☆ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے: عِنْدَ الْقُدُورِيِّ النَّيَّةُ وَالتَّزْيِيبُ وَالْإِسْتِعَابُ مِنَ الْمُسْتَحَبَّاتِ^(۳) ”قدوری کے نزدیک نیت، ترتیب اور جملہ اعضاء کا دھونا مستحبات میں سے ہے۔“

نماز میں فارسی زبان استعمال کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۶

اللہ اکبر کی جگہ زبان فارسی میں ”خدائے بزرگ ست“ کہنے کے لیے اور قرأت کو زبان فارسی میں پڑھنے کے لیے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَإِنْ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ قَرَأَ فِيهَا بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ فَتَحَ وَاسْمُ بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَاءُ هُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۴) ”یعنی اگر شروع کرے نماز زبان فارسی میں (مطلب یہ ہے کہ بجائے اللہ اکبر ”خدائے بزرگ ست“ کہے) یا پڑھے (یعنی قرأت کرے) زبان فارسی میں یا فتح کرے اور پڑھے بسم اللہ زبان فارسی میں اگرچہ عربی بھی اچھی طرح جانتا ہو تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی نماز ہو جاتی ہے۔“

نماز میں بالکل چھوٹی سی آیت پڑھنے کا بیان

مسئلہ نمبر ۷

نماز میں مَثَلًا مَثَانِ جیسی چھوٹی سی آیت پڑھنے سے بھی گزارا ہو جاتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمِنْهَا الْقِرَاءَةُ

(۱) ہدایہ کتاب الطہارات باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ج-۱ ص-۴۷

(۲) فتح القدیر، درمختار ص-۳۷۳ منیۃ المصلی ص-۲۲

(۳) شرح ہدایہ۔

(۴) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ج-۱ ص-۱۰۱ درمختار ج-۱ ص-۲۱۰ ۲۱۲ فتاویٰ عالمگیری ج-۱ قلدوری ص-۲۲ منیۃ المصلی ص-۴۳

☆ بے ترتیب وضو یعنی پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ پھر کھلی کرے تو یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ (ہشتی زیور ص-۲۱ مسئلہ نمبر ۱۸)

وَفَرَضَهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَتَأَدَّى بِأَيَّةٍ وَاحِدَةٍ وَإِنْ كَانَتْ قَصِيْرَةً كَذَا فِي الْمُحِيطِ^(۱) ”اور اس میں سے ہے قرأت اور اس کی فرضیت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ایک آیت کے پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے چاہے وہ آیت کتنی ہی چھوٹی ہو۔ محیط میں اسی طرح لکھا ہے۔“

مسئلہ نمبر ۸ رکوع اور سجود میں طمانینت سکون فرض نہ ہونے کا بیان

رکوع اور سجود میں طمانینت فرض نہیں اور رکوع میں فقط جھکنے اور سجود میں کوئے کی طرح دو ٹھونکیں مارنے سے نماز ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے: وَيُكْفَرُهُ تَرْكُ الطَّمَانِينَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَهُوَ أَنْ لَا يَقْنِمَ صَلَاتَهُ^(۲) ”یعنی رکوع اور سجود میں طمانینت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے اور معنی طمانینت کے یہ ہیں کہ اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے۔“ یعنی کوئے کی طرح فقط دو ٹھونکے ہی مار لے۔

مسئلہ نمبر ۹ اختتام نماز پر بجائے السلام علیکم کے کچھ اور کہنا

اختتام نماز پر بجائے السلام علیکم خواہ گوز مار دے خواہ کچھ اور کلام کرنے لگ جائے جائز ہے۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ تَعَمَّدَ الْحَدَّثُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ أَوْ تَكَلَّمَ أَوْ عَمِلَ عَمَلًا يَتَأَدَّى فِي الصَّلَاةِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ لِأَنَّهُ لَتَعْدِلَ الْبِنَاءُ لِيُجُودَ الْقَاطِعُ لَكِنْ لَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْأَرْكَانِ^(۳) ”اور اگر (بعد تشدد قبل سلام حالت نماز میں دانستہ بے وضو ہو جائے) یعنی گوز مار دے یا پاؤں یا پیشاب کر دے یا بابت کرنے لگے یا کوئی ایسا کلام کرے جو نماز کے منافی ہو تو اس کی نماز مکمل سمجھی جائے گی۔ اس لیے کہ اس صورت میں یہ نہیں ہو سکتا کہ وضو کر کے سلام پھیر دے کیونکہ یہ کلام نماز کے قطع کرنے والے ہیں لیکن اس صورت میں نماز کا دہرا نا (فرض) نہیں ہے۔ اس لیے کہ ارکان میں سے اس کے ذمہ کوئی چیز باقی نہیں رہی۔“

سولہواں مغالطہ

دو متعارض احادیث میں سے امام صاحب زیادہ صحیح اور احتیاط والی حدیث پر عمل کرتے تھے، اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جملہ دو احادیث آپس میں متعارض ہوں وہاں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جس میں احتیاط بھی پائی جاتی ہے اور صحیح بھی زیادہ ہے۔

(۱) فتاویٰ عالمگیری وغیرہ۔

(۲) فتاویٰ قاضی خاں۔

(۳) ہدایہ کتاب الصلوة باب الامامة ج-۱ ص-۱۳۰ شرح وقایہ وکنز الدقائق۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ بہت سی احادیث ایسی ہیں کہ جن پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عمل نہیں کیا اور وہ بہ نسبت ان احادیث کے کہ جن پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عمل کیا ہے صحیح بھی زیادہ ہیں اور احتیاط بھی انہیں پر عمل کرنے میں ہے۔ اپنے اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے فقہ حنفی کے چند مسائل نقل کئے جاتے ہیں۔

ذکر چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ نمبر ۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مس ذکر سے وضو کرنے کے قائل نہیں ^(۱) حالانکہ اس باب میں یہ تین صحیح احادیث موجود ہیں۔
(حدیث نمبر ۱) — مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی چھوئے اپنے ذکر کو پس وضو کرے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا اور بخاری نے کہا یہ حدیث اس باب میں مروی احادیث سے صحیح تر ہے۔ ^(۲)

(حدیث نمبر ۲) — ابن ماجہ اور اثرم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص اپنی شرم گھ کو چھوئے پس اسے چلبیسے کہ وضو کرے۔ اس حدیث کو احمد اور ابوزرعہ نے صحیح کہا۔ ^(۳)
(حدیث نمبر ۳) — مسند امام احمد میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا ہاتھ اپنے ذکر تک پہنچائے اس حل میں کہ اس کے اور ذکر کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو تو اس پر وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ^(۴)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ ^(۵) نے کہا کہ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد عادلوں نے بیان کی کہ جن کو میں نے نقل کیا ہے اس کو حاکم اور ابن عبد البر نے بھی صحیح کہا۔ اس کو بیہقی ^(۶) نے اور طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے ابن سکن نے کہا کہ جو روایتیں اس باب میں مروی ہیں ان میں سے یہ روایت بہت اچھی ہے، انتہی۔

یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط بھی انہیں احادیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان پر عمل نہیں کیا بلکہ ان کے برعکس انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جو کہ مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے اپنے ذکر کو چھوا، یا یہ کہا کہ جو مرد نماز میں اپنے ذکر کو چھوئے کیا اس پر وضو ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیں۔“ ذکر بھی تیرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہی ہے۔ اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا اور ابن عدینی نے کہا کہ یہ بسرہ کی حدیث سے بہتر ہے۔ ^(۷)

(۱) فتاویٰ عالمگیری ج-۱، ص-۱۹

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس الذکر ج-۱، ص-۵۷، حدیث-۱۸۱ (حدیث صحیح) وبلوغ المرام باب نواقض

الوضو ص-۳۱، حدیث-۷۱

(۳) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس القبل ج-۱، ص-۲۱۹

(۴) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس القبل ج-۱، ص-۲۱۹

(۵) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس القبل ج-۱، ص-۲۱۹

(۶) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس القبل ج-۱، ص-۲۱۸

جواب: اس کا یہ ہے کہ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱) نے کہا کہ شافعی، ابو حاتم، ابو زرعہ، دار قطنی، بیہقی اور ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لیے کہ بقول شافعی اس حدیث کی اسناد میں قیس بن طلق ہے جس کے بارے میں ہم نے لوگوں سے پوچھا مگر کسی کو بھی نہ پایا جو اسے پچانتا ہو۔ نیز یہ کہ طلق بن علی جو کہ مس ذکر سے وضو کے نہ ٹوٹنے کی حدیث کا راوی ہے وضو کے ٹوٹنے کی حدیث کا بھی وہی راوی ہے۔ چنانچہ روایت کیا ہے طبرانی نے اور صحیح کہا ہے اس کو، تحقیق طلق بن علی سے مروی ہے جو شخص اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے پس چاہیے کہ وضو کرے اور مس ذکر سے وضو کے نہ ٹوٹنے کی حدیث کے منسوخ ہونے کا ابن حبان، طبرانی، ابن عربی اور حازمی اور دوسرے لوگوں نے دعویٰ کیا ہے اور اس کے منسوخ ہونے کو ابن حبان وغیرہ نے واضح کر کے لکھ دیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ بسرہ کی حدیث (یعنی جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) ترجیح رکھتی ہے طلق بن علی کی حدیث پر کیونکہ بسرہ کی حدیث کے تمام راویوں سے شیخان نے دلیل پکڑی ہے اور طلق بن علی کی حدیث کے کسی راوی سے بھی شیخان نے دلیل نہیں پکڑی اور یہ بات بھی بسرہ کی حدیث کی تائید کرتی ہے کہ طلق پہلے اسلام لایا ہے اور بسرہ اس کے بعد اسلام لائے ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ طلق کی حدیث منسوخ ہے اور حدیث بسرہ اس کی ناسخ ہے، انتہی۔ اب بتلاؤ یہاں احتیاط والی صحیح حدیث پر چلنے سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نے روک دیا اور ان کی احتیاط کیا ہوئی؟

مسئلہ نمبر ۲ کتے کا جو ٹھا برتن تین بار دھونا چاہیے

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کتے کے جوٹھے برتن کو تین بار دھونے کے قائل ہیں (۲) حالانکہ اس باب میں یہ دو احادیث صحیح موجود ہیں۔ (حدیث نمبر ۱)۔۔۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے برتن میں کتابانی پی لے تو اسے چاہیے کہ اس کو سات بار دھوئے۔ (۳) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتابانی پی لے تو اس کے پاک ہونے کی صورت یہ ہے کہ اسے سات بار دھوئے اور پہلی مرتبہ اسے مٹی سے مانجھے۔ (۴) (حدیث نمبر ۲)۔۔۔ مسلم (۵) میں مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب برتن میں کتانہ ڈالے تو اس کو سات بار دھو ڈالو اور آٹھویں بار مٹی سے مانجھو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ احتیاط بھی انہیں احادیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے قائل نہیں بلکہ وہ ان دو ضعیف احادیث کے قائل ہیں جو بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکی ہیں۔ اب بتلاؤ تو یہاں احتیاط والی صحیح احادیث پر چلنے سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کس نے منع کیا؟

(۱) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس القبیل ج-۱ ص-۲۱۸

(۲) ہدایہ مع فتح القدیر ج-۱ ص-۹۳، بہشتی زبور حصہ اول ص-

(۳) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج-۳ ص-۱۴۳ ص-۱۴۸

(۴) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج-۳ ص-۱۴۴ ص-۱۴۵ اس حدیث کو نقل کر کے (حدیث اور ابجد حدیث ص-۱۳۹) کے مصنف مولوی انوار خورشید نے پانی قلیل کی نجاست پر استدلال کیا ہے۔ اسی حدیث میں کتے کے جوٹھے برتن کو سات بار دھونے کا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے مگر اختلاف حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی حکم عدولی کرتے ہیں۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج-۳ ص-۱۴۵ ص-۱۵۱

مسئلہ نمبر ۳ شراب کا سرکہ بنانا اور اسے کھانا پینا جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا جائز ہے حالانکہ اس کی ممانعت میں حدیث صحیح موجود ہے مسلم اور ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں پوچھا گیا کیا اس کا سرکہ بنا لیا جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔^(۱)

اور یہ ظاہر ہے کہ احتیاط اسی حدیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان دو ضعیف احادیث پر عمل کیا ہے کہ جن کا جواب اس کتب میں بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۵ میں پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۴ نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آگے نماز

پڑھنا درست ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نماز کے اندر وضو ٹوٹنے سے اس نماز کو از سر نو پڑھنے کے قائل نہیں بنا کرنے کے قائل ہیں ☆ حالانکہ اس باب میں صحیح حدیث موجود ہے۔ مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز پڑھتے وقت تم میں سے کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو وہ پلٹ جائے اور وضو کر کے پھر نماز کا اعلاہ کرے۔^(۲) اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ احتیاط بھی اسی حدیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے اس حدیث پر عمل کیا ہے جو ابن ماجہ (باب ماجاء فی البناء علی الصلوۃ) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو (نماز پڑھتے وقت) قے آجائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا پیٹ کا کھانا منہ سے نکل آئے یا نڈی خارج ہو جائے تو وہ شخص پلٹ جائے اور وضو کر کے آئے پھر نماز وہیں سے شروع کرے جب سے اس نے چھوڑی تھی۔ بشرطیکہ اس دوران میں اس نے کوئی بات نہ کی ہو۔ امام احمد وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ احتیاط والی صحیح حدیث پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عمل کیوں نہ کیا؟

مسئلہ نمبر ۵ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا بیان

ابو حنیفہ رحمہ اللہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے قائل نہیں حالانکہ اس باب میں یہ تین صحیح احادیث موجود ہیں۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الاشریۃ باب تحریم تخلیل الخمر ج- ۱۳ ص- ۱۵۱ حدیث- ۵۱۱۱

(۲) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب ما یوجب الوضوء ج- ۱ ص- ۱۰۳ حدیث- ۳۱۳ (حسن) للالبانی وبلوغ المرام باب شروط الصلوۃ

ص- ۶۳ حدیث- ۲۰۳

☆ بے وضو ہونے کے گمان سے نماز میں منہ پھیرے اور یاد آنے پر قبلہ کی طرف منہ کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (درمختار ج- ۱)

ص- ۲۹۳ منیۃ المصلی ص- ۶۸

(حدیث نمبر ۱) — مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا میں بکری کا گوشت کھا کر وضو کروں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہے تو وضو کر اور نہ چاہے تو نہ کر۔ اس نے مزید پوچھا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں لحم شتر کھانے کے بعد وضو کر۔ اس شخص نے پھر استفسار کیا کیا بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ اس نے کہا جمل اونٹ باندھے جاتے ہیں کیا وہیں بھی نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا نہیں۔^(۱)

(حدیث نمبر ۲) — مسند امام احمد اور ابوداؤد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کا گوشت کھا کر وضو کرو۔ پھر آپ سے بکری کا گوشت کھا کر وضو کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اونٹوں کے باندھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہیں نماز نہ پڑھو۔ وہ شیطانوں میں سے ہیں۔ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان میں نماز پڑھوان کا وجود باعث برکت ہے۔^(۲)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ از روئے نقل یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے نقل کرنے والے عادل ہیں۔ مجھے اس کی صحت کے بارے میں علمائے حدیث کے درمیان کوئی اختلاف نظر نہیں آیا۔

(حدیث نمبر ۳) — عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ کی مسند میں روایت کی ہے ذی الغرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ سیر کرتے تھے اس نے کہا اے اللہ کے رسول نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور ہم اونٹوں کے باڑے میں ہوتے ہیں ہم ان میں ہی نماز پڑھ لیا کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر اس نے کہا کیا وضو کریں ہم ان کا گوشت کھانے سے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا نماز پڑھیں ہم بکریوں کے باڑے میں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا وضو کریں ہم ان کا گوشت کھا کر؟ آپ نے فرمایا نہیں۔^(۳)

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے مجمع الزوائد میں ہے کہ احمد کے رجال (یعنی اس حدیث کے راوی) معتبر ہیں، انتہی۔^(۴)

نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس باب میں نبی ﷺ سے دو احادیث ثابت ہیں۔ ایک تو جابر رضی اللہ عنہ کی اور دوسری براء رضی اللہ عنہ کی اور یہی مذہب از روئے دلیل قوی ہے اگرچہ جمہور علماء

(۱) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۳ ص-۲۷۱ حدیث-۸۰۰

(۲) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۳ ص-۲۷۱ حدیث-۸۰۰ مسند احمد اور ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کے راوی براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہیں اور یہاں مسلم کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے راوی جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ اس مسئلے میں پہلی حدیث کے طور پر درج ہے مفہوم دونوں کا ایک ہے۔ صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۱ ص-۵۸ حدیث-۱۸۳ (حدیث صحیح)

(۳) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۱ ص-۲۲۲

(۴) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۱ ص-۲۲۲

(۵) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۱ ص-۲۲۲

اس کے مخالف ہیں، انتہی۔^(۱) اب بتلائیے کہ ان صحیح اور صریح احادیث پر عمل کرنے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کس نے منع کیا حالانکہ احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ ان پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۶ زانیہ کی اجرت زنا اور کتے کی قیمت حلال ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زانیہ کی اجرت اور کتے کی قیمت حلال ہے^(۲) حالانکہ اس باب میں یہ چار صحیح احادیث موجود ہیں۔^(۳)
(حدیث نمبر ۱) — بخاری اور مسلم میں ابی مسعود بنی ہاشم سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کے معلوضہ سے منع فرمایا۔^(۴)
(حدیث نمبر ۲) — مسلم میں رافع بن خدیج بنی ہاشم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت حرام ہے، زانیہ کی اجرت زنا حرام ہے اور جہام کی مکائی حرام ہے۔^(۵)
(حدیث نمبر ۳) — بخاری میں ابی جحیفہ بنی ہاشم سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون اور کتے کی قیمت اور زانیہ کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔^(۶)

(حدیث نمبر ۴) — صحیح ابن حبان (جامع بخاری) میں ابی ہریرہ بنی ہاشم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانیہ کی اجرت، کتے کی قیمت اور جہام کا معلوضہ حرام میں سے ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ احتیاط بھی انہیں احادیث پر عمل کرنے میں ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔ جہاں تک زانیہ کی اجرت زنا کا تعلق ہے حاشیہ شرح وقایہ کے مطابق اس کی حلت کی امام صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں۔
کتے کی بیع جائز ہونے کے لیے امام صاحب کے مقلد جو احادیث پیش کرتے ہیں، ان سے شکاری کتے کی بیع کا جائز ہونا ثابت ہے نہ کہ ہر قسم کے کتے کی بیع کا جواز اور طرفہ یہ ہے کہ ان میں سے بھی کوئی صحیح حدیث نہیں، سب کی سب بالاتفاق ضعیف ہیں۔ اس کا بیان اس کتب کے بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۶ میں پہلے گزر چکا ہے۔ اب بتلائیے کہ زانیہ کی اجرت زنا حرام ہونے کے باب میں یہ چار احادیث جو نقل کی گئی ہیں ان پر عمل کرنے سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کس نے منع کیا اور دامن احتیاط ان سے کیوں چھوٹا؟ ☆

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۲ ص-۲۷۱ شرح حدیث-۸۰۰، ۸۰۱ ونیل الاوطار

کتاب الطہارۃ باب الوضوء من لحوم الابل ج-۱ ص-۲۲۱

(۲) ہدایۃ ج-۱ ص-۱۱۲

(۳) ہدایۃ ج-۲ کتاب البیوع (ہدایۃ مع فتح القدیر ج-۶ ص-۲۳۶)

(۴) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰ ص-۳۷۵ حدیث-۳۹۸۵

(۵) صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب ج-۱۰ ص-۳۷۵ حدیث-۳۹۸۸

(۶) صحیح البخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب ج-۲ ص-۳۲۶ حدیث-۲۲۳۸

☆ ہم کہتے ہیں خفیہ مذہب کا مسئلہ ہے کہ زنا کرنے والی خواہ توبہ کرے یا نہ کرے، اس کی مکائی جائز ہے۔ حوالہ کے طور پر ان کی مشہور

کتابیں درج کی جاتی ہیں: محیط سرخسی، حاشیہ شرح وقایہ، چلبی ص-۲۹۲ فتاویٰ شامی، ردالمختار ج-۵ ص-۲۸

مسئلہ نمبر ۷ خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست ہے حالانکہ یہ بات خانہ کعبہ کی تعظیم کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بھی۔

دیکھو ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا جہاں نجاست ڈالی جاتی ہو، جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہوں، جہاں قبریں ہوں، گزرگاہ یا حمام ہو، اونٹوں کے باندھنے کی جگہ ہو یا بیت اللہ کی چھت (ان میں سے کسی جگہ بھی نماز پڑھنا درست نہیں) ^(۱)

باسب تعظیم خانہ کعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی پشت پر نماز پڑھنے سے لوگوں کو منع فرمایا ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے نہ معلوم نماز پڑھنا وہاں جائز کیوں قرار دیا ہے؟

سترہواں مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے والے فقہ کے بعض مسائل کو برا جانتے ہیں بلکہ بعض ان کو مردود سمجھتے ہیں، اس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر چلنے والے فقہ کی کتابوں کے بعض مسائل کو برا جانتے ہیں بلکہ بعض لوگ ان کو مردود بھی کہتے ہیں۔

اس کا یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں کے جو مسائل قرآن اور حدیث کے مطابق اور موافق ہیں وہ تو حدیث پر چلنے والوں کا عین دین اور ایمان ہیں لیکن جو مسائل قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں، حدیث پر چلنے والے ان کو برا جانتے ہیں اور ان پر عمل کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ فقہ کے ایسے ایک سو مسائل کا بیان بارہویں مغالطہ کے جواب میں پہلے ہو چکا ہے۔ اب جن مسائل فقہ حنفی کو اہل حدیث فی الواقع مردود سمجھتے ہیں ان میں سے چند مسائل یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ ج-۱ ص-۲۲۹ حدیث-۳۸۸ (ضعیف جدًا) یہی الفاظ ابن عمر عن عمر مرفوعاً ثابت ہیں، جس سے حنفیہ کے مسئلے کا رد ہوتا ہے۔ (انظر مشکوٰۃ کتاب الصلاۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ ج-۱ ص-۲۲۹ پر حاشیہ شیخ البانی نمبر ۴)

فقہ حنفی کے مردود مسائل

شراب کے منکے کا حکم

مسئلہ نمبر ۱

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: وَكَذَلِكَ جُبَّ الْخَمْرِ إِذَا صَارَ خَلًّا وَحُكِمَ بظَهَارَةِ مَا فِيهِ يُحْكَمُ بظَهَارَةِ الْخُبِّ ”اور اسی طرح شراب کے منکے کا حکم ہے جب شراب سرکہ بن جائے اور جو اس میں ہے (یعنی شراب) اس کی پاکی کا حکم دیا جائے تو منکے کے پاک ہونے کا حکم بھی دیا جاتا ہے۔“

سرکہ ڈالنے سے شراب پاک ہو جائے گی

مسئلہ نمبر ۲

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: كَذَا الْحِنْطَةُ إِذَا طَبِخَتْ فِي الْخَمْرِ لَا يَظْهَرُ أَبَدًا قَالَ أَوْ عِنْدِي إِذَا صُبَّ فِيهِ الْخَلُّ وَتَوَرَّكَ حَتَّى صَارَ زَانٍ كُلُّ خَلٍّ لَا بَأْسَ بِهِ وَلَوْ صُبَّ الْخَمْرُ عَلَى حِنْطَةٍ يَفْسَلُ ثَلَاثًا وَيَجْفَأُ فِي كُلِّ مَرَّةٍ ”اسی طرح گیہوں جب شراب میں پکلی جائے تو کبھی پاک نہیں ہوتی لیکن (یعنی ابو یوسف نے) کہا اور میرے نزدیک جب اس پر سرکہ ڈال دیا جائے اور اتنی مدت رکھ چھوڑیں کہ سب ہی سرکہ ہو جائے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر شراب گیہوں پر (یونہی بلا جوش ڈالی جائے تو اس کو تین دفعہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ خشک کیا جائے۔“

کھانے میں شراب ڈالنے سے کھانا جائز رہے گا

مسئلہ نمبر ۳

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: خَمْرٌ صُبَّتْ فِي قِدْرِ الطَّعَامِ ثُمَّ صُبَّ فِيهِ الْخَلُّ وَصَارَ حَامِضًا بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ أَكْلُهُ لِحُمُوضَتِهِ وَحُمُوضَتُهَا حَمُوضَةُ الْخَلِّ لَا بَأْسَ بِأَكْلِهَا ”کھانے کی ہتھیا میں شراب ڈال گئی پھر اس پر سرکہ ڈالا گیا اور وہ کھانا مع شراب ترش ہو گیا ایسا کہ ترشی کے سبب اس کا کھانا مشکل ہو گیا تو اس کے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔“

شراب میں چوہا گر پڑے

مسئلہ نمبر ۴

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: فَارَةٌ وَقَعَتْ فِي خَمْرٍ ثُمَّ اسْتَخْرِجَتْ قَبْلَ التَّفْشِخِ صَارَتْ خَلًّا لَا بَأْسَ بِأَكْلِهَا ”اگر شراب میں چوہا گر پڑے پھر اسے پھینکنے سے پہلے نکل دیا جائے اور بعد ازاں شراب سرکہ بن جائے تو اسے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔“

روزے کی حالت میں زنا بایید کا حکم

مسئلہ نمبر ۵

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: وَمَنِ النَّاسِ مَنْ قَالَ لَا يَفْسُدُ صَوْمٌ فِي الْأَسْتِغْنَاعِ بِالْكَفِّ وَهَلْ يَبَاحُ لَهُ أَنْ يَقْعَلَ ذَلِكَ

فِي غَيْرِ رَمَضَانَ إِنْ أَرَادَ الشَّهْوَةَ لَا يَبَاحُ وَإِنْ أَرَادَ تَسْكِينِ الشَّهْوَةِ فَلَاؤُا نَزْجُو أَنْ لَا يَكُونُ إِمَامًا۔ ”بعض لوگ کہتے ہیں کہ استمنا یا لید (مشت زنی) سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیا کسی کے لیے ماسوائے رمضان یہ فعل جائز ہے؟ (جواب) اگر وہ شہوت کے ارادے سے مشت زنی کرتا ہے تو جائز نہیں لیکن اگر تسکین شہوت کے لیے وہ ایسا کرتا ہے تو فقہائے حنفیہ کہتے ہیں کہ ہمیں امید ہے وہ گنہگار نہ ہو گا۔^(۱)

مسئلہ نمبر ۶ جانور اور مردے سے بد فعلی کا حکم

فتاویٰ قاضی خان (جلد اول) میں لکھا ہے: وَإِنْ أُولِيَجَ بِهَيْمَةً أَوْ مَيْتَةً وَلَمْ يَنْزِلْ لَا يَفْسِدُ صَوْمُهُ وَلَا يَلْزَمُ الْغُسْلُ۔ ”یعنی اگر (کوئی) چوپائے یا مردے میں دخول کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا نہ غسل واجب ہوتا ہے۔“^(۲)

مسئلہ نمبر ۷ ناحق چیز استعمال کرنے کا حکم

فتاویٰ قاضی خان (جلد اول) میں لکھا ہے: رَجُلٌ اسْتَكْرَى دَابَّةً لِمَسِيرَةٍ فَوَسَخَ فَمَسَارَ عَلَيْهَا سَبْعَ فَرَاسِخَ كَانَ عَلَيْهِ الْأَجْرُ الْمُسْتَمَى لِلْفَرْسِخِ وَفِيهَا زَادَ عَلَى الْفَرْسِخِ يَكُونُ غَاصِبًا وَلَا أَجْرَ عَلَيْهِ وَإِنْ أَرْضِي الْمُسْتَأْجِرُ صَاحِبَ الدَّابَّةِ بِشَيْءٍ كَانَ أَفْضَلَ۔ ”اگر کسی شخص نے سواری کا ایک جانور ایک فرسنگ کے سفر کے لیے کرایہ پر لیا پھر اس پر سات فرسنگ تک سوار ہو کر چلا گیا تو اس کو وہی کرایہ دینا واجب ہو گا جو ایک فرسنگ کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس سے زیادہ فاصلے کی سواری کے لیے وہ غائب قرار پائے گا لیکن اس کو کرایہ دینا لازم نہیں ہے اور اگر کرایہ دار سواری کے مالک کو کچھ دے کر راضی کر لے تو یہ افضل بات ہے۔“^(۳)

مسئلہ نمبر ۸ قرآن کے بارہ میں ہرزہ سرائی

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالَّذِي رَغَفَ فَلَا يَرْفَأُ دُمُهُ فَإِذَا أَنْ يَكْتَسِبَ بِلَمِّهِ عَلَى جَنْبِهِ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ أَبُو نُكَيْرٍ الْأَسْكَافُ بِحُزْزٍ قِيلَ لَوْ كَتَبَ بِالْبُيُولِ قَالَ لَوْ كَانَ فِيهِ شِفَاءٌ لَا بَأْسَ بِهِ قِيلَ لَوْ كَتَبَ عَلَى جِلْدِهِ مَيْتَةً قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ شِفَاءٌ جَازَ۔ ”یعنی جس کی نکیر پھوٹے اور خون نہ تھے پس اگر وہ خون کے ساتھ اپنی پیشانی پر کچھ قرآن لکھا لے تو بقول ابو نکر اسکاف یہ جائز ہے اور بعض کا قول ہے کہ اگر پیشاب سے قرآن لکھ لے تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس سے اس کو شفا ہو اور اگر مردار کی کھل پر قرآن لکھ لے تو بھی مضائقہ نہیں اگر اس سے شفا ہوتی ہو۔“^(۴) (معذرت اللہ استغفر اللہ)

(۱) درمختار مع رد المختار ج-۲ ص-۳۹۹ میں ہے کہ اگر زنا کا اندیشہ ہو تو مشت زنی کرے تو کوئی وبال نہ ہو گا۔

(۲) مولانا قطب الدین لکھتے ہیں کہ اگر چارپائے اور مردے کے آگے پیچھے داخل کرے تو منزل (انزال) ہونے سے غسل لازم آتا ہے ورنہ نہیں۔ (مظاہر حق ج-۱ ص-۱۵۰)

(۳) فتاویٰ قاضی خان ج-۱

(۴) فتاویٰ قاضی خان ج-۳ فتاویٰ سراجیہ علی حاشی و فتاویٰ عالمگیری ج-۵ ص-۳۵۱

مسئلہ نمبر ۹

سود لینے کی اجازت

ہدایہ میں لکھا ہے: لَا يَتَنَّمُ الْمُسْلِمُ وَالْحَزْبِي فِي دَارِ الْحَزْبِ (۱) یعنی مسلمان اور حزبی کے درمیان دارالحرب میں بیاج نہیں یعنی کفار کے ملک میں مسلمانوں کو کافروں سے بیاج لینا منع نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰

جن سے نکاح حرام ہے اگر نکاح کر لے تو اس پر حد نہیں

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی محرمات ابدی سے جیسے ماں، بہن، بیٹی اور ان کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے دانستہ نکاح کرے اور صحبت کرے تو بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد نہیں آتی۔ اس کا بیان بارہویں مغالطے کے جواب میں (مسئلہ نمبر ۸۲ میں) پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

حرام بیوی حلال ہو جائے گی

ہدایہ، شرح وقلیہ، کنزالدقائق، فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خان وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قاضی جس چیز کے حرام ہونے کا فیصلہ بظاہر کر دے وہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک باطن بھی حرام ہو جاتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لیا اور وہ عورت اس کو مل جائے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بیوی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس شخص کے لیے حلال ہے اس کا بیان بھی بارہویں مغالطے کے جواب میں (مسئلہ نمبر ۹ میں) پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲

زنا کے بدلے میں اجرت

چلمی حاشیہ شرح وقلیہ میں محیط سے نقل کر کے لکھا ہے کہ جو چیز زانیہ (زنا کے بدلے میں) لے اگر مقرر کر کے لے رہی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کا بیان بھی بارہویں مغالطے کے جواب میں (مسئلہ نمبر ۹۵ میں) پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳

ذمی کافر رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے تو بھی ذمہ

نہیں ٹوٹتا

ہدایہ، شرح وقلیہ اور کنزالدقائق میں لکھا ہے کہ ذمی جزیہ دینے والا اگر رسول اللہ ﷺ کو گلی بھی دے تو بھی اس کا عہد

ذمہ نہیں ٹوٹتا اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردان ابویوسف اور محمد کا ہے ☆

مسئلہ نمبر ۱۳ نشہ نہ لانے والی مقدار شراب کی حلت

ہدایہ ^(۱) اور شرح وقلیہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نیبذ کجور اور انگور خشک کی شراب اتنی مقدار تک پینا درست ہے جو نشہ نہ کرے بشرطیکہ لہو و طرب کے قصد سے نہ پئے بلکہ قوت کے لیے پئے (بارہویں مغالطہ مسئلہ نمبر ۸) میں پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵ سور کی کھل اور اس کی بیج

منیۃ المصلیٰ میں لکھا ہے کہ امام ابویوسف کے نزدیک سور کا چڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی بیج جائز ہے۔ (پندرہواں مغالطہ مسئلہ نمبر ۱)

مسئلہ نمبر ۱۶ کتے یا بھیڑیے کی کھل جسے ذبح کیا گیا ہو

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر نماز کتے یا بھیڑیے کے چوڑے پر پڑھی جائے جسے ذبح کیا گیا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ (پندرہواں مغالطہ مسئلہ نمبر ۱)

مسئلہ نمبر ۱۷ روزے کی حالت میں جماع کا حکم

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: كَذَا الثَّالِمَةِ وَالْمَجْنُونَةُ إِذَا جَامَعَهُمَا زَوْجُهُمَا عَلَيْهِمَا الْقَضَاءُ دُونَ الْكَفَّارَةِ وَقَالَ زُفَرٍ لَا يَفْسُدُ صَوْمُهَا لِأَنَّهَا فِي مَعْنَى التَّسْتِإْنِ۔ ”یعنی اسی طرح سوئی ہوئی اور مجنونہ عورت سے جب ان کا خلوند صحبت کرے تو ان دونوں پر (یعنی مرد پر بھی اور عورت پر بھی روزے کی) قضا ہے کفارہ نہیں اور زفر نے کہا ان دونوں کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ ان دونوں کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ انہوں نے بھول کر جماع کیا ہے۔“

مسئلہ نمبر ۱۸ چارپائے یا مردے سے جماع کرنا

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے: وَكَذَا إِذَا جَامَعَ بِهِمَةَ وَلَمْ يَنْزِلْ أَوْ مَيْتَةً وَلَمْ يَنْزِلْ أَوْ نَاكَحَ بَيْدَهُ وَلَمْ يَنْزِلْ أَوْ جَامَعَ

(۱) ہدایہ کتاب الاشرہ ج-۳

(۲) ہدایہ باب الماء الذی..... الخ ج-۳۔۔۔۔۔ اوپر اس حوالہ کا نشان درج کریں؟۔۔۔۔۔

☆ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ فصل فی ما ینبی للہمی ص-۵۷ میں ہے: مَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجُزْئَةِ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا أَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ ذَلَّى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَنْهُ لَمْ يَنْتَقِضْ عَنْهُ لَمْ يَنْتَقِضْ عَنْهُ ”جو ذی شخص جزئیہ دینے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر بھی اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا۔“ ہم استغفار سے گذارش کرتے ہیں کہ اس کے متعلق قرآن وحدیث سے کوئی ایک آیت یا حدیث پیش کر دیں مگر افسوس کہ وہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکیں گے

فَيَمَازُونَ الْفَرْجَ وَلَمْ يَنْزِلْ وَإِنْ أَنْزَلَ فِي هَذِهِ الْوُجُوهُ كَانَ عَلَيْهِ الْقَضَاءُ دُونَ الْكَفَّارَةِ لَوْ جُودَ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ بِصِفَةِ النَّقْصَانِ۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چارپائے یا مردے سے جماع کرے اور انزال نہ ہو یا مشت زنی کرے یا مسوائے فرج کسی اور چیز سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا) اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت اختیار کرنے پر انزال ہو جائے تو اس سے روزے کی قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں۔ کیونکہ نقصان کی صفت کے ساتھ (یعنی ناقص طور پر) قضاے شہوت کی گئی ہے۔ ☆

مسئلہ نمبر ۱۹ روزہ کی حالت میں جماع کرنے کی اجازت کی صورت

فتاویٰ برہنہ^(۱) میں لکھا ہے اگر خرقہ برز کر پیچیدہ در آوردا اگر نرم باشد قضاوت و کفارت و اگر درشت بود قضا و غسل لازم نہ کما فی المجموع۔ (ترجمہ) اگر کوئی بحالت روزہ عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر بیوی سے جماع کرے اور کپڑا باریک اور نرم ہو تو روزے کی قضا اور کفارہ لازم آئے گا اور اگر کپڑا مضبوط اور موٹا ہو تو قضا اور غسل لازم نہیں آئے گا۔ ☆☆

مسئلہ نمبر ۲۰ زنا کی اجازت

فقہ کی کتب میں لکھا ہے: وَلَا حَدَّ بَيْنَنَا غَيْرِ مُكَلَّفٍ بِمُكَلَّفَةٍ مُطْلَقًا لَا عَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهَا وَلَا حَدَّ بَيْنَنَا الْمُسْتَأْجِرَةَ لَدَى "مرد غیر مکلف (مبالغ یا مجنون) کا زنا مکلفہ کے ساتھ زنا کرنا مطلقاً مستوجب حد نہیں نہ مرد پر نہ عورت پر اور اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بھی حد جاری نہیں ہوتی جسے زنا کے لیے اجرت پر حاصل کیا گیا ہو۔" (۲)

فتاویٰ قاضی خان اور کترالد قاتق میں لکھا ہے: وَلَوْ اسْتَأْجَرَ امْرَأَةً لِيُزْنِيَ بِهَا فَرَزْنَى بِهَا لَا يُعَدُّ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ "اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا کے لیے اجرت پر حاصل کرے اور پھر اس کے ساتھ زنا کرے تو ابی حنیفہ کے قول کے مطابق اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔"

مسئلہ نمبر ۲۱ احناف کا مضحکہ خیز مسئلہ

یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے: فَإِنْ أُولَجَ فِي قُبُلِ خُنْثَى مُشْكِكٍ أَوْ أُولَجَ الْخُنْثَى ذَكَرَهُ فِي فَرْجٍ أَوْ وُطِئَ أَحْلَهُمَا الْأُخْرَى

(۱) فتاویٰ قاضی خان۔

(۲) غایۃ الاوطار ج-۲ ترجمہ اردو ردالمحتار۔

☆ اسی طرح در مختار میں لکھتے ہیں: وَلَا عِنْدَ وَطِئِ بَهِيمَةٍ "جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے نہ تو غسل لازم آتا ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو۔ (در مختار مع شامی ج-۱ ص-۲۲۱) ابج لیم سعید کراچی) افسوس کا مقام ہے کہ کس قدر طہارت کے خلاف مسئلہ لکھا ہے اور اس کو جائز قرار دینے کے لیے کیسا نراہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ مگر ان کی عقل کے کیا کہنے! اسی در مختار میں ہی یہ حدیث لا رہے ہیں: نَاحِحٌ لِهَذَا مَلْعُونٌ يَعْنِي مَشْتِ زَنَى كَرْنِے وَالے پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس مسلک سے تعلق رکھنے والوں سے گزارش ہے کہ مہلکی فرمائیں اور ہمیں کوئی ایسی حدیث بتلا دیں جس میں وہی کچھ ہو جو فقہ میں درج ہے۔

☆☆ اتنی تنگی میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ افسوس ایسے بے معنی فتوؤں پر، سمجھ نہیں آتی یہ صاحبان سیکس کے متعلق مطلوباتی نازل لکھتے رہے ہیں یا فقہ کی کتابیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

فِي قُبْلِهِ فَلَا غُسْلَ عَلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا۔ ”پھر اگر کوئی شخص کسی خنثی مشکل (جس کی دونوں راہوں سے پیشاب نکلتا ہو) کی قبل میں اپنا ذکر داخل کرے یا خنثی اپنے ذکر کو فرج میں داخل کرے یا ایک دوسرے سے اس کی قبل میں وطی کرے تو ان دونوں میں کسی پر بھی غسل واجب نہیں۔“

مسئلہ نمبر ۲۲ لونڈی سے زنا کرے تو بھی حد نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالْمَرْهُونَةُ فِي حَقِّ الْمُزْنِهِنِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الرَّهْنِ فَقِي هَذِهِ الْمَوَاضِعَ لَا يَجِبُ الْحَدُّ وَإِنْ قَالِ عِلْمُتُ أَنَّهَا عَلَى حَرَامٍ۔ ”یعنی اگر کسی نے کسی کی لونڈی گروی رکھی پھر اس لونڈی سے اس نے زنا کیا تو اس پر حد واجب نہیں ہے اگرچہ جانتا ہو کہ یہ لونڈی مجھ پر حرام ہے۔“^(۱)

مسئلہ نمبر ۲۳ ذمی کو شراب اور سور بیچنا جائز ہے

غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالختار میں لکھا ہے: أَمَرَ لِمُسْلِمٍ بِبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ خَنْزِيرٍ أَوْ شَرَاهُمَا أَيْ وَكُلِّ الْمُسْلِمِ ذِمِّيًّا أَوْ أَمَرَ الْمُحَرَّمُ غَيْرُهُ أَيْ غَيْرِ الْمُحَرَّمِ بِبَيْعِ صَبِيهِ يَعْنِي صَحَّ ذَلِكَ عِنْدَ الْأِمَامِ مَعَ أَشَدِّ كَرَاهَةٍ۔ ”یعنی اگر امر کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خریدنے کے لیے یا محرم نے غیر محرم سے اپنے شکار کو بیچنے کے لیے کہا تو یہ توکیل اور بیع و شراہام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے مگر بہت زیادہ کراہت کے ساتھ۔“

مسئلہ نمبر ۲۴ بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ پر پرورش پائی

ایک مرود مسئلہ فقہ حنفیہ کا حدیث پر چلنے والوں کے نزدیک یہ ہے کہ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو درالختار میں لکھا ہے: وَلَوْ أَكَلَتِ النَّجَاسَةُ وَغَيَّرَهَا بِحَيْثُ لَمْ يَنْبُتْ لَحْمُهَا حَلَّتْ كَمَا حَلَّ أَكْلُ جَذْيٍ غُلْدِيٍّ بِلَبَنِ خَنْزِيرٍ لِأَنَّ لَحْمَهُ لَا يَتَغَيَّرُ وَمَا غُلْدِيٌّ بِهِ يَصِيرُ مُسْتَهْلَكًا لَا يَتَفَقَى لَهُ أَثَرٌ۔ ”یعنی اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتا ہو اس طرح کہ اس کا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ بکری کا بچہ حلال ہے جو سور کے دودھ سے پلا گیا اس لیے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور جو دودھ اس کی غذا ہو وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے۔“

مسئلہ نمبر ۲۵ پلید چیز سے تعویذ لکھنا

ردالمحتلہ شرح درالختار میں لکھا ہے: وَكَذَا اخْتَارَهُ صَاحِبُ الْهَدَايَةِ فِي التَّحْنِيسِ فَقَالَ لَوْ رَغَفَ فَكُتِبَ الْفَاتِحَةُ بِالْأَمْرِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَالْفَجَارُ لِلْإِسْتِشْفَاءِ وَالْبَقُولُ أَيْضًا إِنْ عَلِمَ فِيهِ شِفَاءٌ لَا بَأْسَ بِهِ۔ ”اور ایسے ہی صاحب ہدایہ نے اسے اختیار کیا ہے تجنیس میں اور کہا اگر کسی شخص کے کسیر پھوٹے اور وہ خون سے اپنی ناک اور پیشانی پر سورۃ فاتحہ لکھ لے

(۱) ہدایہ کتاب الحلو باب الوطی الذی یوجب الحد ج-۲ ص-۵۱۳

(۲) فتاویٰ شامی ج-۱ ص-۲۱۰ والبحر الرائق ج-۱ ص-۱۱۶

تو حصول شفا کے لیے ایسا کرنا جائز ہے نیز پیشاب کے ساتھ بھی سورہ فاتحہ لکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اگر معلوم ہو کہ ایسا کرنے سے شفا ہو جاتی ہے۔“ (معاذ اللہ)

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا

مسئلہ نمبر ۲۶

در المختار میں لکھا ہے : وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَخَافُ إِنْ تَوَكَّتُ الْفَاحِشَةَ أَنْ يُعَاتِبَنِي الشَّافِعِيُّ أَوْ قَرَأْتُهَا يُعَاتِبَنِي أَبُو حَنِيفَةَ فَاخْتَرْتُ الْأَمَلَةَ ”اہل علم میں سے ایک نے کہا میں ڈرتا ہوں اگر (کسی کی اقتداء میں) سورہ فاتحہ نہ پڑھوں تو امام شافعی کا عتاب مجھ پر نازل ہو گا اور اگر سورہ فاتحہ پڑھوں تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ مجھے ملامت کریں گے لہذا میں نے (اقتدا کے بجائے) امامت اختیار کر لی۔“

مسئلہ نمبر ۲۷ میاں بیوی کی ملاقات کے بغیر اولاد پیدا ہونے کا حکم

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَقَدْ اكْتَفَوْا بِقِيَامِ الْفَرَّاشِ بِلَا دُخُولٍ كَتَرُوجِ الْمَغْرِبِيِّ بِمَشْرِقِيَّتِهِ بَيْنَهُمَا مَسَافَةٌ سَنَةً فَوَلَدَتْ لِسَنَةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ تَزَوَّجَهَا لِتَصَوَّرَهُ كَرَامَةً وَاسْتِخْدَامًا۔^(۱) ”اور فقہاء نے قیام فراش بلا دخول کو ثبوت نسب کے لیے کافی قرار دیا ہے مثلاً ایک مغرب میں رہنے والے آدمی نے مشرقی عورت سے شہابی کی جن کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے اب اگر منکوحہ شادی کے چھ ماہ بعد بچہ جنمتی ہے (تو یہ بچہ ثابت النسب سمجھا جائے گا) کیونکہ ازروئے کرامت یا استخدام جن مباشرت متصور ہو سکتی ہے۔“

مشت زنی کی عام اجازت

مسئلہ نمبر ۲۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : إِلَّا سِتْمَاءٌ حَرَامٌ أَيْ بِالْكَفِّ إِذَا كَانَ لَا سِتْمَاءَ لِلشَّهْوَةِ أَمَّا إِذَا غَلَبَتْ الشَّهْوَةُ وَلَيْسَ لَهُ زَوْجَةٌ وَلَا أَمَةٌ فَفَعَلَ ذَلِكَ لِيَسْكُنَ بِهَا فَالزَّجَاءُ أَنْ لَا وَبَانَ كَمَا قَالَ أَبُو اللَّيْثِ وَيَجِبُ لَوْ خَافَ الزَّوْجِي۔^(۲) ”طلب شہوت کے لیے ہو تو استمنا باید (مشت زنی) حرام ہے لیکن اگر غلبہ شہوت دور کرنا مقصود ہو جبکہ نہ اس کی بیوی ہو نہ لونڈی اور محض تسکین نفس کے لیے وہ یہ کام کرے تو امید ہے کہ اس کا اس پر کوئی دہل نہ ہو گا“ جیسا کہ ابواللیث نے بھی کہا ہے اور اگر غلبہ شہوت کے تحت زنا کر لینے کا خطرہ ہو (تو ایسی صورت میں استمنا باید واجب ہو جاتا ہے۔“

گو نگے کا زنا کرنا

مسئلہ نمبر ۲۹

غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار میں لکھا ہے : نَاطِقِي خَرَجَ وَظِي الْأَخْرُسِ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ لِلشَّبَدِ لِيَعْنِي زَنَا عِبَارَتِ هِيَ وَطِي مُكَلَّفٌ بِطَلْقٍ سَعِيٍّ جُو بُولَاتٍ هُوَ تَوَاسٍ قِيدٍ سَعِيٍّ كَوْنُهُ كَاجْمَعٍ كَرَنَاهُ زَنَا سَعِيٍّ نَاطِقِي خَرَجَ وَظِي الْأَخْرُسِ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ لِلشَّبَدِ لِيَعْنِي زَنَا عِبَارَتِ هِيَ وَطِي مُكَلَّفٌ بِطَلْقٍ سَعِيٍّ جُو بُولَاتٍ هُوَ تَوَاسٍ قِيدٍ سَعِيٍّ كَوْنُهُ كَاجْمَعٍ كَرَنَاهُ زَنَا سَعِيٍّ

(۱) غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در المختار وفتح القدیر۔

(۲) در مختار مع رد المختار ج-۲ ص-۳۹۹

کے (م) گونا گواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اس کے زنا پر گواہ قائم ہوں بہر صورت اس پر حد نہیں بسبب شبہ کے معلوم ہونا چاہیے کہ کتب فقہ حنفیہ میں اس قسم کے مسائل بے شمار ہیں۔ لیکن بخوف طوالت کتاب صرف مذکورہ مسائل پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی صاحب مذکورہ مسائل کو مردود کہنے اور لکھنے سے ناراض ہوں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ان مسائل پر عمل کرنے اور اعتقاد رکھنے کے لیے شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا بلکہ ان پر عمل کرنا اور اعتقاد رکھنا قرآن اور احادیث کے صریحاً خلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس عقیدے اور عمل پر حکم الہی اور رسول ﷺ ناطق نہ ہو وہ عقیدہ اور عمل مردود ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَخَذَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ زَوَّجٌ "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں تو وہ مردود ہے۔" (۱)

اب ہم حنفیوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے مقتداؤں اور پیشواؤں نے جو رسول اللہ ﷺ کی ایسی ایسی صحیح احادیث کو مردود کہہ دیا ہے کہ جن کو صحابہ کی جماعت کی جماعت نے روایت کیا ہے اور بڑے بڑے محدثوں اور مجتہدوں نے جن پر اعتقاد رکھا ہے اور عمل کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا ایک صحیح حدیث اگر بظاہر دوسری حدیث صحیح کے آپ کو معارض معلوم ہو تو ایک کو عمل کے لائق اور دوسرے کو آپ مردود جانتے ہیں یا جو جو احادیث آپ کے امام اور فقہاء کے اقوال کے خلاف ہیں وہ آپ لوگوں کے نزدیک مردود سمجھی جاتی ہیں۔ اس کی وضاحت کرنی چاہیے کہ آپ کا معیار رد و قبول کیا ہے۔ میں اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لیے دو صحیح احادیث کہ جن کو حنفیہ نے مردود لکھا ہے اس مقام پر نقل کرتا ہوں۔

قسم اور گواہ

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَا بَيْنَيْنِ وَشَاهِدٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ) (۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ایک گواہ اور (مدعی کی) ایک قسم کے ساتھ فیصلہ کیا۔ (اسے مسلم، ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا)

فائدہ: امام شوکانی (۳) نے کہا کہ اس حدیث کو ابن عباس، جابر، حضرت علی، ابو ہریرہ، سرق، عمارہ بن حزم، سعد بن عبادہ، زینب، عمر بن الخطاب، مغیرہ، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ابو سعید خدری، بلال بن حارث، مسلمہ بن قیس، عامر بن ربیعہ، سل بن سعد، تمیم داری، ام سلمہ اور انس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور اس حدیث سے صحابہ کی ایک جماعت، تابعین اور تبع تابعین نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ قسم مدعی اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة ج-۱ ص-۵۱ حدیث-۱۳۰

(۲) صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب القضاء بالیمین والشاہد ج-۱۳ ص-۲۳۰ حدیث-۳۳۷۷ و ابو داؤد کتاب الاقضیۃ باب القضاء بالیمین والشاہد ج-۲ ص-۲۹۹ حدیث-۳۶۰۸ و بلوغ المرام کتاب القضاء باب الشهادات ص-۳۲۰ حدیث-۱۳۰۷

(۳) نیل الاوطار کتاب الاقضیۃ والاحکام باب الحكم بالشاهد والیمین ج-۸ ص-۲۹۳

نیز اسی مسلک کو صاحب البحر نے امیر المومنین حضرت علی، حضرت ابو بکر، عمر، عثمان، ابی بن عباس رضی اللہ عنہم، عمر بن عبد العزیز، شریح، شعبی، ربیعہ، فقہائے مدینہ، ناصر ہمدانی، امام مالک اور شافعی رحمہم اللہ اجمعین سے نقل کیا ہے۔ لیکن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایسی صحیح حدیث کو اپنی کتب اصول میں صاف صاف مردود کہہ گئے ہیں۔

چنانچہ غایت التحقیق شرح حسانی میں حدیث مذکور کی نسبت لکھا ہے: وَالْعَمَلُ بِخَيْرِ الشَّاهِدِ وَالْيَمِينِ يُؤْجِبُ تَرْكَ الْعَمَلِ بِمُؤْجِبِ هَذَا الْخَبَرِ فَيَكُونُ مَرْفُوضًا۔ ”اور ایک گواہ اور قسم مدعی والی حدیث پر عمل کرنے سے اس خبر مشہور (گواہ لانا مدعی کا ذمہ ہے اور انکار کرنے والا قسم کھائے گا) کے مقتضی پر عمل نہیں کیا جاسکتا لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث مردود ٹھہری۔“

اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَصْرُؤُوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنْ ابْتِاعَهَا بَعْدَ فَهَوٍ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو۔ اگر ایسی اونٹنی یا بکری کو کسی نے خریدا تو اسے دوہنے کے بعد دو کاموں کا اختیار ہو گا چاہے تو خرید کر وہ جانور کو اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو کھجوروں کے ایک صاع (تھن) کے ساتھ اسے واپس کر دے۔ (بخاری، مسلم)

دعا باز لوگ کئی کئی دن گائے، بکری اور اونٹنی کا دودھ روک رکھتے ہیں کہ خریدنے والا دھوکے سے قیمت زیادہ لگائے۔ اس لیے آپ نے فرمایا خریدنے والے کو اختیار ہے خواہ رکھے خواہ ایک صاع کھجور کے ساتھ واپس کر دے۔

نودی نے شرح صحیح مسلم (۳) میں کہا کہ ہمارا یہی مذہب ہے اور امام مالک، لیث، ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف، ابو ثور اور فقہاء محدثین سب اس کے قائل ہیں اور یہ بات صحیح اور سنت ہے اور جمہور علماء نے اس حدیث کی مخالفت کرنے والوں کے جواب میں کہا کہ جب کوئی بات سنت سے ثابت ہو جائے تو اسے کسی عقلی دلیل کی بنیاد پر رد نہ کیا جائے، انتہی مختصراً۔ امام شوکانی رحمہ اللہ (۳) نے کہا کہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا کہ اسی پر ابن مسعود اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے اور ان کے صحابہ میں سے کسی نے بھی مخالفت نہیں کی اور جمہور علماء تابعین اور تبع تابعین وغیرہ میں سے اس کے اتنے لوگ قائل ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا، انتہی۔

لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محمد نے اس کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ رد المحتار شرح در المختار میں لکھا ہے: وَلَمْ يَأْخُذْ أَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ بِهِ لِأَنَّهُ خَبَرَتْهُ مُخَالَفَةُ الْأُصُولِ ”ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محمد نے اس حدیث کو نہیں لیا، اس لیے کہ یہ اصول کے مخالف ہے۔“

(۱) صحیح مسلم کتاب البیوع باب حکم بیع المصراة ج-۱۰ ص-۳۰۶، حدیث-۳۸۱۰، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱، ۴۲۲۲، ۴۲۲۳، ۴۲۲۴، ۴۲۲۵، ۴۲۲۶، ۴۲۲۷، ۴۲۲۸، ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۱، ۴۲۳۲، ۴۲۳۳، ۴۲۳۴، ۴۲۳۵، ۴۲۳۶، ۴۲۳۷، ۴۲۳۸، ۴۲۳۹، ۴۲۴۰، ۴۲۴۱، ۴۲۴۲، ۴۲۴۳، ۴۲۴۴، ۴۲۴۵، ۴۲۴۶، ۴۲۴۷، ۴۲۴۸، ۴۲۴۹، ۴۲۵۰، ۴۲۵۱، ۴۲۵۲، ۴۲۵۳، ۴۲۵۴، ۴۲۵۵، ۴۲۵۶، ۴۲۵۷، ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۴۲۶۰، ۴۲۶۱، ۴۲۶۲، ۴۲۶۳، ۴۲۶۴، ۴۲۶۵، ۴۲۶۶، ۴۲۶۷، ۴۲۶۸، ۴۲۶۹، ۴۲۷۰، ۴۲۷۱، ۴۲۷۲، ۴۲۷۳، ۴۲۷۴، ۴۲۷۵، ۴۲۷۶، ۴۲۷۷، ۴۲۷۸، ۴۲۷۹، ۴۲۸۰، ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ۴۲۸۳، ۴۲۸۴، ۴۲۸۵، ۴۲۸۶، ۴۲۸۷، ۴۲۸۸، ۴۲۸۹، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱، ۴۲۹۲، ۴۲۹۳، ۴۲۹۴، ۴۲۹۵، ۴۲۹۶، ۴۲۹۷، ۴۲۹۸، ۴۲۹۹، ۴۳۰۰، ۴۳۰۱، ۴۳۰۲، ۴۳۰۳، ۴۳۰۴، ۴۳۰۵، ۴۳۰۶، ۴۳۰۷، ۴۳۰۸، ۴۳۰۹، ۴۳۱۰، ۴۳۱۱، ۴۳۱۲، ۴۳۱۳، ۴۳۱۴، ۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷، ۴۳۱۸، ۴۳۱۹، ۴۳۲۰، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۴۳۲۳، ۴۳۲۴، ۴۳۲۵، ۴۳۲۶، ۴۳۲۷، ۴۳۲۸، ۴۳۲۹، ۴۳۳۰، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶، ۴۳۳۷، ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، ۴۳۴۰، ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۴۳۴۵، ۴۳۴۶، ۴۳۴۷، ۴۳۴۸، ۴۳۴۹، ۴۳۵۰، ۴۳۵۱، ۴۳۵۲، ۴۳۵۳، ۴۳۵۴، ۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۴۳۵۸، ۴۳۵۹، ۴۳۶۰، ۴۳۶۱، ۴۳۶۲، ۴۳۶۳، ۴۳۶۴، ۴۳۶۵، ۴۳۶۶، ۴۳۶۷، ۴۳۶۸، ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، ۴۳۷۲، ۴۳۷۳، ۴۳۷۴، ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، ۴۳۷۷، ۴۳۷۸، ۴۳۷۹، ۴۳۸۰، ۴۳۸۱، ۴۳۸۲، ۴۳۸۳، ۴۳۸۴، ۴۳۸۵، ۴۳۸۶، ۴۳۸۷، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰، ۴۳۹۱، ۴۳۹۲، ۴۳۹۳، ۴۳۹۴، ۴۳۹۵، ۴۳۹۶، ۴۳۹۷، ۴۳۹۸، ۴۳۹۹، ۴۴۰۰، ۴۴۰۱، ۴۴۰۲، ۴۴۰۳، ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، ۴۴۰۷، ۴۴۰۸، ۴۴۰۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۲۰، ۴۴۲۱، ۴۴۲۲، ۴۴۲۳، ۴۴۲۴، ۴۴۲۵، ۴۴۲۶، ۴۴۲۷، ۴۴۲۸، ۴۴۲۹، ۴۴۳۰، ۴۴۳۱، ۴۴۳۲، ۴۴۳۳، ۴۴۳۴، ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۴۳۷، ۴۴۳۸، ۴۴۳۹، ۴۴۴۰، ۴۴۴۱، ۴۴۴۲، ۴۴۴۳، ۴۴۴۴، ۴۴۴۵، ۴۴۴۶، ۴۴۴۷، ۴۴۴۸، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۴۴۵۲، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵، ۴۴۵۶، ۴۴۵۷، ۴۴۵۸، ۴۴۵۹، ۴۴۶۰، ۴۴۶۱، ۴۴۶۲، ۴۴۶۳، ۴۴۶۴، ۴۴۶۵، ۴۴۶۶، ۴۴۶۷، ۴۴۶۸، ۴۴۶۹، ۴۴۷۰، ۴۴۷۱، ۴۴۷۲، ۴۴۷۳، ۴۴۷۴، ۴۴۷۵، ۴۴۷۶، ۴۴۷۷، ۴۴۷۸، ۴۴۷۹، ۴۴۸۰، ۴۴۸۱، ۴۴۸۲، ۴۴۸۳، ۴۴۸۴، ۴۴۸۵، ۴۴۸۶، ۴۴۸۷، ۴۴۸۸، ۴۴۸۹، ۴۴۹۰، ۴۴۹۱، ۴۴۹۲، ۴۴۹۳، ۴۴۹۴، ۴۴۹۵، ۴۴۹۶، ۴۴۹۷، ۴۴۹۸، ۴۴۹۹، ۴۵۰۰، ۴۵۰۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۳، ۴۵۰۴، ۴۵۰۵، ۴۵۰۶، ۴۵۰۷، ۴۵۰۸، ۴۵۰۹، ۴۵۱۰، ۴۵۱۱، ۴۵۱۲، ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۱۵، ۴۵۱۶، ۴۵۱۷، ۴۵۱۸، ۴۵۱۹، ۴۵۲۰، ۴۵۲۱، ۴۵۲۲، ۴۵۲۳، ۴۵۲۴، ۴۵۲۵، ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸، ۴۵۲۹، ۴۵۳۰، ۴۵۳۱، ۴۵۳۲، ۴۵۳۳، ۴۵۳۴، ۴۵۳۵، ۴۵۳۶، ۴۵۳۷، ۴۵۳۸، ۴۵۳۹، ۴۵۴۰، ۴۵۴۱، ۴۵۴۲، ۴۵۴۳، ۴۵۴۴، ۴۵۴۵، ۴۵۴۶، ۴۵۴۷، ۴۵۴۸، ۴۵۴۹، ۴۵۵۰، ۴۵۵۱، ۴۵۵۲، ۴۵۵۳، ۴۵۵۴، ۴۵۵۵، ۴۵۵۶، ۴۵۵۷، ۴۵۵۸، ۴۵۵۹، ۴۵۶۰، ۴۵۶۱، ۴۵۶۲، ۴۵۶۳، ۴۵۶۴، ۴۵۶۵، ۴۵۶۶، ۴۵۶۷، ۴۵۶۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۴۵۷۳، ۴۵۷۴، ۴۵۷۵، ۴۵۷۶، ۴۵۷۷، ۴۵۷۸، ۴۵۷۹، ۴۵۸۰، ۴۵۸۱، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳، ۴۵۸۴، ۴۵۸۵، ۴۵۸۶، ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۸۹، ۴۵۹۰، ۴۵۹۱، ۴۵۹۲، ۴۵۹۳، ۴۵۹۴، ۴۵۹۵، ۴۵۹۶، ۴۵۹۷، ۴۵۹۸، ۴۵۹۹، ۴۶۰۰، ۴۶۰۱، ۴۶۰۲، ۴۶۰۳، ۴۶۰۴، ۴۶۰۵، ۴۶۰۶، ۴۶۰۷، ۴۶۰۸، ۴۶۰۹، ۴۶۱۰، ۴۶۱۱، ۴۶۱۲، ۴۶۱۳، ۴۶۱۴، ۴۶۱۵، ۴۶۱۶، ۴۶۱۷، ۴۶۱۸، ۴۶۱۹، ۴۶۲۰، ۴۶۲۱، ۴۶۲۲، ۴۶۲۳، ۴۶۲۴، ۴۶۲۵، ۴۶۲۶، ۴۶۲۷، ۴۶۲۸، ۴۶۲۹، ۴۶۳۰، ۴۶۳۱، ۴۶۳۲، ۴۶۳۳، ۴۶۳۴، ۴۶۳۵، ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، ۴۶۳۸، ۴۶۳۹، ۴۶۴۰، ۴۶۴۱، ۴۶۴۲، ۴۶۴۳، ۴۶۴۴، ۴۶۴۵، ۴۶۴۶، ۴۶۴۷، ۴۶۴۸، ۴۶۴۹، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۴۶۵۲، ۴۶۵۳، ۴۶۵۴، ۴۶۵۵، ۴۶۵۶، ۴۶۵۷، ۴۶۵۸، ۴۶۵۹، ۴۶۶۰، ۴۶۶۱، ۴۶۶۲، ۴۶۶۳، ۴۶۶۴، ۴۶۶۵، ۴۶۶۶، ۴۶۶۷، ۴۶۶۸، ۴۶۶۹، ۴۶۷۰، ۴۶۷۱، ۴۶۷۲، ۴۶۷۳، ۴۶۷۴، ۴۶۷۵، ۴۶۷۶، ۴۶۷۷، ۴۶۷۸، ۴۶۷۹، ۴۶۸۰، ۴۶۸۱، ۴۶۸۲، ۴۶۸۳، ۴۶۸۴، ۴۶۸۵، ۴۶۸۶، ۴۶۸۷، ۴۶۸۸، ۴۶۸۹، ۴۶۹۰، ۴۶۹۱، ۴۶۹۲، ۴۶۹۳، ۴۶۹۴، ۴۶۹۵، ۴۶۹۶، ۴۶۹۷، ۴۶۹۸، ۴۶۹۹، ۴۷۰۰، ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، ۴۷۰۳، ۴۷۰۴، ۴۷۰۵، ۴۷۰۶، ۴۷۰۷، ۴۷۰۸، ۴۷۰۹، ۴۷۱۰، ۴۷۱۱، ۴۷۱۲، ۴۷۱۳، ۴۷۱۴، ۴۷۱۵، ۴۷۱۶، ۴۷۱۷، ۴۷۱۸، ۴۷۱۹، ۴۷۲۰، ۴۷۲۱، ۴۷۲۲، ۴۷۲۳، ۴۷۲۴، ۴۷۲۵، ۴۷۲۶، ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، ۴۷۲۹، ۴۷۳۰، ۴۷۳۱، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵، ۴۷۳۶، ۴۷۳۷، ۴۷۳۸، ۴۷۳۹، ۴۷۴۰، ۴۷۴۱، ۴۷۴۲، ۴۷۴۳، ۴۷۴۴، ۴۷۴۵، ۴۷۴۶، ۴۷۴۷، ۴۷۴۸، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۱، ۴۷۵۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴، ۴۷۵۵، ۴۷۵۶، ۴۷۵۷، ۴۷۵۸، ۴۷۵۹، ۴۷۶۰، ۴۷۶۱، ۴۷۶۲، ۴۷۶۳، ۴۷۶۴، ۴۷۶۵، ۴۷۶۶، ۴۷۶۷، ۴۷۶۸، ۴۷۶۹، ۴۷۷۰، ۴۷۷۱، ۴۷۷۲، ۴۷۷۳، ۴۷۷۴، ۴۷۷۵، ۴۷۷۶، ۴۷۷۷، ۴۷۷۸، ۴۷۷۹، ۴۷۸۰، ۴۷۸۱، ۴۷۸۲، ۴۷۸۳، ۴۷۸۴، ۴۷۸۵، ۴۷۸۶، ۴۷۸۷، ۴۷۸۸، ۴۷۸۹، ۴۷۹۰، ۴۷۹۱، ۴۷۹۲، ۴۷۹۳، ۴۷۹۴، ۴۷۹۵، ۴۷۹۶، ۴۷۹۷، ۴۷۹۸، ۴۷۹۹، ۴۸۰۰، ۴۸۰۱، ۴۸۰۲، ۴۸۰۳، ۴۸۰۴، ۴۸۰۵، ۴۸۰۶، ۴۸۰۷، ۴۸۰۸، ۴۸۰۹، ۴۸۱۰، ۴۸۱۱، ۴۸۱۲، ۴۸۱۳، ۴۸۱۴، ۴۸۱۵، ۴۸۱۶، ۴۸۱۷، ۴۸۱۸، ۴۸۱۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱، ۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۴۸۲۴، ۴۸۲۵، ۴۸۲۶، ۴۸۲۷، ۴۸۲۸، ۴۸۲۹، ۴۸۳۰، ۴۸۳۱، ۴۸۳۲، ۴۸۳۳، ۴۸۳۴، ۴۸۳۵، ۴۸۳۶، ۴۸۳۷، ۴۸۳۸، ۴۸۳۹، ۴۸۴۰، ۴۸۴۱، ۴۸۴۲، ۴۸۴۳، ۴۸۴۴، ۴۸۴۵، ۴۸۴۶، ۴۸۴۷، ۴۸۴۸، ۴۸۴۹، ۴۸۵۰، ۴۸۵۱، ۴۸۵۲، ۴۸۵۳، ۴۸۵۴، ۴۸۵۵، ۴۸۵۶، ۴۸۵۷، ۴۸۵۸، ۴۸۵۹، ۴۸۶۰، ۴۸۶۱، ۴۸۶۲، ۴۸۶۳، ۴۸۶۴، ۴۸۶۵، ۴۸۶۶، ۴۸۶۷، ۴۸۶۸، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴، ۴۸۷۵، ۴۸۷۶، ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، ۴۸۷۹، ۴۸۸۰، ۴۸۸۱، ۴۸۸۲، ۴۸۸۳، ۴۸۸۴، ۴۸۸۵، ۴۸۸۶، ۴۸۸۷، ۴۸۸۸، ۴۸۸۹، ۴۸۹۰، ۴۸۹۱، ۴۸۹۲، ۴۸۹۳، ۴۸۹۴، ۴۸۹۵، ۴۸۹۶، ۴۸۹۷، ۴۸۹۸، ۴۸۹۹، ۴۹۰۰، ۴۹۰۱، ۴۹۰

یعنی نے کہا کہ مشہور کتبوں میں اس حدیث کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۹) — حدیث مغیہ رحمہ اللہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى خُفَيْهِ وَمَلَّعَهُمَا مِنَ الْأَصَابِعِ إِلَى أَعْلَاهُمَا مَسْحَةً وَاحِدَةً وَكَانَتِي أَنْظُرُ إِلَى آثارِ الْمَسْحِ عَلَى خُفِّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خُطُوطًا بِالْأَصَابِعِ۔^(۱) ”یہ کہ نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ اپنے موزوں پر رکھے اور انگلیوں سے مسح کرتے ہوئے ایک ہی بار انہیں اوپر تک لے آئے اور میں ایسے محسوس کرتا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ کے موزے پر مسح کا نشان دیکھ رہا ہوں جو انگلیوں کی وجہ سے خطوط بن گئے تھے۔“

یعنی نے کہا کہ مغیہ بن شعبہ رحمہ اللہ کی حدیث اس طریق سے وارد نہیں ہوئی۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۰) — قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّىٰ تُمْ أَفْرِصِيهِ ثُمَّ اغْسِلِيهِ بِالْمَاءِ وَلَا يَضُرُّكَ أَثَرُهُ۔^(۲) ”نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے کھج پھرا انگلیوں سے مل بعد ازاں پانی سے دھو ڈال اس کا نشان تیرے لیے ضرر رساں نہیں۔“

یعنی نے کہا یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت نہیں کی گئی۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۱) — لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَائِشَةَ فَأَغْسِلِيهِ إِنْ كَانَ زَطْبًا وَأَفْرِصِيهِ إِنْ كَانَ يَابِسًا۔^(۳) ”آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا وہ منویہ اگر گیلیا ہو تو کپڑے کو دھو ڈال اور اگر خشک ہو گیا ہو تو اسے مل کر اور رگڑ کر کھج دے۔“

یعنی نے کہا یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے یعنی ان لفظوں کے ساتھ آئی ہی نہیں۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۲) — ذِكْرُ الْأَرْضِ يَتَسَهَّلُ۔^(۴) ”زمین کی پاکی اس کا سوکھ جاتا ہے۔“

یعنی نے کہا کہ اس کی اسناد کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچی یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں ہے اسی طرح شیخ ابن طاہر حنفی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۳) — مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ وَقْتُ لَكَ وَلَا تُتِمَّكَ۔^(۵) ”یعنی جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان دونوں وقتوں کے مابین تیری امت کی نماز کا وقت ہے۔“

یعنی نے کہا کہ اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ کسی نے بھی روایت نہیں کیا۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۴) — لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخِرُ وَقْتُ الْمَغْرِبِ إِذَا اسْوَدَّ الْأَفْقُ۔^(۶) ”رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا نماز مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب افق پر تاریکی پھیل جائے۔“

یعنی نے کہا کہ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ غریب ہے اور اس طریق سے روایت نہیں ہوئی۔ (شرح عینی)

(حدیث نمبر ۱۵) — لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَخِرُ وَقْتُ الْعِشَاءِ حِينَ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ۔^(۷) ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز عشاء کا آخری وقت وہ ہے جب فجر طلوع نہ ہوئی ہو۔“

(۱) ہدایہ کتاب الطہارات باب المسح علی الخفین ج-۱ ص-۵۸، ۵۹

(۲) ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیر ج-۱ ص-۷۱

(۳) ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیر ج-۱ ص-۷۳

(۴) ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیر ج-۱ ص-۷۴

(۵) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب المواقیث ج-۱ ص-۸۱

(۶) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب المواقیث ج-۱ ص-۸۲

(۷) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب المواقیث ج-۱ ص-۸۲

یعنی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ یہ حدیث اس عبارت کے ساتھ وارد نہیں ہوئی۔ (شرح یعنی)
 جانتا چاہیے کہ کتب ہدایہ کی یہ سب موضوع احادیث صرف یعنی شرح ہدایہ کو کتب الموافقت تک سرسری نظر سے دیکھ
 کر نکلی گئی ہیں۔ باقی کو بھی اسی پر قیاس کر لیتا چاہیے۔ نیز اگر کوئی شخص ہدایہ کی تشریحات مثل علیہ معرفت احادیث الہدایہ
 تالیف محی الدین عبدالقادر اور نسب الراہیہ لاحادیث الہدایہ تالیف جمل الدین یوسف زملی اور درایہ فی منتخب احادیث الہدایہ
 تالیف ابن حجر عسقلانی وغیرہ دیکھ لے تو ہدایہ کی احادیث کی حقیقت اس پر کھل سکتی ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صاحب
 ہدایہ نے اس قدر ضعیف احادیث سے استدلال کیا ہے گویا مذہب امام صرف احادیث ضعیف پر مبنی ہے۔ اس امر واقعہ کا
 اعتراف بعض بڑے بڑے علمائے احناف نے بھی کیا ہے۔ مثلاً شیخ عبدالحق حنفی نے شرح سفرالسلطنت میں لکھا کہ کتب ہدایہ کو
 در دیار مشہور و معتبر ترین کتاباست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر بنائی کار برویل معقول نہادہ و اگر حدیث آورده
 نزد محدثین خللی از صفے نہ غالباً اشتغال وقت آن استاد در علم حدیث کثیر بودہ است انتہی۔ (ترجمہ) کتب ہدایہ جو ہمارے ملک
 میں مشہور اور معتبر ترین کتب ہے وہ بھی اس وہم (کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے اور احادیث کے
 مخالف ہے) میں مبتلا ہے کیونکہ اس کے مصنف اکثر طور پر اپنے مسلک کی بنیاد دلیل معقول (خلاف معقول) پر رکھتے ہیں اور
 اگر وہ کوئی حدیث لائے بھی ہیں تو محدثین نے اسے خللی از ضعف نہیں سمجھا۔

اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ صاحب ہدایہ علم پر پوری نظر نہیں رکھتے تھے اور اس کی تائید میں صاحب تنبیہ الوسلین نے لکھا ہے :

إِنَّ الْحَدِيثَ لَمْ يَنْبُتْ لَهُ سِنْدٌ فِي الْأُصُولِ وَلَا
 يُضْلِحُ لِلتَّمَسُّكِ وَالْقَبُولِ فَإِنَّ مَوْضُوعَاتِ
 الزَّوَادِقِ وَأَهْلِ الْبُذْعِ قَدْ جَاوَزَتْ مِائَةَ أَلْفِ مِنَ
 الْأَحَادِيثِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْفَقَّادُ وَلَوْ جَدَّهُ وَاحِدٌ
 فِي بَعْضِ كُتُبِ الْحَنْفِيَّةِ فَلَيْسَ بِهِ اعْتِدَادٌ كَيْفَ
 وَ أَكْثَرُ مَتَأَخَّرِي فَقَهَا إِنَّا الْحَنْفِيَّةِ مِنْ عُلَمَاءِ مَاوَرَا
 النَّهْرِ وَالْعِرَاقِ وَالْخُرَاسَانَ لَمْ يَسْنِدُوا أَحَادِيثَهُمْ
 الَّتِي يَذْكُرُونَهَا فِي كُتُبِ الْحَنْفِيَّةِ إِلَى أَصْلِ مِنْ
 أُصُولِ الْحَدِيثِ الْجَلِيلِ الشَّانِ حَتَّى صَاحِبِ
 الْهَدَايَةِ الَّتِي عَلَيْهِ مَذَارُ حَى الْحَنْفِيَّةِ يَظْهَرُ ذَلِكَ
 لِمَنْ رَاجَعَ شَرْحَهَا الْمَوْسُومَ بِفَتْحِ الْقُدِيرِ لِلشَّيْخِ
 الْإِمَامِ حُجَّةِ الْحَنْفِيَّةِ مَوْلَانَا الْمُحَقِّقِ كَمَالِ
 الدِّينِ ابْنِ الْهَمَامِ عَلَيْهِ السَّحِيَّةُ وَالْإِكْرَامُ فَإِنَّهُ شَكَرَ
 اللَّهَ مَسَاعِيَهُ قَدْ بَالَعَ فِي حِمَايَةِ مَذْهَبِ الْإِمَامِ
 الْأَعْظَمِ أَبِي حَنِيفَةَ الْكُوفِيِّ بِتَأْيِيدِهِ بِالْأَحَادِيثِ

جب تک کسی حدیث کی سند کتب حدیث میں ثابت نہ ہو جائے وہ
 استدلال اور قبول کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ زلوقة اور
 اہل بدعت کی موضوع روایات کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔
 جیسا کہ ناقدین حدیث نے تصریح کی ہے اور اگر ایسی روایت کوئی
 صاحب کتب حنفیہ میں بھی پائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اعتبار ہو
 بھی کیسے سکتا ہے جبکہ اکثر ہمارے متاخرین فقہاء حنفیہ بلورالنہر عراق
 اور خراسان کے علماء میں سے ہیں۔ جنہوں نے ان احادیث کی سند میں
 جلیل القدر کتب حدیث تک نہیں پہنچائیں کہ جن احادیث کو انہوں
 نے کتب حنفیہ میں ذکر کیا ہے یہاں تک کہ صاحب ہدایہ وہ کتب کہ
 جس پر مذہب حنفی کا دارومدار ہے ہر اس شخص کو ایسے ہی نظر آئیں
 گے جس نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر (کامل الدین ابن الہمام) کی طرف
 مراجعت کی ہو، شارح موصوف نے صحاح، سنن، مسانید اور معاجم میں
 مندرج احادیث سے مذہب حنفی کی تائید و حمایت کے لیے کافی زور
 صرف کیا ہے لیکن احادیث ہدایہ کی تخریج کے وقت اکثر مقلات پر
 انہیں حدیث کے وہ الفاظ نہیں ملے جنہیں صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے

اور بعض مقلد پر مذکور حدیث کا نام و نشان تک نہیں ملا، انتہی مافی تنبیہ الوسنان۔

الثَّابِتَةُ فِي الصَّحَاحِ وَالسَّنَنِ وَالْمَسَانِيدِ
وَالْمَعَارِجِ وَلَمْ يَتَسَيَّرْ لَهُ عِنْدَ تَخْرِيجِ أَحَادِيثِ
الْهَدَايَةِ أَكْثَرُ الْمَوَاضِعِ الظَّفَرِ بِلَفْظِ الْحَدِيثِ
الَّذِي ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْهَدَايَةِ وَلَمْ يَظْفَرْ فِي بَعْضِهَا
بِشَيْءٍ أَضْلًا إِنْتَهَى مَافِي تَنْبِيهِ الْوَسْنَانِ۔

انیسواں مغالطہ

اہل حدیث، حدیث کے آسان آسان مسائل پر عمل کرتے ہیں اور فقہ کے
مشکل مسائل سے بچتے ہیں، اس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث پر چلنے والے حدیث کے آسان آسان مسلوں پر
عمل کرتے ہیں (فقہ کے) مشکل مسائل پر عمل نہیں کرتے۔
جو لوگ حدیث کے آسان مسلوں کو چھوڑ کر مشکل مسائل پر عمل کرتے ہیں وہ لوگ دانشمندی کا
جواب: ثبوت نہیں دیتے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ
بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة-۱۸۵) ”اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتے ہیں، تمہیں تنگی میں مبتلا کرنے کا نہیں۔“
مسند امام احمد^(۱) میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے
ہیں کہ اس کے دین میں دی گئی رخصتوں سے فائدہ اٹھایا جائے جس طرح ذات حق کو پسند ہے کہ اس کی نافرمانی کے کام کئے
جائیں۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا اور ایک روایت میں ہے (آپ نے فرمایا) جس طرح اللہ تعالیٰ کو یہ
پسند ہے کہ اس کے عائد کردہ فرائض ادا کئے جائیں۔

بیسواں مغالطہ

فقہ حنفی سواد اعظم کا مذہب ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق
اس پر عمل کرنا چاہیے، اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جس قدر لوگ اس مذہب کے مقلد ہیں اور
کسی مذہب کے بھی نہیں۔ اور ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتَيْنِ أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ يَشْكُ اللَّهُ تَعَالَى مِيرِي امْت كُيَا اُپ نَے فرمایا امت محمدیہ کو گمراہی پر عَلٰی ضَلَالَةٍ وَيَذُ اللَّهُ عَلٰی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ مُتَجِد نَمِیں ہونے دے گد اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جو شَذَّ لِي النَّارِ۔

فخص جماعت سے جدا ہوا اسے آگ میں ڈال دیا جائے گد

ابن ماجہ میں روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے 'انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا :

إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْمَعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا يَشْكُ مِيرِي امْت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی، پس جب تم دیکھو کہ لوگ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ۔^(۱) اختلاف میں مبتلا ہیں تو سواد اعظم کی پیروی کرو۔

جواب: جہاں تک ترمذی میں منقول آپ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی اس کا مطلب یہ ہے کہ میری امت میں ہمیشہ اہل حق موجود رہیں گے۔ جو امت مسلمہ کی کسی غلطی یا گمراہی پر

خاموش نہیں رہیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہر دور میں لوگوں کو راہ حق کی طرف بلانے والے اصحاب علم موجود رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی گمراہی یا بدعت کبھی سامنے آئی ہے تو امت مسلمہ کی ایک قلیل تعداد اس کا شکار ہوئی ہے، پوری امت کبھی اس گمراہی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ يَذُ اللَّهُ عَلٰی الْجَمَاعَةِ میں آپ نے جس جماعت کا ذکر کیا ہے اس سے مراد یا تو امام برحق (سلطان وقت) کے پیرو اور وفادار ہیں یا صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ اور وہی لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کو ہر چیز پر مقدم رکھیں۔ اس سے مراد وہ جماعت ہرگز نہیں جو ارشادات رسول سے صریحاً متضاد اقوال پر جانتے بوجھتے عمل پیرا ہو۔ جہاں تک ابن ماجہ کی روایت کا تعلق ہے جس میں سواد اعظم کی پیروی کا ذکر ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی ابو خلف الاعمی ہیں جو متروک ہیں۔ ابن معین نے اسے جھوٹ کی تہمت سے متهم کیا ہے۔ اور یہ رواۃ کے پانچویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں یعنی متاخر تابعین کا وہ طبقہ جس نے چند ایک صحابہ کو دیکھا ہو اور جن میں سے بعض کے لیے صحابہ سے سماع حدیث بھی ثابت نہیں۔ (تقریب التذیب لابن حجر)

پس مؤخر الذکر روایت اس قتل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے لہذا یہ مغالطہ سراسر بے بنیاد ہے کہ کوئی مسلک محض اس لیے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس کے پیرو بہت زیادہ ہیں۔

ایک سوال مغالطہ

مجتہدوں کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہیں، اس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو دیتے ہیں کہ مجتہدوں کا کوئی مسئلہ بھی قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہے اور اگر کوئی ہو گا بھی تو اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ مجتہدوں نے اس کو قتل عمل نہ ہونے کے سبب عمداً ترک کر دیا ہے۔

(۱) ابن ماجہ کتاب الفتن باب السواد الاعظم ج-۲ ص-۳۳۳ حدیث-۲۵۹۰ اس حدیث کی سند میں ابو خلف الاعمی ہے جس کا نام حازم بن عطاء ہے، وہ ضعیف ہے اور اس حدیث کے جتنے بھی طرق ہیں سب میں کلام ہے۔ (تحقیق: محمد فواد عبدالباقی)

جواب: اس تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقلدین مجتہد سے خطا ہونے کے قائل نہیں اور یہ مذہب معتزلہ کا ہے۔ چنانچہ توضیح اور شرح عقائد نسفی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب عقائد و اصول فقہ میں لکھا ہے:

وَذَهَبَ بَعْضُ الْأَشَاعِرَةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ إِلَى أَنَّ كُلَّ مُجْتَهِدٍ فِي الْمَسَائِلِ الشَّرْعِيَّةِ الْفُرْعِيَّةِ الَّتِي لَا قَاطِعَ فِيهَا مُصْنِبٌ

”اشاعرہ اور معتزلہ میں سے بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ شریعت کے فروعی مسائل میں اجتہاد کرنے والا ایسے مسائل کو جو دلیل قطعی نہیں رکھتے برسرِ حق ہوتا ہے۔“ یعنی جو کچھ کہ مجتہد نے سمجھا ہے وہی ٹھیک ہے اور حق ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے بھی خلاف ہے اور اہل سنت کے مذہب کے بھی۔

چنانچہ توضیح اور شرح عقائد نسفی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب عقائد و اصول فقہ میں لکھا ہے: وَالْمُحْتَنِدُ فِي الْعُقُلِيَّاتِ وَالشَّرْعِيَّاتِ الْأَصْلِيَّةِ وَالْفُرْعِيَّةِ قَدْ يُخْطِئُ وَقَدْ يُصِيبُ ”اور اجتہاد کرنے والا عقلی امور میں اور شریعت کے بنیادی اور فروعی مسائل میں کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب کو پالیتا ہے۔“

اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے جو کہ بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور امر حق کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اس کے لیے (امر حق معلوم کرنے کی کوشش کا) ایک اجر ہے۔^(۱)

فائدہ: یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور صواب بھی بخلاف اشعریہ اور معتزلہ کے اور مجتہد غلطی بھی ایک ثواب سے محروم نہیں رہتا۔ پس امام کی خطا کا منکر یا تو امام کے اجتہاد کا منکر ہے یا امام کی رائے کو منسوخ و جی جانتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں وہ راہ حق سے انحراف کرتا ہے۔

بائیسواں مغالطہ

بہت سی احادیث منسوخ ہیں اور ناسخ و منسوخ کی پہچان ہر شخص نہیں کر سکتا،

لہذا ہم حدیث کی بجائے فقہ پر عمل کرتے ہیں، اس کا جواب

ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہم لوگ جو حدیث پر عمل نہیں کرتے، نہیں چلتے تو اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث کی کتابوں میں بہت سی احادیث منسوخ موجود ہیں اور ناسخ اور منسوخ احادیث کو ہر شخص پہچان نہیں سکتا ان کو پہچاننا اور ان کو سمجھنا مجتہدوں کا ہی کام تھا اس کا جواب آٹھ طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ ناسخ اور منسوخ حدیث کے سمجھنے کا قاعدہ سب قاعدوں سے آسان ہے اور اس قاعدے سے ہر عالم بلکہ تھوڑی سی استعداد والا آدمی بھی ناسخ اور منسوخ احادیث کو سمجھ سکتا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے جو کہ دراسات اللیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں لکھا ہے کہ نسخ قطعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے یعنی آپ کا یہ فرمانا کہ فلاں امر کے لیے پہلے میں نے یوں حکم دیا تھا اور اب یوں کہتا ہوں جیسے کہ نبی

(۱) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء باب العمل فی القضاء والخوف منه ج۔ ۲ ص۔ ۱۱۰۲ حدیث۔ ۳۷۳۳ (صحیح)

زیارت قبور میں اور نہی استعمال ظروف شراب (شراب والے برتن) میں تنخ وارد ہے۔ ایک تو اس قسم کی صحیح احادیث سے تنخ ثابت ہوتا ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اگر صحابی کے کہ فلاں مسئلے میں پہلے یوں حکم تھا پھر ہمیں اس طرح حکم دیا گیا اس قسم کی صحیح احادیث سے بھی تنخ ثابت ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو کسی حدیث کا ناخ معلوم نہ ہو اور منسوخ حدیث پر ہی عمل کرتا رہے تو گناہ دوسرا جواب: نہیں۔ کیونکہ ابتداء اسلام میں صحابہ جو احادیث رسول اللہ ﷺ سے سنتے رہے ان پر بلا تامل عمل کرتے رہے پھر جو احادیث منسوخ ہوئیں ان پر اکثر صحابہ نے تو اطلاع پائی اور رجوع کر لیا لیکن بعض نے بعض احادیث کے منسوخ ہونے کی اطلاع نہ پائی اور منسوخ حدیث پر ہی عمل کرتے رہے۔

چنانچہ زرقلنی شرح منوط امام مالک میں لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت مثل جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن مسعود، ابوسعید، معلویہ، اسماء بنت ابی بکر، عبد اللہ بن عباس، عمرو بن حویث اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم اور ایک جماعت تابعین متبعہ کے جائز ہونے کے قائل تھے حالانکہ متبعہ کی احادیث منسوخ ہیں اور ترمذی میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض شاگرد (یعنی اسود اور علقمہ) رکوع میں گھنٹوں پر ہاتھ رکھنے کے قائل نہیں تھے تطبیق (یعنی دونوں ہاتھ جوڑ کر دونوں رانوں کے درمیان رکھنے کے قائل تھے حالانکہ حدیث تطبیق بھی منسوخ ہے۔

صحیح مسلم^(۱) میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کا گوشت تین دن کے بعد نہیں کھاتے تھے۔ حالانکہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھانے کی حدیث منسوخ ہے۔ غرضیکہ جب تک کسی کو کسی منسوخ حدیث کا ناخ معلوم نہ ہو تب تک اس کے لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے مگر نہ نہیں اور اس پر علماء کا اتفاق ہے، اسی طرح ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق میں لکھا ہے۔

تیسرا جواب: صحیح غیر منسوخ احادیث کو اپنے امام کے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے خواہ مخواہ منسوخ بنانا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام میں اپنی رائے کو دخل دینا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت کو بھی منسوخ کر دے۔

چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر الاتقان میں کہا ہے :

وَلَا يُعْتَمَدُ فِي النَّسْخِ قَوْلُ عَوَامِ الْمُفَسِّرِينَ
بَلْ لَا اجْتِهَادَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ غَيْرِ نَقْلِ
صَحِيحٍ وَلَا مُعَارَضَةَ بَيِّنَةٍ لِأَنَّ النَّسْخَ مُتَضَمِّنٌ
دَفْعَ حُكْمٍ وَإِثْبَاتَ حُكْمٍ تَقَرَّرَ فِي عَهْدِهِ
الْهَوَاسُ فَالْمُعْتَمَدُ فِيهِ الثَّقَلُ وَالنَّارِخُ دُونَ
الرَّأْيِ وَالْاجْتِهَادِ۔^(۲)

تنخ کے بارے میں عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ کسی مجتہد کے اجتہاد کو بھی اس سلسلہ میں نقل صحیح اور واضح معارضہ کے بغیر قبول نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ تنخ ایک حکم کو کالعدم قرار دینے اور دوسرے کے اثبات کو متضمن ہے جو نبی ﷺ کے عہد میں ثابت ہو چکا ہو۔ لہذا تنخ کے معاملہ میں اصل چیز جس پر انحصار کیا جاسکتا ہے نقل صحیح اور تاریخ ہے نہ کہ کسی کی رائے اور اجتہاد۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی..... الخ ج۔ ۱۳ ص۔ ۱۳۰ حدیث۔ ۵۰۷۵، ۵۰۷۶

(۲) تفسیر الاتقان النوع السابع والاربعون فی ناسخه منسوخه مطبعہ حجازی بالقاهرہ الجزء الثانی ص۔ ۳۰

امام شعرانی نے لکھا ہے :

وَكَانَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْذِرِ رَحِمَهُ اللَّهُ
يَقُولُ إِذَا تَبَتَّ عَنِ الشَّارِعِ الْوَاقِعُ فَعَلَّ
أَمْرَيْنِ فِيهِ وَلَقَيْنِ فَهُمَا عَلَى التَّخْيِيرِ مَا لَمْ
يَتَّبَثُ النَّسْخُ فَيَعْمَلُ الْمُكَلَّفُ بِهَذَا الْأَمْرِ
تَارَةً وَبِهَذَا الْأَمْرِ تَارَةً أُخْرَى^(۱)

امام محمد بن منذر رحمہ اللہ
دقتوں میں دو کاموں کا کرنا ثابت ہو تو ان دونوں میں سے کسی ایک پر
عمل کیا جاسکتا ہے جب تک نسخ ثابت نہ ہو جائے، لہذا ایک مسلمان
کبھی اس حکم پر عمل کر لے گا اور کبھی اس حکم پر۔

چوتھا جواب: رسول اللہ ﷺ کا ہر فعل آخر، فعل اول کا ناسخ نہیں ہوتا کیونکہ یہ قاعدہ اگر صحیح ہو تو اس قاعدے کے مطابق نماز مغرب میں سورۃ المرسلات کے علاوہ اور سب سورتوں کا پڑھنا منسوخ سمجھا جاتا۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز میں یہی سورۃ پڑھی ہے۔

بخاری (تیسرے اصول) 'مسلم' ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور موطا امام مالک میں ام فضل (حارث کی بیٹی) سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورۃ والمرسلات عرفاً پڑھتے ہوئے سنا^(۲) اس کے بعد آپ نے نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض کر لی^(۳) اور اسی طرح رمضان میں دس دن اعتکاف کرنا بھی منسوخ ٹھہرتا اور بیس دن مشروع ہو جاتا۔

اس لیے کہ بخاری میں روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پس جب آپ کا سال وفات آیا تو آپ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔^(۴) اور اسی طرح سفر میں روزہ رکھنا بھی منسوخ ٹھہرتا اور نہ رکھنا مشروع ہوتا کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام زہری نے کہا کہ (سفر میں) روزہ افطار کرنا آپ کا آخری کام تھا۔ غرضیکہ اس قسم کی بہت سی احادیث سے صاف ثابت ہے کہ یہ قاعدہ کہ رسول اللہ ﷺ کا فعل آخر فعل اول کا نسخ ہوتا ہے، صحیح نہیں ہے۔ اور نیز یہ احادیث دلیل ہیں اس پر کہ اگر دو احادیث میں تعارض تاریخ سے بھی معلوم ہو جائے تو بھی جب تک رسول اللہ ﷺ سے نسخ پر صریح نص نہ پائی جائے تب تک منسوخیت کا قائل نہ ہونا چاہیے بلکہ جہل تک ہو سکے مطابقت دینی چاہیے۔

پانچواں جواب: اگر کوئی شخص احتمال کے ساتھ یا دلیل کے بغیر کسی حدیث کو منسوخ کہہ دے تو نہ ماننا چاہیے۔ زر قانی شرح موطا امام مالک اور قسطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ احتمال کے ساتھ حدیث منسوخ نہیں ہوتی۔ اور زر قانی شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا کہ دعویٰ نسخ دلیل کے بغیر صحیح نہیں ہے۔

چھٹا جواب: بعض لوگ احادیث کو اپنے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے محض ظن کی بنیاد پر کہہ دیتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا۔ ان کی یہ بات نہ قابل اعتبار ہے نہ قابل قبول۔ چنانچہ زر قانی

(۱) میزان الشعرانی۔

(۲) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب قدر القراءة فی المغرب حدیث۔ ۸۱۰

(۳) صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب القراءة فی المغرب ج۔ ۳ ص۔ ۳۰۲ حدیث۔ ۱۰۳۳

(۴) صحیح البخاری کتاب الاعتکاف باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان ج۔ ۲ ص۔ ۲۸۴ حدیث۔ ۲۰۴۴

شرح موطا امام مالک اور قطلانی شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ خلعہ عن کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا۔
 جہاں دو احادیث میں آپس میں تعارض معلوم ہو وہاں بلا دلیل ایک کو ناخ اور دوسری کو
 سا تو ال جواب: منسوخ نہ کہہ دینا چاہیے بلکہ جہاں تک ممکن ہو ان میں موافقت پیدا کرنی چاہیے۔ ابن خزیمہ
 نے کہا: لَا أَعْرِفُ صَحِيحَيْنِ مُتَضَادَّيْنِ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فَلْيَأْتِيَنَّيَا لَأُؤَلِّفَ بَيْنَهُمَا۔^(۱) ”میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دو صحیح
 احادیث متضاد بھی ہو سکتی ہیں، اگر کسی کے خیال میں ایسی احادیث ہوں تو میرے پاس لائے تاکہ میں ان میں مطابقت
 پیدا کر دوں۔“

آٹھواں جواب: سید محمد صدیق حسن خاں صاحب^(۲) نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن
 عبد السلام بن تیمیہ الحرانی کے نزدیک منسوخ احادیث کل دس ہیں۔ اور انہوں نے لکھا ہے
 کہ ابن جوزی وغیرہ نے منسوخ احادیث دس شمار کی ہیں۔^(۳)

نیز انہوں نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول^(۴) میں لکھا ہے کہ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ منسوخ
 احادیث دس سے زیادہ نہیں اور قرآن کی منسوخ آیات پانچ سے زیادہ نہیں انتہی۔ اور دس احادیث کچھ اتنی زیادہ نہیں ہوتی
 ہیں کہ ان کو سوائے مجتہد کے اور کوئی نہ سمجھ سکے بلکہ اس قدر احادیث کو تو ان پڑھ آدمی بھی سمجھنے سے سمجھ سکتا ہے۔
 بلکہ اگر یاد کرنا چاہے تو یاد بھی کر سکتا ہے اور وہ منسوخ احادیث درجہ ذیل ہیں۔

منسوخ احادیث

(۱) صحیح مسلم میں بریدہ بن حصیب سے مروی ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
 نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا۔^(۵) میں نے تمہیں (پہلے) زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی
 زیارت کر لیا کرو۔

(۲) صحیح مسلم میں روایت ہے، انہیں سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
 نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَصْحَانِ فَوَقَّ فَلَبَّ میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کر دیا
 فَاَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ۔^(۶) تھا لیکن اب جب تک چاہو گوشت رکھ سکتے ہو۔

(۳) صحیح مسلم میں انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :
 وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيلِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ فَاشْرَبُوا فِي میں نے تمہیں محکم کے علاوہ دوسرے برتنوں میں نیپ پینے سے منع کر دیا تھا

(۱) منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول۔

(۲) رسالہ المادة الشيوخ بمقدار النامع والمنسوخ۔

(۳) ہدایت السائل الی ادلة المسائل۔

(۴) صحیح مسلم ج-۱، ص-۳۱۴

(۵) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب استدعاء النبی رہ عزوجل فی زیارة قبر امہ ج-۲، ص-۵۰، حدیث-۲۲۵۷

(۶) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب استدعاء النبی رہ عزوجل فی زیارة قبر امہ ج-۲، ص-۵۰، حدیث-۲۲۵۷

الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوا مُشْكِرًا۔^(۱) لیکن اب تمام برتنوں میں پی سکتے ہو البتہ دیکھو کوئی نشہ آور چیز نہ پیو۔

(۳) صحیح مسلم میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

فَالرَّسُولُ ﷺ يَتَوَضَّأُ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ۔^(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانی پانی سے ہے (غسل انزال سے لازم آتا ہے)۔

ابن حجر نے بلوغ المرام میں کہا کہ اصل اس حدیث کی بخاری میں ہے، انتھی۔ علماء نے کہا کہ یہ حدیث فائدہ :

منسوخ ہے۔ اس حدیث سے جو کہ ترمذی، ابوداؤد اور داری میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا : إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا۔ ”ابتداء اسلام میں رخصت کی بناء پر (مباشرت کے دوران) انزال ہو جانے سے غسل واجب ہوتا تھا، بعد میں اس سے روک دیا گیا۔“ (یعنی انزال نہ بھی ہو تو محض مباشرت سے ہی غسل کرنا ضروری ہو گیا) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ : اگر کوئی کہے کہ اس قسم کی حدیث مرفوع نہیں صحابی کا قول ہوتا ہے اور قول صحابی رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

جواب : اس کا یہ ہے کہ یہ بات توجہ ہے کہ صحابی کا قول رسول اللہ ﷺ کی حدیث صحیح کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن صحابی جب کہ ہمیں فلاں بات کا حکم دیا گیا یا یہ کہے کہ ہمیں فلاں کام سے منع کیا گیا یا کہے کہ یہ کام

سنت میں سے ہے تو یہ سب اقوال صحابہ از قسم مرفوع سمجھے جائیں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم^(۳) کے شارح امام نووی نے مقدمہ میں کہا ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک صحیح مذہب یہی ہے۔

ابوالفیض محمد بن علی فارسی نے جواہر الاصول فی علم احادیث الرسول میں کہا کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہمیں فلاں بات کا حکم دیا گیا یا ہمیں فلاں بات سے منع کیا گیا فلاں بات سنت میں سے ہے۔ چاہے وہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کہے یا آپ کی وفات کے بعد اسے از قسم حدیث مرفوع سمجھا جائے۔ ابن الصلاح نے اپنی کتاب میں اور قسطلانی^(۴) نے شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں نیز سید محمد صدیق حسن خان صاحب نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول^(۵) میں اس اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی یہ احادیث بھی تائید کرتی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأُزْبَعِ ثُمَّ جَهَّزَهَا فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)^(۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی عورت کے ساتھ لیٹے اور صحبت کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے انزال نہ ہو۔ (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا)

(۱) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب استئذان النبی رہ عزوجل فی زیارة قبر امہ ج۔ ۷ ص۔ ۵۰ حدیث۔ ۲۲۵۷

(۲) صحیح مسلم کتاب الحيض باب الماء من الماء ج۔ ۲ ص۔ ۲۵۹ حدیث۔ ۷۷۳

(۳) صحیح مسلم ج۔ ۲ ص۔ ۱۶۱

(۴) مشکوٰۃ باب الغسل۔

(۵) مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی۔

(۶) صحیح مسلم کتاب الطهارة باب نسخ الماء من الماء ج۔ ۲ ص۔ ۲۶۱ حدیث۔ ۷۸۱

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاوَزَ الْجَنَّتَانِ الْجَنَّتَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَغْتَسَلْنَا. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ) ^(۱)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مرد کا ذکر عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس طرح مباشرت کی بعد ازاں ہم نے غسل جنابت کیا۔ (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے حسن صحیح بتایا)

(۵) ابو داؤد اور نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَكَعَ طَبَّقَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ قَالِ قَبْلَ ذَلِكَ سَعْدًا فَقَالَ صَدَقَ أَخِي كُنَّا نَفْعَلُ هَذَا ثُمَّ أَمَرْنَا بِهَذَا يَعْنِي الْأَمْسَاكَ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ. ^(۲)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے کی تعلیم دی۔ آپ نے ابتداً کعبہ کی اور ہاتھ اٹھائے پھر جب آپ نے رکوع کیا تو ہاتھوں کو جوڑ کر گھٹنوں میں دے دیا۔ راوی نے کہا کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہمارے بھائی نے سچ کہا ہم شروع میں ایسے ہی کیا کرتے تھے لیکن بعد ازاں ہمیں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنے کا حکم دیا گیا۔

بخاری میں روایت ہے ابی یعفر سے، اس نے کہا میں نے معب بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ معب بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا :

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيْ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فِجَذَي فَتَهَالَى أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَتَهَالَى عَنْهُ وَأَمَرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكْبِ. ^(۳)

میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ چنانچہ (دوران رکوع) میں نے اپنی ہتھیلیوں کو جوڑ کر اپنی رانوں میں دے دیا تو میرے باپ نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا ”ہم اسی طرح کیا کرتے تھے مگر بعد ازاں ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں۔

اس حدیث کی حسب ذیل حدیث تائید کرتی ہے جو کہ بخاری میں ابی حمید ساعدی کی روایت سے لمبی حدیث قائمہ ہے۔ اس میں ہے : وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَنَّ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ. ^(۴) ”آپ جب رکوع کرتے تو ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے۔“

(۶) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

كُنَّا نَعْكَلُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ مَثَا صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَى حَنْبِهِ حَتَّى أَتَرَلْتُ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَائِلِينَ فَأَمَرْنَا بِالشُّكُوتِ وَنَهَيْتَنَا عَنِ الْكَلَامِ. ^(۵)

ہم حالت نماز میں باتیں کر لیتے تھے ہم میں سے ایک آدمی اپنے پہلو میں کھڑے ساتھی سے بات چیت کر لیتا تھا لیکن جب یہ آیت اتری وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَائِلِينَ تو ہمیں بالکل خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور کسی قسم کی کلام سے روک دیا گیا۔

(۱) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء اذا التقى الختان وجب الغسل ومنهج الوصول۔

(۲) صحیح سنن نسائی کتاب الافتتاح باب التطبيق ج-۱ ص-۲۲۲ حدیث-۹۸۱ (صحیح)

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ج-۲ ص-۲۴۳ حدیث-۴۰

(۴) صحیح بخاری کتاب الاذان باب وضع الاکف علی الرکب فی الرکوع ج-۲ ص-۲۴۳ باب نمبر ۱۱۸

(۵) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قوله وقوموا لله قائلین ج-۸ ص-۱۹۸ حدیث-۳۵۳۳ و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی۔

(۷) بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، تحقیق انہوں نے کہا :

بَعَثْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي بَغْيٍ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا وَفَلَانًا فَأَخْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِئْنَا أَرَدْنَا الْخُرُوجَ إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تَحْرِقُوا فَلَانًا وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا^(۱)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک جمیعت کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم فلاں فلاں شخص کو پاؤ تو اسے آگ میں جلا دینا۔ بعد ازاں جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کر لیا تو آپ نے فرمایا میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دینا لیکن آگ کا عذاب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیتا لہذا اگر تم ان کو پاؤ تو قتل کر دو۔

فائدہ: اس حدیث کی یہ حدیث تائید کرتی ہے جو بخاری میں عکرمہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زمین لائے گئے، جنہیں جناب امیر رضی اللہ عنہ نے جلا دیا۔ یہ خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے اللہ کے عذاب کے ساتھ (کسی کو) عذاب نہ دو۔ البتہ میں ان کو قتل کرتا جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کر دو۔^(۲)

فائدہ: ابوداؤد میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

(۸) قیسہ بن زبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ فَأَتَانِي بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ ثُمَّ أَتَانِي بِهِ فَجَلَدَهُ ثُمَّ أَتَانِي بِهِ فَجَلَدَهُ ثُمَّ أَتَانِي بِهِ فَجَلَدَهُ وَرَفَعَ الْقَتْلَ فَكَانَتْ رُخْصَةً^(۳)

نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص شراب پیئے اسے کوڑے لگائے۔ اگر وہ دوبارہ پیئے تو پھر اسے کوڑے لگائے لیکن اگر تیسری یا چوتھی مرتبہ بھی اعادہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ چنانچہ (آپ کے پاس) ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ پس اسے کوڑے مارے اسے پھر لایا گیا آپ نے پھر اسے کوڑے مارے۔ تیسری مرتبہ اسے پھر لایا گیا آپ نے پھر کوڑے لگائے۔ بعد ازاں پھر اسی جرم میں لایا گیا۔ آپ نے پھر اسے کوڑے ہی لگائے اور حکم قتل اٹھ گیا (منسوخ ہو گیا) اور کوڑوں کی سزا ہی رخصتاً عمل رہی۔ ☆

(۹) شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى عَلَى رَجُلٍ بِالْبَيْتِ وَهُوَ

نبی ﷺ بیتع میں ایک شخص کے پاس آئے وہ رمضان میں سیبکی لگوا رہا

(۱) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا یعذب بعذاب اللہ ج-۶ ص-۱۳۹ حدیث-۳۰۱۱

(۲) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب لا یعذب بعذاب اللہ ج-۶ ص-۱۳۹ حدیث-۳۰۱۴

(۳) ضعیف سنن ابی داؤد کتاب الحلود باب اذا تعاقب فی شرب الخمر ص-۳۶۹ حدیث-۳۳۸۵ وترمذی-

☆ مذکورہ حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کا ذکر یہاں صرف بطور منسوخ حدیث کے کیا گیا ہے جبکہ علوی شریعی کی سزا کے بارے میں تمام کتب احادیث میں احادیث موجود ہیں۔ ابوداؤد میں معلویہ بن ابوسفیان، ابو ہریرہ، علی اور عبدالرحمن بن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے صحیح اور حسن اسناد کے ساتھ روایات مذکور ہیں۔ (الظفر - صحیح ابوداؤد کتاب الحلود باب اذا تعاقب فی شرب الخمر ج-۳ ص-۸۰)

علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، اس حدیث سے جو دارقطنی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا :

فائدہ: ابن حجر نے بلوغ المرام میں کہا کہ اس حدیث کو دار قطنی نے قوی کہا اور تائید کرتی ہے اس کی یہ حدیث جو بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

(۱۲) نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور زر قنلی نے شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ اوائل اسلام میں متعہ جائز تھا پھر خیر کے روز حرام ہوا پھر عمرہ تضا میں جائز ہوا پھر حرام ہوا پھر تبوک میں جائز ہوا پھر حجة الوداع میں حرام ہوا۔^(۳)

چنانچہ سبرہ بن معبد جنسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

(۱) بلوغ المرام کتاب الصیام ص- ۱۸۸، حدیث- ۶۵۱ و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ-

(۲) بلوغ المرام کتاب الصیام ص۔ ۱۸۸، حدیث۔ ۶۵۲

(۳) صحیح بخاری کتاب الصوم باب الحجامة والقش للصائم ج-۲، ص-۱۷۴، حدیث-۱۹۳۸

(٣) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب النكاح باب نكاح المتعة وبيان انه ابيح ثم نسخ ثم ابيح ثم نسخ واستقر تحريره الى يوم

القيمة ج- ٩ ص- ١٨٣ شرح حديث- ٣٣٩٦، ٣٣٢١

(٥) جامع ترمذی ابواب النکاح باب ما جاء فی نکاح المتعة۔

سَبِيلُهُ وَلَا تَأْخُذُوا بِمَا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا۔ (۱) وغیرہ تم انہیں دے چکے ہو وہ ان سے واپس نہ لو۔

فائدہ: ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک جو دس احادیث منسوخ ہیں یقیناً غالب ہے کہ وہ یہی احادیث ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے لیکن سوائے ان دس احادیث کے اور جن احادیث کو بعض علماء نے منسوخ ٹھہرایا ہے حالانکہ وہ حقیقتاً منسوخ نہیں۔ اس لیے کہ ان میں تطبیق ممکن ہے معرض نقل میں لاتا ہوں ایسی متعارض احادیث جن میں تطبیق ممکن ہے۔ (حدیث نمبر ۱)۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ (۲) بعض علماء نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے ان دو احادیث سے۔ پہلی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھے دیکھا اور میں کھڑا ہو کر پیشاب کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اے عمار! نماز میں پیشاب کرکھڑے ہو کر۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ (۳)

جواب: اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور حدیث ضعیف استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔ (۴)

دوسری حدیث مسند امام احمد، ترمذی اور نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر کوئی شخص تم سے بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی بات کی تصدیق نہ کرو، آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔ (۵) ☆

جواب: اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرتے تھے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو بیان کیا وہ باہر کا حال تھا اور یہی سبب ہے کہ امام شعرانی نے میزان شعرانی میں کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا رخصت ہے اور بیٹھ کر پیشاب کرنا عزیمت ہے۔ (حدیث نمبر ۲)۔ بخاری اور مسلم میں ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جاؤ تم پاخانہ میں تو نہ منہ کرو قبلہ کی طرف اور نہ پیٹھ دو اسے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف۔ (۶) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، اس حدیث سے جو بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں اپنے کسی

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب نکاح المتعة ج-۹ ص-۱۸۹، حدیث-۳۳۰۸

(۲) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب البول قائما وقائما ومشکوۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۷، حدیث-۳۱۳

(۳) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب النہی عن البول قائما ومشکوۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۷، حدیث-۳۱۳

(۴) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب النہی عن البول قائما۔

(۵) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب النہی عن البول قائما ومشکوۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۷، حدیث-۳۱۵

(۶) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لا تستقبل القبلة بغائط او بول..... الخ حدیث-۱۳۳، وصحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب

الاستطابۃ ج-۳ ص-۱۳۸، حدیث-۲۰۸ ومشکوۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۰۹، حدیث-۳۳۳

☆ مذکورہ حدیث کی شرح میں شیخ البانی نے کہا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع کرنے والی احادیث ضعیف ہیں اور اگر چھیننے نہ پڑیں اور پاکی رہے تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بخاری و مسلم کی روایت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا تذکرہ ہے اور جو لوگ علت پیش کرتے ہیں کہ وہ کسی سبب کی بنا پر تھا، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

کام کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبلہ کی طرف پشت کر کے اور شام کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کر رہے تھے۔^(۱)

جواب: اس کا یہ ہے کہ ابویوب کی حدیث بحال ہے منسوخ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کا حکم جنگل کے لیے ہے اور حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حکم مکانات کے لیے۔ اسی طرح شیخ امام محی السنہ نے مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

(حدیث نمبر ۳) — بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا حضرت میمونہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی کو ایک بکری بطور صدقہ دی گئی اور وہ مرگئی۔ رسول اللہ ﷺ کا اس پر سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ لے لیا، اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھاتے صحابہ نے عرض کی یہ مردار ہے آپ نے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام کیا گیا ہے۔^(۲) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور تلخ وہ حدیث ہے جو ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ ابن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط آیا کہ مردار کے چمڑے اور پٹھے سے تم فائدہ نہ اٹھاؤ۔^(۳)

جواب: اس کا یہ ہے کہ ملا قاری حنفی نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لیے کہ عبد اللہ ابن مکیم کی نبی ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی اور حدیث مرسل حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حکم بحال ہے، منسوخ نہیں اور ترمذی نے کہا کہ اس پر (یعنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر) اکثر اہل علم کا عمل یعنی صحابہ وغیرہ کا اور اسی کے قائل ہیں سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، امام احمد اور کما شافعی نے جو چمڑا کہ دباغت دیا گیا پس تحقیق پاک ہوا مگر کتے اور خنزیر کا چمڑا دباغت دینے سے بھی پاک نہیں ہوتا۔

(حدیث نمبر ۴) — ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ وضو کرو اس چیز کے کھانے سے جسے آگ پہنچی ہو یعنی جو چیز کہ آگ پر پکائی گئی ہو۔^(۴) اکثر علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ ان دو احادیث سے۔

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شائدہ کھلیا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔^(۵)

دوسری حدیث ابو داؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا آگ نے جس چیز کو متغیر کر دیا ہو (آگ پر پکانے کی وجہ سے) اسے کھا کر وضو نہ کرنا رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل تھا۔^(۶)

(۱) صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لا تستقبل القبلة بغائط او بول..... الخ حدیث-۱۳۲ وصحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الاستطابۃ ج-۳ ص-۱۵۰ حدیث-۱۱۱ و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الغلاء ج-۱ ص-۱۰۹ حدیث-۳۳۵

(۲) صحیح بخاری کتاب اللہایح باب جلود المیتۃ حدیث-۵۳۱ و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب تطہیر النجاسات ج-۱ ص-۱۵۵ حدیث-۳۹۹

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب تطہیر النجاسات ج-۱ ص-۱۵۷ حدیث-۵۰۸ (حسن) للالبانی

(۴) صحیح مسلم کتاب الحيض باب نسخ الوضوء مما مست النار ج-۳ ص-۲۶۶ حدیث-۷۸۷

(۵) صحیح مسلم کتاب الحيض باب نسخ الوضوء مما مست النار ج-۳ ص-۲۶۷ حدیث-۷۸۸ و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب ما

یوجب الوضوء ج-۱ ص-۱۰۰ حدیث-۳۰۳

(۶) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی ترک الوضوء مما مست النار ج-۱ ص-۶۱ حدیث-۱۹۲

فائدہ: یعنی یہ جو احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کیا ہے اور نہیں بھی کیا ہے سوان دونوں فعلوں میں سے آخری فعل رسول اللہ ﷺ کا وضو نہ کرنا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخر فعل وضو نہ کرنا ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلا حکم بالکل ہی اٹھا دیا جائے کیونکہ نسخ رسول اللہ ﷺ کی قطعی تصریح سے ثابت ہوتا ہے یعنی آپ فرمائیں کہ فلاں امر کے لیے پہلے میں نے یوں حکم دیا تھا اور اب یوں کہتا ہوں۔ سو اس قسم کی تصریح آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہ کرنے کے بارے میں نہیں ملتی۔ اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔ اس لیے امام شعرانی نے میزان شعرانی میں کہا کہ وضو نہ کرنا رخصت ہے اور کرنا عزیمت ہے۔

(حدیث نمبر ۵) — مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے کہا میں نے اپنا ذکر چھوایا یہ کہا کہ جو شخص نماز میں اپنا ذکر چھوئے تو کیا اس پر وضو کرنا لازم ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ذکر بھی تیرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔^(۱) اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا اور ابن المدینی نے کہا کہ یہ حدیث بسرو کی حدیث سے بہتر ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور تلخ حدیث مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں بسرو بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی چھوئے اپنے ذکر کو پس وضو کرے۔^(۲) اس حدیث کو ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا اور بخاری نے کہا یہ صحیح تر ہے۔ ان احادیث سے جو اس باب میں مروی ہیں۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ نے دراری مضیہ شرح درر البیہ میں کہا کہ اس حدیث کو احمد، اہل سنن، مالک، شافعی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ابن الجارود نے روایت کیا اور اس کو احمد، دارقطنی، یحییٰ بن معین، بیہقی، حازی، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا اور اس مقدمہ میں جس جماعت صحابہ سے احادیث مروی ہیں ان میں جابر، ابو ہریرہ، ام حبیبہ، عبد اللہ بن عمر، زید بن خالد، سعد بن ابی وقاص، حضرت عائشہ، ابن عباس، نعمان بن بشیر، انس، ابی بن کعب، معاویہ ابی حیدرہ، قیسہ اور اروی بنت انیس رضی اللہ عنہم شامل ہیں، انتہی۔^(۳)

طلق بن علی کی حدیث کے منسوخ ہونے والے کی علماء یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ طلق کے بعد اسلام لائے تھے اور مسند امام شافعی^(۴) اور دارقطنی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنے ذکر کی طرف لے جائے اس حل میں کہ ذکر اور اس کے ہاتھ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وضو کرے۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک صاحب یزید بن عبد الملک ہے اور وہ ضعیف ہے۔ پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث استدلال کے قائل نہیں۔ البتہ اسباب میں ترجیح بسرو کی حدیث کو حاصل ہے کیونکہ صحیح وہی ہے اور حدیث طلق بن علی جو اس کے معارض ہے دو وجہ سے عمل کرنے کے قائل نہیں۔

(۱) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الرخصة فی ذالک ج-۱ ص-۵۸ حدیث-۱۸۲ وبلوغ المرام باب نواقض الوضوء۔

(۲) صحیح سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس الذکر ج-۱ ص-۵۷ حدیث-۱۸۱ وبلوغ المرام باب نواقض الوضوء

ص-۳۱ حدیث-۷۱

(۳) الروضة الندية باب نواقض الوضوء فصل من الذکر ج-۱ ص-۱۵۰

(۴) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب ما یوجب الوضوء ج-۱ ص-۱۰۵ حدیث-۳۲۱ (ضعیف)

پہلی وجہ: یہ ہے کہ اس میں مقال ہے کیونکہ قیس بن طلق کی روایت سے ہے اور مسک الختام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے کہا کہ ہم نے لوگوں سے قیس کا حال پوچھا تو نہ پایا ہم نے کسی کو بھی کہ اسے پچانتا ہو پس کس طرح ہم اس کی حدیث کو قبول کریں ابو حاتم اور ابو زرعہ نے کہا کہ قیس بن طلق ان لوگوں میں سے نہیں کہ جن کی حدیث سے حجت قائم ہوتی ہو۔

دوسری وجہ: سبل السلام میں ہے کہ بسرہ کی حدیث کی موید اور احادیث بھی ہیں جو سترہ صحابیوں سے مروی ہیں اور طلق بن علی جو کہ مس ذکر سے وضو کے ٹوٹنے کی حدیث کا راوی ہے وہی وضو کے نہ ٹوٹنے کی حدیث کا بھی راوی ہے نہ (حدیث نمبر ۶)۔ بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے۔^(۱) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث اس حدیث کے ساتھ منسوخ ہے جو مسند امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے سمرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے وضو کیا جمعہ کے دن اس نے اچھا کام کیا اور یہ پہلی سنت ہے اور جو نہ کیا تو نہایت بہتر ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔^(۲)

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بحال ہے منسوخ نہیں کیونکہ سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مقال ہے۔ چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور دراری مضیہ شرح درالبیہ اور افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والنسوخ میں لکھا ہے کہ سمرہ رضی اللہ عنہ کا سماع حسن (بھری) سے ثابت نہیں پس یہ حدیث تو حجت نہ ہوئی لیکن یہ جو مسلم^(۳) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا پھر نماز جمعہ کے لیے آیا آخر حدیث تک البتہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ جمعہ کے دن نہانا ضروری نہیں مگر یہ حدیث بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو منسوخ نہیں کر سکتی کیونکہ نسخ کی شرط اس میں نہیں پائی جاتی۔ اسی سبب سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم^(۴) میں کہا کہ ان احادیث میں تطبیق یوں دی جائے گی کہ جمعہ کے دن نہانا مستحب ہے واجب نہیں۔

(حدیث نمبر ۷)۔ بخاری اور مسلم میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں آتا کہ سورج طلوع ہو جائے اور نماز عصر کے بعد بھی کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔“^(۵) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث کے جو بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس اللہ کی قسم جو رسول اللہ ﷺ کو جہنم سے لے گیا آپ نے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا ترک نہ کیا یہاں تک کہ اپنے پروردگار سے جا ملے۔^(۶)

(۱) صحیح بخاری کتاب الجمعة باب فضل الغسل يوم الجمعة ج-۲ ص-۳۵۶ حدیث-۸۷۷ وصحیح مسلم کتاب الجمعة ج-۶ ص-۳۶۹ حدیث-۱۹۴۹

(۲) جامع ترمذی ابواب الجمعة باب فی الوضوء يوم الجمعة وبلوغ المرام کتاب الطہارۃ باب الغسل وحکم الجناب ص-۳۱ حدیث-۱۱۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الجمعة فصل من اغتسل وتوضأ وأتی الجمعة..... الخ ج-۶ ص-۳۷۲

(۴) صحیح مسلم کتاب الجمعة فصل من اغتسل وتوضأ وأتی الجمعة..... الخ ج-۶ ص-۳۷۲

(۵) صحیح بخاری کتاب مواقیب الصلوٰۃ باب لا یتحرى الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ج-۲ ص-۶۱ حدیث-۵۸۶ و مسلم ج-۱

(۶) صحیح بخاری کتاب مواقیب الصلوٰۃ باب ما یصلی بعد العصر من الفوائت ونحوها ج-۲ ص-۶۳ حدیث-۵۹۰

جواب: اس کا یہ ہے کہ سفرالعبادت میں لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو ابوداؤد^(۱) میں ذکوان مولیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ تحقیق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی اس کو تحقیق رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے لیکن (امت کو) اس سے منع فرماتے تھے اور مسلسل روزہ رکھتے تھے لیکن (امت کو) وصال سے منع فرماتے تھے۔ ☆

پس معلوم ہوا کہ حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کی بحال ہے منسوخ نہیں لیکن مکہ میں نماز پڑھنا ہر وقت جائز ہے کہ مسند امام احمد ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے عبدمناف کے بیٹو کسی کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے اور نماز پڑھنے سے منع نہ کرو۔ رات کو یا دن کو جس وقت بھی کوئی چاہے۔“^(۲) ترمذی اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہل

مسند امام احمد اور رزین میں روایت ہے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے اور نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے مگر مکہ میں، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں۔ (مشکوٰۃ باب اوقات النبی)

(حدیث نمبر ۸)۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ لکھو میری حدیث کو سو جس نے مجھ سے سن کر سوائے قرآن کے جو کچھ لکھا ہے اس کو مٹا ڈالے۔^(۳) بعض علماء نے کہا یہ حدیث منسوخ ہے ساتھ ان چار احادیث کے

پہلی حدیث بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آؤ لکھ دوں تمہارے لیے ایک نوشتہ کہ تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔^(۴)

دوسری حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں لکھ لیتا تھا جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اور میری خواہش ہوتی کہ اسے یاد رکھوں لیکن مجھے (قریش نے) یہ کلام کرنے سے روک دیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ کیا تو ہر چیز جو رسول اللہ ﷺ سے سنتا ہے لکھ لیتا ہے۔ حالانکہ آپ انسان ہیں کبھی غصے میں بات کر رہے ہوتے ہیں اور کبھی خوشی میں۔ چنانچہ میں آپ کے ارشادات لکھنے سے رک گیا۔ بعد ازاں اس کا ذکر میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے جو دہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ”لکھ لیا کر۔“ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہوتا ہے۔“^(۵)

(۱) ضعیف سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب من رخص فیہما اذا کانت الشمس مرتفعۃ ج۔۱ ص۔۹۹ حدیث۔۱۲۸۰

(۲) بلوغ المرام کتاب الصلاة باب الموالیت ص۔۵۳ حدیث۔۱۶۴

(۳) صحیح مسلم کتاب الزہد باب التشت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ج۔۱۸ ص۔۳۲۹ حدیث۔۷۳۵ وصحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم۔

(۴) صحیح مسلم کتاب الزہد باب التشت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ج۔۱۸ ص۔۳۲۹ حدیث۔۷۳۵ وصحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم۔

(۵) صحیح سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی کتاب العلم ج۔۲ ص۔۳۰۸ حدیث۔۳۶۳۱ (صحیح)

☆ سند کے اعتبار سے اس حدیث میں کچھ ضعف ہے مگر متن کے بہت سارے صحیح شواہد موجود ہیں اور یہ دو کلام نبی اکرم ﷺ کا خلاصہ تھے

تیسری حدیث ترمذی میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ تحقیق نبی ﷺ نے خطبہ دیا پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں ایک قصہ بیان کیا۔ آخر میں ابوشامہ نے کہا ”یا رسول اللہ مجھے لکھ دیجئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے (حملہ ہڑت سے) فرمایا کہ ابوشامہ کو لکھ دو اور حدیث میں ایک قصہ کا ذکر ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔^(۱)

چوتھی حدیث نسائی، دارمی اور موطا امام مالک میں روایت ہے ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے، اس نے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے اس کے دادا سے نقل کی کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے یمن والوں کی طرف ایک نملہ لکھا آخر حدیث تک۔^(۲)

فائدہ: اگرچہ ان احادیث سے ان کے علاوہ دوسری احادیث سے بھی یہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسائل کو لکھا اور صحابہ کو لکھنے کا حکم دیا لیکن ان میں سے ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو کوئی بھی حدیث منسوخ نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اور ان احادیث میں یوں تطبیق دی جائے گی جیسے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہ بعض علماء نے ان احادیث کے معنی میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ جس کو اپنے حافظ پر اس بات کا اعتماد ہے کہ میں یاد رکھوں گا بھولوں گا نہیں وہ تو احادیث کو نہ لکھے اور جس کو یہ خیال ہے کہ مجھ کو یاد نہیں رہے گا وہ لکھ لے، انتہی۔^(۳)

(حدیث نمبر ۹) — بخاری اور مسلم میں روایت ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے کی ممانعت فرمائی۔^(۴) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے پس حدیث سے جو بخاری اور مسلم میں صعب بن جشمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے (کفار کی عورتوں اور بچوں کے بارے میں) دریافت کیا گیا کہ جب مشرکین پر شبخون مارا جاتا ہے تو ان کی عورتوں اور بچے بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ بھی ان ہی میں سے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بھی اپنے آبائے اجداد کے تابع ہیں۔^(۵)

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حکم بحال ہے منسوخ نہیں اس لیے کہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث صعب بن جشمہ رضی اللہ عنہما میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ عورتوں کو اور لڑکوں کو جہاد میں قصداً قتل نہ کیا جائے تاہم اگر شب خون کی حالت میں مارے جائیں یا لڑکے اور عورتیں ان کی مسلمانوں پر آپڑیں یا کفار لڑکوں کو بجائے سپر آگے کریں اور وہ مارے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(حدیث نمبر ۱۰) — ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں بارش اور کسی قسم کے خطرے کے بغیر ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو بھی جمع کیا۔^(۶) بعض علماء نے کہا کہ

(۱) جامع ترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصة فیہ۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب الدیات ج-۲ ص-۱۰۳ حدیث-۳۳۹۲

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزہد باب التبت فی الحدیث وحکم کتاب العلم ج-۱۸ ص-۳۲۹ شرح حدیث-۷۳۳۴، ۷۳۳۵

(۴) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب قتل النساء فی الحرب ج-۶ ص-۱۲۸ حدیث-۳۰۱۵ و مسلم کتاب الجہاد باب تحریم قتل النساء

والصبيان ج-۱۲ ص-۲۷۵ حدیث-۳۵۳۲، ۳۵۳۳، مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب القتال فی الجہاد ج-۲ ص-۱۱۵۳ حدیث-۳۹۳۲

(۵) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب اهل الدار یبتون فیصاب الولدان والذرائی ج-۶ ص-۱۳۶ حدیث-۳۰۱۲ و صحیح مسلم کتاب

الجہاد باب جواز قتل النساء والصبيان ج-۱۲ ص-۲۷۶ حدیث-۳۵۳۲، ۳۵۳۱ و مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب القتال فی الجہاد ج-۲

ص-۱۱۵۳ حدیث-۳۹۳۳

(۶) صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرين باب جواز الجمع بین الصلوٰتین من الحضرة ج-۵ ص-۲۲۳ حدیث-۱۶۴۱

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی تلخ وہ حدیث ہے جو ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کیا، آپ نے فرمایا جس نے عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آیا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث صحیح مسلم بحال ہے منسوخ نہیں اس لیے کہ وہ صحیح ہے اور حدیث ترمذی کی صحیح نہیں کیونکہ کما ترمذی نے کہ اس حدیث کے راویوں میں غیش بن قیس راوی اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کو امام احمد وغیرہ نے ضعیف کہا اور معلیٰ شرح موطا امام مالک میں لکھا ہے کہ غیش بن قیس وہی یعنی ضعیف ہے اور حافظ (ابن حجر) نے کہا کہ حاکم کا اس حدیث کو لانا اس کی غفلت کے باعث ہے نیز ابن جوزی اس حدیث کو موضوعات میں لایا ہے۔

(حدیث نمبر ۱۱) — بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک یہودیہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک بکری تحفہ دی اور اس میں اس نے زہر ملا دیا تھا اور لیلہ کے پلو شلہ نے ایک نچر سفید رسول اللہ ﷺ کو تحفہ بھیجی پھر اسی نے رسول اللہ ﷺ کو چلور پہنائی اور بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اکیدہ دومہ نے ایک جبہ سندس کا رسول اللہ ﷺ کو تحفہ بھیجا۔

فائدہ: امام شوکانی رحمہ اللہ^(۱) نے دراری منیہ شرح درر البیہ میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کفار کا تحفہ قبول فرمایا ہے اس باب میں بہت احادیث آئی ہیں لیکن بعض علماء نے کہا کہ اس مضمون کی جتنی احادیث آئی ہیں وہ سب منسوخ ہیں تلخ حدیث وہ ہے جو مسند امام احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن خزیمہ میں عیاض بن حمار سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس تحفہ ناقہ بھیجا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیاض اسلام لایا ہے؟ کہا نہیں پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھے مشرکوں کا ہدیہ لینے سے روک دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ جن احادیث سے کفار کا تحفہ قبول کرنا مروی ہے وہ سب احادیث بحال ہیں منسوخ نہیں کیونکہ ان احادیث میں اور عیاض بن حمار کی حدیث میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ جس کا فرپر امید ہو کہ مسلمان ہو جائے گا، اس کا تحفہ قبول کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور جس کا فرپر مسلمان ہونے کی امید نہ ہو اس کا تحفہ قبول نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح امام نووی^(۲) نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔

(حدیث نمبر ۱۲) — بخاری اور مسلم میں روایت ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ کہ پوچھا ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہ محرم کپڑوں کی قسم سے کیا پئے؟ فرمایا نہ پئے قمیص اور نہ باندھو پٹریاں اور نہ پئے پانچاے اور نہ اوڑھو باربائی اور نہ پئے موزے مگر وہ شخص کہ نہ پائے پاپوشیں پس پئے موزے اسے چاہیے کہ کٹ ڈالے موزے دونوں ٹخنوں کے نیچے سے۔^(۳) بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور تلخ وہ ہے جو بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ فرماتے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جس وقت نہ پائے محرم پاپوشیں تو پئے موزے اور جس

(۱) روضة النديه۔

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجہاد والسير باب کتب النبی الی ملوک الکفار ج- ۱۲ ص- ۳۳۱۔ شرح حدیث- ۳۵۸۸، ۳۵۹۵

(۳) صحیح بخاری کتاب الحج باب مالا یلبس المحرم من الثیاب ج- ۳ ص- ۴۰۱۔ حدیث- ۱۵۴۲ و صحیح مسلم کتاب الحج باب ما

یباح للمحرم بحج او عمرة ج- ۸ ص- ۳۱۳۔ حدیث- ۲۷۸۳ و مشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبه المحرم ج- ۲ ص- ۸۶۱

حدیث- ۲۱۷۸

وقت نہ پائے تب بند تو پانچواں پہن لے^(۱)

جواب: حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بحال ہے، منسوخ نہیں کیونکہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس شخص کے پاس تہ بند موجود ہو اس کے لیے تو پانچواں پہننا درست نہیں ہے اور جس کے پاس تہ بند نہیں ہے وہ پانچواں پہن رہے اور جس کے پاس پانچواں نہیں نہ ہوں وہ موزوں کو دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہنیں۔

(حدیث نمبر ۳) — مسند امام احمد^(۲) اور ابن حبان میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے پائی صبح اس حالت میں کہ وہ جنبی ہو پس اس کا روزہ نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور تلخ آیت قرآن اور حدیث رسول ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالَّذِينَ بَاتُوا بِمَنَاسِكَ وَابْتَغُوا مَّا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَسْبِقَ لَكُمْ الْغَيْظُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْغَيْظِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرة: ۱۸)

شب کی دھاری سے سپید صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت جماع کرنے کی وجہ سے جنبی ہوئے بعد ازاں آپ غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور امام مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اس بات کا اضافہ کیا ہے اور قضا نہ دیتے^(۳)

جواب: اس کا یہ ہے کہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بحال ہے، منسوخ نہیں کیونکہ افضل بات یہی ہے کہ جنبی رمضان میں فجر سے پہلے پہلے نما لے اور اگر بعد فجر نما لے تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے۔^(۴)

(حدیث نمبر ۴) — بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے پس رسول اللہ ﷺ نے (عاشورہ کے دن کا) روزہ رکھا اور اس روزہ کے رکھنے کا حکم فرمایا۔^(۵) بعض علماء نے کہا کہ بموجب حکم اس حدیث کے ابتدائے اسلام میں عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا فرض تھا پھر ان دو احادیث سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

پہلی حدیث صحیح مسلم اور موطا امام مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے کہا جاہلیت میں عاشورہ کے دن لوگ روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی زمانہ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یباح للمحرم بحج او عمرہ ج-۸ ص-۲۱۲ حدیث-۲۷۸۱ و مشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجنبہ المحرم ج-۲ ص-۸۲۱ حدیث-۲۱۷۹

(۲) مسک الختام

(۳) صحیح مسلم کتاب الصوم باب صفة الصوم من طلع علیہ الفجر وهو جنب ج-۷ ص-۲۲۳ حدیث-۲۵۸۵ و ۲۵۸۶ و بلوغ المرام

کتاب الصیام ص-۱۹۱ حدیث-۲۲۱ ۲۲۲

(۴) صحیح مسلم کتاب الصوم باب صفة الصوم من طلع علیہ الفجر وهو جنب ج-۷ ص-۲۲۳ حدیث-۲۵۸۵ و ۲۵۸۶

(۵) صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صیام یوم عاشوراء ج-۸ ص-۲۵۱ حدیث-۲۱۵۲

میں آئے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کیا پھر جب فرض ہوا رمضان تو رمضان ہی کے روزے فرض رہ گئے اور عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا گیا سو جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔^(۱)

دوسری حدیث صحیح مسلم اور موطا امام مالک میں حمید بن عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے، انہوں نے سنا معلویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے تھے جس سال انہوں نے حج کیا اور وہ منبر پر تھے۔ اے اہل مدینہ کہل ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے اس دن کو کہ یہ عاشورہ کا دن ہے اس دن تم پر روزہ فرض نہیں ہے اور میں روزہ دار ہوں سو جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا چاہے نہ رکھے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما بحال ہے منسوخ نہیں کیونکہ فرضیت رمضان کے بعد عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی فرضیت منسوخ ہوئی۔ یہ نہیں کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنا ہی نہ چاہیے بلکہ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس پر اجماع ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم (بلوغ المرام کتاب الجنائز) میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(حدیث نمبر ۱۵)۔ بخاری اور مسلم میں ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دیکھو تم جنازہ پس کھڑے ہو جاؤ پھر جو چلے اس کے ساتھ وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے۔^(۲) اکثر علماء نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، ان دو احادیث سے۔

پہلی حدیث مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق انہوں نے کہا کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ ﷺ (جنازہ دیکھ کر) پھر بیٹھ گئے۔^(۳)

جواب: یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی تو ثابت ہوتا ہے کہ آخری فعل رسول اللہ ﷺ کا یہی ہے کہ جنازہ دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے لیکن آخری فعل پہلے کا ناخ نہیں ہوتا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔

دوسری حدیث مسند امام احمد^(۴) اور ابوداؤد میں انہی سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانے کی تلقین فرماتے تھے بعد ازاں آپ بیٹھ جاتے اور ہمیں بھی بیٹھ جانے کا حکم دیتے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ جس درجہ کی حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے یہ حدیث اس درجہ کی نہیں اور حصول المامول من علم الاصول وغیرہ میں لکھا ہے کہ اول تو حدیث ناخ حدیث منسوخ سے قوی ہونی چاہیے اور اگر قوی نہ ہو تو منسوخ حدیث کے ساتھ درجہ میں برابر تو ہو، انتہی۔

پس اس سبب سے امام احمد، اسحاق، ابن حبیب اور ہاشون ماکلبان ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بحال جانتے ہیں، منسوخ نہیں سمجھتے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان کے نزدیک مطابقت دینی ممکن ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی طرح لکھا ہے۔^(۵)

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب صوم یوم عاشوراء ج-۸، ص-۲۳۵، حدیث-۲۲۴۲

(۲) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب القیام للجنائز ج-۷، ص-۳۱، حدیث-۲۲۱۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب نسخ القیام للجنائز ج-۷، ص-۳۳، حدیث-۲۲۴۲ وروضة الندیہ-

(۴) حصول المامول-

(۵) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب القیام للجنائز ج-۷، ص-۳۲

تئیسوان مغالطه

احناف کا امام بخاری پر بہتان

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بعض احادیث ایسی ہیں کہ وہ ہرگز قتل عمل نہیں۔ چنانچہ رسالہ انتصار الاسلام میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے آیت نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاتَّقُوا حَرْثَکُمْ اَللّٰی شِئْتُمْ کی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو حدیث لائے ہیں اس سے لواطت کا جواز نعوذ باللہ ہوتا ہے اس کا جواب پانچ طرح ہے۔

پہلا جواب: یہ کہ جو بخاری میں ہے :

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَاتَوَّ حَزَقُكُمْ أَنِّي سِتْنُكُمْ قَالَ يَأْتِيهَا فِي-
روایت ہے نافع سے نقل کی اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پس اپنی
کھیتی میں جمل سے چاہو کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آتا تھا وہ ان میں۔ ☆
اس کے معنی شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار^(۱) میں یوں لکھتے ہیں۔

جواب: يٰٓاَيُّهَا فِى اَمْنٍ يٰٓاَتِى فِى مَوْضِعِ الْحَزَنِ اَمْنٌ قُبْلَهَا "يعنى صحبت کرے (مرد) بچ جگہ کھیتی کے (یعنی عورت کی فرج میں) انتہی۔"

پس معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ عورت کی درمیں وطی کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ جو کوئی وطی کرے اپنی عورت کو اس کی درمیں وہ چھوٹا لوطی ہے اور یہ حدیث قریب ہی آئے گی لیکن عورت کی در کی طرف سے عورت کی فرج میں صحبت کرنا منع نہیں اور یہ ہی مطلب ہے آیت کلام اللہ نِسَاءَ کُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاتُوا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْنُمْ ک۔ چنانچہ تفسیر کبیر (جلد دوم) میں لکھا ہے: فَهَبَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْآيَةِ أَنَّ الرَّجُلَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ أَنْ يَأْتِيَهَا مِنْ قُبُلِهَا فِي قُبُلِهَا وَيَبْتَغِي أَنْ يَأْتِيَهَا مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا۔ ”یعنی اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ مراد آیت سے یہ ہے کہ تحقیق مرد اختیار دیا گیا ہے درمیان اس بات کے کہ (عورت سے) فرج کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے اور درمیان اس بات کے کہ اس سے در کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے“ انتہی۔“

سبب اس آیت کے نازل ہونے کا یہ ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اگر عورت کے پیچھے کی طرف سے عورت کے فرج میں صحبت کی جائے تو اس جملے سے لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے پس یہود کی اس بات کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ یہود کہتے تھے کہ جس وقت مرد اپنی عورت سے اس کی در کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری نِسَاءَ کُمْ حَزْبٌ لَّکُمْ فَاتَّقُوا حَزْبَکُمْ اِنَّیْ بَشِیْمٌ ”یعنی تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس آؤ اپنی کھیتی میں جس طور سے چاہو۔“ (۲)

(۱) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب نساء، کم حوث لکم ج- ۸، ص- ۱۸۹، حدیث- ۳۵۲۷

(٢) صحيح بخارى كتاب التفسير باب قوله نساؤكم حرث لكم ج-٨، ص-١٨٩، حديث-٣٥٢٨ ومشكوة كتاب النكاح باب المباشرة

ج-۲، ص-۹۵۱، حدیث-۳۱۸۳

☆ یعنی مرد اپنی زوجہ کے آگے سے اس کی فرج میں مباشرت کرے یا پیچھے سے در کی بجائے فرج میں مباشرت کرے، جائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو معترض صاحب نے آیت نِسَاء کُمْ حَزَنٌ لَّکُمْ اِنْ کے معنی بدلیل قول ابن عمر رضی اللہ عنہما یا نِسَاء فنی عورت کی دیر میں جملعہ جازز ہونے کے اپنے ذہن میں تصور کئے ہیں تو اس کا سبب معترض صاحب کا قصور ہے کیونکہ نہ تو آیت نِسَاء کُمْ حَزَنٌ لَّکُمْ اِنْ کا وہ مفہوم ہے جو معترض نے بیان کیا ہے اور نہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی عورت کی دیر میں وطی جازز ہونے کے قائل ہیں۔ بلکہ وہ تو اس فعل کے فاعل کو اپنے نزدیک چھوٹا لوٹی سمجھتے تھے۔

چنانچہ امام احمد ^(۱) اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی وطی کرے اپنی عورت سے اس کی دیر میں وہ چھوٹا لوٹی ہے۔ اور یہ حدیث صریح دلیل ہے اس بات پر کہ آیت نِسَاء کُمْ حَزَنٌ لَّکُمْ اِنْ کے معنی بدلیل قول ابن عمر رضی اللہ عنہما فنی عورت کی دیر میں وطی جازز ہونے کے سمجھنا آیت کے شان نزول اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی سن لیجئے کہ امام بخاری کا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول یا نِسَاء فنی کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت لانا تاکہ اس سے آیت کا شان نزول معلوم ہو، اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری عورت کی دیر میں وطی جازز ہونے کے قائل نہیں تھے۔

دوسرا جواب:

اللہ کے مضامین سے واقف رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اور کوئی نہیں اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ذرہ برابر بھی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ پس اگر آیت نِسَاء کُمْ حَزَنٌ لَّکُمْ اِنْ کے معنی عورت کی دیر میں جماع جازز ہونے کے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ قرآن کے خلاف عورت کی دیر میں جماع کرنے والے کے حق میں وعید کیوں فرماتے، دیکھو ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حائضہ عورت سے صحبت کرے یا عورت سے دیر میں جماع کرے یا کاہن کے پاس آئے تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔ ^(۲) ترمذی نسائی اور ابن حبان میں روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے جس نے کسی مریہ عورت کے ساتھ اس کی دیر میں جماع کیا ہو۔ ^(۳) اس حدیث کو موقوف کہا گیا ہے۔ نیز ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی سے دیر میں جماع کرے۔ ^(۴) یہ الفاظ نسائی کے ہیں۔ اس حدیث کے راوی معتبر ہیں، تاہم اسے مرسل کہا گیا ہے۔ مسند امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی میں خزیمہ بنت ثابت سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ حق کے بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا تم عورتوں سے ان کی دیروں میں جماع نہ کرو۔ ^(۵)

تیسرا جواب:

معترض صاحب اگر اپنے مذہب حنفی کی کتابیں دیکھ لیتے تو بخاری پر کبھی اعتراض نہ کرتے کیونکہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ وطی فی الدیر بخاری میں نہیں بلکہ کتب حنفیہ میں حلال ہے۔ دیکھو امام طحاوی رئیس حنفیہ جو کہ عینی اور ابن ہمام کا بھی پیشوا ہے، اس کی عبارت تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن ^(۶) میں ہے :

(۱) تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن۔

(۲) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض ومشکوۃ کتاب الطہارۃ باب الحيض ج-۱، ص-۱۷۳، حدیث-۵۵۱

(۳) جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراہیۃ اتیان الحائض وبلغ المرام کتاب النکاح باب عشرة النساء ص-۳۰۲، حدیث-۱۰۱۳

(۴) بلغ المرام کتاب النکاح باب عشرة النساء ص-۳۰۲، حدیث-۱۰۱۳

(۵) مشکوۃ کتاب النکاح باب المباشرة ج-۲، ص-۵۵۳، حدیث-۳۱۹۲ (صحیح للالبانی)

(۶) فتح البیان فی مقاصد القرآن للطحاوی وتفسیر اکلیل فی استنباط التنزیل۔

اصبغ ابن الفرج نے عبد الرحمن بن قاسم سے روایت کیا میں نے کسی کو نہیں پایا جسے میں اپنے دین میں مقتدا مانتا ہوں کہ اس نے اس کے (وطی فی دبر المرأة) حلال ہونے میں شک کیا ہو یعنی عورت سے دبر میں جماع کرنے کو۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی نِسَاءَ كُمْ حَزَنٌ لَّكُمْ اور کہا اس سے زیادہ واضح بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ صریح دلیل ہے اس پر کہ حنفیہ کے نزدیک عورت کی دبر میں وطی کرنا حلال ہے اور یہی وجہ ہے کہ حنفیہ عورت کی دبر میں وطی کرنے والے پر حد مارنے کے قائل نہیں۔

چنانچہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے: وَلَوْ فَعَلَ هَذَا بَعْدَهُ أَوْ أَمَرَهُ أَوْ مَنَعَهُ خِصْمٌ لَا يُخَذُّ بِأَخْلَافِهِ "اگر کوئی شخص اپنے غلام" اپنی لونڈی یا اپنی منکوحہ (بیوی) کی دبر میں جماع کرے تو اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی" اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔" امت محمدیہ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ بخاری اور مسلم کے برابر صحت میں اور قوت عمل میں تمام جہان میں کوئی کتاب نہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن حجر نے لکھا ہے:

اور ایک دوسری پر فضیلت رکھنے کے اعتبار سے سب سے پہلے درجے میں وہ احادیث آتی ہیں جن کی تخریج پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہوں نہ کہ وہ حدیث جسے ان میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو۔ دوسرے درجے میں وہ حدیث آئے گی جسے صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو اور بعد ازاں وہ حدیث جس کی تخریج امام مسلم نے کی ہو۔ اس لیے کہ علمائے امت نے شیخین کے بعد ان کی کتابوں کو بالاتفاق شرف قبول بخشا ہے۔

رَوَى اصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ مَا أَذْرَكْتُ أَحَدًا أَنْ أَقْتَدِيَ بِهِ فِي دِينِي شَكٌّ فِي أَنَّهُ حَلَالٌ يَعْنِي وَطِئَ الْمَرْأَةَ فِي ذُبُرِهَا ثُمَّ قَرَأَ نِسَاءَ كُمْ حَزَنٌ لَّكُمْ ثُمَّ قَالَ فَأَيُّ شَيْءٍ آتَيْنُ مِنْ هَذَا۔

وَيَلْتَحِقُ بِهَذَا التَّفَاضُلِ مَا اتَّفَقَ الشَّيْخَانِ عَلَى تَخْرِيجِهِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَا انفردَ بِهِ أَحَدُهُمَا وَمَا انفردَ بِهِ الْبُخَارِيُّ بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَا انفردَ بِهِ مُسْلِمٌ لِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ بَعْدَهُمَا عَلَى تَلْقَئِ كِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُولِ^(۱)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہا:

جلن رکھنا چاہیے کہ جو روایات صحیحین میں موجود ہیں یا ان میں سے کسی ایک میں پائی جاتی ہیں ان سے استدلال کرنا یا حجت پکڑنا بغیر کسی بحث اور تامل کے جائز ہے کیونکہ بخاری اور مسلم نے تخریج احادیث میں صحت کا غایت درجہ التزام کیا ہے اور امت نے ان کی جمیع روایات کو سند قبول عطا کی ہے۔

إِعْلَمَ أَنَّ مَا كَانَ مِنَ الْإِحَادِيثِ فِي الصَّحِيحَيْنِ أَوْ فِي أَحَدِهِمَا جَازَ الْإِحْتِجَاجُ بِهِ مِنْ دُونِ الْبَحْثِ لِأَنَّهُمَا التَّمَّزَا الصِّحَّةَ وَتَلَقَّيَا مَا فِيهِمَا الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ^(۲)

امام نووی نے کہا ہے:

علماء کرام رحمہم اللہ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن عزیز کے بعد صحیح ترین کتابیں امام بخاری اور مسلم کی صحیحین ہیں۔ امت نے ان

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ وَجَمَعَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى أَنَّ أَصَحَّ الْكُتُبِ بَعْدَ الْقُرْآنِ الْغَرِيزُ الصَّحِيحَانِ الْبُخَارِيُّ

(۱) نزہۃ النظر شرح نخبة الفكر مطبوعہ نور محمد ص-۳۹

(۲) نیل الاوطار (شرح منطقی الاخبار) ج-۱ ص-۲۲

وَمُسْلِمٌ وَتَلَفَتْهُمَا الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ وَكِتَابُ
الْبُخَارِيِّ أَصَحُّهُمَا وَكَثَرَتْهُمَا فَوَائِدُ وَمَعَارِفُ
ظَاهِرَةٌ وَغَامِضَةٌ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ مُسْلِمًا كَانَ مِمَّنْ
يَسْتَفِيدُ مِنَ الْبُخَارِيِّ وَيَعْتَرِفُ بِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ نَظِيرٌ
فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ مِنْ
تَرْجِيحِ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ هُوَ الْمَذْهَبُ الْمُخْتَارُ
الَّذِي قَالَهُ الْجَمَاهِيرُ وَأَهْلُ الْإِتْقَانِ وَالْحَدِثِ
وَالْقَوَصِ عَلَى أَسْرَارِ الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو عَلِيٍّ
الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ التَّيْسَابُورِيُّ الْحَافِظُ الْحَاكِمُ
أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْبَيْعِ كِتَابُ مُسْلِمٍ أَصَحُّ
وَوَافَقَهُ بَعْضُ شَيْخُوهُ الْمَغْرِبِ وَالصَّحِيحُ
الْأَوَّلُ-^(۱)

مزید بر آں شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں کہا ہے :

اور جمل تک امام بخاری کی الجامع الصحیح کا تعلق ہے وہ کتاب اللہ کے
بعد کتب اسلام میں سے بزرگ ترین اور افضل ترین کتب ہے۔ اور
وہ لوگوں کے نزدیک ہمارے اس موجودہ دور میں بھی از روئے سند بہت
بلند پایہ ہے۔ تیس سال سے علماء اس کے سماع علی سے مسرور ہیں پھر
آج کیوں نہ ہوں۔ اگر کوئی صاحب اس کے سماع کے لیے ہزار کوس کی
مسافت بھی طے کریں تو یہ رازیں نہ جائے گی۔

وَأَمَّا جَامِعُ الْبُخَارِيِّ الصَّحِيحُ فَاجْلُ كُتُبِ
الْإِسْلَامِ وَأَفْضَلُهَا بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ وَهُوَ أَعْلَى
فِيهِ وَفِينَا هَذَا إِسْنَادًا لِلنَّاسِ وَمِنْ ثَلَاثِينَ سَنَةً
يَفْرَحُونَ الْعُلَمَاءُ بِعُلُوِّ سَمَاعِهِ فَكَيْفَ الْيَوْمَ
فَلَوْ رَحَلَ شَخْصٌ بِسَمَاعِهِ مِنْ أَلْفِ فَرَسٍ
لَمَا ضَاعَتْ رِحْلَتُهُ-^(۲)

قطرانی شرح صحیح بخاری میں ہے :

امام بخاری کی تالیفات سورج کی طرح گردش کر رہی ہیں اور ساری دنیا میں
مقبول اور متداول ہیں۔ ان کی بزرگی اور فضیلت کا منکر صرف وہی شخص
ہو سکتا ہے جسے شیطان نے تسلط جما کر محبوظ الحواس کر دیا ہو اور ان کی
جملہ تالیفات میں سے افضل ترین ان کی الجامع الصحیح ہے، انتہی۔

وَأَمَّا تَالِيَتُهُ يَعْنِي الْبُخَارِيَّ فَإِنَّهَا سَارَتْ مَسِيرَ
الشَّمْسِ وَذَارَتْ فِي الدُّنْيَا فَمَا جَحَدَ فَضْلُهَا إِلَّا
الَّذِي يَتَخَيَّلُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ وَاجْلُهَا
وَأَعْظَمُهَا الْجَامِعُ الصَّحِيحُ انْتَهَى-^(۳)

(۱) مقدمہ للنووی من شرح مسلم فصل اصح الكتب بعد القرآن الصحيحان ص-۱۳۸

(۲) قسطلانی جلد اول۔

(۳) قسطلانی شرح بخاری ج-۱

شیخ حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا :

وَكِتَابُهُ الصَّحِيحُ يُسْتَسْقَى بِقِرَاءَتِهِ الْغَمَامُ
وَأَجْمَعَ عَلَى قُبُولِهِ وَصِحَّةِ مَا فِيهِ أَهْلُ
الْإِسْلَامِ۔^(۱)

شلہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہا :

أَمَّا الصَّحِيحَانِ فَقَدْ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى أَنَّ
جَمِيعَ مَا فِيهِمَا مِنَ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوعِ صَحِيحٌ
بِالْقَطْعِ وَأَنَّهُمَا مُتَوَاتِرَاهُ إِلَى مُصَيِّفِيهِمَا وَأَنَّ
كُلَّ مَنْ يُهَوِّنُ أَمْرَهُمَا فَهُوَ مُبْتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيْرُ
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ شِئْتَ الْحَقَّ الصَّرَاحُ
فَقَسْهَ بِكِتَابِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَكِتَابِ الطَّلْحَاوِيِّ
وَمُسْنَدِ الْخُوَارِزْمِيِّ وَغَيْرِهِمَا لَتَجِدَ بَيْنَهُمَا
وَبَيْنَهُمَا بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ۔^(۲)

سید جمل الدین نے جو روضۃ الاحباب کے مصنف ہیں رسالہ اصول حدیث میں لکھا ہے :

أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِي الصَّحِيحِ الْمُعْزَدِ الْإِمَامُ
الْبُخَارِيُّ ثُمَّ مُسْلِمٌ وَكِتَابَاهُمَا أَصَحُّ الْكُتُبِ
بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ الْعَزِيزِ إِلَى أَنْ قَالَ وَأَعْلَى الْأَقْسَامِ
الصَّحِيحُ مَا اتَّفَقَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَا انفرد به البخاري
ثُمَّ مَا انفرد به مسلم إلى آخر ما قال۔^(۳)

معترض صاحب نے حدیث پر چلنے والوں پر الزام دینے کی نیت سے اگرچہ اپنی طرف سے بہت
پانچواں جواب : ہی سعی کی اور زور لگایا کہ بخاری میں سے کوئی حدیث ایسی نکل آئے جو بظاہر قابل عمل نہ ہو

لیکن اس قسم کی ایک بھی مرفوع حدیث تمام کتاب بخاری سے نہ نکال سکے صرف ایک تو ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابی کا قول کہ
جس کا جواب اوپر گزر چکا ہے اور دوسرا ابی درداء رضی اللہ عنہ صحابی کا قول کہ جس کا جواب چوبیسویں مغالطے کے جواب میں
قریب ہی آتا ہے 'لائے ہیں۔ ان کا مقصد ایسی باتوں کے لکھنے سے یہی ہے کہ کوئی شخص حدیث پر عمل نہ کر بیٹھے۔ ہم
بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ عامۃ الناس کو عموماً اور مقلدین کو خصوصاً اپنی کتاب پاک اور اپنے رسول
برحق کی آسان اور واضح تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین الہ الحق آمین۔

(۳) رسالہ اصول حدیث۔

(۱) قسطلانی شرح بخاری ج-۱

(۲) حجة الله البالغة باب طبقات كتب حديث ج-۱

چوبیسواں مغالطہ

بخاری کی ایک حدیث پر اعتراض اور اس کا جواب

ایک مغالطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایک مقلد نے حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیا ہے کہ اگر شراب میں مچھلی ڈال کر ذرا دھوپ میں رکھ کر پی لے تو درست ہے اس کا جواب دو طرح ہے

پہلا جواب: یہ جو بخاری میں ہے: قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُزَيَّذِ ذُبُحُ الْخَضِرِ الْبَيْتَانِ وَالشَّمْسُ۔^(۱) ”ابو الدرداء رحمہ اللہ نے (شراب) مری کے بارے میں فرمایا کہ اس کا نشہ زائل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں اور اسے دھوپ میں رکھ دیا جائے۔“

فائدہ: عینی حنفی نے کہا کہ ابودرداء یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے اور شراب میں مچھلی ڈالنے سے اس کا ضرر اور سختی دور ہو جاتی ہے اور دھوپ میں رکھنے سے اس کا سرکہ بن جاتا ہے اور وہ شراب حلال ہو جاتی ہے، انتہی۔

معارض صاحب کے نزدیک اگر ابودرداء کا قول قتل عمل نہیں ہے تو پھر حنفیہ تو سب کے سب ان کے نزدیک گمراہ ٹھہرے اس لیے کہ تمام کتب حنفیہ میں شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حلال لکھا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ معارض صاحب نے جامع بخاری کی تنقیص میں اپنے مذہب کو بھی بلائے طاق رکھ دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے ہدایہ جلد چہارم کتب الاشربہ۔ اور جب شراب کا سرکہ بن جائے تو حلال ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنایا جائے۔ دونوں صورتیں یکساں ہیں اور شراب کا سرکہ بنانا اپنے اندر کراہت کا کوئی پہلو نہیں رکھتا۔^(۲)

دوسرا جواب: بخاری وغیرہ کتب حدیث کی عداوت کے باعث اگرچہ معارض صاحب ابودرداء صحابی رحمہ اللہ کے قول مذکور کے بظاہر قائل معلوم نہیں ہوتے لیکن جس امام کی تقلید ان کے نزدیک واجب ہے، وہ تو

صحابی کے قول یا فعل سے حجت پکڑنا جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نور الانوار میں ہے: وَقَدْ اتَّفَقَ عَمَلُ أَصْحَابِنَا بِالتَّقْلِيدِ فِي مَالٍ يَفْعَلُ بِالْقِيَاسِ يَعْنِي أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ وَصَاحِبَيْهِ كُلَّهُمْ مُتَّفِقُونَ بِتَقْلِيدِ الصَّحَابِيِّ۔^(۳) ”اب ہمارے اصحاب اس مسئلے میں تقلید پر متفق العمل ہیں جس میں قیاس نہ کیا جاسکتا ہو۔ یعنی ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین سب صحابی کی تقلید پر متفق ہیں۔“

حسامی میں لکھا ہے: وَيُسْقَطُ الْعَمَلُ بِالْحَدِيثِ إِذَا ظَهَرَ مُخَالَفَتُهُ قَوْلًا أَوْ عَمَلًا مِنَ الزَّوَائِدِ بَعْدَ الزَّوَايَةِ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ مِنَ أَيْمَةِ الصَّحَابَةِ۔^(۴) ”یعنی جب راوی کسی حدیث کی روایت کرنے کے بعد یا ائمہ صحابہ میں سے کوئی امام حدیث کے خلاف کوئی بات کہے یا عمل کرے تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہ ہو گا بلکہ صحابی ہی کے قول یا فعل پر عمل کرنا جائز ہو گا۔“

(۱) صحیح بخاری کتاب الذبائح والصيد باب قول احل لكم صيد البحر۔

(۲) نور الانوار۔

(۳) نور الانوار۔

(۴) حسامی۔

لہذا ثابت ہوا کہ اصول فقہ کی رو سے بھی ایک صحابی کی تقلید کرتے ہوئے شراب کا سرکہ بنا لینا جائز ہے۔ معترض کو چاہیے تھا کہ وہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے امام کے مذہب اور اپنی فقہ کے اصول کا خیال رکھتے۔ جب تک حدیث پر عمل کرنے والوں کا تعلق ہے۔ ان کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا اور اس کا کھانا پینا حرام ہے کیونکہ صحیح مسلم اور ترمذی میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا:

سَبِيلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ تَنْتَحَذُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا گیا آیا اس کا خلافاً قَالَ لَا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ سرکہ بنا لینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صَحِيحٌ۔^(۱) حسن صحیح ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول جو شراب کا سرکہ جائز ہونے کے باب میں ہے حدیث پر عمل کرنے والے اس کو ان کا قول تو جانتے ہیں لیکن حدیث صحیح مرفوع کے سامنے صحابی کے قول یا فعل کو حجت نہیں مانتے۔ اس کے دلائل بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۴ میں پہلے گزر چکے ہیں۔ اگر کوئی حنفی اس بات کا یہ جواب دے کہ ہمارے مذہب میں بھی تو حدیث صحیح مرفوع کے ہوتے ہوئے صحابی کے قول یا فعل پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب: اول تو آپ کی اصول فقہ کی کتاب حسامی سے کہ جس کی عبارت اوپر گزر چکی ہے ظاہر ہے کہ حدیث کے خلاف اگر صحابی کوئی بات کہے یا عمل کرے تو حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ دو سرا یہ کہ کتب فقہ حنفیہ میں سینکڑوں مسائل اس قسم کے موجود ہیں کہ جن کی بنا حدیث صحیح مرفوع کے مخالف صحابی کے قول یا فعل پر ہی رکھی گئی ہے اور اس قسم کے کئی مسائل فقہ حنفی اس کتاب میں بھی موجود ہیں جو صاحب دیکھنا چاہیں گذشتہ اور اوراق میں دیکھ لیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جامع بخاری میں تو ایسی احادیث موجود نہیں جو قتل عمل نہ ہوں۔ خود معترض بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے اقوال ہی پیش کر سکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد نہیں پیش کر سکا جو صحیح بخاری میں ہو اور قتل عمل نہ ہو۔ اس کے برعکس کتب فقہ ایسے مسائل سے بھری پڑی ہیں جو احادیث صحیحہ کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو قتل عمل نہیں۔

تیسرا یہ کہ معترض صاحب جس امام کے مقلد ہیں ان کے نزدیک تو شراب پینا بھی منع نہیں ہے پس تعجب ہے کہ انہوں نے بخاری میں سے ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول شراب کا سرکہ جائز ہونے کے باب میں دیکھ کر کس طرح بخاری پر اعتراض کیا شاید انہیں اپنے مذہب کے مسائل سے واقفیت نہیں کیونکہ فقہ حنفیہ کی سب سے معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ شراب کو اتنی مقدار میں پینا درست ہے جس سے نشہ پیدا نہ ہو اور ان کے نزدیک شراب نو پیالوں تک تو نشہ نہیں کرتی دسواں پیالہ پینے کے بعد البتہ نشہ کرتی ہے لیکن حد اس وقت بھی نہیں آئے گی۔ اس کا بیان اس کتاب کے بارہویں مغالطے کے جواب میں مسئلہ نمبر ۸ میں مفصل موجود ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

تَمَّ الْمَجْلَدُ الْأَوَّلُ مِنَ الْكِتَابِ الظَّفَرِ الْمُبِينِ فِي رَدِّ مُغَالَطَاتِ الْمُقَلِّدِينَ بِعَوْنِ اللَّهِ أَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ۔
وَمَا تُرِيدُ بِهِ إِلَّا إِصْلَاحَ الْمُسْلِمِينَ۔ وَمَا تُؤَفِّقُنَا إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ الَّذِي قَالَ فِي الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

وَمَا اتَّكَمِلُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

”اور جو کچھ رسول اللہ (ﷺ) تم کو دیں، وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں، اس سے رک جائیں کرو“ (سورۃ الحجۃ - ۷)

الظَّالِمُ الْمُبِينُ

فِي رَدِّ

مُخَالَطَاتِ الْمُتَقَلِّدِينَ

حِصَّة دُوم

تأليف

مولانا محمد ابرار الحسن سیالکوٹی (رحمۃ اللہ علیہ)

تحقیق و نظر ثانی

مولانا محمد ابرار حسین عقیل

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر

مکتبہ محمدیہ چک ۱۰۹/۷.۸ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

کیا اہلحدیث نواب، صدیق حسن، امام شوکانی اور امام محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ عنہم کے مقلد ہیں؟

مقلدین ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور امام شوکانی اور محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ عنہم کے مقلد ہیں اور مسک الختام وغیرہ کتب نواب بھوپالی اور نیل الاوطار وغیرہ تصانیف امام شوکانی جو جمہور علماء اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہیں ان پر یہ لوگ عمل کرتے ہیں۔

جواب: اہل حدیث حضرات کو نواب صاحب یا امام شوکانی کا مقلد کہنا صحیح نہیں۔ یہ لوگ کسی مسئلے میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔ جب انہوں نے چار اماموں کی تقلید چھوڑ دی ہے تو پھر نواب صاحب اور امام شوکانی کی تقلید کیوں اختیار کرنے لگے۔ اہل حدیث ہر گز ان کے مقلد نہیں ہیں اور نہ ہی انہوں نے کسی کتاب میں ان کی تقلید کا اقرار کیا ہے بلکہ یہ لوگ فقط قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مجتہدین کے جملہ اقوال کو حجت شرعی نہیں جانتے ہیں۔ البتہ ان کا جو قول قرآن و حدیث کے موافق ہو اسے مانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل سنت کا جو قاعدہ ہے کہ المجتہد یخطئ ویصیب اسے زیر نظر رکھتے ہیں پس ان کا متمسک فقط قرآن و حدیث ہے اور نواب صاحب و امام شوکانی کے بعض اقوال موافقہ پر جو عمل کرتے ہیں تو فقط اس وجہ سے کہ وہ مسئلہ نص قرآن و حدیث سے ثابت ہے نہ اس وجہ سے کہ ان میں ان کی تقلید پیش نظر ہے اور نہ اس وجہ سے کہ یہ مسئلہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے یا ان کا اس پر عمل ہے یا ان کے معتقدات سے ہے پھر یہ بات بھی ہے کہ بعض مسائل میں کسی امام کے ساتھ موافق ہونے سے اس کی تقلید لازم نہیں آتی۔ ایسا ہو تو حنفی لوگ شافعی و مالکی وغیرہ کلامیں اور شوافع اور مالک کو حنفی کہا جائے اس لیے کہ بعض مسائل میں آپس میں تمام مذاہب موافق ہیں لہذا اہلحدیث حضرات کو اس وضاحت کے بعد بھی نواب بھوپالی یا امام شوکانی کا مقلد قرار دینا صحیح نہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ امام شوکانی اور نواب صاحب نے تو اپنی اپنی تصانیف میں قرآن و حدیث کو بیان کیا ہے اور جو مسئلہ ان میں لکھا ہے اس کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے پھر کیا حنفیوں کے نزدیک قرآن و حدیث بھی اہل سنت کے مخالف ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ نیز امام شوکانی وغیرہ کے تمام مسائل چار اماموں کے مذاہب میں موجود ہیں۔ ایسا مسئلہ ان میں کوئی نہیں ہے جس کا ائمہ اربعہ سے کوئی قائل نہ ہو الا ماشاء اللہ۔ پھر کیا چاروں امام بھی حنفیوں کے نزدیک جمہور علماء اہل سنت کے مخالف ہیں۔ علاوہ ازیں امام شوکانی وغیرہ کے مسائل جو خلاف جمہور ہیں اگر تلاش کئے جائیں تو چار پانچ سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تو سینکڑوں مسائل جمہور اہل سنت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایک سو مسائل بطور نمونہ ہم بیان کرتے ہیں تاکہ عام اہل سنت بھی ان سے آگاہ رہیں اور احتاف بھی اپنے مسلک کی صحیح حیثیت جان سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

جمہور علماء کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سو مسائل

مسئلہ نمبر ۱ جانور کو بطور قرض لینا درست نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی حیوان کو بطور قرض لینا درست نہیں ہے :

مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ
السَّلَفِ وَالْخَلَفِ أَنَّهُ يُجُوزُ قَرْضُ جَمِيعِ الْحَيَوَانَ
وَمَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يُجُوزُ قَرْضُ شَيْءٍ مِنَ
الْحَيَوَانَ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ تُرَدُّ عَلَيْهِمْ^(۱)

امام شافعی، مالک اور جمہور علماء سلف و خلف کا مذہب ہے کہ تمام
حیوانوں کا قرض لینا جائز ہے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ
حیوانات میں سے کسی کا بھی قرض لینا جائز نہیں اور یہ احادیث ان کے
مذہب کی تردید کرتی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲ ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے بیچنا

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک غلام دو غلاموں کے بدلے مدت مقرر کر کے بیچا جائے یا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے
بدلے بیچا جائے تو یہ بیع جائز نہیں ہے، سوال کا یہ مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَإِنْ بَاعَ عَبْدًا بِعَبْدَيْنِ أَوْ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ إِلَى أَجَلٍ
فَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمَاهِيرِ جَوَازُهُ وَقَالَ أَبُو
حَنِيفَةَ وَالْكَوْفِيُّونَ لَا يُجُوزُ انْتِهَى^(۲)

پس اگر ایک غلام کو بدلے دو غلاموں کے یا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے
بدلے مدت مقرر کر کے بیچے تو شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک جائز
ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور کوفیوں کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ شفعہ جوار کے بارے میں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمسلیہ کے لیے حق شفعہ ثابت ہے مگر یہ مسئلہ جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی
نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيرِ
الْعُلَمَاءِ لَا تَثْبُتُ بِالْجَوَارِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ
وَالْثَّوْرِيُّ تَثْبُتُ بِالْجَوَارِ^(۳)

شافعی، مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ شفعہ جوار ثابت نہیں
ہوتا لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری کہتے ہیں کہ شفعہ جوار ثابت ہوتا
ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب من استسلف شیئاً لفقطی خیراً منہ ج-۱۱ ص-۳۸ شرح حدیث-۳۰۸۸

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب جواز بیع الحيوان بالحيوان ج-۱۱ ص-۳۰ شرح حدیث-۳۰۸۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب الشفعة ج-۱۱ ص-۳۷ شرح حدیث-۳۱۰۳

مسئلہ نمبر ۴ تیسرے حصہ سے زائد مال کی وصیت کرنا جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیسرے حصہ سے زائد مال کی وصیت کرنا جائز ہے، ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْعِ أَنَّهُ لَا تَصِحُّ هَمَارًا (شافعیہ کا) اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تیسرے حصہ مال سے زیادہ وَصِيَّتُهُ فِيمَا زَادَ عَلَى الثَّلَاثِ وَجُزْءُهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ انْتَهَى۔^(۱) میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے، ابو حنیفہ رحمہ اللہ جائز رکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۵ غلام اور لونڈی پر حد قائم کرنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالک کے لیے اپنے غلام اور لونڈی پر اذن امام کے بغیر حد قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فِيهِ أَنَّ السَّيِّدَ يَقْنِمُ الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ وَأَمَتِهِ وَهَذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعَدَهُمْ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ۔^(۲) اس حدیث میں ثابت ہے کہ آقا اپنے غلام اور لونڈی پر حد قائم کرے اور یہی مذہب ہمارا، امام مالک، احمد اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے جمہور علماء کا ہے۔ اس کے برعکس ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ آقا کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

مسئلہ نمبر ۶ کھجور کا نبیذ حرام نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھجور وغیرہ کا نبیذ اگرچہ اس میں شدت پیدا ہو جائے اور نشہ بھی لائے حرام نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي مَنْ شَرِبَ النَّبِيذَ وَهُوَ مَا سِوَى عَصِيرِ الْعِنَبِ مِنَ الْأَنْبِذَةِ الْمُسْكِرَةِ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ وَجَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ هُوَ حَرَامٌ يُجْلَدُ فِيهِ كَجُلْدِ شَارِبِ الْخَمْرِ الَّذِي هُوَ عَصِيرُ الْعِنَبِ سَوَاءً كَانَ يَفْتَقِدُ إِبَاحَتَهُ أَوْ اور علماء نے اس شخص کے بارے میں اختلاف کیا ہے جس نے نبیذ پیا ہو اور اس سے مراد افشرہ انگور کے علاوہ دوسرے نشہ آور نبیذ ہیں۔ اس کے بارے میں امام شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے کہ یہ حرام ہے اور اس کے پینے والے کو شارب افشرہ انگور کی طرح کوڑے لگائے جائیں خواہ وہ اس کے جواز کا قائل ہو خواہ تحریم کا، مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور کوفہ کے دوسرے فقہاء کا قول یہ ہے کہ نشہ

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الوصیة باب الوصیة بالثلث ج-۱۱ ص-۸۰، شرح حدیث-۲۱۸۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب رجم اليهود اهل الذمة ج-۱۱ ص-۲۱۰، شرح حدیث-۲۳۲۰

تَخْرِيمُهُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالْكَوْفِيُّونَ لَا يَحْرُمُ
وَلَا يَحُدُّ شَارِبُهُ^(۱)۔ اور نیز حرام نہیں اور نہ اس کے پینے والے پر حد لگائی جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۷ عورت کا اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کر لے تو جائز ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ مِنْ اخْتِصَاصِهِ بِالْمَسْجِدِ
وَأَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي غَيْرِهِ هُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ
وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَدَاوُدَ وَالْجَمْهُورِ سَوَاءً
الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَصِحُّ
اعْتِكَافُ الْمَرْأَةِ فِي مَسْجِدِ بَيْتِهَا وَهُوَ
الْمَوْضِعُ الْمُنْفِي عَنْ بَيْتِهَا لِصَلَاتِهَا^(۲)۔ اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد ضروری ہے اور اس کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں یہی امام مالک، شافعی، احمد، داؤد اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔ چاہے اعتکاف کرنے والا مرد ہو یا عورت۔ مگر ان سب کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ گھر کی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا درست ہے اور گھر کی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جسے نماز کے لیے تیار کیا گیا ہو۔

مسئلہ نمبر ۸ اشعار کرنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشعار کرنا جائز نہیں۔ اس معاملہ میں بھی ان کا موقف جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَفِي هَذَا الْحَدِيثِ اسْتِحْبَابُ الْأَشْعَارِ
وَالْتَقْلِيدِ فِي الْهَدَايَا مِنَ الْأَبْلِ وَبِهَذَا قَالَ
جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ
أَبُو حَنِيفَةَ الْأَشْعَارُ بَدْعَةٌ لِأَنَّهُ مُثَلَّةٌ وَهَذَا
يُخَالِفُ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ الْمَشْهُورَةَ فِي
الْأَشْعَارِ^(۳)۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اشعار اور قرینے کے جانوروں (اونٹوں) کی گردنوں میں جوتوں کا ہار ڈالنا مستحب ہے اور سلف و خلف کے جمہور علماء اس مسلک کے قائل ہیں لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اشعار (جانور کو نشانی کے طور پر زخم کرنا) بدعت ہے اس لیے کہ یہ مثلیہ کی ایک قسم ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسلک اشعار کے بارے میں مروی صحیح اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب حد الخمر ج-۱۱ ص-۲۱۵ شرح حدیث-۳۲۲

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاعتکاف ج-۸ ص-۳۰۹ شرح حدیث-۲۷۷۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب اشعار الہدی وتقلیدہ عند الاحرام ج-۸ ص-۳۵۲ شرح حدیث-۳۰۰۶

مسئلہ نمبر ۹

حرم مکہ میں کافر کا داخل ہونا

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حرم مکہ میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے۔ جبکہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَلَا يَجُوزُ تَمْكِينُ كَافِرٍ مِنْ دُخُولِهِ بِحَالٍ فَإِنْ دَخَلَهُ فِي خُفْيَةٍ وَجَبَ اخْرَاجُهُ فَإِنْ مَاتَ وَدُفِنَ فِيهِ نَيْسٌ وَأُخْرِجَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ هَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَجَمَاهِيرِ الْفُقَهَاءِ وَجُوزَ أَبُو حَنِيفَةَ دُخُولَهُمُ الْحَرَمَ^(۱)

پس کافر کو کسی حل میں بھی (حرم میں) داخل ہونے کے قتل بتانا جائز نہیں۔ اگر وہ خفیہ طریقے سے داخل ہو جائے تو اس کا اخراج واجب ہے اگر وہ داخل ہونے کے بعد (حدود حرم میں ہی) مر جائے اور وہیں دفن کر دیا جائے تو اس کی قبر کو کھود کر نکال دیا جائے جب تک لاش متغیر نہ ہوئی ہو۔ یہ شافعی اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حدود حرم میں کفار کا داخلہ جائز قرار دیا۔

مسئلہ نمبر ۱۰

عقیقہ کرنا سنت نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ کرنا سنت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَذَهَبَ الْجَمْعُ هُوَ مِنَ الْعَثَرَةِ وَغَيْرِهِمْ إِلَى أَنَّهَا سُنَّةٌ وَذَهَبَ أَبُو حَنِيفَةَ إِلَى أَنَّهَا لَيْسَتْ فَرَضًا وَلَا سُنَّةً^(۲)

جمہور علماء عثرت وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ تحقیق عقیقہ سنت ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نہ فرض ہے اور نہ سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو یہودی یا نصرانی کہے تو؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ اگر میں یہ کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں تو اس صورت میں اس پر کفارہ واجب ہے خواہ اس کلام کو کر چکا ہو یا نہ کیا ہو۔ یہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ سِوَاءَ فَعَلَهُ أَمْ لَا هَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ فِي كُلِّ ذَلِكِ^(۳)

اس پر کوئی کفارہ نہیں خواہ اس کلام کو کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ یہ مذہب شافعی اور مالک اور جمہور علماء کا ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس پر ہر حل میں کفارہ ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الوصیۃ تحت باب ترک الوصیۃ لمن لیس لہ شئی یوصی فیہ ج۔ ۱۱ ص۔ ۹۵ شرح حدیث۔ ۳۲۰۸

(۲) نبل الاوطار ج۔ ۵ ص۔ ۱۳۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الایمان باب من حلف باللات والعزى ج۔ ۱۱ ص۔ ۱۰۹ شرح حدیث۔ ۳۲۳۶

مسلمان کو ذی کے بدلے قتل کرنا

مسئلہ نمبر ۱۲

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کو ذی کا فر کے بدلے میں قتل کیا جائے، جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَقَدْ يَسْتَدِلُّ بِهِ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي قَوْلِهِمْ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ بِالذِّمِّيِّ وَيَقْتُلُ الْخُرِّ بِالْعَبْدِ وَجَمْعُهُزُ الْعُلَمَاءُ عَلَى خِلَافِهِ^(۱)

اصحاب ابی حنیفہ اس سے اپنے اس قول کے حق میں دلیل پکڑتے ہیں کہ ”مسلمان کو ذی کے بدلے میں قتل کیا جائے اور آزاد کو غلام کے بدلے میں“ اور جمہور علماء اس کے مخالف ہیں۔

مساقت جائز نہیں

مسئلہ نمبر ۱۳

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مساقت یعنی اپنی زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کا حصہ مقرر کر کے اجارہ دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ جَوَازُ الْمَسَاقَاةِ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالثَّوْرِيُّ وَاللَّيْثُ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَجَمِيعُ الْفُقَهَاءِ وَأَهْلُ الظَّاهِرِ وَجَمَاهِيزُ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَجُوزُ^(۲)

ان احادیث سے مساقت کا جواز ثابت ہے اور اس کے قائل ہیں مالک، ثوری، لیث، شافعی، احمد اور تمام فقہاء محدثین اور اہل ظاہر اور جمہور علماء مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مساقت جائز نہیں ہے۔

ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا

مسئلہ نمبر ۱۴

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز نہیں، جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَالْكُوفِيُّونَ لَا يُحْكَمُ بِشَاهِدٍ وَبَيِّنٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَحْكَامِ وَقَالَ جَمْعُهُزُ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ يَقْضَى بِشَاهِدٍ وَبَيِّنٍ الْمُدَّعَى فِي الْأَمْوَالِ وَمَا يَقْضَى بِهِ الْأَمْوَالُ وَبِهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعَلِيُّ

ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور کوفہ کے دوسرے فقہاء نے کہا کہ ایک گواہ اور ایک قسم کے ساتھ کوئی فیصلہ نہ کیا جائے لیکن علمائے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے جمہور علمائے اہل مصر کا مسلک یہ ہے کہ مالی معاملات یا جن سے اموال مقصود ہوں ان میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اس مسلک کے قائلین میں سیدنا ابوبکر، سیدنا علی رضی اللہ عنہما اور عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب ما یباح به دم المسلم ج-۱۱ ص-۱۶۲ شرح حدیث-۳۳۵۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی تحت کتاب المساقاة والمزارعة ج-۱۰ ص-۳۵۳ شرح حدیث-۳۹۳۹-۳۹۳۳

وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَمَالِكُ وَالشَّافِعِيُّ
وَأَحْمَدُ وَفُقَهَاءُ الْمَدِينَةِ وَسَائِرُ عُلَمَاءِ
الْحِجَازِ وَمُعْظَمُ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ-^(۱)
فقہائے مدینہ رحمہم اللہ اور حجاز کے تمام علماء اور بلاد و امصار کے علماء کی
ایک بڑی اکثریت شامل ہے۔

مرتد عورت کا قتل کرنا

مسئلہ نمبر ۱۵

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو قتل نہ کی جائے بلکہ قید کر دی جائے۔ ان کا یہ مسئلہ جمہور
علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :
وَالْمَرْأَةُ كَالرَّجُلِ فِي أَنَّهَا تُقْتَلُ إِذَا لَمْ تَتُبْ عورت مرد کے مانند ہے اس بات میں کہ قتل کی جائے جب توبہ نہ
وَلَا يَجُوزُ اسْتِزْقَافُهَا هَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ کرے اور اس کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب شافعی، مالک اور
وَمَالِكُ وَالْحَمَاهِيرِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ تُسَجَّنُ جمہور علماء کا ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورت قید کی جائے اور
الْمَرْأَةُ وَلَا تُقْتَلُ-^(۲) قتل نہ کی جائے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا

مسئلہ نمبر ۱۶

امام صاحب فرماتے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی
رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :
فَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْعُ مِنَ السَّلَفِ شافعی اور جمہور سلف اور خلف کا یہ مذہب ہے کہ گھوڑے کا گوشت
وَالْخَلْفُ أَنَّهُ مُبَاحٌ لَا كَرَاهَةَ فِيهِ وَكَرِهَهَا مباح ہے مکروہ نہیں، البتہ اس کو ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت نے
طَائِفَةٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ-^(۳) مکروہ کیا ہے۔

پھر امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ گھوڑے کے گوشت کی ممانعت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ وَلَمْ يَنْبُتْ
فِي النَّهْيِ حَدِيثٌ

گاوہ کا گوشت کھانا

مسئلہ نمبر ۱۷

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گاوہ کا گوشت کھانا مکروہ ہے جبکہ اس مسئلہ میں امام نووی رحمہ اللہ نے جمہور، بلکہ اجماع علماء
اسلام کا ذکر کرتے ہوئے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاقضية باب القضاء باليمين والشاهد ج- ۱۲ ص- ۲۳۱ شرح حدیث- ۲۳۲۷

(۲) صحیح مسلم-

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصيد والذبائح باب فی اکل لحوم الغنیل ج- ۱۳ ص- ۹۶ شرح حدیث- ۲۹۹۸

وَاجْمَعِ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الضَّبَّ حَلَالٌ
لَيْسَ بِمَكْرُوهٍ إِلَّا مَا حَكِي عَنْ أَصْحَابِ أَبِي
حَنِيفَةَ مِنْ كَرَاهَتِهِ-^(۱)

لال اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ گوہ کا گوشت حلال ہے مکروہ نہیں، مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے اس کی کراہت کا تذکرہ کیا ہے۔

کتے کے جوٹھے برتن کا دھونا

مسئلہ نمبر ۱۸

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتے کا جوٹھا برتن تین بار دھونا چاہیے، سو ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِيهِ وَجُوبُ غَسْلِ نَجَاسَةِ وَلُوغِ الْكَلْبِ سَبْعَ
مَرَّاتٍ وَهَذَا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَالْجَمَاهِيرِ
وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَكْفِي غَسْلُهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ-^(۲)

اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ کتے کا جوٹھا برتن سات بار دھونا واجب ہے اور یہ مذہب ہمارا، امام مالک اور جمہور کا ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تین بار دھونا کافی ہے، انتہی۔

ظہر کی نماز کا وقت

مسئلہ نمبر ۱۹

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے حالانکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں :

أَمَّا آخِرُ وَقْتِ الظُّهْرِ فَلَمْ يُوَجَدْ فِي حَدِيثٍ
صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّهُ يَبْقَى بَعْدَ مَصِيرِ ظِلِّ
كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَلِذَا خَالَفَ أَبُو حَنِيفَةَ فِي هَذِهِ
الْمَسْئَلَةِ صَاحِبَاهُ وَوَافَقَا الْجَمْعُورَ-^(۳)

ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہنا کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے صاحبین بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس مسئلے میں مخالف ہو گئے ہیں، انتہی۔

حاکم کا غلط فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے

مسئلہ نمبر ۲۰

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی کا فیصلہ ظاہر اور باطن میں نافذ ہو جاتا ہے حالانکہ جمہور علماء کا مسلک بتاتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ
وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَجَمَاهِيرِ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ
وَفَقَهَاءِ الْأَمْصَارِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ

اس حدیث میں امام شافعی، مالک، احمد اور جمہور علمائے اسلام اور مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے فقہاء جو صحابہ میں سے بھی ہیں اور تابعین اور ان کے بعد آنے والوں میں سے بھی۔ سب کے مذہب کی

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصيد والذبائح باب اباحۃ الضب فی اکل ج- ۱۳ ص- ۹۸ شرح حدیث- ۱۵۰۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب حکم ولوغ الکلب ج- ۳ ص- ۱۷۶ شرح حدیث- ۶۵۱

(۳) تفسیر مظہری۔

بَعْدَهُمْ أَنَّ حُكْمَ الْحَاكِمِ لَا يُجْزِلُ الْبَاطِنَ وَلَا يُجْلُ حَرَامًا وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يُجْلُ حُكْمُ الْحَاكِمِ الْفُرُوجُ^(۱)

دلیل پائی جاتی ہے کہ حاکم کا فیصلہ کسی چیز کو باطلنا (حقیقت میں) حلال نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حاکم کا فیصلہ شرم گاہوں کو بھی حلال کر دیتا ہے

زنا سے حرمت نکاح

مسئلہ نمبر ۲۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس زانی پر حرام ہو جاتی ہے اس مسئلہ میں بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جمہور علماء کے خلاف ہیں جیسا کہ مولوی احمد علی نے حاشیہ بخاری میں فتح الباری سے نقل کیا ہے: وَأَنَّ ذَلِكَ الْجَمْعُ هُوَ "یعنی جمہور علماء نے اس بات سے انکار کیا ہے"

رضاعت کی مدت

مسئلہ نمبر ۲۲

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رضاعت کی مدت جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے اڑھائی برس ہے جبکہ جمہور سلف اور خلف کا مسلک بتاتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے:

وَقَالَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عُلَمَاءُ صَحَابَةٍ وَتَابِعِينَ اور علمائے امصار جو اب تک ہوئے ہیں سب کا وَعُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ إِلَى الْآنَ لَا يَنْبُتُ إِلَّا بِإِرْضَاعٍ مَنْ لَهُ دُونَ سَنَتَيْنِ إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ فَقَالَ سَنَتَيْنِ وَنِصْفٌ^(۲)

اندروں ہو، مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اڑھائی برس تک دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے

شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے

مسئلہ نمبر ۲۳

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے جبکہ جمہور علماء کا مذہب امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے:

هَذَا دَلِيلُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْعُ هُوَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ تَخْلِيلُ الْخَمْرِ وَلَا تَطْهَرُ بِالتَّخْلِيلِ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَاللَّيْثُ وَأَبُو حَنِيفَةَ تَطْهَرُ^(۳)

یہ حدیث دلیل ہے شافعی اور جمہور علماء کے اس مسلک پر کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں ہے اور شراب سرکہ بنانے سے پاک نہیں ہو جاتی لیکن امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شراب سرکہ بنانے سے پاک ہو جاتی ہے

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاقضية باب الحكم بالظاهر واللحن بالهجة ج- ۱۲ ص- ۲۳۳ شرح حدیث- ۳۴۵۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب رضاعة الكبير ج- ۱۰ ص- ۲۴۳ شرح حدیث- ۳۵۸۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاشربة باب تحريم تخليل الخمر ج- ۱۳ ص- ۱۵۱ شرح حدیث- ۵۱۱۱

بیع کو منسوخ کرنے کا اختیار

مسئلہ نمبر ۲۴

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زبان کے ساتھ قول اقرار ہو جانے کے بعد بایع یا مشتری کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ جبکہ اس سلسلہ میں جمہور علماء کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے :

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بیع منعقد ہو جانے کے بعد بایع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اس وقت تک بیع کو منسوخ کرنے کا اختیار رہتا ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ جمہور علماء اور ان کے بعد آنے والے اہل علم کا یہی مذہب ہے اور اس مذہب کے قائلین میں سے حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو رزہ اسلمی، رضوان اللہ علیہم اجمعین اور طاؤس، سعید بن مسیب، عطاء، قاضی شریح، حسن بصری، شعبی، زہری، اوزاعی، ابن ابی ذئب، سفیان، شافعی، ابن مبارک، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو ثور، بخاری اور سارے ہی محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ ہیں۔ مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خیار مجلس ثابت نہیں ہوتا یعنی نفس لایجب و قبول سے بیع لازم ہو جاتی ہے کسی کو دونوں سے بیع توڑنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

هَذَا الْحَدِيثُ دَلِيلٌ لِيُثْبِتَ خِيَارَ الْمَجْلِسِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَبَايعَيْنِ بَعْدَ انْعِقَادِ الْبَيْعِ حَتَّى يَنْفَرَا مِنْ ذَلِكَ الْمَجْلِسِ بِإِذْنِهِمَا وَبِهَذَا قَالَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِمَّنْ قَالَ بِهِ عَلِيُّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عَمْرٍو وَابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبُو بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيُّ وَطَاوُسٌ وَسَعِيدُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءٌ وَشُرَيْحُ الْقَاضِي وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَالشَّعْبِيُّ وَالزُّهْرِيُّ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ أَبِي ذَنْبٍ وَشَفِيانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاسْحَاقُ بْنُ رَاهَوِيَةَ وَأَبُو ثَوْرٍ وَابْنُ خَارِثٍ وَسَائِرُ الْمُحَدِّثِينَ وَآخِرُونَ انْتَهَى وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَنْتَبِثُ خِيَارُ الْمَجْلِسِ^(۱)

صبح کی سنت اور فرض کے درمیان بات کرنا

مسئلہ نمبر ۲۵

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کی سنت پڑھ کر فرض سے پہلے کلام کرنا مکروہ ہے، سو ان کا یہ مسئلہ جمہور علماء کے مخالف ہے۔ جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى إِبَاحَةِ الْكَلَامِ بَعْدَ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجُمْهُورِ وَكَرِهَةُ الْكُوفِيِّينَ^(۲)

اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ بعد سنت فجر کلام کرنا مباح ہے اور یہ مذہب ہمارا، امام مالک اور جمہور کا ہے اور اس کو کوفیوں نے مکروہ جانا ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب ثبوت خيار المجلس للمتبايعين ج-۱۰ ص-۲۱۳ شرح حدیث ۳۸۳۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة المسافرين باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ج-۶ ص-۲۶۶ شرح حدیث ۱۷۲۹

مسئلہ نمبر ۲۶

ایک وتر پڑھنا

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت وتر پڑھنا جائز نہیں۔ یہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے، جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

قَوْلُهُ (يُؤْتِي مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ) دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ أَقْلَ الْوُثَرِ رَكْعَةٌ وَأَنَّ الرُّكْعَةَ الْفُرْدَةَ صَلَوةٌ صَحِيحَةٌ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْعِ هُؤُرٍ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَصِحُّ الْإِتْيَانُ بِوَاحِدَةٍ^(۱)

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ کم سے کم وتر ایک رکعت ہے اور تنہا ایک رکعت نماز صحیح ہے اور یہی مذہب ہمارا اور جمہور کا ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فقط ایک رکعت وتر جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۷

سواری پر وتر پڑھنا

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سفر میں سواری پر وتر پڑھنے جائز نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِيهِ دَلِيلٌ لِمَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَالْجَمْعِ هُؤُرٍ أَنَّهُ يَجُوزُ الْوُتْرُ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ حَيْثُ تَوَجَّهَ وَأَنَّهُ سُنَّةٌ لَيْسَ بِوَاجِبٍ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ وَاجِبٌ وَلَا يَجُوزُ عَلَى الرَّاحِلَةِ^(۲)

اس حدیث میں ہمارے مذہب اور امام مالک، احمد اور جمہور کے مذہب کی دلیل ہے کہ تحقیق وتر سواری پر سفر میں جائز ہیں جس طرف بھی متوجہ ہو اور وہ سنت ہیں واجب نہیں مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وتر واجب ہیں اور سواری پر پڑھنے جائز نہیں، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۲۸

نماز فجر کا وقت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بقدر ایک رکعت کے صبح کی نماز کا وقت پلایا اور پھر آفتاب نکل آیا تو اس صورت میں اس کی نماز صبح باطل ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَأَمَّا فِي الصُّبْحِ فَقَالَ بِهِ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَالْعُلَمَاءُ كَافَّةً إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ فَإِنَّهُ قَالَ تَبْطُلُ صَلَوةُ الصُّبْحِ بِظُلُوعِ الشَّمْسِ فِيهَا^(۳)

اور صبح کی نماز ایک رکعت پڑھنے کے بعد اگر سورج طلوع ہو جائے تو امام مالک، شافعی، احمد اور دیگر تمام علماء کے قول کے مطابق نماز ہو جاتی ہے۔ مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ طلوع شمس سے نماز صبح باطل ہو جاتی ہے۔

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب صلاة المسافرين باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ج- ۶ ص- ۲۲۲ شرح حديث- ۱۷۱۳

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب صلاة المسافرين باب جواز النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت ج- ۵ ص- ۲۱۷ شرح

حديث- ۱۷۱۶

(۳) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادرك تلك الصلاة ج- ۵ ص- ۱۰۵ شرح حديث- ۱۷۷۳

نماز استسقاء میں چادر الٹ پلٹ کر اوڑھنا

مسئلہ نمبر ۲۹

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز استسقاء میں چادر پلٹ کر اوڑھنا مستحب نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِيهِ دَلِيلٌ لِلشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ اس حدیث میں امام شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء رحمہم اللہ کی دلیل و جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ فِي اسْتِحْبَابِ تَحْوِيلِ ہے کہ چادر الٹ پلٹ کر اوڑھنا مستحب ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسے الرِّدَاءِ وَلَمْ يَسْتَحِبَّهْ أَبُو حَنِيفَةَ^(۱) مستحب نہیں جانتا۔

استسقاء میں نماز پڑھنا

مسئلہ نمبر ۳۰

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استسقاء میں نماز پڑھنا سنت نہیں ہے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَقَالَ سَائِرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ تمام علماء سلف و خلف اور تابعین اور جو ان کے بعد پیدا ہوئے ہیں کہتے الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ تَسُنُّ ہیں کہ استسقاء میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ کسی نے اس کی مخالفت نہیں الصَّلَاةُ وَلَمْ يُخَالَفْ فِيهِ إِلَّا أَبُو حَنِيفَةَ^(۲) کی سوائے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے، انتہی۔

سورج گرہن کی نماز

مسئلہ نمبر ۳۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں فقط ایک ہی قیام ہے، سو ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فَالْمَشْهُورُ فِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهَا رَكَعَتَانِ مشہور مذہب شافعی کا یہ ہے کہ گھن کی نماز دو رکعت ہے ہر رکعت میں دو قیام ہیں اور دو قراءت اور دو رکوع اور امام مالک، اور یسٹ، احمد، ابو ثور اور جمہور علماء ملک حجاز وغیرہ اسی کے قائل ہیں لیکن فقہائے کوفہ کہتے ہیں کہ گھن کی نماز اور تمام نفلوں کی طرح دو رکعت ہی ہے وَبِهَذَا قَالَ مَالِكٌ وَاللَّيْثُ وَأَحْمَدُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَجَمَهُورُ عُلَمَاءِ الْحِجَازِ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ الْكُوفِيُّونَ هُمَا رَكَعَتَانِ كَسَائِرِ التَّوَالِفِ^(۳)

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة الاستسقاء باب صلاة الاستسقاء ج-۶ ص-۳۲۷ شرح حدیث-۲۰۶۷

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب صلاة الاستسقاء باب صلاة الاستسقاء ج-۶ ص-۳۲۷ شرح حدیث-۲۰۶۷

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الکسوف باب صلاة الکسوف ج-۶ ص-۳۳۸ شرح حدیث-۲۰۸۶

مسئلہ نمبر ۳۲ اگر کوئی شخص بھول کر زیادہ نماز پڑھ لے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایک رکعت بھول کر زیادہ پڑھ جائے تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فِيهِ دَلِيلٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ
وَالْحَنَفِيِّ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلْفِ أَنَّ مَنْ زَادَ فِي
صَلَوَاتِهِ رَكْعَةً نَاسِيًا لَمْ تَبْطُلْ صَلَوَاتُهُ وَقَالَ أَبُو
حَنِيفَةَ إِنَّ زَادَ رَكْعَةً سَاهِيًا بَطُلَتْ صَلَوَاتُهُ^(۱)

اس میں امام شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء سلف و خلف کے مذہب کی دلیل ہے کہ تحقیق جو شخص بھول کر ایک رکعت زیادہ پڑھ جائے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی مگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب ایک رکعت بھول کر زیادہ پڑھ جائے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۳۳ بکری وغیرہ کا بیچنے کیلئے دودھ روکنا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تصریہ میں یعنی بکری وغیرہ کو کئی دن دودھ بند کر کے بیچ ڈالنے میں خریدار کو چاہیے اس کو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے اور ایک صلح کھجوروں کا اس کے ساتھ نہ دے۔ اس میں بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جمہور علماء کے مخالف ہیں۔

اس لیے کہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے خواہ اس کو اپنے پاس رکھے یا کھجوروں کا ایک صلح دے کر واپس کر دے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَرْذُهَا وَلَا يَرْذُ صَاعًا مِّنْ
تَمْرٍ^(۲)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مصرات کو رد کر دے اور دودھ کے بدلے ایک صلح کھجوروں کا نہ دے۔

اور نیل الاوطار میں لکھا ہے :

وَقَدْ أَخَذَ بِظَاهِرِ هَذَا الْحَدِيثِ الْجَمْعِيُّ^(۳) اور اس حدیث کے ظاہر پر جمہور نے عمل کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۴ اقامت مثل اذان کے ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اقامت مثل اذان کے ہے یعنی تکبیر کے بھی اذان کی طرح پندرہ کلمات ہیں، جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم^(۴) میں لکھا ہے کہ امام شافعی، احمد اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمے ہیں، انتہی۔ اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو فی الصلاة ج-۵ ص-۶۶، شرح حدیث-۱۲۸۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب البیوع باب حکم بیع المصراة ج-۱۰ ص-۳۰۷، شرح حدیث-۳۸۱۲

(۳) نیل الاوطار ج-۵ ص-۲۲۸

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلوة باب الامر بشفع الاذان وابتار الاقامة الا كلمة الاقامة فاليها مشاة ج-۳ ص-۳۰۰، شرح

قَالَ الْخَطَّابِيُّ مَذْهَبُ جَمْهُورِ الْعُلَمَاءِ وَالَّذِي جَزَى بِهِ الْعَمَلُ فِي الْحَرَمَيْنِ وَالْحِجَازِ وَالشَّامِ وَالْيَمَنِ وَمِصْرَ وَالْمَغْرِبِ إِلَى أَقْصَى بِلَادِ الْإِسْلَامِ أَنَّ الْإِقَامَةَ فَرَادَى أَنْتَهَى^(۱)

خطابی نے کہا کہ جمہور علماء کا مذہب اور جس پر حرمین، حجاز، شام، یمن، مصر اور مغرب حتیٰ کہ دور دراز کے اسلامی ممالک عمل پیرا ہیں، یہ ہے کہ اقامت کے کلمات مفرد ہیں، انتہی۔

ریشمی تکیہ پر بیٹھنا جائز ہے

مسئلہ نمبر ۳۵

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریشمی تکیہ پر بیٹھنا جائز ہے حالانکہ جمہور کا مذہب امام شوکانی نے نیل الاوطار میں یہ لکھا ہے :
يُدْنُ عَلَى تَحْرِيمِ الْجُلُوسِ عَلَى الْحَرِيرِ وَالْيَه رِشْمِي (چیز) پر بیٹھنا جمہور کے نزدیک حرام ہے، انتہی۔
ذَهَبَ الْجَمْهُورُ أَنْتَهَى۔

نکاح سے قبل طلاق دینا

مسئلہ نمبر ۳۶

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو کہے کہ اگر میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے یہ بھی جمہور علماء کے مذہب کے خلاف ہے چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :
فَذَهَبَ جَمْهُورُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ جَمْعُهُمْ إِلَى أَنَّهُ لَا يَقَعُ أَنْتَهَى^(۲)۔
جمہور صحابہ و تابعین وغیرہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، انتہی۔

مسافر کے لیے قربانی مشروع نہیں

مسئلہ نمبر ۳۷

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسافر کے لیے قربانی مشروع نہیں ہے جبکہ جمہور کا مذہب بتاتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :
وَفِيهِ أَنَّ الصَّحَابَةَ مَشْرُوعَةٌ لِلْمَسَافِرِ كَمَا هِيَ مَشْرُوعَةٌ لِلْمَقِيمِ وَهَذَا مَذْهَبُنَا وَبِهِ قَالَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ أَنْتَهَى^(۳)۔
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی مسافر کے لیے مشروع ہے جیسے کہ مقیم کے لیے مشروع ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے، انتہی۔

(۱) نیل الاوطار ج-۲ ص-۳۳

(۲) نیل الاوطار کتاب الطلاق باب من علق الطلاق قبل النکاح ج-۶ ص-۲۵۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث ج-۱۳ ص-۳۵

جو مچھلی دریا میں مرجائے اس کا حکم

مسئلہ نمبر ۳۸

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو مچھلی دریا میں بلا کسی سبب کے مرجائے اس کا گوشت حلال نہیں۔ یہ مسئلہ جمہور کے خلاف ہے، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَأَمَّا السَّمَكُ الظَّالِي وَهُوَ الَّذِي يَمُوتُ فِي الْبَحْرِ بِلَا سَبَبٍ فَمَذْهَبُنَا إِبَاحَتُهُ وَبِهِ قَالَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَحِلُّ^(۱)

جو مچھلی دریا میں بغیر کسی سبب کے مرجائے اس کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ مباح ہے اور جمہور علماء صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اسی کے قائل ہیں، مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ حلال نہیں ہے۔

اور حنفیہ اس باب میں جابر رحمہ اللہ کی حدیث سے دلیل لاتے ہیں اور مؤلف فتح المبين نے بھی اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ سو اس کا جواب امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں یہ دیا ہے :

وَأَمَّا الْحَدِيثُ الْمَرْبُوعُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَلْقَاهُ الْبَحْرُ أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُّهُ وَمَا مَاتَ فِيهِ فَطَفًا فَلَا تَأْكُلُوهُ فَالْحَدِيثُ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ لَا يَجُوزُ الْإِخْتِجَاجُ بِهِ لَوْ لَمْ يَعَارِضْهُ شَيْءٌ كَيْفَ وَهُوَ مُعَارِضٌ بِمَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ أَوْضَحْتُ ضَعْفَ رِجَالِهِ فِي شَرْحِ الْمُهَذَّبِ^(۲)

جابر رحمہ اللہ کی حدیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس چیز کو دریا پھینک دے یا اسے ہٹ جائے تو اس کو کھالو اور جو چیز کہ اس میں مر جائے اور پانی کے اوپر آجائے تو اس کو مت کھاؤ، سو یہ حدیث ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شے اس سے معارض نہ بھی ہو مگر اب تو وہ ہماری بیان کردہ (حدیث) سے معارض ہے اور تحقیق اس کا حل اور ضعف میں نے منہذب کی شرح میں بیان کیا ہے۔

نبلغ لڑکے کا حج منعقد نہیں ہوتا

مسئلہ نمبر ۳۹

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبلغ لڑکے کا حج منعقد نہیں ہوتا ہے یعنی اس پر احکام حج لازم نہیں ہوتے ہیں، سو یہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فَأَبُو حَنِيفَةَ يَمْنَعُ ذَلِكَ كُلَّهُ وَالْجَمْهُورُ يَقُولُونَ يَجُزِي عَلَيْهِ أَحْكَامُ الْحَجِّ فِي ذَلِكَ^(۳) اِنْتَهَى

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ان تمام چیزوں کی ممانعت کرتے ہیں لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس پر احکام حج لازم ہوں گے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصيد والذبائح باب اباحة ميتات البحر ج- ۱۳ ص- ۸۸ شرح حدیث- ۲۹۷۴

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصيد والذبائح باب اباحة ميتات البحر ج- ۱۳ ص- ۸۸ شرح حدیث- ۲۹۷۴

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب صحة حج الصبي ج- ۹ ص- ۱۰۳ شرح حدیث- ۳۲۳۰

کتے کا بیچنا جائز ہے

مسئلہ نمبر ۴۰

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتے کا بیچنا جائز ہے، حالانکہ جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے :
 وَأَمَّا التَّهْنُ عَنْ لَمَنِ الْكَلْبُ وَكَوْنُهُ مِنْ شَرِّ
 الْكَسْبِ وَكَوْنُهُ خَبِيثًا فَيُذَلُّ عَلَى تَحْرِيمِ بَيْعِهِ
 وَأَنَّهُ لَا يَصِحُّ بَيْعُهُ وَلَا يَحِلُّ لَمَنَّهُ وَلَا قِيمَتُهُ
 عَلَى مُثْلِهِ وَبِهَذَا قَالَ جَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ
 أَبُو حَنِيفَةَ يَصِحُّ بَيْعُ الْكِلَابِ الَّتِي فِيهَا
 مَنَفْعَةٌ^(۱)
 اور کتے کی قیمت وصول کرنے کی ممانعت اس کلام کا بدترین کسب میں
 سے ہونا اور کتے کا ایک خبیث جانور ہونا، اس کی بیچ کی تحریم پر دلالت
 کرتا ہے۔ یعنی اس کی بیچ و شراء درست نہیں۔ اور نہ اس کی قیمت
 حلال ہے اور نہ اس کی قیمت تلف کرنے والے کے لیے جائز ہے،
 جمہور علماء اس مذہب کے قائل ہیں۔ لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ
 جن کتوں سے منفعت حاصل ہوتی ہو ان کی بیچ و شراء جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۱ عید کے دن کے روزے کی نذر ملنی جائے تو اس کی

قضا لازم ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر قصداً عید کے دن کے روزے کی نذر ملنی جائے تو اس کی قضا لازم ہو جاتی ہے، سو یہ
 مسئلہ ان کا مخالف ہے جمہور علماء مکہ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
 وَلَوْ نَذَرَ صَوْمَهُمَا مُتَعَمِّدًا لِعَيْنَيْهِمَا قَالَ
 الشَّافِعِيُّ وَالْحَنَفِيُّ لَا يَلْزَمُ قَضَاءُ هُمَا وَقَالَ
 أَبُو حَنِيفَةَ يَلْزَمُ قَضَاءُ هُمَا وَخَالَفَ النَّاسَ
 كُلُّهُمْ اِنْتَهَى^(۲)
 اور اگر کوئی شخص دانستہ عیدین کے روزے کی نذر مانے تو امام شافعی
 اور جمہور علماء کے نزدیک ان کی قضا لازم نہیں آتی مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا
 قول یہ ہے کہ ان کی قضا لازم آئے گی اور اس معاملہ میں انہوں نے
 تمام لوگوں کی مخالفت کی ہے۔

نکاح شغار درست ہے

مسئلہ نمبر ۴۲

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نکاح شغار صحیح ہو جاتا ہے اور ہر مثل دنیا لازم آتا ہے مگر جمہور کا مذہب اس کے برعکس
 ہے چنانچہ حاشیہ بخاری میں فتح الباری سے نقل کیا ہے :
 فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى الْبُطْلَانِ وَذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ إِلَى
 صَحَّتْ^(۳)
 جمہور کہتے ہیں کہ یہ نکاح باطل ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ صحیح ہے،
 انتہی۔

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب البيوع باب تحريم لمن الكلب ج- ۱۰ ص- ۳۷۷، شرح حديث- ۳۹۸۵/۳۹۸۶

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الصيام باب تحريم صوم يوم العيد ج- ۸ ص- ۲۵۷، شرح حديث- ۳۶۶۱/۳۶۶۲

(۳) حاشية جامع بخاري ص- ۷۲۱

مسئلہ نمبر ۴۳

لفظ ہمہ سے نکاح ہو جاتا ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ ہمہ سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ جمہور علماء اس کے بھی خلاف ہیں۔ چنانچہ مولوی احمد علی نے قسطلانی سے نقل کیا ہے :

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُورُ لَا يَنْعَقِدُ إِلَّا بِلَفْظِ
التَّزْوِجِ أَوْ الْإِنْكَاحِ فَلَا يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ الْبَيْعِ
وَالْتَّمْلِئِكَ وَالْهَبَةِ^(۱)
امام شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ نکاح لفظ تزویج یا انکاح کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔ لہذا لفظ بیع اور تملیک اور ہبہ بولنے سے منعقد نہیں ہوگا انتہی۔

مسئلہ نمبر ۴۴

عورتوں کا جنازے کے پیچھے جانا حرام ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو جنازے کے پیچھے جانا حرام ہے حالانکہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے :
قَالَ الْقُرْطُبِيُّ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ يَفْتَضِي أَنَّ
النَّهْيَ لِلتَّنْزِيهِ وَبِهِ قَالَ الْجَمْهُورُ وَعَنْ أَبِي
حَنِيفَةَ لَا يَنْبَغِي ذَلِكَ^(۲)
قرطبی نے کہا کہ ظاہر حدیث تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور جمہور علماء کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۵

غلاموں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تجارت کے لیے غلاموں کو خرید کیا ہو تو ان کا صدقہ فطر دینا مالک پر لازم نہیں آتا جبکہ جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے جیسا کہ حاشیہ میں قسطلانی سے نقل کیا ہے :
هَذَا قَوْلُ الْجَمْهُورِ وَقَالَ الْحَنْفِيَّةُ لَا يَلْزَمُ
السَّيِّدَ زَكَاةُ الْفَقْرِ عَنْ عِبْدِ التِّجَارَةِ^(۳)
یہ جمہور کا قول ہے (کہ تجارت کے غلاموں کا صدقہ مالک پر واجب ہے) اور حنفیہ کہتے ہیں کہ تجارت کے غلاموں کا صدقہ فطر مالک پر لازم نہیں ہے انتہی۔

مسئلہ نمبر ۴۶

محرم کو کپڑا معصفر پہننا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محرم کو کپڑا معصفر پہننا جائز نہیں ہے اور جمہور اس کو جائز رکھتے ہیں۔ چنانچہ قسطلانی میں لکھا ہے :
وَالْجَمْهُورُ عَلَى جَوَازِهِ خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ^(۱) انتہی۔

(۱) حاشیہ جامع بخاری ص-۷۶۶

(۲) حاشیہ جامع بخاری ص-۱۷۰

(۳) حاشیہ جامع بخاری ص-۲۰۵

طواف کیلئے وضو ضروری نہیں

مسئلہ نمبر ۴۷

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص حج کرنے کو جائے اور کئے میں داخل ہو تو اس پر وضو کر کے طواف کرنا ضروری نہیں بلکہ بے وضو طواف کرنا جائز ہے لیکن مذہب جمہور وہ ہے جو قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :

وَهُوَ شَرْطٌ عِنْدَ الْجَمْعُورِ وَلَا يَصِحُّ الطَّوْفُ جَمْعُورٌ عِلْمًا كَالتَّوْبَةِ وَضُوٌّ شَرْطٌ هُوَ اس کے بغیر طواف ہرگز درست بدوئہ۔^(۱) نہیں ہے انتہی۔

محرم کے لیے سراویل (پاجامہ) مطلقاً جائز نہیں

مسئلہ نمبر ۴۸

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محرم کے لیے سراویل (پاجامہ) مطلقاً جائز نہیں ہے جبکہ جمہور اس کے جواز کے قائل ہیں۔ بایں صورت کہ جب محرم تہ بند نہ پائے تو پاجامہ کو کشادہ کر کے پن لے چنانچہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے :

وَأَشْتَرَطَ الْجَمْعُورُ قَطْعَ الْخُفِّ وَفَتْقَ جَمْعُورٌ كَالتَّوْبَةِ وَضُوٌّ شَرْطٌ هُوَ اس کے بغیر طواف ہرگز درست بدوئہ۔^(۲) سراویل و عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ مَنَعَ السَّرَاوِيلَ پیننا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مطلقاً منع کرتے ہیں انتہی۔

مسئلہ نمبر ۴۹ اگر لونڈی آزاد ہو جائے تو اسے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا خلود خرو ہو تو اس لونڈی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے خواہ نکاح بحال رکھے اور خواہ توڑ دے اس مسئلہ میں جمہور علماء کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے :

فَإِنْ كَانَ خُرًا فَلَا خِيَارَ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ اگر اس کا خلود خرو ہو تو امام شافعی اور مالک اور جمہور کے نزدیک اس کو نکاح توڑنے وَالْجَمْعُورِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَهَا الْخِيَارُ۔^(۳) کا کوئی اختیار نہیں رہتا اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۰ مشرکہ عورت دارالاسلام چلی آئے تو اس کی عدت

فقط ایک حیض ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشرکہ عورت اہل حرب میں سے ہجرت کر کے دارالاسلام چلی آئے تو اس کی

(۱) حاشیہ جامع بخاری ص-۲۲۲

(۲) حاشیہ جامع بخاری ص-۲۴۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب العتق باب النماء للولاء لمن اعتق ج-۱۰ ص-۲۸۱ شرح حدیث-۳۷۱۱۳۷۵

عدت فقط ایک ہی حیض ہے۔ ادھر جمہور کا مذہب بتاتے ہوئے مولوی احمد علی نے لکھا ہے :

وَأَجَابَ الْجَمْعُ هُوَ بِأَنَّ الْمُرَادَ ثَلَاثَ حَيَضٍ جمہور علماء نے جواب دیا ہے کہ اس سے مراد تین حیض ہیں۔ اس لیے
لَا تَهَا صَارَتْ بِإِسْلَامِهَا وَهَجَرَتْهَا مِنْ کہ وہ عورت (ہجرت کرنے والی) اپنے اسلام اور ہجرت کی وجہ سے حرہ
الْحَرَّاتُ۔^(۱) ہو گئی ہے، انتہی۔

لعن قسم نہیں، بلکہ شہادت ہے

مسئلہ نمبر ۵۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لعن قسم نہیں ہے بلکہ شہادت ہے۔ اس مسئلہ میں بھی ان کا قول جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ مولوی احمد علی نے لکھا ہے :

وَقَدْ تَمَسَّكَ بِهِ مَنْ قَالَ كَوْنِ اللَّعَانِ يَمِينًا اور اس نے اس سے دلیل پکڑی ہے جو کہتا ہے کہ لعن قسم ہے۔ یہی
وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجَمْعُ هُوَ وَقَالَ امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں
أَبُو حَنِيفَةَ اللَّعَانُ شَهَادَةٌ۔^(۲) کہ لعن شہادت ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۵۲ جس عورت کی دو عدتیں جمع ہو جائیں تو ایک عدت

بیٹھنا کلنی ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس عورت کی دو عدتیں جمع ہو جائیں اس کے لیے ایک عدت بیٹھنا بھی کلنی ہے اور یہ مسئلہ جمہور علماء کے خلاف ہے۔

وَذَهَبَ الْجَمْعُ هُوَ إِلَى أَنَّ مَنْ اجْتَمَعَتْ عَلَيْهَا جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس عورت پر دو عدتیں جمع ہو جائیں
عِدَّتَانِ أَنَّهَا تَعْتَدُ عِدَّتَيْنِ۔^(۳) وہ عورت دونوں عدتیں علیحدہ علیحدہ بیٹھے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۵۳ بھاری شے سے قتل کیا جائے تو قصاص نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر بھاری چیز سے کسی کو قتل کیا جائے تو اس میں قصاص نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَمِنْهَا ثُبُوتُ الْقِصَاصِ فِي الْقَتْلِ بِالْمُثْقَلَاتِ بعض ان فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بھاری چیز کے ساتھ قتل
وَلَا يَخْتَصُّ بِالْمُحَدَّدَاتِ وَهَذَا مَذْهَبُ کرنے سے بھی قصاص لازم آتا ہے اور یہ نوکدار چیزوں کے ساتھ ہی

(۱) حاشیہ جامع بخاری ص-۷۹۶

(۲) حاشیہ جامع بخاری ص-۷۹۹

(۳) حاشیہ جامع بخاری ص-۸۰۲

الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَآخَمَدٌ وَجَمَاهِرُ الْعُلَمَاءِ
وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا قِصَاصَ إِلَّا فِي الْقَتْلِ
بِمُحَدَّدٍ^(۱)
خاص نہیں اور یہی مذہب شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء کا ہے مگر
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قصاص نوک دار چیزوں کے ساتھ قتل کرنے
سے ہی لازم آتا ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۵۴ روزہ کی نیت دن میں بھی جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ رمضان وغیرہ کی نیت دن میں بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے۔
چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاحْتَجَّ أَبُو حَنِيفَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لِمَذْهَبِهِ أَنَّ صَوْمَ
رَمَضَانَ وَغَيْرَهُ مِنَ الْفَرْضِ يَجُوزُ نِيَّتُهُ فِي النَّهَارِ
وَلَا يُشْتَرَطُ تَبَيُّنُهَا قَالَ لَا تَنْهَمُ نَوَا فِي النَّهَارِ
وَأَجْزَاهُمْ وَقَالَ الْجَمْهُورُ وَلَا يَجُوزُ رَمَضَانَ وَلَا
غَيْرُهُ مِنَ الصَّوْمِ الْوَاجِبِ إِلَّا بِنَيْتَةٍ مِنَ اللَّيْلِ^(۲)
اس حدیث عاشورہ کے ساتھ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے مذہب کی دلیل
پکڑی ہے کہ رمضان وغیرہ فرض روزے کی نیت دن میں جائز ہے اور
جمہور کہتے ہیں کہ کسی فرضی روزے کی نیت دن میں جائز نہیں بلکہ
رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔

پھر اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ نے عاشورے کی حدیث کا جواب یہ دیا ہے :

وَأَجَابُوا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ بِأَنَّ الْمُرَادَ مَسَاكَ بَقِيَّةِ
النَّهَارِ لَا حَقِيقَةَ الصَّوْمِ وَاللَّيْلُ عَلَى هَذَا أَنَّهُمْ
أَكَلُوا ثُمَّ أَمْرُوا بِالْإِنْتِمَاءِ وَقَدْ وَافَقَ أَبُو حَنِيفَةَ
وَغَيْرُهُ عَلَى أَنَّ شَرْطَ اجْزَاءِ النَّيَّةِ فِي النَّهَارِ فِي
الْفَرْضِ وَالْتَفُّلِ أَنْ لَا يَتَقَدَّمَ مَهَا مُفْسِدٌ لِلصَّوْمِ مِنْ
أَكْلِ أَوْ غَيْرِهِ وَجَوَابُ اخْرَاجِ صَوْمَ عَاشُورَاءَ لَمْ
يَكُنْ وَاجِبًا عِنْدَ الْجَمْهُورِ كَمَا سَبَقَ فِي أَوَّلِ
الْبَابِ وَإِنَّمَا كَانَ سُنةً مُتَاكِّدَةً وَجَوَابُ ثَالِثٍ أَنَّهُ
لَيْسَ فِيهِ أَنَّهُ يُخَرِّجُهُمْ وَلَا يَقْضُونَهُ بَلْ لَعَلَّهُمْ قَضَوْهُ
وَقَدْ جَاءَ فِي سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ
فَأَتَمُّوْا بَقِيَّةَ يَوْمٍ وَقَضَوْهُ^(۳)
اس حدیث کا جمہور علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سے مراد بقی دن اکل و
شرب سے اپنے آپ کو روکنا ہے نہ حقیقی روزہ رکھنا اور دلیل اس کی یہ ہے
کہ تحقیق انہوں نے کھلیا پھر تمام کرنے کے ساتھ حکم کئے گئے اور تحقیق
متفق ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے غیر اس پر کہ دن کے وقت نیت کرنا فرض
اور نفل میں اس وقت جائز ہے جبکہ اس سے پہلے از قسم اکل و شرب روزے
کو توڑنے والی کوئی چیز موجود نہ ہو۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ
جمہور کے نزدیک واجب نہیں تھا اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے
یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ روزہ ان کا ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کی قضا
نہیں کی بلکہ امید ہے کہ انہوں نے اس کو قضا کر لیا ہو گا اور تحقیق ابوداؤد میں
اسی حدیث میں صاف آگیا ہے کہ انہوں نے بقی دن روزہ تمام کیا اور پھر اس کو
قضا کر لیا، انتہی۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحدود باب لبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج-۱۱ ص-۱۵۹ شرح حدیث-۳۳۳/۳۳۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومہ ج-۸ ص-۲۵۵ شرح حدیث-۲۶۱۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب من اکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومہ ج-۸ ص-۲۵۵ شرح حدیث-۲۶۱۳

مسئلہ نمبر ۵۵

مدینہ، مکہ کی طرح حرم نہیں

امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف، مکہ کی طرح کوئی حرم نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور ہے۔ چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاسْتَدَلَّ بِهَا الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ اس حدیث سے امام شافعی، مالک، احمد اور ہادی اور جمہور اہل علم نے وَالْهَادِي وَجَهْهُزُ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى أَنَّ اس بات پر استدلال کیا ہے کہ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کا بھی ایک لِّلْمَدِينَةِ حَرَمًا كَحَرَمِ مَكَّةَ وَذَهَبَ أَبُو حَنِيفَةَ حرم ہے۔ لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ حرم مدینہ حقیقتاً حرم الیٰی أَنَّ حَرَمَ الْمَدِينَةِ لَيْسَ عَلَى الْحَقِيقَةِ۔^(۱) نہیں، انتہی۔

اور امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اس مضمون کو زیادہ مفصل طور پر لکھا ہے : هَذَا الْحَدِيثُ صَرِيحٌ فِي الدَّلَالَةِ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَالْجَمَاهِيرِ فِي حَرَمِ صَيْدِ الْمَدِينَةِ وَشَجَرِهَا كَمَا سَبَقَ وَخَالَفَ فِيهِ أَبُو حَنِيفَةَ كَمَا قَدْ مَنَاهُ وَقَدْ ذَكَرَهَا هُنَا مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ تَحْرِيمُهَا مَرْفُوعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِوَايَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ وَذَكَرَ غَيْرُهُ مِنْ رِوَايَةٍ غَيْرِهِمْ أَيْضًا فَلَا يُلْتَفَتُ إِلَى مَنْ خَالَفَ هَذِهِ الْأَحَادِيثَ الصَّحِيحَةَ الْمُسْتَفِيضَةَ^(۲) (ترجمہ) ”یہ حدیث امام مالک، شافعی، احمد اور جمہور علماء کی دلیل ہے کہ مدینہ میں شکار اور درخت کاٹنا حرام ہے۔ (حرم مدینہ ثابت ہوا) جیسا کہ پہلے گزر چکا“ امام ابو حنیفہ نے کہا حرم مدینہ ثابت نہیں جیسا کہ ان کا قول پہلے گزرا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح کتب میں علی، سعد بن ابی وقاص، انس، مالک، جابر بن عبد اللہ، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن زید، رافع بن خدیج اور سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے مرفوع حدیث درج کی ہے۔ دوسرے صحابہ سے بھی مرفوع احادیث ثابت نہیں۔ جو شخص ان صحیح احادیث کی مخالفت کرتا ہے، اس کے قول کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔“

جان کے علاوہ کسی چیز کا قصاص نہیں

مسئلہ نمبر ۵۶

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت اور مرد میں قصاص فقط جان میں ہے اور اس کے سوا اور کسی چیز میں قصاص نہیں ہے، سو یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور کے ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

الثَّانِي وَهُوَ مَذْهَبُ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنْ اور دوسرا جمہور علمائے صحابہ و تابعین اور ان کے بعد آنے والے اہل الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ ثَبُوتُ علم کا مذہب ہے کہ مرد اور عورت میں قصاص ثابت ہے جان میں بھی الْقِصَاصُ يَنْتَهِي فِي النَّفْسِ وَفِيمَا دُونَهَا مِمَّا اور اس کے علاوہ ہر اس چیز میں بھی جو قصاص کو قبول کر سکتی ہو۔ اور

(۱) نيل الاوطار ج-۵ ص-۳۳

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الحج باب فضل المدينة ودعاء النبي فيها بالبركة وبيان تحريمها وتحريم صيدها وشجرها

وبیان حلود حرما ج-۹ ص-۱۳۱ شرح حدیث-۳۳۰۷

يَقْبَلُ الْقِصَاصَ وَالثَّالِثُ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ يَجِبُ الْقِصَاصُ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالتِّسَاءِ فِي النَّفْسِ وَلَا يَجِبُ فِيمَا دُونَهَا ^(۱) اِنْتَهَى مُلَخَّصًا۔

تیسرا مذہب ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے اصحاب کا ہے اور وہ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں فقط جان میں تو قصاص واجب ہے مگر اس کے علاوہ کسی چیز میں نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵۷ ہڈی اور دانت کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہڈی اور دانت کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے۔ یہ مذہب بھی جمہور کے خلاف ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فَكُلُّ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَظْمِ لَا تَجُوزُ الذَّكْوَةُ بِهِ وَقَدْ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَصْحَابُهُ بِهِذَا الْحَدِيثِ فِي كُلِّ مَا تَصَنَّنَهُ عَلَى مَا شَرَحْتُهُ وَبِهِذَا قَالَ التَّحَوُّيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَاللَّيْثُ وَأَحْمَدُ وَاسْحَاقُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَدَاوُدُ وَفُقَهَاءُ الْحَدِيثِ وَجَمَهُورُ الْعُلَمَاءِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَجُوزُ بِالْيَسَنِ وَالْعَظْمِ الْمُتَصِلَيْنِ وَيَجُوزُ بِالْمُنْفَصِلَيْنِ اِنْتَهَى مُلَخَّصًا۔ ^(۲)

جس چیز پر ہڈی کا نام صلاق آئے اس کے ساتھ ذبح کرنا جائز نہیں اور اسی کے قائل ہیں شافعی اور ان کے اصحاب ہر اس چیز میں جس کو یہ حدیث متضمن ہے اور نخعی، حسن بن صالح، لیث، احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد اور فقہاء حدیث اور جمہور علماء اسی کے قائل ہیں مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہڈی اور دانت کے ساتھ تو ذبح کرنا جائز نہیں۔ البتہ جو ہڈی اور دانت جدا ہو چکے ہوں ان کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۸ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے حالانکہ جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاحْتَلَفُوا فِيمَا سِوَاهَا فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَجَمَهُورُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ يَسْتَحِبُّ رَفْعُهُمَا أَيْضًا عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ الرُّفْعِ مِنْهُ وَهُوَ رَوَايَةٌ عَنْ مَالِكٍ وَقَالَ أَبُو

امام شافعی، احمد اور جمہور علمائے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اہل علم نے کہا ہے کہ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مستحب ہے اور یہی مسلک امام مالک سے بھی مروی ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس کے اصحاب کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات باب البات القصاص في الاسنان وما في معناها ج-۱۱

ص-۱۶۵ شرح حديث-۳۵۰

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الاضاحي باب جواز الذبح بكل ما انهر الدم ج-۱۳ ص-۱۳۶ شرح حديث-۵۰۶

حَنِيفَةً وَأَصْحَابَهُ وَجَمَاعَةً مِّنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ لَا سِوَاوِ الْجَهْلِ اِثْمًا مُّسْتَحَبَّ نَحْنُ هِيَ اِنْتَهَى۔
يُسْتَحَبُّ فِي غَيْرِ تَكْيِيزَةِ الْاِخْرَامِ (۱)

مسئلہ نمبر ۵۹ سورۃ فاتحہ نماز میں پڑھنا ضروری نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خاص سورۃ فاتحہ نماز میں پڑھنا معین نہیں بلکہ واجب مطلق ایک آیت کا پڑھنا ہے جو بھی ہو خواہ فاتحہ پڑھ لے خواہ اس کی جگہ کسی اور آیت کو پڑھ لے، سو یہ مسئلہ بھی مخالف جمہور ہے چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :
فَلْيَنْهَ وَجُوبُ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَاللَّهَا مُتَعَيِّنَةً لَا يُجْزَأُ غَيْرُهَا إِلَّا لِعَاجِزٍ عَنْهَا وَهَذَا مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَجَمَهُورِ الْعُلَمَاءِ مِنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَمَنْ بَعْدَهُمْ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا تَجِبُ الْفَاتِحَةُ بَلِ الْوَاجِبُ آيَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ اِنْتَهَى مُلَخَّصًا۔ (۲)

اس میں قراءت فاتحہ کا وجوب ثابت ہے اور تحقیق وہ متعین ہے سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی اور آیت کا پڑھنا کافی نہیں، سوائے اس شخص کے جو عاجز ہو۔ امام مالک، شافعی اور جمہور علماء، صحابہ، تابعین اور جو ان کے بعد پیدا ہوئے سب کا یہی مذہب ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خاص سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں بلکہ واجب کسی ایک آیت قرآن کا پڑھنا ہے، انتہی ملخصاً۔

مسئلہ نمبر ۶۰ فرض کی آخری رکعتوں میں قراءت واجب نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرضوں کی آخری رکعتوں میں قراءت واجب نہیں بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور علماء کے خلاف ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
وَالصَّحِيحُ الَّذِي عَلَيْهِ جَمَهُورُ الْعُلَمَاءِ مِنْ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَجُوبُ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ۔ (۳)

صحیح بات جس پر جمہور علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۶۱ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا چاہیے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا چاہیے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ هَذَا اور نمازی اپنے دونوں ہاتھ سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر باندھے رکھے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين ج-۳ ص-۳۱۵ شرح حدیث-۸۵۹

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ج-۳ ص-۳۲۲ شرح حدیث-۸۸۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ج-۳ ص-۳۲۳ شرح حدیث-۸۸۳

مَذْهَبُنا الْمَشْهُورُ وَبِهِ قَالَ الْجَمْهُورُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَجْعَلُهُمَا تَحْتَ سَرِّبِهِ^(۱) کو تف کے نیچے باندھے۔
مشہور مذہب ہمارا اور جمہور کا ہے۔ مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہاتھوں

مسئلہ نمبر ۶۳ قرآن وحدیث کے علاوہ دعائیں مانگنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف وہی دعائیں مانگنا جائز ہیں جو قرآن اور حدیث میں وارد ہیں حالانکہ یہ بات بھی جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِيهِ أَنَّهُ يَجُوزُ الدُّعَاءُ بِمَا شَاءَ مِنْ أُمُورِ الْآخِرَةِ وَالْدُّعَاءُ مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا وَهَذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُورِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَجُوزُ إِلَّا الدُّعَوَاتُ الْوَارِدَةُ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ^(۲) قرآن اور حدیث میں وارد ہیں۔

اس حدیث میں ثابت ہے کہ امور دنیا و آخرت سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی دعا مانگنا جائز ہے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں مگر وہ دعائیں جو قرآن اور حدیث میں وارد ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶۳ تکبیر تحریمہ کہنا ضروری نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کی نیت کے وقت تکبیر تحریمہ کہنا یعنی اللہ اکبر کہنا متعین اور مقرر نہیں بلکہ اس کی جگہ کوئی اور تعظیم کا لفظ کہہ دے تو بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَعْيِينِ التَّكْبِيرِ هُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَجَمْهُورِ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَقُومُ غَيْرُهُ مِنَ الْفَاطِ التَّعْظِيمِ مَقَامَهُ^(۳)

تعیین تکبیر کے متعلق جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہی امام مالک کا قول ہے اور شافعی، احمد اور جمہور علماء سلف و خلف کا بھی مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو لفظ بھی تعظیم کا ہو وہ تکبیر کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۴ سلام نہ پھیرے تو بھی نماز ہو جاتی ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز سے سلام پھیرنا سنت ہے اگر ترک کر دے تو نماز پھر بھی ہو جاتی ہے لیکن جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب رفع یدہ الیمنی علی الیسری بعد تکبیرة الاحرام تحت صدرہ فوق سرته ج-۳ ص-۳۳۵ شرح حدیث-۸۹۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب التَّشْهَدُ فِي الصَّلَاةِ ج-۳ ص-۳۳۸ شرح حدیث-۸۹۶

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة تحت باب ما یجمع صفة الصلاة ج-۳ ص-۳۳۶

فَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَجَمْعُهُمْ
الْعُلَمَاءُ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ السَّلَامُ فَرَضُ
وَلَا تُصِحُّ الصَّلَاةُ إِلَّا بِهِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ
مُسْنَدٌ لَوْ تَرَكَهُ صَحَّ صَلَاتُهُ انْتَهَى-^(۱)
پس امام مالک، شافعی، احمد اور جمہور علماء سلف و خلف نے کہا کہ سلام
کنا فرض ہے اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول
ہے کہ یہ (سلام) سنت ہے اگر نمازی اسے چھوڑ دے تو بھی اس کی
نماز ہو جائے گی انتہی۔

تکبیر تحریمہ نماز کا جزو نہیں

مسئلہ نمبر ۶۵

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ نماز کا جزو نہیں بلکہ اس کی شرط ہے اور اس سے خارج ہے۔ یہ مسئلہ بھی
مخالف جمہور ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :
وَفِيهِ دَلَالَةٌ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْعِ هُوَ أَنَّ تَكْبِيرَةَ
الْأَحْرَامِ فَرَضٌ مِّنْ فُرُوضِ الصَّلَاةِ وَجُزْءٌ مِنْهَا وَقَالَ أَبُو
حَنِيفَةَ لَيْسَ مِنْهَا بَلْ هِيَ شَرْطٌ خَارِجٌ عَنْهَا-^(۲)
اس حدیث میں شافعی اور جمہور کے مذہب کی دلیل ہے کہ تحقیق تکبیر تحریمہ
نماز کے فرضوں میں سے فرض ہے اور اس کا جزو ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں
کہ اس کا جزو نہیں بلکہ وہ شرط ہے اور اس سے خارج ہے انتہی۔

عورت شیبہ ہو یا باکرہ باری برابر ہے

مسئلہ نمبر ۶۶

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت خواہ شیبہ ہو یا باکرہ باری میں برابر ہے اگر کوئی نیا نکاح کرے تو اس کے لیے تین یا سات
دن باری سے زیادہ کرنا جائز نہیں ہے اس مسئلہ کو جمہور کے خلاف بتاتے ہوئے امام شوکلنی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :
وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ حَاكِيًا عَنْ جَمْعٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ
إِنَّ ذَلِكَ حَقٌّ لِلْمَرْأَةِ لِسَبَبِ الزَّفَافِ-^(۳)
ابن عبد البر نے جمہور سے حکایت کر کے کہا ہے کہ یہ بسبب زفاف
عورت کا حق ہے انتہی۔

دس درہم سے کم چرانے پر ہاتھ نہ کاٹیں

مسئلہ نمبر ۶۷

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم چرانے پر ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہے یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف
خلاف ہے چنانچہ امام شوکلنی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے :
وَقَدْ ذَهَبَ إِلَى مَا تَقْتَضِيهِ أَحَادِيثُ الثَّابِتِ مِنْ ثُبُوتِ
الْقَطْعِ فِي ثَلَاثَةِ دَرَاهِمٍ أَوْ زَيْعٍ دِيْنَارِ الْجَمْعِ هُوَ مِنْ
السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنْهُمْ الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ-^(۴)
تین درہم یا چوتھائی دینار میں ہاتھ کاٹنا جس کی احادیث باب متقاضی ہیں
جمہور سلف و خلف کا مذہب ہے جن میں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم بھی
شامل ہیں انتہی۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب ما یجمع صفة الصلاة ج-۳ ص-۳۳۹ شرح حدیث-۱۱۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب تعزیم العلام فی الصلاة ج-۵ ص-۲۳ شرح حدیث-۱۹۹

(۳) نیل الاوطار کتاب الولیمة باب القسم للبکر والشیب ج-۶ ص-۲۲۸

(۴) نیل الاوطار کتاب القطع فی السرقة باب ما جاء فی کم یقطع السارق ج-۷ ص-۱۳۲

مسئلہ نمبر ۲۸ دس درہم سے کم مہرباندھنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم مہرباندھنا جائز نہیں حالانکہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ يُجُوزُ أَنْ يَكُونَ الصَّدَاقُ قَلِيلًا وَكَثِيرًا إِذَا تَرَاضَى بِهِ الزَّوْجَانِ لِأَنَّ خَاتَمَ الْحَدِيدِ فِي نَهَائِهِ مِنَ الْقِلَّةِ وَهَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَهُوَ مَذْهَبُ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ^(۱)

اس حدیث میں کم اور زیادہ مہرباندھنا ثابت ہوتا ہے، جب دونوں آپس میں راضی ہوں اس لیے کہ لوہے کی انگوٹھی نہایت ہی تھوڑی چیز ہے اور یہی شافعی اور جمہور کا مذہب ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۲۹ ذبیحہ کے بیان میں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص گلے یا اونٹنی ذبح کرے اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلے تو اس کو نہ کھائے خواہ بل ہوں یا نہ ہوں۔ یہ مسئلہ مذہب جمہور صحابہ وغیرہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ تحریر ہدایہ میں لکھا ہے :

رَوَى الطَّبْرَانِيُّ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُونَ إِذَا اشْعَرَ الْجَبِينِ فَذَكَرْتَهُ ذَكَاهُ أَمَّهُ^(۲)

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ جب بچے کے بل ہوں تو اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں وہ بھی ذبح ہو جاتا ہے جب اس کی بل کو ذبح کر دیا جائے

ابن منذر نے کہا کہ اس مسئلہ میں صحابہ و تابعین میں سے بھی کوئی اختلاف منقول نہیں، سوائے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے (انتہی ملخصاً ابن حنیفہ۔)

وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ لَمْ يَرَوْى عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ خِلَافَ ذَلِكَ إِلَّا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ۔

تخریج

مسئلہ نمبر ۷۰ غیر شادی شدہ زانی کو وطن سے نکالنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیر شادی شدہ زانی کو وطن سے نکل دینا واجب نہیں حالانکہ یہ مسئلہ جمہور ہی نہیں بلکہ اجماع کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَقَدْ ادَّعَى مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ فِي كِتَابِ الْأَجْمَاعِ الْإِتِّفَاقَ عَلَى نَفْيِ الزَّانِي الْبَكْرِ إِلَّا عَنِ الْكُوفِيِّينَ۔^(۳)

محمد بن نصر نے کتاب الاجماع میں دعویٰ کیا ہے کہ کنوارے زانی کو جلا وطن کر دینے پر سب کا اتفاق ہے، سوائے فقہائے کوفہ کے وہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں۔

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب النكاح باب الصداق وجواز كونه تعليم لقرآن ج- ۹ ص- ۲۱۹ شرح حديث- ۳۴۷۲

(۲) تخریج ہدایہ ج- ۲ ص- ۲۳۰

(۳) نيل الاوطار كتاب الحلود باب ماجاء في رجم الزاني المحضن و جلد البكر و تقریبه ج- ۷ ص- ۹۳

مسئلہ نمبر ۱ فرض جماعت کھڑی ہو تو بھی سنتوں کا پڑھنا جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کے فرضوں کی جماعت ہو رہی ہو تو سنتوں کا پڑھنا جائز ہے اور جب تک کہ دوسری رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو تو سنتوں کو پڑھ لے۔ جمہور علماء کا مذہب اس کے برعکس ہے، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فِيهَا التَّهْنِئَةُ الصَّرِيحُ عَنِ الْفَتْحِ نَافِلَةٌ بَعْدَ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ سَوَاءَ كَانَتْ رَابِعَةً كَسُنَّةِ الصُّبْحِ وَالظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَوْ غَيْرَهَا. وَهَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُورِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِذَا لَمْ يَكُنْ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ سُنَّةِ الصُّبْحِ صَلَّاهُمَا بَعْدَ الْإِقَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ مَا لَمْ يَخْشَ فَوْتَ الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْحِكْمَةَ فِيهِ أَنْ يَتَفَرَّغَ لِلْفَرِيضَةِ مِنْ أَوَّلِهَا فَيُشْرِعَ فِيهَا عَقَبَ شُرُوعِ الْإِمَامِ وَإِذَا اشْتَغَلَ بِنَافِلَةٍ فَاتَهُ الْإِحْرَامُ مَعَ الْإِمَامِ وَفَاتَهُ بَعْضُ مُكَمَّلَاتِ الْفَرِيضَةِ فَالْفَرِيضَةُ أَوْلَى بِالْمَحَافِظَةِ عَلَى اكْتِمَالِهَا قَالَ الْقَاضِي وَفِيهِ حِكْمَةٌ أُخْرَى وَهُوَ التَّهْنِئَةُ عَنِ الْإِخْتِلَافِ عَلَى الْأَيْمَةِ^(۱)

ان احادیث میں اقامت نماز کے بعد نفل شروع کرنے کی صریح ممانعت ہے۔ خواہ یہ نوافل راتہ ہوں جیسے صبح ظہر اور عصر کی سنتیں یا غیر راتہ اور یہی مذہب امام شافعی اور جمہور کا ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو ان کو اقامت کے بعد مسجد میں پڑھ لے جب تک کہ دوسری رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو پھر امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے سنت پڑھنے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ابتدا سے ہی فرضوں کے لیے فارغ ہو جائے۔ پس امام کے شروع کرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی فرض شروع کر دے لیکن جب وہ نفل پڑھنے کے ساتھ مشغول ہو جائے تو تکبیر اولیٰ اس سے فوت ہو جائے گی اور بعض چیزیں فرضوں کو کمال کرنے والی بھی اس سے فوت ہو جائیں گی۔ پس فرضوں کے اکمل پر محافظت کرنا اولیٰ ہے اور قاضی نے کہا کہ اس میں ایک اور حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ اماموں کے ساتھ اختلاف کرنا منع ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ تھوڑے غلہ میں بھی عشر واجب ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پانچ دس سے کم غلہ میں بھی عشر واجب ہے مگر جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ فَالِدَتَانِ اخِذَهُمَا وَجُوبُ الزَّكَاةِ فِي هَذِهِ الْمُخَذَّوْدَاتِ وَالثَّانِيَةُ أَنَّهُ لَا زَكَاةَ فِيمَا دُونَهَا وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ

اس حدیث سے دو فائدے ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ ان محدود چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور دوسرا یہ کہ اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور تمام مسلمانوں کا ان دونوں پر اتفاق ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض

(۱) شرح صحیح مسلم للبیہقی کتاب الصلاة باب کراهة الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن ج-۵ ص-۲۲۸ شرح

سلف نے کہا ہے کہ غلہ کی قلیل مقدار میں بھی زکوٰۃ واجب ہے لیکن یہ مذہب باطل ہے اور صریح احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

فِي هَاتَيْنِ إِلَّا مَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَبَعْضُ السَّلَفِ أَنَّهُ تَجِبُ الزَّكَاةُ فِي قَلِيلِ الْحَبِّ وَكَثِيرِهِ وَهَذَا مَذْهَبُ بَاطِلٍ مُتَابِدٌ لِصَرِيحِ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ إِنْتَهَى^(۱)

مسئلہ نمبر ۳۷ غسل حیض سے پہلے جملع جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اکثر مدت حیض میں خون بند ہو جائے تو غسل سے پہلے اسی حل میں عورت سے جملع کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَأَعْلَمُ أَنَّ تَحْرِيمَ الْوُطْئِ وَالْمُبَاشَرَةِ عَلَى قَوْلٍ مَنْ يُحَرِّمُهَا يَكُونُ فِي مُدَّةِ الْحَيْضِ وَبَعْدَ انْقِطَاعِهِ إِلَى أَنْ تَغْتَسِلَ أَوْ تَيْتَمَّ إِنْ عَدَمَتْ الْمَاءَ بِشَرْطِهِ هَذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَجَمَاهِيرِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ لِأَكْثَرِ الْحَيْضِ حَلٌّ وَظَوُّهَا فِي الْحَالِ^(۲)

عورت سے وطی اور مباشرت کرنا (اس شخص کے نزدیک جو اسے حرام کہتا ہے) دورانِ حیض بھی اور حیض کا خون بند ہو جانے کے بعد بھی حرام ہے یہاں تک کہ عورت غسل کر کے پاک صاف ہو جائے یا اگر پانی نلیاب ہو تو تیمم کر لے یہی مذہب ہمارا، امام مالک، احمد اور جمہور سلف و خلف کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب اکثر مدت میں خون بند ہو جائے تو اس وقت اس کے ساتھ جملع کرنا جائز ہے۔ انتہی۔

مسئلہ نمبر ۳۸ پانی کی موجودگی میں تیمم جائز ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پانی کے موجود ہوتے ہوئے جنازے کی نماز کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی جمہور علماء کے خلاف ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

فَإِنَّ التَّيْمُمَ مَعَ وُجُودِ الْمَاءِ لَا يَجُوزُ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَالْعِيدِ وَغَيْرِهِمَا هَذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُورِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَجُوزُ أَنْ يَتَيَمَّمَ مَعَ وُجُودِ الْمَاءِ لِصَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَالْعِيدِ^(۳)

پانی موجود ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز نہیں اور اس سلسلہ میں نماز جنازہ اور عید میں کچھ فرق نہیں۔ یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے لیے پانی کے ہوتے ہوئے تیمم بھی جائز ہے۔ انتہی۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاة باب لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة ج- ۷- ص- ۵۳، شرح حدیث- ۲۲۱۰

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحيض باب مباشرة الرجل الحائض فوق الأزار ج- ۳- ص- ۱۹۱، شرح حدیث- ۱۷۹۶، ۱۷۹۷

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطهارة باب التيمم لرد السلام ج- ۳- ص- ۲۸۱، ۲۸۷، شرح حدیث- ۸۲۰

مسئلہ نمبر ۷۵ رکوع، سجود اور جلسہ میں طمانیت واجب نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع، سجود اور جلسہ میں طمانیت واجب نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور مذہب کے خلاف ہے چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى وَجُوبِ الْإِعْتِدَالِ عَنِ الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَوَجُوبِ الظَّمَانِيَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَالْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ هَذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ وَلَمْ يُؤْجِبْهَا أَبُو حَنِيفَةَ^(۱)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ صحیح طور پر کرنا واجب ہے نیز رکوع سجود اور جلسہ میں طمانیت کے وجوب پر بھی یہ حدیث دال ہے۔ یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایسی کوئی بات واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۷۶ بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ جمہور کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

أَمَّا النَّاسِي فَلَا تَبْطُلُ صَلَوَتُهُ بِالْكَلَامِ الْقَلِيلِ. عِنْدَنَا وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالْجُمْهُورُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ تَبْطُلُ^(۲)

اگر بھول کر نماز میں تھوڑی سی کلام کر لے تو ہمارے نزدیک اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ امام مالک، احمد اور جمہور علماء بھی اس کے قائل ہیں مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۷۷ کفارہ ظہار میں کافر غلام آزاد کرے تو جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفارہ ظہار و یمین وغیرہ میں کافر غلام کا آزاد کر دینا جائز ہے جبکہ جمہور کا مذہب اس کے برعکس ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَاخْتَلَفُوا فِي كَفَّارَةِ الظَّهَارِ وَالْيَمِينِ وَالْجَمَاعِ فِي نَهَارٍ وَمَضَانٍ فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَالْجُمْهُورُ لَا يُجْزِئُهُ إِلَّا مُؤَمَّةٌ حَذَلًا لِلْمُظَلِّي عَلَى الْمُقْعِدِ فِي كَفَّارَةِ الْقَتْلِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يُجْزِئُهُ الْكَافِرُ^(۳)

ظہار، یمین اور یوم رمضان میں جماع کے کفارہ میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، مالک اور جمہور کا قول ہے کہ اس مقصد کے لیے اہل اہل غلام ہی کفایت کرتا ہے۔ انہوں نے مطلق کو مقید پر محمول کیا ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کفارہ ظہار میں کافر غلام آزاد کرے تو جائز ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب فی الطمانیة وقراءة ما تيسر فی الصلاة ج-۲ ص-۳۲۸

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب تحريم الكلام فی الصلاة ج-۵ ص-۲۳ شرح حدیث-۱۱۹۹

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة ج-۵ ص-۲۷ شرح حدیث-۱۱۹۹ ص-۳۰۷

مسئلہ نمبر ۷۸

سجدہ تلاوت واجب ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ بھی جمہور کے مخالف ہے، جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :
 فِيهِ اثْبَاتُ سُجُودِ التَّلَاوَةِ وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اس حدیث میں سجود تلاوت کے اثبات کی دلیل ہے اور اس پر علماء
 عَلَيْهِ وَهُوَ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجُمْهُورِ سُنَّةٌ لَيْسَ کرام کا اجماع ہے۔ سجدہ تلاوت ہمارے اور جمہور کے نزدیک سنت
 بِوَاجِبٍ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَاجِبٌ۔^(۱) ہے واجب نہیں۔ مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹ درمیان نماز میں شامل ہونے کی صورت میں ترتیب

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسبوق جو امام کے ساتھ نماز پائے وہ اس نماز کا آخر ہے اور جو بعد سلام ادا کرے وہ اس
 کی نماز کا ابتدا ہے۔ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ جمہور کے مخالف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
 فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَجْهُهُو الْعُلَمَاءُ مِنَ السَّلَفِ شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ مسبوق جو امام کے ساتھ پائے وہ اس
 وَالْخَلْفَ مَا أَذْرَكَ الْمُسْبِقُ مَعَ الْإِمَامِ أَوَّلَ صَلَوَتِهِ کی نماز کی ابتدا ہے اور جو سلام کے بعد ادا کرے وہ اس کی نماز کا آخر
 وَمَا يَأْتِي بِهِ بَعْدَ سَلَامِهِ أَخْرَجَاهَا وَعَكْسَهُ أَبُو حَنِيفَةَ۔^(۲) ہے۔ مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸۰ مؤذن قد قامت الصلوة کے تو امام اللہ اکبر کے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوة کے تو اس وقت امام اللہ اکبر کے۔ یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور
 کے خلاف ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
 وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فَإِذَا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ كَثُرَ الْإِمَامُ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوة کے اس وقت
 وَقَالَ جُمْهُوَرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلْفَ لَا يَكْثُرُ امام تکبیر کے اور جمہور علماء سلف و خلف کہتے ہیں کہ جب تک مؤذن
 الْإِمَامُ حَتَّى يَنْقُضَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْإِقَامَةِ۔^(۳) تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے تب تک امام اللہ اکبر نہ کہے۔

صبح کی نماز میں اسفار کرنا افضل ہے

مسئلہ نمبر ۸۱

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز میں اسفار کرنا افضل ہے حالانکہ جمہور کا مذہب یہ نہیں، جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب سجود والتلاوة ج-۵ ص-۵۵، شرح حدیث-۱۲۹۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب التیان الصلاة بوقار وسکينة ج-۵ ص-۱۰۲، شرح

حدیث-۱۳۸۵، ۱۳۷۳

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب معنى يقوم الناس للصلاة ج-۵ ص-۱۰۵، شرح حدیث-۱۳۷۳، ۱۳۶۶

وَفِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ اسْتِحْبَابُ التَّكْبِيرِ بِالصُّبْحِ ان احادیث میں اول وقت نماز صبح پڑھنے کے مستحب ہونے کی دلیل
وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ ہے یہی امام مالک، شافعی، احمد اور جمہور کا مذہب ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ
وَالْجَمْهُورُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا سَفَارَ أَفْضَلُ^(۱) کہتے ہیں کہ صبح روشن کر کے نماز پڑھنا افضل ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۲ تین منزل سے کم قصر کرنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین منزل سے کم سفر میں نماز کا قصر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے برعکس
ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
وَقَالَ الْجَمْهُورُ لَا يَجُوزُ الْقَصْرُ إِلَّا فِي سَفَرٍ يَبْلُغُ جمہور کہتے ہیں کہ دو منزل سے کم سفر میں نماز قصر کرنا جائز نہیں اور
مَرَحَلَتَيْنِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ سَرَطُهُ ثَلَاثُ مَرَاجِلَ^(۲) ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قصر کے لیے تین منزل شرط ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳ قرآن کو سر اور راگ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے

ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو الحان اور غنی کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ یہ مذہب جمہور نہیں جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :
وَاخْتَلَفُوا فِي الْقِرَاءَةِ بِالْإِلْحَانِ فَكَبَّرَهَا علماء الحان کے ساتھ قرآن پڑھنے میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالک اور جمہور
مَالِكٌ وَالْجَمْهُورُ عَمَّا جَاءَ الْقُرْآنُ لَهُ مِنْ علماء نے اسے مکروہ جانا ہے، اس لیے کہ قرآن خشوع اور فہم و تدبر کے لیے آیا
الْخُشُوعِ وَالْتَفَهُمْ وَأَبَاحَهَا أَبُو حَنِيفَةَ^(۳) ہے لیکن الحان و غنی کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مباح رکھا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۴ امام کے خطبہ کیلئے نکلتے ہی کلام کرنا منع ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو اسی وقت سے کلام کرنا منع ہے حالانکہ جمہور کا
یہ مذہب نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس پر دلیل ہے کہ وجوب سکوت اور ممانعت
ذَلِيلٌ عَلَى أَنَّ وَجُوبَ الْإِنْصَاتِ وَالتَّهَيُّ عَنْ کلام سوائے اس کے نہیں کہ وہ فقط خطبہ ہی کی حالت میں ہے اور
الْكَلَامِ إِنَّمَا هُوَ فِي حَالِ الْخُطْبَةِ وَهَذَا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام کے نکلتے ہی چپ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔
مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجَمْهُورِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَجِبُ الْإِنْصَاتُ بِخُرُوجِ الْإِمَامِ^(۴)

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب التكبير بالصبح ج- ۵ ص- ۱۳۵ شرح حديث- ۱۳۵۵

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب صلاة المسافرين وقصرها باب صلاة المسافرين وقصرها ج- ۵ ص- ۲۰۵ شرح حديث- ۱۵۹۸، ۱۵۹۹

(۳) شرح صحيح مسلم ج- ۱ ص- ۲۹۰ قديمي كتب خاله-

(۴) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجمعة باب في الانصات يوم الجمعة في الخطبة ج- ۱ ص- ۳۷۷ شرح حديث- ۱۹۱۲

مسئلہ نمبر ۸۵ جمعہ کے دن امام کے منبر پر چڑھنے سے پہلے خطبہ کیلئے بیٹھنا مستحب نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن امام کے منبر پر چڑھنے سے پہلے خطبہ کے لیے بیٹھنا مستحب نہیں جبکہ جمہور کا مذہب امام نووی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے :

وَفِيهِ اسْتِحْبَابُ الْجُلُوسِ لِلْخُطْبَةِ أَوَّلَ صُغُودِهِ حَتَّى يُؤَذِّنَ الْمُؤَذِّنُ وَهُوَ مُسْتَحَبٌّ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَالْجَمْهُورِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَسْتَحَبُّ (۱)

اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے منبر پر چڑھنے اور موزن کے اذان دینے سے پہلے خطبہ کے لیے بیٹھنا مستحب ہے۔ چنانچہ امام شافعی، مالک اور جمہور علماء کے نزدیک (خروج امام سے پہلے مسجد میں بیٹھنا) مستحب ہے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ مستحب نہیں۔

مسئلہ نمبر ۸۶ خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن خطبہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ میں بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جمہور علماء کے خلاف گئے ہیں، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَحَكَى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ إِجْمَاعَ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّ الْخُطْبَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا قَائِمًا لِمَنْ أَطَافَهُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَصِحُّ قَاعِدًا (۲)

ابن عبد البر نے اس بات پر اجماع علماء نقل کیا ہے کہ خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر دینا ہی صحیح ہے۔ اس شخص کے لیے جو کھڑا ہونے کی طاقت رکھتا ہو۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۷ عیدین کی نماز واجب ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز واجب ہے لیکن یہ بھی جمہور کے خلاف ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَجَمْهُورِ أَصْحَابِهِ وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ شَيْءٌ مُؤَكَّدٌ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَاجِبَةٌ (۳)

عیدین کی نماز امام شافعی، اس کے اصحاب اور جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واجب ہے۔

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجمعة باب فضل التهجير يوم الجمعة ج-۱ ص-۳۸۳، شرح حديث-۱۹۸۱، ۱۹۸۳

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجمعة باب في قوله تعالى (واذا راوا تجارة) ج-۱ ص-۳۸۸، شرح حديث-۱۹۹۳

(۳) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب صلاة العیدین ج-۱ ص-۳۱۱

مسئلہ نمبر ۸۸ عید الفطر کے دن تکبیرات نہ کہنی چاہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں تکبیرات کہنی چاہیں اور عید الفطر کے دن نہیں۔ یہ مسئلہ بھی جمہور کے خلاف ہے، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يُكَبِّرُ فِي الْخُرُوجِ فِي امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ عید الاضحیٰ کو جاتے ہوئے تکبیر کے الْأَضْحَى دُونَ الْفِطْرِ وَخَالَفَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوا لیکن عید الفطر کے لیے نکلتے وقت نہیں اور اس مسئلہ میں خود امام کے بِقَوْلِ الْجَمْعِ مَهْزُور۔^(۱)

اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے قول کی تائید کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۹ میت کو کافور لگانا مستحب نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غسل میت کے آخر میں کافور وغیرہ خوشبو لگانی مستحب نہیں حالانکہ جمہور اس کو مستحب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

فِيهِ اسْتِحْبَابُ شَيْءٍ مِنَ الْكَافُورِ فِي الْأَخِيرَةِ وَهُوَ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غسل میت کے آخر میں کافور لگانا مستحب ہے مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَنَا وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَجَمْعُهُمْ اور یہ ہمارے نزدیک متفق علیہ مسئلہ ہے اور جمہور علماء، امام مالک اور احمد اسی کے قائل ہیں مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مستحب نہیں۔^(۲)

مسئلہ نمبر ۹۰ میت کو وضو کرنا مستحب نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میت کو وضو کرنا مستحب نہیں، حالانکہ جمہور اس کو مستحب سمجھتے ہیں، چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :

فِيهِ اسْتِحْبَابُ وَضُوءِ الْمَيِّتِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کو وضو کرنا مستحب ہے وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجَمْعُ مَهْزُورٌ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا اور یہی ہمارا، امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مستحب نہیں۔^(۳)

مسئلہ نمبر ۹۱ خلوند کا اپنی مردہ بیوی کو غسل کرنا جائز نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلوند کو اپنی مردہ بیوی کا غسل کرنا جائز نہیں حالانکہ جمہور کا یہ مذہب نہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب صلاة العيدين باب ذكر اباحه خروج النساء ج-۶ ص-۳۱۹ شرح حديث-۲۰۵۲

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجنائز باب في غسل الميت ج-۷ ص-۶۰ شرح حديث-۲۱۹۵

(۳) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجنائز باب في غسل الميت ج-۷ ص-۸۰ شرح حديث-۲۱۴۲، ۲۱۴۳

وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُورِ أَنَّ لَهُ غُسْلَ
زَوْجِيَّهِ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَجُوزُ غُسْلُهَا^(۱) غسل کرنا جائز ہے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۹۲ کفن میں کرتہ اور عمامہ مستحب ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میت کے کفن میں کرتہ اور عمامہ مستحب ہے حالانکہ جمہور یہ نہیں کہتے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

هَكَذَا فَسَرَهُ الشَّافِعِيُّ وَجَمَهُورُ الْعُلَمَاءِ وَهُوَ الصَّوَابُ الَّذِي يَقْتَضِيهِ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ قَالُوا وَيَسْتَحِبُّ أَنْ لَا يَكُونَ فِي الْكَفَنِ قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَسْتَحِبُّ قَمِيصٌ وَعِمَامَةٌ^(۲) اسی طرح امام شافعی اور جمہور علماء نے اس حدیث کی تشریح کی ہے اور یہی درست مفہوم ہے جو ظاہر حدیث کے مطابق بھی ہے اور سب کا قول ہے کہ کفن میں قمیص اور عمامہ کا نہ ہونا مستحب ہے لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قمیص اور عمامہ پر مشتمل کفن بھی مستحب ہے

مسئلہ نمبر ۹۳ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے جبکہ جمہور سلف و خلف کا مسلک امام نووی نے لکھا ہے :
مَنْ يَقُولُ الْمَشْيُ وَرَاءَ الْجَنَازَةِ أَفْضَلُ مِنْ أَمَامِهَا وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَ جَمَهُورُ الصَّحَابَةِ وَالْقَائِمِينَ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَجَمَاهُورُ الْعُلَمَاءِ الْمَشْيُ قُدَّامَهَا أَفْضَلُ^(۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے اور جمہور صحابہ، تابعین، امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ جنازے کے آگے چلنا افضل ہے

مسئلہ نمبر ۹۴ جنازہ کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنازے کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے جبکہ جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَقَدْ يَحْتَاجُ أَبُو حَنِيفَةَ فِي أَنْ صَلَاةَ الْجَنَازَةِ لَا تُفْعَلُ فِي الْمَسْجِدِ وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْهُورِ جَوَازُهَا فِيهِ^(۴) تحقیق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دلیل پکڑتے ہیں کہ جنازے کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے جبکہ ہمارا اور جمہور کا یہ مذہب یہ ہے کہ جنازے کی نماز مسجد میں پڑھنی جائز ہے

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج-۷ ص-۹۰ شرح حدیث-۲۱۴۲، ۲۱۴۳

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج-۷ ص-۱۲ شرح حدیث-۲۱۴۷، ۲۱۴۸

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فضل الصلاة على الجنابة والباعها ج-۷ ص-۱۷ شرح حدیث-۲۱۸۹

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب التكبير على الجنابة ج-۷ ص-۲۳ شرح حدیث-۲۲۰۱

مسئلہ نمبر ۹۵

نماز جنازہ میں دو سلام

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں دو سلام کہے لیکن جمہور ایک سلام کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے :
 قَالَ جَمْعُهُمْ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً وَقَالَ
 الْقَوْرِي وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ تَسْلِيمَتَيْنِ^(۱)۔
 جمہور علماء نے کہا ہے کہ فقط ایک ہی سلام کہے اور ثوری اور ابو حنیفہ رحمہما اللہ اور شافعی وغیرہ کہتے ہیں کہ دو سلام کہے۔

مسئلہ نمبر ۹۶

شہید کو غسل دیا جائے، نماز نہ پڑھی جائے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شہید کافروں کی لڑائی میں قتل کیا جائے اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے، سو یہ مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
 وَأَمَّا الشَّهِيدُ الْمَقْتُولُ فِي حَرْبِ الْكُفَّارِ فَقَالَ
 مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَالْجَمْعُ لَا يُغْسَلُ وَلَا
 يُصَلَّى وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يُغْسَلُ وَلَا يُصَلَّى
 عَلَيْهِ^(۲)۔
 جو شہید کفار کی لڑائی میں قتل کیا جائے، سو امام شافعی اور مالک اور جمہور کہتے ہیں کہ نہ تو اس کو غسل دیا جائے اور نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے لیکن اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

مسئلہ نمبر ۹۷

گھاس اور لکڑی کے علاوہ سب میں زکوٰۃ ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گھاس اور لکڑی وغیرہ کے علاوہ زمین سے جو میوہ جلت، غلے اور خوشبو وغیرہ پیدا ہو سب میں زکوٰۃ ہے، سو یہ مسئلہ بھی جمہور سلف و خلف کے خلاف ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :
 اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي أَنَّهُ هَلْ تَجِبُ الزَّكَاةُ فِي كُلِّ مَا
 أَخْرَجَتِ الْأَرْضُ مِنَ الْقِمَارِ وَالزُّرُوعِ وَالرَّيَا جِنِينَ
 وَغَيْرِهَا إِلَّا الْحَشِيشَ وَالْحَطَبَ وَنَحْوَهُمَا أَمْ
 يَخْتَصُّ فَقَعَمَ أَبُو حَنِيفَةَ وَخَصَّصَ الْجَمْعُ^(۳)۔
 اختلاف کیا ہے لوگوں نے اس بات میں کہ سوائے گھاس اور لکڑی وغیرہ کے جو چیز زمین سے پیدا ہو سب میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سب میں واجب ہے اور جمہور کے نزدیک خاص چیزوں میں واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۸

زکوٰۃ فطر واجب ہے فرض نہیں

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ واجب ہے۔ جبکہ جمہور اسے فرض قرار دیتے ہیں، جیسا کہ امام نووی نے لکھا ہے :

(۱) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجنائز باب في التكبير على الجنائز ج- ۷ ص- ۲۷

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الجنائز باب ترك الصلاة على القاتل نفسه ج- ۷ ص- ۵۱ شرح حديث- ۲۲۵۹

(۳) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الزكاة باب ما فيه العشر او نصف العشر ج- ۷ ص- ۵۸ شرح حديث- ۲۲۶۱

فَقَالَ جَمَهُورُهُمْ مِّنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ جَمُورٌ عُلَاءِ سَلَفٍ وَخَلَفٍ كَتَبَ فِيهِ كِه اِس كَا مَعْنٰى يِه هِي كِه وَه وَاِجِب اور مَعْنَاهُ الزَّمُ وَأَوْجِبَ فَرَكُوَةُ الْفَطْرِ فَرَضُ لَازِم هِي سو زَكَاة فطر اِن كِه زَرْدِيك فَرَض عِيِن هِي اور اِبُو حَنِيفَه رَضِي عَنهُ وَاِجِبْ عِنْدَهُمْ وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ هِي وَاِجِبَةُ كَتَبَ فِيهِ كِه وَه وَاِجِب هِي فَرَض نِيَس- لِيَسْتَفَرَضَا- (1)

مسئلہ نمبر ۹۹ زکوٰۃ لینے والے پر صدقہ فطر واجب نہیں

امام ابو حنیفہ رَضِي عَنهُ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا حلال ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں یعنی جس شخص کے پاس نصاب سے کم مال ہو مثلاً تیس روپے ہوں یا چالیس ہوں تو اس پر صدقہ فطر دینا واجب نہیں۔ حالانکہ جمہور کا یہ مذہب نہیں جیسا کہ امام نووی رَضِي عَنهُ نے لکھا ہے :

وَفِيهِ دَلِيلٌ لِلشَّافِعِيِّ وَالْجَمَاهُورِ فِي أَنَّهَا تَجِبُ عَلَى مَنْ مَلَكَ فَاضِلًا عَنْ قُوَّتِهِ وَقُوَّتِ عِيَالِهِ يَوْمَ الْعَيْدِ وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ لَا تَجِبُ عَلَى مَنْ يَجِلُّ لَهُ اَخْذُ الزَّكَاةِ- (۲)

اس حدیث میں امام شافعی رَضِي عَنهُ اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے یعنی صدقہ فطر ہر اس شخص پر واجب ہے جو عید کے روز اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سلمان خور و نوش سے زائد کا مالک ہو۔ اس کے برعکس امام ابو حنیفہ رَضِي عَنهُ کہتے ہیں کہ صدقہ فطر دینا اس شخص پر واجب نہیں جس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے

مسئلہ نمبر ۱۰۰ عورت کا صدقہ فطر اس کے خلود پر واجب نہیں

امام ابو حنیفہ رَضِي عَنهُ فرماتے ہیں کہ عورت کا صدقہ فطر اس کے خلود پر واجب نہیں بلکہ خود عورت پر واجب ہے عورت خود اپنے پاس سے ادا کرے۔ ان کا یہ مسئلہ بھی مذہب جمہور کے مخالف ہے چنانچہ امام نووی رَضِي عَنهُ نے لکھا ہے :

وَقَوْلُهُ ذَكَرَ اَوْ اَتْنَى حُجَّةٌ لِلْكُوفِيِّينَ فِي اَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الزَّوْجَةِ فِي نَفْسِهَا وَعِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجَمَاهُورِ يَلْزَمُ الزَّوْجَ فَطْرُهُ زَوْجَتِهِ- (۳)

اور رسول اللہ ﷺ کا قول ”ذَكَرَ اَوْ اَتْنَى“ فقہائے کوفہ کے لیے حجت ہے۔ اس بارے میں کہ صدقہ فطر بیوی خود ادا کرے لیکن امام شافعی رَضِي عَنهُ اور جمہور کے نزدیک بیوی کا صدقہ فطر ادا کرنا خلود کے ذمے ہے

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاة باب زکاة الفطر علی المسلمین ج-۲ ص-۶۱ شرح حدیث-۲۲۷۵

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاة باب زکاة الفطر علی المسلمین ج-۲ ص-۶۳ شرح حدیث-۲۲۷۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکاة باب زکاة الفطر علی المسلمین ج-۲ ص-۶۳ شرح حدیث-۲۲۷۵

مسئلہ نمبر ۱۹ مسلمان باغیوں کے چوپایوں اور ہتھیاروں سے لڑائی

میں انتقال جائز ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان باغیوں کے چوپایوں اور ہتھیاروں سے لڑائی میں انتقال جائز ہے لیکن جمہور اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَلَا يَجُزُّ الْإِنْتِفَاعُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَوَاتِهِمْ حَالُ الْجَزْبِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ سَلَا حُجَّهِمْ فِي حَالِ الْحَرْبِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْقَرْبِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْقَرْبِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْقَرْبِ عِنْدَنَا (۱)

قراردیتے ہیں۔

وعلیٰ ہذا القیاس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل جو جمہور علماء سلف و خلف کے مخالف ہیں وہ تو بہت زیادہ ہیں لیکن بطور نمونہ ہم نے ایک سو ایک مسائل لکھ دیئے ہیں تاکہ اختلاف اپنے مسلک پر نظر ثانی کر سکیں۔ یہ درخواست ہم بحکم الدین النصیحة (دین خیر خواہی کا نام ہے) کر رہے ہیں ورنہ حاشا وکلا کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔ ہم سب کی یہ خواہش اور کوشش ہونی چاہیے کہ جو بات اقرب الی الصواب نظر آئے اسے قبول کر لیں اور اس سلسلہ میں کسی گروہی اور مسلکی تعصب کو دخل نہ ہونے دیں۔

بعض حضرات یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ جو جمہور کا لفظ بولتے ہیں اس سے ان کی مراد بعض تنبیہ:

جگہ جمہور علماء شافعیہ ہوتے ہیں۔

یہ محض خیال خام ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کی مراد وہی جمہور علماء ہیں جو ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے پہلے سلف صالحین، صحابہ و تابعین و تبع تابعین گزر چکے ہیں یا وہ علماء مراد ہیں جو مجتہدین کے ہم عصر اور ہم اقران ہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں اکثر جگہ خود ہی جمہور کی تفسیر، سلف و خلف، صحابہ و تابعین و من بعدہم کے ساتھ کر دی ہے۔ چنانچہ ان سو مسائل مذکورہ سے چوبیس مسائل میں یہاں بھی ان کی تفسیر موجود ہے کہ لفظ جمہور سے جمہور سلف و خلف، صحابہ و تابعین و من بعدہم مراد رکھتے ہیں۔ لہذا امام نووی کے کلام میں جمہور سے جمہور شافعیہ مراد لینا صحیح نہیں۔

ایک اور بات بھی ہے اگر جمہور سے ان کی مراد جمہور شافعیہ ہوتی تو پھر ان کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نام لینا مناسب نہیں تھا بلکہ ان کے مقابلہ میں حنفیہ کا لفظ بولا جاتا۔ نیز جمل ان کی مراد حقیقتاً جمہور شافعیہ ہوتے ہیں تو وہ خود ان کی تفسیر جمہور اصحابنا کے لفظ سے کر دیتے ہیں، مطلق جمہور کا لفظ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں جمل بولتے ہیں اس سے ان کی مراد جمہور شافعیہ ہرگز نہیں ہوتے بلکہ جمہور سلف و خلف، صحابہ و تابعین وغیرہ ہوتے ہیں۔

فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں

ایک اور مغالطہ جو مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیتے ہیں یہ ہے کہ فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں۔ یہ دعویٰ فتح المبین میں کیا گیا ہے۔ جو اباعرض ہے کہ یہ دعویٰ سراسر غلط ہے۔ اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل تو اس قدر صحیح احادیث کے خلاف ہیں کہ اگر سب کو بیان کیا جائے تو ایک بڑا دفتر تیار ہو جائے۔ اس سے پیشتر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایسے ہی ایک سو مسائل ظفر المبین حصہ اول میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں مزید ایک سو مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اور اس تذکرہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بد مذہبوں کی کتب و سنت کے واضح احکام پر عمل کریں اور روش تقلید سے باز آجائیں۔

یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا ان کے اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہمارے بیان کردہ مسائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف بھی ہوں تو ہمارے پیرو لانا ان مسائل پر ہی عمل کریں بلکہ ان نیک نماز بزرگوں نے تو صاف صاف کہہ دیا ہوا ہے کہ جہاں ہمارے فقہی اقوال احادیث صحیحہ سے متصلاً ہوں وہاں ہمارے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الظفر المبین جلد اول جواب چوتھا مغالطہ) لہذا آج اگر کسی خاص فقہ کی تقلید پر اصرار کیا جاتا ہے تو اس میں ان مرحوم و مغفور بزرگوں کا کوئی قصور نہیں، وہ ہر لحاظ سے بری ہیں۔ قصور ان کے مقلدین کا ہے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہادات کو بہر صورت واجب العمل ٹھہراتے ہیں۔ یہی حضرات ہماری گزارشات کے مخاطب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سو مسائل جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں

بلی کا جو ٹھا مکروہ ہے

مسئلہ نمبر ۱

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بلی کا جو ٹھا مکروہ ہے۔ عبارت ہدایہ کی یہ ہے: **وَسُورَةُ الْهَرَّةِ طَاهِرَةٌ مَكْرُوهَةٌ** ^(۱) ”بلی کا جو ٹھا پاک اور مکروہ ہے۔“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو حسب ذیل تین احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث موطا مسند امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ میں کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ ابن ابی قتلبہ رحمہ اللہ کی البیہ ہیں۔

أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوءًا فَجَاءَتْ هَرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَاصْغَى لَهَا الْأَنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبِشَةُ فَرَأْنِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ اتَّعَجِبِينَ يَا بِنْتَ أَخِي فَقَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ

تحقیق ابوقتلبہ رحمہ اللہ گھر آئے اور میں نے ان کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ ایک بلی آئی اور (اس) برتن سے پانی پینے لگی۔ اس پر ابوقتلبہ رحمہ اللہ نے برتن کو ٹیڑھا کر دیا۔ یہاں تک کہ بلی نے سیر ہو کر پانی پی لیا۔ کبشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب ابوقتلبہ رحمہ اللہ نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی

فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِتَحَسٍّ إِنَّهَا مِنَ الظَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالظَّوَّافَاتِ ^(۱) أَخْرَجَهُ أَيْضًا الْبَيْهَقِيُّ وَصَحَّحَهُ الْبُخَارِيُّ وَالْعَقِيلِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ جَبَّانَ وَالْحَاكِمُ وَالْذَّارِ قُطَيْبِيُّ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَجَوَّدَهُ مَالِكٌ تَخْرِيجًا۔

طرف دیکھ رہی ہوں تو مجھے کہنے لگے ”میرے بھائی کی بیٹی کیا تو میرے اس فعل سے متعجب ہے؟ کبشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے کہا ”ہاں“ تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ (بی) نجس اور ٹپاک نہیں ہے یہ تمہارے گھروں میں ادھر ادھر پھرنے والے جانوروں میں سے ہے۔

دوسری حدیث سنن ابی داؤد میں داؤد بن صلح سے مروی ہے، وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں (جو کسی عورت کی نوعمری تھی)

أَنَّ مَوْلَانَهَا أَرْسَلَهَا بِهَرَسَةِ إِلَى عَائِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدْتُهَا تُصَلِّي فَاشَارَتْ إِلَيَّ أَنْ ضَعِيهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَآكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَائِشَةُ مِنْ صَلَوتِهَا آكَلْتُ مِنْ حَيْثُ آكَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِتَحَسٍّ إِنَّهَا مِنَ الظَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ بِفَضْلِهَا۔ (مشکوٰۃ باب احکام المیاء) ^(۲)

تحقیق اس کی مالکہ نے اسے ہرہ سے دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اس نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، سو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ہاتھ سے یا سر سے) اشارہ کیا کہ اس طعام کو یہاں رکھ دے۔ چنانچہ ایک بی بی آئی اور اس نے ہرہ سے کچھ کھا لیا پس جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی نماز سے فارغ ہوئیں تو اسی جگہ سے کھانے لگیں جس جگہ سے بی بی نے کھایا تھا نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بی بی ٹپاک نہیں ہے۔ تحقیق وہ تم پر طواف کرنے والوں میں سے ہے اور تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو بی بی کے جوٹھے کے ساتھ وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تیسری حدیث شرح سنہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا أَفْضَلُ الْخُمْرِ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّمَا أَفْضَلُ السِّبَاغِ كُلِّهَا۔ ^(۳)

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے جوٹھے (پانی) سے وضو کر لیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اور نہ صرف ان کے جوٹھے سے بلکہ تمام درندوں کے جوٹھے سے بھی وضو کر لیا کرو۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱ ص-۱۵۰ حدیث-۳۸۲ (صحیح)

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب مؤر الہرۃ ج-۱ ص-۳۱ حدیث-۷۲ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱ ص-۱۵۰ حدیث-۳۸۳ (ضعیف)

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱ ص-۱۵۱ حدیث-۳۸۳ (ضعیف)

فائدہ: ان احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بلی کا جو ٹھاپاک ہے مکروہ نہیں۔ اگر مکروہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کے جوٹھے سے وضو نہ کرتے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ پاکیزہ اور مکروہات سے بچنے والا اور کوئی نہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ بلی کا منہ اور اس کا جوٹھاپاک ہے اور یہی امام شافعی اور ہادی کا مذہب ہے۔

حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو اس کا ان کے پاس کچھ جواب نہیں۔ لاچار ہو کر وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث کو حدیث الہیۃ سنیع نے منسوخ کر دیا ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، لہذا اس سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں، جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: **پہلا جواب:** **ہے: وَأَيْضًا حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّيْنِيِّ اسْتَدَّلَ بِهِ أَبُو حَنِيفَةَ فِيهِ مَقَالٌ۔** ”جس حدیث سے ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دلیل پکڑی ہے، اس میں کلام ہے۔“

دوسرا جواب: بفرض محال اگر اس کو صحیح بھی مانا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہیں بلکہ خود حدیث الہیۃ سنیع ان احادیث کے بعد منسوخ ہو جاتی ہے۔ **فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔**

تیسرا جواب: اس حدیث کو ناخ تو جب ٹھرایا جاتا جبکہ ان احادیث سے بلی کے گوشت کی حلت ہوتی۔ جبکہ ان میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں بلکہ ان سے تو فقط اس کے جوٹھے کی حلت و طہارت معلوم ہوتی ہے اور اس میں اس کے گوشت کا حکم ہے، سو جب شارع علیہ السلام نے اس کے جوٹھے کو پاک ٹھرایا تو اب ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں اس کے جوٹھے کو اس کے گوشت پر قیاس کر لینا فاسد ہے۔

چوتھا جواب: جب طواف کی علت سے اس کے جوٹھے کی نجاست جاتی رہے تو اسی علت کی وجہ سے اس کی کراہت بطریق اولیٰ جاتی رہے گی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس علت سے ایسا برا حکم نجاست تو جاتا رہے مگر کراہت کا حکم اس علت سے باقی رہے، پھر نجاست کے دفع کرنے کی کیا حاجت تھی، جب کراہت باقی رہے۔

پانچواں جواب: نسخ کے باب میں تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر نسخ ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ (پہلی شرط) یہ کہ ناخ اور منسوخ قوت اور صحت میں مساوی ہوں۔ (دوسری شرط) ناخ کا

منسوخ سے متاخر ہونا ثابت ہو جائے۔ (تیسری شرط) ناخ اور منسوخ میں تطبیق ممکن نہ ہو۔ چنانچہ نخبہ اور اس کی شرح میں لکھا ہے: **وَأَنْ غَوِرَ ضَبْمُهُ فَإِنْ أَمَكَّنَ الْجَمْعُ فَهُوَ التَّوَعُّدُ الْمُسَمَّى بِمُخْتَلَفِ الْحَدِيثِ وَإِنْ لَمْ يُمْكِنْ الْجَمْعُ فَلَا يَخْلُو إِمَّا أَنْ يُعْرَفَ التَّارِيخُ أَوْ لَا فَإِنْ عُرِفَ وَثَبَتَ الْمُنَاقَرَةُ فَهُوَ النَّاسِخُ وَالْأَخِيرُ الْمُنْسُوخُ۔**

اور امام الکلام میں لکھا ہے: **وَأَمَّا ثَانِيًا فَلَاَنْ دَعَوَى النَّاسِخِ إِنَّمَا يُحْتَاجُ إِلَيْهَا إِذَا تَعَدَّرَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا قَالَ الْحَازِمِيُّ فِي كِتَابِ النَّاسِخِ وَالْمُنْسُوخِ إِدْعَاءُ النَّاسِخِ مَعَ إِمْكَانِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَدِيثَيْنِ عَلَى خِلَافِ الْأَصْلِ إِذْ لَا عِبْرَةَ بِمُجَرَّدِ التَّارِيخِ انْتَهَى۔** (۱)

حاصل کلام اس کا یہ ہے کہ محض متاخر ہونا بھی ثبوت نسخ پر دلیل نہیں ہو سکتا ہے۔ جب تک کہ دونوں میں تطبیق ممکن ہو۔ اب یہاں ان تینوں شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی، نہ تو ناخ قوت میں منسوخ کے مساوی ہے اور نہ ناخ کا

منسوخ سے متاخر ہونا ثابت ہے اور نہ تطبیق غیر ممکن ہے بلکہ ان میں تطبیق اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ حدیث الہرة سبع سے گوشت کی نجاست مراد لی جائے اور دوسری احادیث سے اس کے جوٹھے کی طہارت یا تطبیق کی یہ صورت اختیار کر لی جائے جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :

وَأُجِيبُ بِأَنَّ حَدِيثَ الْبَابِ مُصَرَّحٌ بِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ فَيُخَصَّصُ بِهِ غُثُومُ السَّبَاعِ بَعْدَ تَسْلِيمِمْ وَرُودِ مَا يَقْضِي نَجَاسَةَ السَّبَاعِ وَأَمَّا مُجَرَّدُ الْحُكْمِ عَلَيْهَا بِالسَّبْعِيَّةِ فَلَا يَسْتَلْزِمُ أَنَّهَا نَجَسٌ إِذْ لَا مُلَازِمَةَ بَيْنَ النَّجَاسَةِ وَالسَّبْعِيَّةِ-^(۱)

اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس بات کی حدیث صراحت کرتی ہے کہ بلی نجس نہیں۔ لہذا درندوں کو نجس ثابت کرنے والی حدیث کو تسلیم کرنے کے بعد درندوں کے عموم میں بلی کی تخصیص کر دی جائے گی۔ بلی پر محض درندہ ہونے کا حکم لگانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ اسے نجس قرار دیا جائے کیونکہ درندگی اور نجاست لازم و ملزوم نہیں۔

پس ان وجوہ سے دعویٰ تنجیح باطل ہو گیا، واللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر ۲ درندے اور چوپایوں کا جوٹھا نپاک ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک اور حدیث کے خلاف مسئلہ یہ ہے جو ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ درندے چوپایوں کا جوٹھا نجس اور نپاک ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے : وَشَوْزُ سَبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجَسٌ۔^(۲) اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو حسب ذیل احادیث کے خلاف ہے۔

پہلی حدیث جابر رضی اللہ عنہ جو مسئلہ اول میں گزر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام چوپائے اور درندوں کے جوٹھے سے وضو کرنا جائز ہے۔

دوسری حدیث موطا امام مالک اور رزین میں یحییٰ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِي رَكْبٍ فِيهِمْ عُمَرُو بْنُ الْعَاصِ حَتَّى وَرَدُوا حَوْضًا فَقَالَ عُمَرُو يَأْصَاجِبُ الْحَوْضَ هَلْ تَرُدُّ حَوْضَكَ السَّبَاعِ فَقَالَ عُمَرُو بْنُ الْخَطَّابِ يَأْصَاجِبُ الْحَوْضَ لَا تُخْبِرُنَا فَإِنَّا نَرُدُّ عَلَى السَّبَاعِ وَتَرُدُّ عَلَيْنَا^(۳) وَزَادَ رَزِينٌ قَالَ زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِي قَوْلِ عُمَرَ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ

تحقیق عمر رضی اللہ عنہ چند سواروں میں (کسی طرف کو) نکلے ان میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے یہاں تک کہ ایک حوض پر وارد ہوئے پس عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے صاحب حوض کیا تیرے حوض پر درندے بھی پانی پیتے ہیں، سو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے صاحب حوض ہم کو خبر مت دے۔ پس تحقیق ہم درندوں پر وارد ہوتے ہیں اور وہ ہم پر وارد ہوتے ہیں (یعنی ان کا جوٹھا ہم پیتے ہیں اور ہمارا جوٹھا وہ پیتے ہیں) اور عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں بعض راویوں نے یہ بھی زیادہ کہا ہے کہ تحقیق

(۱) نیل الاوطار کتاب الطہارۃ باب سؤر الہرج-۱- ص-۷۷

(۲) ہدایہ کتاب الطہارات فصل فی الاساء وغیرہا ج-۱- ص-۳۵

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱- ص-۱۵۱- حدیث-۳۸۶ (صحیح)

لَهَا مَا أَخَذَتْ فِي بَطُونِهَا وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَنَا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے جو درندوں نے اپنے پیٹوں
ظُهُورُ وَشُرَابُ۔^(۱) میں لے لیا وہ ان کا ہوا اور جو بقی بچ رہا وہ ہمارے لیے پاکیزہ اور پینے کے قابل ہے۔

تیسری حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے جو مسئلہ نمبر ۳ میں ابھی آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ گدھے کا جو ٹھانپاک ہے

ایک اور مخالف حدیث مسئلہ یہ ہے جو ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ گدھے کا جو ٹھانپلید اور ٹپاک ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ
ہے: وَسُورُ الْجَمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْكُوكٌ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ نَجَسٌ تَرَجِيحُهَا لِلْحُرْمَةِ وَالنَّجَاسَةِ۔^(۲) گدھے اور حجر کا جو ٹھانپلید
ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نجس اور ٹپاک ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔
پہلی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو مسئلہ نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

دوسری حدیث ابن ماجہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْجِيَا ضِ تحقیق رسول اللہ ﷺ سے ان حضروں کے متعلق پوچھا گیا جو مکہ اور
النَّبِيِّ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ تَرْدُهَا السَّبَاعُ مدینہ کے درمیان ہیں اور جن پر درندے اور کتے اور گدھے وارد
وَالْكِلَابُ وَالْحُمُرُ عَنِ الظُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا ہوتے ہیں، سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو انہوں نے اپنے شکموں
مَا حَمَلَتْ فِي بَطُونِهَا وَلَنَا مَا غَبَرَ ظُهُورُ۔^(۳) میں اٹھالیا، سو ان کا ہوا اور جو بقی بچ گیا وہ ہمارے لیے پاک ہے۔ ☆

مسئلہ نمبر ۴ جن جانوروں کا گوشت کھلیا جاتا ہے، ان کا پیشاب

نپاک ہے

ایک اور مسئلہ جو مخالف حدیث ہے وہ ہے جو کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جن چیزوں کا گوشت کھلیا جاتا
ہے۔ ان کا پیشاب نپاک ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے: وَأَصْلُهُ أَنَّ بَوْلَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ ظَاهِرٌ عِنْدَهُ نَجَسٌ عِنْدَهُمْ أَكَّ
چل کر ہدایہ میں لکھا ہے: وَلَا تَنَّهُ يَسْتَحِيلُ إِلَى تَنَنٍ وَفَسَادٍ فَصَارَ كَبُولِ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ۔^(۴) ”جن جانوروں کا گوشت کھلیا

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المیاء ج-۱ ص-۱۵۱ حدیث-۳۸۷

(۲) ہدایہ کتاب الطہارات فصل فی الاسار وغیرہا ج-۱ ص-۳۶۱ ۳۷۷

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب احکام المیاء ج-۱ ص-۱۵۲ حدیث-۳۸۸ (ضعیف)

(۴) ہدایہ کتاب الطہارات فصل فی البیر ج-۱ ص-۳۲

☆ درندوں اور چوہیوں کے جوٹھے کے پاک ہونے کے بارے میں درج ذیل حدیث بھی ہے، جو ابوداؤد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :
سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَتَوَلَّاهُ مِنَ الدُّوَابِّ وَالسَّبَاعِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ فَلْتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ
الْخَبَثَ۔ ”رسول اللہ ﷺ سے اس پانی کے بارے میں سوال کیا گیا جس سے چوہائے اور درندے پیتے ہوں تو آپ نے فرمایا جب پانی دو ٹپوں تو
نپاک نہیں ہوتا۔ انظر صحیح ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب ما ينجس الماء ج-۱ ص-۲۸ حدیث-۱۳ (صحیح)

اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن کئی طرق سے درجہ حسن لغیرہ کو پہنچ گئی ہے۔

جواب: اس حدیث میں عام پیشاب مراد نہیں ہے بلکہ فقط آدمی کا پیشاب مراد ہے۔ چنانچہ امام شوکانی نے نیل

○ چاروں اماموں کے نزدیک کتب اللہ کے عام کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ مطلقاً جائز ہے خواہ اس سے پہلے قطعی کے ساتھ تخصیص ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ مولوی عبدالحی نے اپنے رسالہ امام الکلام کے حاشیہ میں لکھا ہے: وَأَمَّا بِخَبَرِ الْوَاحِدِ فَقَدْ بَيَّنَّاهُ الْأَكْثَرُ الْأَيْضَ (۴) رہا خبر واحد کے ساتھ تخصیص کا معاملہ تو چاروں اماموں نے اسے جائز رکھا ہے۔

○ عموم کی قطعیت باعتبار الفاظ اور متن کے ہے نہ کہ معنی اور دلالت کے اعتبار سے، باعتبار معنی تو وہ ظنی ہے اور تخصیص خبر واحد کے ساتھ معنی میں واقع ہوئی ہے نہ متن میں پس قطعیت عام کی تخصیص خبر واحد ظنی کے منافی نہیں،
هَكَذَا حَقَّقَهُ الْعَلَامَةُ فِي التَّلْوِيحِ۔

(٢) مشكوة باب تطهير النجاسات-

(٣) نيل الاوطار كتاب الطهارة باب الرخصة في بول ما يؤكل لحمه ج-١ ص-١٢

(٣) امام الكلام-

(۵) تلویح۔

مسئلہ نمبر ۵

اذان میں ترجیع جائز نہیں

ہدایہ و مرقت وغیرہ میں لکھا ہے کہ وَلَا تَرْجِعْ فِیْہِ (۱) ”اذان میں ترجیع جائز نہیں ہے“

ترجیع اس کو کہتے ہیں کہ اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کو چار مرتبہ

کا بیان بھی آتا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو حدیث کے خلاف ہے جیسے صحیح مسلم میں ابی مخذومہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

رسول اللہ ﷺ نے بذات خود مجھ کو اذان سکھائی، سو آپ نے فرمایا کہو: اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے، میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے، میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے، میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ تحقیق محمد اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ تحقیق محمد اللہ کے رسول ہیں پھر دوبارہ کہے تو گواہی دیتا ہوں میں کہ نہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے، گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، آؤ نماز کی طرف، آؤ نماز کی طرف، آؤ نجات کی طرف، آؤ نجات کی طرف، اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے، میں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے:

فِي هَذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ بَيِّنَةٌ وَدَلَالَةٌ وَاصِحَةٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَجَمَهُورِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ التَّرَجُّعَ فِي الْأَذَانِ نَابِتٌ مَشْرُوعٌ وَهُوَ الْعَوْدُ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ مَرَّتَيْنِ بَرَفْعِ الصَّوْتِ بَعْدَ قَوْلِهِمَا بِخُفْضِ الصَّوْتِ وَقَالَ

اس حدیث میں امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کے مذہب کے لیے بڑی واضح دلالت اور بلیغ حجت ہے یعنی یہ کہ اذان میں ترجع ثابت اور جائز ہے اور ترجع کا مطلب شہادتین کو پست آواز سے ادا کرنے کے بعد بلند آواز سے دو مرتبہ دہرانا ہے۔ لیکن مذہب جمہور کے برعکس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور فقہائے کوفہ کا کہنا ہے کہ حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ

(١) هداية كتاب الصلاة باب الاذان ج-١، ص-٨٤

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الاذان ج-۱ ص-۲۰۲ حدیث-۶۳۲

ابُو حَنِيفَةَ وَالْكُوفِيُّونَ لَا يُشْرَعُ التَّرَجُّعُ
عَمَلًا بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ فَإِنَّهُ لَيْسَ فِيهِ
تَرْجُّعٌ وَحُجَّةُ الْجَمْعُ هُوَ هَذَا الْحَدِيثُ
الصَّحِيحُ وَالزِّيَادَةُ مُقَدَّمَةٌ مَعَ أَنَّ حَدِيثَ أَبِي
مَحْذُورَةَ هَذَا مُتَأَخَّرٌ عَنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
زَيْدٍ فَإِنَّ حَدِيثَ أَبِي مَحْذُورَةَ سَنَةٌ ثَمَانٍ مِّنَ
الْهَجْرَةِ بَعْدَ حُثَيْنٍ وَحَدِيثُ ابْنِ زَيْدٍ فِي أَوَّلِ
الْأَمْرِ وَانْضَمَّ إِلَى هَذَا كُلِّهِ عَمَلُ أَهْلِ مَكَّةَ
وَالْمَدِينَةِ وَسَائِرِ الْأَمْصَارِ^(۱)

پر عمل کرنے کی وجہ سے ترجیع جائز قرار نہیں پاتی۔ کیونکہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجیع کا ذکر نہیں۔ ادھر جمہور کی جت یہی صحیح حدیث ہے اور حدیث میں زیادتی مقدم ہے۔ لہذا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بعد کی ہے۔ اس لیے کہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے جبکہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق سنہ ۸ھ جنگ حنین کے بعد کے زمانے سے ہے اور اسی روایت ابی محذورہ رضی اللہ عنہ پر مکہ، مدینہ اور تمام دیار و امصار کے رہنے والوں کا عمل ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تعلیم کے لیے چار مرتبہ سکھایا تھا۔ اس کا جواب کئی طرح سے ہے۔

پہلا جواب: جب آپ کو تعلیم ہی دینا مقصود تھا تو پھر فقط شہادتین ہی پر آپ نے کیوں اکتفا فرمایا۔ دوسرے کلمات کو چار مرتبہ کیوں نہیں دوہرایا یا فقط ان کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔

دوسرا جواب: ابو داؤد کی روایت میں صاف آگیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا پہلے دو مرتبہ اپنی آواز کو پست کر اور پھر دو مرتبہ شہادتین کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کر، تَخْفِضُ بِهَا صَوْتُكَ ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتُكَ بِالشَّهَادَةِ۔^(۲) پس اگر تعلیم کی غرض ہوتی تو اول دو مرتبہ آواز پست کرانی اور پھر دو مرتبہ آواز بلند کرانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ کیا تعلیم کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ ایک بار آہستہ آواز سے کہلوائے اور ایک بار بلند آواز سے کہلوایا جائے۔

تیسرا جواب: ابو داؤد، ترمذی اور دارمی وغیرہ کی روایت میں خود ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اذان کے انیس کلمے سکھائے اور اقامت کے سترہ کلمے سکھائے۔ پس اگر یہ تعلیم تھی تو انہوں نے انیس کلمے کہاں سے بنائے، سترہ کلمے کہنے لازم تھے۔ نیز یہ ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے پھر سترہ کلمے بھی تعلیم ہی سمجھے جائیں گے اور اس کے ساتھ اقامت کے کلمات دو دو چار چار مرتبہ کہنے پر استدلال صحیح نہیں ہو گا حالانکہ حنفیہ اسی سترہ کلمے والی حدیث سے اقامت کے کلمات دو دو چار چار مرتبہ کہنے پر دلیل لاتے ہیں۔ فَمَا هُوَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ پس معلوم ہوا کہ حنفیوں کی یہ تاویل قطعاً باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۶ اقامت کیلئے بھی اذان کی طرح پورے کلمات کہے جائیں

مرقات وغیرہ میں لکھا ہے کہ اقامت نماز میں تکبیر کے سوا اور سب کلمات کو ایک ایک بار یعنی گیارہ کلمے کہنا جائز نہیں

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب صفة الاذان ج-۲ ص-۳۰۳ شرح حدیث-۸۴۰

(۲) ابو داؤد کتاب الصلاة باب کیف الاذان ج-۱ ص-۹۹ حدیث-۳۷۲ (صحیح)

بلکہ جتنی مرتبہ اذان میں سب کلمات کہے جاتے ہیں یعنی سترہ کلمے اقامت کے وقت بھی اتنے ہی کلمات کہے جائیں۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔
پہلی حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ ذَكَّرُوا النَّارَ وَالنَّافُوسَ فَذَكَّرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأَمَرَ بِلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ. ^(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا (یعنی اذان شروع ہونے سے پہلے صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس سے سب لوگ نماز کے وقت جمع ہو جلیا کریں۔ کسی نے یہ کہا کہ نماز کے وقت آگ جلیا کرو اور بعضوں نے کہا کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس بناؤ، اس کی آواز سن کر لوگ جمع ہو جلیا کریں گے اور بعضوں نے کچھ اور کہا یہاں تک کہ اذان شروع ہو گئی، پس حکم کیا گیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ اذان کے کلمات کو دہرا کر کہا کرے اور اقامت کے وقت ایک ایک کلمہ کہا کرے۔

دوسری حدیث ابوداؤد، نسائی اور سنن دارمی میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

كَانَ الْأَذَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. ^(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان کے کلمے دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے اور اقامت کے کلمے ایک ایک مرتبہ مگر وہ قد قامت الصلوة کو دو مرتبہ کہتے تھے۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی، احمد اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمے ہیں، انتہی۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اذان کے مکرر کہنے اور اقامت کے ایک بار کہنے میں حکمت یہ ہے کہ اذان غائب لوگوں کو اطلاع دینے کے لیے ہے۔ پس اس کے کلمات کو دوبارہ کہا جاتا ہے تاکہ دور والے لوگوں کو اچھی طرح اطلاع ہو جائے اور اقامت حاضر لوگوں کے لیے ہے۔ پس اس کے کلمات کو دوبارہ کہنے کی کچھ حاجت نہیں ہے، انتہی۔ ^(۳) اور حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے :

هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْإِقَامَةَ فُرَادَى وَهُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الزُّهْرِيُّ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَحْمَدُ. ^(۴)

اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ اقامت کا ایک ایک کلمہ ہے اور یہی صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم کا مذہب ہے اور یہی مذہب زہری، امام مالک، امام شافعی، اوزاعی اور احمد کا ہے، انتہی۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الاذان ج-۱ ص-۲۰۲ حدیث-۱۳۱

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب فی الاقامة ج-۱ ص-۱۵۳ حدیث-۵۱۰ (حسن)

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب الامر بشفع الاذان وابتار الاقامة ج-۳ ص-۲۰۱ شرح حدیث-۸۳۶

(۴) صحیح مسلم-

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ اس حدیث ابی حمزہؓ سے سند لاتے ہیں جو اوپر گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اقامت کے سترہ کلے تعلیم فرمائے۔

جواب: اس حدیث سے ایک مرتبہ اقامت کہنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ دونوں طرح سے جائز ہے کبھی اس طرح سے اور کبھی اس طرح فرمادیا۔ ایک سے دوسرے طریق کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی ورنہ بلالؓ کی حدیث سے بھی سترہ کلے کی ممانعت ثابت ہو جائے گی اور اس کا حنفی کچھ جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فہما ہو جو ابکم فہو جو ابنا۔

علاوہ ازیں افراد اقامت کی حدیث بالکل صحیح ہے اس لیے کہ متفق علیہ ہے۔ لہذا اس کو ہر وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔ نیز اگر اس سے افراد اقامت کی ممانعت نکلی جائے تو ترجیح اذان میں واجب ہو جائے گی اور بلالؓ وغیرہ کی اذان جو سترہ کلے ہیں بالکل ممنوع ہو جائے گی۔ اس لیے کہ بلالؓ وغیرہ کی حدیث میں تنزیہ اذان کا بیان بھی افراد اقامت کے ساتھ ہی مذکور ہے۔ دونوں کا حکم ایک ہی سلسلہ میں مسطور ہے۔ پس اگر ممانعت ہوگی تو دونوں کی ہوگی نہ کہ ایک کی۔ پس دونوں شقوں میں سے حنفیہ جس کو اختیار کریں گے سخت مشکل درپیش آئے گی اور اہل حدیث کا مطلب ثابت ہو جائے گا، واللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر ۷ پیشاب، پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا

جائز نہیں

ہدایہ، مرقات، درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا عمارتوں کے اندر بھی جائز نہیں۔ عمارتیں اور میدان حرمت میں برابر ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور یہ ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے :

قَالَ ارْتَفَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي ابْن عمرؓ نے کہا کہ میں اپنے کسی کام کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا فَوَافَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِقَضَائِهِ حَاجَتَهُ کے گھر کی چھت پر چڑھا، سو میں نے رسول اللہ ﷺ کو قبلہ کی طرف مُسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلُ الشَّامِ۔^(۱) پیٹھ کر شام کی طرف منہ کر کے پاخانہ کرتے ہوئے دیکھا۔

(حدیث نمبر ۲) — مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ أَتَاسًا يَكْرَهُونَ اسْتِقْبَالَ تحقیق نبی ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ اپنے فرجوں کے ساتھ قبلہ کی الْقِبْلَةَ بِفُرُوجِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْقَدْ طرف منہ کرنے کو مکروہ جانتے ہیں، سو نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا انہوں نے یہ کام کیا ہے، انہوں نے میری پیٹھ کو قبلہ کی طرف پھیر دیا۔^(۲)

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۰۹ حدیث-۳۳۵

(۲) ابن ماجہ کتاب الطہارۃ ومسندہا باب الرخصة فی ذلک فی الکلیف ج-۱ ص-۱۱۷ حدیث-۳۲۳ (حسن)

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(حدیث نمبر ۳) — ابو داؤد ترمذی وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ فَإِنَّهُ قَبْلُ أَنْ يَقْبِضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا وَاسْتَاذُهُ حَسَنٌ^(۱)

رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ ہم قبلے کی طرف بول و براز کے وقت منہ کریں لیکن میں نے آپ کو انتقال سے ایک سال پہلے دیکھا کہ آپ قبلے کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔

(حدیث نمبر ۴) — ابو داؤد وغیرہ میں مروان اصغر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبْزُلُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ بَلَى إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْقَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَشْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ^(۲)

میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے اپنی سواری کو قبلہ کے رخ بٹھلایا پھر اس طرف پیشاب کرنے کو بیٹھ گئے۔ میں نے کہا (مروان کا قول ہے) اے ابا عبد الرحمن (ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کنیت ہے) کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟ انہوں نے کہا ہاں اس سے فقط میدان ہی میں منع کیا گیا ہے اور جب تیرے اور قبلے کے درمیان کوئی ایسی چیز ہو جو تجھ کو پردہ کر لے تو اس کی طرف رخ کرنے میں ڈر نہیں۔

فائدہ : امام نووی نے لکھا ہے :

فَهَذِهِ أَحَادِيثٌ صَحِيحَةٌ مُصَرِّحَةٌ بِالْحَوَازِ فِي الْبُيَّانِ وَحَدِيثُ أَبِي أَيُّوبَ وَسَلْمَانَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِمْ وَرَدَّتْ بِالنَّهْيِ فَيَحْمَلُ عَلَى الصَّحْرَاءِ لِيُجْمَعَ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ بَأَنَّهُ إِذَا أَمَكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ لَا يُضَارُّ إِلَى تَرْكِ بَعْضِهَا بَلْ يَجِبُ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَالْعَمَلُ بِجَمِيعِهَا وَقَدْ أَمَكَنَ الْجَمْعُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا فَوَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ^(۳)

یہ احادیث صحیحہ (بول و براز کے لیے) عمارتوں میں استقبال قبلہ کے جواز کی تصریح کرتی ہیں اور ابویوب، سلمان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث جو مطلق نہی میں وارد ہوئی ہیں، ان کو میدان پر محمول کیا جائے گا تاکہ احادیث میں تطبیق ہو جائے اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ جب احادیث میں تطبیق ممکن ہو تو بعض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے بلکہ سب میں تطبیق دینا اور سب پر عمل کرنا واجب ہے اور یہی تطبیق ممکن ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، لہذا تطبیق دینا واجب ہے۔

یا جواز کی احادیث ممانعت کی احادیث کے عموم کی تخصیص ہو جائیں گی۔ ان وجوہات کے تحت جو مسئلہ چہارم میں مذکور ہو چکی ہیں پس ہر صورت ممانعت عمارتوں کو شامل نہ ہوگی اور عمارتوں میں قبلے کی طرف سامنا کر کے پیشاب یا پاخانہ کے لیے بیٹھنا جائز رہے گا امام نووی نے لکھا ہے کہ یہی مذہب امام مالک، شافعی، عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور شعبی

(۱) صحیح ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الرخصة فی ذالک ج-۱ ص-۱۵ حدیث-۱۳ (حسن)

(۲) صحیح ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب کراهیۃ استقبال القبلة عنه قضاء الحاجة ج-۱ ص-۱۵ حدیث-۱۱ (حسن)

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الطہارۃ باب الاستطابة ج-۳ ص-۱۳۶ شرح حدیث-۶۵، ۶۴

اور اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل وغیرہ کا ہے، انتہی۔ اور فتح الباری میں لکھا ہے :

وَلَوْلَا أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ دَلَّ عَلَى تَخْصِيصِ
اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث عمارتوں میں (بول و براز کے لیے استقبال قبلہ
ذَلِكَ بِالْإِنِّيَّةِ لَقَلْنَا بِالتَّعْمِيمِ لَكِنَّ الْعَمَلَ
کے جواز کی) تخصیص نہ کر دیتی تو ہم بھی عمومی (ممانعت) کے قائل
ہوتے لیکن جب دونوں دلیلوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو ایک دلیل کو لغو
بِالدَّلِيلَيْنِ أَوَّلَى مِنَ الْغَايَةِ أَحَدَهُمَا۔^(۱)
قرار دینا اچھا نہیں۔

تنبیہ: بعض حنفیہ ان احادیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ منسوخ ہیں۔ ایسا کسی عذر کی بنا پر تھا یا رسول اللہ ﷺ
کا یہ خاصا ہے، دوسروں کے لیے جائز نہیں یا پاخانہ سے کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کیا ہو گا۔ راوی
نے یہ خیال کیا کہ پاخانہ کر رہے ہیں وغیرہ۔

جواب: عرض ہے کہ دعویٰ تنسخ مردود ہے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کا بیان مسئلہ اول میں گزر
چکا ہے۔ نیز اس کا جواب امام نووی کی کلام میں ابھی آچکا ہے اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مذکور ہو چکی ہے
وہ بھی اس تنسخ کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے نویں سال تک یہی حکم
جاری رہا پھر ممانعت ہوئی۔ علاوہ ازیں جب دعویٰ تنسخ کیا تو اس میں جواز کا اقرار تو خود آگیا۔ اب دلیل تنسخ مدعی تنسخ کا
ذمہ رہے۔ نیز ابن عمر رضی اللہ عنہ اگر رسول اللہ ﷺ کو منی سے پہلے دیکھتے تو پھر خود عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کو
کیوں جائز رکھتے۔ دوسرے اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ محض احتمال ہیں، ان کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
خاص کر احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلہ میں یہ اعتراضات تو بالکل کالعدم ہیں۔

نیز حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث جو مذکور ہو چکی ہیں وہ بھی اس خلاصہ اور عذر کے بطلان پر
صرحاً دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے کہ جب آپ خود لوگوں کے قبلہ کی طرف منہ نہ کرنے پر ناخوش ہوئے تو پھر یہ عذر بدتر از
گنہہ لانے سے کیا فائدہ۔ جب ناخوش ہوئے تو گویا لوگوں کو حکم استقبال دے دیا پس خلاصہ اور عذر اسی سے باطل ہو گیا اور اگر
خلاصہ ہوتا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کیوں پیشاب کرتے چہ جائیکہ اصول میں بالاتفاق مقرر ہو چکا ہے کہ
اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خاص سبب اور حادثہ کا کما فی التلویح وغیرہ۔ پس اگر ایسے احتمال بے دلیل سے خلاصہ کا حکم لگا دیا
جائے تو رسول اللہ ﷺ کا کوئی فعل لائق عمل نہیں رہے گا سبب خاص ہو جائیں گے اور یہ بالاتصال باطل ہے۔

فتح الباری میں لکھا ہے : وَدَعَايَ خُصُوصِيَّةِ ذَلِكَ بِالنَّبِيِّ ﷺ لَا دَلِيلَ عَلَيْهَا إِذِ الْخَصَاصُ لَا تَنْبُتُ بِالْأَحْثِمَالِ۔^(۲)
اور چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خود صحیح مسلم میں مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو اینٹوں پر
پاخانہ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ وہ حدیث یہ ہے : فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَاعِدًا عَلَى لَبْنَتَيْنِ الْحَدِيثِ۔^(۳) پس جب خود اس
حدیث میں دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے دیکھنا موجود ہے تو پھر اس احتمال کے باطل ہونے میں کیا شک باقی ہے۔

(۱) فتح الباری۔

(۲) فتح الباری۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الاستطابۃ ج۔ ۳ ص۔ ۱۵۰ حدیث۔ ۲۱۰

مسئلہ نمبر ۸ نماز میں اللہ اکبر کی بجائے کوئی تعظیمی لفظ کہہ دیا تو جائز ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں تکبیر یعنی اللہ اکبر کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کہہ دیا جائے تو جائز ہے عبارت یہ ہے: فَإِنْ قَالَ بَدَلَ التَّكْبِيرِ اللَّهُ أَجَلٌ أَوْ اعْظُمُ أَوْ الرَّحْمَنُ أَكْبَرُ أَوْ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ غَيْرُهُ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى أَجْزَاءُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ^(۱) ”مگر تکبیر کے بدلے اللہ اجل یا اعظم یا الرحمن اکبر یا لا الہ الا اللہ یا اللہ تعالیٰ کا اور اسم کہہ دے تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز اور کلنی ہے۔“ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ کئی احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور ترمذی میں ابو حمید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں ملاحظہ فرمائیے قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ مَرَّةً ^(۲) (حدیث نمبر ۲) — طبرانی وغیرہ سنن میں رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: فِي قِصَّةِ الْمُسَيَّبِ صَلَوَتُهُ بِلَفْظِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَدِيثِ۔ یعنی پھر آپ نے کہا اللہ اکبر۔

(حدیث نمبر ۳) — طبرانی وغیرہ میں حکم بن عمر شکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْلَمُنَا إِذَا قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ فَارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَلَا يَخَالِفُ أَذَانَكُمْ ثُمَّ قُولُوا اللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ الْحَدِيثِ۔

(حدیث نمبر ۴) — صحیح مسلم اور بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَدِيثِ۔

(حدیث نمبر ۵) — بیہقی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقُولُوا اللَّهُ أَكْبَرُ انْتَهَى۔

(حدیث نمبر ۶) — ابوداؤد، ترمذی اور دارمی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الظُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ۔ ^(۳) کہنے کے بعد تمام مشاغل حرام ہو جاتے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد دوسرے امور کی طرف توجہ کرنا حلال ہوتا ہے۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ نماز میں اللہ اکبر کہتے تھے اور اللہ اعظم یا اللہ اجل وغیرہ الفاظ تعظیم کبھی آپ نے نماز میں نہیں کہے اور اصل اس میں

توقیف ہے۔ اگر تکبیر کے بدلے اور کوئی لفظ کفایت کرتا تو کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ ضرور ہی کرتے یا فرماتے یا کوئی نہ کوئی صحابہ میں سے ہی کرتا پس معلوم ہوا کہ اللہ اکبر کے بدلے اور کوئی لفظ کفایت نہیں کرتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ”نماز پڑھو جیسے کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔“ اور امام نووی نے لکھا ہے کہ لفظ تکبیر اللہ اکبر ہے اور یہ بالاجماع جائز ہے لیکن ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہر لفظ کو جس میں تعظیم ہو جائز رکھا ہے اور امام صاحب کے

اس موقف کی جمہور علماء سلف و خلف نے مخالفت کی ہے، ملخصاً۔

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ج-۱ ص-۱۰۰

(۲) ہدایہ کے حاشیہ پر ”الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ“ میں بر صفحہ ۱۰۰ یہ حدیث مذکور ہے۔

(۳) ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی فرض الوضوء ج-۱ ص-۱۵، حدیث-۵۵ (حسن صحیح)

نماز میں ہاتھ ناف سے نیچے باندھنے چاہئیں

مسئلہ نمبر ۹

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھوں کو بائیں ہاتھ کے نیچے باندھ لیا جائے، عبادت یہ ہے: وَيَقْعُدُ عَلَيْهِمُ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى نَحْتَ السَّرَفِ^(۱) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں واکل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھا۔^(۲)

نیز امام صاحب کا مذہب اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو کہ بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :
 قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَصْعَ الرَّجُلُ الْيَدَ
 لِيُغْنِيَ عَنْهُ ذِرَاعَهُ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ
 لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہر آدمی دایاں ہاتھ نماز میں اپنے بائیں ذراع
 پر رکھے

(ذراع کا لفظ کہنی سے لے کر ہاتھ کی درمیانی انگلی کے کنارے تک پر بولا جاتا ہے۔)

فائدہ: بخاری کی اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں ناف سے اوپر ہاتھ باندھے اس لیے کہ جب بائیں ہاتھ کے ذراع پر داهنا ہاتھ رکھ کر ناف کے نیچے رکھے گا تو قیام میں سیدھا کھڑا ہرگز نہیں ہو سکے گا

حالانکہ تمام قیام قطعی فرض ہے۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے سے نیچے ناف کے اوپر رکھے اور یہی مذہب مشہور ہمارا ہے اور اسی کے جمہور علماء قائل ہیں، انتہی۔^(۳)

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث لاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت میں سے ہے۔

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اور حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَأَمَّا حَدِيثُ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضَعُ الْأَكْفِ عَلَى الْأَكْفِ تَحْتَ السُّرَّةِ فَضَعِيفٌ مُتَّفَقٌ عَلَى تَضْعِيفِهِ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَابْنُ بَيْهَقٍ مِنْ رِوَايَةِ

جمل تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر تنگ کے نیچے رکھنا سنت ہے۔ تو اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ اسے دارقطنی اور بیہقی نے ابوشیبہ عبدالرحمن بن واسطی سے روایت کیا ہے جو

(١) هداية كتاب الصلاة باب صفة الصلاة ج-١، ص-١٠٢

(۲) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الصلاة باب وضع يده اليمنى على اليسرى ج- ۲، ص- ۳۳۵، شرح حديث- ۸۹۴

(٣) شرح صحيح مسلم للنووي كتاب الصلاة باب وضع يده اليمنى على اليسرى بعد تكبيرة الاحرام - ج ٢ - ص ٣٣٥ شرح

أَبِي شَيْبَةَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْوَاسِطِي بِالْإِشْطَاقِ ضَعِيفٌ أَنْتَهَى -
وَهُوَ ضَعِيفٌ بِالْإِشْطَاقِ أَنْتَهَى -^(۱)

پس اب اس حدیث سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے اور بر تقدیر ثبوت اس سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ممانعت نہیں نکلتی۔
فقط جواز ہو گا سو اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ کلام تو اس کی سنیت اور استحباب میں ہے۔ سو سنیت سینہ پر باندھنے ہی کی
ثابت ہوتی ہے ورنہ واکل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث مذکور سے بھی اس کے غیر ممانعت کی ثابت ہو جائے گی جس سے ناف کے
نیچے ہاتھ باندھنا بالکل باطل ہو جائے گا۔

نابلغ لڑکے کی امامت جائز نہیں

مسئلہ نمبر ۱۰

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نابلغ لڑکے کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایہ کی عبارت
یہ ہے: وَلَا يَجُوزُ لِلرَّجَالِ أَنْ يَقْتُلُوا بِامْرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ -^(۲) ”مردوں کے لیے جائز نہیں کہ کسی عورت یا نابلغ لڑکے کی اقتدا میں
نماز پڑھیں۔“ یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں عمرو بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے:

قَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرٍ النَّاسِ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانِ فَسَأَلْنَهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُونَ يَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَهُ أَوْحَى إِلَيْهِ أَوْحَى إِلَيْهِ كَذَا فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذَلِكَ الْكَلَامَ فَكَانَ مَا يُعْرَى فِي صَدْرِي وَكَانَتْ الْعَرَبُ تَلُومُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتَحَ فَيَقُولُونَ أَتُرْكُوهُ وَقَوْمَهُ فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهَوَّ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللَّهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ حَقًّا فَقَالَ صَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي جَنِينٍ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِي جَنِينٍ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِنِ أَحَدُكُمْ فَلْيُؤْذِنِكُمْ أَكْثَرَكُمْ قُرْآنًا فَتَنْظُرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدًا أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتْلَقِي مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا

ہم پانی کے مقام پر رہتے تھے اور یہ بھی پوچھتے تھے کہ وہ مرد یعنی محمد
ﷺ کیسے ہیں؟ پس وہ کہتے تھے کہ وہ مرد یعنی رسول اللہ ﷺ کہتا ہے
کہ مجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی طرف یہ اور یہ وحی کیا
گیل۔ سو میں اس کلام کو یاد رکھتا تھا پس گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں
جم جاتا تھا اور عرب کے لوگ مسلمان ہونے میں فتح کی انتظار کر رہے
تھے (یعنی جب اس کو فتح ہو جائے گی تو ہم بھی اسلام لے آئیں گے)
اس کو اور اس کی قوم کو چھوڑ دو اور آخر کار دیکھو کیا ہوتا ہے اگر اپنی
قوم پر غالب آگیا تو بے شک یہ نبی سچا ہے۔ سو جب مکے کی لڑائی میں
فتح ہوئی تو ہر قوم نے قبول اسلام کے لیے جلدی کی اور مسلمان ہو گئے
اور میری قوم میں سب سے پہلے میرا باپ اسلام لایا۔ سو جب وہ رسول
اللہ ﷺ کے پاس سے آیا تو اس نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں
تمہارے پاس نبی سے حق لایا ہوں۔ سو کہا کہ نماز پڑھو اس طرح ایسے
ایسے وقت میں اور نماز ایسے فلاں فلاں وقت میں پس جب نماز کا وقت
آئے تو تم میں سے ایک اذان کے اور چاہیے کہ تمہاری امامت

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة باب وضع یدہ المینی علی الیسری بعد تکبیرة الاحرام ج-۲ ص-۳۳۵ شرح حدیث-۸۹۳

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب الامامة ج-۱ ص-۱۲۳

وہ کرائے جو تم میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو۔ سو انہوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ اس لیے کہ میں سواروں سے سیکھتا رہتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مجھ کو اپنے آگے کیا یعنی امام بنایا اور میں اس وقت چھ یا سات برس کا تھا اور مجھ پر ایک چادر تھی کہ جب میں سجدہ کرتا تھا تو اکٹھی ہو جاتی تھی اور میرے چوڑے ٹنگے ہو جاتے تھے۔ سو قوم میں سے ایک عورت نے کہا کہ اپنے امام کے چوڑے ہم سے ڈھلپ کیوں نہیں دیتے؟ چنانچہ انہوں نے میرے لیے کپڑا خرید کیا اور میرے لیے ایک کرتہ بنایا جسے پہن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی خوشی نہ ہوئی تھی۔ انتہی۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس پر اطلاع نہیں ہوئی۔

ظاہری بات ہے کہ آپ کو اس پر اطلاع ہو گئی تھی۔ اس لیے کہ کبھی نہ کبھی تو کوئی ان میں سے ضرور جواب:

جواب:۔ ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا ہو گا اور اپنی قوم کا حال سنا تا ہو گا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کبھی کوئی بھی ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آیا ہو۔ پس رسول اللہ ﷺ کو اس پر اطلاع ہونا ضرور ہے اور بالفرض نہ بھی ہوئی ہو تو رسول اللہ ﷺ کا قول یُؤْمِنُکُمْ أَكْثَرُکُمْ قَرَأْنَا کا عموم اس پر صریح دلیل ہے اور صحابہ نے بھی اس سے عموم سمجھا ہے حالانکہ وہ اہل زبان تھے۔ پس یہی عموم اس کے لیے کافی دلیل ہے اور کوئی دلیل اس کی مخصص موجود نہیں۔ پس یہ تاویل قطعاً باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نہ پڑھنے چاہئیں

ہدایہ و درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے عبارت یہ ہے: وَلَا يُصَلِّيُ الْمُفْتَرِضُ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ۔^(۲) اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّيَ بِهِمْ- (۳)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے اور ان کو نماز پڑھاتے۔

(١) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الامامة ج-١ ص-٣٥٢، حدیث- ١١٢٦ وصحیح مسلم-

(٢) هدايه كتاب الصلاة باب الامامة ج-١، ص-١٢٤

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب من صلى صلاة مرتين ج-۱ ص-۳۶۲، حدیث-۱۱۵۰

(حدیث نمبر ۲) — انہی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْعِشَاءَ وَهِيَ لَهُ نَافِلَةٌ ^(۱) وَلَيْسَ رِوَايَةُ الدَّارِ قُطَيْبٍ هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ مَكْتُوبَةٌ الْعِشَاءَ۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ بعد ازاں اپنی قوم کی طرف آتے اور انہیں نماز عشاء پڑھاتے۔ یہ بعد کی نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفل ہوتی۔ اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ یہ بعد کی نماز سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے نوافل ہوتے اور ان کی قوم کے لیے عشاء کے فرض۔

(حدیث نمبر ۳) — صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے نماز خوف کے بیان میں مروی ہے۔

فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْخُذُ الطَّائِفَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْأُخْرَى رَكَعَتَيْنِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَصَلَّى بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكَعَتَيْنِ۔ ^(۲)

رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو دو رکعتیں نماز پڑھائی اور پھر دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائی پس رسول اللہ ﷺ نے چار رکعت نماز پڑھی اور ہر جماعت کو دو دو رکعت پڑھائی۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یعنی معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے۔ اس لیے کہ معاذ رضی اللہ عنہ اپنی نماز رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھ جاتے تھے۔ پس ان کے فرض ساقط ہو جاتے تھے پھر دوسری دفعہ اپنی قوم کو جا کر نماز پڑھاتے تھے اور وہ ان کے نفل ہوتے تھے اور ان لوگوں کے لیے فرض ہوتے تھے اور صحیح مسلم میں یہ بات ایک اور جگہ صریحاً آچکی ہے، انتہی۔ اور دوسری جگہ اسی میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی نماز نفل تھی اور دوسرے لوگوں کے لیے فرض اور حدیث خوف سے امام شافعی اور ان کے اصحاب نے استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے، انتہی۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے، وہ ان کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نفل پڑھتے تھے یا رسول اللہ ﷺ کو ان کا حال معلوم نہیں ہوا یا یہ حکم منسوخ ہے۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

پہلا جواب: دوسری روایت میں صریحاً آچکا ہے کہ وہ معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفل ہوتے تھے اور لوگوں کے لیے فرض ہوتی تھی اور پھر صحیح مسلم کے طریقوں میں صریحاً موجود ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھ کر آتے تھے اور جہان میں کون ایسا ذی شعور ہے کہ عشاء سے سنت عشاء کے یا نفل عشاء کے سمجھے اور وہ کون ایسا عقلمند ہے کہ نبی علیہ السلام کی جماعت کے ساتھ اپنے فرض ادا نہ کرے اور نفل ادا کرے باوجودیکہ فرضوں کی محافظت کرنے کی نہایت ہی تاکید ہے، کَمَا مَرَّ۔ اور نفلوں کی کچھ بھی تاکید نہیں اور نیز یہ کس مذہب کا مسئلہ ہے کہ جس شخص نے ابھی اپنے فرض بھی نہ پڑھے ہوں وہ فرضوں کی جماعت کے ہوتے ہوئے جماعت کے ساتھ نفل شروع کر بیٹھے اور فرضوں کو بعد کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑے اور پھر اس کے لیے نفل جائز ہو جائیں، بینوا تو جو روا۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب من صلى صلاة مرتين ج- ۱- ص- ۳۶۳- حدیث- ۱۱۵۱

(۲) صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين باب صلاة الخوف ج- ۶- ص- ۳۶۸- حدیث- ۱۹۳۷

دوسرا جواب: دوسری تاویل کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس پر اطلاع ہو گئی تھی ^(۱) اور آپ کو معاذ رضی اللہ عنہ کا حال معلوم تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں موجود ہے کہ جب معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں جا کر نماز پڑھانے لگے تو سورۃ بقرہ شروع کر دی، تب ایک شخص نے اپنی نماز توڑ کر علیحدہ پڑھی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خبر دی :

إِنَّ مُعَاذًا صَلَّى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ آتَى فَافْتَتَحَ تَحْقِيقَ مَعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نے آپ کے ساتھ عشاء پڑھی پھر آیا اور سورہ بقرہ سُورَةُ الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى شروع کر دی، سو رسول اللہ ﷺ اس پر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے مُعَاذُ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَأْتَانِ أَتَى الْحَدِيثُ۔ ^(۲) معاذ! کیا تو قنہ اٹھانے والا ہے، آخر حدیث تک۔

دوسرا لفظ یہ ہے صَلَّيْ بِهِمْ صَلَوةً أَخْفِيهِمْ۔ ^(۳) اب اس حدیث سے اس تاویل کے باطل ہونے میں کچھ شک باقی نہیں رہا اور اسی طرح دعویٰ کا دعویٰ بھی قطعاً باطل ہے جب تک کہ شرائط نسخ ثابت نہ ہوں جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱ میں بیان ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہاں اس کا کوئی معارض بھی موجود نہیں ہے پھر دعویٰ نسخ بنا فاسد علی الفاسد ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے اور نسخ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے جس کے مطابق ایک فرض کو ایک دن میں دوبار پڑھنا منع ہے۔ یہ اسی وقت منع ہو گا جب کوئی اپنی دوسری نماز کو فرض سمجھ کر پڑھے اور جب اس کو نفل سمجھ کر پڑھے گا تو اس کی ممانعت حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں فرضی نماز کی ممانعت ہے نقلی کی نہیں ہے اور خصم بھی نقلی کو جائز رکھتا ہے۔

دوسرا جواب: دعویٰ نسخ باطل ہے۔ ان وجوہات کی رو سے جو مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور ہوئی ہیں اور نیز ناخ کا تاخر ثابت نہیں پھر نسخ کیسے ثابت ہو سکتا ہے بلکہ یہ دعویٰ برعکس ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کی مداومت ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہاں مضارع کان کے بعد واقع ہوا ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔ پس دعویٰ نسخ باطل ہوا۔

تیسرا جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے خود ثابت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دوبارہ جماعت کے ساتھ فرض پڑھنے کی اجازت دی۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نئی سے استدلال کرنا باطل ہے بلکہ احتمال ہے کہ حدیث جواز کی متاخر ہو پس یہ ناخ ہوگی اس حدیث کی جو نئی میں وارد ہے، فما ہو جوابکم۔

چوتھا جواب: حنفیہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نئی کو خود محمول کرتے ہیں، اس شخص کے حق میں جو پہلے جماعت کے ساتھ فرض پڑھ چکا ہو اور اگر پہلی بار اکیلے پڑھے ہوں تو دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کو حنفیہ بھی جائز رکھتے ہیں۔ پس جب حنفیہ خود دوبارہ جماعت کے ساتھ فرض پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں تو پھر دعویٰ نسخ کیوں؟ اور پہلی نماز کے نفل ٹھہرنے کو ہم پہلے باطل کر چکے ہیں اور دونوں نمازوں کے جماعت کے ساتھ پڑھنے کو نفل کہنا بھی

(۱) نیل الاوطار کتاب الصلاة باب هل يقتدى المفترض بالمقتل ام لا ج-۳ ص-۱۷۹

(۲) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب القراءة فی العشاء ج-۳ ص-۳۰۳ حدیث-۱۳۰

(۳) نیل الاوطار کتاب الصلاة باب هل يقتدى المفترض بالمقتل ام لا ج-۳ ص-۱۷۹

مہمل بت ہے۔ اس لیے کہ جماعت کے ساتھ تو ایک نماز پڑھنے سے بھی ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے پھر دوسری جماعت کے ساتھ ثواب معلق کرنے کا کیا معنی اور دونوں کو نفل کہنے کا کیا مطلب۔ غرض کہ یہ تاویلات سب کی سب باطل ہیں اور ظاہر حدیث کے سراسر مخالف ہیں۔ اسی وجہ سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَكُلُّ هَذِهِ التَّوَاتُؤَاتِ دَعَاوِي لَا أَصْلَ لَهَا فَلَا يَتْرُكُ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ بِهَا۔

کو ان کی وجہ سے ترک نہیں کیا جائے گا انتہی۔

امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے : وَرَدَّ بِأَنَّ التَّهْنِيَّ عَنْ فِعْلِ الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهَا فَرِيضَةٌ فِي كُلِّ مَرَّةٍ كَمَا جَزَمَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ جَمْعًا بَيْنَ الْحَدِيثَيْنِ قَالَ فِي الْفَتْحِ بَلْ لَوْ قَالَ قَائِلٌ إِنَّ هَذَا التَّهْنِيَّ مَنْسُوخٌ بِحَدِيثٍ مُعَادٍ لَمْ يَكُنْ بَعِيدًا وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلَيْنِ الَّذِينَ لَمْ يُصَلِّيا مَعَهُ إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رَحَالِكُمَا الْحَدِيثَ وَكَانَ ذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوُدَاعِ فِي أَوَاخِرِ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَى۔^(۱)

مسئلہ نمبر ۳ سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا

واجب نہیں

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب نہیں ہے۔ عبارت یہ ہے : وَوَضَعَ الْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ سُنَّةٌ عِنْدَنَا لِتَحْقِيقِ السُّجُودِ ذُوْنَهُمَا۔^(۲) ”ہاتھوں اور گھٹنوں کو (دوران سجدہ) زمین پر رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ ثابت ہے۔“ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمِزْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ عَلَى الْجَنْبَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَآظُرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا تَكْفُفُ الْقِيَابَ وَالشَّعْرَ۔^(۳) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے کناروں پر نیز یہ کہ کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ساتوں اعضاء پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے **فائدہ:** اور حنفیہ پاؤں کو زمین پر رکھنا جو فرض کہتے ہیں تو اسی حدیث کی دلیل سے کہتے ہیں کہ اس میں امر کا لفظ آگیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کو زمین پر رکھنا واجب نہیں کہتے حالانکہ یہاں بھی وہی حدیث ہے اور وہی امر ہے۔ اسی ایک ہی حدیث سے ایک عضو کے رکھنے کو فرض کہنا اور دوسرے کو فرض نہ کہنا کسی طرح سے ممکن نہیں ہے۔ اگر فرض ہوں گے تو سب ہی اعضاء ہوں گے اور نہیں ہوں گے تو سب ہی نہیں ہوں گے۔

(۱) نیل الاوطار کتاب الصلاة باب هل يقتدى المفترض بالمتفعل ام لا ج-۳-ص-۱۷۹

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة الصلاة ج-۱-ص-۱۰۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الصلاة باب اعضاء السجود والنهي عن كف الشعر ومشكوة باب السجود ج-۳-ص-۲۳۱-حدیث-۱۰۹۸

مسئلہ نمبر ۱۳ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں بھول کر کلام کر لے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ عبارت یہ ہے: وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ عَامِدًا أَوْ سَاهِيًا بَطَلَتْ صَلَاتُهُ^(۱) یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں زوال کے بعد کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام لیا تھا مگر میں بھول گیا ہوں۔ تو آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ پھر آپ مسجد میں رکھی ہوئی ایک لکڑی کے ساتھ جا کر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آپ غصے میں ہوں۔ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈال لیں اور اپنے دائیں رخسار کو بائیں تھیلی کی پشت پر رکھ لیا اور جلد باز نمازی مسجد کے دروازوں سے نکل گئے۔ اس وقت وہ کہہ رہے تھے کیا نماز مختصر کر دی گئی ہے۔“ اور قوم میں حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ انہوں نے خوف کے مارے رسول اللہ ﷺ سے کلام نہ کیا اور قوم میں ایک آدمی تھا جس کے ہاتھ لبے تھے۔ اس کو لوگ ذوالیدین کہتے تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نماز مختصر کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز مختصر کی گئی ہے پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ ایسے ہی ہوا ہے جیسے کہ ذوالیدین کہتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ سو رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور آپ نے نماز پڑھی جو وہ گئی تھی پھر سلام پھیر دیا آخر حدیث تک یعنی جب کہ نماز دو رکعت ابھی باقی رہتی تھی تو سب لوگ نماز کے اندر تھے اور یہ سب کلام رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی نماز کے اندر واقع ہوئی بھول کر اس خیال سے کہ ہم نماز میں نہیں ہیں۔

قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاةَ الْعِشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّيْنَا بِنَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمْ فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضَبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَشَبَكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَخَرَجَتْ سُرْعَانُ الْقَوْمُ مِنَ الْقَوْمِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا أَقْصَرَبِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طَوْلٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْسَيْتَ أَمْ قَصَرَبِ الصَّلَاةُ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ فَقَالَ أَوْ كَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ الْحَدِيثُ^(۲)

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا ج-۱ ص-۱۳۳

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو فی الصلاة ج-۵ ص-۶۹ حدیث-۱۲۸۸ ومشکوٰۃ کتاب الصلاة باب

السهو ج-۱ ص-۳۲۰ حدیث-۱۵۱۷

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ حدیث ذوالیدین سے ایک یہ فائدہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اسی کے جمہور علماء سلف اور خلف قائل ہیں، اور عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن زبیر، عروہ، عطاء، حسن، شعبی، قتادہ، اوزاعی، مالک، شافعی، احمد اور تمام محدثین اسی کے قائل ہیں، اللہ ان سے راضی ہو۔^(۱)

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔
جواب: یہ حدیث منسوخ نہیں ہے جیسے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کا منسوخ نہ ہونا بڑی بسط و تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ مَنْ شَاءَ فَلْيُزِجْ إِلَيْهِ۔ اور دوسری جگہ امام نووی نے لکھا ہے: أَمَّا النَّاسِي فَلَا تَبْطُلُهُ صَلَوَتُهُ بِالْكَلامِ الْقَلِيلِ عِنْدَنَا وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَالْجَهْمُورُ وَذَلِيلُنَا حَدِيثُ ذُو الْيَدَيْنِ۔

مسئلہ نمبر ۱۳ نماز میں تین قدم چلنے سے نماز باطل ہو جائے گی

مرقت اور درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز میں تین قدم پے درپے چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے۔ هَذَا إِذَا لَمْ يُحْتَجَّ إِلَى الْمَشْيِ الْكَثِيرِ كَثَلَتْ خُطَوَاتُ مَنْوَلِيَاتِ۔^(۲)
فائدہ: عمل کثیر اسے کہتے ہیں جس کو غیر آدمی دیکھ کر یہ خیال کرے کہ یہ شخص نماز میں نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں ابی حازم رحمہ اللہ سے روایت ہے :

أَنَّ نَفَرًا جَاؤُوا إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَدْ تَمَارَوْا فِي الْمَنْبَرِ مِنْ أَبِي عَزُودٍ هُوَ فَقَالَ أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مِنْ أَبِي عَزُودٍ هُوَ وَمَنْ عَمِلَهُ وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ فَحَدِّثْنَا قَالَ أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى امْرَأَةٍ قَالَ أَبُو حَازِمٍ إِنَّهُ لَيْسَ بِهَا يَوْمَئِذٍ أَنْظَرُنِي غَلَامِكِ التَّجَارَ يَعْمَلُ لِي أَغْوَادًا أَكَلِمَ النَّاسَ عَلَيْهَا فَعَمِلَ هَذِهِ الثَّلَاثَ دَرَجَاتٍ ثُمَّ أَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعَتْ هَذَا الْمَوْضِعَ فَبَيَّ مِنْ ظُرْفَاءِ الْغَابَةِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

چند آدمی جھگڑا کرتے ہوئے (اس بت میں کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر کس لکڑی کا بنا ہوا تھا) سہل بن سعد کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ تحقیق میں البتہ پہچانتا ہوں جس لکڑی سے منبر بنا تھا اور جس شخص نے اس کو بنایا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اول اس دن جس میں آپ منبر پر بیٹھے تھے، سو میں نے کہا اے ابا عباس پس بیان کر ہم سے۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی آدمی کو ایک عورت کی طرف بھیجا ابو حازم نے کہا کہ سہل رحمہ اللہ اس دن اس کا نام لیتے تھے کہ اپنے غلام کو تو کہہ دے کہ میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنائے جس پر میں بیٹھ کر لوگوں سے کلام کروں، سو اس نے یہ تین درجے منبر کے بنائے پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا اور اسے کہا گیا وہ غلبہ کی جاہو کی لکڑی سے بنایا گیا تھا اور تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو فی الصلاة ج-۵ ص-۷۳ شرح حدیث-۱۲۱۵، ۱۲۹۳

قَامَ عَلَيْهِ فَكَثِرَ وَكَثَرَ النَّاسُ وَرَأَاهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ رَفَعَ فَتَنَزَلَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ حَتَّى فَرَغَ مِنْ آخِرِ صَلَوتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُمُونِي وَلِتَعْلَمُوا صَلَوتِي۔^(۱)

پر کھڑے ہوئے دیکھ آپ نے تکبیر کی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کی جبکہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے پھر آپ نے (سر کو رکوع سے) اٹھایا پس اترے اور پیچھے کی طرف چلے یہاں تک کہ آپ نے منبر کی جڑھ میں سجدہ کیا پھر اسی طرح لوٹیا یہاں تک کہ اپنی نماز سے فارغ ہوئے پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو میں نے یہ نماز اس لیے پڑھی ہے تاکہ تم میری نماز کا طریقہ جان لو اور میری تکبیر کی۔

(حدیث نمبر ۴) — ابو داؤد ترمذی اور نسائی میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي تَطَوُّعًا وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجَنَّتْ فَاسْتَفْتَحَتْ فَمَشَى لِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ وَذَكَرْتُ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ۔^(۲)

رسول اللہ ﷺ نفل پڑھتے تھے اور دروازہ آپ پر بند تھا سو میں آئی اور میں نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی سو رسول اللہ ﷺ چلے اور دروازہ کو کھولا پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر آگئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا کہ دروازہ قبلے کی طرف تھا۔

(حدیث نمبر ۳) — یہ حدیث ذوالیدین کی ہے جو مسئلہ نمبر ۴ میں گزر چکی ہے۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عمل کثیر کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا کئی بار منبر سے اترنا اور چڑھنا فعل کثیر ہے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے چل کر دروازہ کھولنا اور پھر اپنی جگہ پر پلٹ کر چلے جانا عمل کثیر ہے اور اسی طرح ذوالیدین رحمہ اللہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا جذع لکڑی کی طرف چلے جانا اور لوگوں کا مسجد سے نکل جانا اور پھر آکر نماز کو اسی پر بنا کرنا بھی عمل کثیر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ میں گئے پھر نکلے۔ ان سب صورتوں میں سب کی نماز صحیح ہو گئی کسی کی نماز بھی فاسد نہ ہوئی۔ اسی وجہ سے امام نووی نے لکھا ہے :

وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْعَمَلَ الْكَثِيرَ وَالْخُطُوبَ إِذَا كَانَتْ فِي الصَّلَاةِ سَهْوًا لَا تَبْطُلُهَا كَمَا لَا تَبْطُلُهَا الْكَلَامُ سَهْوًا وَفِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَجْهَانِ لِأَصْحَابِنَا أَصَحُّهُمَا لَا يَبْطُلُهَا لِهَذَا الْحَدِيثِ فَإِنَّهُ ثَبَتَ فِي مُسْلِمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَشَى إِلَى الْجَذْعِ وَخَرَجَ السَّرْعَانَ وَفِي رِوَايَةٍ دَخَلَ الْحُجْرَةَ

اس حدیث ذوالیدین رحمہ اللہ میں دلیل ہے اس پر کہ عمل کثیر اور کئی قدم چلنا جب نماز میں بھول کر ہو جائے تو یہ نماز کو باطل نہیں کرتا جیسے کہ بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے دو موقف ہیں زیادہ صحیح ان میں ہے کہ اس حدیث کی رو سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ صحیح مسلم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نبی ﷺ لکڑی کی طرف چلے اور جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکلے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ حجرہ میں داخل ہوئے پھر نکلے

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب جواز الخطوة والخطوتين في الصلاة ج-۵ ص-۳۶ حدیث-۱۲۱

(۲) ابو داؤد کتاب الصلاة باب العمل في الصلاة ج-۱ ص-۱۲۳ حدیث-۸۱۵ (حسن)

ثُمَّ خَرَجَ وَرَجَعَ النَّاسُ وَبَنَى عَلَى صَلَوتِهِ
وَالْوُجْهَ الثَّانِي وَهُوَ الْمَشْهُورُ فِي الْمَذْهَبِ أَنَّ
الصَّلَاةَ تَبْطُلُ بِذَلِكَ وَهَذَا مُشْكَلٌ وَتَاوِيلُ
الْحَدِيثِ صَعْبٌ عَلَى مَنْ أَبْطَلَهَا^(۱)
اور سب لوگ پھر آئے اور اپنی نماز پر بنا کی اور دوسرا موقف مشہور
مذہب میں یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہ مشکل ہے اور
اس حدیث کی تاویل سے دشوار ہے، اس شخص پر جو اس صورت میں
نماز کو باطل کرتا ہے، انتہی۔

دیکھو انصاف اسی کا نام ہے باوجودیکہ یہ مسئلہ امام نووی کے مذہب کا مخالف تھا پھر بھی صاف کہہ دیا کہ اس حدیث کی کوئی
تاویل نہیں ہو سکتی۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ قدم پے در پے نہیں تھے۔
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جو دروازہ کھولنے کو رسول اللہ ﷺ چلے تھے تو وہاں آکر کھڑے نہیں
جواب: ہو رہے تھے بلکہ فی الفور پلٹ کر چلے گئے تھے اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہ تاویل نہیں ہو
سکتی ہے، اس لیے کہ منبر کے تین درجے تھے۔ وہ بھی آپ اترے اور پھر جب آپ نے منبر کی جڑھ میں سجدہ کیا تو دو
قدم اور بھی منبر سے اتر کر چلے ہوں گے ورنہ منبر کی جڑھ میں سجدہ کیسے ہو سکے گا اور ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو یہ
تاویل ممکن ہی نہیں ہے جیسے کہ امام نووی نے فرمایا ہے۔ وهو الحق البحت الذی لا یحول الوهم حوله۔

مسئلہ نمبر ۱۵ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو سنت کو زیادہ جانتا ہو

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سب سے اول امامت کے لائق وہ شخص ہے جو سنت کو زیادہ جانتا ہو۔ عبارت یہ
ہے: وَأَوَّلَى النَّاسِ بِالْإِمَامَةِ أَعْلَمُهُمْ بِالشَّئَةِ^(۲) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْقَوْمِ
أَفْرَأَهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْفَوَازِ
سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالشَّئَةِ فَإِنْ كَانُوا فِي الشَّئَةِ
سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةَ فَإِنْ كَانُوا فِي
الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ مِثًا وَلَا يُؤَمَّنُ
الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ فِي
بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ^(۳)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو قرآن کو
زیادہ جانتا ہو۔ پس اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے
سنت کا زیادہ عالم ہو پس اگر سنت میں برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت
والا اور اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے زیادہ ہو اور
نہ امامت کرائے کوئی مرد کسی مرد کی اس کے مقام میں اور اس کی
نشت گاہ میں اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔

(حدیث نمبر ۲) — صحیح مسلم میں ہی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب السهو فی الصلاة ج-۵، ص-۷۳، شرح حدیث-۱۲۹۵، ۱۲۹۳

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب الامامة ج-۱، ص-۱۲۱

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب من احق بالامامة ج-۵، ص-۱۷۷، حدیث-۱۵۳۰

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيُؤَمِّمْهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَأُهُمْ^(۱) اور زیادہ حقدار امامت کا وہ ہے جو قرآن سب سے زیادہ جانتا ہو۔
اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلے سب سے زیادہ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو قرآن کی قراءت اچھی طرح کر سکے اور اس کا فہم زیادہ رکھتا ہو۔ ایسے آدمی کے ہوتے ہوئے علم بالست کو امامت کا حق نہیں رہتا۔

غلام کی امامت مکروہ ہے

مسئلہ نمبر ۱۲

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غلام کی امامت مکروہ ہے، عبارت یہ ہے: وَيُكْرَهُ تَقْدِيمُ الْعَبْدِ^(۲) جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) --- صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ الْمَدِينَةَ كَانَ يَوْمُهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَفِيهِمْ عُمَرُ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ^(۳)
جب پہلے مہاجرین مدینہ میں آئے تو ان کی امامت سالم غلام ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور ان میں عمر رضی اللہ عنہما اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

(حدیث نمبر ۲) --- مسند امام شافعی میں ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا يَأْتُونَ عَائِشَةَ بِأَعْلَى الْوَادِي هُوَ وَغُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَالْمُسَوِّرُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَنَاسٌ كَثِيرٌ فَيُؤَمِّمُهُمْ أَبُو عُمَرَ وَمَوْلَى عَائِشَةَ وَأَبُو عُمَرُ وَغُلَامُهَا جِئْنِي لَمْ يَغْتَقِ^(۴)
وہ عبید ابن عمیر، مسور بن مخرمہ اور بہت سے لوگ بلادی وادی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے اور ان کی امامت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابو عمرو کراتے تھے۔ اس وقت ابو عمرو کو آزاد نہیں کیا گیا تھا۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام کی امامت جائز ہے، مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳ دوران نماز وضو ٹوٹ گیا تو دوبارہ وضو کر کے وہیں سے

نماز شروع کرے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ أَحْدَثَ فِي رُكُوعِهِ أَوْ سُجُودِهِ فَتَوَضَّأَ وَبَنَى^(۵) ”اور جو شخص کہ بے وضو ہوا رکوع

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب من احق بالامامة ج-۵ ص-۱۷۶ حدیث-۱۵۲۷ ومشکوٰۃ کتاب الصلاة باب

الامامة ج-۱ ص-۳۳۹

(۲) ہدایہ ج-۱ ص-۱۳۲

(۳) نیل الاوطار کتاب الصلاة باب امامة الاعننى والعبد والمولى ج-۳ ص-۱۷۲

(۴) نیل الاوطار کتاب الصلاة باب امامة الاعننى والعبد والمولى ج-۳ ص-۱۷۲

(۵) ہدایہ کتاب الصلاة باب الحدث فی الصلاة ج-۱ ص-۱۳۲

میں یا سجدہ میں تو وضو کرے اور (وہیں سے نماز) بنا کرے۔“ یعنی ایک شخص نے مثلاً ظہر کے چار فرضوں میں سے دو پڑھے تھے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اب وہ شخص وضو کر کے جمل سے نماز چھوڑی تھی اسی جگہ سے آکر شروع کرے اور جو دو رکعت اس کی باقی رہ گئی تھیں فقط وہی ادا کرے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابو داؤد اور ترمذی میں طلق بن علی رحمہ اللہ سے مروی ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا فُسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِّ الصَّلَاةَ رَوَاهُ اصْحَابُ السُّنَنِ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَبَّانٍ حَرْجٌ - (۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا (دوران نماز) وضو ٹوٹ جائے تو اسے چاہیے کہ واپس آکر دوبارہ وضو کرے اور نماز کا اعادہ کرے

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں جس کا وضو ٹوٹ جائے وہ اپنی نماز کو نئے سرے سے پھر پڑھے اور ابتدا سے اس کا اعادہ کرے جو نماز پہلے پڑھ چکا تھا اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸ نماز میں اشارہ سے بھی سلام کا جواب نہ دے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز میں ہاتھ کے ساتھ اشارہ سے بھی سلام کا جواب نہ دے عبارت ہدایہ کی یہ ہے : وَلَا يَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهِ وَلَا بِيَدِهِ (۲) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے (حدیث نمبر ۱) — ترمذی اور نسائی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مروی ہے :

قَالَ قُلْتُ لِبَلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ جِئْنِ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَانَ يُشِيرُ بِيَدِهِ - (۳) (صحیحہ الترمذی)

اس نے کہا کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو نماز میں ہوتے ہوئے لوگ باہر سے آکر سلام کہتے تھے تو آپ ان کو سلام کا جواب کس طرح دیتے تھے؟ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے یعنی ہاتھ سے سلام کا جواب لوگوں کو دے دیتے تھے۔

(حدیث نمبر ۲) — موطا امام مالک میں نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے :

قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَمْرٍو مَرَّ عَلَى رَجُلٍ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَدَّ الرَّجُلُ كَلَامًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ لَهُ إِذَا سَلَّمَ عَلَى أَحَدِكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَا تَحْقِيقْ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو ایک مرد پر سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا سو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سلام کیا۔ اس نے زبان سے سلام کا جواب دیا۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے کہا کہ جب تم میں سے کسی کو سلام کہا جائے اور وہ نماز پڑھتا ہو تو

(۱) مشکوٰۃ باب ما لا يجوز في الصلاة وما يباح منه ج-۱- ص-۳۱۷- حدیث-۱۰۰۶ و ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب من يحدث في الصلاة

ج-۱- ص-۱۳۱- حدیث-۲۰۵

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ج-۱- ص-۱۳۰

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب ما لا يجوز من العمل في الصلاة ج-۱- ص-۳۱۳- حدیث-۹۹۱ (حسن صحیح)

يَتَكَلَّمُ وَلَيْشُرَ يَدَيْهِ۔^(۱)

وہ کلام نہ کرے بلکہ چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے۔

ان دو احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے آدمی کو کوئی شخص باہر سے آکر سلام کہہ دے تو اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دے دے اور زبان سے نہ بولے۔

تنبیہ: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا۔ بعد ازاں جب کلام کرنا نماز میں منسوخ ہوا تو یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

جواب: دعویٰ صحیح بالکل مردود ہے۔ اس لیے کہ شرائط فتح جو اول مسئلہ کے بیان میں مذکور ہو چکے ہیں یہاں نہیں پائے جاتے ہیں۔ نیز نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا ہے نہ اشارہ کرنا ہاتھ سے۔ اشارہ کی ممانعت کسی حدیث میں صریحاً موجود نہیں ہے اور فتح کلام اشارہ کو مستلزم نہیں ہے۔ مزید برآں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا ہے، ہاتھ سے اشارہ کے ساتھ کا جواب دینا منسوخ نہیں ہوا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتح کلام کے بعد اشارہ سے سلام کا جواب دینا صحابہ میں جاری تھا۔

مسئلہ نمبر ۱۹ رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَصَلِّي الْوُتْرَ بِجَمَاعَةٍ فِي غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ۔^(۲) ”یہ رمضان کے علاوہ اور تمام برس میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے۔“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے مخالف ہے جو کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ بَشٌّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةَ وَالنَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهَا فَتَحَدَّثَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَعَ أَهْلِهِ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَخِيرِ أَوْ بَقِضَهُ قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَقَرَأَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَأَيُّ لِيْلٍ الْأَوَّلَى الْأَلْبَابِ حَتَّى خَتَمَ الشُّورَةَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْفِرَيزَةِ فَأَطْلَقَ شَاقِقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ لَمْ يَكْثُرْ وَقَدْ أَبْلَغَ فَقَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَأَذَارَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَنَامْتُ صَلَوَتُهُ

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اپنی خالہ ميمونة رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات گزاری اور نبی ﷺ ان کے پاس تھے پس رسول اللہ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ ایک ساعت بات کرتے رہے پھر آپ سو گئے پس جبکہ آخر رات کا تیسرا حصہ رہا یا اس کا کچھ حصہ تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف نظر کی پھر آپ نے یہ آیات (ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار) اتقان سورۃ تلاوت کیں پھر آپ اٹھ کر ایک محک کی طرف گئے اور اس کا سر بند کھولا پھر پانی کو ایک گن میں ڈالا اور بہت اچھی طرح وضو کیا درمیان وضو پانی بھی بہت زیادہ استعمال نہ کیا البتہ تمام اعضاء پر پانی بہلا بعد ازاں آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی پس میں بھی کھڑا ہوا اور وضو کیا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ نے میرے کان کو پکڑا اور مجھ

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب مالا يجوز من العمل ج-۱ ص-۳۱۹ حدیث-۱۰۱۳ (صحیح)

(۲) ہدایہ کتاب الصلاۃ باب النوافل ج-۱ ص-۱۵۱

ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ فَاذْنَهُ بِلَالٌ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ
 (۱) الحدیث۔
 نے خبری تو آپ نے نماز پڑھی یعنی صبح کی اور وضو نہ کیا آخر حدیث تک

فائدہ: اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے سوا اور مہینے میں بھی وتر جماعت کے ساتھ پڑھنے جائز ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ و تروں کی جماعت غیر رمضان میں کرائی۔ علاوہ ازیں فضیلت جماعت کے باب میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ ان کا عموم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ و تروں کی جماعت غیر رمضان میں بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰ اگر امام خطبہ جمعہ بیٹھ کر یا بغیر وضو پڑھے تو بھی جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَوْ خَطَبَ قَاعِدًا أَوْ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ أَجْزَأُ۔ (۲) ”اگر امام جمعہ کے دن منبر پر خطبہ بیٹھ کر پڑھے یا بے وضو پڑھے تو جائز ہے۔“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔
 (حدیث نمبر ۱)۔ صحیح مسلم میں جابر بن سمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنَ الْفَنَى صَلَوةٍ۔ (۳)
 انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے پھر خطبہ پڑھتے کھڑے ہو کر پس جو خبر دے تجھ کو کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ بیٹھ کر پڑھتے تھے تو تحقیق اس نے جھوٹ کہا پس تحقیق قسم ہے اللہ کی میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ بار نماز پڑھی ہے۔

(حدیث نمبر ۲)۔ صحیح مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
 أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أُمِّ الْحَكَمِ يَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔ (۴)
 تحقیق وہ مسجد میں داخل ہوا اور عبدالرحمن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا اس پر انہوں نے کہا کہ اس خبیث کی طرف دیکھو بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا ہے اور حالانکہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) فرمایا ہے ”جب دیکھتے ہیں کسی تجارت کو یا کھیل کو تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔“

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صلاة الليل ج-۱، ص-۳۷۳، حدیث-۱۱۹۵

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ج-۱، ص-۱۶۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة ج-۱، ص-۳۸۸، حدیث-۱۱۹۳ و مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الخطبة

والصلوة ج-۱، ص-۳۳۳، حدیث-۱۳۱۵

(۴) صحیح مسلم کتاب الجمعة فصل یخطب الخطبتین قائما و مشکوٰۃ کتاب الصلوة باب الخطبة والصلوة ج-۱، ص-۳۳۳، حدیث-۱۳۱۶

فائدہ: ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا کافی نہیں ہے ورنہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ اس خطیب کو خبیث نہ کہتے یا رسول اللہ ﷺ ہی کبھی بیٹھ کر پڑھتے خاص کر اخیر عمر میں جبکہ نفلوں کو اکثر اوقات بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ پس خطبہ بیٹھ کر پڑھنا رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے عمل کے خلاف ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں شافعی اور اکثرین کے مذہب کی دلیل ہے کہ خطبہ جمعہ بیٹھ کر صحیح نہیں۔ اس کے لیے جو طاقت قیام رکھتا ہو دو خطبوں کے بغیر بھی صحیح نہیں۔ قاضی نے کہا کہ عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ بغیر دو خطبہ کے صحیح نہیں ہوتا ہے اور ابن عبد البر نے اس پر اجماع علما نقل کیا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کو بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

مسئلہ نمبر ۲۱ خطبہ جمعہ میں اللہ اکبر ہی کہہ دینا کافی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَإِنْ اقتصَرَ عَلَى ذِكْرِ اللَّهِ جَازَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ^(۲) ”جمعہ کے دن منبر پر کھڑا ہو کر اگر فقط ذکر اللہ (یعنی سبحان اللہ یا اللہ اکبر خطبہ کی جگہ) کہہ دے تو بس کافی اور جائز ہے۔“ دو خطبے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں، سو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔۔۔ صحیح مسلم میں جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُطْبَتَانِ يَخْلُسُ بَيْنَهُمَا نَبِيٌّ ﷺ وَخُطْبَتَانِ يَخْلُسُ بَيْنَهُمَا نَبِيٌّ ﷺ دیتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ آپ خطبوں يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَذْكُرُ النَّاسَ فَكَانَتْ صَلَوَتُهُ میں قرآن پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ فرماتے تھے پس آپ کی نماز بھی قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا۔^(۳) درمیانہ تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ تھا۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔۔۔ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَخْلُسُ نَبِيٌّ ﷺ وَخُطْبَتَانِ يَخْلُسُ بَيْنَهُمَا نَبِيٌّ ﷺ دیتے تھے پھر بیٹھ جاتے تھے یہاں تک کہ موزن اذان إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرُ حَتَّى يَفْرَغَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُومُ سے فارغ ہو جاتا پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور فَيَخْطُبُ ثُمَّ يَخْلُسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ثُمَّ يَقُومُ کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے۔^(۴)

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن دو خطبے پڑھے جائیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ دو خطبے پڑھتے تھے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ جمعہ دو دو خطبوں کے سوا جائز نہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنے کو کوئی خطبہ نہیں کہتا ہے۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعة باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة ج-۶ ص-۳۸۸ شرح حدیث-۱۹۹۳

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ج-۱ ص-۱۶۹

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب الخطبة والصلاة ج-۱ ص-۳۳۱ حدیث-۱۳۰۵

(۴) ابوداؤد کتاب الصلاة باب الجلوس اذا صعد المنبر ج-۱ ص-۲۰۳ حدیث-۹۶۷ (صحیح) ومشکوٰۃ باب الخطبة والصلاة ج-۱ ص-۳۳۳ حدیث-۱۳۱۳

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے یہ آیت سند میں لائے ہیں: فَاسْعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ۔ کہتے ہیں اس میں مطلق ذکر اللہ ہے تھوڑا ہوا بہت ہو۔

جواب: یہ آیت مجمل ہے اور فعل رسول اللہ ﷺ اس کا مفسر ہے۔ پس مراد اس سے وہی خطبہ طویل ہے جو ذکر اللہ اور تشہد اور درود اور وعظ وغیرہ کو شامل ہو۔ اور نیز جس پر یہ آیت اتری اس نے اس سے یہ بات نہیں سمجھی اور کبھی ایسا خطبہ نہیں پڑھا جس کو امام صاحب نے جائز رکھا ہے بلکہ ہمیشہ خطبہ طویل پڑھتے رہے۔ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو نہیں سمجھا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سمجھا۔ (نحوذ باللہ) نیز اس ذکر اللہ میں جمعہ کی نماز بھی داخل ہے بلکہ اصل مراد وہی نماز ہے پس اس سے لازم آئے گا کہ نماز بھی فقط الحمد للہ یا سبحان اللہ کہنے سے ادا ہو جائے گی اور فقط اتنا ہی ذکر اللہ نماز کی جگہ کافی ہو گا یعنی وضو کیا اور مسجد میں آکر سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہا اور نماز ادا ہو گئی پھر گھر کو روانہ ہوئے حالانکہ یہ بات کتاب و سنت اور اجماع امت کی رو سے باطل ہے۔ پس ذکر اللہ سے فقط سبحان اللہ وغیرہ مراد رکھنا قطعاً غلط ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲ دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں

لمعات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس وقت تحیۃ مسجد پڑھنا جائز نہیں، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ جَاءَ سَلِيكَ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَلِيكَ عَطَفَانِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَعَلَ دَنَ آيَا أَوْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خُطْبَةً يَزِيدُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَنْحَوِرُ فِيهِمَا ثُمَّ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَحَوَّرْ فِيهِمَا۔^(۱)

ترجمہ: وہ بیٹھ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلیک کھڑا ہو اور دو رکعت ہلکی پڑھ لے پھر فرمایا جب آئے کوئی تم میں سے جمعہ کے دن اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو اسے چاہیے کہ ہلکی سی دو رکعتیں پڑھ لے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ تمام احادیث صریح دلیل ہیں۔ امام شافعی، احمد، اسحاق اور فقہاء محدثین کے مذہب کی یعنی یہ کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس کے لیے دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے اور ان کے پڑھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے، انتہی۔^(۲)

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے ہیں، وہ اس حدیث کی یہ تاویلات کرتے ہیں کہ یہ قصہ کلام منع ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے یا یہ قصہ اسی شخص کے ساتھ خاص تھا یا ابھی آپ نے خطبہ شروع نہیں کیا تھا یا یہ خطبہ جمعہ کا نہیں تھا۔ عرض ہے کہ پہلی دونوں تاویلوں کے باطل ہونے پر تو خود یہی حدیث صریحاً دلالت کرتی ہے۔ اس لیے

جواب: کہ اس میں صاف صاف عمومی طور پر ارشاد فرما دیا ہے کہ جب کوئی جمعہ پڑھنے آئے اور امام خطبہ دیتا

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعة باب التحية والامام يخطب ج-۶ ص-۲۰۲ شرح حدیث ۲۰۲۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجمعة باب التحية والامام يخطب ج-۶ ص-۲۰۲ شرح حدیث ۲۰۲۱

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ كَتَبُوا فِي تَحْقِيقِ نَبِيِّ ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں عیدوں اور الْعِيدَيْنِ وَالْأَمْسَقَاءِ سَبْعًا وَخَمْسًا وَصَلُّوا اسْتِغْفَارَ کی نماز میں سات اور پانچ تکبیریں کیں اور خطبہ سے پہلے نماز قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَجَهَرُوا بِالْقِرَاءَةِ۔^(۱) پڑھی اور قراءت بالہر کی۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام پہلی رکعت میں سات تکبیریں کے اور دوسری میں پانچ اور یہ بھی ثابت ہے کہ دونوں رکعتوں میں تکبیریں قراءت سے پہلے۔ پس ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے یہ دونوں مسئلے ان احادیث کے خلاف ہیں۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ اس حدیث سے سند لاتے ہیں جو ابو داؤد میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو موسیٰ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں میں کس طرح تکبیر کہتے تھے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چار تکبیریں کہتے جنازہ کی تکبیروں کی طرح۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہے۔

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے: وتقدم ما في حديث أبي موسى وصرح الخطابي بأنه ضعيف وضعفه البيهقي في المعرفة بعد الرحمن بن ثابت بن ثوبان وقد ضعف ثابتًا يحيى بن معين وضعفه غير واحد بأن رواية عن أبي موسى هو أبو عائشة ولا يعرف ولا يعرف اسمه ورواه البيهقي من رواية مكحول عن رسول أبي موسى وحذيفة عنهما قال البيهقي هذا الرسول مجهول انتهی كذا في النیل۔ اور بغرض صحت اس حدیث سے سات تکبیریں کہنے کے ممانعت نہیں نکلتی ہے ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور جعفر بن محمد کی حدیث سے بھی تین کی ممانعت ثابت ہو جائے گی اور تین تکبیریں کہنا ناجائز ٹھہرے گا۔ اس سے البتہ اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ کبھی تین بھی کہی ہوں گی۔ سو اس کا ہم انکار نہیں کرتے، کبھی سات بھی کہہ لے اور کبھی تین بھی کہہ لے، دونوں امر جائز ہیں۔ مگر سنت سات ہیں پس ایک کو جائز کہنا اور دوسری کو ناجائز یا مکروہ ٹھہرانا بیشک ان احادیث کے خلاف ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور جعفر کے حوالے سے گزر چکی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۴ میت کے بالوں میں کنگھانہ کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَسْرُخُ شَعْرُ الْمَيِّتِ وَلَا لِيَحْتَفُ^(۲) ”میت کے بالوں کو نہ کنگھا کیا جائے اور نہ اس کی داڑھی کو۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور خلاف ہے اس حدیث کے جو کہ صحیح مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: قَالَ اغْسِلْنَهَا وَتَرَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا نَبِي ﷺ نے نملانے والی عورتوں کو فرمایا (جب آپ کی صاحبزادی زینب قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ مَسْطَنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ۔^(۳) ﷺ نے انتقال کیا) کہ اسے تین بار یا پانچ بار یا سات بار غسل دو۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کو کنگھا کیا اور تین مینڈیاں گوندھیں۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب صلاة العیدین ج ۱ ص ۳۵۳ حدیث ۱۳۳۲ (ضعیف)

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب الجنائز ج ۱ ص ۱۷۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج ۲ ص ۷۰ حدیث ۲۱۸۸

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ میت کے بالوں کو کنگھی کی جائے اور گوندا جائے اور اسی کے امام شافعی، اسحاق، امام احمد اور اوزاعی قائل ہیں اور ظاہر بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اذن سے کیا گیا ہے جیسے کہ سب غسل کے طریق میں رسول اللہ ﷺ سے اذن لیا گیا، انتہی۔^(۱)

مسئلہ نمبر ۲۵ میت کو کفن میں کرتے بھی دیا جائے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ میت کو کفن میں کرتے بھی دیا جائے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے: **الْكُفْنَةُ أَنْ يُكْفَنَ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ إِذَا رَافَقَ قَمِيصٍ وَلِفَافَةٍ** ^(۲) ”سنت یہ ہے کہ کفن دیا جائے مرد تین کپڑوں میں تہبند اور کرت اور لفافہ میں۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

قَالَتْ كَفَّنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيَضٍ سَخُولِيَّةٍ مِنْ كُرْشَفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. ^(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفلیا گیا جو خالص روئی سے تیار کئے گئے تھے، ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اسی طرح اس حدیث کی شافعی اور جمہور علماء نے تفسیر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں مستحب یہ ہے کہ کفن میں کرت اور دستار نہ ہو اور یہی ٹھیک بات ہے جس کو ظاہر حدیث بھی چاہتا ہے، انتہی۔^(۴)

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عمامہ اور قمیص ان تین کپڑوں میں سے نہیں تھے بلکہ ان کے علاوہ تھے۔

جواب: اس کا امام نووی نے یہ لکھا ہے:

وَهَذَا ضَعِيفٌ فَلَمْ يَثْبُتْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَفَّنَ فِي قَمِيصٍ وَعِمَامَةٍ. ^(۵) یہ تاویل ضعیف ہے، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا قمیص اور عمامہ میں کفن دیا جانا ثابت نہیں ہوا، انتہی۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی غسل المیت ج-۷، ص-۷، حدیث-۲۱۸

(۲) ہدایہ کتاب الصلاة باب الجنائز ج-۱، ص-۱۷۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج-۷، ص-۱۱، حدیث-۲۱۷

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج-۷، ص-۱۲، شرح حدیث-۲۱۷

(۵) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الجنائز باب فی کفن المیت ج-۷، ص-۱۲، شرح حدیث-۲۱۷

مسئلہ نمبر ۲۶ صبح کی نماز اس وقت پڑھے جبکہ آسمان روشن ہو جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَسْتَحِبُّ الْإِسْفَارُ بِالْفَجْرِ^(۱) ”مستحب ہے روشن کرنا فجر کی نماز کو“ یعنی صبح کی نماز اس وقت پڑھے جبکہ آسمان روشن ہو جائے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان چودہ احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ التَّيَّامُ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُزَوِّطِهِنَّ مَا يُغَوِّفَنَّ مِنَ الْعَلَسِ^(۲) تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے تھے نماز ادا کرنے کے بعد عورتیں اپنی چادر میں لپی ہوئی واپس جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پچپائی نہ جاتیں۔

(حدیث نمبر ۲) — صحیح بخاری اور مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالنَّاحِيَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا آخَرُ وَالصُّبْحَ بِغَلَسِ^(۳) محمد بن عمرو بن حسن کہتے ہیں کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حل پوچھا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سخت گرمی میں اول وقت پڑھتے تھے اور نماز عصر اس وقت ادا کرتے جب آفتاب خوب روشن ہوتا اور مغرب جب آفتاب ڈوب جاتا اور عشاء کو جب آدمی بہت ہو جاتے تو جلد پڑھ لیتے اور جب آدمی کم ہوتے تو دیر کرتے اور نماز صبح اندھیرے میں ادا کرتے

(حدیث نمبر ۳) — صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي تَمِيمٍ تَسْعَوْنَ فَلَمَّا فَرَعَا مِنْ سُحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَقُلْنَا لَأَنْتَ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَوَاعِيهِمَا مِنْ سُحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَدَرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً^(۴) تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زینب بنت ابی تیمیہ نے سحری کھائی پس جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دونوں کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے میں کتنی دیر لگی؟ انہوں نے کہا کہ جتنی دیر میں آدمی پچاس آیات پڑھ لے۔

(حدیث نمبر ۴) — صحیح بخاری میں ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةً بَيْنَ أَنْ أُذْرِكَ صَلَاةَ انہوں نے سل بن سعد رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے گھر والوں میں سحری کھاتا پھر مجھے بہت جلدی ہوتی کہ (مسجد میں پہنچوں اور) صبح

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب المواظبات ج-۱ ص-۸۲

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب التكبير بالصبح ج-۵ ص-۱۳۶ حدیث-۱۳۵۷

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب تعجيل الصلوات ج-۱ ص-۱۸۸ حدیث-۵۸۸

(۴) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب التعجيل الصلوة ج-۱ ص-۵۹۵ حدیث-۵۹۹

کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کروں۔

الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - (۱)

(حدیث نمبر ۵) — ابو داؤد میں ہے :

رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے اور نہیں پہچانتا تھا ہم سے اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو جس کو وہ پہچانتا تھا۔ آپ نماز میں ساتھ سے سو آیات تک تلاوت فرماتے۔

كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَمَا يَعْرِفُ أَحَدًا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ فَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا بِسِتِّينَ إِلَى مِائَتٍ (۲)

(حدیث نمبر ۶) — ابن ماجہ میں ہے :

حدیث بیان کی ہم سے ابن سبی نے اس نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی تھی میں نے پڑھی۔ جب اس نے سلام پھیری تو میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ نماز کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ نماز ہماری وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے سو جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے تو عین رضی اللہ عنہ نے روشن کر کے صبح کی نماز پڑھی۔

حَدَّثَنَا مُعَيْثُ بْنُ سُوَيْبٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ الصُّبْحَ بِغُلَسٍ فَلَمَّا سَلَّمَ أَقْبَلْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ قَالَ هَذِهِ صَلَاتُنَا كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمَّا طَعِنَ عُمَرُ اسْفَزَ بِهَا عُثْمَانُ -

(حدیث نمبر ۷) — سنن ابی داؤد میں ہے :

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صبح کی نماز ادا کی تھی میں نے پڑھی اور پھر ایک مرتبہ دن پڑھے پڑھی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا سفر میں پھر کبھی نہ پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں اور ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجا : صبح کی نماز پڑھو اس حال میں کہ ستارے ظاہر ہوں اور آپس میں ملے ہوئے ہوں۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغُلَسٍ ثُمَّ مَرَّةً أُخْرَى فَاسْفَزَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيظِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يُعَدِّ إِلَى أَنْ يُسْفَرَ - (۳)

(حدیث نمبر ۸) — موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلاموں اور ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ بھیجا : صبح کی نماز پڑھو اس حال میں کہ ستارے ظاہر ہوں اور آپس میں ملے ہوئے ہوں۔

أَنْ صَلُّوا الصُّبْحَ وَالتَّجُوزُ بِأَدْيَةِ مُشَبِّكَةٍ - (۴)

(حدیث نمبر ۹) — موطا امام مالک میں ہے جو کہ حضرت عروہ سے ثابت ہے :

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَلَّى الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِيهِمَا بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ كُنْتُهُمَا - (۵)

(۱) صحیح بخاری ج-۱

(۲) ابو داؤد کتاب الصلاة باب فی وقت صلاة النبی ج-۱ ص-۸۱ حدیث-۳۸۵ (صحیح)

(۳) ابو داؤد کتاب الصلاة باب ماجاء فی المواقیب ج-۱ ص-۸۰ حدیث-۳۷۸ (حسن)

(۴) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب المواقیب ج-۱ ص-۱۸۶ حدیث-۵۸۵ (منقطع)

(۵) مشکوٰۃ کتاب الصلاة باب القراءة فی الصلوة ج-۱ ص-۲۷۳ حدیث-۸۶۳ (رجالہ ثقات)

عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَرَأَ فِيهِمَا بِسُورَةِ يُوسُفَ
وَالْحَجَّ قِرَاءَةً بَاطِنَةً قَبْلَ لَهُ إِذَا لَقَدْ كَانَ يَقُومُ
جَنِينَ يَنْظِلُّنَ الْفَجْرَ قَالَ أَجَلٌ - (۱)

تحقیق حضرت عمرؓ نے صبح کی نماز میں سورۃ یوسف اور حج پڑھی اور
قرأت بڑے آرام سے کی۔ کہا گیا کہ پھر تو وہ نماز کے لیے طلوع فجر کے
ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے ہوں گے۔ راوی نے کہا ”ہاں۔“

(حدیث نمبر ۱۱) --- محلّی شرح موطائیں وردی ابن ابی شیبہ سے ہے :

كَانَ النَّاسُ يَغْلِبُشُونَ الْفَجَرَ مِنْ رَمَنِ عُثْمَانَ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں لوگ فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھتے۔ ایک دوسرے کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

(حدیث نمبر ۱۳) — محلی میں ہے :

وَعَنْ أَبِي مُوسَى وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرِ بْنِ عَبْدِ
الْعَزِيزِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَغْلِسُونَ^(۲)

(حدیث نمبر ۱۳) --- صحیح بخاری میں عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے :

میں عبد اللہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا سو ہم مزدلفہ میں آئے پس اس نے دونوں نمازیں پڑھیں ہر نماز الگ الگ اذان اور اقامت کے ساتھ اور عشاء دونوں کے درمیان پھر جب طلوع ہوئی تو صبح کی نماز پڑھی اس وقت کوئی کستا تھا کہ فجر طلوع ہو گئی ہے اور کوئی یہ کستا تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی۔

(حدیث نمبر ۱۳)۔۔۔ موطا امام مالک میں فرافصہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

انہوں نے کہا کہ میں نے سورہ یوسف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قراءت سن کر یاد کر لی کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے نماز صبح میں بکثرت تلاوت کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ غسل میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات صبح کی نماز غسل میں پڑھا کرتے تھے بلکہ ابو داؤد کی حدیث جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام عمر میں فقط ایک ہی مرتبہ اسفار کر کے صبح کی نماز ادا کی ہے اور اس کے بعد باقی عمر ہمیشہ آخری دم تک غسل میں ہی پڑھتے رہے۔ اسی کے ابن عمر، انس بن مالک، جابر، ابو ہریرہ، سہل بن سعد، علی اور عائشہ، ام سلمہ اور قبلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہم قائل ہیں۔

(١) مشكوة كتاب الصلوة باب القراءة في الصلوة ج-١، ص-٢٤٣، حديث-٨٩٥ (صحیح)

(۲) صحیح بخاری ج-۱، ص-۲۲۸

(٣) مشكوة كتاب الصلاة باب القراءة في الصلوة ج-١، ص-٢٤٣ (صحيح)

اور ترمذی میں لکھا ہے :

وَهُوَ الَّذِي اخْتَارَهُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ
مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ
وَعُمَرُ وَهَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ وَبِهِ يَقُولُ
الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ يَسْتَحِبُّونَ
التَّغْلِيسَ بِصَلَاةِ الْفَجْرِ انْتَهَى۔

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

وَلَفِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ اسْتِحْبَابُ التَّغْلِيسِ
بِالصُّبْحِ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ
وَأَحْمَدَ وَالْجُمْهُورِ انْتَهَى۔^(۱)

خفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ تغلیس کی احادیث منسوخ ہیں اور وہ اپنی سند میں یہ
تنبیہم : احادیث لاتے ہیں۔

(حدیث نمبر ۱) — عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةُ الْإِ
بِمَقَاتِلِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ
وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ وَصَلَّى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ
مِقَاتِلِهَا۔^(۲)

یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ناخ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ شرائط فتح یہاں پائے نہیں جاتے۔
جواب : منسوخ سے ناخ کا تاخر ثابت نہیں ہے اور تطبیق بھی بوجہ احسن ممکن ہے۔ اس لیے کہ عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ معنی ہیں کہ اس دن شروع وقت کے بعد مطلق تاخیر نہ کی بلکہ بوقت طلوع صبح صادق بلا
تاخیر نماز پڑھی۔ جیسا کہ عبد الرحمن کی حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن ایسے وقت میں آپ نے صبح کی نماز
ادا کی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ابھی صبح صادق طلوع نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلغلہ میں جو آپ کا وقت
معتاد تھا کہ ابھی اس دن آپ نے اس وقت معتاد سے بھی پہلے صبح کی نماز ادا کی اور وقت معتاد آپ کا غلغلہ تاخیر سیر
تھا یعنی طلوع صبح صادق کے بعد آپ ہمیشہ ذرا تاخیر کیا کرتے تھے۔ اس دن مطلق کچھ تاخیر نہ کی اس حدیث سے یہ ہرگز
معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کا وقت معتاد اسفار تھا بلکہ مسلم کی ایک روایت میں قبل وقتہا بغلغلہ صاف آگیا ہے یعنی
غلغلہ میں جو آپ کا وقت معتاد تھا اس وقت سے پہلے ادا کی۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصلاة شرح باب استحباب التكبير بالصبح ج-۵ ص-۱۳۵ شرح حدیث-۱۳۵۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الدفع من عرفة والمزدلفة ج-۸ ص-۸۰۲ حدیث-۲۶۰۸ (متفق علیہ صحیح)

ام نودی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ تمام دنوں میں نماز اول وقت ادا کرنا مستحب ہے لیکن اس دن تو اول وقت میں اوائے صلوٰۃ بہت زیادہ مستحب ہے اور سنت ہے کہ اس دن بہت جلد نماز ادا کی جائے اور ہمارے اصحاب نے ان روایات کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی ﷺ اس دن کے علاوہ طلوع فجر (دوسرے دنوں میں) طلوع فجر سے ذرا تاخیر کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس بلال رضی اللہ عنہ آجاتا (اور نماز کے لیے آپ کو کہتا) لیکن اس دن (جب آپ مزدلفہ میں ہوتے) آپ تاخیر نہ کرتے کیونکہ بہت سے منہک حج ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اس بناء پر علی الصبح نماز پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ منہک حج کی ادائیگی کے لیے کھلا وقت مل جائے۔

وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ اسْتِحْبَابُ الصَّلَاةِ فِيهِ أَوَّلُ الْوَقْتِ فِي كُلِّ الْأَيَّامِ وَلَكِنْ فِي هَذَا الْيَوْمِ أَشَدُّ اسْتِحْبَابًا وَسُنُّ زِيَادَةٍ التَّبَكُّيرِ فِي هَذَا الْيَوْمِ وَأَجَابَ أَصْحَابُنَا عَنْ هَذِهِ الرِّوَايَاتِ بِأَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ ﷺ كَانَ فِي غَيْرِهِ هَذَا الْيَوْمِ يَتَأَخَّرُ عَنْ أَوَّلِ ظُلُوعِ الْفَجْرِ لِحَظَّةٍ إِلَى أَنْ يَأْتِيَهُ بَلَاءٌ وَفِي هَذَا الْيَوْمِ لَمْ يَتَأَخَّرْهُ لِكَثْرَةِ الْمَنَاسِكِ فِيهِ فَيَحْتَاجُ إِلَى الْمُبَالَغَةِ فِي التَّبَكُّيرِ لِيَتَسِعَ الْوَقْتُ لِفِعْلِ الْمَنَاسِكِ انْتَهَى۔^(۱)

یہ بات ظاہر ہے کہ غلص کا وقت دراز اور طویل ہوتا ہے بہت دیر تک رہتا ہے۔ اس کے اول آخر یا اوسط جس جزء میں صبح کی نماز ادا ہوگی سب کو غلص ہی کہا جائے گا۔ پس حدیث عبداللہ بن مسعود سے تطبیق ہوگئی۔ علاوہ ازیں اور احادیث سے تغلیس کی معلومت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ساتویں حدیث سے صاف ثابت ہو چکا ہے پھر نسخ کا دعویٰ کمال گیلہ (حدیث نمبر ۲) — حنفیہ اپنی سند میں لاتے ہیں :

أَسْفَرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لِلْأَجْرِ۔
صبح کو روشن کر کے پڑھو، اس سے زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

جواب: یہ حدیث بھی غلص کی ناخ نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی نسائی والی اسناد میں دو راوی ضعیف ہیں۔ اول ابراہیم بن یعقوب ناہی مذہب ہے۔ دوسرا راوی ابن مریم ضعیف اور مختلط ہے۔ چنانچہ تقریب میں لکھا ہے : ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم الغسانی الشامی وقد ينسب إلى جده قبل اسمه بکبر و قبل عبد السلام ضعيف وكان قد سرق بيته فاختلط انتهي۔ یعنی ابو بکر بن عبداللہ بن ابی مریم غسانی شامی ہے اور کبھی اپنے دادے کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام بکیر ہے اور بعض کہتے ہیں عبدالسلام ہے، ضعیف ہے اور اس کے گھر میں چوری ہو گئی تھی پس اس کی حدیث مخلوط ہو گئی تھی، انتھی۔ اور نیز اس کا متاخر ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت احادیث سے تغلیس کی مداومت ثابت ہوتی ہے جو اس ناخ کے بطلان پر دلالت کرتی ہے۔ اگر منسوخ ہوتی تو پھر آخر دم تک تغلیس میں نماز پڑھنے کے کیا معنی ہوئے اور نیز اس حدیث کی حدیث تغلیس کے ساتھ تطبیق بھی کئی طرح ممکن ہے۔

اول: بایں طور کہ اسفار سے مراد ظہور صبح ہے۔ اس طرح پر کہ صبح میں کسی کو شک باقی نہ رہے اور یقین کامل ہو جائے اور اس اسفار میں جو بمعنی تین طلوع صبح صادق ہے فی الجملہ امتداد بھی موجود ہے۔ جس میں افراد

متعددہ فرض ہو سکیں۔ اس لیے کہ ایک تيقن وقت وہ ہے کہ خاص ان لوگوں کو جن کو معرفت تملہ وقت طلوع صبح ہے تيقن طلوع صبح ہو اور دن کو نہ ہو پھر اس کے بعد ایک وقت وہ ہے کہ جو لوگ ان سے کم ملکہ معرفت وقت رکھتے ہیں ان کو بھی تيقن ہو جائے علیٰ ہذا القیاس ایک وقت زمانہ کا وہ ہے کہ ہر شخص کو دخول وقت صبح صلوٰۃ کا تيقن ہو جائے اور یہ تمام اوقات غلص ہی میں موجود ہوتے ہیں۔ اب یہ حدیث اسفار^(۱) جو بمعنی تيقن طلوع صبح صلوٰۃ ہے۔ در حقیقت غلص کے ساتھ جمع ہے۔ اس میں کسی طرح کی منقالت نہیں اور جس غلص کا استحباب حدیث سے ثابت ہے وہ ایسا غلص ہے کہ نماز میں بقدر سو آیتوں کے رسول اللہ ﷺ قراءت کرتے تھے اور دیگر ارکان نماز بھی طمانینت تعدیل ادا فرماتے تھے اور بعد اتمام نماز جو عورتیں گھروں کو پلٹ جاتی تھیں وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ اس قدر غلص کا اندھیرا باقی ہوتا تھا یہ غلص اسفار حنفیہ میں کمال متصور ہے۔

دوم: یوں بھی اس کی تطبیق ہو سکتی ہے کہ شروع نماز غلص میں ہو اور تطویل قراءت اس قدر ہو کہ اختتام نماز تک وقت اسفار آجائے۔ کما هو مذهب الطحاوی۔

سوم: تطبیق کی ایک صورت وہ ہے جو امام خطابی نے لکھی ہے کہ اسفار کا حکم چاندنی راتوں میں ہے۔ اس لیے کہ ان میں صبح کی روشنی اور چاند کی روشنی میں اشتباہ رہتا ہے۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اسفار کا حکم ابر کی راتوں میں ہو۔ اس لیے کہ ان میں بھی صبح کی روشنی دیر کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ پس باوجود ضعیف ہونے ناخ کے اور عدم علم تاخر ناخ اور امکان تطبیق کے دعویٰ نسخ قطعاً باطل ہے۔ علاوہ ازیں غلص کی احادیث کو بخاری اور مسلم اور دیگر اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے اور اسفار کی احادیث کو بخاری و مسلم نے روایت نہیں کیا ہے۔ پس صحیحین کی احادیث کو بالاتفاق ترجیح ہوگی۔

تیسری دلیل حنفیہ یہ لاتے ہیں جو ابراہیم نخعی کا قول ہے: مَا اجْتَمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ وَثَلَّ مَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّوْبَةِ۔ ”رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کسی شے پر جمع نہیں ہوئے جیسے کہ صبح کے روشن کرنے پر جمع ہوئے ہیں۔“

جواب: اگر مراد ان کی یہ ہے کہ وہ کل صحابہ یا اکثر صحابہ کا مذہب نقل کرتے ہیں تو یہ بات صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ان کو جمہور صحابہ سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ فقط ایک دو صحابی سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔ چنانچہ قریب میں ان کو طبقہ خامہ میں لکھا ہے اور یہ اس طبقے والے لوگ ہیں جن کی فقط ایک دو صحابی سے ملاقات ہوئی ہے اور ان میں سے بعض کا سامع بھی کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا ارسال حجت نہیں ہے۔ نیز ابو بکر صدیق اور عمر فاروق وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تغلیس صبح کی ثابت ہو چکی ہے کہ اوپر مذکور ہوا پھر ان کا یہ قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

شیخ سلام اللہ حنفی نے شرح موطا میں لکھا ہے :

وَمِمَّا يَقْطَعُ بِعَدَمِ النَّسَخِ كِتَابَةُ عُمَرُ إِلَى عُمَالِهِ وَإِنِّي مُؤَسِّسُ الْأَشْعَرِيِّ صَلُّوا الصُّبْحَ وَالْتَجُؤُمْ بِأَدِينَةِ مُشْتَبِكَةً كَمَا مَسَّحَنِي فِي

تغلیس کے منسوخ نہ ہونے کا جو یقین دلاتی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے عمل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا ہے کہ صبح کی نماز اسی وقت ادا کرو جب ستارے ظاہر ہوں اور ایک دوسرے کے قریب

الْكِتَابِ فَلَوْ كَانَ التَّغْلِيصُ مَنْسُوحًا لَمَا خَفِيَ عَلَى عَمَرَ وَابْنِ مُوسَى وَلَا نَكَرَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ ذَلِكَ وَابْنُ سَيِّحِي فِي الْكِتَابِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ يَقْرَأُ بِالنِّفَرَةِ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ وَهُوَ يَقْتَضِي تَغْلِيصَهُ بِالصُّبْحِ-^(۱)

قریب ہوں۔ جیسا کہ ابھی کتب میں آئے گلہ اگر تغلیص منسوخ ہو گئی ہوتی تو حضرت عمرؓ اور ابو موسیٰؓ پر مخفی نہ رہتی اور صحابہ بھی اس کا انکار کر دیتے۔ کتب میں اس بات کا بھی ذکر ہو گا کہ ابو بکر صدیقؓ صبح کی نماز میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے۔ اس کا بھی تقاضا یہ ہے کہ نماز منہ اندھیرے شروع کی جائے

پھر اس کے بعد شیخ سلام اللہ نے تغلیص صبح کے اثبات میں بہت سے آثار صحابہ سے نقل کئے ہیں۔ آخر میں جا کر لکھتے ہیں :

فَإِذَا ثَبَتَ التَّغْلِيصُ مِنْ هَؤُلَاءِ الصَّحَابَةِ الْكِبَارِ فَمَا زُوِيَ عَنِ النَّخَعِيِّ مَا اجْتَمَعَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى شَيْئٍ مَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ لَوْ صَحَّ مَحْمُولٌ عَلَى مَنْ أَدْرَكَهُ النَّخَعِيُّ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ اِنْتَهَى-^(۲)

جبکہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنی ان صحابہ کبار سے ثابت ہو چکی تو اب جو ابراہیم نخعی سے مروی ہے اگر صحیح ہو تو اس پر محمول کیا جائے گا کہ جن صحابہ کے ساتھ ابراہیم نخعی نے ملاقات کی ہے اہل عراق سے ہیں، انتہی۔

یعنی ابراہیم نخعی کے قول میں کل صحابہ مراد نہیں ہو سکتے کہ ان کبار صحابہ سے تغلیص ثابت ہو چکی۔ پس لامحالہ بعض صحابہ مراد ہوں گے نیز اس کی صحت میں کلام ہے علاوہ ازیں تنویر سے مراد یقین صبح بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ اسفار میں مذکور ہو چکا ہے۔ پس بلوجود ان وجوہ قویہ اور دلائل صریحہ کے جو شیخ کے باطل ہونے پر دلالت کرتے ہیں، دعویٰ صحیح کرنا انصاف کی بات نہیں۔

(حدیث نمبر ۴) — جو حنفیہ سند میں لاتے ہیں :

نَوَزَ يَابِلَالُ بِالْفَجْرِ قَدْزَ مَا يَبْصُرُ الْقَوْمَ مَوَاقِعَ نَتْلِيهِمْ

روشن کر اے بلال صبح کو اتنا کہ لوگ اپنے تیر کرنے کی جگہ کو دیکھ سکیں۔

اس کی تصحیح کسی محدث نے نہیں کی ہے بلکہ محلی میں اس کی سند کو ضعیف لکھا ہے۔ پس یہ حدیث جواب :

روایات صحیحہ تغلیص کے معارض نہیں ہو سکتی۔ نیز صحیحین کی احادیث کو ترجیح دی جائے گی۔ پھر تیر دیکھنے کے وقت تو بہت سخت زردی ہو جاتی ہے اور وہ وقت بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس لیے کہ آفتاب زرد کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت آپجی ہے۔ جیسے کہ مذکور ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد احادیث میں عام طور پر اول وقت نماز ادا کرنے کی تاکید آپجی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ مسجد کو سینٹ ساگوان اور سونے کے پانی سے نقش

کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُنْقَشَ الْمَسْجِدُ بِالْحَصَى وَالسَّاجِ وَمَاءِ الذَّهَبِ^(۱) ”اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ مسجد کو سینٹ ساگوان اور سونے کے پانی سے نقش کیا جائے“ سو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَمَرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتَزُخْرِفَنَّهَا كَمَا زُخْرِفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى^(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مساجد کو پلستر کر کے خوب مزین اور دلکش بنانے کا حکم نہیں دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا البتہ تم ان کو ضرور مزین کرو گے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو کیا انتہی۔

ایک حدیث یہ ہے جو کہ کفلیہ حاشیہ میں لکھی ہے :

لَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قِيلَ لَهُ أَلَا أَتَهْدِمُ مَسْجِدَكَ ثُمَّ تَبْنِيهِ قَالَ لَا عَرْشَ كَعَرْشِ مُوسَى وَكَانَ سَقْفُ مَسْجِدِهِ مِنَ الْحَرِيرِ وَكَانَ يَكْفُ إِذَا مُطِرَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ کیا ہم آپ کی مسجد کو گرا کر نئی بنائیں؟ فرمایا نہیں، چھت موسیٰ کی چھت جیسی ہی ٹھیک ہے اور آپ کی مسجد کی چھت کھجوروں کی شاخوں سے ڈالی گئی تھی۔ اور جب بارش ہوتی تو وہ ٹپک پڑتی تھی۔

اور ایک حدیث اسی میں یہ ہے :

لَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَدَّ ذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ قَالَ يَزُخَرُفُ الْمَسَاجِدُ وَيَطْوَلُ الْمَنَارُ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بیان کی کہ مسجدوں کو مزین کیا جائے گا اور بڑے بڑے منارے بنائے جائیں گے۔

مزید ایک اور حدیث اسی میں یہ بھی ہے :

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جِئْتُ مَرَّ بِمَسْجِدٍ مَزُخَرَفٍ لِمَنْ هَذِهِ الْبَيْعَةُ انْتَهَى۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ایک زیارت والی مسجد پر سے گزرے تو فرمایا یہ کس کا گرجا ہے؟

مگر صاحب کفلیہ نے ان احادیث کی سند بیان نہیں کی ہے (مسئلہ کی حد تک نہ سہی عملی طور پر دیکھا جائے تو خود اہل حدیث بھی اس معاملہ میں سنت کے پیرو نہیں رہے۔ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آئینے میں ہم سب کو اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے۔)

(۱) ہدایۃ کتاب الصلاة باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیہا ج-۱ ص-۱۳۳

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب الصلاة باب فی بناء المساجد ج-۱ ص-۱۳۳ حدیث-۳۳۸ (صحیح)

مسئلہ نمبر ۲۸ امام منبر پر چڑھنے کے لیے نکلے تو نہ نماز پڑھے

نہ کلام کرے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلَوةَ وَلَا كَلَامَ**۔^(۱) ”جب امام منبر پر چڑھنے کے لیے نکلے تو نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ کلام کرے“ یعنی جس وقت امام نکلے اسی وقت سے کلام کرنا منع ہے، خواہ ابھی خطبہ بھی شروع نہ کیا ہو اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قُلْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفَعْتُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ انْصَتُوا وَإِلَامًا۔ جس وقت کہ امام خطبہ دیتا ہو پس تحقیق تو نے نفع کلام کیا۔
يَخْطُبُ فَقَدْ لَعَنُوا۔^(۲)

فائدہ: اس حدیث کے ذیل میں امام نووی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول والا امام یخطب دلیل ہے اس پر کہ واجب ہونا سکوت کا اور منع ہونا کلام کا فقط اسی حالت میں ہے جبکہ امام خطبہ دیتا ہو (یعنی امام کے نکلنے کے بعد قبل شروع خطبہ کے کلام کرنا جائز ہے) اور یہی ہمارا امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب ہے، انتہی۔^(۳)

مسئلہ نمبر ۲۹ مرد اور عورت کے جنازے کیلئے امام کہل کھڑا ہو؟

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَيَقُومُ الَّذِي يُصَلِّي عَلَى الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِحَذَاءِ الصَّلَاةِ**۔^(۴) ”مرد اور عورت کے جنازے پڑھے مرد اور عورت کی سینے کے برابر یعنی امام جنازہ کی نماز میں میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو خواہ جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَلَى جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حَيَّالٌ رَأْسَهُ ثُمَّ جَاؤَا بِجَنَازَةِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالُوا يَا أَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَيْهَا فَقَامَ حَيَّالٌ وَسَطَ السَّرِيرِ فَقَالَ لَهُ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھی۔ سو انس رضی اللہ عنہ اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے پھر قریش کے لوگ ایک عورت کا جنازہ لائے اور انہوں نے کہا اے اباحمزہ اس پر بھی جنازہ کی نماز پڑھو پس حضرت انس رضی اللہ عنہ چارپائی کے برابر کھڑے ہوئے یعنی

(۱) ہدایہ کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ج-۱ ص-۱۷۱

(۲) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب فی الانصات یوم الجمعة ج-۶ ص-۲۷۶ حدیث-۱۹۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب فی الانصات یوم الجمعة ج-۶ ص-۲۷۷ شرح حدیث-۱۹۳

(۴) ہدایہ کتاب الصلاة باب الجنائز ج-۱ ص-۱۸۱

الْعَلَاءُ بَنِي زَيْدٍ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ وَفِي رَوَايَةٍ لَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَةِ الْمَرْأَةِ (۱)

اس کے درمیان پس اس پر علاء بن زیاد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا اسی طرح آپ نے رسول اللہ ﷺ کو دکھا ہے؟ رسول مقبول ﷺ بھی مرد اور عورت کے جنازہ پر اسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے جس جگہ آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی ہے انہوں نے کہا ہاں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عورت کی کمر کے برابر کھڑے ہوئے۔

مسئلہ نمبر ۳۰ شہید وہ ہے جس کو مشرکین قتل کر ڈالیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے اور غسل نہ دیا جائے: الشَّهِيدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُونَ أَوْ وَجَدَ فِي الْمَعْرَكَةِ وَبِهِ آثَرُ أَوْ قَتَلَهُ الْمُسْلِمُونَ ظُلْمًا فَيَكْفَنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَا يُغْسَلُ (۲) ”شہید وہ ہے جس کو مشرکین قتل کر ڈالیں یا معرکہ میں پایا جائے اور اس کے ساتھ کوئی نشانی ہو یا مسلمان اس کو ظلم کے ساتھ قتل کریں“ پس اسے کفن دیا جائے اور اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے لیکن اس کو غسل نہ دیا جائے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مَنْ قَتَلَ أُخِي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَتَيْتُهُمْ أَكْثَرَ أَخَذَا لِقُرْآنٍ فَإِذَا أَشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدُعَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغْسَلُوا (۳)

تحقیق رسول اللہ ﷺ جمع کرتے دو مردوں کو اُحد کے شہیدوں سے ایک کپڑے میں پھر فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن پڑھا ہوا کون ہے؟ پس جب آپ کو دونوں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جاتا تو آپ اس کو پہلے قبر میں داخل کرتے پھر فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں قیامت کے دن اور آپ نے حکم فرمایا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں کے ساتھ اور نہ نماز پڑھی آپ نے ان پر اور نہ ان کو غسل دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ اس کو غسل دیا جائے۔
تنبیہ: خفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند میں یہ حدیث لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

جواب: یہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی بلکہ تمام طریقوں سے ضعیف ہے، کما بسطہ فی التخریج۔ پس اس حدیث بے سند سے دلیل پکڑنا جائز نہیں ہے اور بفرض محال صحیح بھی ہو تو جب بھی بخاری کی حدیث کو ترجیح ہوگی۔ اس لیے کہ قرآن کے بعد وہ سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہے، کما ہو معلوم۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنائز ج-۱ ص-۵۸۸ حدیث-۱۶۷۹ (صحیح)

(۲) ہدایۃ کتاب الصلاة باب الشہید ج-۱ ص-۱۹۳

(۳) مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنائز ج-۱ ص-۵۸۵ حدیث-۱۶۷۵ و بخاری (صحیح)

اونٹ کی زکوٰۃ

مسئلہ نمبر ۳۱

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: ثُمَّ إِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَةِ وَعِشْرِينَ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ فَيَكُونُ فِي الْخُمْسِ شَاةٌ مَعَ الْحَقَّتَيْنِ وَفِي الْعَشْرِ شَاتَانِ۔^(۱) ”جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو زکوٰۃ نئے سرے سے شروع کی جائے پس ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دی جائے اور دس میں دو بکریاں۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ بَنْتُ لَبُونٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حَقَّةٌ۔^(۲) بنت لبون دے۔ (جو تیسرے برس میں داخل ہو چکی ہو) اور ہر پچاس اونٹوں کے بدلے حقہ دے (یعنی جو چوتھے برس میں داخل ہوا ہو)۔

فائدہ: مطلب اس کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک سو بیس سے پانچ اونٹ زیادہ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینی واجب ہے اور اگر دس زیادہ ہو جائیں تو دو بکریاں واجب ہوتی ہیں، علیٰ ہذا القیاس۔ پس ان کے نزدیک ایک سو بیس کے بعد چالیس سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ جب چالیس پورے ہوں تو بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ دیا جائے اور جو اس سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں چالیس سے کم میں زکوٰۃ دینے کی نفی نہیں ہوتی۔

جواب: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی زکوٰۃ کا مکمل نصاب بیان فرمایا ہے۔ اگر ایک سو بیس اونٹوں کے بعد نئے سرے سے ہر پانچ اونٹوں کے بدلے میں زکوٰۃ دینا واجب ہو تا تو آپ ایسا حکم فرما دیتے یا یہی حکم دے دیتے کہ پچیس کے بدلے میں ایک بنت مخاض ادا کی جائے پھر ان دو اسفل اعداد کو ترک کر کے تیسرے عدد اعلیٰ کا ذکر کیوں کیا، بالترتیب اول سے شروع کیوں نہیں کیا۔ نیز السکوت فی معرض البیان بیان اصول کا قاعدہ مقرر ہو چکا ہے یعنی بیان کرنے کی جگہ چپ کر جانا یہ بھی بیان ہوتا ہے پس یہ سکوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ

مسئلہ نمبر ۳۲

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِذَا كَانَتْ الْخَيْلُ سَائِمَةً ذُكُورًا وَإِنَاثًا فَصَاحِبُهَا بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْطَى مِنْ كُلِّ فَوْسٍ دِينَارًا وَإِنْ شَاءَ قَوْمَهَا وَأَعْطَى عَنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ دِرْهَمٍ خَمْسَةَ دِرْهَمٍ۔^(۳) ”جب گھوڑے چرنے والے زورور ملہ ہوں تو ان کا مالک مختار ہے خواہ ہر گھوڑے کی زکوٰۃ ایک دینار دے دے خواہ ان کی قیمت ڈال کر ہر دو سو درہم سے پانچ درہم زکوٰۃ دے، انتہی۔“

(۱) ہدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقة السوائم ج-۱ ص-۱۷۸

(۲) مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب ما يجب فیہ الزکوٰۃ ج-۱ ص-۵۱۳ حدیث-۱۷۹۱ و بخاری (صحیح)

(۳) ہدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقة المائت ج-۱ ص-۱۹۱

مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) — ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالزَّيْفِ فَهَاتُوا صَدَقَةَ الزَّيْفِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا وَلَيْسَ فِي بَسْعِينَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خُمُسَةٌ ذَرَاهِمَ۔^(۱)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے لیکن چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ چالیس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے۔ اگر ایک سو نوے درہم ہوں تو ان پر کوئی چیز واجب نہیں۔ مگر یہ تعداد جب دو سو کو پہنچے تو پھر پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہیں۔

(حدیث نمبر ۲) — بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ۔^(۲)
اور نہ اس کے گھوڑے میں۔

(حدیث نمبر ۳) — دارقطنی میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :
أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَصْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقْلٍ مِنْ خُمُسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجَنَبَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْفُ الْجَنَبَةُ الْخَيْلِ وَالْبِغَالُ وَالْعَبِيدُ۔^(۳)
تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں اور عطا کی ہوئی کھجوروں میں بھی صدقہ نہیں، پانچ وسق سے کم میں عوائل میں اور جبہ میں بھی زکوٰۃ نہیں۔ مگر راوی نے کہا کہ جبہ سے مراد گھوڑا اور خچر اور غلام ہیں۔

فائدہ : امام نووی نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس باب میں اصل ہے کہ گھوڑے اور غلام جب تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اسی کے تمام علماء سلف اور خلف قائل ہیں لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ جب نرمادہ ملے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے اور ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ البتہ یہ حدیث ان کے رد میں صریح ہے، انتہی ملخصاً۔^(۴)

تنبیہ : حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد غازی کا گھوڑا ہے۔
یہ تاویل ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ اس میں کسی قسم کے گھوڑے کی قید نہیں۔ لہذا اس کی تخصیص بغیر جواب : کسی دلیل کے جائز نہیں۔

(۱) ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمة ج-۱ ص-۲۹۶ حدیث-۱۱۳۹۲ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ ج-۱ ص-۵۶۵ حدیث-۱۷۹۹

(۲) مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ ج-۱ ص-۵۶۳ حدیث-۱۷۹۵ و بخاری (صحیح)

(۳) مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ ج-۱ ص-۵۶۸ حدیث-۱۸۱۳

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب لا زکوٰۃ علی المسلم فی عبده و فرسه ج-۲ ص-۵۸ شرح حدیث-۲۲۷۰

مسئلہ نمبر ۳۳ جو غلام تجارت کی غرض سے ہو، اس کا صدقہ فطر نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يُخْرَجُ عَنْ مَمَالِكِهِ لِلتَّجَارَةِ^(۱) ”اور جو غلام تجارت کی غرض سے رکھتے ہوں مالک ان کا صدقہ فطر نہ نکالے۔“ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے غلام کی طرف سے کوئی صدقہ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ۔^(۲) نہ نکلا جائے گا سوائے صدقہ الفطر کے

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صریح ہے، مالک پر صدقہ فطر کے واجب ہونے میں اپنے غلام کی طرف سے خواہ وہ خدمت کے لیے ہو یا تجارت کے لیے ہو اور یہی امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے، انتہی۔^(۳)

مسئلہ نمبر ۳۴ صدقہ کی مقدار آدھا صلح ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: صَدَقَةُ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بَرٍّ أَوْ ذَلِيقٍ أَوْ سَوِيْقٍ۔ ”صدقہ کی مقدار آدھا صلح ہے گیوں سے ہو یا آٹے سے یا ستود وغیرہ سے۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ هِمَّ زَكَاةَ فِطْرٍ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ بُخَيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ۔^(۴) ہم زکوٰۃ فطر ایک صاع طعام، ایک صاع جو، ایک صاع کھجور، ایک صاع صاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ بُخَيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ صدقہ فطر ایک صاع ہر نفس پر واجب ہے۔ اگر گیوں دے تو بھی ایک صاع دے۔ یہی امام مالک، شافعی اور جمہور کا ہے اور دلیل جمہور ابوسعید کی یہی حدیث ہے اور اس کی دلالت اس پر دو وجہ سے ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ لال حجاز کی لغت میں طعام خاص گیوں ہی کا نام ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اور باقی چیزوں کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

(۱) ہدایہ کتاب الزکاة باب صدقۃ الفطر ج-۱ ص-۲۰۹

(۲) شرح صحیح مسلم کتاب الزکاة باب لا زکاة علی المسلم فی عہدہ و فرسہ ج-۲ ص-۵۹، شرح حدیث-۲۲۷۳ و مشکوٰۃ کتاب

الزکوة باب ما یجب فیہ الزکوة ج-۱ ص-۵۳، حدیث-۱۷۹۵

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوة باب لا زکاة علی المسلم فی عہدہ و فرسہ ج-۲ ص-۵۸، شرح حدیث-۲۲۷۳

(۴) شرح صحیح مسلم کتاب الزکوة باب زکوة الفطر من الطعام والافط والنزيب ج-۲ ص-۳، شرح حدیث-۲۲۷۹

دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی قیمت مختلف ہے اور ان کی ہر قسم میں سے ایک صلح واجب فرملا۔ پس معلوم ہوا کہ معتبر ایک صلح ہے ہر قسم سے اس کی قیمت کی طرف خیال نہیں ہے پھر فرمایا :
وَلَيْسَ لِلْفَقِيرَيْنِ بِضَافٍ إِلَّا خِلْفٌ مَعْلُومَةٌ وَسُجِيْبٌ عَنْهُ اِنْشَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاعْتَمَدُوا اَحَادِيْثَ ضَعِيْفَةً ضَعْفُهَا
اَهْلُ الْاَحَادِيْثِ وَضَعْفُهَا يَبِيْنٌ۔^(۱) ”اور نصف صلح کئے والوں کے پاس کوئی دلیل نہیں حدیث معلومہ رسول اللہ ﷺ کے سوا اور ہم
مترقب اس کا جواب دیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے ضعیف احادیث پر اعتما کیا ہے جن کو اہل حدیث نے ضعیف کیا ہے
اور ان کا ضعف ظاہر ہے، انتہی۔“

راقم الحروف عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ ایک یہ وجہ بھی ہے کہ اس حدیث میں طعام اور چیزوں کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے اور ان کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے جس کو طعام کہا جائے اس لیے کہ اور سب چیزیں اس کے علاوہ محدود ہو چکی ہیں، لہذا اس سے گیوں ہی مراد ہوں گے لہذا گیوں میں بھی پورا ایک صلہ واجب ہو گا۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو ان کی سند بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسکب رسلوں کا گندہ لکھنا بکراے درمیان زندہ گئے اس وقت ہم زکوٰۃ نکھر ہر چھو کے اور بڑے آزاد اور غلام کی طرف سے ایک ایک صاع طعام وغیرہ سے نکالا کرتے تھے اور ہمیشہ اسی کو نکالتے رہے یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آیا (یعنی حج یا عمرہ کے ارادہ سے مکہ کو جاتا تھا) سو اس نے منبر پر لوگوں کو خطبہ سنایا اور وعظ کیا اور اس میں ایک یہ بات بھی انہوں نے لوگوں سے کہی کہ میری رائے میں شام کی گیسوں کا آدھا صاع کھجور وغیرہ کے ایک صاع کے برابر ہوتا ہے (یعنی کھجور وغیرہ کے ایک صاع کے بدلے اگر گیسوں کا آدھا صاع دے دے تو کافی ہے) پس لوگوں نے اسی کو لے لیا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لیکن میں تو ہمیشہ ایک صاع پورا گیسوں کا دیتا رہوں گا۔ جب تک کہ زندہ رہوں گا جیسے پہلے دیا کرتا تھا۔

جواب: امام نووی نے لکھا ہے:

وَالْجَمْعُ هُوَ يُجَيِّبُونَ عَنْهُ بِأَنَّهُ قَوْلُ صَحَابِيٍّ
وَقَدْ خَالَفَهُ أَبُو سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ وَمَعْنَى هُوَ أَقْوَلُ
صَحْبَةً وَأَعْلَمُ بِأَحْوَالِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِذَا
اِخْتَلَفَتِ الصَّحَابَةُ لَمْ يَكُنْ قَوْلُ بَعْضِهِمْ
بِأَوْلَى مِنْ بَعْضِهِمْ فَيُجْعَلُ إِلَى دَلِيلٍ آخَرَ
وَجَدْنَا ظَاهِرَ الْحَدِيثِ وَالْقِيَاسِ مُتَّفِقَةً عَلَى
اشْتِرَاطِ الصَّاحِ مِنَ الْحِنْطَةِ كَغَيْرِهَا فَوَجَبَ
اعْتِمَادُهُ وَقَدْ صَرَّحَ مُعَاوِيَةُ بِأَنَّهُ رَأَى رَأَاهُ لَا
أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَوْ كَانَ عِنْدَ أَحَدٍ

مَنْ حَاضِرِي مَجْلِسِهِ مَعَ كَثَرَتِهِمْ مِنْ تِلْكَ
الْخَطَةِ عَلِمَ فِي مُوَافَقَةِ مَعَاوِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ
ﷺ لَذِكْرِهِ كَمَا جَزَى لَهُمْ فِي غَيْرِ هَذِهِ
الْفِصَّةِ - (۱)

رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا ہے اور اگر ان کے حاضرین مجلس سے جو کثیر
تعداد میں تھے، کسی کے پاس گیہوں کے بارے میں ایسا کوئی علم ہوتا (یعنی صدقہ
فطر گیہوں کا نصف صلح بھی کلتی ہے) جو نبی ﷺ سے ثابت ہوتا اور
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق بھی ہوتا تو حاضرین میں سے کوئی صحابی اس
کا ذکر کر دیتا جیسے کہ اور بہت معلولوں میں ان سے ایسا واقع ہوا ہے، انتہی۔

اور قطع نظر اس سے اگر کوئی حدیث بھی صحابی کے قول کے مخالف نہ ہو تو جب بھی صحابی کا قول حجت نہیں لیکن یہاں تو
حدیث صحیح متفق علیہ موجود ہے۔ پس یہاں تو سنت کے مقابلہ میں قول صحابی کا بالاتفاق حجت نہیں ہو گا۔
ابن ہمام حنفی نے لکھا ہے: قَوْلُ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ عِنْدَنَا مَا لَمْ تَنْفَعِ شَيْئًا مِنَ السَّنَةِ الْاَتْنَهَى۔ ”صحابی کا قول ہمارے نزدیک
حجت ہے جب تک کہ سنت اس کی نفی نہ کرے۔“ اور حنفیہ جن احادیث کی سند لاتے ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں جیسا
کہ امام نووی کے کلام سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ ☆

مسئلہ نمبر ۳۵ عورت اپنے خلود کو زکوٰۃ نہ دے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا تَدْفَعُ الْمَمْرَأَةُ إِلَى زَوْجِهَا۔ (۲) ”اور عورت اپنے خلود کو زکوٰۃ نہ دے۔“ یہ امام ابوحنیفہ
رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے، سو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں زینب زوجہ ابن
مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر من الطعام والاقط والزبيب ج-۷، ص-۱۳، شرح حدیث: ۲۲۸۱، ۲۲۸۲

(۲) ہدایہ کتاب الزکاۃ باب من يجوز دفع الصدقات ج-۱، ص-۲۰۶

☆ مقلدین کی خدمت میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں، شاید کہ وہ تدر کر کے تقلید
سے توبہ کر لیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صلح کا وزن ۸ رطل ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک صلح کا وزن ۵ رطل ہے جو کہ قریباً اڑھائی کلو
بنا ہے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ جب مدینہ میں تشریف لائے تو امام مالک رضی اللہ عنہ سے مسائل اخذ کئے جب فطرانہ کے صلح کا مسئلہ آیا تو انہوں
نے کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وزن ۸ رطل ہے جبکہ آپ ﷺ ۵ رطل بتا رہے ہیں تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں متولی کرا دی
کہ جن کے پاس رسول اللہ ﷺ کے دور کے صلح (ٹوپے) موجود ہیں وہ مسجد میں لے آئیں۔ اگلے دن پچاس صلح (ٹوپے) جمع ہو گئے
ہر ایک کا وزن ۵ رطل ہی نکلا۔ تو امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اپنے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسئلہ چھوڑ کر امام مالک رضی اللہ عنہ کے مسئلے کو قبول کر لیا۔
جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ”کتاب الخواج“ میں کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید نے تو اپنے امام کا مسئلہ جس پر درست دلیل نہ تھی، ترک کر دیا۔ کیا ان کے موجودہ مقلدین میں بھی
اخلاقی جرات اور حوصلہ ہے کہ وہ صحیح احادیث کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کو ترک کر دیں جبکہ امام صاحب خود کہہ گئے
ہیں کہ ”مگر صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کرو“ وہی میرا مذہب ہے۔“

فقہ حنفی کے چوٹی کے امام (امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ) کا فہم تقلید کے متعلق وہ نہ تھا جو کہ آج کے مقلدین کا ہے۔ کیا وہ اپنے امام اور استلو
کے فرامین کو درست سمجھتے تھے یا آج کے بے دلیل مقلد؟

نہیں رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عورتوں کے گھر صدقہ دو اگرچہ اپنے زیوروں سے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں عبد اللہ (یعنی اپنے خاوند) کی طرف پلٹ گئی۔ پس میں نے اسے کہا کہ تحقیق آپ غریب آدمی ہیں اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ پس آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور انہیں پوچھ لیں اگر آپ کو صدقہ دینا جائز اور کئی ہو تو میں آپ کو زکوٰۃ دے دوں ورنہ آپ کے سوا کسی اور کو دے دوں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ نے کہا بلکہ تو ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس جا۔ انہوں نے کہا پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی تو ناگہاں انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی اور جو میری حالت تھی وہی اس کی حالت تھی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں کو بہت ہیبت آتی تھی، خوف کے مارے کوئی آپ کے سامنے نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آخر بلال رضی اللہ عنہ نکلے سو ہم نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور انہیں اس بات کی خبر دیں کہ آپ کے دروازے میں دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ کیا اپنے خاوندوں پر اور جو یتیم ان کی گودوں میں ہیں ان پر صدقہ کر دینا کفایت کرتا ہے لیکن دیکھنا رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ وہ کون ہیں؟ سو بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں عورتیں کون ہیں؟ ☆ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تو انصار کی عورت ہے اور ایک نہیبت ہے۔ آپ نے فرمایا کون سی نہیبت ہے؟ اس نے کہا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے لیے دو گنا ثواب ہے۔ ایک ثواب قربت والوں پر خرچ کرنے کا اور ایک ثواب صدقہ کا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنے خاوند کو زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ دے دینا جائز ہے بلکہ اور لوگوں کو دینے سے اس میں دو گنا ثواب ہے۔ بشرطیکہ خاوند غریب ہو اور زکوٰۃ لینے کا مستحق ہو۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ صدقہ سے یہاں مراد نقلی صدقہ ہے زکوٰۃ مراد نہیں ہے۔

قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَصَدَّقْنَ بِمَعَشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ خَلِيْكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفٌ ذَاتُ الْيَدِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِيهِ فَاسْتَلْهُ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ يُجْزِي عَنِّي وَالْأَصْرَ فَاسْتَلْتُ إِلَى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بَلْ أَتَيْتِهِ أَنْتَ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِنَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَاجَتُنِي حَاجَتُهَا قَدْ أَقْبَيْتُ عَلَيْهِ الْمَهَابَةَ قَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاحْزِرْهُ أَنْ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِيكَ أَنْتَ جِزِي الصَّدَقَةَ عَنْهُمَا عَلَى أَرْوَاجِهِمَا وَعَلَى ائْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ هُمَا قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْتَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الزَّيْنَبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ (۱)

(۱) صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقة والنفقة علی الاقربین ج-۲ ص-۸۷ حدیث-۲۳۱۵ ومشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب

الفضل الصدقة ج-۱ ص-۶۰۳ حدیث-۱۹۳۳

☆ بقول احتف رسول اللہ ﷺ تو عالم الغیب تھے تو پھر نبی اکرم ﷺ نے کیوں پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جواب: بات کون ذی شعور کہہ سکتا ہے اور یہ کس دین کی بات ہے کہ ایک شخص کو نقلی صدقہ دینا جائز ہو اور اس کو فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ دینا جائز نہ ہو جسے نقلی صدقہ دینا جائز ہے اسے زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے۔ قرآن مجید میں صریحاً موجود ہے: **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (سورة التوبة - ۶۰)** ”ہر قسم کے صدقات (فرضی ہوں یا نقلی) فقرا اور مساکین کے لیے ہیں۔“ آخر آیت تک۔ اس آیت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ فقیروں کو ہر قسم کے صدقات دیئے جائز ہیں۔ فرضی ہوں یا نقلی بلکہ جہاں نقلی صدقہ دینا جائز ہے وہاں زکوٰۃ دینا بالاتفاق بطریق اولیٰ جائز ہے۔ نیز زینب رضی اللہ عنہا نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو قیہوں کے ساتھ ملا کر پوچھا ہے اور قیہوں کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔ پس جو ان کے ساتھ مذکور ہے، اس کے لیے بھی جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر ۳۶ صاحب زکوٰۃ پر صدقہ فطر واجب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْخَيْرِ الْمُسْلِمِ إِذَا كَانَ مَالِكًا لِيَقْدَارِ التَّصَابِ فَاضِلًا عَنْ مَسْكِنِهِ وَثِيَابِهِ وَأَتْلَابِهِ وَفَرَسِهِ وَسَلَاحِهِ وَعَبِيدِهِ** ^(۱) ”صدقہ فطر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو نصاب زکوٰۃ کے برابر مال کا مالک ہو اور یہ مال اس کے گھر، کپڑوں، ضروری اٹاٹے، گھوڑے، ہتھیار اور غلاموں کے علاوہ ہونا چاہیے۔“ سو لام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ تَحْقِيقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَفْسٍ مِنْ نَفْسٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا أَوْ عَبْدًا أَوْ رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ ^(۲)

فائدہ: اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ہر فرد پر صدقہ واجب کیا ہے کسی قسم کی اس میں قید نہیں۔ مالک نصاب ہو یا نہ ہو سب پر صدقہ واجب ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ اس پر جو اپنی خوراک اور اپنے گھروالوں کی خوراک سے زیادہ کا مالک ہو اور یہی امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے، انتہی۔ اور صاع انگریزی حساب کے مطابق پونے تین سیر کا ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۷ مسلمان اپنے غلام کا صدقہ فطر ادا کرے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَيُؤَدِّي الْمُسْلِمُ الْفِطْرَةَ عَنْ عَبْدِهِ الْكَافِرِ** ^(۳) ”اور مسلمان اپنے غلام کا فطر کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جو مسئلہ نمبر ۳۶ میں ابھی گزر چکی

(۱) ہدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر ج-۱ ص-۲۰۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر ج-۲ ص-۶۳ حدیث-۲۲۷۹

(۳) ہدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر ج-۱ ص-۲۰۹

ہے اس لیے کہ اس میں صریحاً موجود ہے کہ مسلمان ہی پر صدقہ واجب ہے کافر پر واجب نہیں ہے من بیانہ اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول من المسلمین صریح ہے اس بات میں کہ صدقہ فطر صرف مسلمان کا ادا کیا جائے اور کسی مسلمان پر اپنے غلام، بیوی اور بچوں کا صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں۔ اگر وہ کافر ہوں۔ اگرچہ بحالت کفر ان کو تنانق و نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ یہی مذہب امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کا ہے انتہی۔

شک کے دن نفلی روزہ رکھنا جائز ہے

مسئلہ نمبر ۳۸

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَصُومُونَ يَوْمَ الشَّكِّ إِلَّا تَطَوُّعًا^(۱) ”اور نہ روزہ رکھیں لوگ شک کے دن مگر نفلی روزہ۔“ یعنی جس دن شک ہو کہ رمضان کا چاند ہوا ہے یا نہیں، اس دن نفلی روزہ رکھنا جائز ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ۔^(۲) رمضان سے ایک دن پہلے روزہ رکھ سکتا ہے۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور دارمی وغیرہ میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ۔^(۳) انہوں نے کہا کہ جس شخص نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔

(حدیث نمبر ۳)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صُومُوا لِرُؤْيَيْهِ وَأَفْطَرُوا لِرُؤْيَيْهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ۔^(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چاند دیکھ کر (رمضان کے) روزے رکھنے شروع کرو اور چاند دیکھ کر روزے رکھنا بند کرو۔ اگر مطلع ابراؤد ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شک کے دن کوئی روزہ رکھنا جائز نہیں۔ نہ فرضی اور نہ نفلی۔
فائدہ: ہاں نفلی روزہ وہ شخص رکھ لے جس کی ہمیشہ عادت ہو۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ان احادیث میں امام شافعی، امام مالک اور جمہور کے مذہب کی دلیل ہے یعنی یہ کہ نہیں جائز روزہ رکھنا شک کے دن اور

(۱) ہدایۃ کتاب الصوم ج-۱ ص-۲۱۳

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصوم باب رویۃ الهلال ج-۱ ص-۶۱۶ حدیث-۱۹۷۳

(۳) ابوداؤد کتاب الصوم باب کراہیۃ صوم یوم الشک ج-۲ ص-۳۳۳ حدیث-۲۰۳۶ (صحیح) و مشکوٰۃ کتاب الصوم باب رویۃ

الهلال ج-۱ ص-۶۱۶ حدیث-۱۹۷۷

(۴) مشکوٰۃ کتاب الصوم باب رویۃ الهلال ج-۱ ص-۶۱۵ حدیث-۱۹۷۰

نہیں جائز رمضان کا روزہ رکھنا شعبان کی تیس تاریخ کو جبکہ تیسویں کو دن ابر آلود ہو، انتہی۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ یہ حدیث سند میں لاتے ہیں لَا يُصَامُ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ إِلَّا تَطَوُّعًا ”نہ روزہ رکھے شک کے دن مگر نفل روزہ۔“

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے، اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں اور اگر بفرض محال صحیح بھی ہو تو یہ ان احادیث کے معارض ہے جو صحیح متفق علیہ ہیں۔ پس صحیحین کی احادیث کو ترجیح دی جائے گی اور حدیث لا یستقدم رمضان کی حنفیہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد رمضان کا روزہ ہے۔ اس لیے کہ تقدیم اسی صورت میں ثابت ہو گا نفلی میں تقدیم ثابت نہیں ہو گا کیونکہ شعبان کے سارے مہینے میں نفلی روزہ جائز ہے۔ اس میں تقدیم رمضان صادق نہیں آئے گا۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

پہلا جواب: اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ خود رمضان کا روزہ اپنے وقت سے مقدم کر لے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے مقدم نہ کرے پس اندریں صورت کوئی بھی استحالہ لازم نہیں آتا اور تقدیم رمضان کا شبہ بھی وارد نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب: اگر اس سے رمضان کا روزہ مراد لیا جائے تو اشتناء صحیح نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے کہ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہو جائے گا کہ رمضان کے روزے کو اپنے وقت سے کوئی شخص مقدم نہ کرے۔ مگر وہ شخص رمضان کو مقدم کر لے جو ہمیشہ روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اس صورت میں خواہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس قریب سے سمجھا جائے یا جنس بعید سے، کسی صورت میں بھی اس کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا ہے حالانکہ مستثنیٰ مفرغ میں مستثنیٰ منہ کا جنس قریب ہونا لازم ہے۔ پس لامحالہ یہاں سے مراد نفلی روزہ ہو گیا عام روزہ۔

تیسرا جواب: شیخ عبدالحق حنفی نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: وَالْمَشْهُورُ فِي تَغْلِيلِهِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْبَرَزِيُّ التَّقْوَىٰ بِالْفِطْرِ لِمَقْضَانٍ لِيَدْخُلَ فِيهَا بِنَشَاطٍ وَقِيلَ الْحِكْمَةُ فِيهِ خَشْيَةُ اخْتِلَاطِ النَّفْلِ بِالْفَرْضِ اِنْتَهَى۔ ”اس کی مشہور وجہ جیسے کہ ترمذی نے اس کی تصریح کی ہے کہ روزہ نہ رکھ کر رمضان کے لیے تقویت حاصل کرنا ہے تاکہ وہ اس میں خوشی کے ساتھ داخل ہو اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ نفل فرض کے ساتھ مل نہ جائے، انتہی۔“ اس علت کے بیان کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد نفلی روزہ ہے فرضی روزہ نہیں۔ لہذا ان وجوہ سے یہ تاویل باطل قرار پاتی ہے۔

چوتھا جواب: رمضان کے روزے رمضان کے چاند دیکھنے سے پہلے تو کسی طرح ادا ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لیے کہ وجوب کا سبب چاند دیکھنا ہے جب چاند دیکھا جائے گا تو اس وقت روزے واجب ہوں گے۔ چاند سے قبل تو روزے واجب ہی نہیں پھر ان کی ادائیگی کا کیا معنی۔ ایسا ہو تو گرمی کے روزے قبل وجوب جاڑے کے موسم میں جائز ہو جائیں حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے۔ اب جب قبل وجوب ادا جائز ہی نہیں تو پھر یہ نئی کس چیز سے واقع ہوئی اور اس ممانعت کا کیا معنی ہوا۔ شعبان کے دنوں میں رمضان کا روزہ ادا کرنا تو سرے سے جائز ہی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۹ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَإِذَا قَالَ لِلَّهِ عَلَى صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ أَفْطَرُ وَقَضَىٰ وَإِنْ صَامَ فِيهِ يَخْرُجُ عَنِ الْعَهْدِ** ^(۱) اور اس لیے جس نے کہا کہ اللہ کے لیے میرے ذمہ قربانی کے دن کا روزہ ہے پھر روزہ نہ رکھا تو وہ قضا کرے اور اگر وہ اس دن روزہ رکھ لے تو ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام مثلاً ہو جائے گا تو میں اللہ کے لیے بقر عید کے دن روزہ رکھوں گا تو اس کی یہ نذر صحیح ہے۔ اس کے لیے اس دن روزہ رکھنا جائز ہے۔ اگر اس دن نہ رکھے گا تو اس کی قضا واجب ہوگی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔ بخاری اور مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ^(۲) رسول اللہ ﷺ نے عید فطر کے دن اور بقر عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(حدیث نمبر ۲)۔ صحیح مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ إِنَّ هَذَيْنِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمَ الْفِطْرِ يَوْمَ نَسَكِكُمْ ^(۳) یہ وہ دو دن ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک دن روزے سے تمہارے انظار کا ہے، دوسرا دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

(حدیث نمبر ۳)۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْأَضْحَى ^(۴) تحقیق رسول اللہ ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک بقر عید کا دن اور دوسرا عید الفطر کا دن۔

(حدیث نمبر ۴)۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ الْأَضْحَى ^(۵) رسول اللہ ﷺ نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے عید فطر کے دن اور عید الاضحیٰ کے دن۔

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ خواہ کوئی روزہ نذر کا ہو، نفلی ہو، کفارہ کا ہو یا نذر معین کا۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

(۱) ہدایۃ کتاب الصوم ج-۱- ص-۲۲۷

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصوم باب صیام التطوع ج-۱- ص-۱۳۵- حدیث-۲۰۳۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن صوم یوم الفطر ویوم الاضحی ج-۸- ص-۲۵۷- حدیث-۲۱۶۱

(۴) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن صوم یوم الفطر ویوم الاضحی ج-۸- ص-۲۵۷- حدیث-۲۱۶۷

(۵) صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن صوم یوم الفطر ویوم الاضحی ج-۸- ص-۲۵۷- حدیث-۲۱۷۱

وَلَوْ نَذَرَ صَوْمَهُمَا مُتَعَمِّدًا لَيَعْنِيَهُمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُورُ لَا يَنْعَقِدُ نَذْرُهُ وَلَا يَلْزَمُهُ قَضَاءُ هُمَا وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَنْعَقِدُ وَيَلْزَمُهُ قَضَاؤُهُمَا قَالَ فَإِنْ صَامَهُمَا أَجْزَأُهُ وَخَالَفَ النَّاسُ كُلَّهُمْ فِي ذَلِكَ^(۱)

اگر خاص کر انہیں دو دن کے روزے کی نذر ملنی تو امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک یہ نذر منعقد نہیں ہوتی نہ اس کی قضا لازم آتی ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی نذر صحیح ہے اور اس پر قضا لازم ہے اور اگر خاص عیدین کے دن روزہ رکھ لے تو اسے کفایت کرتا ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے تمام جہان کی مخالفت کی۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے، وہ ان کے مقابلہ میں قیاس کو پیش کرتے ہیں بایں طور کہ اس نے جائز روزے کی نذر مانی ہے اور نہی غیر چیز کی وجہ سے ہے۔ پس نذر صحیح ہو جائے گی، 'نح'، لیکن نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا بالاجماع حرام ہے۔ اس لیے کہ وہ مثل مردار کی ہے۔ جب ضرورت ہو اور نص موجود نہ ہو تو اس وقت قیاس کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے جیسے کہ ہدایہ میں لکھا ہے: والقیاس فی مقابله النص المنقول غیر مقبول انتہی اور قیاس نص منقول میں ہوتے ہوئے قطعی طور پر نامقبول ہے۔ نیز یہ دلیل روزہ کفارہ، روزہ نذر غیر معین اور نفلی روزے میں بھی جاری ہے پھر اس سے لازم آتا ہے کہ وہ بھی اس دن رکھنا جائز ہو جائے حالانکہ ان کا رکھنا اس دن تمہارے نزدیک بھی جائز ہے۔ علاوہ ازیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ روزہ اس کے حق میں مشروع ہے۔ اس لیے کہ نذر معین گوئی نفسہ جائز اور مشروع ہے لیکن چونکہ اس نے اس کو ایسے وقت کے ساتھ مقید کیا ہے، جس میں روزہ رکھنا مطلق حرام ہے۔ اس وجہ اور اس سبب سے وہ بھی ممنوع ہو گیا، مشروع نہ رہا۔ جیسے کہ جمہور علماء کا مذہب ہے، کما مر۔

مسئلہ نمبر ۴۰ نفلی نماز اور روزہ کی قضا واجب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ دَخَلَ فِي صَلَوةِ التَّطَلُّعِ أَوْ فِي صَوْمِ التَّطَلُّعِ ثُمَّ أَفْسَدَ قَضَاءً^(۲) "اور جو شخص داخل ہوا نفلی نماز میں یا نفلی روزہ میں پھر اس کو توڑ دیا تو اس کو قضا کرے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نفلی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے اس کی قضا اس پر واجب ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذَا صَائِمٌ ثُمَّ آتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْدِي لَنَا حَيْشٌ فَقَالَ أَرَيْنِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا

انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے یعنی کسی قسم کا کھانا ہے۔ ہم نے کہا نہیں، فرمایا تو اب میں روزے دار ہوں پھر دوسرے روز ہمارے پاس آپ تشریف لائے، سو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول کھجور کا حلو

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الصیام باب النہی عن صوم الفطر ویوم الاضحی ج-۸، ص-۲۵۷، شرح حدیث-۲۶۶۱

(۲) ہدایہ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والكفارة ج-۱، ص-۲۳۳

ہمارے پاس ہدیہ بھیجا گیا ہے، سو آپ نے فرمایا وہ مجھ کو دکھاؤ پس تحقیق میں آج صبح کو روزے دار تھا، سو آپ نے کھالیا۔ طلحہ (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث مجاہد کے پاس بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ نفل روزہ بمنزلہ صدقہ کے ہے جس کو آدمی اپنے مال سے نکالتا ہے اگر جی چاہا تو دے دیا اور جی چاہا تو اپنے پاس روک رکھا یعنی نفلی روزے کا بھی یہی حل ہے۔ آدمی کو اس میں اختیار ہے خواہ رکھ کر تمام کرے خواہ توڑ ڈالے کسی قسم کا اس میں مواخذہ نہیں ہے۔

فَاَكَلَ^(۱) وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ طَلَحَةُ فَحَدَّثْتُ مُجَاهِدًا بِهَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يُخْرِجُ الصَّدَقَةَ مِنْ مَالِهِ فَإِنْ شَاءَ أَمْضَاهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا^(۲)

(حدیث نمبر ۲) — ابو داؤد، ترمذی اور داری اور مسند امام احمد میں ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

انہوں نے کہا کہ جس دن مکہ فتح ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ کی داہنی طرف تھیں۔ پس لڑکی پانی کا برتن لائی، سو میں نے آپ کو پکڑا دیا۔ آپ نے اس میں سے پیا پس اس نے کہا یا رسول اللہ البتہ میں نے روزہ توڑ ڈالا ہے اور میں روزہ دار تھی۔ سو آپ نے اس کو فرمایا کیا تو کوئی روزہ قضا کر رہی تھی (یعنی تیرے ذمے کوئی فرض یا واجب روزہ تھا جس کے بدلہ آج روزہ رکھا تھا) اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نفلی روزہ تھا تو اسے توڑ دینے کا تجھے کوئی نقصان نہیں اور ترمذی اور احمد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ خبردار ہو تحقیق میں نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نفلی روزہ رکھنے والا اپنی جان کا امیر اور مختار ہے اگر جی چاہا تو روزہ تمام کر لیا اور جی چاہا تو توڑ دیا۔

قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَفُتِحَ مَكَّةُ جَاءَتْ فَاطِمَةُ جَلَسْتُ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأُمُّ هَانِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتْ الْوَلِيدَةُ بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَتَنَاوَلْتُهُ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ نَاوَلَتْهُ أُمَّ هَانِي فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا أَكُنْتُ تَقْضِينَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ فَلَا يَصُورُكَ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ نَحْوُهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ - أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمَطْطَوُّغُ أَمِيرٌ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ^(۳)

فائدہ: ان دونوں احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص نے نفلی روزہ رکھا ہو اس کو اختیار ہے خواہ تمام کرے خواہ توڑ ڈالے۔ اس پر اس کی قضا واجب نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں صاف موجود ہے کہ یہ تجھ کو نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتا۔ پس اگر قضا واجب ہوتی تو پھر یہ صریح ضرر ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنی جان کا امیر ہے۔ پس اگر اس کا تمام کرنا واجب ہو گیا اور اس کی قضا اس پر لازم ہو گئی تو پھر اپنے نفس کا امیر کیسے ہوا۔ امیر ہونے کی حالت میں قضا کا واجب ہونا ممکن نہیں ہے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلة بنية من النهار ج-۸، ص-۲۷۶، حدیث-۲۷۰۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز صوم النافلة بنية من النهار ج-۸، ص-۲۷۶، حدیث-۲۷۰۷

(۳) ابو داؤد کتاب الصوم باب الرخصة فی ذالک ج-۲، ص-۲۶۵، حدیث-۲۱۳۵ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب الصوم باب فی الافطار من

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں صریح دلیل ہے شافعی اور اس کے موافق لوگوں کے مذہب کے لیے یعنی نفلی روزہ کا توڑنا اور دن کے درمیان کھا لینا جائز ہے اور روزہ باطل ہو جاتا ہے اس کی قضا واجب نہیں ہوتی۔ اس میں آدمی مختار ہے۔ ابتدا میں بھی اور روزہ رکھنے کے بعد بھی اور ایک جماعت صحابہ، امام احمد، اسحاق اور دوسرے لوگ اسی مذہب کے قائل ہیں۔ امام نووی کی شرح صحیح مسلم کے اصل الفاظ یہ ہیں: وَفِي الزَّوَايَةِ الثَّانِيَةِ النَّصْرِيخُ بِالذَّلَالَةِ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَمُوَافِقِيهِ فِي أَنَّ صَوْمَ النَّافِلَةِ يَجُوزُ قَطْعُهُ وَالْأَكْلُ فِي انْتَاءِ النَّهَارِ وَيَبْطُلُ الصَّوْمُ لِأَنَّهُ نَفْلٌ فَهُوَ إِلَى خِيَرَةِ الْإِنْسَانِ فِي الْإِبْتِدَاءِ وَكَذَا فِي السَّوَامِ وَمَمَّنْ قَالَ بِهَذَا جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَأَخْرَجُوا النَّهْيَ۔^(۱)

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے وہ سند کے طور پر کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی سند کے طور پر ان دو آیتوں کو پیش کرتے ہیں لَا تَبْتَطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ”اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔“ دوسری آیت فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ”انہوں نے نہ خیال رکھا جتنا کہ خیال رکھنے کا حق تھا۔“ کہتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی ہے اس پر کہ یہود و نصاریٰ نے ایسی عبادتوں کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں کی تھیں پھر ان کا انہوں نے خیال نہ رکھا جتنا خیال رکھنے کا حق تھا۔ اس کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا جواب: اس کو نفلوں پر قیاس کر لینا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ نفل تو اصل میں مشروع امر ہے بلکہ موجب ثواب عظیم ہے اور جس رہبانیت کو انہوں نے اختیار کیا تھا وہ مشروع نہیں تھی بلکہ دراصل وہ عبادت بدعت اور ناجائز تھی۔ جیسے کہ پہلی آیت سے صاف ثابت ہے: زَهْبَانِيَّةٌ ابْتَدَعُوا مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْهِمْ۔ ”رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کر لیا، ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا تھا۔“ اور جب رہبانیت اصلاً ان کی ایجاد کردہ شے ٹھہری اور التزام مالا یلزم کا مصداق تو پھر اس کا تمام کرنا یا اس کی قضا کا واجب ہونا کیسے جائز ہوگا۔

دوسرا جواب: یہ آیت ان کی رعایت نہ کرنے کی مذمت کے باب میں نہیں ہے بلکہ ظاہر یہ آیت ان کی اس رہبانیت اور عباداتِ ثالثہ کے ایجاد کرنے اور اس نئی بدعت کے نکلنے کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے کہ رہبانیت تو التزام مالا یلزم کا مصداق تھی پھر اس کی رعایت کا کیسے حکم ہوتا۔ اس کی رعایت نہ رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ جب انہوں نے اکثر عبادات اور اعمالِ شاذہ اختیار کئے تو وہ اس میں تھک گئے اور تھک کر اصل عبادت سے بھی رہ گئے اور تھوڑی عبادت جو مشروع تھی اس کے ادا کرنے سے بھی عاجز آئے نہ یہ کہ رہبانیت

مبتدعہ کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ان کی مذمت ہوئی۔ چنانچہ امام نووی کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذمت ان لوگوں کے اکثر عبادت کی بناء پر ہوئی ہے۔ اس لیے کہ پہلے امام نووی نے یہ لکھا ہے: وَحَاصِلُ الْحَدِيثِ نَهْيُهُمْ وَالْتِمَامُ مِنَ الْعِبَادَاتِ الَّتِي يُخَافُ عَلَيْهِمُ الْمَلَلُ بِسَبَبِهَا أَوْ تَرَكُهَا أَوْ تَرَكَ بَعْضُهَا۔ ”حدیث کا حاصل انہیں عبادات میں غلو اور مبالغہ کرنے سے روکنا ہے۔ ایسے مبالغہ سے کہ جن کی بناء پر خدشہ تھا کہ عبادت کرتے کرتے وہ تھک جائیں گے اور اکتا جائیں گے اور پھر یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھیں گے یا اس کے کسی حصے کو ترک کر دیں گے۔“ پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے: وَقَدْ ذَمَّ اللَّهُ تَعَالَى قَوْمًا أَكْثَرُ مَا الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأُوا فِيهَا۔ ”تحقیق مذمت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی جنہوں نے بہت عبادت اختیار کی پھر اس میں کوتاہی کی یعنی تھک کر عبادت

کرنے سے عاجز آگئے۔“ پس امام نووی کا اس آیت کو اس حدیث کے تحت لانا صریحاً دلالت کرتا ہے اس پر کہ ان کی یہ مذمت اکثر عبلت اور اعمل شافہ اختیار کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

تیسرا جواب: اس میں اعمل متروکہ کا حکم نہیں کیا ہے۔ پس اس سے قضا ثابت نہیں ہو سکے گی۔

چوتھا جواب: یہ دونوں آیات مخصوص البعض ہیں۔ اس لیے کہ عیدین کے دن نفلی روزہ رکھ کر توڑنا حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے اور اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق قضاء بھی نہیں آتی ہے۔ پس

یہ روزہ ان کے عموم سے مخصوص ہے۔ لہذا یہ دونوں آیات اس تخصیص کی وجہ سے فنی ہو گئیں۔ ان کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ اندریں صورت ان کی تخصیص مذکورہ احادیث کے ساتھ جن سے نفلی روزہ میں اختیار ثابت ہوتا ہے بالاتفاق جائز ہوگی۔ وقد مر بیانہ۔ پس نفلی روزے کے توڑنے کا اختیار ان کی عمومی ممانعت سے خارج رہے گا۔ یہ ممانعت اس کو شامل نہیں ہو سکے گی، پس ان آیتوں سے استدلال کرنا باطل ہو گیا۔

دوسری سند کے طور پر حنفیہ یہ حدیث لاتے ہیں جو ترمذی میں زہری سے روایت ہے وہ عروہ سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے :

قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا
 طَعَامٌ اِسْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا
 طَعَامٌ اِسْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ قَالَ أَقْصِيَا يَوْمًا
 انہوں نے کہا کہ میں اور حفصہ رضی اللہ عنہما روزہ دار تھیں ہمیں کھانا پیش کیا گیا جس میں سے خواہش اور بھوک کی بناء پر ہم نے کھالیا۔ بعد ازاں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا اے اللہ کے رسول! ہم نے روزہ رکھا ہوا تھا ہمارے سامنے پسندیدہ کھانا رکھا گیا جسے ہم نے کھالیا۔ (اب کیا حکم ہے؟) آپ آخر مکانہ۔^(۱)

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ مرسل ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے : زَوَاهِ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنْ الْخَفَاطِ زَوْوَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَائِشَةَ مَرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ غُرُورٍ وَهَذَا أَصَحُّ۔ ”اس

حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور انہوں نے حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا بھی ذکر کیا ہے، جنہوں نے اسے زہری سے روایت کیا ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرسل روایت کرتا ہے۔ انہوں نے اس میں عروہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا اور اس کا مرسل ہونا زیادہ صحیح ہے، انتہی۔“ اور حدیث مرسل لائق حجت نہیں ہوتی۔

چنانچہ شرح نخبہ کے حاشیہ میں لکھا ہے : اِعْلَمُ أَنَّ كَوْنَ الْمُرْسَلِ حَدِيثًا ضَعِيفًا مَرْفُوعًا لَا يُحْتَجُّ بِهِ مِنْهُ جَمَاهِيرُ الْمُحَدِّثِينَ وَكَذَا الشَّافِعِيُّ وَكثيرٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَأَصْحَابِ الْأُصُولِ۔ ”جان رکھ تو کہ تحقیق مرسل حدیث جمہور محدثین اور اکثر فقہاء اور اصول والوں کے نزدیک ضعیف اور مردود ہے اور حجت پکڑنے کے قائل نہیں۔“

اور امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : ثُمَّ مِنْهُ الشَّافِعِيُّ وَالْمُحَدِّثِينَ أَوْ جَمَهُورِهِمْ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ أَنَّهُ لَا يُحْتَجُّ بِالْمُرْسَلِ۔ ”امام شافعی اور جمہور یا تمام محدثین اور جماعت فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ حدیث مرسل حجت پکڑنے کے قائل نہیں، انتہی۔“

پس اب اس حدیث سے حجت پکڑنا جائز نہ ہو گا، خاص کر صحیح مسلم وغیرہ کی احادیث کے مقابلہ میں تو بطریق اولیٰ لائق حجت نہیں رہے گی اور بر تقدیر صحت اس امر کو استحباب پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی پھر قضا کر کے رکھنا مستحب ہے اور اس حمل کی موجب وہ احادیث صحیحہ مذکور ہیں جو نفلی روزہ توڑ دینے کے اختیار پر دلالت کرتی ہیں۔ پس اس سے سب احادیث میں بوجہ احسن تطبیق ہو جاتی ہے۔ فَإِنَّ الْأَعْمَالَ بِاللَّيْلِ وَاللَّيْلِينَ وَاجِبٌ مَا أَمَكْنَ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي التَّلَوِيحِ۔

پس بلوجود امکان تطبیق ایک حدیث کو رد کر دینا کسی مسلمان کے لیے کب جائز ہے اور اس سے شیخ ابن ہمام کا قول بھی مردود ہو گیا جو انہوں نے کہا ہے کہ اس امر کو استحباب پر حمل کرنے کا کوئی موجب نہیں ہے۔ قول ابن ہمام کے مردود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حمل کی موجب وہ احادیث صحیحہ صریحہ مذکور ہیں جو نفلی روزہ توڑنے کے اختیار پر دلالت کرتی ہیں۔ اس سے بڑا موجب اور کیا ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ روزہ نذر کا ہو یا قضا کا ہو اس وجہ سے ان کو قضا کا حکم فرمایا ہو جیسے کہ علماء شافعیہ کا مذہب ہے۔

تیسری سند حنفیہ یہ لاتے ہیں کہ نفلی حج اور عمرہ توڑنے سے اس کی قضا واجب ہو جاتی ہے۔ پس یہاں بھی نفلی روزہ توڑنے سے قضا واجب ہو گی۔

جواب: ایک نفلی امر توڑنے سے قضا کا واجب ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ہر قسم کے نوافل توڑنے میں اس کی قضا واجب ہو جائے۔ ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں ہو اور وہاں نہ ہو۔ خاص کر یہاں مانع فیہ میں تو نصوص صحیحہ صریحہ موجود ہیں جو نفلی روزہ توڑنے سے قضا واجب نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک عذر حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی عذر کی بناء پر انظار کر دیا ہو گا۔ یہ عذر بھی محض لغو اور باطل ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں عموم صریحاً موجود ہے کہ نفلی روزہ والا اپنے نفس کا امیر ہے وہ عذر اس عموم حدیث میں کیسے چل سکے گا۔

ایک اور عذر حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں قضا یا عدم قضا کا ذکر کچھ نہیں ہے۔ پس احتمال ہے کہ قضا کر لیا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس پر امیر ہے، اس عذر کے باطل ہونے پر صریحاً دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ شروع سے ہی نفلی روزے تمہارے نزدیک واجب اور لازم ہو جاتے ہیں۔ ان کا توڑنا ممنوع ہو جاتا ہے پھر اندریں صورت اس روزے دار کا اپنے نفس پر امیر ہونا کیسے ممکن ہے۔ بعض حنفی اس حدیث سے سند لاتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا لایا گیا تو آپ نے فرمایا کھانے کو لے جاؤ میں روزے دار ہوں۔

جواب: اس کا وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کبھی ایسا بھی کیا ہو گا کبھی توڑ دیا اور کبھی نہیں توڑا۔ اس میں منافات ہی کیا ہے، استحباب کی شان یہی ہے کبھی کر لیا اور کبھی نہ کیا۔ دونوں طرف کا اختیار ہوتا ہے۔ پس اس میں یہ کتنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے یہ کام کیوں نہیں کیا کیوں کیا۔ علاوہ ازیں اس کے مستحب ہونے کے ہم بھی قائل ہیں مستحب یہی ہے کہ اس کو تمام کرے اور یہی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور نیز اگر آپ کے نہ توڑنے سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے تو پھر اسی طرح آپ کے توڑ دینے سے اس کی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهَوُ جَوَابُنَا۔

عورت گھر میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے

مسئلہ نمبر ۴۱

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **الْمَرْأَةُ تَعْتَكِفُ فِي مَسْجِدٍ يَتَبِعُهَا وَهُوَ الْمَوْضِعُ لِصَلَوَاتِهَا**۔^(۱) ”عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف بیٹھے اور گھر کی مسجد وہ ہے جو گھر میں ایک جگہ نماز کے لیے مقرر کی ہوتی ہے۔“ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مَعْتَكِفَهُ وَأَنَّهُ أَمَرَ بِخَبَاءٍ فَضُرِبَ أَرَادَ الْإِعْتِكَافَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَمَضَانَ فَأَمَرَتْ زَيْنَبُ بِخَبَائِهَا فَضُرِبَ وَأَمَرَ غَيْرَهَا مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ بِخَبَائِهَا فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْفَجْرَ نَظَرَ فَإِذَا الْأَخْبِيَةُ فَقَالَ الْبَرُّ نُرْدُنْ فَأَمَرَ بِخَبَائِهِ فَقَوَّضَ وَتَرَكَ الْإِعْتِكَافَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ۔^(۲)

انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھتے پھر اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے اور جب آپ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا تو ایک پردہ کھڑا کرنے کا حکم فرمایا پس وہ کھڑا کیا گیا اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لیے پردہ کھڑا کرنے کا حکم کیا۔ پس وہ بھی گاڑا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور بیویوں نے بھی اپنا اپنا پردہ کھڑا کرنے کا حکم کیا۔ چنانچہ ہر ایک کا پردہ لگا دیا گیا۔ سور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے کئی پردے لگے ہوئے دیکھے۔ آپ نے فرمایا کیا سب نیکی کا ارادہ کرتی ہیں؟ اس پر آپ نے اپنے پردے کو اکھاڑنے کا حکم دیا جسے اکھاڑ دیا گیا اور اس رمضان میں آپ نے اعتکاف ہی ترک کر دیا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: **وَفِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ أَنَّ الْإِعْتِكَافَ لَا يَصِحُّ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَزْوَاجَهُ وَأَصْحَابَهُ إِنَّمَا اعْتَكَفُوا فِي الْمَسْجِدِ مَعَ الْمَشَقَّةِ فِي مَلَازِمَتِهِ فَلَوْ جَازَ فِي الْبَيْتِ لَفَعَلُوهُ وَلَوْ مَرَّةً لَا سِيمَا النِّسَاءَ لِأَنَّ حَاجَتَهُنَّ إِلَيْهِ فِي النَّبُوتِ أَكْثَرُ وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ مِنْ اخْتِصَاصِهِ بِالْمَسْجِدِ وَأَنَّهُ لَا يَصِحُّ فِي غَيْرِهِ هُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجُمْهُورِ سَوَاءً الرَّجُلُ أَوِ الْمَرْأَةُ۔**^(۳) ”ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ کرنا درست نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج اور اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین تکلیف اور مشقت کے باوجود مسجد ہی میں اعتکاف کرتے تھے۔ اگر گھر میں اعتکاف کر لینا جائز ہوتا تو اصحاب رسول ضرور یہ کام کرتے۔ چاہے ایک باری کیوں نہ ہوتا۔ خاص طور پر عورتیں تو گھروں میں ضرور اعتکاف کرتیں کیونکہ ان کی ضرورتیں گھروں میں عموماً ہوتیں ہیں اور یہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے یہ مسجدوں کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسری جگہ درست نہیں۔ یہی امام مالک، شافعی اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔ خواہ (اعتکاف کرنے والا) مرد ہو یا عورت۔“

(۱) ہدایۃ کتاب الصوم باب الاعتکاف ج ۱ ص ۲۳۰۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب حتی یدخل من اراد الاعتکاف فی معتكفه ج ۸ ص ۳۰۹ حدیث ۲۷۷۷۔

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی شرح کتاب الاعتکاف ج ۸ ص ۳۰۸ شرح حدیث ۲۷۷۷۔

عورت کا بغیر محرم سفر کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يَنْتَهَا وَيَنْزِلُ مَكَّةَ أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِأَنَّهُ يُبَاحُ لَهَا الْخُرُوجُ إِلَى مَا دُونِ السَّفَرِ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ۔^(۱) ”بخلاف اس کے کہ عورت کے درمیان تین دن سے کم کا سفر ہو، اس لیے اس کے لیے ایسے سفر کے لیے بغیر محرم کے نکلنا مباح ہے۔“ حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ دو دن رات یا ایک دن رات کا سفر عورت کو محرم کے بغیر کرنا جائز ہے، حج ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور سفر۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان چار احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ۔^(۲) عورت محرم کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے۔

(حدیث نمبر ۲) — بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ۔^(۳) کوئی عورت ایک دن اور رات کا سفر اس وقت نہ کرے جب تک اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔

(حدیث نمبر ۳) — ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَا تَحُجُّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ۔^(۴) کوئی عورت حج نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔

(حدیث نمبر ۴) — صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَزُومُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا۔^(۵) کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، حلال نہیں کہ وہ دو دن کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عورت کے لیے محرم کے بغیر دو دن بلکہ ایک دن کا سفر کرنا بھی جائز نہیں۔ شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

لَيْسَ الْمَرَأَةُ الْمُتَحَدِّثَةُ بِمَنْ تَكَلَّمَا يُسَمَّى سَفَرًا نَهَى الْمَرْأَةَ أَنْ تُسَافِرَ فِيهِ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ وَلَمْ يَثْبُتْ عِنْدَ الْمُحَدِّثِينَ مِنَ الشَّارِعِ لِلْسَفَرِ وَأَحْكَامِهِ حَدٌّ مُعَيَّنٌ بَلْ يَشْمَلُ كُلَّ مَسَافَةٍ قَصِيْرَةٍ وَطَوِيْلَةٍ وَالْوَادِعِيُّ الْأَحَادِيثُ السَّفَرُ مُظْلَقًا إِنْتَهَى مُلَخَّصًا۔

مراد حد مقرر کرنا نہیں بلکہ جس قدر مسافت کا نام سفر رکھا جائے اس میں عورت کے لیے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں اور محدثین کے نزدیک شارع علیہ السلام کی طرف سے سفر اور اس کے احکام کے لیے کوئی حد معین ثابت نہیں ہوئی بلکہ یہ لفظ ہر قدر سفر کو تھوڑا ہو یا بہت شامل ہے اور احادیث سے فقط سفر مطلق ثابت ہوتا ہے، انتہی۔

(۱) ہدایہ کتاب الحج ج-۱، ص-۲۲۲

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب سفر المرأة ج-۹، ص-۱۱۳، حدیث-۳۲۹۵، مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل اول ج-۲، ص-۷۷۳، حدیث-۲۵۱۳

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل اول ج-۲، ص-۷۷۳، حدیث-۲۵۱۵

(۴) عینی شرح ہدایہ۔

(۵) صحیح مسلم کتاب الحج باب سفر المرأة ج-۹، ص-۱۱۳، حدیث-۳۲۹۵

پس شیخ صاحب کی کلام سے ثابت ہوا کہ دو دن رات اور ایک دن رات کے چلنے کو بھی سفر کا عموم شامل ہے اور سفر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ تھوڑا ہوا یا بہت سب کو سفر کہا جاتا ہے بلکہ اگر ایک دن رات سے بھی کم ہو تو اس میں بھی عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ پس اگر مکہ ایک دن یا دو دن کی راہ پر ہو تو کسی عورت کو بغیر محرم کے حج کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۳ جو شخص بحالت احرام مرجائے، اس کا منہ اور سر

کفن سے ڈھانپ دیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ هَبَّنَا عَلَى خِلَافِ حُكْمِ هَذَا الْحَدِيثِ فِي مَحْرَمٍ يَمُوتُ فِي إِخْرَاجِهِ حَيْثُ يُصْنَعُ مَا يُصْنَعُ بِالْحَلَالِ مِنْ تَغْطِيَةِ رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ بِالْكَفْنِ عِنْدَنَا^(۱) ”ہمارا مذہب اس محرم کے بارے میں جو بحالت احرام مرجاتا ہے اس حدیث کے برخلاف ہے، اس لیے کہ اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا سر اور منہ کفن سے ڈھانپ دیا جائے گا۔“ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے احرام کی حالت میں مرجائے تو اس کا سر اور منہ کفن کے ساتھ ڈھانک دیا جائے جیسے اور سب لوگوں کو کفن دیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا وَقَصَنَهُ رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مُحْرَمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَبَسِّدِرْ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُحَمِّرُوا وَجْهَهُ وَلَا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يَبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مُلَبَّسًا.^(۲)

ایک مرد کو اس کی سواری نے روند ڈالا، اس حال میں کہ وہ احرام میں تھا پس وہ مر گیا، سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ اس کو غسل دو اور اسی کے دونوں کپڑوں میں اس کو کفن دو اور اس کے منہ اور سر کو موت ڈھانکو اس لیے کہ وہ قیامت کے دن

تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: فِي هَذَا الزَّوَايَاتِ دَلَالَةٌ بِئِنَّ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَاسْحَاقَ وَمُوافِقِيهِمْ فِي أَنَّ الْمُحْرَمَ إِذَا مَاتَ لَا يُجُوزُ أَنْ يُلَبَّسَ الْمُخِيطُ وَلَا يُحَمَّرَ رَأْسُهُ وَلَا يُمَسَّ طَبْعًا.^(۳) ”ان احادیث میں امام شافعی، احمد، اسحاق اور ان کے موافق لوگوں کے مذہب کے لیے واضح دلالت ہے، اس بات میں کہ محرم جب مرجائے تو اسے سلا ہوا کپڑا پہنانا جائز نہیں اور اس کا سر نہ ڈھانکا جائے اور اسے خوشبو نہ لگائی جائے، انتہی۔“

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ ایسا اس شخص کے ساتھ خاص تھا اسے احرام کے ساتھ دفن کرنے کی خصوصیت رسول اللہ ﷺ کو وحی سے معلوم ہوئی تھی۔

جواب: یہ محض دعویٰ ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں اور دعویٰ بلا دلیل مردود ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو احرام کے ساتھ دفن کرنے کی یہ علت بیان کی کہ قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا اور یہ

(۱) کفایہ حاشیہ ہدایہ (عینی شرح ہدایہ)

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ج ۸ ص ۳۶۸ حدیث ۳۸۸۸

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ج ۸ ص ۳۶۶ شرح حدیث ۲۸۸۳ ۲۸۹۳
Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

علت صریحاً عموماً پر دلالت کرتی ہے، ایک اور حدیث بھی اس باب میں حنفیہ بطور سند لاتے ہیں لیکن وہ حدیث نہایت ہی ضعیف اور بے سند ہے پس اس حدیث صحیح کے مقابلہ میں اس سے احتجاج جائز نہیں ہو گا۔

حج اور عمرہ کی نیت کو جمع کرنا

مسئلہ نمبر ۴۴

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ ابْتَدَأَ وَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَرْمُلُ فِي الثَّلَاثِ الْأُولَى مِنْهَا وَيَسْعَى بَعْدَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهَذَا أَفْعَالُ الْعُمْرَةِ ثُمَّ يَبْدَأُ بِأَفْعَالِ الْحَجِّ فَيَطُوفُ طَوَافَ الْقُدُومِ سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ وَيَسْعَى لِعُمْرَةٍ^(۱) ”مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص قارن ہو یعنی حج اور عمرہ کو جمع کر کے دونوں کی ایک ساتھ نیت کی ہو وہ شخص دو طواف کرے اور دو ہی سعی کرے ایک طواف اور ایک سعی حج کے لیے اور ایک طواف اور سعی عمرہ کے لیے کرے۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، جو ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

وَأَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا۔^(۲) لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا یعنی قرآن کیا تھا پس سوا اس کے نہیں کہ انہوں نے فقط ایک ہی طواف کیا۔

(حدیث نمبر ۲) — صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

يَقُولُ لَمْ يَطْفِئِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا۔^(۳) اس نے کہا کہ نہیں طواف کیا نبی ﷺ نے اور نہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے صفا اور مروہ کے درمیان مگر ایک طواف۔

(حدیث نمبر ۳) — صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

أَنَّهُ خَرَجَ فِي الْفَيْتَةِ مُعْتَمِرًا وَقَالَ إِنَّ صُدِّدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ فَاهْلَ عُمْرَةٍ وَسَارَ حَتَّى إِذَا ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ انْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدًا أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا جَاءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهِ سَبْعًا وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَأَى أَنَّهُ مُجَزَّئٌ

ابن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کے فتنہ کے دنوں میں عمرہ کی نیت سے نکلے اور کہا کہ اگر میں بیت اللہ سے روکا گیا تو کریں گے ہم جیسا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا تھا سو آپ نکلے اور احرام باندھا عمرہ کا اور چلے یہاں تک کہ جب بیداء پر پہنچے تو اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا نہیں ہے حل ان دونوں کا مگر ایک جیسے لہذا میں تم کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کو بھی عمرہ کے ساتھ واجب کر لیا ہے پس چلے یہاں تک کہ جب بیت اللہ پہنچے تو اس کے گرد سات طواف کئے اور صفا مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی اور اس پر کچھ زیادہ نہ کیا

(۱) ہدایہ ج-۱، ص-۲۳۰، ۲۳۱

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب قصة حجة الوداع ج-۲، ص-۷۸۷، حدیث-۲۵۵۶

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السعی لا یکرر ج-۹، ص-۲۸، حدیث-۳۰۷۳

عَنْهُ وَاهْدَى^(۱) وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ طَافَ لَهَا طَوَافًا وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَزْوَةِ^(۲) وَفِي رِوَايَةٍ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَزْوَةِ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَخْلُقْ وَلَمْ يَخْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرَّمَ مِنْهُ حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ فَتَحَرَ وَخَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ^(۳)

اور انہوں نے اس کو ہی کلنی سمجھا اور قرین کی اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں کے لیے فقط ایک طواف اور ایک سعی کی اور ایک روایت میں ہے اور نہ زیادہ کیا اس پر اور نہ قرین کی اور نہ حلق کیا اور نہ حلال ہوئے کسی چیز سے جو ان پر حرام ہوئی تھی، یہاں تک کہ قرین کا دن آیا، سو انہوں نے قرین کی اور حلق کیا اور یہ سمجھا کہ حج اور عمرہ کا طواف پہلے طواف کے ساتھ ہی پورا کر چکا ہوں یعنی دونوں کے لیے فقط پہلا طواف ہی کلنی ہو گیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقَارِنَ يَكْفِيهِ طَوَافٌ وَاحِدٌ عَنِ الثُّكَيْنِ وَأَنَّهُ يَفْتَضِرُّ عَلَى أَفْعَالِ الْحَجِّ وَتَذَرِجُ أَفْعَالِ الْعُمْرَةِ كُلِّهَا فِي أَفْعَالِ الْحَجِّ وَبِهَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ يَحْكِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَاسْحَاقَ وَدَاوُدَ وَفِيهِ أَيْضًا فِي مَوْضِعٍ آخَرَ وَفِيهِ دَلِيلٌ لِمَا قَدْ مَنَّا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ قَارِنًا وَأَنَّ الْقَارِنَ يَكْفِيهِ طَوَافٌ وَاحِدٌ وَسَعْيٌ وَاحِدٌ۔^(۴) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ قارن کو طواف رکن کے بدلے فقط ایک طواف کفایت کرتا ہے اور اس پر کہ وہ افعال حج پر بس کرے۔ عمرہ کے سب افعال حج کے کاموں کے ساتھ ہی ادا ہو جاتے ہیں۔ اسی کے امام شافعی قائل ہیں اور یہی مذہب ابن عمر، جابر، عائشہ، مالک، احمد، اسحاق اور داؤد رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا ہے اور اسی میں دوسری جگہ ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے اس کے لیے جو ہم نے پہلے لکھا ہے کہ تحقیق نبی ﷺ قارن تھے (یعنی آپ نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ادا کیا تھا) اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ قارن کو فقط ایک طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے، انتہی۔ اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض حضرات جو دوبار طواف نقل کرتے ہیں تو وہ ثابت نہیں۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ لَا يَنْبُتُ هَذَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّهُ^(۵)۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے، وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے علیحدہ ایک ایک طواف کیا ہے یا مراد یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد فقط ایک ہی طواف کیا۔

جواب: یہ ظاہر حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث میں کلمہ انما کا موجود ہے جو حصر پر صریحاً دلالت کرتا ہے۔ پاس سے دو طواف مراد لیتا حصر کے بالکل خلاف ہے۔ نیز دوسری حدیث میں یہ بھی صریحاً موجود ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان فقط ایک ہی طواف کیا۔ اس حدیث میں وہ تاویل کہاں چل سکے گی اور

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التحلل بالاحصار وجواز القرآن ج-۸ ص-۳۳۸ حدیث-۲۹۷۹

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التحلل بالاحصار وجواز القرآن ج-۸ ص-۳۳۹ حدیث-۲۹۸۰

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التحلل بالاحصار وجواز القرآن ج-۸ ص-۳۴۰ حدیث-۲۹۸۲

(۴) صحیح مسلم۔

(۵) صحیح مسلم۔

صفا اور مروہ کا ذکر اس تاویل کو باطل کیوں نہیں کرے۔ گھر الا اشتنا سے اس تاویل کو کس طرح صحیح ہونے دے گا اور دوسری حدیث جو اس باب میں حنفیہ بطور سند لاتے ہیں وہ ضعیف ہے، قلیل حجت نہیں خاص کر صحیحین کی احادیث کے مقابلہ میں تو بطریق اولیٰ حجت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جس حدیث میں دوسرے طواف کا ذکر ہے۔ اس میں دوسرے طواف کو استحباب پر محمول کیا جائے گا تاکہ سب احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ پس اگر کوئی دوسرا طواف کر لے تو مستحب ہے، اس کا اسے ثواب ملے گا۔

مسئلہ نمبر ۴۵ کافر اور ذمی کا مسجد حرام میں داخل ہونا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَدْخُلَ أَهْلُ الْبَيْتَةِ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ^(۱) ”کچھ حرج نہیں ہے اس میں کہ کافر اہل ذمہ مسجد حرام میں داخل ہو جائیں۔“ مطلب یہ ہے کہ اگر کافر ذمی مسجد حرام میں داخل ہو جائے تو کچھ ڈر نہیں، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس آیت کے خلاف ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا۔ (التوبة-۲۸)

بیشک مشرک نجس اور ناپاک ہیں، لہذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ پھنکیں۔

اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ بَعْنِي أَبُو بَكْرٍ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطِ أَمْرَةٍ أَنْ يُؤَدَّنَ فِي النَّاسِ أَنْ لَا يَحْجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ الْحَدِيثَ۔^(۲)

انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں قرہلی کے دن مجھے ایک جماعت کے ساتھ بھیجا جس میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے جناب صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے۔

امام نووی نے لکھا ہے: أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى: إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ فَهُوَ خَاصٌّ بِالْحَرَمِ وَنَحْنُ نَقُولُ لَا يَجُوزُ إِذْخَالُهُ الْحَرَمَ۔^(۳) ”لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ بیشک مشرک ناپاک ہیں لہذا وہ مسجد حرام میں داخل نہ ہوں۔ پس یہ آیت حرم کے ساتھ خاص ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مشرک کا حرم میں داخل کرنا جائز نہیں ہے، انتہی۔“

مسئلہ نمبر ۴۶ رمی جمار کا وقت

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ قَدَّمَ الرَّمْيَ فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ قَبْلَ الزَّوَالِ بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ جَازٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ۔^(۴) ”اور اگر وہ نحر کے چوتھے روز طلوع آفتاب کے بعد لیکن زوال سے پہلے رمی کو مقدم کر لے تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔“

(۱) ہدایہ کتاب الکراہیہ ج-۳ ص-۲۷۳

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب دخول مکة ج-۲ ص-۷۹۲، حدیث-۲۵۷۳

(۳) صحیح مسلم-

(۴) ہدایہ ج-۱، کتاب الحج باب الاحرام ص-۲۵۲

فائدہ: حج کے دنوں میں گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کے دن زوال کے بعد جہروں کو نکلیاں مارتے ہیں۔ سو اگر تیرہویں کے دن زوال سے پہلے نکلے مار لے تو حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ رَمَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجُمُوعَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَأَمَّا بَعْدَهُ ذَلِكَ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔^(۱) انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قربلی کے دن چاشت کے وقت جہروں کو نکلے مارے لیکن یوم نحر کے بعد آپ زوال آفتاب کے بعد نکلے مارتے تھے۔

(حدیث نمبر ۲) — ابوداؤد میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قَالَتْ أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَنًى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَرْمِي الْجُمُوعَةَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جُمُوعَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يَكْتَبُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ عِنْدَ الْأُولَى وَالثَّانِيَةِ۔^(۲) جب رسول اللہ ﷺ نے (نحر کے) آخری دن ظہر کی نماز پڑھی تو طواف زیارت کیا پھر آپ منیٰ کی طرف پھر گئے، پھر تشریق کے دنوں میں وہیں ٹھہرے رہے۔ جب آفتاب ڈھل جاتا ہر جرے کو سات نکلے مارتے اور ہر نکلے کے ساتھ تسبیح کہتے اور پہلے اور دوسرے جرے کے نزدیک کل حصاۃً وبقیف عند الأولى والثانية۔^(۳) کھڑے ہوتے۔

(حدیث نمبر ۳) — صحیح بخاری میں دیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ مَتَى أَرْمِي الْجُمُوعَ؟ مِثْلُ مَا سَأَلْتُ ابْنَ إِسْمَاعِيلَ فَأَرَمَهُ فَأَعَدَّتْ عَلَيْهِ الْمَسْئَلَةَ فَقَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا۔^(۴) میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کس وقت نکلے ماروں؟ انہوں نے کہا کہ جب تیرا امام نکلے مارے اس وقت تو بھی نکلے مار۔ پس میں نے سوال کا اعلاہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم انتظار کرتے رہتے تھے جب آفتاب ڈھل جاتا تو ہم نکلے مارتے تھے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَأَمَّا أَيَّامُ التَّشْرِيقِ فَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الرَّمْيُ فِي الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ إِلَّا بَعْدَ الزَّوَالِ لِهَذَا الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ۔^(۵) لیکن جہاں تک ایام تشریق کا تعلق ہے تو ہمارا، امام مالک، امام احمد اور جہور علماء کا مذہب ہے کہ ان تین دنوں میں اسی صحیح حدیث کی رو سے زوال کے بعد ہی نکلے مارنا جائز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قبل زوال نکلے مارنے جائز نہیں ہیں۔ اگر جائز ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کبھی کرتے یا صحابہ سے کوئی کرتا۔ صحابہ کو انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی، کبھی جواز کے لیے کوئی نہ کوئی تو ضرور کرتا۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب رمی الجمار ج-۲ ص-۸۵۰ حدیث-۲۱۲۰

(۲) صحیح ابوداؤد کتاب المناسک باب رمی الجمار ج-۱ ص-۵۵۲ حدیث-۱۹۷۳ (صحیح) ومشکوٰۃ کتاب المناسک باب خطبة يوم النحر ج-۲ ص-۸۲۰ حدیث-۲۱۷۶

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب خطبة يوم النحر ج-۲ ص-۸۱۷ حدیث-۲۱۶۰

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب بیان وقت استحباب الرمی ج-۹ ص-۵۲ شرح حدیث-۳۱۲۸، ۳۱۲۹

بکری کو قلاہہ ڈالنا

مسئلہ نمبر ۴۷

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَقْلَدُ الشَّاةُ عَادَةً وَلَا يُسَنُّ تَقْلِيدُهَا عِنْدَنَا۔^(۱) ”اور نہ بکری کو علواً قلاہہ ڈالا جاتا ہے اور نہ اسے قلاہہ ڈالنا ہمارے نزدیک سنت ہے۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

حدیث نمبر (۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: قَالَتْ أَهْدَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقْلَدَهَا۔^(۲) پس ان کی گردنوں میں قلاہے ڈالے۔

(حدیث نمبر ۲) — صحیح مسلم میں انہی سے روایت ہے: قَالَتْ كُنَّا نَقْلِدُ الشَّاةَ فَنُرْسِلُ بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ انہوں نے کہا کہ ہم بکریوں کو قلاہہ ڈالتے تھے اور انہیں کے کی طرف بھیجتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال رہتے تھے یعنی محرم نہیں ہوتے تھے اور آپ پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تھی۔^(۳)

قلاہہ اس کو کہتے ہیں جو اونٹ یا گائے یا بکری کے گلے میں جوتی کا کٹڑا یا بالوں کی رسی وغیرہ ڈالتے ہیں تاکہ اس بات کی نشانی ہو کہ یہ ہدی ہے۔ اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: فِيهِ دَلَالَةٌ لِمَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ الْكَثَرِ إِنَّهُ يَسْتَحَبُّ تَقْلِيدَ الْغَنَمِ۔^(۴) ”اس حدیث میں ہمارے اور اکثر علماء کے مذہب کی دلیل ہے کہ بکریوں کو قلاہہ ڈالنا مستحب ہے، انتہی۔“

مسئلہ نمبر ۴۸ محرم اگر تیل لگالے تو اس کے ذمہ بکری کا ذبیحہ

واجب ہوگا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَإِنْ أَذْهَنَ بَزَيْتٍ فَعَلَيْهِ ذَمٌّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ۔^(۵) (محرم) اگر تیل لگالے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر دم (ذنبہ یا بکری کا ذبح کرنا) واجب ہوگا۔ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو

(۱) ہدایۃ کتاب الحج باب الہدی ج-۱ ص-۳۰۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب بعث الہدی الی الحرم لمن لا یرید ج-۹ ص-۷۷، حدیث-۳۱۹۰ ومشکوۃ کتاب

المناسک باب الہدی ج-۲ ص-۵۰۷، حدیث-۲۱۲۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب بعث الہدی الی الحرم لمن لا یرید ج-۹ ص-۷۷، حدیث-۳۱۹۱

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج تحت باب استحباب بعث الہدی الی الحرم لمن لا یرید ج-۹ ص-۷۷، شرح

حدیث-۳۱۹۰

ہدایۃ کتاب الحج باب الجنایات ج-۱ ص-۲۶۶

ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَذْهَبُ بِالزَّيْتِ غَيْرَ تَحْقِيقِ نَبِيِّ ﷺ أَحْرَامَ فِي حَالَتِهِ فِي تَيْلٍ خَالِصٍ لَكَائِلَتِهِ تَحْتَهُ جَسْمِهِ
الْمُقْتَنَتِ يَغْنَى غَيْرَ الْمُطَيَّبِ-^(۱) خوشبو نہ ہو۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر محرم خالص تیل لگالے تو گناہ کی بات نہیں ہے اور نہ اس صورت میں جانور زنج کرنا پڑے گا خواہ وہ تیل لگانا ضرورت کے ساتھ ہو یا بے ضرورت ہو۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ شائد دوا کے لیے استعمال کیا ہو گا۔

جواب: یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے۔ اس احتمال کی کوئی دلیل نہیں ہے اور احتمال بلا دلیل ظاہر معنی حدیث کے مقابلے میں قطعاً باطل ہے، خاص کر یہاں کان موجود ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے، سورسول اللہ ﷺ کو ایسا کون سا مرض تھا جس کے لیے ہر وقت تیل لگانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ نیز راوی نے وہ مرض کیوں نہیں بیان کیا۔ حنفیہ کے نزدیک تو ضرورت کے وقت بھی دم یا صدقہ دینا واجب ہے پھر اس احتمال باطل سے کیا فائدہ ہے جبکہ یہ حدیث دم یا کفارہ پر مطلق دلالت نہیں کرتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۹ طلوع فجر کے بعد طواف زیارت کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَعِنْدَنَا وَعِنْدَ أَحْمَدَ فِي الْأَشْهُرِ يَجُوزُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَلَا يَجُوزُ قَبْلَ ذَلِكَ-^(۲) ”ہمارے نزدیک اور امام احمد کی مشہور روایت کے مطابق طلوع فجر کے بعد طواف زیارت کرنا جائز ہے اور اس سے پہلے کرنا جائز نہیں۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ طواف زیارت دسویں دن کی رات کو فجر سے پہلے پہلے جائز نہیں لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ بِأَمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتْ الْجُمُرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثُمَّ مَضَتْ كَوَيْحِجٍ دِيَا۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دسویں دن کی رات طواف کرانے کے لیے بھیج دیا۔ انہوں نے فجر سے پہلے جمروں کو کنکر مارے پھر طواف کیا۔ اُفَافَصَتْ وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الَّذِي يَكُونُ زِيَارَتُ كَيْلَا اُورِيہ دن وہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے۔ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَهَا۔^(۳)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فجر سے پیشتر بھی کنکر مارنے جائز ہیں۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے، وہ اس حدیث کو بطور سند لاتے ہیں جو ابوداؤد وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے : لَا تَرْمُوا الْجُمُرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ ”نہ کنکر مارو یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے۔“

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج-۲ ص-۸۲۳ حدیث-۲۶۹۱

(۲) لمعات (حاشیہ مشکوٰۃ باب الدفع من عرفہ)

(۳) ابوداؤد کتاب المناسک باب التعجیل من جمع ج-۲ ص-۳۸۱ حدیث-۱۹۳۲ و مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الدفع من عرفہ

والمذللۃ ج-۲ ص-۸۰۳ حدیث-۲۶۱۳

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے، نہی تحریمی نہیں ہے یا یہ کہ عذر والے لوگ اس کے عموم سے مخصوص ہیں۔ والتخصیص جائز بالاتفاق کما مر، تاکہ دونوں احادیث میں تطبیق ہو جائے: فَإِنَّ الْأَعْمَالَ بِالذَّلِيلَيْنِ أَوْلَى مِنَ الْأَحْتِمَالِ۔

مسئلہ نمبر ۵۰ گیارہویں اور بارہویں دن میں طواف زیارت کیا جاسکتا ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: ثُمَّ يَأْتِي مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ بِمَكَّةَ أَوْ مِنَ الْعِدَا أَوْ مِنْ بَعْدِ الْعِدَا فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ طَوَافَ الزِّيَارَةِ (۱) ”پھر آئے اسی دن یعنی قربانی کے دن مکہ میں یا اس کے بعد دوسرے روز یا تیسرے روز پس طواف زیارت کرے“ مطلب اس کا یہ ہے کہ دسویں تاریخ کے بعد یعنی گیارہویں اور بارہویں دن بھی طواف زیارت کرنا جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے جو کہ ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے: ☆

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَّرَ طَوَافَ الزِّيَارَةِ يَوْمَ
 تَحْقِيقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي جَنَازَتِهِ تَاخِيرَ كَرْنِ طَوَافِ زِيَارَتِ كُو
 النَّحْرِ إِلَى الْبَيْتِ - (۲)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت دسویں تاریخ میں فقط رات تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ رات اس کی غایت ہے۔ بعد ازاں گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو طواف زیارت جائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۱ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو تب موزن اذان کہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَفِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ إِذَا صَعِدَ الْإِمَامُ الْمِنْبَرَ فَجَلَسَ أَذَّنُ الْمُؤَذِّنِ**۔^(۳) ”ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھ کر بیٹھ جائے تو مؤذن اذان کہے۔“ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب عرفات کے دن امام خطبہ پڑھنے لگے تو خطبہ سے پہلے اذان کسی جائے اور اذان کے بعد خطبہ پڑھا جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو جابر رضی اللہ عنہ نے حجتہ الوداع کے بیان میں روایت کی ہے۔ اس حدیث طویل میں یہ بھی ہے :

فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ
حَرَامٌ عَلَيْكُمْ الْخ- پھر آپ نے لوگوں کو خطاب کیا اور فرمایا بیشک تمہارے خون اور
تمہارے اموال ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

ثُمَّ أَدْنَىٰ بِلَالٍ ثُمَّ أَمَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ الْحَدِيثَ۔^(۴) بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کی پھر ظہر کی نماز پڑھی، آخر حدیث تک۔

(١) هداية كتاب الحج باب الاحرام ج- ١ ص- ٢٥٠ (٢) ابو داود كتاب المناسك باب لافاضة في الحج ج- ٢ ص- ٥٠٩ حديث ٢٠٠٠

(٣) هداية كتاب الحج باب الاحرام ج- ا ص- ٢٢٢ (٤) مشكوة كتاب النساك ما قصه حجة الوداع ج- ٢ ص- ٨٥، ٨٦ حديث ٢٥٥٥

☆ مذکورہ مسئلہ میں غالباً مصنف کو قول جمہور اور اجماع علماء کا علم نہیں ہو سکا۔ جس حدیث سے مصنف نے اسدلال کہا ہے وہ ضعیف ہے۔ اور امام شوکانی

نے نیل، الاوطار، باب الافاصۃ من: من: للقاء افیر، الماضو و" سے اجار غفلت کیا ہے کہ طوفانِ افاضہ گیارہ سو سال ہوس ہمارے خیر بھی کیا حاکمیت

وہ کہ جس میں جن کے لئے جسم کا اہم ہے، ہم نے ان کی تعلیم کر دی کہ وہ اس کے لئے تڑپیں اور کھینچیں۔

ہے۔ بددورہا ستمیں ستمیں سے جس: بددورہا کے گور پر ستمیں میں اور میں در در میں ہے۔ یہاں یہاں میں

مسئلہ نمبر ۵۲

فائدہ: فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ كَانَ ذَاخِلَ الْمَيْمَنَاتِ فَوَقْتُهُ الْحَجُّ مَعْنَاهُ الْحَجُّ الَّذِي بَيْنَ الْمَيْمَنَاتِ وَالْحَرَمِ يَحْجُوزُ فِيهِ عِنْدَنَا تَأْخِيرُهُ إِلَى الْحَرَمِ۔^(۱) حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ جو شخص میقات

یعنی احرام باندھنے کی جگہ کے اندر رہتا ہو، اسے اپنے گھر سے احرام باندھنا واجب نہیں بلکہ حرم کے سوا جس جگہ سے چاہے احرام باندھ لے اور مکہ کے درمیان اور اپنے گھر کے درمیان میں سب جگہ سے احرام باندھنا جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔۔۔ جو کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ وَقَدْ رَسُلُ اللَّهُ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَمَ فَهَنْ لَهْنٍ وَلَمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ ذُوْنَهُنَّ فَمَهْلُهُ مِنْ أَهْلِهِ كَذَلِكَ وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يَهْلُوْنَ مِنْهَا۔^(۲)

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن اور اہل یمن کے لیے یلمم مقرر کی۔ پس یہ جگہیں ان دیار و امصار کے باشندوں کے لیے (احرام باندھنے کے مقلات) ہیں اور دوسرے ممالک کے جو لوگ حج اور عمرہ کے ارادے سے ان مقلات سے گزریں، ان کے لیے بھی اور جو آدمی اس جگہ کے اندر ہو وہ اپنے گھر سے احرام باندھے و علیٰ ہذا القیاس جو جس جگہ رہتا ہو وہیں سے احرام باندھے یہاں تک کہ مکہ والے کے سے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو وہ اپنے گھر سے احرام باندھے، اپنے گھر سے حرم کی طرف آگے بڑھ کر احرام باندھنا اس کے لیے جائز نہیں ہے ورنہ جو شخص ان چاروں میقات سے خارج

رہتا ہو، اس کو بھی ان میقات سے آگے بڑھ کر احرام باندھنا جائز ہو گا، والکلام باطل بالا جماع فکذا الملزوم۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔۔۔ حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَاتَّمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ قَالَ إِنَّمَا هُمَا أَنْ يُحْرَمَ بِهِمَا مِنْ ذُوِيَةِ أَهْلِهِ فَلَذِكْرُهُ مَوْفُوفًا وَأَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَوْفُوعًا اِنْتَهَى تَخْرِيجٌ۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے وَاتَّمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ آپ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کا اتمام یہ ہے کہ آدمی ان کے لیے اپنے گھر سے احرام باندھے۔ انہوں نے اسے موقوفاً ذکر کیا اور امام بیہقی نے اس روایت کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً تخریج کی ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۳ محرم کو احرام کی حالت میں نکل کر ناجائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محرم کو احرام کی حالت میں نکل کر ناجائز ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے: وَيَحْجُوزُ لِلْمَحْرَمِ وَالْمُحْرِمَةِ أَنْ يَتَزَوَّجَا فِي حَالَةِ الْأَحْرَامِ۔^(۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(۱) ہدایہ کتاب الحج ج-۱، ص-۲۳۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب مواقیع الحج والعمرة ج-۸، ص-۳۲۱، حدیث-۲۷۹۵، ومشکوٰۃ کتاب المناسک فصل اول ج-۲، ص-۷۷۳، حدیث-۲۵۱۶

(۳) ہدایہ ج-۲، ص-۲۱۰

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا، 'محرم نہ نکاح کرے نہ نکاح کرائے اور نہ یَنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ۔' (۱)

نکاح کا پیغام بھیجے

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: فَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَجَمَهُوْهُ الْعُلَمَاءُ مِنَ الصَّحَابَةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ لَا يَصِحُّ نِكَاحُ الْمُحْرِمِ اِنْتَهَى۔ (۲) "امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء صحابہ اور جو ان کے پیچھے ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ محرم کا نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے، انتہی۔"

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے۔ وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں جو بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (۳) "تحقیق نبی ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہما سے اہرام کی حالت میں نکاح کیا۔" اس کا جواب دو طرح سے ہے

پہلا جواب: دوسری روایت مسلم میں صاف آچکا ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہما خود کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو آپ حلال تھے یعنی اہرام کی حالت میں نہیں تھے۔ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ ابْنِ أُخْتِ مَيْمُونَةَ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ (۴) وَزَادَ فِيهِ أَبُو يَعْلَى بَعْدَ أَنْ رَجَعْنَا مِنْ مَكَّةَ تَخْرِيج۔

دوسرا جواب: تخریج ہدایہ میں لکھا ہے: وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ مِنْ طَرِيقِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ قَالَ وَهَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي قَوْلِهِ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ (۵) "ابوداؤد نے طریق سعید بن مسیب سے روایت کی (اس میں سعید بن مسیب نے) کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر مبہم ہو گئی جب انہوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بحالت اہرام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا۔"

اسی کی موید یہ حدیث ہے جو مسند امام احمد اور ترمذی میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَيْمُونَةَ وَهُوَ حَلَالٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَكُنْتُ أَنَا الرُّسُولُ بَيْنَهُمَا وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ (۶)

(۱) صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم وکراہیۃ خطبہ ج۔ ۹ ص۔ ۱۹۹ حدیث۔ ۳۳۳۲ ومشکوٰۃ کتاب المناسک

باب ما یجتنبہ المحرم ج۔ ۲ ص۔ ۸۲۲ حدیث۔ ۲۹۸۱

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم ج۔ ۹ ص۔ ۱۹۷ شرح حدیث۔ ۳۳۳۲

(۳) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم ج۔ ۹ ص۔ ۱۹۹ شرح حدیث۔ ۳۳۳۷

(۴) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم ج۔ ۹ ص۔ ۲۰۰ شرح حدیث۔ ۳۳۳۹ ومشکوٰۃ کتاب

المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج۔ ۲ ص۔ ۸۲۲ حدیث۔ ۲۹۸۲

(۵) الدرایۃ مع الہدایۃ کتاب الحج ج۔ ۳ ص۔ ۳۱۰ (تخریج)

(۶) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب ما یجتنبہ المحرم ج۔ ۲ ص۔ ۸۲۲ حدیث۔ ۲۹۹۵ (حسن)

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ احرام کی حالت میں نکاح نہیں کیا ہے بلکہ نکاح کی حالت میں آپ حلال تھے اس لیے کہ خود میمونہ رضی اللہ عنہا جس کا یہ واقعہ ہے یہ کہتی ہیں کہ نکاح کے وقت آپ حلال تھے اور ابو رافع جو ان کے وکیل تھے اور اس واقعہ سے بہت واقف تھے، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپ حلال تھے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کو جو اس قصہ کے وقت حاضر تھے ظاہر معنی پر کیونکر محمول کیا جائے گا پس اس کی تاویل کرنا لازم ہے تاکہ سب میں تطبیق ہو جائے

امم نووی نے لکھا ہے :

وَأَجَابَ الْجَمْهُورُ عَنْ حَدِيثِ مَيْمُونَةَ بِأَجْوِبَةٍ
أَصَحُّهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا
تَزَوَّجَهَا حَلَالًا هَكَذَا رَوَاهُ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ
قَالَ الْقَاضِي وَغَيْرُهُ وَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا
مُحْرِمًا إِلَّا ابْنُ عَبَّاسٍ وَحْدَهُ وَرَوَتْ مَيْمُونَةُ
وَأَبُو رَافِعٍ وَغَيْرُهُمَا أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا حَلَالًا وَهُمْ
أَعْرَفُ بِالْقِصَّةِ لِمَعْلُوقِهِمْ بِهِ بِخِلَافِ ابْنِ
عَبَّاسٍ وَلَا تَنْهَهُمْ أَصْبَطُ مِنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَكَثُرَ
..... وَالْجَوَابُ الثَّانِي تَأْوِيلُ حَدِيثِ ابْنِ عَلِيٍّ
أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا فِي الْحَرَمِ وَهُوَ حَلَالٌ وَيُقَالُ لِمَنْ
هُوَ فِي الْحَرَمِ مُحْرِمٌ وَإِنْ كَانَ حَلَالًا وَهِيَ
لَعْنَةُ شَايعَةِ مَعْرُوفَةٍ وَمِنْهُ النَّبِيُّ الْمَشْهُورُ قَتَلُوا
ابْنَ عَفَّانَ الْخَلِيفَةَ مُحْرِمًا أَيْ فِي حَرَمِ
الْمَدِينَةِ وَالثَّالِثُ أَنَّهُ تَعَارَضَ الْقَوْلُ
وَالْفِعْلُ وَالصَّحِيحُ جِيئَ بِهِ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ
تَرْجِيحُ الْقَوْلِ لِأَنَّهُ يَتَعَدَّى إِلَى الْغَيْرِ وَالْفِعْلُ
قَدْ يَكُونُ مَقْصُورًا عَلَيْهِ وَالرَّابِعُ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ فِي
حَالِ الْإِحْرَامِ وَهُوَ مِمَّا خَصَّ بِهِ دُونَ الْأُمَّةِ
إِنْتَهَى..... (۱)

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب النکاح باب تحریم نکاح المحرم وخطبته ج ۹ ص ۱۹۷ شرح حدیث ۳۳۳۲/۳۳۳۹

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح ہے، اس لیے کہ وہ حفظ اور ضبط میں زیادہ ہیں۔

جواب: اس حدیث کو فقط ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا اور اس کے خلاف دوسری حدیث کو میمونہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما وغیرہ متعدد لوگوں نے روایت کیا ہے۔ پس کثرت عدد کی وجہ سے اس حدیث کو ابن

عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح ہوگی۔ نیز یہ معاملہ خود ان کے ساتھ ہوا ہے۔ لہذا اس واقعہ سے جتنے وہ باخبر ہیں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی اسی حدیث کو ترجیح ہوگی اور نقابہت کو اس باب میں کچھ دخل نہیں، کَمَا حَقَّقَهُ الْعَلَامَةُ فِي التَّلْوِيحِ وَبَحْثِ الْعُلُومِ فِي شَرْحِ الْمُسْلِمِ وَغَيْرِهِ۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں احرام کی حالت میں نکاح کرنے سے جو نہی واقع ہوئی ہے۔ یہ نہی تحریمی نہیں، نہی تنزیہی ہے۔ یعنی محرم کی شان کے شبیہاں یہ کلام نہیں۔

جواب: آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے احرام میں نکاح کیا ہے۔ اب تمہارے اس معنی کی رو سے رسول اللہ ﷺ کے حق میں بھی یہ کہا جائے گا کہ احرام میں نکاح کرنا رسول اللہ ﷺ کی شان کے شبیہاں نہیں تھا۔ یہ بات کوئی ایماندار نہیں کہہ سکتا۔

بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ جو جو تاویلات آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول وَهُوَ مُحْرِمٌ میں کی ہیں ایسی تاویلیں یزید بن اسلم کی حدیث وَهُوَ حَلَالٌ کی بھی ہو سکتی ہیں۔ پہلی تاویل اس طرح ہو سکتی ہے کہ وَهُوَ حَلَالٌ کا یہ معنی ہے کہ نکاح تو آپ نے احرام میں کیا تھا مگر لوگوں میں مشہور اور ظاہر اس وقت ہوا جب آپ حلال تھے۔

جواب: ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث اس تاویل کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں وَهُوَ حَلَالٌ کو دو جملوں کے ساتھ مفید کیا ہے۔ پس وَهُوَ حَلَالٌ کا جو معنی پہلے جملے میں ہو گا وہی دوسرے جملے میں ہو گا۔

اس لیے کہ راوی نے دونوں جملوں کو ایک سلسلہ میں بیان کیا ہے اور دونوں کے ساتھ یہی قید لگائی ہے۔ پس اندریں صورت دوسرے جملے کا بھی یہی معنی کرنا پڑے گا۔ جب آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بنا کی، آپ اس وقت محرم تھے لیکن جس وقت یہ امر لوگوں میں مشہور ہوا، اس حالت میں آپ حلال تھے اور یہ معنی صریحاً غلط اور باطل ہے۔ اس وجہ سے کہ احرام کی حالت میں بنا کرنا لازم آئے گا اور بوسہ اور لمس اور جماع وغیرہ بنا کے لوازمات میں سے ہیں پھر یہ کیونکر کہنا صحیح ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام میں بنا کی اور ایسے کام احرام میں کئے جو حج کو بالکل باطل کر دیتے ہیں۔

دوسری تاویل حنفیہ یہ کرتے ہیں کہ وَهُوَ حَلَالٌ کا یہ معنی ہو گا کہ جب آپ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ محرم تھے لیکن حل میں تھے۔

جواب: اول تو جو شخص حل میں ہو اس کو کسی لغت میں حلال نہیں بولا جاتا ہے اور نہ محاورہ عرب میں یہ اطلاق کسی جگہ آیا ہے۔ پس مدعی پر لازم ہے کہ اس کی دلیل دے۔ دوم جب نکاح حل میں کیا تو لابداً بنا بھی

حل میں ہی کی ہوگی۔ پس اندریں صورت یہ لفظ محض لغو ہو جائے گا۔ اس لیے کہ آپ نے بنا تو بائناق مقام سرف میں کی ہے جو بائناق حل میں ہے۔ اس میں کسی کو توہم اور اختلاف بھی نہیں تھا اور نہ کسی کو اس میں بحث اور کلام تھی پھر راوی نے اس لفظ کو کس غرض سے بیان کیا۔ سوم اس صورت میں مدعی پر اس بات کا ثابت کرنا لازم ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکل مدینہ سے مکے کو آتے ہوئے راستہ میں کیا ہے یا یہ کہ احرام کی حالت میں آپ نکل کے لیے مکے سے باہر نکل گئے تھے اور حرم سے باہر جا کر نکل کیا تھا۔ اس کو مدعی ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا سب تاویلات باطل ہو گئیں۔

مسئلہ نمبر ۵۴ عورت کو احرام میں عصفر کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَكِنْ لَا تَلْبَسُ الْمُضْطَبَّغَ بِوَرَسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَلَا عَصْفَرٍ^(۱) ”کوئی عورت احرام میں درس زعفران اور عصفر کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔“ مطلب اس کا یہ ہے کہ عورت کو احرام میں عصفر کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى النِّسَاءَ فِي إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقَفَازِينَ وَالْتِقَابِ وَمَا مَشَّ الْوَرَسَ وَالزَّعْفَرَانَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَتَلْبَسَ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنَ الْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرٍ أَوْ خَزَّرٍ أَوْ حُلِيِّ أَوْ سَرَاوِيلٍ أَوْ قَمِيصٍ أَوْ خُفٍّ^(۲)

تحقیق انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ عورتوں کو احرام میں دستانہ اور برقعہ پہننے سے منع فرماتے تھے اور اس کپڑے سے بھی جس کو زعفران اور درس لگا ہو اور حکم دیتے تھے کہ عورتیں اس کے سوا جو چاہیں پہنیں رنگ دار کپڑوں میں سے کسب کار رنگا ہوا ہو یا ریشم ہو یا زیور یا پانجامہ یا کرتہ یا مونہ ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو احرام میں درس اور زعفران کے سوا اور سب قسم کے رنگ دار کپڑے معصر وغیرہ پہننے جائز ہیں جس کپڑے کی خواہش ہو بیشک پہنے۔ پس معلوم ہوا کہ حنفیہ کا معصر کپڑے سے عورت کو منع کرنا محض غلط ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۵ ضبع کا گوشت کھانا حرام ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: قَوْلُهُ وَيَأْكُلُ الضَّبْعُ أَحَدًا ذَلَّ عَلَى حُرْمَةِ أَكْلِهِ كَمَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ^(۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ ضبع کا گوشت کھانا حرام ہے اور ضبع بھیڑیے جیسا ایک جانور ہے اور اس کو فارسی میں کفتار کہتے ہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے:

(۱) کفایۃ حاشیہ ہدایۃ۔

(۲) ابوداؤد کتاب المناسک باب ما یلبس المحرم ج-۱ ص-۳۳۳ حدیث-۱۱۲ (حسن صحیح) ومشکوۃ کتاب المناسک باب ما

یجتنبہ المحرم ج-۲ ص-۸۲۳ حدیث-۲۶۸۹

(۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ (مشکوۃ باب المحرم یجتنب الصید) وهدایۃ۔

(حدیث نمبر ۱) --- ترمذی، نسائی اور مسند امام شافعی میں عبدالرحمن بن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الضَّبُعِ أَنَّهُمْ قَالُوا أَتُؤْكَلُ فَقَالَ أَصِيدُ هِيَ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ أَتُؤْكَلُ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔^(۱)

انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ضبع کے متعلق سوال کیا کیا وہ بھی شکار ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پھر میں نے کہا کہ آپ نے رسول ﷺ سے اسے سنا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(حدیث نمبر ۲) --- ابوداؤد، دارمی اور ابن ماجہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ مِمَّنْ يَأْكُلُ قَالَ هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيهِ كَبْشًا إِذَا أَصَابَهُ الْمُخْرَمُ۔^(۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے ضبع کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ شکار ہے اور اگر محرم اسے شکار کرے تو اس کے بدلے ایک مینڈھا زنج کرے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ ضبع کا گوشت کھانا حرام نہیں ہے بلکہ اور شکاری جانوروں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔ اسی کے امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد رضی اللہ عنہ قائل ہیں۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند کے طور پر یہ حدیث لاتے ہیں جو ترمذی میں خزیمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْكَلِّ مِمَّنْ يَأْكُلُ الضَّبُعَ أَحَدٌ۔^(۳)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے ضبع کے گوشت کھانے کا سوال کیا آپ نے فرمایا کوئی آدمی ضبع کو کھاتا ہے؟

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے جیسے کہ ترمذی نے اپنی جامع میں اس حدیث کے روایت کرنے کے بعد کہا ہے: لیس اسنادہ بالقوی، یعنی اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔ پس یہ حدیث حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ مجتہد کا اجتہاد اس کی طرف سابق میں مستند ہو چکا ہے۔ اس کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہو لیکن حدیث صحیح نہ ملنے کی وجہ سے اسی سے استدلال کیا ہو۔ ایسی صورت میں صحت کہاں لازم آئے گی۔ نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد کو قیاس کرنے کے وقت یہ حدیث نہ ملی ہو۔ محض قیاس سے اس کی حرمت نکالی ہو۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مجتہد کو یہ حدیث قیاس کرنے کے وقت ملی اور اس نے اس سے استدلال کیا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد مقلدین نے یہ حدیث اس کے ساتھ لگائی ہو پس صحت کو اس کی بنیاد بنانا فاسد علی الفاسد ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب المحرم یجتنب الصيد ج-۲ ص-۸۲۱ حدیث-۲۷۰۳ (حسن صحیح)

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب المحرم یجتنب الصيد ج-۲ ص-۸۲۷ حدیث-۲۷۰۴

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب المحرم یجتنب الصيد ج-۲ ص-۸۲۷ حدیث-۲۷۰۵ (اس کی سند کمزور ہے)

علاوہ ازیں اگر مجتہد کا ایک حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے تو پھر اسی طرح تمام مجتہدین کے دلائل صحیح ہو جائیں گے مثلاً جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی صحت پر دلالت کرے گا۔ اور جس حدیث سے امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی صحت پر دلالت کرے گا۔ پس حدیث حلت ضبیع سے جو امام شافعی اور امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا ہے وہ بھی اس کی صحت پر دلالت کرے گا۔ اندریں صورت حلت کی حدیث بہت قوی اور صحیح ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اس میں دو قسم کی صحت جمع ہو گئی ہے۔ ایک صحت محدثین کی اور دوسری صحت مجتہد متدل کی پس حدیث حلت کو قطعاً ترجیح ہوگی اور اگر بالفرض صحت پر دلالت کرے تو بھی اس صحت کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اسی صحت اور ضعف کا ہے جس کو محدثین نے مقرر کیا ہے یعنی جو حدیث بموجب قواعد اہل حدیث صحیح ہوگی، وہی صحیح سمجھی جائے گی اور جو ان کے قواعد کے لحاظ سے ضعیف ہوگی وہ ضعیف سمجھی جائے گی۔ صحیح وہی حدیث گنی جائے گی جس پر صحیح کی یہ تعریف صلوٰۃ آئے گی۔ فَالضَّعِيفُ مَا ثَبَتَ بِتَقْلِيدِ عَدْلٍ تَامِ الضَّبْطِ غَيْرِ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٍ۔ ”صحیح حدیث وہی ہے جو علول اور قوی المعتمد راوی کے نقل کرنے سے ثابت ہو“ نہ اس میں کوئی علت ہو اور نہ وہ شاذ ہو۔“ (۱) اور جس پر صحیح کی یہ تعریف صلوٰۃ نہ آئے گی وہ حدیث بیشک ضعیف سمجھی جائے گی، خواہ کسی مجتہد نے اس سے استدلال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ کیونکہ مدار صحت اور ضعف حدیث کی اسناد پر ہے۔ اب اگر استدلال مجتہد حدیث کی صحت کی دلیل ٹھہرائی جائے تو علم اصول محض لغو قرار پائے گا۔

بعض حنفیہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں کُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ فَالْكُلَّةُ حَرَامٌ۔

یہ حدیث عام ہے اور حدیث حلت ضبیع خاص ہے اور تخصیص عام خبر واحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔

جواب: کئی وجہ سے، ذکرنا سابقاً۔ پس حدیث حلت ضبیع اس کی تخصیص ہو جائے گی۔ فَإِنَّ الْأَعْمَالَ بِالذَّلِيلَيْنِ وَاجِبٌ مَا أَمْكَنَ۔ اس لیے کہ جہاں تک ممکن ہو دونوں احادیث پر عمل کرنا واجب ہے۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ یہاں حرمت اور حلت متعارض ہیں اور حلت اور حرمت میں تعارض کے وقت حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

جواب: یہ ترجیح اس وقت ہوتی ہے جب کہ طرفین قوت اور صحت میں مساوی ہوں اور جس میں دلیل حرمت ضعیف ہو، اس وقت اس کو کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ فَيُعْمَلُ بِالْأَقْوَى وَيُتْرَكُ الْأَضْعَفُ لِكُذْبِهِ فِي حُكْمِ الْعَدَمِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْأَقْوَى كَذَا فِي التَّلْوِيحِ۔ ”ایسی صورت میں زیادہ قوی دلیل پر عمل کیا جاتا ہے اور کمزور دلیل کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ قوی کی نسبت سے کالعدم قرار پاتی ہے، کذا فی التلویح۔“ اور جب سرے سے وہ کالعدم ٹھہری تو پھر ترجیح دینا بناء فاسد علی الفاسد ہے، پھر ترجیح کہاں۔ پس ثابت ہو گیا کہ ضبیع کا کھانا مباح ہے حرام نہیں اور دلیل حرمت نہایت ہی ضعیف ہے۔

(۱) کذا قاله الشيخ عبدالحق في مقدمة شرح المشكوة۔

مسئلہ نمبر ۵۶ جو بھی شخص مکہ میں داخل ہو اس پر احرام باندھنا

واجب ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: ثُمَّ الْآفَاقِيُّ إِذَا انْتَهَى إِلَيْهَا عَلَى قَصْدٍ دُخُولِ مَكَّةَ عَلَيْهِ أَنْ يُحَرِّمَ قَصْدَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ أَوْ لَمْ يَقْصُدْ عِنْدَهُ^(۱) ”پھر افلاقی (جو حرم مکہ سے باہر رہتا ہے) جب میقات کے پاس آئے کے میں داخل ہونے کی نیت سے تو اس پر احرام باندھنا واجب ہے۔ خواہ حج کا قصد ہو خواہ عمرہ کا، خواہ کسی کا قصد نہ ہو۔“ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس شخص کی نیت حج اور عمرہ دونوں کی نہ ہو اور ایسے ہی کسی کام سے مکہ میں داخل ہونا چاہے تو اس پر احرام باندھنا واجب ہے۔ احرام کے بغیر اس کے لیے مکہ میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ تَحْقِيقَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَحَ مَكَّةَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بَغَيْرِ احْرَامٍ۔^(۲) سر پر سیاہ عمامہ تھلا آپ احرام کے بغیر تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص کی نیت حج اور عمرہ کرنے کی نہ ہو، اس کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے بھی فتح مکہ کے دن احرام نہیں باندھا حالانکہ اس دن دس بارہ ہزار صحابی آپ کے ساتھ تھے۔

(حدیث نمبر ۲) — بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ وَقَتَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحَلِيفَةِ وَلَا أَهْلَ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلَا أَهْلَ نَجْدٍ قَرْنِ الْمَنَازِلِ وَلَا أَهْلَ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ فَهَنْ لَهْنٌ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ۔^(۳) رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم مقرر کی۔ پس یہ مقلات مذکورہ دیار کے باشندوں کے لیے (احرام باندھنے کی جگہیں) ہیں اور دوسرے دور دراز کے ممالک کے باشندوں کے لیے بھی جو ان اطراف سے حج اور عمرہ کے لیے حرم مکہ میں داخل ہوں۔ اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے ان لوگوں میں سے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں (وہ مذکورہ مقلات پر احرام باندھ کر آگے بڑھیں)۔

اور صحیح بخاری میں لکھا ہے: وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَالًا۔ ”ابن عمر رضی اللہ عنہما حرم مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔“

(۱) ہدایۃ کتاب الحج ج-۱، ص-۲۵۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مكة بغیر احرام ج-۹، ص-۱۳۶، حدیث-۳۲۹۱ و مشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم

مکہ ج-۲، ص-۸۳۱، حدیث-۲۷۱۹

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب مواقیب الحج ج-۸، ص-۳۲۱، شرح حدیث-۲۷۹۵ و مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل اول ج-۲،

ص-۷۷۳، حدیث-۲۵۱۶

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ میقات پر آنے سے احرام خاص اسی شخص پر لازم ہوتا ہے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو۔ لمن اراد الحج کی قید اس پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ کسی اور کام مثلاً تجارت وغیرہ کے لیے مکہ میں جائے اس پر میقات سے احرام باندھنا لازم نہیں ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: **فِيهِ دَلَالَةٌ لِّلْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ فِيْمَنْ مَرَّ بِالْمِيْقَاتِ وَلَا يُرِيْدُ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً اِنَّهٗ لَا يَلْزَمُهٗ الْاِحْرَامُ لِدُخُوْلِ مَكَّةَ** ^(۱) ”یہ حدیث مذہب صحیح کی طرف رہنمائی کرتی ہے اس شخص کی جو حج اور عمرہ کا ارادہ کئے بغیر میقات پر سے گزرے کہ اس کے لیے دخول مکہ کے لیے احرام باندھنا لازمی نہیں۔“ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں: **هٰذَا دَلِيْلٌ لِّمَنْ يَقُوْلُ يَجُوْزُ دُخُوْلُ مَكَّةَ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ لِّمَنْ لَمْ يَرْمُوا نُسْكَاءَ سَوَاءَ كَانَ دُخُوْلُهُ لِحَاجَةٍ تَكْرُرُ كَالْحَطَّابِ وَالْحَشَّاشِ وَالسَّقَّاءِ وَالصَّيَّادِ وَغَيْرِهِمْ اَوْ لَمْ يَتَكَرَّرْ كَالْتَّاجِرِ وَالزَّائِرِ وَغَيْرِهِمَا وَسَوَاءَ كَانَ اِمْنًا اَوْ خَائِفًا** ^(۲) اور ایسے ہی شیخ عبدالحق نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

”تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں لَا يَجَاوِزُ اَحَدُ الْمِيْقَاتِ اِلَّا مُخْرِقًا۔“ ^(۳) ”کوئی میقات سے احرام باندھے بغیر نہ گزرے۔“

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے، اس سے حجت پکڑنا درست نہیں اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو جب بھی اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ صحیحین کی احادیث کو اس پر ترجیح دی جائے گی۔ لانہما اصح الکتاب بعد کتاب اللہ العزیز۔ علاوہ ازیں اس کے عموم کی صحیحین کی احادیث سے تخصیص کی جائے گی۔ اس لیے کہ عموم کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ کئی وجہ سے جائز ہے، کما ذکرنا سابقاً۔ پس اس سے وہی لوگ مراد ہوں گے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جب لمن اُتٰی عَلَیْہِمْ کے عموم کی تخصیص کے شیخ عبدالحق وغیرہ حنفیہ قائل ہیں تو پھر اس حدیث کے عموم کی تخصیص کو نہیں مانتے، حالانکہ وہ حدیث بھی صحیح متفق علیہ ہے۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مکہ میں لڑائی کرنا فقط دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا۔ جب آپ عین مکہ میں داخل ہوئے تھے اور جب آپ میقات مدینہ پر آئے تھے، وہ اس سے پہلے کئی دن کا ذکر ہے پھر وہاں سے احرام باندھنا رسول اللہ ﷺ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔ والا فہذا بناء الفاسد علی الفاسد۔ علاوہ ازیں ایک دوسری حدیث کے ذیل میں شیخ عبدالحق نے بھی صاف لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اس پر مکہ میں داخل ہونے کے لیے احرام باندھنا لازم نہیں، انتہی۔ پس اس حدیث میں یہ تاویل کیسے چل سکے گی۔

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اس مبارک اور مقدس مقام کی تعظیم و تکریم کے لیے احرام باندھنا واجب ہے اور بیت اللہ کی تعظیم و تکریم خود شرع نے بیان کی ہے۔

جواب: یہ محض قیاس بے اساس ہے۔ نصوص صریحہ کے مقابلہ میں قیاس کرنا بالاجماع حرام ہے۔ اور صاحب ہدایہ کے کلام سے بھی نصوص کے مقابلہ میں قیاس کا نامقبول ہونا مذکور ہو چکا ہے، فتذکر۔

(۱) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب مواقیح الحج ج-۸، ص-۲۲۲، شرح حدیث-۲۷۹۵، ۲۸۰۲

(۲) شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الحج باب جواز دخول مکة بغير احرام ج-۹، ص-۱۳۵، شرح حدیث-۳۲۹۵، ۳۲۹۹

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک۔

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

كُفَّارٌ قَرْنِيْشٍ ذُوْنَ الْبَيْتِ فَتَحَرَ النَّبِيُّ ﷺ هَذَا يَأْتِيَهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ أَصْحَابُهُ^(۱)
 بیت اللہ کے درمیان آگئے (یعنی انہوں نے ہم کو بیت اللہ سے روک
 دیا) چنانچہ نبی ﷺ نے اپنے ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا اور سر منڈایا
 اور صحابہ نے بل کرائے

(حدیث نمبر ۳)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں مسور بن مخزوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :
 قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يُحَلِّقَ انہوں نے کہا کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے سر منڈانے سے پہلے قربانی
 کی اور صحابہ کو بھی اسی کا حکم فرمایا۔^(۲)
 وَاَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذَلِكَ۔
 ان احادیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ اگر رک جانے والا اپنی ہدی کو مقام احصار پر ہی ذبح کر ڈالے تو
 فائدہ: حلال ہو جاتا ہے۔ سب کام اس پر حلال ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے رک
 جانے کے بعد اسی جگہ حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈایا اور حلال ہو گئے۔

مسئلہ نمبر ۵۸ حج اور عمرہ سے روکے جانے والے کیلئے سر منڈانا

مباح ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حج اور عمرہ سے روکے جانے والے کے لیے سر منڈانا مباح ہے یعنی نہ واجب ہے
 اور نہ سنت ہے اور پھر اس مباح کی بھی کچھ حاجت نہیں ہے۔ چنانچہ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے: فَذَلِكَ دَلِيلُ الْإِبَاحَةِ لَا
 دَلِيلُ الْوُجُوبِ مَعَ أَنَّ الْحَلْقَ وَجِبَ لِلْإِحْلَالِ وَالْدَّمُ أَقِيمَ مَقَامَهُ فَيُسْتَعْنَى بِذَلِكَ عَنِ الْحَلْقِ۔ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ
 رحمہ اللہ کا ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے جو کہ مسئلہ نمبر ۵۷ میں اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ اس
 لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی سر منڈایا اور صحابہ کو بھی حلق کا حکم فرمایا اور امر مطلق وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اگر
 وجوب پر دلالت نہ کرے تو سنت سے کم نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۵۹ اس شخص پر حد قائم کرنا جائز نہیں ہے جو حدود حرم

سے باہر خون کر کے حرم کے اندر چلا آئے

مرقت شرح مشکوٰۃ^(۳) وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حرم مکہ میں اس شخص پر اجزائے حد جائز نہیں ہے جو حدود
 حرم سے باہر خون کر کے حرم کے اندر چلا آئے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الاحصار وفوات الحج ج-۲ ص-۸۲۸ حدیث-۲۸۰۸

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الاحصار ج-۲ ص-۸۲۸ حدیث-۲۷۰۹

(۳) مشکوٰۃ حاشیہ باب حرم مکہ۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ حُجَّةٌ لِمَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَمَوَافِقِيهِمَا فِي جَوَازِ إِقَامَةِ الْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ فِي حَرَمِ مَكَّةَ۔^(۲) ”اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی اور جو ان کے موافق ہیں ان کے مذہب کی دلیل ہے یعنی حرم مکہ میں قصاص اور حدوں کا قائم کرنا جائز ہے۔“
(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے :

اس بیان یا برہان سے صاف ثابت ہو گیا کہ حرم مکہ میں حد قائم کرنا جائز ہے۔ اس کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔

مكة ج- ۲، ص- ۸۳۱، حدیث- ۲۷۱۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب یندب للمحرم وغیره قتله ج- ۸، ص- ۳۵۱، حدیث- ۲۸۵۲

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi.

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ ابن خطل حد میں نہیں مارا گیا تھا بلکہ مرتد ہونے کے سبب سے مارا گیا تھا۔

جواب: یہ بات بالکل غلط ہے۔ وہ فقط مرتد ہونے کی وجہ سے نہیں مارا گیا تھا بلکہ اس نے ایک مسلمان کو بھی قتل کیا تھا اور اس نے ایسی لونڈیاں رکھی ہوئی تھیں جو گناہ رسول اللہ ﷺ کی جھو کرتی تھیں۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے: **قَالَ الْعُلَمَاءُ إِنَّمَا قُتِلَ لِأَنَّهُ كَانَ قَدِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ وَقَتْلَ مُسْلِمًا كَانَ يَخْدُمُهُ وَكَانَ يَهْجُو النَّبِيَّ ﷺ وَيَسُبُّهُ وَكَانَتْ لَهُ قَيْتَنَانِ تَغْتَبَانِ بِهَجَاءِ النَّبِيِّ ﷺ**۔^(۱) مطلب اس کا وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو اسی ساعت میں قتل کیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے لڑائی حلال ہوئی تھی۔

جواب: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: **وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَجُوزُ تَأْوِيلُ هَذَا الْحَدِيثِ عَلَى أَنَّهُ قُتِلَ فِي السَّاعَةِ الَّتِي أُيْنِحَتْ وَأَجَابَ أَصْحَابُنَا بِأَنَّهَا إِنَّمَا أُيْنِحَتْ لَهُ سَاعَةُ الدُّخُولِ حَتَّى اسْتَوَلَى عَلَيْهَا وَأَذْعَنَ لَهُ أَهْلُهَا وَإِنَّمَا قُتِلَ ابْنُ خَطْلٍ بَعْدَ ذَلِكَ**۔^(۲) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں حد کا قائم کرنا جائز نہیں اور انہوں نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو اسی ساعت میں قتل کیا تھا جو ساعت آپ کے لیے مباح ہوئی تھی اور ہمارے اصحاب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مکہ میں لڑائی کرنا آپ کے لیے اسی ساعت حلال ہوا جس ساعت آپ مکہ میں داخل ہوئے اور اس پر غالب آگئے اور وہاں کے لوگ با امن ہو گئے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ نے ابن خطل کو اس کے بعد قتل کیا تھا، انتہی۔

دوسری احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن خطل کو اس ساعت اباحت میں قتل نہیں کیا ہے بلکہ اس کو اسی وقت قتل کیا تھا جس ساعت میں کہ اس کی حرمت پھر پلٹ آئی تھی۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خود اپنے سر سے اتار کر علامہ سیاہ اپنے سر پر رکھ لیا، اس کے بعد آپ کو ابن خطل کی خبر دی گئی تھی جیسے کہ حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور آپ نے علامہ سر پر اس حالت میں رکھا تھا جس وقت آپ کعبہ کے دروازے میں خطبہ دے رہے تھے چنانچہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے: **خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ**۔^(۳) ”اور جس ساعت میں آپ خطبہ پڑھ رہے تھے، اس ساعت مکہ کی حرمت ابدی پھر پلٹ آئی تھی۔“

چنانچہ مسلم کی دوسری حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال خزامہ نے بنی یسٹ کا ایک مرد قتل کر ڈالا، سو رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی۔ پس آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنِ مَكَّةَ الْفَيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا اللَّهَ تَعَالَى نَعَى كَعَى سَعَى هَاتِي وَالْوَلَدِ كَوْرَاكَ اسَ پر اپنے رسول اور رَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ اَلَا وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ مجھ سے پہلے اور نہیں حلال کسی کے لیے میرے بعد۔ خبردار رہو تحقیق

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مكة بغير احرام ج-۹ ص-۱۳۵ شرح حدیث-۳۲۹۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مكة بغير احرام ج-۹ ص-۱۳۶ شرح حدیث-۳۲۹۵

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز دخول مكة بغير احرام ج-۹ ص-۱۳۷ حدیث-۳۲۹۸

لِي سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ وَانْتَهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ" وہ مجھ پر بھی دن کی ایک ساعت کے لیے حلال کیا گیا ہے اور اب اس الحدیث۔^(۱) گھڑی اس کی حرمت پھر پلٹ آئی ہے انتہی 'آخر حدیث تک۔"

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جس گھڑی آپ نے خطبہ پڑھا تھا اس وقت مکہ کی حرمت پھر پلٹ آئی تھی اور حضرت محمد ﷺ کو ابن خطل کی خبر اسی ساعت میں دی گئی تھی بلکہ اس کے بھی بعد سو آپ نے فرمایا اس کو قتل کر ڈالو۔ پس اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ ابن خطل کو مکہ حلال ہونے کی ساعت میں قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ حرمت پلٹ آنے کے بعد اسے قتل کیا گیا۔ بعض حنفی یہ آیت بطور سند لاتے ہیں: وَمَنْ دَخَلَ كَانَ امِنًا۔ "جو مکہ میں داخل ہو وہ امن میں آیا۔" اس کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا جواب: حنفیہ کے نزدیک جو شخص حرم سے باہر کسی کو قتل کر کے حرم میں آکر پناہ پکڑے اس کو تو نہایت تنگ کیا جائے، اس کے ساتھ کلام نہ کی جائے، اس کے ساتھ مجلس نہ کی جائے، اس کے ساتھ بیچ و شرا کی جائے اور اس کے لیے ہر کام میں سخت مشکل اور تنگی ڈالی جائے۔ یہاں تک کہ سخت لاچار اور بے قرار مضطر ہو کر حرم سے باہر نکل جائے پھر اس پر خارج میں حد قائم کی جائے۔ کیا اس کے ساتھ یہ معاملہ کرنا اس آیت کے صریحاً خلاف نہیں۔ اگر وہ شخص حرم مکہ میں داخل ہونے سے امن میں آجاتا ہے تو پھر ایسی مشکل اور تنگی اس کے ساتھ کیوں روا رکھی گئی۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَلَا نَ التَّضْيِيقُ الَّذِي ذَكَرُوهُ لَا يَتَّقِي بِهِ لِصَاحِبِهِ اَمَانٌ فَقَدْ خَالَفُوا ظَاهِرَ مَا فَسَّرُوا بِهِ الْاَيَةَ۔^(۲) اس لیے کہ جس تنگی کا انہوں نے ذکر کیا ہے، اس کے بعد مجرم کے لیے کوئی امان باقی نہیں رہتی۔ گویا احناف نے اس آیت کی جو تفسیر کی خود ہی اس کے خلاف کیا۔

دوسرا جواب: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: قَالَ الْقَاضِي وَمَعْنَى الْاَيَةِ عِنْدَنَا وَعِنْدَ اَكْثَرِ الْمُفَسِّرِينَ اَنَّهُ اخْبَارٌ عَمَّا كَانَ قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَعَظْفُهُ عَلَى مَا قَبْلَهُ مِنَ الْاَيَاتِ۔^(۳) "قاضی نے کہا ہے کہ اس آیت کے معنی ہمارے نزدیک اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہیں کہ یہ اس چیز کی خبر دیتا ہے جو اسلام سے پہلے کا حال تھا اور اس کا عطف پہلی آیتوں پر ہے۔"

تیسرا جواب: امام نووی نے یہ لکھا ہے: وَقِيلَ اَمِنَ مِنَ النَّارِ۔^(۴) "بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہوا، آگ سے بے خوف ہوا، انتہی۔" پس ان وجوہ سے یہ استدلال باطل ہو گیا۔ علاوہ ازیں جب مکہ امن کی جگہ ہے تو پھر مرتد کو حرم میں قتل کرنا آپ کیوں جائز سمجھتے ہیں۔ فما هو جوابکم فہو جوابنا۔ بعض حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ ابن خطل کا کعبہ میں قتل کرنا قصاص کی وجہ سے نہیں تھا۔ اس لیے کہ قصاص میں دعویٰ اور شہادت کی حاجت ہوتی ہے اور یہاں کچھ بھی نہیں ہوا۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکة وصیڈھا و خلاھا ج۔ ۹ ص۔ ۱۳۴ حدیث۔ ۲۲۹۴

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتله ج۔ ۸ ص۔ ۳۵۱، ۳۵۵ شرح حدیث۔ ۲۸۵۳، ۲۸۹۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتله ج۔ ۸ ص۔ ۳۵۱، ۳۵۵ شرح حدیث۔ ۲۸۵۳، ۲۸۹۸

(۴) صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتله ج۔ ۸ ص۔ ۳۵۱، ۳۵۵ شرح حدیث۔ ۲۸۵۳، ۲۸۹۸

جواب: جب بغیر مطالبہ اور گواہی کے کعبہ میں قتل کرنا جائز ہوا تو مطالبہ اور گواہی کے ساتھ بطریق اولیٰ قتل کرنا جائز ہو گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ شخص مطالبہ اور شہادت سے مخصوص ہو جیسے کہ اور امور میں یہ اور ابن ابی سرح مخصوص ہوئے۔ تیسرا یہ کہ راوی کے مطالبہ اور گواہی نہ بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعتاً بھی مطالبہ نہ ہوا ہو۔ پہلے اس کا مطالبہ ضرور ہوا ہو گا اور شہادت بھی قطعاً ہو چکی ہو گی۔ اسی وجہ سے وہ تمام لوگوں میں مشہور تھا اور خود رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کا حال مفصل طور پر معلوم تھا۔ اسی وجہ سے اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو آکر خبر دی اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے بھی بلا تحقیق واستفسار اس کے قتل کر دینے کا حکم فرما دیا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا مطالبہ نہ ہوا ہوتا اور شہادت نہ ہو چکی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال کیسے معلوم ہوتا اور بلا تامل بے تحقیق اس کے قتل کرنے کا حکم نہ فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ دعویٰ مطالبہ و شہادت وغیرہ سب کچھ پہلے ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے ہر ایک شخص کو اس کا حال معلوم تھا۔

بھلا ایک آدمی جو اسلام سے مرتد ہو گیا ہو اور ایک مسلمان کو قتل کر ڈالا ہو اور رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ گلی نکالتا ہو اگر وہ شخص قابو میں آجائے تو پھر ایسی حالت میں کیا ممکن ہے کہ مقتول کے وارث قصاص کا مطالبہ نہ کریں۔ نیز مرتد کو کئی دن قید میں رکھ کر اسے توبہ کرانے کا حکم ہے۔ جیسے کہ صحیح مسلم اور اس کی شرح میں اس کا بیان مفصل موجود ہے پھر اگر محض مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کیا جاتا تو اس کو چند روز قید رکھ کر اس سے توبہ ضرور طلب کی جاتی۔ نیز حدیث صحیح مسلم میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: **فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بَهَا دَمًا** ”پس حلال نہیں کسی شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو کہ مکہ میں خون بہائے“ اس حدیث میں خون بہانے کی مطلق ممانعت آچکی ہے خواہ قصاص وغیرہ کی وجہ سے ہو یا مرتد ہونے کی وجہ سے پھر بلوغ اس عموم ممانعت کے مرتد کا خون مکہ میں کیوں بہایا گیا۔ فہو جوابکم فہو جوابہ۔

مسئلہ نمبر ۶۰ نکل لفظ نکاح‘ تزویج‘ ہیہ اور تملیک سے منعقد ہو جاتا ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَيَنْعَقِدُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزْوِيجِ وَالْهَبَةِ وَالتَّغْلِيلِ**۔^(۱) ”نکل لفظ نکاح‘ تزویج‘ ہیہ اور تملیک سے منعقد ہو جاتا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مرد کو کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اپنا نفس ہیہ کر دیا یا تیری ملک کر دیا تو اس صورت میں کوئی عورت ہو تو نکل صحیح ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس آیت کے خلاف ہے: **وَأَمْرًا مِّنْهُ أَنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ**۔ اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی کے لیے ہیہ کیا ہو اگر نبی اسے نکل میں لینا چاہے۔ یہ رعایت خالصتاً تمہارے لیے ہے‘ دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔

(۱) ہدایۃ کتاب النکاح ج-۲ ص-۲۰۵

مسئلہ نمبر ۲۱ نکاح کے وقت گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا تُشْتَرَطُ الْعَدَالَةُ حَتَّى يَنْقَعِدَ بِحَضْرَةِ الْفَاسِقِينَ عِنْدَنَا۔^(۱) ”نکاح کے گواہوں میں عدالت شرط نہیں بلکہ ہمارے نزدیک دو فاسقوں کے روبرو بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جسے ابن حبان نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيِّيَّ وَشَاهِدَيْنِ عَدْلٍ۔

ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَكُلُّ هَؤُلَاءِ يَشْتَرِطُونَ شَهَادَةَ عَدْلَيْنِ إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ۔ ”یہ تمام لوگ شرط لگاتے ہیں کہ دو عادلوں کی گواہی ضروری ہے مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فاسقوں کی شہادت بھی کافی ہے۔“

مسئلہ نمبر ۲۲ دس ذوالحجہ کو خطبہ درست نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَنَا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا التَّعْلِيمُ وَيَوْمَ التَّزْوِيَةِ وَيَوْمَ النَّحْرِ يَوْمًا اشْتِغَالٍ۔^(۲) ”اور ہم سمجھتے ہیں کہ خطبہ سے مقصود تعلیم ہے کیونکہ ترویہ اور قربانی کے دن ارکان حج کی ادائیگی کے لیے مصروفیت کے دن ہیں۔“ حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ دسویں کے دن حج میں امام خطبہ نہ پڑھے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

قَالَ خَطَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمُوتُ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ إِثْنَى عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثُ مُتَوَالِيَاتٍ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمَحَرَّمُ وَرَجَبٌ مُضَرٌّ الَّذِي بَيْنَ جَمَادَى وَشَعْبَانَ ثُمَّ قَالَ فَإِنَّ يَوْمَ هَذَا قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى هَذَا قَالَ فَإِنَّ دِمَانَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوم النحر کو خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا تحقیق زمانہ مرور ایام سے وہی ہیئت اختیار کر گیا ہے جیسی کہ تخلیق سلوات وارض کے دن تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے اس میں چار حرمت والے مہینے ہیں، تین متواتر یعنی ذی قعدہ، ذی الحج اور محرم اور چوتھا مضر کا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا تو آج کون سا دن ہے؟ (محبابہ کہتے ہیں) ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ خاموش رہے اور ہم نے گمان کیا کہ آپ اسے کسی اور نام سے موسوم کریں گے۔ آخر آپ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن (یوم النحر) نہیں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا (ن)

(۱) ہدایہ کتاب النکاح ج-۲ ص-۳۰۶

(۲) ہدایہ ج-۱ ص-۲۳۳

هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا وَتَسْتَلْقُونَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ أَلَا فَلَا تَزْجَعُوا بَعْدِي ضَلَالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا هَلْ بَلَغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ الْحَدِيثَ (۱)

رکھو) بیشک تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرمت والی ہیں جس طرح یہ دن حرمت والا ہے، اس شہر میں اور اس مینے میں اور عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کی بات سوال کرے گلہ لہذا میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو اور ہل توجہ سے سنو کیا میں نے اللہ کے احکام تم تک پہنچا دیئے؟ صحابہ نے عرض کی ہل یا رسول اللہ۔ (ﷺ) اس کے بعد آپ نے کما اے اللہ گواہ رہو!

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربلی کے دن آپ نے خطبہ پڑھا ہے پس اس دن خطبہ دینا سنت ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۳ لونڈی اگر بعد از نکاح آزاد ہو جائے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ تَزَوَّجَتْ بِأَدْنَى مَوْلَاهَا ثُمَّ أُعْتِقَتْ فَلَهَا الْخِيَارُ خُرًا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَيْنًا (۲) ”اگر کسی لونڈی نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا بعد ازاں اسے آزاد کر دیا گیا تو اسے نکاح کو توڑ دینے یا بچل رکھنے کا اختیار ہے۔ خواہ اس کا خلود آزاد ہو خواہ غلام۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے (حدیث نمبر ۱)۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا فِي بَرِيرَةَ خُلِينَهَا فَأَعْتَقَهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَيْنًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ خُرًا لَمْ يَخَيَّرَهَا (۳)

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بریرہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں فرمایا کہ اسے خرید لے اور آزاد کر دے اور اس کا خلود غلام تھا پس رسول اللہ ﷺ نے اسے نکاح کا اختیار دے دیا (یعنی خواہ نکاح رکھے خواہ توڑ ڈالے) سو اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی اپنا نکاح توڑ ڈالا اور اگر اس کا خلود آزاد ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو نکاح توڑنے کا اختیار نہ دیتے۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ ابو داؤد اور نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ فِي قِصَّةِ بَرِيرَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُهَا عَيْنًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ خُرًا لَمْ يَخَيَّرَهَا (۴)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کے قصہ میں فرمایا، اس کا خلود غلام تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا، تو اس نے فتح نکاح کو اختیار کیا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو بریرہ کو اس کا اختیار نہ ملتا۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب خطبۃ یوم النحر ج-۲ ص-۸۱۶ حدیث-۲۶۵۹

(۲) ہدایۃ کتاب النکاح ج-۲ ص-۳۲۲

(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح ج-۲ ص-۹۵۵ حدیث-۳۱۹۸

(۴) صحیح سنن ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی المملوۃ تعتق وہی تحت حراو عبد ج-۲ ص-۱۹ حدیث-۲۲۳۳ (صحیح)

فائدہ: یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ اگر مرد عورت سے پہلے آزاد ہو گیا تو عورت کو نکاح توڑنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کا خاوند آزاد ہو تو اس لونڈی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: **فَإِنْ كَانَ خَوْلاً فَلَا خِيَارَ لَهَا عِنْدَ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجَمْهُورِ**۔^(۱) ”پس اگر اس کا خاوند آزاد ہو تو امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک اسے نکاح توڑنے اور بحال رکھنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔“

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے۔ وہ اس حدیث کو بطور سند لاتے ہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا۔

جواب: امام نووی نے لکھا ہے:

وَاحْتَجَّ أَبُو حَنِيفَةَ^(۲) بِرِوَايَةِ مَنْ رَوَى أَنَّهُ كَانَ زَوْجَهَا خَوْلاً وَقَدْ ذَكَرَهَا مُسْلِمٌ مِنْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ لَكِنْ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ زَوْجِهَا فَقَالَ لَا أَذْرِي وَاحْتَجَّ الْجَمْهُورُ بِأَنَّهَا فَصِيَّةٌ وَاحِدَةٌ وَالرِّوَايَاتُ الْمَشْهُورَةُ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ أَنَّ زَوْجَهَا كَانَ عَبْدًا قَالَ الْحَفَظُورُ رِوَايَةً مَنْ رَوَى أَنَّهُ كَانَ خَوْلاً غَلَطَ وَشَادَهُ مَرْدُودَةً لِمُخَالَفَتِهَا الْمَعْرُوفَ فِي رِوَايَاتِ الثِّقَاتِ وَيُؤَيِّدُهُ أَيْضًا قَوْلُ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَبْدًا وَلَوْ كَانَ خَوْلاً لَمْ يُخَيَّرْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي هَذَا الْكَلَامِ دَلِيلَانِ أَحَدُهُمَا إِنْخِبَارُهَا أَنَّهُ كَانَ عَبْدًا وَهِيَ صَاحِبَةُ الْفَصِيَّةِ وَالثَّانِي قَوْلُهَا لَوْ كَانَ خَوْلاً لَمْ يُخَيَّرْهَا وَمِثْلُ هَذَا لَا يَكَادُ وَاحِدٌ يَقُولُهُ إِلَّا تَوْقِيفًا وَلَئِنْ الْأَصْلُ فِي التَّكَاحِ الزُّرْمُ وَلَا طَرِيقَ إِلَى فُسْخِهِ إِلَّا بِالشَّرْعِ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے دلیل پکڑی ہے اس شخص کی روایت سے جس نے روایت کی ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا اور تحقیق ذکر کیا ہے اس کو مسلم نے شعبہ کی روایت سے، وہ عبدالرحمن سے روایت کرتا ہے لیکن شعبہ نے کہا کہ پھر میں نے عبدالرحمن سے اس کے خاوند کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں (وہ آزاد تھا یا غلام) اور جمہور نے دلیل پکڑی ہے اس بات سے کہ وہ قضیہ ایک ہے اور صحیح مسلم وغیرہ کی مشہور روایتوں میں یہ ہے کہ اس کا خاوند غلام تھا اور حفاظ حدیث کہتے ہیں کہ جس نے یہ روایت کی ہے کہ اس کا خاوند آزاد تھا اس کی روایت غلط شدہ اور مردود ہے کیونکہ وہ ثقات کی روایات کے خلاف ہے۔ نیز اسی کی تائید کرتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ انہوں نے کہا کہ اس کا خاوند غلام تھا۔ اگر آزاد ہوتا تو اس لونڈی کو اختیار نہ دیا جاتا اور ایسی کلام کوئی نہیں کہہ سکتا ہے، الا یہ کہ وہ توفیقی ہو۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اصلاً نکاح لزوم سے عبارت ہے اس کے توڑنے کی کوئی سبیل حکم شرع کے علاوہ نہیں اور غلام کے حق میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ پس آزاد اپنے حل پر رہے گا اور تیسری

(۱) صحیح مسلم کتاب العتق شرح باب بیان ان الولاء لمن اعتق ج-۱۰ ص-۳۸۱ شرح حدیث-۳۷۵۵-۳۷۶۱

(۲) والحاصل انه قد ثبت من طريق ابن عباس وابن عمر وصفية بنت ابي عبيد انه كان عبدا ولم يرد عنهما يخالف ذلك وثبت عن عائشة من طريق القاسم وعروة انه كان عبدا ومن طريق الاسود انه كان حسن ----- ورواية الثنين ارجح منه رواية واحد على فرض صحة الجمع فكيف اذا كانت رواية الواحد معلولة بالانقطاع كما قال البخاري وروى عن البخاري ايضا انه قال هي من قول الحكم انتهى نيل الاوطار-

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا^(۱)
ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کیں اور دونوں کے درمیان
نوافل وغیرہ نہ پڑھے

(حدیث نمبر ۳) — صحیح مسلم میں اسلمہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :
يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى
إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ
يُسَبِّحِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ قَالَ الصَّلَاةُ
أَمَامَكَ فَوَكِّبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ
فَتَوَضَّأَ فَاسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ
فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ آتَا كُلَّ إِنْسَانٍ بَعِيرُهُ فِي
مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَقِيَمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ
بَيْنَهُمَا شَيْئًا^(۲)
انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے چلے یہاں تک کہ جب
پہاڑ کی راہ میں آئے تو اترے اور پیشاب کیا پھر وضو کیا اور وضو کو کمال
نہ کیا پس میں نے کہا کہ نماز۔ آپ نے فرمایا نماز تیرے آگے ہے۔
پس آپ سوار ہوئے جب مزدلفہ میں آئے تو اترے اور وضو کیا پس
وضو کو کمال کیا پھر نماز کی اقامت کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے مغرب
کی نماز پڑھی پھر بٹھایا ہر آدمی نے اپنے اونٹ کو اپنی جگہ میں پھر نماز
عشاء کی اقامت کی گئی اور آپ نے عشاء کو پڑھا اور ان کے درمیان
نوافل نہ پڑھے

فائدہ : ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں ہر نماز کے لیے علیحدہ علیحدہ اقامت کی، خواہ کسی چیز کے
ساتھ دونوں میں فصل واقع ہوا ہو یا نہ ہو۔

تنبیہ : حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو بطور سند لاتے ہیں جو کہ صحیح مسلم میں ان سے
مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھائی۔

جواب : امام نووی نے لکھا ہے : وَهَذِهِ الزَّوَايَةُ مُقَدِّمَةٌ عَلَى الزَّوَايَيْنِ لِأَنَّ مَعَ جَابِرٍ زِيَادَةُ عِلْمٍ
وَزِيَادَةُ الثَّقَةِ مَقْبُولَةٌ وَلِأَنَّ جَابِرًا اعْتَنَى الْحَدِيثَ وَنَقَلَ حَجَّةَ النَّبِيِّ ﷺ مُسْتَفْصَاةً فَهُوَ أَوْلَى
بِالْإِعْتِمَادِ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِنَا أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ الْأَذَانَ لِلْأُولَى مِنْهُمَا وَيَقِيمُ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ إِقَامَةً فَيُصَلِّيهِمَا
بِأَذَانٍ وَاقَامَتَيْنِ وَيَأْتِي أَوَّلَ حَدِيثِ إِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ أَنَّ كُلَّ صَلَاةٍ لَهَا إِقَامَةٌ وَلَا بُدَّ مِنْ هَذَا لِتَجْمَعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الزَّوَايَةِ
الْأُولَى^(۳) ”روایت جابر رضی اللہ عنہ مقدم ہے پہلی دو روایتوں پر“ اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ کے پاس زیادہ علم ہے اور ثقہ کی
زیادتی مقبول ہے۔ نیز اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا بہت اہتمام کیا ہے اور نبی ﷺ کا حج آخر تک پورا نقل کیا
ہے۔ پس اس کا اعتبار زیادہ ہے۔ یہی صحیح ہے ہمارے مذہب میں کہ مستحب ہے اذان صرف پہلی نماز کے لیے اور
اقامت کے ہر نماز کے لیے۔ پس دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھے اور ایک اقامت کی
حدیث کی یہ تاویل ہے کہ ہر نماز کے لیے ایک اقامت کے۔ یہ تاویل کرنا واجب ہے تاکہ دونوں احادیث میں تطبیق
ہو جائے۔“

(۱) صحیح مسلم کتاب الحج باب حجة النبي ج-۸ ص-۳۱۵ حدیث-۲۹۳۱

(۲) صحیح مسلم کتاب الحج باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة ج-۹ ص-۳۳ حدیث-۳۰۸۷

(۳) صحیح مسلم کتاب الحج باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة ج-۹ ص-۳۳ شرح حدیث-۳۰۸۷ ۳۱۰۳

نیز صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے خود یہ حدیث آچکی ہے :

اب اس حدیث سے کل جھگڑا طے ہو گیا اور قطعاً ثابت ہو گیا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اقامت کی حدیث سے یہی مراد ہے کہ ہر ایک نماز کے لیے ایک اقامت کہے۔

مسئلہ نمبر ۶۵ اگر بقیہ روزے بھی حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ

ہی میں رکھ لے تو جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ صَامَهَا بِمَكَّةَ بَعْدَ فَرَاعِهِ مِنَ الْحَجِّ جَازَ۔^(۴) ”اور اگر بقیہ روزے بھی حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تو جائز ہے۔“ حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ حج کرنے والا اگر قرینہ کے دن قرینہ نہ پائے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں ٹھہر کر دس روزے رکھ لے، تین حج کے اندر اور سات حج کے بعد۔ اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے :

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک باب الدفع من عرفة والمزدلفة ج-۲، ص-۸۰۱، حدیث-۲۶۰۷

(٢) هداية كتاب الحج باب القران ج-١، ص-٢٥٩

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ پس جو شخص قربانی نہ پائے وہ تین دن کے روزے حج میں رکھے اور
وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ بِلَکَ عَشْرَةٍ كَامِلَةٍ۔ سات روزے اس وقت رکھو جب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ یہ

پورے دس روزے ہو گئے

فائدہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ باقی سات روزے اسی وقت رکھنے جائز ہیں جب اپنے گھر میں پھر کر آجائے۔
چنانچہ اذا شرطیہ کی قید اس پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا اس سے پہلے روزے رکھنے جائز نہیں۔

تلمینا کاج

مسئلہ نمبر ۲۶

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالْأَعْمَى إِذَا وَجَدَ مَنْ يَكْفِيهِ مَثْوًى سَفَرَهُ وَوَجَدَ زَاوًا وَرَاحِلَةً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَجُّ عِنْدَ
أَبْنِ حَنِيفَةَ^(۱) اور اندھا اگر ایسے آدمی کو پالے جو اسے تکلیف سفر سے کفایت کرتا ہو اور سواری اور زاد راہ بھی اسے میسر
ہو تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے اندھے پر حج واجب نہیں ہوتا۔ اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے:

وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ مصارف سفر برداشت کر سکتا ہو۔
سَبِيلًا

اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو سنن داری میں ابی امامہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ أَوْ مَرَضٌ
سے کوئی حلیت ظاہرہ (یعنی زاد راہ) یا حاکم ظالم یا بیماری روک رکھنے والی
پس وہ مرگیا اور حج نہ کیا تو اللہ اور رسول کو ایسے شخص کی کچھ پرواہ
نہیں، خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ عیسائی ہو کر۔^(۲)

اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے:

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَنَا أَعْمَى مَا يُمْنَعُنِي مِنَ الْحَجِّ قَالَ الزَّادُ
انہوں نے کہا کہ ایک مرد نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول
اللہ ﷺ کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا مصارف سفر اور
سوار۔^(۳)

فائدہ: اس آیت اور احادیث سے ثابت ہو گیا جو اندھا خرچ راہ اور سواری وغیرہ کی طاقت رکھتا ہو، اس پر حج
واجب ہے۔

(۱) ہدایہ کتاب الحج ج-۱ ص-۲۲۲

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل ثالث ج-۲ ص-۷۷۷ حدیث-۲۵۲۳ (ضعیف)

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل ثانی ج-۲ ص-۷۷۷ حدیث-۲۵۲۱

عمرہ مستحب ہے

مسئلہ نمبر ۶۷

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالْعُمْرَةُ سُنَّةٌ^(۱) ”عمو سنت ہے“ اگر کر لے تو ثواب ہے اگر نہ کرے تو کچھ گنہ نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے: وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ اور حج اور عمو اللہ کے اہتمام و مکمل سے ادا کرو۔

اور دوسرے اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں ابی رزین عقیلی رحمہ اللہ سے روایت ہے: أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ تَحْقِيقَ دَهْنِي مِثْلَ حَجٍّ كَيْفَ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَا الظُّعْنُ قَالَ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ^(۲) اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تیسرے اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ مِثْلَ حَجٍّ كَيْفَ لَا يَسْتَطِيعُ جِهَادًا وَلَا ظُعْنًا قَالَ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ^(۳) میں نے کہا یا رسول اللہ عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں یعنی حج اور عمو۔

فائدہ: مذکورہ آیت اور احادیث سے ثابت ہوا کہ عمرہ واجب ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر جہاد فرض ہے اور پھر جہاد کی تفسیر حج اور عمرہ سے کی اور سائل کو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے کا حکم فرمایا۔ نیز دونوں کا ذکر ایک ہی سلسلہ میں کیا۔ پس ان احادیث سے عمرہ کا استحباب نکالنا کسی طرح سے ممکن نہیں یا تو ان سے عمرہ کا وجوب ثابت ہو گیا پھر حج کا وجوب بھی باطل ہو گا۔ وکذلک الایۃ القراءۃ تدل علی وجوبہا۔

میت کی طرف سے حج کا حکم

مسئلہ نمبر ۶۸

لمحلت وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مرد کے سر پر اگر فرضی حج باقی رہتا ہو تو اس کے وارث پر اس حج کا میت کی طرف سے قضا کرنا مستحب ہے یعنی اگر کرے تو ثواب ہے ورنہ کچھ گنہ نہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو صحیحین کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

قَالَ أَمَّا رَجُلٌ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ وَإِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ تَحْقِيقَ مِيرِي مِثْلَ حَجٍّ كَيْفَ لَا يَسْتَطِيعُ جِهَادًا وَلَا ظُعْنًا قَالَ حُجَّ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ^(۴) انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے آکر کہا کہ

(۱) ہدایۃ کتاب الحج باب الفوات ج-۱ ص-۲۹۶

(۲) مشکوٰۃ کتاب المناسک ج-۲ ص-۷۷۶ حدیث-۲۵۲۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب المناسک ج-۲ ص-۷۷۷ حدیث-۲۵۳۳ (صحیح)

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے حج کا ادا کرنا اس کے وارث پر واجب ہے بلکہ فرض عبادت سے اس کے ادا کرنے کی زیادہ تاکید آچکی ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ میت کی طرف سے حج کا ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۹ چار سے زائد بیویوں والا شخص مسلمان ہو جائے تو

بقیہ کو طلاق دیدے

تحقیق غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ اسلام لایا اور اس کی جاہلیت میں دس بیویاں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ بھی سب مسلمان ہو گئیں، سو نبی ﷺ نے اسے فرمایا کہ چار کو رکھ لے اور باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

(حدیث نمبر ۲) — شرح سنہ میں نوفل بن معلویہؓ سے روایت ہے :

اس نے کہا کہ میں اسلام لایا اور میرے عقد میں پانچ عورتیں تھیں، سو میں نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک کو جدا کر دے اور چار کو رکھ لے۔ اس پر میں نے اس بیوی کو علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا جو میری زوجیت میں سب سے پہلی آئی تھی۔ ساٹھ سال سے میرے ساتھ تھی چنانچہ میں نے اسے طلاق دے دی۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب المناسک فصل اول ج-۲، ص-۷۷۳، حدیث-۲۵۱۲ (صحیح)

(۲) مشکوٰۃ کتاب النکاح شرح باب المحرمات ج-۱، ص-۲۷۳ (سمیع الدین ایبم کمپنی کراچی)

(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج- ۲، ص- ۹۳۸، حدیث- ۳۱۷۶ (صحیح)

(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب المحرمات ج-۲، ص-۹۳۸، حدیث-۳۱۷۷

فائدہ: ان احادیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں ہوں تو اسے اختیار ہے جن چار کو چاہے رکھے اور جس کو چاہے جدا کر دے۔ پہلی بچھلی کی اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے بلکہ نوفل کی حدیث میں صریح موجود ہے کہ اس نے سب سے پہلی بیوی کو جدا کر دیا اور جن سے بعد میں نکاح کیا تھا انہیں رکھ لیا۔ اسی وجہ سے امام محمد نے موطا (مشکوٰۃ حاشیہ باب الحومات) میں لکھا ہے: بِهَذَا نَأْخُذُ بِخِتَارِ مَنْهَنْ أَرْبَعًا ابْتَهَنَ شَاءَ وَيَفَارِقُ مَا بَقِيَ۔ ”اسی سے ہم استدلال کرتے ہیں کہ ان عورتوں میں سے جن چار کو چاہے اختیار کر لے اور باقیوں کو جدا کر دے۔“ اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے: وَالْأَوْجَهُ قَوْلُ مُحَمَّدٍ۔ ”زیادہ قوی قول محمد کا ہے“ انتہی۔“

مسئلہ نمبر ۷۰۔ دو سگی بہنوں کا خلود اگر مسلمان ہو جائے تو طلاق

کس کو دے؟

لمعات شرح مشکوٰۃ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّ تَزَوُّجَهُمَا مُتَعَاقِبَتَيْنِ لَا يَخْتَارُ إِلَّا الْأَوَّلَ لِغَدَمِ صَحَّةِ الْأُخْرَى إِذَا ذَاكَ ”اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کسی (غیر مسلم) نے دو بہنوں سے پہلے پہلے نکاح کیا ہو تو پہلی بیوی کو اپنے لیے منتخب کر لے کیونکہ مسلمان ہو جانے کی صورت میں دوسری کا نکاح ہی صحیح نہیں رہا۔“ مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس کے ساتھ پہلے نکاح کیا ہو اس کو رکھنا جائز ہے اور جس کے ساتھ بعد میں نکاح کیا ہو اسے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کا نکاح اس حالت میں صحیح نہیں ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ مخالف ہے اس حدیث کے جو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ضحاک بن فیروز دہلی رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے:

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَنَحْنَتِي اس نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تحقیق میں مسلمان ہوا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں۔ آپ نے فرمایا دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے۔

فائدہ: شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: اخْتَارَ ابْتَهَنَ سَوَاءَ كَانَتِ الْمُخْتَارَةُ مِنْ تَزَوُّجِهَا أَوْ لَا أَوْ اخْتَارَ عَلَيْهِ الْإِمَّةُ الثَّلَاثَةُ انْتَهَى۔ ”اختیار کر لے دونوں میں سے جس کو چاہے خواہ اس اختیار کی ہوئی عورت کا نکاح پہلے ہوا ہو یا بعد میں اور یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا“ انتہی۔“ پس ظاہراً اور مطلقاً اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دونوں بہنوں میں سے جس کو چاہے اپنے پاس رکھ لے اور جس کو چاہے جدا کر دے۔ پہلی دوسری کی اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الطلاق باب من اسلم وعنده نساء أكثر من أربع ج-۲ ص-۲۰ حدیث-۲۲۳۳ ومشکوٰۃ کتاب النکاح باب

المحرمات ج-۲ ص-۹۳۸ حدیث-۳۱۴۸ (حسن)

غیر مسلم کوشلوی کا گواہ بنانے کا حکم

مسئلہ نمبر ۱

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ بِشَهِادَةِ ذَمِينَيْنِ جَازٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (۱) ”مگر کوئی مسلمان کسی کافرہ ذمیہ کے ساتھ دو ذمی کافر مرد گواہ رکھ کر نکاح کر لے تو وہ صحیح ہو جاتا ہے۔“ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ قرآن کی ان آیات کے خلاف ہے:

(۱) وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور اللہ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل سبیلًا۔ (النساء-۱۲۱)

ہدایہ میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ کافر کی ولایت اور شہادت مسلمان پر جائز نہیں ہے پس آیت فائدہ: قرآنی سے ثابت ہوا کہ کافر کی شہادت سے مسلمان کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ جب کافر مسلمان پر گواہی نہیں دے سکتا ہے تو اس کے لیے بھی گواہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوا۔ اور نہ نکاح کرو مشرک کرنے والی عورتوں سے، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، آخر تک۔ (البقرہ-۲۲۱)

پس کافرہ اور مشرکہ عورت ذمیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔
(۳) وَخَوِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ اور حرام کیا گیا ہے ایمانداروں پر کافر عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا۔
پس ذمیہ عورت کے ساتھ مسلمان کا نکاح کس طرح جائز ہو سکے گا؟

آزاد عورت کا غلام مرد کے ساتھ نکاح

مسئلہ نمبر ۲

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالْكَفَاءُ هُوَ فِي الْحُرِّيَّةِ نَظِيرُهَا فِي الْإِسْلَامِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا لِأَنَّ الرِّقَّ أَثَرُ الْكُفْرِ وَفِيهِ مَعْنَى اللَّيْلِ فَيُعْتَبَرُ فِي حُكْمِ الْكَفَاءِ قَدْرُ (۲) ”اور حریت میں ہم کفو ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ قبول اسلام میں ہم کفو ہونا ان تمام امور میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اس لیے کہ غلامی کفر کا نشان ہے اور اس میں ایک طرح کی ذلت پائی جاتی ہے۔ پس اس کا بھی حکم کفو میں اعتبار کیا جائے گا۔“ یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ آزاد عورت کا نکاح غلام کے ساتھ نہ کیا جائے کیونکہ نکاح میں کفو کا اعتبار ہے اور غلام اور آزاد ایک دوسرے کے ہم کفو نہیں اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جسے صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے:

أَنَّ أَبَا عَمْرٍو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبُتَّةَ وَهُوَ تَحْقِيقُ أَبُو عَمْرٍو بْنِ حَفْصٍ نے اس کو طلاق مغلطہ دے دی اور وہ غائب تھا غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكَيْلُهُ بِشَعْبٍ فَسَخَطْنَهُ (یعنی کہیں سفر میں گیا ہوا تھا) اور اس کے وکیل نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو بھیجے (یعنی ایام عدت میں گزارہ کے لیے) تو وہ غصے ہو گئی۔ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا لَكَ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ

(۱) ہدایہ کتاب النکاح ج-۲ ص-۲۰۷

(۲) ہدایہ کتاب النکاح باب فی الاولیاء والاکفاء ج-۲ ص-۲۲۰

اس پر اس نے کہا قسم ہے اللہ کی نہیں ہے تیرے لیے ہم پر کچھ (یعنی ہم پر تجھے خرچ نہ ملازم نہیں ہے) سو فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور یہ قصہ آپ کے پاس اس نے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لیے خرچ نہیں ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کو ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا پھر آپ نے فرمایا کہ وہ ایک عورت ہے کہ جس کے پاس میرے صحابہ بہت آتے جاتے ہیں تو ان ام مکتوم کے پاس عدت گزار۔ اس لیے کہ وہ اندھا آدمی ہے، تو اپنے کپڑے اتار کر رکھے گی پس جب تو حلال ہو جائے (تیری عدت گزر جائے) تو مجھے بتا دے پس جب میری عدت گزر گئی تو میں نے آپ کے پاس بیان کیا کہ تحقیق معلویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے مجھ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو جہم تو اپنے عصا کو اپنے کندھے سے نہیں اتارتا (یعنی عورتوں کو بہت مار پیٹ کرتا ہے یا ہمیشہ سفر میں رہتا ہے) اور معلویہ فقیر ہے، اس کے پاس کوئی مال ہی نہیں، تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر لے لیکن میں نے اسے پسند نہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ تو اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر لے چنانچہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس میں میرے لیے بہتری کی اور رشک کی گئی میں (یعنی ہمارا میل بوی کا آپس میں ایسا اتفاق اور اتحلو ہو گیا کہ دوسرے لوگ بھی اس کی تمنا کرتے تھے)۔

فائدہ: اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ کفو نسبی کا اعتبار نہیں ہے بلکہ کفو دینی و اسلامی کا اعتبار ہے۔ خواہ کوئی شخص کیسے ہی خیس اور ذلیل نسب کا ہو۔ جب اسلام لے آئے اور احکام اسلام کا فرمانبردار ہو اور اللہ اور رسول کا مطیع ہو جائے، اس وقت اس کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ خواہ عورت کیسی ہی شریف خاندان کی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ سیاہ رنگ کے غلام تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا قریش میں سے تھی اور بہت خوبصورت تھی۔ ☆ کذا ذکرہ فی الممعات۔ پس اپنے ذاتی حسب نسب اور شرافت خاندان کا اعتبار کرنا اور شرافت دینی اور کفو اسلامی کا اعتبار نہ کر کے دلیل نسب کے ساتھ نکاح ناجائز یا مکروہ سمجھنا اس حدیث کی صریح مخالف ہے۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: **وَالثَّالِثَةُ عَشْرُ جَوَازِ نِكَاحِ غَيْرِ الْكُفْرِ إِذَا وَضِئَتْ بِهَ الزَّوْجَةِ وَالْوَلِيُّ لِأَنَّ**

(۱) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ج۔ ۱۰ ص۔ ۳۳۲۔ حدیث۔ ۳۸۱۔

☆ حتی کہ سید زادی کا نکاح غیر سید شخص سے بھی ہو سکتا ہے۔ آج کل جہالت کی بنا پر سید زادی کو ادھر عمر تک گھر میں بٹھانا گوارا کر لیا جاتا ہے، کسی غیر سید شخص سے اس کا نکاح نہیں کرتے یہ جہالت کی بنا پر ہے، شریعت میں ایسی کوئی قید نہیں۔

فَاطِمَةُ قُرَيْشِيَّةٌ وَأَسَامَةُ مَوْلَى اِنْتَهَى۔^(۱) ”اور تیرہواں فائدہ اس حدیث کا یہ ہے کہ نکل غیر کفو میں جائز ہے، جب عورت اور اس کا ولی راضی ہو جائے اس لیے کہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قریشیہ تھیں اور اسلمہ بن ہشام غلام تھے، انتہی۔“

نیز یہ مسئلہ ان آیات کے بھی خلاف ہے :

(۱) إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

(۲) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ تمام ایماندار آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۳) وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ۔ البتہ ایماندار غلام بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ جس شخص سے زبردستی طلاق دلائی جائے، اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَطَّلَاقُ الْمَكْرُوهِ وَاقِعٌ۔^(۲) ”مجبور کی طلاق واقع ہو جاتی ہے“ حنفیہ کی یہ عبارت دلیل ہے اس پر کہ جس شخص سے زبردستی کے طلاق دلائی جائے اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو اس حدیث سے متصل ہے جسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے :

قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَا طَّلَاقَ اور صحیح کہا ہے اس کو حاکم نے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے وَلَا عِتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ قَبْلَ مَعْنَى الْإِغْلَاقِ رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے نہ وہ طلاق ہوتی ہے اور نہ الْإِكْرَاهُ۔^(۳) وہ غلام کا آزاد کرنا ہی صحیح ہے جو اغلاق میں ہو۔ کہا گیا کہ اغلاق کا معنی

ہے اکراہ، یعنی مجبور کر کے یہ کلام کراہ۔

فائدہ : شیخ عبدالحق حنفی نے لغات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے : الْأَيْمَةُ الثَّلَاثَةُ أَخَذُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ وَقَالُوا لَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَالْعِتَاقُ مِنَ الْمَكْرُوهِ۔ ”امام شافعی، امام مالک اور امام احمد اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس شخص سے زبردستی طلاق لی جائے اس کی طلاق اور عتاق واقع نہیں ہوتی۔“

تنبیہ : حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے وہ اس حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو بطور سند لاتے ہیں کہ ہزل اور ٹھٹھے کی حالت میں جو طلاق پڑ جاتی ہے تو یہاں بھی اسی طرح طلاق واقع ہو جائے گی لیکن قیاس نص کے مقابلہ میں مردود اور غیر مقبول ہے۔ کماذکرنا من صاحب الہدایہ۔ پس یہ قیاس قطعاً مردود ہو گا۔ نیز اس سے تو پھر

(۱) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثاً لا تفقة لها ج۔ ۱۰ ص۔ ۳۳۶ شرح حدیث۔ ۳۶۸۱، ۳۷۰۳

(۲) ہدایۃ کتاب الطلاق باب طلاق السنة ج۔ ۲ ص۔ ۳۵۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الخلع والطلاق ج۔ ۲ ص۔ ۹۷۹ حدیث۔ ۳۲۸۵ (حسن)

یہ بھی لازم آئے گا کہ مجنون اور معتوہ وغیرہ کی بھی طلاق واقع ہو۔ کیا اختلاف اسے تسلیم کریں گے؟

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اغلاق کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی دفع تین طلاق نہ دے بلکہ مسنون طریقہ کے مطابق طلاق دے۔

جواب: معنی اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس کا معنی وہ ہے جو تینوں اماموں نے سمجھا ہے۔ نیز اگر اس کا یہی معنی مراد لیا جائے تو پھر عتاق فی الاغلاق کا کوئی معنی نہیں بن سکے گا۔ اس لیے کہ عتاق میں

کوئی قسم غیر مسنون نہیں بلکہ عتاق تین ہی قسم کا ہوتا ہے۔ کتابت، تدبیر اور تحریر اور یہ تینوں اقسام بالاجماع مسنون ہیں۔ پس یہ معنی یہاں مراد لینا ممکن نہیں ہے اور اگر دونوں معنی مراد لیے جائیں تو حقیقت اور مجاز کے درمیان اجتماع لازم آئے گا اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ اس کا معنی وہی ہے جس کی طرف تینوں امام گئے ہیں اور اگر کوئی شخص اس کا دوسرا معنی کرے گا تو اسے لا عتاق فی الاغلاق میں کوئی تاویل بعید از عقل کرنی پڑے گی۔

مسئلہ نمبر ۴۳ طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا بالعموم جائز ہے

لمعات شرح مشکوٰۃ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَقَدْ جَوَّزَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَالزُّهْرِيُّ تَعْلِيلَهُ بِالنِّكَاحِ عَمُومًا بِأَن يَقُولَ كُلُّ امْرَأَةٍ نَكَحْتَهَا فَهِيَ طَالِقٌ أَوْ خُصُوصًا بِأَن يَقُولَ لِامْرَأَةٍ مُعَيَّنَةٍ إِذَا نَكَحْتُكَ فَأَنْتِ طَالِقٌ فَيَقَعُ الطَّلَاقُ عِنْدَ النِّكَاحِ۔^(۱) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور زہری نے طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنا بالعموم جائز رکھا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اگر یوں کہے کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں، اسے طلاق ہے۔ یا تخصیص کرتے ہوئے کسی معین عورت سے کہے کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے، تو اس صورت میں نکاح ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، انتہی۔ ”مطلب یہ ہوا کہ جو شخص کسی عورت کو نکاح کرنے سے پہلے طلاق دے دے یعنی ابھی نکاح تو ہوا ہی نہیں ہے مگر پہلے ہی اس کو کہے کہ جب میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں جب نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ شرح سنہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا طَّلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا عِتَاقَ إِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ وَلَا وَصَالَ فِي صِيَامٍ وَلَا يَتِمُّ بَعْدَ اخْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعٌ بَعْدَ فِطَامٍ وَلَا صَمْتُ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ۔^(۲) نبی ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کرنے سے پہلے طلاق نہیں ہے، غلام آزاد کرنا مگر ملک (ملکیت) کے بعد اور نہیں ہے وصال روزے میں اور نہیں ہے یتیمی بالغ ہو جانے کے بعد اور نہیں ہے رضاع بعد دودھ چھوڑانے کے اور نہیں ہے چپ رہنا ایک دن کا رات تک۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ مسئلہ نمبر ۴۵ میں آگے آئے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنے سے پہلے اگر طلاق دے دی جائے تو وہ طلاق نکاح کرنے کے بعد واقع نہیں ہوگی، خواہ معلق ہو خواہ غیر معلق ہو۔ اس میں مطلق جنس طلاق کی نفی کر دی گئی ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب النکاح شرح باب الخلع والطلاق ج-۱ ص-۲۸۳ (سعيد ايج ايم كمپني كراچي)

(۲) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الخلع والطلاق ج-۲ ص-۹۷۸ حدیث-۳۲۸۱

کفایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے: زَوِيَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً لَهَا نِيءٌ أُولَئِئَها هَا أَنْ يَنْزَوِجَهَا مِنْهُ فَقَالَ إِنَّ نِكَاحَهَا لَهَا طَلِيقٌ فَلَمَّا فَسَّخِلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ۔ ”عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کے سر پرستوں نے انکار کیا پس اس نے کہا کہ اگر میں اس کے ساتھ نکاح کروں تو اسے طلاق ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔“ پس اس حدیث کا سیاق سب تلویحات کو باطل کر دیتا ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے نفی اختیار مراد ہے یعنی نکاح سے پہلے طلاق کا اختیار نہیں ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ جب اس کو طلاق کا اختیار ہی نہ ہو تو اب پھر اگر طلاق دے گا تو طلاق واقع ہی نہیں ہو گی، وہ مراد۔ پس اس تاویل سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مسئلہ نمبر ۵۷ انسان جس چیز کا مالک نہ ہو اس کی نذر ماننا

لمعات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: لَوْ قَالَ لِلَّهِ عَلَيَّ أَنْ أُعْتِقَ هَذَا الْعَبْدَ وَلَمْ يَكُنْ فِي مِلْكِكَ وَقَدْ التَّنَذَرِ حَتَّى لَوْ مَلَكَ بَعْدَ ذَلِكَ يُعْتَقُ۔ یعنی یہ عبارت حنفیہ کی دلیل ہے اس پر کہ ”اگر کوئی شخص اس طرح نذر مانے کہ اللہ کے لیے اس غلام کو میں آزاد کر دوں گا اور وہ غلام اس وقت اس کی ملک میں نہ ہو تو اس کے بعد جب کبھی وہ شخص اس غلام کا مالک ہو گا“ اسی وقت وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔“ اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔ ابوداؤد اور ترمذی میں عمرو بن شعیب سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے، وہ اس کے دادا سے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَنْذَرُ لِابْنِ آدَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا ابن آدم کے لیے اس چیز کی نذر ماننا جائز نہیں جس کا فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِنَقُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقُ فِيمَا لَا يَمْلِكُ۔^(۱) وہ مالک نہ ہو اور جس چیز کا وہ مال نہ ہو اسے آزاد کرنا درست نہیں اور نہ اس کو طلاق دینا ہی درست ہے جو اس کی ملک میں نہ ہو۔

(حدیث نمبر ۲)۔ وہ ہے جو پہلے مسئلہ میں مذکور ہوئی ہے۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ جو چیز اپنی ملک میں نہ ہو اس چیز میں نذر صحیح اور منعقد نہیں ہوتی ہے اور جبکہ نذر ماننے کے وقت ہی اس کی یہ نذر صحیح اور منعقد نہ ہوئی اور اسی وقت ہی باطل ٹھہری تو پھر جب کبھی وہ

مالک ہو گا اس وقت اس کی یہ نذر کیسے جاری ہو سکے گی۔ وہ نذر تو اسی وقت ہی باطل ہو چکی۔ اب ایک مدت کے بعد وہ معدوم چیز پھر کیسے موجود ہو سکتی۔ نیز اس نذر کدیت کے بعد جاری ہونا فرع ہے اس کی کہ نذر ماننے کے وقت وہ نذر صحیح اور منعقد ہو چکی ہے اور جب یہ نذر اسی وقت منعقد ہو چکی ہے تو اب بعینہ اسی غلام کا آزاد کرنا اسی وقت اس پر واجب ہو گیا۔ پس اب اس پر لازم ہو گیا کہ اس غلام کو خرید کر اسی وقت آزاد کرے، خواہ اس کے خریدنے کی استطاعت ہو یا نہ ہو۔ اندریں صورت یہ حدیث محض مہمل ہو جائے گی۔ اس کا مصداق کوئی چیز باقی نہیں رہے گی اور نہ اس کا کوئی معنی بن سکے گا۔

(۱) ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الطلاق قبل النکاح ج ۲۔ ص ۶۳۰۔ حدیث ۲۱۹۰ (حسن) مطبوعہ دارالحدیث حمص سوریا۔

حلالہ کرنا جائز ہے

مسئلہ نمبر ۷۶

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّخْلِيلِ فَلَتَكَاخُ مَكْرُوهٌ فَإِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَ وَطْئِهَا حَلَّتْ لِلْأَوَّلِ لَوْ جُوزَ الدُّخُولُ فِي نِكَاحٍ صَحِيحٍ إِذَا التَّكَاخُ لَا يَنْظُرُ بِالشَّرْطِ^(۱) ”مگر کوئی شخص کسی عورت سے تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن مکروہ ہے اگر وہ اس کے ساتھ مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے تو پہلے آدمی کے لیے (جو اس عورت کو طلاق دے چکا ہے) وہ حلال ہو جاتی ہے کیونکہ دوران نکاح وہ اس عورت سے محبت کر چکا ہے اور شرط نکاح کو باطل نہیں کرتی۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہو وہ حلالہ نکالنے کے لیے کسی دوسرے آدمی کو کہے کہ تو اس عورت کے ساتھ نکاح کر لے اس شرط پر کہ تو اس کو میرے لیے حلال کر دے یا وہ شخص خود اس عورت کو کہے کہ میں تیرے ساتھ اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تیرے ساتھ ایک مرتبہ جماع کر کے تجھ کو طلاق دے دوں گا تاکہ تو اپنے خلوند کے لیے حلال ہو جائے تو اس صورت میں وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں اگر جماع کر کے اسے طلاق دے دے تو پہلے خلوند پر وہ عورت حلال ہو جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو خلاف حدیث ہے۔ سنن داری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُحْلِلَ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے حلال کرنے والے پر اور وَالْمُحْلَلُ لَكَ ورواہ ابن ماجہ من علی وابن علی ابن عباس اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ عباس وعقبہ بن عامر۔^(۲)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ایسی عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی ہے نہ حلالہ نکالنے والے کا نکاح ہی صحیح ہوتا ہے۔ اول اس وجہ سے کہ یہ نکاح بمنزلہ نکاح مؤقت ہے اور نکاح مؤقت باطل ہوتا ہے۔ پس یہ بھی باطل ہو جائے گا جیسے ابویوسف بھی کہتے ہیں۔ دوم اس وجہ سے کہ اگر یہ نکاح صحیح ہوتا تو پھر اس پر لعنت کرنے کے کوئی معنی نہ تھے اور نیز حلال کرنے والے پر لعنت وارد کیوں ہوتی۔ اس لیے کہ لعنت تو اس کام کے حرام اور ناجائز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّائِبَةَ وَالْمُسْتَمْعَةَ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے میت پر بین کرنے والی عورت پر اور سننے والے پر۔

اور تیسری حدیث میں ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكِلَ الزَّيْوَ وَمُؤَكِّلَةَ الْحَدِيثِ رسول اللہ ﷺ نے سود کھلانے والے پر اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے۔

اور چوتھی حدیث ہے:

(۱) ہدایہ کتاب الطلاق باب الرجعة ج-۲ ص-۳۰۰

(۲) نبل الاوطار کتاب النکاح باب نکاح المحلل ج-۲ ص-۵۸

لَعَنَ اللَّهُ الْخَمْرَ وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا اللَّهُ تَعَالَى نے لعنت کی ہے شراب پر، اس کے نچوڑنے والے پر اور جس کے لیے اسے نچوڑا جائے۔
الحديث۔

وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسُ، اسی قسم کی اور بہت احادیث ہیں پس اگر لعنت پڑنے سے وہ فعل حلال رہتا ہے تو پھر یہ فعل بھی سب حلال رہیں گے حالانکہ یہ سب کام حرام اور ناجائز ہیں اور جب سرے سے یہ نکاح ہی جائز نہ ہوا تو پھر پہلے خلوند پر اس کو حلال کر دینا براء فاسد علی الفاسد ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے لیکن پہلے خلوند پر وہ عورت حلال نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے: وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَبْصَحُ التَّكَاحَ لِمَا يَتَنَبَّأُ وَلَا يَجْلُهَا عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ اسْتَعَجَلَ مَا أَخَذَهُ الشَّنْعُ فَيَجَازِي بِمَنْعٍ مَقْصُودِهِ كَمَا فِي قَتْلِ الْمُؤَرِّثِ ائْتَهَى۔^(۱) یعنی اس لیے کہ اس نے جلدی طلب کی وہ چیز کہ جس کو شرع نے موخر کر دیا تھا پس اس کی سزا یہی ہے کہ اپنے مقصود سے اسے روک دیا جائے (یعنی اس پر حلال نہ کی جائے) جیسے کہ مورث کے قتل کرنے میں اس کا وارث محروم ہو جاتا ہے۔

اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ لعنت سے مراد حقیقی لعنت نہیں بلکہ اس سے مراد خساست ہے یعنی یہ کام خفیس ہے۔
لَعْنَتٌ سَخِاسْتٌ مُرَادٌ لِيَتَا ظَاهِرٌ حَدِيثُكَ سَرَا سِرْ خِلَافٌ هُوَ أَوْ كَسَى لَعْنَتٌ أَوْ عَرَفَ فِي لَعْنَتِ كَا حَقِيقِي
جواب: معنی کے سوا کوئی معنی نہیں آیا ہے اور نیز جن احادیث میں لعنت کا لفظ آیا ہے یا قرآن مجید میں جہاں وارد ہوا ہے کیا اس جگہ یہی مراد لی جائے گی۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهَوُ جَوَابُنَا۔

بعض کہتے ہیں کہ زبان سے کہے تو گنہگار ہے اور اگر زبان سے نہ کہے فقط دل میں نیت کر لے تو اسے کچھ گنہگار نہیں ہے بلکہ اس کو ثواب ہوتا ہے۔

یہ بات بھی محض غلط اور فاسد الخیال ہے۔ اس لیے کہ اگر حلال کرنے والا اس نیت سے نکاح کرے
جواب: گا کہ میں اس کو پہلے خاوند کے لیے حلال کر دوں تو پھر یہ تو بیعینہ وہی بات ہے جس پر لعنت وارد ہوئی۔ یہ تو ایک ہی بات ہے، خواہ زبان سے کہے یا دل سے نیت کر لے، وہ بیشک ملعون ہے اور اگر دونوں میں سے کسی کی بھی یہ نیت نہیں ہے اور نہ کسی نے زبان سے کہا ہے تو پھر یہ بالاتفاق حلال ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ اس کو اس حدیث سے کچھ علاقہ ہے پھر اس حدیث کا مصداق کیا ہوا؟

بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو محلل فرمایا ہے۔ اگر لعنت تھی تو پھر اس کو حلال کرنے والا کیوں فرمایا؟
اس کو محلل بطور حقیقت کے نہیں کہا گیا ہے بلکہ بطور تشبیہ اور مماثلت کے اس کو محلل کہا گیا ہے۔ اگر
جواب: حقیقی طور پر وہ یہاں محلل ہوتا تو پھر اس پر لعنت کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔

مسئلہ نمبر ۷۷ عورت کو عدت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں

نفقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَجُوزُ لِلْمُطَلَّقةِ الرَّجْعِيَّةِ وَالْمَبْنُوتَةِ الْخُرُوجُ مِنْ بَيْتِهَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا۔^(۲) ”جس عورت

(۱) ہدایہ کتاب الطلاق باب الرجعة ج-۲ ص-۳۰۰

(۲) ہدایہ کتاب الطلاق باب العدة ج-۲ ص-۳۲۸

کو طلاق رجعی یا بائن ملی ہو، اس کے لیے عدت میں اپنے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، نہ رات کو اور نہ دن کو۔“ اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ طَلَّقْتُ خَالَتِي ثَلَاثًا فَأَرَادَتْ أَنْ تَجِدَ انْصَحَ لَهَا فَرَجَعَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ فَأَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ بَلَى فَبَجَدْتَنِي نَخْلِكَ فَعَسَى أَنْ تَصْدَقِي أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا^(۱)

انہوں نے کہا کہ میری خالہ کو تین طلاقیں دے دی گئیں۔ اس نے ارادہ کیا کہ جا کر اپنی کھجوروں کو کالٹے تو اسے ایک آدمی نے باہر نکلنے سے سختی سے منع کیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں (اور آپ کو ساری بات بتائی) آپ نے فرمایا تو کیوں نہیں جاسکتی؟ جا اور اپنی کھجوروں کو کالٹ ہو سکتا ہے کہ تو صدقہ کرے یا اور کوئی اچھا کام۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے : وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ لَخُرُوجِ الْمُعْتَدَةِ الْبَائِنِ لِلْحَاجَةِ وَمَذْهَبُ مَا لِكَ وَالْقَوَائِدِ وَاللَّيْنِ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَآخَرِينَ جَوَازَ خُرُوجِهَا فِي النَّهَارِ لِلْحَاجَةِ اِنْتَهَى۔^(۲) ”اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق بائن والی عورت عدت کے دوران اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر جاسکتی ہے اور یہی مذہب امام مالک، ثوری، یسٹ، شافعی اور امام احمد کا ہے۔ البتہ بعض دوسرے ائمہ حاجت کے تحت صرف دن کو باہر نکلنا جائز قرار دیتے ہیں۔“

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو سند کے طور پر یہ آیت لاتے ہیں : وَلَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ۔ (الطلاق-۱) ”اور نہ نکالو ان کو اپنے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں۔“

جواب: یہ آیت عام ہے حاجت اور غیر حاجت کو شامل ہے۔ پس یہ حدیث اس کی تخصیص ہو جائے گی اور عام کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک جائز ہے، کما مر سابقاً۔ پس اس آیت کا معنی یہ ہو گا کہ حاجت کے بغیر نہ نکلیں۔ نیز اس حدیث کی تخصیص قطعی دلیل کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اس کا تخصیص حرف اشتنا اس کے متصل ہے۔ خود قرآن مجید میں موجود ہے : إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ۔ لہذا اب اس کی تخصیص بالاتفاق جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۸ عورت دوران عدت رنگین کپڑا نہ پہنے

فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے : وَلَا تَلْبَسِ الْقُصْبَ عِنْدَنَا^(۳) ”ہمارے نزدیک عورت دوران عدت عصب کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔“ مطلب یہ ہے کہ جس عورت کا غلوند مر جائے تو اس کے لیے عدت میں عصب کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے۔ یہ عصب ایک قسم کا درخت ہوتا ہے۔ اس سے کپڑے رنگا کرتے ہیں۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

(۱) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب جواز خروج المعتدة البائن والمتوفى ج-۹، ص-۳۴۷، حدیث-۳۷۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الطلاق باب جواز خروج المعتدة البائن والمتوفى ج-۹، ص-۳۴۷، شرح حدیث-۳۷۵

(۳) ہدایہ، فتح القدیر حاشیہ مشکوٰۃ حاشیہ باب العدة۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تَحِدْ امْرَأَةً عَلَى مَيْتٍ فَرَوْقٌ لَكَ إِلَّا عَلَى زَوْجِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا مَضْبُوعًا إِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ وَلَا تَكْنُحِلْ وَلَا تَمْسُ طَبِيبًا إِلَّا إِذَا ظَهَرَتْ ثَبَدَةٌ مِنْ قُسْطٍ أَوْ أَظْفَارٍ-^(۱)

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ سوگ کرے کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوائے اپنے خلود کے اس پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے اور عصب میں رکتے ہوئے کپڑے کے سوا کوئی رنگ دار کپڑا نہ پہنے اور نہ آنکھ میں سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے مگر جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا خوشبو قسط یا انگار سے استعمال کرے انتہی۔

قسط اور انگار ایک قسم کی خوشبو ہے جو بہت چیزوں سے مرکب ہوتی ہے۔ عورتیں اس کو اکثر حیض کے بعد غسل کرنے میں استعمال کرتی ہیں تاکہ خون حیض کی بدبو زائل ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کے لیے اپنے خلود کی عدت میں عصب سے رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۹ اگر کسی غلام میں دو مالک شریک ہوں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ عَتِقَ فَإِنْ كَانَ مُؤَسَّرًا فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ وَإِنْ شَاءَ ضَمِنَ شَرِيكُهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدُ^(۲) ”جب کوئی غلام دو شریکوں کا ہو اور دونوں میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے۔ اگر آزاد کرنے والا ملدار ہو تو اس کا شریک مختار ہے خواہ آزاد کر دے اپنا حصہ اور خواہ اس کا شریک اس کے حصے کی قیمت کا ضامن ہو اور خواہ غلام سے محنت کرا کے اپنے حصے کی قیمت وصول کر لے۔“ یہ عبارت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر آزاد کرنے والا دولت مند ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے، خواہ اپنا حصہ آزاد کر دے خواہ اس کی قیمت وصول کر لے۔ خواہ غلام سے محنت کرا کے اپنے حصہ کی قیمت وصول کر لے۔

لے۔ تینوں کاموں کا اسے اختیار ہے، سو لام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَعْتَقَ شَرِيكَكَ لَهُ فِي عَبْدٍ وَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قَوْمَ الْعَبْدِ عَلَيْهِ قِيمَةُ عَدْلٍ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَالْأَقْدَقُ عَتِقَ مِنْهُ مَا عَتِقَ-^(۳)

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے حصہ (جو کسی غلام میں) آزاد کر دے اور اس کے پاس اس قدر مال ہو جو غلام کی تمام قیمت کو پہنچے تو اس غلام کی انصاف سے اس پر قیمت ڈالی جائے پھر اس کے شریکوں کو ان کے حصول کی قیمت دے دی جائے اور تمام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو

تو فقط اسی کا جو حصہ ہو گا وہی آزاد ہو گا۔

(حدیث نمبر ۲) — صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(۱) مشکوٰۃ کتاب النکاح باب العدة ج-۲ ص-۹۹۵ حدیث-۳۳۳۱

(۲) ہدایۃ کتاب العتاق باب العبد یعتق بعضہ ج-۲ ص-۳۵۷

(۳) مشکوٰۃ کتاب العتق باب العتاق العبد ج-۲ ص-۱۰۱۳ حدیث-۳۳۸۸

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ أَعْتَقَ شَقِصًا فِي عَبْدٍ
أَعْتَقَ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ
أُسْتُعْزَى الْعَبْدُ غَيْرَ مُشْقُوقٍ عَلَيْهِ^(۱)

نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مشترک غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے
تو تمام غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر اس کے پاس مل ہو اور اگر اس کے
پاس مل نہ ہو تو غلام سے مزدوری کروائی جائے درآں مالیکہ اس پر

مخت مشقت کا کام عائد نہ کیا جائے۔

فائدہ:

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ معتق کے غنی اور مالدار ہونے کی حالت میں دوسرے شریکوں کا کچھ اختیار
باقی نہیں رہتا ہے۔ فقط اسی ایک امر کا ان کو اختیار باقی رہتا ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی
قیمت وصول کر لیں۔ اس حالت میں شریک کو اپنا حصہ آزاد کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اپنا حصہ اس وقت آزاد
کرنا محض لغو اور بے فائدہ ہے۔ اس لیے کہ غنی ہونے کی حالت میں تو پہلے ہی غلام کل آزاد ہو چکا ہے پھر شریک کا اپنا
حصہ آزاد کرنا محض لغو ہے۔ چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے: **أَمَّا نَصِيبُ الشَّرِيكِ فَاخْتَلَفُوا فِي حُكْمِهِ إِذَا كَانَ**
الْمُعْتِقُ مُوسِرًا عَلَى سِتَّةٍ مَذَاهِبَ أَحَدَهَا وَهُوَ الصَّحِيحُ فِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَبِهِ قَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَالْأَوْزَاعِيُّ
وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ أَبِي لَيْلَى وَأَبُو يُونُسَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاسْحَاقُ وَبَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ أَنَّهُ عَتَقَ
بِنَفْسِ الْإِعْتَاقِ وَيَقْرَمُ عَلَيْهِ نَصِيبُ شَرِيكِهِ بِقِيَمَتِهِ يَوْمَ الْإِعْتَاقِ وَيَكُونُ وَلَا جَمِيعُهُ لِلْمُعْتِقِ وَحُكْمُهُ مِنْ جِهِنِ
الْإِعْتَاقِ حُكْمُ الْأَخْزَارِ فِي الْمِيرَاثِ وَغَيْرِهِ وَلَيْسَ لِلشَّرِيكِ إِلَّا الْمِظَالَّةُ بِقِيَمَتِهِ نَصِيبِهِ كَمَا لَوْ قَتَلَهُ ثُمَّ قَالَ وَلَوْ
أَعْتَقَ الشَّرِيكَ نَصِيبَهُ بَعْدَ إِعْتَاقِ الْأَوَّلِ نَصِيبُهُ كَانَ إِعْتَاقُهُ لِقَوْلِهِ قَدْ صَارَ كُلُّهُ حُرًّا أَنْتَهَى^(۲)۔ ”شریک کے حصے
کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اگر آزاد کرنے والا غنی ہو، اس ضمن میں چھ مذاہب ہیں۔ ایک مذہب جو
شافعی کا صحیح مذہب ہے اور جس کے قائل ہیں ابن شبرمہ، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، ابویوسف، محمد ابن الحسن، احمد بن
حنبل، اسحاق اور بعض مالکیہ کا یہ ہے کہ وہ غلام نفسِ حق کے ساتھ ہی سارے کا سارا آزاد ہو جاتا ہے اور اس پر
شریک کے حصہ کی قیمت ادا کرنا لازم ہے جو آزاد کرنے کے دن اس کی قیمت ہو اور آزاد کرنے کے وقت سے اس کی
حیثیت ورثہ وغیرہ میں آزاد مردوں جیسی ہوگی اور شریک کے لیے کسی قسم کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ سوائے اپنے حصے کی
قیمت طلب کرنے کے جیسے کہ اگر قتل کر ڈالے اس کو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ بعد ازاں امام نووی نے لکھا ہے کہ اگر
شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا پہلے آدمی کے آزاد کرنے کے بعد اس کا آزاد کرنا بالکل لغو اور بیکار ہو گا اس لیے کہ وہ
غلام تو پہلے ہی تمام آزاد ہو چکا ہے، انتہی۔“

پھر سب مذاہب بیان کرنے کے بعد امام نووی نے لکھا ہے: **وَالْأَقْوَالُ الثَّلَاثَةُ قَبْلَهُ فَاسِدَةٌ مُخَالِفَةٌ لِصَرِيحِ الْأَحَادِيثِ**
فِيهِ مَزْدُودَةٌ عَلَى قَائِلِيْهَا^(۳) ”امام ابو حنیفہ رحمہ وغیرہ کے اقوال سب فاسد اور باطل ہیں، مخالف ہیں صریح احادیث کے
لہذا وہ ان کے قائلین کی طرف ہی لوٹا دیئے جائیں گے، انتہی۔“

• اسی طرح غنا کی حالت میں غلام سے مزدوری کروانا بھی حدیث کے مخالف ہے۔ اس لیے کہ اس حالت میں رسول اللہ

(۱) مشکوٰۃ کتاب العتق باب اعاق العبد ج-۲ ص-۱۰۳ حدیث-۳۲۹۸

(۲) صحیح مسلم کتاب العتق باب ذکر معاينة العبد ج-۱۰ ص-۳۷۷ شرح حدیث-۳۷۵۲

(۳) صحیح مسلم کتاب العتق باب ذکر معاينة العبد ج-۱۰ ص-۳۷۷ شرح حدیث-۳۷۵۲

ﷺ نے غلام پر اس کے حصہ کی قیمت ادا کرنا لازم نہیں ٹھہرایا بلکہ اس کے حصہ کی قیمت آزاد کرنے والے پر ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے اور اسی طرح پر اس معق کی قیمت ادا کر دہ شدہ کا غلام پر واجب کرنا بھی اس حدیث کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث اس سے ساکت ہے۔ وَالشَّكُوتُ فِي مَغْرَضِ الْبَيِّنَاتِ۔

مسئلہ نمبر ۸۰ زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُحْزَنُ بَيْعُ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ۔^(۱) ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف کے نزدیک زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز ہے۔ "یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو شرح سنہ میں سعید بن مسیب سے مرسل روایت ہے: اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ تَحْقِيقَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے زندہ جانور کے بدلے گوشت بیچنے کی ممانعت بِالْحَيَوَانِ قَالَ سَعِيدٌ كَانَ مِنْ مَيْسَرِ أَهْلِ فَرَّاسٍ سَعِيدٌ كَتَبَ فِيهِ أَنَّ يَرِيبُ جَاهِلِيَّةٍ كَا جَوَاحِدَ الْجَاهِلِيَّةِ۔^(۲)

اس حدیث سے صاف ثابت ہو گیا کہ گوشت کے ساتھ زندہ جانور کا بیچنا مطلقاً منع ہے۔ خواہ دست بدست ہو خواہ ادھار ہو۔ اس حدیث مطلق کو ادھار کے ساتھ مقید کرنا محض خیال فاسد اور قول باطل ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۱ ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز نہیں

مرقات اور لمحات وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز نہیں۔^(۳) اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے مگر یہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ جَاءَ عَبْدُ قَبَائِعِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْهَجْرَةِ وَلَمْ يَشْفُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ فَجَاءَ سَيِّدُهُ يُرِيدُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ بَعْنِيهِ فَأَشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ وَلَمْ يَتَابِعْ أَحَدًا بَعْدَهُ حَتَّى يَسْأَلَ أَعْبَدَهُ هُوَ۔^(۴)

انہوں نے کہا کہ ایک غلام آیا اور اس نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر ہجرت کی بیعت کی اور رسول اللہ ﷺ کو معلوم نہ ہوا کہ یہ غلام ہے۔ بعد ازاں اس کا مالک آیا تو نبی ﷺ نے اسے کہا کہ اس کو میرے پاس بیچ ڈال۔ پس آپ نے اس کے بدلے دو سیاہ غلام دے کر اس کو خرید لیا اور آپ کے بعد کسی سے بیعت نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ پوچھ لیتے کہ وہ غلام تو نہیں؟ ☆

(۱) ہدایہ کتاب البیوع باب الربو ج-۳ ص-۸۲

(۲) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربا ج-۲ ص-۸۵۸ حدیث-۲۸۲۱

(۳) مرقاة شرح مشکوٰۃ باب الربا

(۴) صحیح مسلم کتاب البیوع باب جواز القراض حیوان واستحباب ج-۱۱ ص-۳۰ حدیث-۳۰۸۹ و مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربا ج-۲ ص-۸۵۷ حدیث-۲۸۱۵

(حدیث نمبر ۲) — ابو داؤد میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهَّزَ جَيْشًا فَفَعَلَتْ
الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى فَلَانِصِ الصَّدَقَةِ
فَكَانَ يَأْخُذُ الْبُعَيْرَ بِالْبُعَيْرَيْنِ إِلَى إِبِلِ
الصَّدَقَةِ^(۱)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایک جاندار کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز ہے۔ خواہ دست بدست ہو یا ادھار اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہی مذہب امام شافعی اور جمہور علماء کا ہے، انتہی۔

حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں ملتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حیوان کو حیوان کے بدلے ادھار بیچنا منع فرمایا ہے۔

جواب: یہ حدیث مرسل ہے اور وہ حجت نہیں، کما مر۔ اور بغرض صحت اس حدیث میں نبی سے مراد نبی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں ہے تاکہ سب احادیث میں تطبیق ہو جائے۔ فَإِنَّ الْأَعْمَالَ بِاللَّيْنَيْنِ وَاجِبٌ مَا أَمَكَنَّ كَمَا مَرَّ۔ یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں طرف سے ادھار ہو تو منع ہے اور اگر ایک طرف سے ہو جیسے کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوا ہے تو یہ جائز ہے۔

بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ دو حیوانوں کو ایک حیوان کے بدلے بیچنا ابتداء اسلام میں جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ دعویٰ مخ باطل ہے، ان وجوہات کی بنا پر جو مسئلہ اوّلیٰ میں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی ابتداء اسلام میں ممانعت کا حکم تھا، بعد ازاں منسوخ ہو گیا اور ایک حیوان کو دو حیوانوں کے بدلے بیچنا جائز ہو گیا فَمَا هُوَ جَوَائِزُكُمْ فَهُوَ جَوَائِزُنَا۔

مسئلہ نمبر ۸۲ حیوان کو بطور قرض لینا جائز نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَجُوزُ السَّلَمُ فِي الْحَيَوَانِ^(۲) ”حیوان کو بطور قرض لینا جائز نہیں۔“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح مسلم میں ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :

قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَكْرًا
فَجَاءَهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ أَبُو رَافِعٍ
فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَقُلْتُ لَا أَجِدُ
أَبُو رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

(۱) ابو داؤد کتاب البيوع باب في الرخصة ج- ۳ ص- ۶۵۲، حديث ۳۳۵۷ ومشکوٰۃ کتاب البيوع باب الربا ج- ۲ ص- ۸۵۸، حديث ۲۸۲۳ (ضعيف) نوٹ۔ ابو داؤد میں ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک غلام

کے بدلے دو غلام خریدے۔ (انظر صحيح ابو داؤد کتاب البيوع ج- ۲ ص- ۳۲۱، حديث ۳۳۵۸)

(۲) هداية كتاب البيوع باب السلم ج- ۳ ص- ۹۳

إِلَّا جَمَلًا خَيْرًا زُبَاعِيًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيْرَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً- (۱)

نہیں پاتا ہوں مگر عمدہ اونٹ جس کے اگلے چار دانت اُگ چکے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی اونٹ اس کو دے دے کیونکہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو کہ قرض اچھی طرح ادا کرتا ہے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے: وَفِيهِ جَوَازُ اقْتِرَاضِ الْحَيَوَانِ وَفِيهِ ثَلَاثَةُ مَذَاهِبٍ وَمَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَجَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ أَنَّهُ يَجُوزُ قَرْضُ جَمِيعِ الْحَيَوَانِ وَمَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ قَرْضُ الشَّيْءِ مِنَ الْحَيَوَانِ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ تَرُدُّ عَلَيْهِمْ وَلَا تُقْبَلُ دَعْوَاهُمْ التَّنْكِحُ بِغَيْرِ ذَلِيلٍ- (۲) ”اس حدیث سے حیوان کو بطور قرض لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء سلف و خلف رحمہم اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ تمام حیوانات کو قرض لینا جائز ہے۔ لیکن ان کے برعکس امام ابو حنیفہ رحمہ کا قول یہ ہے کہ کسی حیوان کو بھی قرض کے طور پر لینا جائز نہیں۔ مگر یہ احادیث مسلک احناف کی تردید کرتی ہیں۔ اور اگر احناف ان احادیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کریں تو بغیر دلیل ان کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا“ انتہی۔“ پس ثابت ہو گیا کہ حیوان کا قرض لینا بلاشبہ جائز اور درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۳ مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُقْتَلُ الْمُسْلِمُ بِالْيَتِيمِ- (۳) ”مسلمان کو کافر ذمی کے بدلے قتل کیا جائے“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے (حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری میں ابی حنیفہ رحمہ سے روایت ہے:

قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا إِلَّا مَا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فَهَمَّا يُعْطَى زَبْجُلٌ فَمِنْ كِتَابِهِ وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قُلْتُ مَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَلِكَأَنَّ الْأَسِيرَ وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ- (۴)

انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کیا آپ کے پاس قرآن کے علاوہ کوئی چیز ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس دار کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جاندار کو پیدا کیا۔ ہمارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی چیز نہیں سوائے فہم و تدبر کے جو کتب الہی کے سلسلہ میں ہمیں حاصل ہے۔ یا پھر وہ چیز ہے جو اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے اس صحیفہ میں کیا ہے؟ جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیت کا بیان، اسیر رہائی اور یہ بات کہ مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب البیوع باب من استسلف شیئاً ففطنی خیراً منہ ج-۱۱ ص-۳۷۷ حدیث-۳۰۸۴ ومشکوٰۃ کتاب البیوع باب

الافلاس والانتظار ج-۲ ص-۸۷۸ حدیث-۲۹۰۵

(۲) صحیح مسلم کتاب البیوع باب من استسلف شیئاً ففطنی خیراً منہ ج-۱۱ ص-۳۸۰ شرح حدیث-۳۰۸۴، ۳۰۸۸

(۳) ہدایہ ج-۲ ص-۵۷۳

(۴) مشکوٰۃ کتاب القصاص ج-۲ ص-۱۰۳۰ حدیث-۳۳۷

Free downloading facility of Videos, Audios & Books for DAWAH purpose only, From Islamic Research Centre Rawalpindi

جنت نہیں لیکن اگر مرسل ہو پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام دارقطنی نے کہا ہے۔ ابو عبیدہ القاسم بن سلام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں۔ اور نہ ایسی حدیث کی پیروی کی جاسکتی ہے کہ اس کے مطابق مسلمانوں کے خون بہانے شروع کر دیئے جائیں، انتہی۔“

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذی کافر کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اب جب ذی کا قتل کرنا جائز نہ ہوا تو اس کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

جواب: رسول اللہ ﷺ نے بیشک ذی کافر کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے مگر اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اگر مسلمان اس کو یا فرض کسی وجہ سے قتل کر ڈالے تو مسلمان کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے۔ اس کے قتل کی ممانعت اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتی کہ مسلمان کو اس کے قصاص میں قتل کیا جائے۔ غایت درجہ یہ ہے کہ اس کے قتل کرنے میں گناہ ہو گا، سودہ موجب قصاص نہیں ہو سکتا۔ خاص کرا حدیث مذکورہ کا عموم صریح قرینہ ہے، اس پر کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے خواہ کافر حربی ہو یا ذمی ہو۔ پس ان احادیث سے مراد ہر کافر ہے خواہ ذمی ہو یا حربی ہو۔ علاوہ ازیں بعض حنفیہ اور بھی تاویل کر رہے ہیں مگر سب کمزور اور بے بنیاد ہیں۔ کَمَا بَسَطَ الشُّوْكَانِيُّ فِي نَيْلِ الْآزْمَنِ وَالْوَطَارِ۔

گواہ حرام ہے

مسئلہ نمبر ۸۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُكَفِّرُهُ أَكْلُ الضَّبِّ^(۱) ”گوہ کا کھانا مکروہ ہے۔“ اور مرقات میں لکھا ہے کہ گوہ حرام ہے۔^(۲) اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱)۔ بخاری اور مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الضَّبُّ لَسْتُ أَكُلُهُ وَلَا أَخْرُمُهُ۔^(۳) ہوں۔

(حدیث نمبر ۲)۔ بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَاتُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوزًا فَقَدَمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ

خلد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور وہ خلد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں خلد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دکھا کہ انہوں نے گوہ بھی ہوئی ہے، سو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے گوہ کو رسول اللہ ﷺ کے آگے بڑھایا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ گوہ سے اٹھالیا۔ خلد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ کیا گوہ حرام ہے؟

(۱) ہدایۃ کتاب الذبائح ج-۳ ص-۳۲۱

(۲) مرقاة شرح مشکوٰۃ حاشیہ باب ما یحل اکلہ وما یحرم۔

(۳) صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳ ص-۹۸ ومشکوٰۃ کتاب الصيد والذبائح باب ما یحل اکلہ وما

یحرم ج-۲ ص-۱۱۹۹ حدیث-۳۱۱۰

أَحَرَامُ الضَّبِّ يَأْرُسُونَ اللَّهَ قَالَ لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضٍ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَأَجْتَرَزْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلَمْ يَنْهَيْهِ^(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں نہیں ہوتی۔ اس لیے مجھے کراہت محسوس ہوتی ہے (یعنی میری طبیعت کو اس سے کراہت آتی ہے نہ کہ شرعاً مکروہ ہے) خالدؓ نے کہا تو میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کھالیا اور رسول اللہ ﷺ میری طرف دیکھ رہے تھے اور انہوں نے مجھے منع نہیں کیا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے :

كُلُوا فَإِنَّهُ حَلَالٌ وَلَكِنَّهُ لَيْسَ مِنْ طَعَامِي^(۲) اسے کھا لو یہ حلال ہے لیکن یہ میرا کھانا نہیں۔

فائدہ : امام نووی نے لکھا ہے :

وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ الضَّبَّ حَلَالٌ لَيْسَ بِمَكْرُوهٍ وَمَا أَظْنَهُ يَصْحُ عَنْ أَحَدٍ وَإِنْ صَحَّ عَنْ أَحَدٍ فَمَحْجُوزٌ بِالتَّبْصُوصِ وَاجْتِمَاعِ مَنْ قَبْلَهُ^(۳)

تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ گدھ حلال ہے مکروہ نہیں ہے اور میں نہیں خیال کرتا کہ کسی ایک سے اس کا خلاف ثابت ہو اور اگر کسی سے اس کا خلاف ثابت ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ گدھ کی حلت نصوص اور سلف کے اجماع سے ثابت ہے۔

تنبیہ : حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ بطور سند یہ حدیث لاتے ہیں جو ابو داؤد میں عبد الرحمن بن شبل سے روایت ہے : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ الضَّبِّ۔ ”تحقیق نبی ﷺ نے گدھ کے کھانے سے منع کیا ہے۔“

جواب : اول تو اس کی صحت میں کلام ہے۔ اس کو امام خطابی، ابن حزم، بیہقی اور ابن جوزی نے ضعیف کہا ہے۔ قَالَ الْخَطَّابِيُّ لَيْسَ اسْتِزَادُهُ بِذَلِكَ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ فِيهِ ضَعْفٌ وَمَجْهُولُونَ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ تَفَرَّدَ بِهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَلَيْسَ بِحُجَّةٍ وَقَالَ ابْنُ جَوَزِيِّ لَا يَصِحُّ انْتِهَى كَذَا فِي نَيْلِ الْإَوْطَارِ^(۴) لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں۔ دوم احتمال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی سے مراد نبی تزیی ہو نہ کہ تحریمی تاکہ سب احادیث میں موافقت پیدا ہو جائے۔ سوم یہ کہ فتح الباری میں لکھا ہے : حُمِلَ التَّنْهَى فِيهِ عَلَى أَوَّلِ الْحَالِ وَحُمِلَ الْإِذْنُ فِيهِ عَلَى ثَانِي الْحَالِ لِمَا عَلِمَ أَنَّ الْمَسْخُوخَ لَا نَسْلَ لَهُ۔ ”نبی اول امر پر محمول ہوگی اور اذن آخر وقت پر محمول ہوگا۔ اس لیے کہ مسوخ کی نسل باقی نہیں رہی ہے۔“

(۱) صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳ ص-۱۰۰ ومشکوۃ کتاب الصيد والذبائح باب ما یحل اكله وما

یحرم ج-۲ ص-۱۲۰۰ حدیث-۳۱۱

(۲) صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳ ص-۹۹ حدیث-۵۰۶

(۳) صحیح مسلم کتاب الصيد والذبائح باب اباحۃ الضب ج-۱۳ ص-۹۸ شرح حدیث-۵۰۰، ۵۰۱

(۴) نیل الاوطار کتاب الاطعمۃ والصيد باب ما جاء فی الضب ج-۸ ص-۱۲۴

مسئلہ نمبر ۸۵ ناخن اور دانت سے ذبح کرنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَجُوزُ الذَّبْحُ بِالظُّفْرِ وَالسِّنِّ إِنْ كَانَ مَتْرُوعًا^(۱) ”ناخن اور دانت سے ذبح کرنا جائز ہے، اگر (وہ جسم سے) جدا کئے گئے ہوں۔“ اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا قُوَّ الْعَدُوَّ غَدَاً وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدَى أَقْدَنْخِ بِالْقَضْبِ قَالَ مَا أَتَهَزَّ الدَّمُ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ وَسَاحِدَتُكَ عَنْهُ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبَشِ الْحَدِيثُ^(۲)

میں نے کہا یا رسول اللہ تحقیق ہم کل دشمن کو ملنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے، کیا ہم سرکڑے کے ساتھ ذبح کر لیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز خون کو بہا دے اور اللہ کا نام ذکر کیا جائے پس کھا لے، سوا دانت اور ناخن کے اور میں تجھ کو اس کے متعلق حدیث بتاؤں گا جہاں تک دانت کا تعلق ہے یہ تو ہڈی ہے اور

ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دانت اور ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا مطلق جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ دانت جدا ہوا ہو یا نہ ہو بلکہ دانت کی تو ایسی علف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے جو کسی حال میں اس سے جدا نہیں ہو سکتی خواہ جدا ہو خواہ نہ ہو۔ اسی طرح مطلق ناخن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کی چھری فرمایا ہے خواہ جدا ہو یا نہ ہو اور ناخن کے ساتھ بھی ذبح کرنا جائز نہیں خواہ ناخن جدا ہو یا نہ ہو، اس میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے: أَمَّا الظُّفْرُ فَيَدْخُلُ فِيهِ ظَفَرُ الْأَدَمِيِّ وَغَيْرِهِ مِنْ كُلِّ الْحَيَوَانَاتِ وَسَوَاءٌ هِيَ الْمُتَّصِلُ أَوِ الْمُتَفَصِّلُ الظَّاهِرُ وَالنَّجَسُ فَكُلُّهُ لَا تَجُوزُ الذَّكْوَةُ بِهِ لِلْحَدِيثِ وَأَمَّا السِّنُّ فَيَدْخُلُ فِيهِ سِنُّ الْأَدَمِيِّ وَغَيْرِهِ الظَّاهِرُ وَالنَّجَسُ وَالْمُتَّصِلُ وَالْمُتَفَصِّلُ وَيَلْحَقُ بِهِ سَائِرُ الْعِظَامِ مِنْ كُلِّ الْحَيَوَانَاتِ الْمُتَّصِلِ مِنْهَا وَالْمُتَفَصِّلِ الظَّاهِرُ وَالنَّجَسُ فَكُلُّهُ لَا تَجُوزُ الذَّكْوَةُ بِسِنِّيِّ مَنَّهُ وَبِهَذَا قَالَ النَّحْوِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ وَاللَّيْثُ وَآخَمَدُ وَاسْحَاقُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَدَاوُدُ وَفَقَهَاءُ الْحَدِيثِ وَجَمَاهُورُ الْعُلَمَاءِ^(۳) ”ناخن میں انسان اور تمام حیوانات کے ناخن شامل ہیں خواہ وہ جسم سے متصل ہوں یا الگ، پاک ہوں یا نجس، تمام قسم کے ناخنوں کے ساتھ اس حدیث کی رو سے ذبح کرنا ناجائز ہے۔ اور جہاں تک دانت کا تعلق ہے اس میں بھی انسان اور دوسرے جانداروں کے دانت داخل ہیں۔ خواہ یہ پاک ہوں یا ناپاک اور جسم سے متصل ہوں یا منفصل۔ نیز اس کے ساتھ ہی تمام ہڈیوں کا حکم بھی ملحق ہے۔ خواہ وہ ہڈیاں جسم سے متصل ہوں یا اس سے الگ ہوں، پاک ہوں یا ناپاک، ان تمام (دانتوں اور ہڈیوں) سے بھی کسی جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں۔ اور یہی قول امام نخعی، حسن بن صالح، لیث، احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد اور فقہائے حدیث اور جمہور علماء رحمہم اللہ عنہم کا ہے، اُنتہی۔“

(۱) ہدایۃ کتاب الذبائح ج-۴ ص-۲۳۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب جواز الذبح بکل ما انهر الدم ج-۱۳ ص-۱۳۴ حدیث-۵۰۶۵

(۳) صحیح مسلم کتاب الاضاحی تحت باب جواز الذبح بکل ما انهر الدم ج-۱۳ ص-۱۳۶ شرح حدیث-۵۰۶۵

فقیر اور مسافر پر قربانی کرنا جائز نہیں

مسئلہ نمبر ۸۶

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَيْسَ عَلَى الْفَقِيرِ وَالْمَسَافِرِ أَضْحِيَّةٌ^(۱) ”فقیر اور مسافر پر قربانی کرنا جائز نہیں۔“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ یہ مسئلہ بھی ان دو احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ فَبَيْعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ: اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو فزع کیا پھر فرمایا اے يَا ثَوْبَانُ أَضْلِحْ لَحْمَ هَذِهِ فَلَمْ أَزَلْ أَطْعِمُهُ ثوبان اس کا گوشت سنوار کر رکھ پس میں رسول اللہ ﷺ کو اس سے حَتَّى قَدِيمِ الْمَدِينَةِ۔^(۲) کھلاتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ میں تشریف لائے۔

(حدیث نمبر ۲) — صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُهَا إِلَى الْمَدِينَةِ عَلَى عَهْدِ انہوں نے کہا کہ ہم قربانی کا گوشت رسول اللہ ﷺ کے مکان میں مدینہ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔^(۳) تک جمع رکھتے تھے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مسافر پر بھی قربانی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی سفر میں فادہ کی اور اس کا گوشت مدینہ تک آپ کھاتے آئے اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سفر میں قربانی کیا کرتے تھے اور پھر قربانی کا گوشت مدینہ تک کھاتے چلے آتے تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ ہم مدینہ تک قربانی کا گوشت ذخیرہ کر رکھتے تھے۔ اگر سفر میں قربانی نہ کرتے تو پھر ان کی اس کلام کا کچھ معنی نہیں ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ سفر میں قربانی کیا کرتے تھے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَفِيهِ أَنَّ الضَّحِيَّةَ مَشْرُوعَةٌ لِلْمَسَافِرِ كَمَا هِيَ مَشْرُوعَةٌ لِلْمُقِيمِينَ وَهَذَا مِنْهُنَّ وَبِهِ قَالَ جَمَاهُورُ الْعُلَمَاءِ۔^(۴) ”یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قربانی مسافر کے لیے جائز اور مشروع ہے جیسے کہ مقیم کے لیے مشروع ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی کے جمہور علماء قائل ہیں انتہی۔“

قاتل، مقتول کے اسباب کا حقدار نہیں

مسئلہ نمبر ۸۷

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَعِنْدَنَا لَا يَسْتَحِقُّ الْقَاتِلُ السَّلْبَ بِذُنُوبِ النَّفِيلِ۔^(۵) ”ہمارے نزدیک قاتل مقتول کے اسباب کا اذن امام کے بغیر مستحق نہیں۔“ یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب لڑائی سے پہلے امام خود یہ اذن عام دے

(۱) ہدایۃ کتاب الاضاحیہ ج-۳ ص-۲۴۵

(۲) صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی ج-۱۳ ص-۱۳۳ حدیث-۵۰۸۳

(۳) صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی ج-۱۳ ص-۱۳۳ حدیث-۵۰۸۰

(۴) صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی ج-۱۳ ص-۱۳۵ شرح حدیث-۵۰۸۳

(۵) کفایہ حاشیہ ہدایۃ

دے کہ جو کسی کو قتل کرے اس کا سبب اسباب قاتل لے لے اس اذن کے بعد جو کسی کافر کو قتل کرے وہ اس مقتول کے اسباب کا حقدار ہے اور اگر امام نے لڑائی سے پہلے یہ حکم عام نہیں دیا تو اس وقت قاتل مقتول کی کسی چیز کا حقدار نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان چار احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

انہوں نے کہا کہ جنگ حنین میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، سو جب ہم کافروں سے ملے تو مسلمانوں کو ابتداءً تھوڑی سی شکست ہو گئی۔ پس میں نے مشرکین میں سے ایک مرد کو دیکھا کہ ایک مسلمان پر غالب آگیا ہے چنانچہ میں نے اس کے پیچھے سے مونڈھے پر تلوار ماری اور اس کی زہ کاٹ دی۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ ایسا کہ میں نے اس سے موت کی بو پائی پھر وہ مر گیا اور مجھ کو چھوڑ دیا، سو میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا۔ میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا حکم اللہ کا پھر سب لوگ پھر آئے (یعنی لڑائی سے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، سو آپ نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے لیے اس پر گواہ ہو۔ پس اس کے لیے اس کا اسباب میں نے کھڑے ہو کر کہا کون گواہی دے گا میرے لیے پھر میں بیٹھ گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کھڑے ہو کر فرمایا میں نے پھر کھڑے ہو کر کہا کون گواہی دیتا ہے میرے لیے پھر میں بیٹھ گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا پھر میں کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے اے ابی قتادہ؟ میں نے آپ کو خبر دی۔ پس ایک آدمی نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہے اور اس کا اسباب میرے پاس ہے اور آپ میری طرف سے اس کو راضی کر دیں (یعنی اسباب تو میرے ہی پاس رہے مگر اس کو کسی طرح سے راضی کر دیں) تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اس وقت نہ قصد کرے گا ایک شیر کی طرف اللہ کی شیروں میں سے کوئی جو اللہ اور رسول کی طرف سے لڑے پس دے تجھ کو اسباب اس کا یعنی اس کے حق کو باطل نہ کیا جائے گا اور

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا التَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوَلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَآئِهِ عَلَى خَبَلٍ عَاقِبِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الذَّرْعَ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَمْتَنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكُهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَجِئْتُ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ أَمَرَ اللَّهُ ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا عَلَيْهِ بَيْتَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلْبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَا هَا اللَّهُ إِذَا لَا يَغْمُذُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلْبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم صَدَقَ فَأَعْطِيهِ فَأَعْطَانِيهِ فَأَتَبَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَيْتِي سَلِمَةً فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأْتِلُثُهُ فِي الْإِسْلَامِ۔^(۱)

(۱) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسر باب استحباب القاتل سلب القتیل ج۔ ۱۲ ص۔ ۲۸۴ حدیث۔ ۳۵۳۲ ومشکوۃ کتاب الجہاد

باب قسمة الغنائم ج۔ ۲ ص۔ ۱۱۶ حدیث۔ ۳۹۸۶

اس کا اسباب تجھ کو نہ دیا جائے گا، سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ پس وہ اسباب اس کو دے دے۔ پس اس نے وہ
اسباب مجھ کو دے دیا اور میں نے اس سے بنی سلمہ میں ایک بلغ خرید
لیا۔ پس تحقیق وہ پہلا مل تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

حدیث نمبر (۲) — ابو داؤد میں عوف بن مالک الجمعی اور خلد بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے مقتول کے اسباب کے بارے میں فیصلہ دیا کہ وہ
وَلَمْ يُخَمَّسِ السَّلْبُ (۱)

(حدیث نمبر ۳) — صحیح بخاری اور مسلم میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن انصار کے دو
جوانوں نے ابوجہل کو قتل کیا اور دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو آکر خبر دی :

فَقَالَ أَتَيْكُمَا قَتْلَهُ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے فرمایا تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ پس
قَتَلْتُمَا فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا فَقَالَ لَا دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ اس پر رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو پونچھ ڈالا ہے؟ انہوں نے
کہا نہیں، سو رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کی طرف نظر کی اور فرمایا
تَمَّ دُونُوكُمَا قَتْلَهُ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے قتل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دیا کہ ابوجہل کا مال
بِسَلْبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو۔ (۲)

اسباب معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیا جائے۔

(حدیث نمبر ۴) — صحیح مسلم میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ جَمْعٍ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ حَمِيرٌ كَيْفَ مَرَدُّ دُشْمَنِ كَيْفَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ جَمْعٍ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ
فَارَادَ سَلْبَهُ فَمَنْعَهُ خَالِدٌ وَكَانَ وَالْيَا عَلَيْهِمْ لِيْنِ كَارَاهَهُ كَيْفَ سُو خَلْدٌ رَضِيَ عَنْهُ اس کو منع کیا۔ وہ ان کے حاکم تھے، سو
فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ آپ کو اس بات کی خبر دی
فَأَخْبَرَ فَقَالَ لِيَخَالِدٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعْطِيَهُ سَلْبَهُ سُو رسول اللہ ﷺ نے خلد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو نے مقتول کا اسباب اس
قَالَ اسْتَكْبَرْتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ اذْفَعُهُ إِلَيْهِ كَو کیوں نہیں دیا؟ اس نے عرض کی کہ وہ اسباب بہت تھل رسول اللہ
وَلَمْ يَرْوَاهُ قَالَ عَوْفٌ قَالَ بَلَى وَلَكِنِّي نے فرمایا کہ وہ اسباب اس کو دے دے اور ایک روایت میں ہے
اسْتَكْبَرْتُهُ۔ (۳) کہ عوف رضی اللہ عنہ نے خلد رضی اللہ عنہ کو کہا کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ

(۱) ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی السلب لا یخمس ج-۲ ص-۱۲۲ حدیث-۲۷۲۱ (صحیح) ومشکوۃ کتاب الجہاد باب قسمة الغنائم

ج-۲ ص-۱۱۷۱ حدیث-۳۰۰۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسير باب استحباب القاتل سلب القاتل ج-۱۲ ص-۲۸۷ حدیث-۳۵۳۳ ومشکوۃ کتاب الجہاد

باب قسمة الغنائم ج-۲ ص-۱۱۷۱ حدیث-۳۰۲۸

(۳) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسير باب استحباب القاتل سلب القاتل ج-۱۲ ص-۲۸۷ حدیث-۳۵۳۳

ﷺ نے فیصلہ کیا ہے کہ اسباب قاتل کا ہوتا ہے۔ خلد و بیٹھنے نے کہا ہاں لیکن میرے خیال میں اسباب بہت زیادہ تھلا

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محلہ میں یہ امر مشہور تھا اور محلہ اس کو فتویٰ عام سمجھے ہوئے تھے اور اس کو ایک حکم شرع جانتے تھے اور لڑائی سے پہلے امام کا اذن کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہاں تو امام نے بعد میں کسی دوسرے کو اسباب دینے سے بھی انکار کیا، پہلے اذن دینے کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اس بات کا اقرار کر لیا کہ بیشک مقتول کے اسباب کا اہتمام قاتل ہے گو اسباب کے زیادہ ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور یہ حکم جنگ بدر میں بھی جاری رہا اور پھر حضرت خلد و بیٹھنے کے زیرِ مکن لڑی جانے والی جنگ میں بھی جاری رہا اور یہ آٹھویں سال کا ذکر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حکم محلہ میں ہمیشہ معلوم و معروف تھا۔ لہذا ان احادیث کے الفاظ سے حنفیہ کی سب تکویلات باطل ہو گئیں۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کافر کو قتل کرے، اس مقتول کا سب اسباب قتل کرنے والے کو ملے گا، خواہ امام نے لڑائی سے پہلے یہ حکم دے دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ نے متعدد واقعات میں عام طور سے یہ فتویٰ دے دیا کہ جو کسی کو قتل کرے اس کا اسباب قاتل کو ملے گا تو پھر اب رسول اللہ ﷺ کے بعد کون حاکم اعلیٰ ہے کہ قاتل کو مقتول کا اسباب دینا، اس کے اذن پر موقوف رکھا جائے اور وہ کون ایسا مسلمان ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عام فتویٰ کا اعتبار نہ کرے اور ان ادنیٰ حاکموں کے حکم کا اعتبار کرے۔

امام نووی نے لکھا ہے: فَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَالْأَوَزَاعِيُّ وَاللَّيْثُ وَالثَّوْرِيُّ وَأَبُو ثَوْرٍ وَأَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ وَابْنُ جَرِيرٍ وَغَيْرُهُمْ يَسْتَحِقُّ الْقَاتِلُ سَلْبَ الْقَتِيلِ فِي جَمِيعِ الْحُزْبِ سَوَاءً قَالَ أَمِيرُ الْحَيْشِ قَبْلَ ذَلِكَ مَنْ قَالَ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ أَمْ لَمْ يَقُلْ ذَلِكَ قَالُوا وَهَذِهِ فِتْنَةٌ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِخْبَارٌ عَنْ حُكْمِ الشَّرْعِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى قَوْلِ أَحَدٍ (۱) امام شافعی، مالک، اوزاعی، لیث، ثوری، ابو ثور، احمد، اسحاق اور ابن جریر وغیرہم کہتے ہیں کہ مقتول کے اسباب کا اہتمام قاتل ہے سب لڑائیوں میں خواہ امیر لشکر نے لڑائی سے پہلے یہ حکم دے دیا ہو (کہ جو کسی کو قتل کرے مقتول کا اسباب اس کو ملے گا) خواہ یہ حکم نہ دیا ہو۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ نبی ﷺ کی طرف سے فتویٰ عام ہے اور حکم شرع سے اٹھ کرتا ہے۔ لہذا کسی کے قول پر یہ بات موقوف نہیں۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لڑائی سے پہلے یہ بات فرمادی تھی اور یہ فتویٰ بھی نہیں ہے اور اخبار عام بھی نہیں ہے۔

جواب: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَهَذَا الَّذِي قَالُوهُ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ صَرَّحَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ هَذَا بَعْدَ الْفَوَاحِ مِنَ الْقِتَالِ وَاجْتِمَاعِ الْفَتَاوِمِ (۲) ”یہ جو حنفیہ نے کہا ہے ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث میں راوی نے صاف تصریح کر دی ہے کہ نبی ﷺ نے لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھ کر آرام کے ساتھ یہ بات فرمادی، جب مال غنیمت جمع ہو رہا تھا“ کہ جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس پر گواہ رکھتا ہو تو اسباب مقتول اس کا ہے اور جب کہ کئی بار کئی واقعات میں آپ نے عام طور سے فرما دیا کہ جو کسی کافر

(۱) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسر باب استحباب القاتل سلب القتل ج۔ ۱۲ ص۔ ۲۸۵ شرح حدیث۔ ۴۴۳

(۲) صحیح مسلم کتاب الجہاد باب استحقاق القاتل سلب القتل ج۔ ۱۲ ص۔ ۲۸۵ شرح حدیث۔ ۴۴۳

کو قتل کرے اس کا سبب وہی لے تو پھر فتویٰ کس جانور کا نام ہے اور جب لفظ من (جو بلا اتفاق عام ہے) یہاں موجود ہے تو پھر بھی اگر یہ اخبار عام نہیں تو جن میں اخبار عام کیا ہے اور اس کا کیا رنگ ہوتا ہے۔

بعض حنفیہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں جو داری میں انس رحمہ اللہ سے روایت ہے: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ يَغْنَى يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ مَسْلَبَةٌ فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عَشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ^(۱) کہتے ہیں کہ حرف فا دلالت کرتا ہے اس پر کہ ابو طلحہ رحمہ اللہ نے اس حکم کے بعد قتل کیا۔

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے لڑائی سے پہلے نہیں فرمائی ہے جیسے کہ ابو قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ **جواب:** اور جب آپ نے یہ بات فرمائی تو ابو طلحہ نے بیس آدمی کو قتل کیا تھا۔ ان سب کا اسباب اس نے لے لیا اور اگر بالفرض تعقیب تسلیم بھی کی جائے تو غایت درجہ اس سے فقط اتنا ہی ثابت ہو گا کہ ابو طلحہ رحمہ اللہ کا بیس آدمی کو قتل کرنا اس قول کے بعد واقع ہوا ہے مگر اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ یہ قول رسول اللہ ﷺ نے لڑائی سے پہلے فرمایا تھا۔

مسئلہ نمبر ۸۸ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَجِبُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهِيَ مَسْئَلَةُ الْقَتْلِ بِالْمُشْتَلِ^(۲) ”اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھاری چیز کے ساتھ قتل کر دینے سے قصاص واجب نہیں ہوتا“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں انس رحمہ اللہ سے روایت ہے:

أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجْرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكَ هَذَا أَفَلَاكِ أَفَلَاكِ حَتَّى سَمِعَى الْيَهُودِيَّ فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا فَبَجَعْنِي بِالْيَهُودِيَّ فَأَعْتَرَفَ وَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَضَ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ^(۳) ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں میں دے کر کچل ڈالا۔ پس اس کو کہا گیا کہ تیرا سر کس نے کچلا ہے؟ کیا فلاں آدمی نے؟ کیا فلاں آدمی نے؟ یہاں تک کہ اس نے اس یہودی کا نام لیا۔ پس اس نے اپنے سر کے ساتھ اشارہ کیا ہل۔ چنانچہ یہودی کو لایا گیا تو اس نے اقرار کر لیا کہ تحقیق میں نے اس کو مارا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ پس اس کا سر پتھروں کے ساتھ کچلا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں بھی قصاص واجب ہے۔ جیسے کہ نوکدار چیزوں کے ساتھ قتل کرنے میں واجب ہے۔ چنانچہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: وَمِنْهَا ثُبُوتُ الْقَصَاصِ فِي الْقَتْلِ بِالْمُثْقَلَاتِ وَلَا يَخْتَصُّ بِالْمُحَدَّثَاتِ هَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ وَجَمَاهِرِ الْعُلَمَاءِ^(۴) ”اس حدیث کے فوائد سے ایک فائدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ بھاری چیزوں کے ساتھ قتل کرنے سے

(۱) مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب قسمة الغنائم ج-۲ ص-۱۷۱ حدیث-۳۰۰۲

(۲) لمعات شرح مشکوٰۃ حاشیہ کتاب القصاص وهدایہ۔

(۳) صحیح مسلم کتاب القسامۃ والمحابین باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر ج-۱۱ ص-۱۵۹ حدیث-۲۳۳۷ و مشکوٰۃ کتاب

القصاص فصل اول ج-۲ ص-۱۳۰ حدیث-۳۳۵۹

(۴) صحیح مسلم تحت کتاب القسامۃ والمحابین باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر ج-۱۱ ص-۱۵۹ شرح حدیث-۲۳۳۷

بھی قصاص واجب ہو جاتا ہے اور یہ کہ قصاص صرف نوکدار چیزوں کے ساتھ قتل کرنے سے ہی مخصوص نہیں ہے۔ اور یہی امام شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔“

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس یہودی کا سر چکنا قصاص کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ بطور سیاست تھا یا نقص عمد کی وجہ سے تھا۔

جواب: یہ تاویل ظاہر حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ لہذا قطعاً مردود ہے۔ نیز جب یہ قتل کرنا بطور سیاست یا نقص عمد کی بناء پر ہوا ہو تو اس صورت میں دیت لازم تھی لیکن نہ تو قصاص لیا گیا اور نہ دیت لی گئی۔ یہ کیسا اندھیر ہے، یہ قتل کرنا تو بقول حنفیہ قصاص نہیں تھا پھر قصاص کہاں گیا اور قصاص نہیں ہوا تھا تو پھر دیت کہاں گئی۔ پس یہ مانے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ یہ قصاص ہے اور اسے سیاست کہنا یا اس کا باعث نقص عمد ٹھہرانا قطعاً باطل ہے۔ بعض حنفیہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں: **أَلَا إِنَّ قَتِيلَ خَطَا الْعَمْدِ قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا وَفِيهِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ**۔^(۱) ”بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنا شبہ عمد میں داخل ہے۔“

جواب: طبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لیے کوئی وجہ استدلال نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث چابک اور عصاء خفیف میں وارد ہوئی ہے، جس کے ساتھ قتل مقصود نہیں ہوتا ہے کیونکہ غالباً سوط اور عصاء ہلکے اوزار ہوتے ہیں پس جو ان کے ساتھ حاصل ہو وہ شبہ عمد میں داخل ہوگی اور جو بھاری ثقیل چیز کے ساتھ قتل کیا جائے وہ نوکدار چیز کے ساتھ ملحق ہے جو قتل کے لیے تیار کی ہوتی ہے اور عصا سے مراد مطلق عصا مراد نہیں جو بھاری اور خفیف کو شامل ہو بلکہ اس سے مراد خفیف عصا ہے۔ اس لیے کہ غالباً عصا ہلکا اور خفیف ہوتا ہے اور سب سے قطع نظر کر کے ہم کہتے ہیں کہ یہ صورت شبہ عمد سے مخصوص ہے۔ اور یہ حدیث اس کی مخصوص ہے اور خبر واحد کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے۔ جیسے کہ اس کا بیان مفصل طور پر مسئلہ نمبر امیں گزر چکا ہے۔ خاص کر یہاں تو مخصوص مخصوص منہ سے بت اصح اور اقویٰ ہے۔ اس لیے کہ وہ حدیث متفق علیہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۹ قصاص صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَلَا يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ إِلَّا بِالسِّنْفِ**۔^(۲) ”قصاص صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے۔“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اسی حدیث انس رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے جو مسئلہ سابق میں ابھی مذکور ہوئی۔

چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے: **وَمِنْهَا أَنَّ الْجَانِيَّ عَمْدًا يُقْتَلُ قِصَاصًا عَلَى الصَّفَةِ الَّتِي قُتِلَ فَإِنْ قُتِلَ بِسِنْفٍ قُتِلَ هُوَ بِالسِّنْفِ وَإِنْ قُتِلَ بِحَجَرٍ أَوْ خَشَبٍ أَوْ نَحْوِهِمَا قُتِلَ بِمِثْلِهِ لِأَنَّ الْيَهُودِيَّ رَضَخَهَا فَوَضَّحَ هُوَ**۔^(۳) ”اس حدیث کے فاعلوں میں سے ایک فاعل یہ ہے کہ عمداً قتل کرنے والا قتل کیا جائے، بطور قصاص اسی طور پر جس طرح اس نے قتل کیا۔“

(۱) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب الدیات ج-۲ ص-۱۰۳۷ حدیث-۳۴۹۰

(۲) ہدایۃ کتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ ج-۲ ص-۵۱۳

(۳) صحیح مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین تحت باب لبوت القصاص فی القتل بالحجر ج-۱ ص-۱۵۹ شرح حدیث-۳۴۳۲/۳۴۳۱

پس اگر اس نے تلوار کے ساتھ قتل کیا ہے تو اسی کے ساتھ وہ بھی قتل کیا جائے اور اگر اس نے پتھریا لکڑی وغیرہ کے ساتھ قتل کیا ہے تو اسی کے ساتھ وہ بھی قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ اس یہودی نے اس لڑکی کا سر پتھر کے ساتھ کچل ڈالا، سو وہ بھی اسی طرح پتھر کے ساتھ کچلا گیا، انتہی۔“

پس ثابت ہوا کہ ہر جگہ تلوار کے ساتھ قتل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ تلوار کے ساتھ اسی وقت قتل کیا جائے گا جب اس نے تلوار کے ساتھ قتل کیا ہو اور جہاں پتھر اور لکڑی وغیرہ کے ساتھ قتل کیا ہو وہاں تلوار کے ساتھ قتل کرنا کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ وہاں پتھر اور لکڑی کے ساتھ ہی قتل کیا جائے گا۔ غرض کہ جس چیز کے ساتھ قتل کرے، اسی چیز کے ساتھ اس کو بھی قتل کیا جائے۔

خفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں: لَا قَوْلَ إِلَّا بِالسَّيْفِ۔^(۱) ”قصاص تنبیہ“

صرف تلوار کے ساتھ لیا جائے گا۔“

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے: قَالَ النَّبِيُّ أَحَادِيثُ هَذَا الْبَابِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ وَبَعَارِضُهَا حَدِيثُ أَنَسٍ فِي قِصَّةِ الْغُرَبَاءِ اِنْتَهَى۔^(۲) ”امام بیہقی نے کہا کہ اس باب کی سب احادیث ضعیف ہیں اور علاوہ ازیں حدیث انس رضی اللہ عنہ بھی عربین کے قصہ میں ان کے معارض ہے، انتہی۔“ پس ترجیح دی جائے گی حدیث انس رضی اللہ عنہ کو اس لیے کہ وہ صحیحین کی حدیث ہے اور اگر مذکورہ بالا حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو حدیث انس رضی اللہ عنہ اس کی مخصوص ہو جائے گی۔ ان وجوہات کی رو سے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، فہمذ کر۔

ریشم کا تکیہ بنانے اور اس پر سونے سے کوئی حرج نہیں مسئلہ نمبر ۹۰

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَلَا تَأْسُ بِتَوْضِئِهِمُ وَالتَّوَمُّ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ۔^(۳) ”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ریشم کے ساتھ تکلیف لگانے میں اور اس پر سونے کا کوئی حرج نہیں۔“ مطلب یہ کہ ریشم پر تکلیف لگانا اور اس پر سونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، ’موام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں حذیقہ بن شداد سے روایت ہے :

قَالَ لَهَا نَارِسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تَشْرَبَ فِيْ اأَيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ہے چاندی اور سونے کے برتنوں

الذَّهَبِ وَالْفِصَّةِ وَأَنْ تَأْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبَسِ الْحَرِيرِ وَالِدَّبِيَاجِ وَأَنْ تَجْلِسَ عَلَيْهِ۔^(۴)

میں پینے اور کھانے سے اور منع فرمایا ہے ریشم اور دیباچ پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے۔

اور وہ حدیث بھی امام کے مسلک کی تردید کرتی ہے جو مسلم اور نسائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْجُلُوسِ مَعَ رِشْمٍ كَعَنَاهُ وَأُكْثَرُوا عَلَيَّ بِمِثْنَيْنِ عَلَى الْمَيَاثِرِ - (۵)

(١) هداية كتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ ج- ٢، ص- ٥١٢

(٢) هداية كتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ج- ٢ ص- ٥٦٣

(٣) هداية كتاب الكراهية فصل في اللبس ج-٢، ص-٢٥١

(۴) مشکوٰۃ کتاب اللباس فصل اول ج-۲، ص-۱۲۴۱، حدیث-۴۳۲۱

(٥) نسائي كتاب الزينة باب نهى عن الجلوس على الميائل من الأرجوان حديث- ٥٣٩١ ومشكوة كتاب اللباس ج- ٢ ص- ١٣٤ حديث- ٣٣٥٦

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ریشم پر بیٹھنا اور اس پر نکیہ لگانا منع اور حرام ہے۔ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: **يُذَلُّ عَلَى تَخْرِيمِ الْجُلُوسِ عَلَى الْحَرِيرِ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الْجَفْهُورُ كَمَا فِي الْفَتْحِ**۔ ”یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ریشم پر بیٹھنا حرام ہے اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ فتح الباری میں بیان ہوا ہے۔“

تنبیہ: حنفیہ جو اس حدیث کو نہیں مانتے تو وہ یہ حدیث بطور سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ریشمی نکیہ پر بیٹھے۔

جواب: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ چنانچہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے: **لَمْ أَجِدْهُ لَعِنَ** میں نے اس حدیث کو کہیں نہیں پایا ہے اور بر تقدیر صحت حدیث محرم کو ترجیح ہوگی اباحت پر کمافی الاصول دوسرے قول کو فعل پر ترجیح ہے۔

مسئلہ نمبر ۹ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَلَا بَأْسَ بِإِذَاءِ الْحَمِيرِ عَلَى الْخَيْلِ**۔ (۱) گدھوں کو گھوڑیوں پر چڑھاتے ہیں، کوئی حرج نہیں۔ یہ عبارت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا اس نیت سے کہ اس سے فخر پیدا ہو جائز ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سوا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان دو احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱) — ترمذی اور نسائی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَبْدًا مَأْمُورًا مَا اخْتَصَمْنَا ذُوْنَ النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا يَنْتَلِبُ أَمْرَنَا أَنْ تُسَبِّغَ الْوُضُوءَ وَأَنْ لَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ وَأَنْ لَا نَتَزَيَّ جَمَازًا عَلَى فَرْسٍ۔ (۲)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ لَكُنَّا لَنَا مِثْلُ هَذِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (۳)

(حدیث نمبر ۲) — ابو داؤد اور نسائی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ أَهْدَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ بَغْلَةً فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيُّ لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ لَكُنَّا لَنَا مِثْلُ هَذِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ کو ایک خچر تحفہ دی گئی، آپ اس پر سوار ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم گدھے کو گھوڑی پر چڑھائیں تو ہمارے لیے اس کی مثل خچر پیدا ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ یہ کلام وہ لوگ کرتے ہیں جو علم نہیں رکھتے ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا منع ہے بلکہ حرام ہے۔

(۱) ہدایہ کتاب الکراہیہ ج-۳ ص-۴۷۴

(۲) مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب اعداد آلہ الجہاد ج-۲ ص-۱۳۹ حدیث-۳۸۸۲

(۳) مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب اعداد آلہ الجہاد ج-۲ ص-۱۳۰ حدیث-۳۸۸۳ (صحیح)

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار ہوئے ہیں۔ اگر یہ کام منع ہوتا تو آپ اس پر سوار نہ ہوتے۔

جواب: اس پر سوار ہونا اور چیز ہے اور گدھے کو گھوڑی پر چڑھانا اور چیز ہے۔ اس پر سواری کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فعل بھی جائز ہو اور اس فعل کے ناجائز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر سوار ہونا بھی منع ہو۔ خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس باب میں ایسی صریح ہے کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں دیکھو صریح موجود ہے کہ جب آپ خچر پر سوار ہوئے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ہم بھی ایسا کریں تو آپ نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرما دیا کہ گدھے کو گھوڑی پر وہ لوگ چڑھاتے ہیں جو بیوقوف اور بے علم ہیں۔ پس اب تمام عالم میں ایسا کون ذی شعور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر سوار ہونے سے گدھے کو گھوڑی پر چڑھانے کا جواز سمجھ بیٹھے۔

مسئلہ نمبر ۹۳ چھوٹے لڑکوں سے خدمت کروانا منع ہے

ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيُكْرَهُ اسْتِغْدَامُ الصَّبِيَّانِ۔^(۱) ”چھوٹے نابالغ لڑکوں سے خدمت کروانا منع ہے“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو ان تین احادیث کے خلاف ہے۔
(حدیث نمبر ۱) — بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ مِائِينَ فَمَا
قَالَ لِي أَفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا آلاَ
مَجْهُدٍ كَوَافٍ نَحْنُ فَرَلِيَا أَوْ نَحْنُ يَهْلِيَا كَمَا تَوْنِي يَهْلِيَا كَمَا تَوْنِي يَهْلِيَا
صَنَعْتَ۔^(۲)

(حدیث نمبر ۲) — اسی سے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے:

قَالَ خَدَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ ثَمَالِي
مِائِينَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ مِائِينَ الْحَدِيثِ۔^(۳)
میں نے آپ کی دس برس خدمت کی، اٹھ برس کا بچہ تھا۔

(حدیث نمبر ۳) — بیہقی نے دلائل النبوة میں اور امام حاکم نے مستدرک (جزء ۲ ص ۳۲۲) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ
فَمَرَّ بِرَأْسِهِ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَغُودُهُ فَوَجَدَ أَبَاهُ
عِنْدَ رَأْسِهِ يَقْرَأُ التَّوْرَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
تَحْقِيقُ أَحَدٍ يَهُودِيٍّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا كَرِهْتَ أَنْ يَكُونَ يَهُودِيًّا
نَبِيٌّ ﷺ اس کے پاس خیریت پوچھنے آئے آپ نے اس کے باپ کو اس کے سر کے پاس تو روایت پڑھتے ہوئے پایا، پس رسول اللہ

(۱) ہدایہ۔

(۲) صحیح مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقه ﷺ ج ۱۵ ص ۱۹۰ حدیث ۵۹۲۶ و مشکوٰۃ کتاب الفضائل باب فی اخلاقہ

وشمالہ ج ۳ ص ۱۹۱ حدیث ۵۸۹۱

(۳) مشکوٰۃ کتاب الفضائل باب فی اخلاقہ وشمالہ ج ۳ ص ۱۹۱ حدیث ۵۸۹۱

ﷺ نے اس کو فرمایا اے یہودی میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری۔ کیا میری صفت اور میری بعثت تو تورات میں پاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس جوان نے کہا کیوں نہیں۔ قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ ہم آپ کی تعریف اور آپ کی بعثت کا ذکر تورات میں پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود برحق سوا اللہ کے اور تحقیق آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اس کے سر کے پاس سے اٹھا دو اور اپنے بھائی کے کلام کے دلی ہو جاؤ۔

يَا يَهُودِيَّ اَنْتَ الَّذِي اَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَىٰ مُوسَىٰ هَلْ تَجِدُ فِي التَّوْرَةِ نَعْنِي وَصِفَتِي وَمَخْرَجِي قَالَ لَا قَالَ الْفَتَىٰ بَلَىٰ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنَّا نَجِدُكَ فِي التَّوْرَةِ نَعْنُكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَاِنِّي اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَاَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِاصْحَابِهِ اَقِيْمُوا هَذَا مِنْ رَأْسِهِ وَلَوْ اَخَاكُمْ۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ تبلیغ لڑکے سے خدمت کروانا جائز ہے، مکرمہ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۳ مسلمان اور کافر ذمی کی دیت برابر ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَدِيَّةُ الْمُسْلِمِ وَالْيَتْيِ سَوَاءٌ۔^(۱) ”مسلمان اور ذمی کافر کی دیت برابر ہے۔“ اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان دو احادیث کے خلاف ہے۔ (حدیث نمبر ۱)۔۔۔ ابو داؤد میں عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور اس میں یہ بھی فرمایا: دِيَّةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَّةِ الْمُسْلِمِ۔^(۲) ”کافر کی دیت مسلم کی نصف دیت کے برابر ہے۔“ وَفِي رِوَايَةٍ دِيَّةُ الْمُغَايِدِ نِصْفُ دِيَّةِ الْحُرِّ۔ ”اور ایک روایت میں ہے کہ ذمی کی دیت آزاد آدمی کی دیت سے آدھی ہے۔“ (حدیث نمبر ۲)۔۔۔ ابو داؤد میں عمرو بن شعیب رحمہ اللہ سے روایت ہے:

انہوں نے اپنے باپ سے اور اس نے ان کے دادا سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیت کی مالیت ۸۰۰ دینار یا ۸۰۰۰ درہم تھی اور اس وقت اہل کتب کی دیت مسلمانوں کی دیت کا نصف تھی۔ انہوں نے کہا کہ دیت کی مالیت اتنی ہی رہی یہاں تک کہ خلافت عمر کا دور شروع ہوا تو (ایک دن) جناب فاروق رحمہ اللہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ اونٹ گراں ہو گئے ہیں (یہاں پر اس نسبت سے دیت میں اضافہ ہونا چاہیے) چنانچہ آپ نے بطور دیت اہل زر پر ایک ہزار دینار لازم کیا اور چاندی کے مالکوں پر بارہ ہزار درہم اور جو

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَتْ قِيَمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَمَانِ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ وَدِيَّةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَّةِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَكَانَ كَذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ إِنَّ الْأَيْلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الدِّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اِثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتِي بَقْرَةٍ وَعَلَى

(۱) ہدایۃ کتاب الدیات ج-۳ ص-۸۵۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب الدیات ج-۲ ص-۱۰۳۸ حدیث-۳۲۹۹ (حسن)

أَهْلُ الشَّاءِ أَلْفَى شَاةٍ وَعَلَى أَهْلِ الْحَلَلِ
مَائَتِي خَلَّةٍ قَالَ وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ
يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ - وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ
عَقَلَ الْكَافِرُ نِصْفًا دِيَةَ الْمُسْلِمِ - (رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَالْتِسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَنَبِيلُ الْأَوْطَارِ^(۱))

لوگ گائیں رکھتے ہیں ان پر دو سو گائیں اور بکریوں کے مالکوں پر دو ہزار
بکریاں بطور دیت دینا واجب ٹھہرایا اور طے والوں پر دو سو طے لیکن
آپ نے ذمیوں کی دیت کا ذکر نہ کیا اور نہ اس میں کوئی اضافہ کیا۔
ایک روایت میں ہے کہ کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کے برابر نہیں بلکہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے
آدھی ہے اور ان احادیث میں اہل ذمہ کا ذکر تو صریحاً موجود ہے لیکن حربی کافروں کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔
حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ اپنی سند کے طور پر وہ حدیث لاتے ہیں جو حاشیہ ہدایہ میں مبسوط
ہے۔ زہری نے نقل کیا ہے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ذمی کی دیت مسلمان کے برابر کرتے تھے۔

یہ حدیث مرسل ہے : كَمَا قَالَ الشُّوْكَانِيُّ فِي النَّبْلِ وَحَدِيثُ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلٌ وَمَرَّاسِيْلُهُ قَبِيْحَةٌ لِأَنَّهُ
حَافِظٌ كَبِيْرٌ لَا يَرْسِلُ إِلَّا لِعِلَّةٍ اَنْتَهَى - لَٰذَا اِسْتَدْلَالُ نَحْنُ كَيْفَا جَا سَكْتَا - نِيْزِيَه قول صحابہ ہے اور
قول صحابی اصح مذہب میں حجت نہیں ہے، خاص کر صحیح احادیث مرفوعہ کے مقابلہ میں تو بالاتفاق حجت نہیں ہے۔ نیز
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ انہوں نے ذمی کی دیت چار ہزار درہم ٹھہرائی۔ پس اس سے
ثابت ہوا کہ مبسوط کی روایت محض کذب ہے۔

بعض حنفی وہ حدیث بطور سند لاتے ہیں جو حاشیہ ہدایہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان
کی دیت کے برابر تھی رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں۔

یہ حدیث بھی نہایت ضعیف ہے اور تخریج ہدایہ میں لکھا ہے : وهذا مرسل ضعيف انتہی۔ ظاہر ہے
کہ مرسل حدیث قابل حجت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں عمرو بن شعیب کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کی دیت آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل
کتاب کی دیت چار ہزار تھی اور رسول اللہ ﷺ کے قول سے بھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ کافر ذمی کی دیت مسلمان کی
دیت کا نصف ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اہل ذمہ کی دیت چار ہزار درہم رکھی
اور مسلمانوں کی بارہ ہزار ٹھہرائی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث محض ضعیف ہے، قابل
حجت نہیں۔ اور بر تقدیر صحت ان احادیث کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ سب
احادیث صحیح ہیں اور وہ ضعیف بلا سند ہے۔ علاوہ ازیں اس جانب میں قولی حدیث موجود ہے اور وقت تعارض قول کو
فعل پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۱) صحیح ابوداؤد کتاب الدیات باب الدیۃ کم ہی ج-۲ ص-۱۰۱ حدیث-۳۵۳۲ ومشکوۃ کتاب القصاص باب الدیات ج-۲

ص-۱۰۳۹ حدیث-۳۳۹۸ (حسن)

دیت لینا ثابت نہیں

مسئلہ نمبر ۹۳

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ لَا يَنْبُتُ الدِّيَةُ إِلَّا بِرِضَى الْقَاتِلِ۔ ”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک کے نزدیک دیت ثابت نہیں ہوتی ہے مگر قاتل کی رضامندی سے۔“ یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کر ڈالے تو ولی مقتول کو دیت لینے کا کچھ اختیار نہیں ہے جب تک کہ قاتل دیت دینے پر راضی نہ ہو جائے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — ترمذی اور مسند امام شافعی میں ابی شریحؓ کسی سے روایت ہے :

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ تُمْ أَنْتُمْ يَأْخُزَاعَةَ قَدْ قَتَلْتُمْ هَذَا الْقَتِيلَ مِنْ هَذَا وَآنَا وَاللَّهِ عَاقِلُهُ مَنْ قَتَلَ بَعْدَهُ قَتِيلًا فَآهْلُهُ بَيْنَ خَيْرَتَيْنِ إِنْ أَحْبَبُوا قَتَلُوا وَإِنْ أَحْبَبُوا أَخَذُوا الْعُقْلَ۔^(۱) وَفِي شَرْحِ الشُّعْبَةِ بِإِسْنَادِهِ وَصَرَّحَ بِأَنَّهُ لَيْسَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ وَقَالَ وَأَخْرَجَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ يُعْنَى بِمَعْنَاهُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اے خزیمہ (ایک قبیلہ کا نام ہے) تحقیق قتل کیا ہے تم نے اس قتل کو بذیل سے اور قسم ہے اللہ کی میں دیت دینے والا ہوں اس کی جو شخص اس کے بعد کسی کو قتل کرے پس ولی مقتول کو اختیار ہے اگر چاہیں تو قتل کر ڈالیں یعنی قصاص لے لیں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقتول کے اولیاء کو دونوں طرف کا اختیار ہے خواہ قصاص لے لیں اور خواہ دیت لے لیں، قاتل کی رضامندی کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اس کو اس باب میں کچھ دخل ہے۔ وارث مقتول کا جو چاہے گا وہی ہو گا۔ قاتل راضی ہو یا نہ ہو اور دیت کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اور لمعات میں لکھا ہے :

وَالْحَدِيثُ ظَاهِرٌ فِي أَنَّ الْإِخْتِيَارَ لِأَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ إِنْ شَاءُوا أَوْ اقْتَصَوْا وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ وَهُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ انْتَهَى۔

(حدیث نمبر ۲) — ترمذی میں عمرو بن شعیبؓ سے روایت ہے :

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا دَفِعَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوا وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ الْحَدِيثَ۔^(۳)

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دانتہ کسی کو قتل کرے تو وہ شخص مقتول کے اولیاء کے حوالے کیا جائے پس اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کریں اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔ آخر حدیث تک۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ وارثان مقتول کو اختیار ہے خواہ قتل کریں خواہ دیت لے لیں۔ قاتل کی رضامندی یہاں معتبر نہیں ہے۔

(۱) لمعات شرح مشکوٰۃ باب القصاص۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص فصل اول ج-۲ ص-۱۰۲۹ حدیث-۳۳۵۷ (صحیح)

(۳) مشکوٰۃ کتاب القصاص ج-۲ ص-۱۰۳۳ حدیث-۳۳۷۴

(حدیث نمبر ۳) — سنن داری میں ابی شریح خزاعیؓ سے روایت ہے :

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ
أُصِيبَ بِدَمٍ أَوْ خَبَلٍ وَالْخَبْلُ الْجَرْحُ فَهُوَ
بِالْخِيَارِ بَيْنَ إِحْدَى ثَلَاثٍ فَإِنْ أَرَادَ الزَّائِغَةَ
فَلْيُخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ بَيْنَ أَنْ يَفْتَضَّ أَوْ يَغْفُو أَوْ
يَأْخُذَ الْعَقْلَ^(۱)۔

حدیث تک۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید سے فقط قصاص ہی ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ۔ ”تم پر متھولوں کا قصاص لینا فرض ہے۔“ پس دیت کا واجب کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے۔ اس لیے دیت کا لینا قاتل کی رضامندی سے ہی جائز ہو سکتا ہے۔

جواب: جب یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے تو پھر قاتل کی رضامندی سے تم کتاب اللہ پر زیادتی کیوں جائز رکھتے ہو۔ نیز قتل عمد تو ہمارے بقول فقط قصاص ہی واجب کرتا ہے پھر رضامندی قاتل سے کتاب اللہ پر زیادتی کیسے جائز ہو گئی حالانکہ قاتل کی رضامندی کے ساتھ دیت کا جائز ہونا کسی حدیث صحیح بلکہ ضعیف سے بھی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ محض راوی پر اس کی بنیاد ہے۔ پس بڑے افسوس کی بات ہے کہ رضامندی قاتل کتاب اللہ پر زیادتی جائز رکھی جائے حالانکہ وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی اور اختیار ولی کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہ رکھی جائے حالانکہ وہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے۔ یہ کیسا اندھیر ہے اور نیز دیت اور قصاص کے درمیان وارثانِ متھول کا اختیار ثابت کرنے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مشہور احادیث ہیں۔ اس لیے کہ حدیث مشہور کی تعریف شرح نجہ میں یہ لکھی ہے: هُوَ مَا لَمْ يَطْرُقْ فَوْقَ الْإِثْبَاتِ۔ ”حدیث مشہور وہ ہے جس کے لیے دو سے زیادہ طریق ہوں۔“ اور مشہور کی یہ تعریف ان احادیث پر صادق آتی ہے۔ اس لیے کہ ان کے طریق دو سے زیادہ ہیں۔ ایک طریق ابی شریح کعبی کا ہے، دوسرا طریق ابو ہریرہؓ کا ہے، تیسرا طریق عمرو شعیب کا ہے۔ جب ان کا مشہور ہونا ثابت ہو گیا تو اب ان سے کتاب اللہ پر زیادتی بالاتفاق جائز ہو گی۔

نیز حنفیہ بہت صورتوں میں خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی جائز رکھتے ہیں، کما سیاتی۔ پھر ان صورتوں میں یہ قلعہ قتل قبول کیوں نہیں۔ نیز عموم کتب اللہ کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ کئی وجہ سے جائز ہے۔ جیسے کہ اس کا بیان ابتداء میں گزر چکا ہے۔ پس خبر واحد کے ساتھ زیادت علی النقص کو جائز نہ رکھنا قطعاً باطل اور خیال فاسد ہے اور عقل و نقل دونوں کے مخالف ہے اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: وَيُجَابُ بِأَنَّ عَدَمَ الذِّكْرِ فِي الْآيَةِ لَا يَسْتَلْزِمُ عَدَمَ الذِّكْرِ مُطْلَقًا فَإِنَّ الدِّينَةَ نَابِتٌ فِي حَدِيثِي النَّبَا وَآيَتُهُ تَقْدِيرُ الْآيَةِ لَمَنْ انْقَضَ فَلْيُخْرُ بِالْخُرِّ وَمَنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْئٌ وَيَتَلَدُّ عَلَى ذَلِكَ تَفْسِيرُ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَذْكُورُ انْتَهَى۔ ”آیت میں دیت کا ذکر نہ ہونا اس کے مطلق عدم پر دلالت نہیں کرتا۔ نیز آیت کی تقدیر یہ ہے پس جو قصاص لے پس آزاد بدلے آزاد کے ہے اور جسے معاف کیا گیا پس دیت واجب ہے اور اسی پر ابن عباسؓ کی تفسیر دلالت کرتی ہے۔“

بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں دیکھنا

مسئلہ نمبر ۹۵

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ: ^(۱) ”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر ضمن ہے۔“ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں نظر کرے اور گھر والا اس نظر کرنے والے کی آنکھ کو کسی چیز کے ساتھ اندھا کر دے اور اس کی آنکھ کو نکل دے تو وہ آنکھ نکالنے والا اس کی آنکھ کا ضامن ہے یعنی آنکھ نکالنے والے سے دیت لی جائے گی یا کچھ اور۔ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَوْ أَظْلَعْتُ فِي بَيْتِكَ أَحَدًا وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ فَخَذَفْتُهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتُ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جَنَاحٍ ^(۲) تحقیق انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تیرے گھر میں جھانکے پھر مارے تو اس کو پتھر اور نکل دے اس کی آنکھ کو تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

(حدیث نمبر ۲)۔۔۔ بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ رَجُلًا أَظْلَعَ فِي جُحْرٍ فِي بَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَذْرَى بِحُكِّ بِهِ رَأْسُهُ فَقَالَ لَوْ أَعْلَمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُنِي لَطَعْتُ بِهِ فِي عَيْنِكَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِسْتِزْدَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ ^(۳) تحقیق ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے کسی سوراخ سے اندر جھانکا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس مدر تھی (مدر ایک لکڑی ہوتی ہے کنگے کی شکل پر اس کے ساتھ بدن کو کھلاتے ہیں) آپ اس کے ساتھ اپنے سر مبارک کو کھلا رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا اگر میں جانتا کہ تو میری طرف دیکھ رہا ہے تو میں اس کو تیری دونوں آنکھوں میں گھونپ دیتا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اجازت لینے کا طریقہ اسی لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس طرح دیکھنے کا سدباب ہو سکے۔

(حدیث نمبر ۳)۔۔۔ ترمذی میں ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ فَقَدْ أَتَى حَدًّا لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ وَلَوْ أَنَّهُ جِئَ أَدْخَلَ بَصَرَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ رَجُلٌ فَقَفَا عَيْنَهُ مَا عَيَّرَتْ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ ^(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے پردہ ہٹایا اور اپنی آنکھ کو گھر میں داخل کیا، قبل اس سے کہ اسے اجازت دی جائے پھر اس نے گھر والوں کے مقام ستر کو دیکھا تو تحقیق وہ ایسے مقام پر آیا جہاں آنا اس کے لیے جائز نہ تھا اور جس وقت اس نے اپنی آنکھ کو گھر میں داخل کیا اگر اس وقت کوئی مرد اس کے آگے سے آتا اور اس کی آنکھ پھوڑ دیتا تو میں اس پر کوئی بھی عیب نہ لگاتا، آخر حدیث تک۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مالا یضمن من الجنایات۔

(۲) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ج-۲ ص-۱۰۳۳ حدیث-۳۵۱۳

(۳) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ج-۲ ص-۱۰۳۳ حدیث-۳۵۱۵

(۴) مشکوٰۃ کتاب القصاص باب مالا یضمن من الجنایات ج-۲ ص-۱۰۳۶ حدیث-۳۵۲۱

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کے گھر میں بلا اجازت نظر کرے اور گھر والا اس کی آنکھ پھوڑ دے تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی دیت وغیرہ واجب ہوتی ہے اور نہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ احادیث بطریق زجر وارد ہوئی ہیں مگر یہ محض خیال فاسد ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر ایسے ہی بے دلیل زجر پر محمول کیا جائے تو سب احکام شرع سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ جس حدیث کا کچھ جواب نہ آیا اس کو زجر پر محمول کر دیا پھر احکام شرع کے اثبات کی کیا صورت ہے۔ یوں تو سینکڑوں احکام برباد ہو جائیں گے۔ حالانکہ اثبات ضمان میں کوئی حدیث صحیح بلکہ ضعیف بھی وارد نہیں ہوئی، محض رائے اور مجرد خیال ہے اور محض رائے سے ضمان ثابت کی جائے اور ان احادیث سے ضمان ساقط نہ کی جائے یہ تو بڑے اندھیر کی بات ہے۔ جب خود حدیث میں صاف موجود ہے: مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جَنَاحٍ۔ ”تجھ پر آنکھ نکال دینے میں کچھ گناہ نہیں“ اور آپ نے خود فرمایا کہ اگر میں جانتا تو تیری آنکھ پھوڑ دیتا پھر آنکھ کی ضمانت کہاں سے ثابت ہو گی۔

مسئلہ نمبر ۹۱ استنجا کے لیے جتنے چاہے ڈھیلے استعمال کرے

ہدایہ میں لکھا ہے: وَلَيْسَ فِيهِ عَدَدٌ مَسْنُونٌ^(۱) ”استنجا کرنے میں کوئی عدد مسنون نہیں ہے“ یعنی پاخانہ کے بعد جتنے ڈھیلوں کے ساتھ چاہے استنجا کر لے اس میں کوئی عدد خاص مثلاً تین یا پانچ وغیرہ سنت نہیں ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح مسلم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِيَغَايِطَ أَوْ يَزُولَ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ۔^(۲)

(حدیث نمبر ۲) — ابن ماجہ اور دارمی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوْلِيهِ أَعْلَمُكُمْ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَايِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَأَمَرَ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَنَهَى عَنِ الزُّوْثِ وَالزَّمَةِ۔^(۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک میں تمہارے لیے اسی طرح ہوں جس طرح والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو اور آپ نے حکم دیا تین پتھروں کا اور منع فرمایا گوبر اور ہڈی سے۔

(۱) ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیرھا ج-۱ ص-۷۸

(۲) صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الاستطابۃ ج-۳ ص-۱۳۳ حدیث-۱۰۵

(۳) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۳ حدیث-۳۳۷

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ بطور سند یہ حدیث لاتے ہیں جو ابو داؤد وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **مَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُؤْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرْجَ الْخَدِثِ**۔^(۱) ”جو شخص ڈھیلے لے پس اسے چاہیے کہ طاق لے جس نے یہ کام کیا پس تحقیق اس نے اچھا کیا اور جس نے نہ کیا پس کوئی حرج نہیں آخر حدیث تک۔“

جواب: (الف) اس کی سند ضعیف ہے۔ (ب) نفی حرج سے تین پتھروں کا مسنون نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ مسنون اور مستحب امر کی یہی شان ہے کہ اگر کیا تو ثواب ہے ورنہ کچھ گناہ نہیں۔ چنانچہ فتح الباری کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے: **وَيَسْتَحِبُّ حَبِيبُ اللَّهِ الْإِيقَارَ لِقَوْلِهِ مَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُؤْتِرْ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ لِرِيَادَةِ فَنِي أَبِي دَاوُدَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرْجَ**۔^(۲) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ نفی حرج استحباب کے منافی نہیں ہے۔ نیز فتح الباری میں اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے جو تین کے بعد ڈھیلے زیادہ کئے جائیں۔ پس مَا نَحْنُ فِيهِ سے خارج ہو گا۔ وبهذا يَحْضُلُ الْجَمْعُ بَيْنَ الرِّوَايَاتِ۔

مسئلہ نمبر ۹۷ گوبر اور ہڈی سے استنجا ہو جاتا ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَلَوْ فَعَلَ يُجْزئُهُ لِحُضُولِ الْمَقْصُودِ**۔^(۳) ”اگر ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجا کر لے تو کافی ہے کیونکہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ ان چھ احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مسئلہ نمبر ۹۶ میں مذکور ہو چکی ہے۔

(حدیث نمبر ۲) — ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ابھی اوپر گزری ہے۔

(حدیث نمبر ۳) — ترمذی اور نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ گوبر اور ہڈی کے **وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا إِذَا اخْوَاكُمْ مِنَ الْجَنِّ**۔^(۴) ساتھ استنجانہ کرو کیونکہ وہ تمہارے بھائی جنوں کا کھانا ہے۔

(حدیث نمبر ۴) — ابو داؤد میں روایع بن رافع رضی اللہ عنہ ثابت ہے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَأْزُو نَفْعَ لَعَلِّ الْحَيَوَةِ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ اسے روایع امید ہے کہ تیری عمر **سَتُطَوَّلُ بِكَ بَعْدِي فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ** میرے بعد لمبی ہوگی۔ پس لوگوں کو خبر دے دنا کہ جو اپنی داڑھی کو گرہ **لِحَيْئَتِهِ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرَاوَا اسْتَنْجَى بِوَجْنِ دَابَّةٍ أَوْ** لگائے یا تانت کو گلے میں ڈالے یا گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرے تو **عَظِيمٌ فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِّئَ مِنْهُ**۔^(۵) محمد ﷺ اس سے بیزار ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۳ حدیث-۲۵۲

(۲) فتح الباری کتاب الوضوء شرح باب لا یستنجی بروت ج-۱ ص-۲۵۷ حدیث-۱۵۱

(۳) ہدایۃ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیرہا ج-۱ ص-۷۹

(۴) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۳ حدیث-۲۵۰ (صحیح)

(۵) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۱۳ حدیث-۲۵۱ (صحیح)

(حدیث نمبر ۵) — ابو داؤد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفَدَ الْحِجْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّهُ أَمْتُكَ أَنْ يَسْتَنْجِي بِعَظْمٍ أَوْ رَوْقَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا فَتَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ ذَلِكَ^(۱)

انہوں نے کہا کہ جب جن بصورت وفد نبی ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اپنی امت کو ہڈی یا گوبر یا کوئلے کے ساتھ استنجا کرنے سے منع کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارا رزق رکھا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو اس سے منع کر دیا۔

(حدیث نمبر ۶) — سنن دارقطنی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُسْتَنْجَى بِرَوْثٍ أَوْ بِعَظْمٍ وَقَالَ إِنَّهَا لَا يَطْهَرَانِ قَالَ فَبُيِّنَ الْبَارِئُ وَفِي هَذَا رَدُّ عَلَى مَنْ زَعَمَ أَنَّ الْأَسْتِنْجَاءَ بِهِمَا يُجْزِئُ وَإِنْ كَانَ مِنْهُمَا عَنَّةٌ^(۲)

نبی ﷺ نے گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ پاک نہیں ہیں اور پاک نہیں کرتے ہیں اور فح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے مذہب کی تردید کرتی ہے جو کہتا ہے کہ ان کے ساتھ استنجا کرنا کفایت کرتا ہے۔ اگرچہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

فائدہ : ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ہڈی گوبر اور کوئلے کے ساتھ استنجا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی سخت ممانعت ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمان جنوں کا طعام ہے۔ پس جو شخص گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرے گا رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں یعنی یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ استنجا کرنا کافی نہیں ہے۔ اگر کافی ہو تا تو رسول اللہ ﷺ اس سے منع نہ کرتے۔ اس مضمون کو وضاحت سے امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۹۸ نماز کیلئے کوئی خاص سورۃ مقرر کرنا مکروہ ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک اور مخالف حدیث مسئلہ یہ ہے : وَيُكْرَهُ أَنْ يُؤْتَى لِيَشْفِيَ مِنَ الْقُرْآنِ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّلَوةِ^(۳)

”کسی خاص نماز کے لیے قرآن کی کوئی خاص سورۃ مقرر کر رکھنا مکروہ ہے“ یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جو ان چار احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱) — صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِآلِمٍ تَنْزِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ^(۴)

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں الم تنزیل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورۃ ہل آتی علی الإنسان پڑھتے تھے۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء ج-۱ ص-۱۲۰ حدیث-۳۵۷ (صحیح)

(۲) مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب آداب الخلاء۔

(۳) ہدایۃ کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ ج-۱ ص-۱۲۰

(۴) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب ما یقرأ فی یوم الجمعة ج-۱ ص-۳۰۶ حدیث-۲۰۳۱

(حدیث نمبر ۲) — صحیح مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِيدِينَ اور جمعہ کی نماز میں سورہ سبح اسم ربك
وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ الاعلى اور سورہ هل اتك حديث الغاشية پڑھا کرتے تھے اور جب
اتك حديث الغاشية وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جاتے تو دونوں نمازوں میں وہی
وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ قَرَأَ بِهِمَا فِي سورتیں پڑھتے۔
الصَّلَوَتَيْنِ۔^(۱)

(حدیث نمبر ۳) — شرح سنہ اور ابن ماجہ میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي صَلَوةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں قل يا ايها الكافرون
الْمَغْرِبِ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ اور قل هو الله احد پڑھا کرتے تھے۔
هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔^(۲)

(حدیث نمبر ۴) — صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص مسجد قبا میں جماعت کرایا کرتا تھا اور جب کوئی سورۃ نماز میں شروع کرتا تھا تو
اس سے پہلے قل هو الله احد پڑھ لیا کرتا تھا۔ جب اس سے فارغ ہوتا تو اور سورۃ شروع کرتا اور ہمیشہ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتا تو
اس کے مقتدیوں نے کہا کہ تو ہمیشہ اسی سورۃ کے ساتھ قراءت کو شروع کرتا ہے پھر اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی ملا دیتا ہے۔
معلوم ہوتا ہے کہ تو اس کو کافی نہیں سمجھتا۔ پس یا تو فقط اسی کو پڑھا کر اور یا اس کو چھوڑے اور دوسری کسی سورت کو پڑھا کر۔ اس
نے کہا کہ میں تو اس کو کبھی چھوڑنے والا نہیں ہوں، خواہ تم مجھ کو امام بناؤ یا نہ بناؤ۔ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی۔ پس
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے مقتدیوں کا کتنا کیوں نہیں مانتا اور اس سورۃ خاص کو کیوں لازم کر رکھا ہے؟ اس نے عرض کی کہ
میں اس سورۃ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی محبت تجھ کو بہشت میں داخل کرے گی۔^(۳)

فائدہ : ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز کے لیے مقرر کر لینا جائز ہے بلکہ فجر جمعہ
اور نماز جمعہ وغیرہ بعض نمازوں میں الم تنزیل وھل اتی علی الانسان وغیرہ سورتیں مقرر کر رکھنا سنت
ہے، مکروہ نہیں ہے۔

سجدہ شکر سنت نہیں

مسئلہ نمبر ۹۹

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ لَيْسَ بِسُنَّةٍ بَلْ هِيَ مَكْرُوهَةٌ۔^(۴) ”سجدہ شکر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور
امام مالک کے نزدیک سنت نہیں مکروہ ہے۔“ سو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ مسئلہ بھی ان تین احادیث کے خلاف ہے۔

(۱) صحیح مسلم کتاب الجمعة باب ما يقرأ في صلاة الجمعة ج-۱ ص-۳۰۵ حدیث-۲۰۲۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب القراءة في الصلوٰۃ ج-۱ ص-۲۶۸ حدیث-۸۳۹

(۳) صحیح بخاری کتاب الاذان باب الجمع بين السورتين في الركعة ج-۲ ص-۲۵۵ حدیث-۷۷۳

(۴) لمعات شرح مشکوٰۃ حاشیہ باب سجود الشکر۔

(حدیث نمبر ۱) — ابو داؤد اور ترمذی میں ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاءَهُ أَمْرٌ سَوْرًا أَوْ يَسْرًا بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلَّهِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ
تَعَالَى (۱)

(حدیث نمبر ۲) — دار قطنی اور شرح سنہ میں ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا مِنَ النَّعَاشِينَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِيهِ نَمْلَةٌ قَدْ دَخَلَتْ فِيهِ
فَخَرَّ سَاجِدًا (۲)

(حدیث نمبر ۳) — مسند امام احمد اور ابو داؤد میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ الْمَدِينَةَ فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِنْ عَزْرَاءَ نَزَلَ
ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللَّهَ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا
فَمَكَثَ طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ
خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ
سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا قَالَ إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي
وَشَفَعْتُ لِأُمِّي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أُمِّي فَخَرَزْتُ
سَاجِدًا لِزَيْنِ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ
رَبِّي لِأُمِّي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أُمِّي فَخَرَزْتُ
سَاجِدًا لِزَيْنِ شُكْرًا ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ
رَبِّي لِأُمِّي فَأَعْطَانِي الثَّلَاثَ الْأَجْزَ فَخَرَزْتُ
سَاجِدًا لِزَيْنِ شُكْرًا (۳)

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ شکر کرنا سنت ہے اور جب کوئی نعمت عظیمہ ہاتھ آئے تو اس وقت سجدہ شکر بجالانا سنت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی، امام احمد اور امام محمد وغیرہ کا۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ سجدہ سے مراد ان احادیث میں نماز ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب سجود الشکر ج-۱ ص-۴۷۲ حدیث-۱۳۹۳ (حسن)

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب سجود الشکر ج-۱ ص-۴۷۲ حدیث-۱۳۹۵

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب سجود الشکر ج-۱ ص-۴۷۳ حدیث-۱۳۹۶ (ضعیف)

جواب: یہ تاویل ان احادیث کے ظاہر کے سراسر خلاف ہے۔ ان احادیث میں فقط اتنا ہی ذکر ہے کہ آپ عجبہ میں گر پڑے قیام اور قراءت اور رکوع اور تشد وغیرہ ارکان اور اذکار نماز کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔

پس یہ تاویل قطعاً باطل اور مردود ہے۔ خاص کر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث تو اس تاویل کے باطل کرنے میں ایسی صریح ہے کہ جس میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔ اس لیے کہ اس صورت کا نماز ہونا کسی طرح سے ممکن نہیں ہے اور نہ کسی اہل شعور کو یہ طاقت ہے کہ اس صورت کو نماز کہہ سکے۔ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور تین مرتبہ سجدہ میں گر پڑنا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نے تین مرتبہ اپنی امت کے لیے دعا کی تھی، سو اللہ تعالیٰ نے میری امت کو بخش دیا۔ یہ کس مذہب کی نماز ہے اور اس صورت کا نماز ہونا کیسے ممکن ہے۔

بعض خفی یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے مگر یہ دعویٰ شیخ باطل ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر جو مسئلہ نمبر امیں مذکور ہو چکی ہیں۔ خاص کر یہ کہ تلخ کا بھی کچھ پتہ نہیں، محض رائے کو تلخ ٹھہراتے ہیں۔ اور بعض خفی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعتیں بے حد اور بے شمار ہیں اور بندہ اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ پس سجدہ شکر کا حکم کرنا تکلیف ملاطابق ہے۔

جواب: یہ بھی محض خیال فاسد ہے۔ اس لیے کہ اول تو ہم بطور معارضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کرو گے تو تمہارے لیے ہم نعمتیں زیادہ کر دیں گے۔" اور دوسری

جگہ فرمایا: **وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ** ”اللہ کا شکر کرو۔“ اور آپ کے بقول اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد اور بیشمار ہیں اور بندہ ان کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ پس شکر کا حکم فرماتا تکلیف مالا یطاق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تکلیف مالا یطاق دی ہے۔ **نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔**

دوم یہ کہ اس سے مراد ہر نعمت نہیں بلکہ عظیم نعمتیں ہیں جیسے کہ شیخ نے لغت میں لکھا ہے: وَلِكِنَّ الْعَامِلِينَ بِهَا يُرِيدُونَ النِّعَمَ الْعَظِيمَةَ ”سجدہ شکر بجالانے والے اس سے عظیم نعمتیں مراد لیتے ہیں۔“

مسئلہ نمبر ۱۰۰ ظہر کا وقت تب ہوتا ہے جب ہر چیز کا سلیہ اس کے

دو مثل ہو جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَاخْزَوْفِيهَا عِنْدَ ابْنِي حَنِيفَةَ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلِيهِ سَوَىٰ فِيهِ الزَّوَالُ**۔^(۱) ”ظہر کا آخر وقت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تب ہوتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے، سوا اصلی سایہ کے“ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ان گیارہ احادیث کے خلاف ہے۔

(حدیث نمبر ۱)۔۔۔۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا زَالَتْ
الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كظَوْلِهِ مَا لَمْ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز ظہر کا وقت وہ ہے جب آفتاب دھل
جائے اور مرد کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہو جائے، جب تک کہ عصر

(١) هداية كتاب الصلوة باب المواقيت ج-١ ص-٨١

يَحْضُرُ الْعَصْرَ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرْ
الشَّمْسُ الْحَدِيثُ- (۱)

نہ آئے اور عصر کا وقت رہتا ہے جب تک کہ آفتاب زرد نہ ہو جائے
آخر حدیث تک۔

(حدیث نمبر ۲) — موطا امام مالک میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عُمَالِهِ أَنَّ أَهَمَّ أُمُورِكُمْ عِنْدِي
الصَّلَاةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ
وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سَوَاهَا أَضْيَعُ ثُمَّ كَتَبَ
أَنْ صَلُّوا الظُّهْرَ إِنْ كَانَ الْغَيْثُ ذِرَاعًا إِلَى أَنْ
يَكُونُ ظِلُّ أَحَدِكُمْ مِثْلَهُ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ
مُزْتَفِعَةً يَنْصَاءُ نَقِيَّةً قَدْزَ مَا يَسِيرُ الرَّكِبُ
فَرَسَخِينَ أَوْ ثَلَاثَةَ قَبْلِ مُغِيبِ الشَّمْسِ
الْحَدِيثُ- (۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کی طرف لکھا کہ میرے نزدیک تمہارا
سب سے اہم کام نماز ہے۔ جس نے اسے نگاہ میں رکھا اور اس کی حفاظت
کی، اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے اس کو ضائع کیا پس وہ
اور کاموں کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت
پڑھو جب سایہ ایک گز کے برابر ہو یہاں تک کہ تمہارے ایک کاسیہ اس
کی مثل ہو جائے اور پڑھو عصر کو جب آفتاب بلند سفید اور صاف ہو اور
غروب آفتاب میں اتنا وقفہ ہو کہ سوار دو یا تین فرسنگ کا فاصلہ قبل از
غروب آفتاب طے کر سکے، آخر حدیث تک۔

(حدیث نمبر ۳) — بخاری اور مسلم میں سیار بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ
فَقَالَ لَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجْرَةَ
الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَذْخُضُ الشَّمْسُ
وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ
وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ- (۳)

میں اور میرا باپ ابی برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے میرے باپ نے اس
کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرضوں کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟ اس
نے کہا کہ آپ نماز پڑھتے تھے سخت گرمی کی جس کو تم اولیٰ بولتے ہو
جب آفتاب ڈھل جاتا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب ہم میں
سے کوئی (مدینہ کے دوسری جانب) اپنے گھر جاتا تو آفتاب ابھی تک زندہ
ہوتا۔

اور ابو داؤد نے خیمہ سے کہا : حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا۔ ”زندہ ہونا اس کا یہ ہے کہ اس کی گرمی معلوم ہو۔“ اور فتح الباری
میں لکھا ہے : وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ أَيَّ يَنْصَاءُ نَقِيَّةً قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّبِ الْمُرَادُ بِحَيَاتِهَا قُوَّةُ أَثَرِهَا حَوَازَةً وَلَوْ نَا وَشُعَاعًا وَانْزَارَةً وَذَلِكَ
لَا يَكُونُ بَعْدَ مَصِيرِ الظِّلِّ فِثْلِ الشَّيْءِ۔ ”سورج کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سفید اور صاف ہو۔ ابنِ نمیر نے کہا
کہ سورج کی حیات سے مراد اس کے رنگ روشنی، شعلے اور حرارت کی قوت کا اثر ہے اور یہ اس وقت محسوس نہیں ہوتا
جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل سے بڑھنے لگے۔“

(حدیث نمبر ۴) — صحیح بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب اوقات الصلوات الخمس ج-۵ ص-۱۱۳ حدیث-۱۳۸۵ ومشکوۃ کتاب

الصلوة باب مواقيت الصلوة ج-۱ ص-۱۸۳ حدیث-۵۸۱

(۲) مشکوۃ کتاب الصلوة باب المواقيت ج-۱ ص-۱۸۶ حدیث-۵۸۵

(۳) مشکوۃ کتاب الصلوة باب تعجيل الصلوة ج-۱ ص-۱۸۸ حدیث-۵۸۷

رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے جب آفتاب بلند اور روشن ہوتا اور کوئی جلنے والا مدینے کے بلائی علاقہ میں جا کر وہاں کے لوگوں سے ملتا تو اس وقت بھی سورج بلند ہوتا اور بلائی علاقہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے یا اس کے لگ بھگ۔

پھر عصر پڑھ کر نکلتا انسان طرف قبا کی، پس آتا ان کے پاس اور اس وقت آفتاب بلند ہوتا۔

پھر عصر پڑھ کر نکلتا انسان طرف بنی عمرو بن عوف کے پاس ان کو عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

ان احادیث اور جو ان کے بعد ہیں سے مراد یہ ہے کہ نماز عصر اول وقت میں پڑھنے کے لیے جلدی کی جائے کیونکہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کوئی شخص نماز عصر پڑھنے کے بعد دو یا تین میل چلے اور سورج پھر بھی زرد نہ ہو۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے اگر عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو۔

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُزْتَفِعَةً حَتَّىٰ يَذْهَبَ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُزْتَفِعَةً وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْثَالٍ أَوْ نَحْوِهِ^(۱)

اور ایک روایت میں ہے :

ثُمَّ يَذْهَبُ الدَّاهِبُ إِلَى قَبَاءَ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُزْتَفِعَةً^(۲)

اور ایک روایت میں ہے :

ثُمَّ يُخْرَجُ إِنْسَانٌ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّونَ الْعَصْرَ^(۳)

فائدہ : امام نووی نے لکھا ہے :

وَالْمُرَادُ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَمَا بَعْدَهَا الْمُبَادَرَةُ لِصَلَاةِ الْعَصْرِ أَوَّلَ وَفَتْهَا لِأَنَّهُ لَا يُمَكِّنُ أَنْ يَذْهَبَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِثْلَيْنِ وَثَلَاثَةً وَالشَّمْسُ بَعْدَ لَمْ يَتَغَيَّرْ بِضَفْرَةٍ وَنَحْوِهَا إِلَّا إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ جِئْنَا صَارَ ظِلُّ الشَّيْءِ مِثْلَهُ^(۴)

(حدیث نمبر ۵)۔ صحیح مسلم میں علاء رحمہ اللہ سے روایت ہے :

کہ وہ انس بن مالک رحمہ اللہ کے پاس ان کے گھر بصرہ گئے اس وقت وہ ظہر کی نماز پڑھ کر آئے تھے اور ان کا گھر بھی مسجد کے پہلو میں تھا۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیا آپ عصر کی نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہم تو ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آئے ہیں۔ کہنے لگے تو پھر عصر کی نماز پڑھ لو۔ ہم اٹھے اور نماز ادا کی۔ جب فارغ ہو گئے تو انس رحمہ اللہ فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي دَارِهِ بِالْبَصْرَةِ حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَاوَهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ أَصَلَيْتُمُ الْعَصْرَ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ قَالَ فَصَلُّوا الْعَصْرَ فَقُلْنَا فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ سَمِعْتُ

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التکبیر بالعصر ج-۵ ص-۱۲۳ حدیث-۱۳۰۷ ومشکوٰۃ کتاب

الصلوة باب تعجيل الصلوات ج-۱ ص-۱۸۹ حدیث-۵۹۲

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التکبیر بالعصر ج-۵ ص-۱۲۳ حدیث-۱۳۰۹

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التکبیر بالعصر ج-۵ ص-۱۲۳ حدیث-۱۳۱۰

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة شرح باب استحباب التکبیر بالعصر ج-۵

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ تِلْكَ صَلَوةُ الْمُتَأَفِّقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ قَامَ فَتَقَرَّهَا أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔^(۱)

سنا ”موخر کر کے پڑھی جلنے والی نماز“ منافق کی نماز ہوتی ہے۔ وہ بیٹھا رہتا ہے اور سورج کو دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو کھڑے ہو کر چار ٹھونگے مار لیتا ہے اور اللہ کا ذکر بھی بس برائے نام ہی کرتا ہے۔

(حدیث نمبر ۶) — صحیح مسلم میں ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ قُلْتُ يَا عَمِّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهَذِهِ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ۔^(۲)

انہوں نے کہا کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر ہم نکلے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے اور انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے کہا چچا جان یہ کون سی نماز ہے جو آپ نے پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ عصر کی نماز ہے اور یہ وہ نماز ہے جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے :

هَذَا الْحَدِيثَانِ صَرِيحَانِ فِي التَّكْبِيرِ لِصَلَاةِ الْعَصْرِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَأَنَّ وَقْتُهَا يَدْخُلُ بِمَصِيرِ ظِلِّ الشَّيْءِ مِثْلُهُ وَلِهَذَا كَانَ الْأَخْرُؤَنَ يُؤَخَّرُونَ الظُّهْرَ إِلَى ذَلِكَ الْوَقْتِ۔^(۳)

یہ دونوں احادیث نماز عصر کو اول وقت میں پڑھنے کی صراحت کرتی ہیں۔ نیز اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اس لیے بعض دوسرے حضرات ظہر کو اس وقت تک موخر کرتے تھے۔

(حدیث نمبر ۷) — صحیح مسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَنَحَّرُ الْجُرُوزُ فَتَقْسِمُ عَشْرَ قِسْمٍ ثُمَّ نَطْبُخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ۔^(۴)

اس نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر اونٹ فزع کیا جاتا اور اسے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر ہم اس کو پکاتے اور پکا ہوا گوشت کھاتے یہ سب کام غروب آفتاب سے پہلے ہوتے۔

فائدہ: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : هَذَا تَصْرِيحٌ بِالْمُبَالَغَةِ فِي التَّكْبِيرِ بِالْعَصْرِ۔^(۵) ”یہ حدیث نماز عصر کو بلا تاخیر ادا کرنے کی صراحت کرتی ہے“ انتہی۔“

نیز امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے : وَفِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ وَمَا بَعْدَهَا دَلِيلٌ لِمَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التكبير بالعصر ج-۵ ص-۱۲۵ حدیث-۱۳۱۱

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التكبير بالعصر ج-۵ ص-۱۲۵ حدیث-۱۳۱۲

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التكبير بالعصر ج-۵ ص-۱۲۵ شرح حدیث-۱۳۱۵

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التكبير بالعصر ج-۵ ص-۱۲۶ حدیث-۱۳۱۳

(۵) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب استحباب التكبير بالعصر ج-۵ ص-۱۲۷ شرح حدیث-۱۳۱۴

وَحَمْلُهُوَرِ الْعُلَمَاءِ أَنْ وَقْتُ الْعَصْرِ يَدْخُلُ إِذَا صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَدْخُلُ حَتَّى يَصِيرَ ظِلُّ الشَّيْءِ مِثْلَهُ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ حُجَّةٌ لِلْجَمَاعَةِ عَلَيْهِ مَعَ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي بَيَانِ الْمَوَاقِيتِ وَحَدِيثِ جَابِرٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ^(۱) ”ان احادیث میں اور جو ان کے بعد ہیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے یعنی وقت عصر شروع ہو جاتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جاتا ہے۔ لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نماز عصر کا وقت تب شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے۔ مگر یہ احادیث بشمول حدیث ابن عباس رحمہ اللہ موافقت کے بیان میں اور حدیث جابر رحمہ اللہ وغیرہ جمہور علماء و محدثین کے مسلک کی تائید کرتی ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے خلاف حجت ہیں۔“

(حدیث نمبر ۸)۔۔۔ صحیح بخاری اور مسلم میں محمد بن عمرو بن حسن بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے :

قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ صَلَوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالنَّهَاجَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيْثُ الْحَدِيثُ^(۲) انہوں نے کہا کہ ہم نے جابر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے نبی ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز اول وقت سخت گرمی میں پڑھتے تھے اور عصر اس وقت پڑھتے جب آفتاب گرم اور روشن ہو۔

(حدیث نمبر ۹)۔۔۔ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے :

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي التَّدَايِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ لَمْ لَا يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَبْمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَا أَسْتَبْقُوا إِلَيْهِ الْحَدِيثُ^(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ جانتے کہ اذان اور صف اول میں کیا ثواب ہے تو قرعہ ڈالے بغیر جگہ نہ حاصل کر پاتے اور اگر لوگ اول وقت نماز پڑھنے کا ثواب جانتے تو اس کے لیے بھاگے آتے۔

(حدیث نمبر ۱۰)۔۔۔ صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے :

قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا وَفِي رِوَايَةٍ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ طَالِعَةً فِي حُجْرَتِي لَمْ يَفِئِ الْفَيْئُ بَعْدُ^(۴) نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے اور آفتاب میرے حجرے سے خارج نہیں ہوتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ میرے حجرے میں ہوتی، ابھی تک سایہ بلند نہیں ہوتا تھا۔

فائدہ : امام نووی نے لکھا ہے : مَعْنَاهُ كُلُّهُ التَّبَكُّيُّ بِالْعَصْرِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَهُوَ جَنُّ يَصِيرُ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَكَانَتْ الْحُجْرَةُ ضَيْقَةً الْعُرْصَةِ فَصِيرَةُ الْجِدَارِ بِحَيْثُ يَكُونُ طُولُ جِدَارِهَا أَقَلَّ مِنْ مَسَاحَةِ الْعُرْصَةِ بِشَيْءٍ يَسِيرٍ فَإِذَا صَارَ ظِلُّ الْجِدَارِ مِثْلَهُ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ وَتَكُونُ الشَّمْسُ بَعْدَ فِي أَوَّلِ الْعُرْصَةِ لَمْ يَفِئِ الْفَيْئُ فِي الْجِدَارِ الشَّرْقِيِّ وَكُلُّ الرِّوَايَاتِ مَحْمُولَةٌ عَلَى مَا ذَكَرْنَا وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ^(۵) ”ان تمام احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ پڑھنے میں جلدی کی جائے یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور حجرہ کا میدان بہت تنگ تھا اور دیواریں

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة شرح باب استحباب التبکی بالصرح ج-۵ ص-۱۲۵ شرح حدیث-۱۳۱۵

(۲) مشکوٰۃ کتاب الصلوة باب تعجیل الصلوات ج-۱ ص-۱۸۸ حدیث-۵۸۸

(۳) مشکوٰۃ کتاب الصلوة باب فضائل الصلوة باب فضائل الصلوة ج-۱ ص-۱۸۸ حدیث-۲۳۸

(۴) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاة باب اوقات الصلوات الخمس ج-۵ ص-۱۱۱ حدیث-۱۳۸۰

(۵) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب الاوقات الخمس ج-۵ ص-۱۱۱ حدیث-۱۳۹۳

چھوٹی تھیں۔ پس طور کہ دیواروں کا طول میدان کے اندازہ سے کچھ کم تھا۔ پس جب دیوار کا سلیہ اس کے مثل ہو جاتا تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا اور ابھی آفتاب میدان حجرہ کے اخیر میں ہوتا اور شرقی دیوار کے اوپر سلیہ بلند نہ ہوتا اور سب روایات اس پر محمول ہیں، ولله التوفیق۔“

فتح الباری میں لکھا ہے: وَشَدَّ الظَّحَاوِيُّ فَقَالَ لَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى التَّعْجِيلِ لِاحْتِمَالِ أَنَّ الْحُجْرَةَ كَانَتْ قَصِيرَةً الْجِدَارِ فَلَمْ تَكُنِ الشَّمْسُ تَخْتَجِبُ عَنْهَا إِلَّا بِقُرْبِ غُرُوبِهَا فَيَلُكُ عَلَى التَّأَخِيرِ لَا عَلَى التَّعْجِيلِ وَتُعْقَبُ بِأَنَّ اللَّيْلَ ذَكَرَهُ مِنْ الْإِحْتِمَالِ إِنَّمَا يَتَصَوَّرُ مَعَ اتِّسَاعِ الْحُجْرَةِ وَقَدْ عُرِفَ بِالْإِسْفَاضَةِ وَالْمُشَاهَدَةِ أَنَّ حُجْرَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ تَكُنْ مُتَّسِعَةً وَلَا يَكُونُ ضَوْ الشَّمْسِ بَاقِيًا فِي قَعْرِ الْحُجْرَةِ الصَّغِيرَةِ إِلَّا وَالشَّمْسُ قَائِمَةً مُزْتَفِعَةً وَالْأَفْمَنُي مَالَتْ جِدًّا اِزْتَفَعَ ضَوْءُهَا عَنْ قَعْرِ الْحُجْرَةِ وَلَوْ كَانَتْ الْجُلُزُ قَصِيرَةً قَالَ التَّنَوُّي كَانَتْ الْحُجْرَةُ ضَبَقَةَ الْعَرْصَةِ الْخ- ”طلوی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عصر کے جلدی پڑھنے کی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اور آفتاب اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا تھا مگر جبکہ غروب کے قریب ہوتا پس تاخیر دلائل کرے گا نہ جلدی پر اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال جب متصور ہو سکتا ہے جبکہ حجرہ فراخ لیکن استفادہ مشاہدے کے ساتھ پہچانا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی بیویوں کے حجرے فراخ نہیں تھے اور آفتاب کی روشنی چھوٹے حجرے کے اندر اسی وقت رہتی ہے جب آفتاب قائم اور بلند ہو۔ پس جب وہ بہت نیچے ہو جائے تو اس وقت اس کی روشنی قمر حجرہ سے بلند ہو جاتی ہے، اگرچہ دیواریں چھوٹی ہوں۔ امام نووی نے کہا کہ حجرہ کا میدان بہت تنگ تھا اور دیواریں چھوٹی تھیں، الی آخر۔“

(حدیث نمبر ۱۱) — نسائی میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلَّى مَعِيَ فَصَلَّى الظُّهْرَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ حِينَ صَارَ فَيْئُ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَالْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ قَالَ ثُمَّ صَلَّي الظُّهْرَ حِينَ كَانَ فَيْئُ الْإِنْسَانِ مِثْلَهُ وَالْعَصْرَ حِينَ كَانَ فَيْئُ الْإِنْسَانِ مِثْلَهُ^(۱)

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھ پس آپ نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب آفتاب ڈھل گیا اور عصر پڑھی جب ہر چیز کا سلیہ اس کے مثل کے برابر ہو گیا اور مغرب جب آفتاب ڈوب گیا اور عشاء جب شفق کی سرخی غائب ہو گئی۔ اس نے کہا پھر ظہر کی نماز پڑھی جب آدمی کا سلیہ اس کے برابر ہو گیا اور عصر کو پڑھا جب آدمی کا سلیہ اس سے دوگنا ہو گیا

یعنی پہلے روز عصر کو اول وقت میں پڑھا اور دوسرے دن عصر کو اول وقت سے تاخیر کر کے پڑھا۔ کذا قالہ الشیخ سلام اللہ والنووی اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس بات کی کہ نماز کے لیے ایک وقت فضیلت کا ہے اور ایک وقت اختیار کا ہے پس پہلے دن فضیلت کے وقت نماز عصر پڑھی اور دوسرے دن اختیار کے وقت کسی مصلحت راجح کی بناء پر پڑھی۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اور ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا بلکہ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ عصر کی نماز پڑھ کر چار میل چلے جانا اور پھر بھی آفتاب کا گرم اور روشن رہنا اور عصر کے بعد اونٹ کو ذبح کر کے تقسیم کرنا اور پھر پکا کر آفتاب ڈوبنے سے پہلے اس کو کھالینا اور آفتاب کا عصر کے بعد حجرہ کے اندر داخل رہنا وغیرہ سب صورتیں اسی وقت متصور ہو سکتی ہیں جب عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہو جائے اور اگر عصر کی نماز کو دو مثل کے بعد پڑھا جائے تو یہ سب صورتیں متصور نہیں ہو سکتی ہیں اور چار میل چلنا اور پھر بھی آفتاب کا روشن رہنا اور اونٹ کو ذبح کر کے پکا کر غروب سے پہلے کھالینا وغیرہ صورتیں ممکن نہیں ہیں۔

تنبیہ: بعض کہتے ہیں کہ ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعت کا وقت مشترک ہے اور وہ اپنی سند کے طور پر حدیث جبرائیل علیہ السلام پیش کرتے ہیں: صَلَّى بِي الظُّهْرِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَصَلَّى بِي الْعَصْرِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ۔ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا اور پہلے دن عصر کی نماز مجھ کو اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔“

جواب: اس کا امام نووی نے یہ لکھا ہے: وَأَجَابُوا عَنْ حَدِيثِ جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَنَّهُ مَعْنَاهُ فَرَعَ مِنْ الظُّهْرِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَشَرَعَ فِي الْعَصْرِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ فَلَا امْتِرَازَ بَيْنَهُمَا فَهَذَا التَّوَاتُؤُ وَالْمُتَعَيِّنُ لِلْجَمْعِ بَيْنَ الْأَحَادِيثِ وَأَنَّهُ إِذَا حُمِلَ عَلَى الْإِسْتِرَاكِ يَكُونُ اخْتِرَافُ الظُّهْرِ مَجْهُولًا لِأَنَّهُ إِذَا ابْتَدَأَ بِهَا حِينَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ لَمْ يُعْلَمْ مَتَى فَرَعَ مِنْهَا وَحِينَئِذٍ يَكُونُ اخْتِرَافُ الظُّهْرِ مَجْهُولًا وَلَا يَحْصُلُ بَيَانُ حُدُودِ الْأَوْقَاتِ وَإِذَا حُمِلَ عَلَى مَا تَأَوَّلَتْهُ حَصَلَ مَعْرِفَةُ اخْتِرَافِ الْوَقْتِ وَانْتَضَمَتْ الْأَحَادِيثُ عَلَى اتِّفَاقٍ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ۔^(۱) ”جمہور نے جبرائیل علیہ السلام کی حدیث کا ایسے طور پر جواب دیا ہے کہ اس کا یہ ہے کہ دوسرے دن ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک ظہر سے فارغ ہو گئے اور پہلے دن عصر اس وقت شروع کی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ لہذا اس میں کچھ اشتراک نہیں ہے اور یہی تاویل احادیث کے درمیان تطبیق کے لیے متعین ہے اور اشتراک پر اس کو محمول کیا جائے تو ظہر کا آخر وقت مجہول ہو جائے گا اس کی پہچان نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ جب ایک مثل سایہ ہونے کے بعد نماز شروع کی تو نہ معلوم ہو گا کہ کس وقت اس سے فارغ ہوئے اور اس وقت ظہر کا آخر وقت معلوم نہیں ہو گا بلکہ مجہول رہے گا اور اگر ہماری تاویل پر محمول کیا جائے تو آخر وقت کی معرفت حاصل ہو جائے گی اور سب احادیث میں تطبیق اور موافقت بھی ہو جائے گی۔

نیز صحیح مسلم کی ایک روایت میں یوں آیا ہے: قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمُ الظُّهْرَ فَإِنَّهُ وَقْتُ إِلَى أَنْ يَخْضُرَ الْعَصْرُ۔^(۲) اور ایک روایت میں ہے: وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ يَخْضُرِ الْعَصْرُ۔^(۳) ”جب تم ظہر کی نماز پڑھو پس وہ وقت ظہر کا ہے“ یہاں تک کہ عصر

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب اوقات الصلوات الخمس ج-۵ ص-۱۱۳ شرح حدیث-۱۳۷۸

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب اوقات الصلوات الخمس ج-۵ ص-۱۱۳ حدیث-۱۳۸۳

(۳) صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوة باب اوقات الصلوات الخمس ج-۵ ص-۱۱۳ حدیث-۱۳۸۵

کا وقت ہو جائے۔“ اور فرمایا وقت ظہر کا تب تک ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہو جائے۔
امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: مَعْنَاهُ وَقْتُ لَدَاءِ الظُّهْرِ وَفِيهِ دَلِيلٌ لِلشَّافِعِيِّ وَلِلْأَكْثَرِينَ أَنَّهُ لَا اشْتِرَاكَ بَيْنَ وَقْتِ الظُّهْرِ وَوَقْتِ الْعَصْرِ بَلْ مَتَى خَرَجَ وَقْتُ الظُّهْرِ ظِلُّ الشَّيْءِ مِثْلُهُ غَيْرُ الظِّلِّ الَّذِي يَكُونُ عِنْدَ الزَّوَالِ دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ مِنْ وَقْتِ الظُّهْرِ۔^(۱) ”اس کا معنی یہ ہے کہ وہ وقت ظہر کی نماز ادا کرنے کا ہے اور اس میں امام شافعی اور دیگر اکثر علماء کے مذہب کی دلیل ہے یہ کہ وقت ظہر اور وقت عصر کے درمیان کوئی اشتراک نہیں بلکہ جب ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے سے ظہر کا وقت ختم ہو جائے (باستثناء اس سائے کے جو زوال کے وقت ہوتا ہے) تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت نماز ظہر کے وقت کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہتا۔“

بعض حنفی یہ سند لاتے ہیں جو بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِذُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔^(۲) ”جب سخت گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو پس تحقیق گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔“ اور اس حدیث کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: إِنَّمَا أُخْبِرُكَ فَصَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ وَمِثْلُكَ رَوَاهُ مَالِكٌ۔ ”سوا اس کے نہیں کہ میں تجھ کو خبر دیتا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھ جبکہ سایہ تیرا تیرے برابر ہو جائے“ اسے مالک نے روایت کیا۔ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ اس کے جواب دو ہیں۔

پہلا جواب: شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں یہ دیا ہے: حَيْثُ قَالَ مَعْنَاهُ مَعَ الْفَنَى وَالْأَصْلَحِي بِحَيْثُ يَكُونُ الْمَجْمُوعُ ذَلِكَ الْقَدْرُ وَيَحْضُلُ ذَلِكَ بِالْإِبْرَادِ بِالصَّيْفِ وَالتَّجْكِيرِ فِي الشِّتَاءِ فَلَا دَلِيلَ لِمَنْ قَالَ بِبَقَاءِ وَقْتِ الظُّهْرِ بَعْدَ مَا صَارَ الظِّلُّ مِثْلَهُ۔ ”اس کا معنی یہ ہے کہ اصلی سایہ کے ساتھ بائیں طور کہ کل مجموعہ اس قدر ہو جائے اور یہ گرمیوں میں ابراد کے ساتھ حاصل ہو گا اور سردیوں میں اول وقت کے ساتھ پس اس میں کوئی دلیل نہیں، اس شخص کے لیے جو ایک مثل کے بعد ظہر کے وقت کے باقی رہنے کا قائل ہے۔“

دوسرا جواب: اس کا معنی یہ ہے کہ ایک مثل کے ہونے تک ظہر پڑھ کر فارغ ہو جا۔ جیسے کہ امام نووی نے حدیث جبریل علیہ السلام کا معنی کیا ہے، پس اس صورت میں سب احادیث کی تطبیق ہو جائے گی اور ایک مثل کے بعد ظہر کے وقت کے باقی رہنے پر حنفیہ اس کے علاوہ اور کئی احادیث سے سند لاتے ہیں لیکن درحقیقت ان احادیث کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ معیار الحق اور اختیار الحق وغیرہ میں کمال بطل کے ساتھ اس کا بیان مذکور ہے، مَنْ شَاءَ فَلْيُزِجْ جَعْلَ الْبَيْتِ۔

اسی وجہ سے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: أَمَّا أَخْرَجَ وَقْتِ الظُّهْرِ فَلَمْ يُوْجَدْ فِي حَدِيثِ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّهُ يَبْقَى بَعْدَ مَصِيرِ ظِلِّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ وَلِذَا خَالَفَ أَبَا حَنِيفَةَ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ صَاحِبَاهُ وَوَأَقْفَا الْعَمَلُورَ۔ ”ایک مثل کے بعد ظہر کا آخر وقت باقی رہتا کسی حدیث صحیح بلکہ ضعیف میں بھی پایا نہیں گیا۔ اسی وجہ سے صاحبین امام صاحب سے اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اور جمہور کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔“

(۱) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوة باب اوقات الصلوات الخمس ج-۵ ص-۱۱۲ شرح حدیث-۱۳۸۳

(۲) صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاة باب استحباب الابراء بالظہر ج-۵ ص-۱۱۸ حدیث-۱۳۹۳

مسئلہ نمبر ۱۱ قیدیوں سے بدلہ لیا جائے نہ ان پر احسان کیا جائے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَفْأَذِي بِالْأَسَاذِي عِنْدَ أَبِي خَنِيفَةَ وَلَا يُمَنُّ عَلَيْهِمْ^(۱) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نہ قیدیوں کا بدلہ لیا جائے اور نہ ان پر احسان کیا جائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ان چار احادیث کے خلاف ہے (حدیث نمبر ۱)۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند سوار نجد کی طرف بھیجے سو وہ ثلمہ بن اٹال کو جو یملمہ کا سردار تھا قید کر کے لے آئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو تین دن تک مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ رکھا پھر تین دن کے بعد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو:

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَطْلِقُوا ثَمَامَةَ قَرِيبَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ قَرِيبَ كَهَجُورِ الْوَدَّ فِي دَرْخَتِ فِي جَلَاغِيلَ وَهَلْ اسْنَى غَسْلَ كَمَا يَمُورُ مَسْجِدٍ فِي دَاخِلٍ هُوَا كَمَا فِي مِثْلٍ كَوَاهِي دِيَا هُوَا اسْ بَلْتِ كِي كَهْ نَبِيْسَ اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ كُوِيْ مَعْبُودٌ بِرَحْمَتِ اللّٰهِ كِيْ اُوْر كَوَاهِي دِيَا هُوَا كَهْ تَحْقِيقُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) الْحَدِيثُ۔ (۲)

اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے

(حدیث نمبر ۲)۔ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اَنَّ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيمِ مُتَسَلِّمِيْنَ يُرِيدُوْنَ غَرَّةَ النَّبِيِّ ﷺ وَاصْحَابِهِ فَاَخَذَهُمْ سِلْمًا فَاَسْتَحْيَاهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ فَاَعْتَقَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ۔ (۳)

مکہ والوں میں سے اسی (۸۰) مرد رسول اللہ ﷺ پر جبل تنعیم سے اترے، ہتھیار باندھے ہوئے وہ رسول اللہ ﷺ کے اور ان کے اصحاب پر غفلت میں حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو عاجز اور فرما ہوا دار کر کے پکڑ لیا۔ بعد ازاں آپ نے ان کو زندہ رکھا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا یعنی ان پر احسان کیا اور ان کو چھوڑ دیا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور اللہ وہ ہے جس نے مکہ کے میدان میں ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکا۔

(حدیث نمبر ۳)۔ شرح سنہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا اَسْرَ اَهْلَ بَدْرٍ قَتَلَ غَقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعِيْطٍ وَالتَّضَرُّبْنَ الْحَارِثَ وَمَنْ عَلَى اَبِيْ غَرَّةَ الْجُمَحِيِّ۔ (۴)

تحقیق رسول اللہ ﷺ نے جب اہل بدر کو گرفتار کیا تو عقبہ بن ابی معیط کو اور نصر بن حارث کو قتل کیا اور ابی عزمہ جمحی پر آپ نے احسان کیا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۱) ہدایہ کتاب السیر باب الغنائم وقسمتها ج-۲ ص-۵۶۷

(۲) مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء ج-۲ ص-۱۱۵۶ حدیث-۳۹۵۹

(۳) مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء ج-۲ ص-۱۱۶۰ حدیث-۳۹۶۶

(۴) مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء ج-۲ ص-۱۱۶۲ حدیث-۳۹۷۱

(حدیث نمبر ۴) — صحیح بخاری میں مروان اور مسور بن خرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے :

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ جِئْنَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَّازَنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبِيَّهُمْ فَقَالَ فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبِيَنَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنَّى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَإِنْ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُوا تَائِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبِيَّهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يَفِيئُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَبَّيْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّا لَا نَذَرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مَعْنٍ لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاءُ هُمْ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاخْتَبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَبَّيْنَا وَآذَنُوا^(۱)

رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپ کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے مالوں اور قیدیوں کا سوال کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے قیدیوں کو اختیار کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جو اس کے لائق تھی پھر فرمایا تمہارے بھائی آئے ہیں درآں حاکمیکہ وہ توبہ کرنے والے ہیں اور تحقیق میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں پس جو شخص تم میں سے اس بات کو پسند کرے اور جو شخص کہ دوست رکھے تم میں سے اس بات کو کہ اپنے حصہ پر رہے یہاں تک کہ دیں ہم اس کو اول اس چیز سے جو انعام کرے اللہ تعالیٰ ہم پر۔ پس چاہیے وہ اس بات کو پسند کر لے۔ پس لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم اس سے خوش ہوئے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کس نے اذن دیا ہے تم میں سے اور کس نے اذن نہیں دیا پھر جاؤ یہاں تک کہ ہم تک تمہارے رئیس تمہارے معاملے کو پہنچا دیں۔ پس لوگ پھر گئے اور سرداروں نے ان سے کلام کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور آپ کو خبر دی کہ لوگ سب خوش ہو گئے ہیں اور سب نے اذن دے دیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی عزیہ اور ثمامہ اور مکے کے چالیس آدمیوں پر احسان کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اسی طرح سے آپ نے ہوازن کے قیدیوں پر احسان کیا اور ان کو بھی چھوڑ دیا۔ پس معلوم ہوا کہ قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے اور ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ محض رائے اور خیال ہے جو نصوص کے مقابلہ میں قطعاً باطل اور مردود ہے۔

تنبیہ: حنفیہ جو ان احادیث کو نہیں مانتے تو وہ کہتے ہیں کہ احسان کرنا منسوخ ہے بحکم آیت أَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ۔ ”قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ تم ان کو۔“

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ سخ مردود ہے، ان وجوہات کی بناء پر جو مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور ہو چکی ہیں۔ ہوازن کے قیدیوں پر جو احسان ہوا ہے وہ فتح مکہ کے بعد ہوا ہے اور یہ آیت اس سے بہت پہلے نازل ہوئی ہے پھر مقدم متاخر کے لیے کیسے ناسخ ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا دوسری احادیث میں بھی کسی کا تقدم اور تاخر معلوم

نہیں پھراس کو ناجائز ٹھہراتا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے: **فِيهِ جَوَازُ الْمَنِّ عَلَى الْأَسِيرِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ**۔^(۱) یعنی حدیث ثلثہ میں قیدی پر احسان کے جواز کی دلیل ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے انتہی۔

مسئلہ نمبر ۱۰۲ نبلغ یا بالغ کو دریا میں غرق کیا تو قصاص نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَمَنْ غَرَّقَ صَبِيًّا أَوْ بَالِغًا فِي الْبَحْرِ فَلَا قِصَاصَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ**۔^(۲) ”جس شخص نے کسی نبلغ یا بالغ لڑکے کو دریا میں غرق کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔“ سو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ بھی ان آیات اور احادیث کے خلاف ہے۔

آیت نمبر ۱: **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى**۔ ”فرض کیا گیا ہے تم پر مقتولوں کا قصاص لینے۔“
آیت نمبر ۲: **وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ الْإِيْدَ**۔ ”فرض کیا ہم نے ان پر (تورات میں) کہ جان کے بدلے جان لی جائے آخر آیت تک۔“

(حدیث نمبر ۱) — ابو داؤد اور نسائی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: **وَمَنْ قَتَلَ غُلَامًا فَهُوَ قَوْدٌ**۔^(۳) ”اور جو شخص عداً قتل کیا تو اس کا قصاص لینا ضروری ہے۔“

(حدیث نمبر ۲) — یہ ہے جو ہدایہ میں نقل کی ہے: **مَنْ غَرَّقَ غُرُقًا**۔^(۴) ”جو کسی کو پانی میں غرق کرے اس کو ہم پانی میں غرق کریں گے۔“

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ جو کسی طرح عداً مار ڈالے خواہ تلوار سے قتل کرے یا پانی میں ڈبو دے تو اس میں قصاص واجب ہے، اس کے قاتل کو قصاص میں مار ڈالنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۳ میاں بیوی کے درمیان قتل کے علاوہ قصاص نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِيمَا ذُوْنَ النَّفْسِ**۔^(۵) ”میاں بیوی کے درمیان کوئی قصاص نہیں سوا قتل کے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر مرد عورت کو جان سے مار ڈالے تو مرد کو اس عورت کے قصاص میں قتل کیا جائے اور اگر مرد عورت کی انگلی کاٹ ڈالے یا دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ ڈالے تو اس کے قصاص میں مرد کا دانت نہ توڑا جائے نہ اس کی آنکھ پھوڑی جائے اور نہ اس کی انگلی کاٹی جائے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے جو اس آیت کے خلاف ہے:

(۱) صحیح مسلم کتاب الجہاد والسر باب ربط الاسیر وحیثہ ج-۱۲ ص-۳۰۹ شرح حدیث-۳۵۱۳

(۲) ہدایہ کتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ ج-۳ ص-۵۲۱

(۳) مشکوٰۃ کتاب القصاص الفصل الثانی ج-۲ ص-۱۰۳۳ حدیث-۳۴۷۸ وصحیح ابی داؤد کتاب الدیات باب من قتل فی عمیابین

قوم ج-۳ ص-۱۰۰ حدیث-۳۵۳۰ (صحیح) (نوٹ) -- ابو داؤد میں اسی باب میں طاؤس سے جی یہی الفاظ صحیح سند کے ساتھ ثابت

ہیں۔ (الظفر ج-۳ ص-۱۰۰ حدیث-۳۵۳۹)

(۴) ہدایہ کتاب الجنایات باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ ج-۳ ص-۵۲۱

(۵) ہدایہ کتاب الجنایات باب القصاص فیما دون النفس ج-۳ ص-۵۲۹

وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصًا - (المائدة : ٣٥)

فرض کیا ہم نے ان پر (تورات میں) کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت توڑا جائے اور زخموں کا بھی بدلہ ہے

اور دوسرے امام مالک کا مسلک اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو بخاری اور مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ كَسَرَتِ الرَّيْبُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَيْبَةً جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللَّهِ لَا تُكْسَرُ نَيْبَتُهَا يَأْزِسُ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَنَسُ كَتَابَ اللَّهُ الْقِصَاصَ فَرَضِي الْقَوْمَ وَقَبِلُوا الْإِذْنَ الْحَدِيثَ - (١)

ریج نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ ڈالا۔ پس انصار نبی ﷺ کے پاس آئے (یعنی قصاص لینے کے لیے) پس رسول اللہ ﷺ نے قصاص کا حکم فرمادیا تو انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اس کا دانت نہیں توڑا جائے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس اللہ کی کتب میں قصاص فرض ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں قصاص کا حکم دیا ہے لیکن بعد میں انصار کی قوم راضی ہو گئی اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا۔

اس آیت سے بھی صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ جان کے علاوہ اور اعضاء جیسے کہ دانت، کان اور آنکھ وغیرہ میں بھی قصاص ہے بلکہ سب زخموں کا قصاص ہے اور یہ آیت عام ہے، خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورتیں ہوں یا ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو۔ پس آیت سب کو شامل ہے۔ کسی قسم کی اس میں تخصیص اور قید نہیں ہے اور نہ کسی قسم کی تخصیص اس میں ممکن ہے۔ امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان جان کے سوا اور اعضا اور اطراف میں بھی قصاص ہے جو اعضا قصاص کو قبول کر سکتے ہیں۔ امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۱۰۴ نصرانی کے ہاتھ شراب بیچنا اور خریدنا جائز ہے

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے : وَإِذَا أَمَرَ الْمُسْلِمُ نَصْرَانِيًّا بَبَيْعِ خَمْرٍ أَوْ بِشَرِّهَا فَقَعَلَ ذَلِكَ جَازٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (۲)

”اور اگر مسلمان کسی نصرانی کو شراب بیچنے یا خریدنے کا حکم کرے اور وہ نصرانی اس کے حکم سے شراب خرید کر لے یا بیچ ڈالے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔“ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی نصرانی وغیرہ کو وکیل بنا کر شراب کی تجارت کرے تو اس حیلہ سے شراب کی تجارت جائز ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فتح مکہ کے دن سنا آپ فرماتے تھے کہ تحقیق اللہ اور رسول نے حرام کر دیا ہے شراب، مردار، خنزیر کا گوشت

(۱) مشکوٰۃ کتاب القصاص الفصل الاول ج-۲ ص-۱۰۳۰ حدیث-۳۲۶۰

(۲) ہدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد ج-۳ ص-۵۸

وَالْمَيْتَةِ وَالْخَنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيلَ يَارَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ تَنْطَلِي بِهَا الشُّقْنُ وَيَذْهَبُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَلِكَ قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا أَجْمَلُوا ثُمَّ بَاغَوْهُ فَكَلُّوا ثَمَنَهُ^(۱)

اور بتوں کا بیچنا پس کسی نے سوال کیا آپ مردار کی چربی کا کیا حکم فرماتے ہیں، تحقیق اس کے ساتھ کشتیوں کو طلا کیا جاتا ہے اور چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور اس سے چراغ جلاتے ہیں۔ پس آپ نے فرمایا نہیں وہ حرام ہے پھر آپ نے اس وقت فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب مردار کی چربی ان پر حرام کی تو انہوں نے اسے کچھلایا پھر بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شراب کی تجارت اور خرید و فروخت قطعاً حرام اور ناجائز ہے خواہ خود آپ بیچے یا کسی کافر نصرانی وغیرہ کو وکیل بنا کر تجارت کرے۔ یہ حدیث عام ہے اور ہر قسم کی بیع کو شامل ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر وہ حیلہ باطل ہے جس کے ذریعے حرام تک پہنچا جائے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں وضاحت کی ہے۔ وَلِيهِ ذَلِيلٌ عَلَى بُظْلَانٍ كُلِّ حَيْلَةٍ يَتَوَصَّلُ بِهَا إِلَى الْحَرَامِ۔

نیز مسلک امام اس حدیث کے بھی خلاف ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةَ عَصَاَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا وَالْمُشْتَرِيَ لَهَا^(۲)

رسول اللہ ﷺ نے شراب سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت کی ہے اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے حکم کرنے والے پر اور اس کے پینے والے پر، اٹھانے والے پر جس کی طرف لے جالی گئی اس پر اور اس کے پلانے والے پر اس کے بیچنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر اس کے خریدنے والے پر اور اس پر جس کے لیے خریدی گئی۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: هُوَ أَعْمٌ مِنَ الْبَائِعِ أَيْ عَاقِبِهِ وَلَوْ كَانَ وَكَيْلًا أَوْ ذَلَالًا۔ ”بیچنے والے سے مراد عام ہے“ آپ ہو یا وکیل ہو یا دلال ہو۔ ”اور اسی میں والمشتري لها كايه معنى لکھا ہے: أَيْ لِلشَّرَابِ وَالتَّجَارَةِ بِأَلْوَكَالَةٍ أَوْ غَيْرِهَا۔ ”پینے کے لیے ہو یا تجارت کے لیے ہو“ وکیل کے ذریعے ہو یا کسی اور کے ذریعے۔ ”اور مشتري له كايه معنى لمعات میں لکھا ہے: كَالْمُؤَكَّلِ وَإِنْ لَمْ يَبَايِعْ الْعَقْدَ۔ ”وکیل کرنے والے پر بھی لعنت ہے“ اگر وہ خود عقد بیع نہ کرے بلکہ اس کا وکیل ہی کرے۔ ”پس اس سے ثابت ہوا کہ شراب کی تجارت اور خرید و فروخت ہر طرح حرام اور ناجائز ہے۔ خواہ خود آپ اس کی خرید و فروخت کرے یا کسی وکیل کے ذریعے اس کی خرید و فروخت کرائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۵ تعزیر میں انتالیس کوڑے لگائے جائیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَالتَّعْزِيرُ أَكْثَرُهُ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ سَوْطًا۔^(۳) ”اور تعزیر کے لیے زیادہ سے زیادہ انتالیس

(۱) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال ج-۲ ص-۸۳۳ حدیث-۲۷۶۶

(۲) مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال ج-۲ ص-۸۳۶ حدیث-۲۷۷۶

(۳) ہدایہ کتاب الحدود باب حد التعذیب ج-۲ ص-۳۵۵

کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔“ اور یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے جو صحیح نہیں کیونکہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابی بردہ بن نيار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ
جَلْدَاتٍ إِلَّا لِمَنْ حَدَّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ^(۱)
اس سے زیادہ کوڑے اللہ کی حدود میں سے کوئی حد جاری کرتے وقت
ہی مارے جاسکتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تعزیر میں دس کوڑے سے زیادہ مارنے جائز نہیں ہیں۔
یہ کل ایک سو پانچ مسئلے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک صحیح احادیث کے خلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس
قسم کے مسائل اتنے زیادہ ہیں کہ اگر سب کو قلمبند کیا جائے تو ایک مستقل دفتر تیار ہو جائے لیکن بخوف طوالت انہیں چند
مسائل پر اکتفا کیا گیا ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرِزْنَا اِتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَاَرِزْنَا اجْتِنَاءَهُ

○—☆☆☆—○

فقہ حنفی کے بغیر دلیل کے پندرہ مسائل

فقہ حنفی کے ایسے مسائل جن کی قرآن و حدیث میں کوئی بنیاد نہیں۔ اب فقہ حنفی کے بعض ایسے مسائل کو بیان کیا جاتا ہے جو محض بے دلیل اور بے اصل ہیں اور قرآن و حدیث میں ان کی کوئی سند نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ اگر مسلمان ذمی کی شراب یا خنزیر کو ضائع کر دے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَإِذَا آتَى الْمُسْلِمُ خَمْرَ الْيَتِيمِ أَوْ خِنْزِيرَةً ضَمِنَ**۔^(۱) ”اگر مسلمان نے ذمی کی شراب یا خنزیر کو ضائع کر دیا تو مسلمان اس کا ضامن ہے۔“ یعنی مسلمان پر اس کی قیمت دینا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی سازنگی، طنز یا داف

توڑ دے یا شراب گرا دے تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَمَنْ كَسَرَ لِمُسْلِمٍ بَرِيظًا أَوْ طَبْلًا أَوْ مِزْمَارًا أَوْ دُفًا أَوْ أَرَاقَ لَهُ سَكْرًا أَوْ مُنْصَفًا فَهُوَ ضَامِنٌ وَيَبِيعُ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ**۔^(۲) ”جو شخص کسی مسلمان کی سازنگی یا طنز یا ستار یا داف (یہ سب راگ اور گلے بجانے وغیرہ کے سازوں کے نام ہیں) کو توڑ دے یا اس کی شراب کو گرا دے تو وہ ضامن ہے یعنی اس کی قیمت ادا کرنا اس پر واجب ہے اور ان چیزوں کو بیچنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔“

مسئلہ نمبر ۳ چاندی کے برتن میں پانی پینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَيَجُوزُ الشُّرْبُ فِي الْإِنَاءِ الْمُفَصَّصِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ**۔^(۳) ”ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چاندی کا پانی بھرے ہوئے برتن میں پانی پینا جائز ہے۔“

مسئلہ نمبر ۴ شراب بنانے والے کو انگور بیچنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: **وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يُعْلَمُ أَنَّهُ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا**۔^(۴) ”اس شخص کے ہاتھ افشرہ انگور بیچنے کا کوئی حرج نہیں جن کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب تیار کرتا ہے۔“

(۱) ہدایہ کتاب الکراہیۃ ج-۳ ص-۳۵۳

(۱) ہدایہ کتاب الغصب ج-۳ ص-۳۸۴

(۲) ہدایہ

(۲) ہدایہ کتاب الغصب ج-۳ ص-۳۸۸

مسئلہ نمبر ۵ گرجا گھر، آتش پرستی یا بت خانہ بنانے کیلئے گھر کرایہ پر دینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ أَجَرَ يَتَا لِيَتَّخِذَ فِيهِ بَيْتَ نَارٍ أَوْ كَيْسَةً أَوْ بَيْعَةً أَوْ يَبَاغُ فِيهِ الْخَمْرُ فَلَا بَأْسَ بِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ^(۱) ”جو شخص گھر کرایہ پر دے تاکہ اس میں آتش پرستی کی جائے یا گرجا گھر بنایا جائے یا بت خانہ بنایا جائے یا اس میں شراب پینے کی جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا کچھ گناہ نہیں۔“

مسئلہ نمبر ۶ ذمی سے شراب اٹھانے کی مزدوری لینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ حَمَلَ لِلْيَمِيِّ خَمْزًا فَإِنَّهُ يَطْلُبُ الْأَجْرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ^(۲) ”جو شخص کسی کافر ذمی کی شراب اٹھا کر چلا پس تحقیق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مزدوری طلب کرے۔“

مسئلہ نمبر ۷ خفیف نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: فَلَزُ الْبِرْزِهِمْ وَمَا دُونَهُ مِنَ النَّجَسِ الْمَغْلُظَةِ كَالْدَمِ وَالْبَوْلِ وَالْخَمْرِ وَخَزْءِ الدَّجَاجِ وَنَزَلِ الْحِمَارِ جَارَتْ الصَّلَاةُ مَعَهُ ^(۳) ”ایک درہم یا اس سے کم نجاست غلیظہ جیسے خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔“

مسئلہ نمبر ۸ فارسی زبان میں نماز پڑھنا، ذبح کرنا یا قرآن پڑھنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ قَرَأَ فِيهَا بِالْفَارِسِيَّةِ أَوْ ذَبَحَ وَسَمَّى بِالْفَارِسِيَّةِ وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ^(۴) ”اگر نماز کو فارسی میں شروع کیا یا اس میں فارسی کے ساتھ قرآن پڑھایا ذبح کیا اور بسم اللہ فارسی میں پڑھی حالانکہ وہ عربی اچھی طرح پڑھ سکتا تھا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک (فارسی کا یہ استعمال) اسے کفایت کرتا ہے۔“

مسئلہ نمبر ۹ شراب وغیرہ کا عشر لینا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَإِنْ مَرَّ ذِمِّيٌّ بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ عَشَرَ الْخَمْرِ ^(۵) ”اگر کوئی کافر ذمی شراب یا خنزیر لے کر مسلمانوں کی حد پر سے گزرے تو اس سے شراب کا عشر یعنی دسواں حصہ لے لینا چاہیے۔“

(۱) ہدایہ۔

(۲) ہدایہ۔

(۳) ہدایہ کتاب الطہارات باب الانجاس متطہر ہا ج-۱ ص-۷۳

(۴) ہدایہ کتاب الصلاة باب صفة بصلاة ج-۱ ص-۱۰۱

(۵) ہدایہ کتاب الزکاة باب فی من یمر علی العاشر ج-۱ ص-۱۹۸

مسئلہ نمبر ۱۰ روزہ کی حالت میں فرج کے علاوہ کسی اور چیز میں

جمع کیا تو

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ جَامَعَ فِيمَا ذُوْنَ الْفَرْجِ فَأَنْزَلَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ ذُوْنَ الْكُفَّارَةِ^(۱) ”جس شخص نے روزہ میں فرج کے علاوہ کسی اور چیز میں جمع کیا اور انزال ہو گیا تو اس پر فقط روزے کی قضا ہے، کفارہ نہیں ہے۔“

مسئلہ نمبر ۱۱ شراب یا خنزیر بطور مہر مقرر کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: كَمَا إِذَا سَمِيَ الْخَمْرُ وَالْخِنْزِيرُ فَيَصِحُّ الْعَقْدُ وَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ^(۲) ”مگر شراب یا خنزیر مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا واجب ہو گا۔“

مسئلہ نمبر ۱۲ شیطان کے نام پر غلام آزاد کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا لِلشَّيْطَانِ أَوْ لِلصَّنَمِ عَتَقَ^(۳) ”جو شخص شیطان کے نام پر غلام آزاد کرے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔“

مسئلہ نمبر ۱۳ غلام کو شراب یا خنزیر کے بدلے خریدنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَمَنْ اشْتَرَى عَبْدًا بِخَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ فَأَعْتَقَهُ أَوْ بَاعَهُ أَوْ وَهَبَهُ فَهُوَ جَائِزٌ وَعَلَيْهِ الْقِيَمَةُ^(۴) ”جس شخص نے غلام کو شراب یا خنزیر کے بدلے خریدا پھر اسے آزاد کر دیا یا بیچ دیا یا ہبہ کر دیا تو یہ سب کلام جائز ہیں اور اس پر قیمت ادا کرنا لازم ہے۔“

مسئلہ نمبر ۱۴ خنزیر کے بالوں سے نفع حاصل کرنا

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَيَجُوزُ الْإِنْتِفَاعُ بِشَعْرِ الْخِنْزِيرِ لِضُرُورَةٍ^(۵) ”خنزیر کے بالوں سے ضرورت کے وقت نفع اٹھانا جائز ہے۔“

(۱) ہدایہ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ج-۱ ص-۲۲۰

(۲) ہدایہ کتاب النکاح باب المهر ج-۲ ص-۲۲۱

(۳) ہدایہ کتاب العتاق ج-۲ ص-۲۵۵

(۴) ہدایہ کتاب البیوع باب البیع الفاسد فصل فی احکامہ ج-۲ ص-۲۵۰

(۵) ہدایہ کتاب البیوع باب البیع الفاسد ج-۲ ص-۵۵

مسئلہ نمبر ۱۵ آقا اور غلام اور دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان کوئی سود نہیں

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: وَلَا يَبْلُو بَيْنَ الْمُؤَلَّى وَعَبْدِهِ وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي ذَارِ الْحَرْبِ^(۱) ”آقا اور غلام کے درمیان کوئی سود نہیں اور نہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود ہے۔“ مطلب یہ ہوا کہ اگر مالک اور غلام آپس میں ایک دوسرے سے سود لیں تو اس میں گنہہ نہیں ہے اور اگر دارالحرب میں مسلمان اور کافر حربی آپس میں ایک دوسرے سے سود لیں تو بھی کچھ گنہہ نہیں، اس کو سود نہیں کہا جاتا ہے۔

تیسرا مغالطہ

اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ غلط اور مردود ہے

ایک اور مغالطہ جو مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو دیتے ہیں کہ اجتہاد ختم ہو چکا ہے اور شرائط اجتہاد پورا اترنے والا مجتہد آج کل کے زمانے میں بالکل مفقود ہے۔ اب کسی کو یہ طاقت کمال کہ اجتہاد کر سکے اور اپنے اجتہاد سے قرآن اور حدیث سے مسائل استنبلا کر سکے یہ کلام مجتہدین کے ساتھ ہی ختم ہو چکا ہے۔ لہذا آج کوئی شخص قرآن و حدیث سے مسائل مستنبط نہیں کر سکتا۔^(۲) اس کے جواب مندرجہ ذیل دیئے جاسکتے ہیں۔

پہلا جواب: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ ”ہر علم والے سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔“ دوسری آیت میں ہے: رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ ”اے میرے رب مجھ کو علم زیادہ دے۔“ اور صحیحین کی حدیث میں آیا ہے: إِذَا حُكِمَ الْحَاكِمُ فَاَجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ۔^(۳) ”اگر حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر وہ اجتہاد کرے اور غلطی کر بیٹھے تو اسے ایک اجر ملے گا۔“ (کیونکہ اس نے امر حق معلوم کرنے کی کوشش تو کی تھی) ان آیات اور اس حدیث کا عموم کل افراد زمانہ کو قیامت تک کے لیے شامل ہے۔ خصوص اشخاص و خصوص ازمہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی قید اور تخصیص ہے۔ پس ان کے عموم سے صاف ثابت ہو گیا کہ ہر زمانے میں ایسے اشخاص ہو سکتے ہیں جو قرآن اور حدیث سے اجتہاد کر کے مسائل استنبلا کر سکیں۔ لہذا اجتہاد کو ائمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین کے ساتھ خاص کرنا اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو محدود کرنا ہے۔

(۱) ہدایۃ کتاب البیوع باب الربو ج-۳ ص-۸۶

(۲) تراجم حنفیہ مطبوعہ لکھنؤ ص-۳۲

(۳) صحیح مسلم کتاب الاقضية باب بیان اجر الحاکم اذا اجتهد ج-۱۲ ص-۲۳۹ حدیث-۲۳۶۲

دوسرا جواب: مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤی نے تراجم حنفیہ میں لکھا ہے کہ اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کرنا غلط اور مردود ہے اور رجم بالغیب ہے۔ چنانچہ انہوں نے نافع کبیر میں دعویٰ اختتام اجتہاد کو بڑے زور شور سے باطل کر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں :

قَالَ الْبَعْضُ وَأَمَّا الْجِتْهَادُ الْمُطْلَقُ فَقَدْ اخْتَلَمَ بِالْإِثْبَاتِ الْأَرْبَعَةُ وَفَرَعَ عَلَيْهِ وَجُوبُ تَقْلِيدِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَلَى الْأُمَّةِ وَقَدْ رَدَّهَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ مَوْلَانَا عَبْدُ الْعَلِيِّ الْكُتُبُونِيُّ فِي شَرْحِ تَحْرِيرِ الْأُصُولِ وَمُسَلِّمِ الثُّبُوتِ بِأَنَّهُ قَوْلٌ لَا يَنْبَأُ بِهِ بَعْدُ عَنْ حَيْثُ الثُّبُوتِ بَلْ هُوَ رَجْمٌ بِالْغَيْبِ بِلَا شَيْءٍ وَلَا رَيْبٍ وَقَدْ ذَكَرْتُ أَقْسَامَ الْمُجْتَهِدِينَ وَعَدَمَ اخْتِطَامِ الْجِتْهَادِ بِتَضَرُّعِ الْمُحَقِّقِينَ فِي رِسَالَتِي النَّافِعِ الْكَبِيرِ لِمَنْ يُطَالِعُ الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ انْتَهَى۔^(۱)

نیز مولوی عبدالحی صاحب نے تراجم حنفیہ میں لکھا ہے :

بَلْ لَا يَخْلُقُوا مِائَةً مِنَ الْمَاتِ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ يَهْتَدِي بِهِمْ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُقْلِدِينَ بَلْ وَلَا عَصْرَ مِنَ الْأَعْصَارِ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُجْتَهِدِينَ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِينَ وَإِنْ كَانُوا فِي الظَّاهِرِ مِنَ الْمُقْلِدِينَ۔

لہذا جب احناف کے جلیل القدر عالم مولوی عبدالحی صاحب ہی دعویٰ ختم اجتہاد کو باطل قرار دیتے ہیں تو پھر عام حنفیوں کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے۔

تیسرا جواب: اگر بقول احناف اجتہاد ختم ہو چکا ہے تو پھر علم اصول فقہ وغیرہ سب لغو اور بے فائدہ ہیں۔ اس لیے کہ علم اصول اسی غرض سے وضع ہوا اور خاص اسی فائدہ کے لیے مدون ہوا کہ ہر کوئی اس کو پڑھ کر استنباط حاصل کرے۔ یہ علم اصول محض قصہ اور کہانی نہیں ہے کہ بجز تلاوت اس سے کچھ مقصود نہ ہو۔ چنانچہ دراسات الیب میں لکھا ہے :

كَيْفَ وَتَدْوِينُ كُتُبِ الْأُصُولِ وَتَبْيِينُ قَوَائِدِهَا الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْحُجَجِ الْأَرْبَعَةِ لَيْسَ يَذْكَارُ بَحْثًا مِمَّا كَانَ مِنْ صَنِيعِ الْأَوَائِلِ وَحُجَزَ عَنْهُ الْأَوَاخِرُ فَتَكُونُ أُسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

ہیں۔ جیسا کہ اس کے بارے میں گمان کر لیا گیا اور متن حدیث کی ان کتابوں کے بارے میں بھی گمان کر لیا گیا جو احکام و سنن کے بیان میں تالیف ہوئیں۔ اور دیگر فنون کی کتابوں کے بارے میں بھی گمان کر لیا گیا (کہ وہ محض کہانیاں ہیں) جن کا تعلق علم حدیث سے ہے۔ حالانکہ اصول فقہ کے قواعد کی بنیاد اس لیے رکھی گئی کہ اس پر وہ شخص عمل کرے جو مسائل کا ان کے اصول سے استنباط کا قصد رکھتا ہو اور جو شخص ان قواعد اصول کو پڑھ کر استنباط پر قادر ہو سکے اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں ہو پس وہ اس مسئلہ میں مجتہد ہے، انتہی۔

اب جب علم اصول فقط اسی غرض سے موضوع ہو تو پھر اجتہاد کے ختم ہونے کا کیا معنی اور اس کے بلوجود اگر کوئی شخص اجتہاد کے ختم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے اپنی عقل اور اپنی کوتاہی علم کا ماتم کرنا چاہیے۔

فتح المبين کے صفحہ ۳۵۹ میں لکھا ہے کہ تمام کتابیں مبوب (تجویب، ابواب) اور مفصل ہو گئی ہیں اور ناخ اور منسوخ کو فقہاء نے ممتاز کر دیا ہے، انتہی۔

سوال یہ ہے کہ جب تمام کتابیں مبوب اور مفصل ہو گئی ہیں اور ہر قسم کے اسباب بھی تیار ہیں تو اب علم کتب اللہ مع اقسامہ اور علم لغت اور قیاس وغیرہ جو مقلدین نے اجتہاد کی شرطیں مقرر کی ہیں تو پھر تو کار اجتہاد بہت آسان ہو گیا اس لیے کہ جب کوئی شخص اجتہاد حاصل کرنے کا قصد کرے گا تو بموجب تصریح فقہاء تلخ و منسوخ اور صحیح و ضعیف وغیرہ اقسام کو ممتاز کر لے گا تو اس صورت میں خود حنفیہ کے ہی قول کے مطابق آج کل مجتہدین کا ہونا ثابت ہو جائے گا لہذا دعویٰ ختم اجتہاد خود حنفیہ کے قول سے باطل ہو جائے گا۔

پانچواں جواب: ایسے ہی محققین امت اور ناقدین ملت سلفاً و خلفاً دعویٰ ختم اجتہاد کو بڑے زور شور سے باطل کر چکے ہیں بلکہ ختم اجتہاد کے بدعی کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا بتلا چکے ہیں۔ چنانچہ بطور

نمونہ چند علماء ثقات کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا نظام الدین لکھنوی شرح مسلم میں فرماتے ہیں :

إِعْلَمُ أَنَّ بَعْضَ الْمُتَعَصِّبِينَ قَالُوا اخْتَصَمَ
الْإِجْتِهَادُ الْمَطْلُوقُ عَلَى الْأَيْمَةِ الْأَرْبَعَةِ وَلَمْ
يُوجَدْ مُجْتَهِدٌ مَطْلُوقٌ بَعْدَهُمْ وَالْإِجْتِهَادُ فِي
الْمَذْهَبِ اخْتَصَمَ عَلَى الْعَلَامَةِ النَّسَفِيِّ
صَاحِبِ الْكَفَرِ وَلَمْ يُوجَدْ مُجْتَهِدٌ فِي
الْمَذْهَبِ بَعْدَهُ وَهَذَا غَلَطٌ وَرَجَمٌ بِالْغَيْبِ فَإِنْ
سُئِلَ مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ هَذَا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى

جان لے کہ بعض متعصبین نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق چاروں اماموں پر ختم ہو چکا ہے اور ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق پلا نہیں گیا ہے اور کہتے ہیں کہ اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی صاحب کفر پر ختم ہو چکا ہے اور ان کے بعد مجتہد فی المذہب (الحنفی) کوئی نہیں ہوا۔ ان متعصبین کا یہ قول غلط ہے اور محض ظن اور گمان ہے۔ پس اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ بات تم کو کمال سے معلوم ہوئی تو وہ اس کی دلیل لانے پر ہرگز قادر نہیں ہو سکیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر زبردستی ہے

آخر یہ بات کہل سے معلوم ہو سکتی ہے کہ قیامت تک کوئی ایک آدمی ایسا پیدا نہ ہو گا جسے اللہ تعالیٰ مرتبہ اجتہاد عنایت کریں۔ پس فقہ ایسے تعصبات سے انتہی۔

إِنْدَاءِ دَلِيلٍ أَصْلًا ثُمَّ هُوَ تَحَكُّمٌ عَلَى قُدْرَةِ اللَّهِ
فَمِنْ أَيْنَ يَحْصُلُ عِلْمٌ أَنْ لَا يُوجَدَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
أَحَدٌ يَنْقُضُ اللَّهُ عَلَيْهِ بِمَقَامِ الْاجْتِهَادِ فَاجْتَنِبَ
عَنْ مِثْلِ هَذِهِ التَّعَصُّبَاتِ-^(۱)

اور بحوالہ علوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں :
مِنَ النَّاسِ مَنْ حَكَمَ بِوُجُوبِ خُلُوعِ الزَّمَانِ عَنِ
الْمُجْتَهِدِ بَعْدَ الْعَلَامَةِ التَّسْفِيَةِ وَعَتَا بِهِ
الْاجْتِهَادَ فِي الْمَذْهَبِ وَأَمَّا الْاجْتِهَادُ الْمُظَلَّقُ
فَقَالُوا إِنَّهُ اخْتَصَمَ بِالْأَيْمَةِ الْأَرْبَعَةِ حَتَّى أَوْجَبُوا
تَقْلِيدَ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ عَلَى الْأَيْمَةِ وَهَذَا كُلُّهُ
هَوًى مِنْ هَوَائِهِمْ لَمْ يَأْتُوا بِدَلِيلٍ وَلَا يُعْبَأُ
بِكَلَامِهِمْ وَإِنَّمَا هُمْ مِنَ الَّذِينَ حَكَمَ الْحَدِيثُ
عَلَيْهِمْ أَنَّهُمْ أَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا
وَلَمْ يَفْهَمُوا أَنَّ هَذَا اخْتِارٌ بِالْغَيْبِ فِي خَمْسٍ
لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ أَنْتَهَى وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَنْ
ادَّعَى بَأَنَّهُ قَدْ انْقَطَعَتْ مَرْتَبَةُ الْاجْتِهَادِ
الْمُظَلَّقِ الْمُسْتَقْبَلِ بِالْأَيْمَةِ الْأَرْبَعَةِ انْقِطَاعًا لَا
يُمْكِنُ عَوْدُهُ فَقَدْ غَلَطَ وَخَبِطَ فَإِنَّ الْاجْتِهَادَ
رَحْمَةٌ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ لَا تَقْصُرُ
عَلَى زَمَانٍ ذُوْنِ زَمَانٍ وَلَا عَلَى بَشَرٍ ذُوْنِ بَشَرٍ
وَمَنْ ادَّعَى انْقِطَاعَهَا فِي نَفْسِ الْأَمْرِ مَعَ
إِمْكَانٍ وَجُودِهَا فِي كُلِّ زَمَانٍ فَإِنَّهُ أَرَادَ أَنَّهُ لَمْ
يُوجَدَ بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ مُجْتَهِدٌ اتَّفَقَ الْجَمْعُ هُؤُورُ
عَلَى اجْتِهَادِهِمْ وَسَلَّمُوا اسْتِفْلَالَهُ كَاتِفَاتِهِمْ
عَلَى اجْتِهَادِهِمْ فَهُوَ مُسَلَّمٌ وَالْأَفْهَمُ وَقَدْ وَجِدَ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علامہ نسفی کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا اور مراد اس سے مجتہد فی المذہب الحنفی ہے اور جہل تک اجتہاد مطلق کا تعلق ہے کہتے ہیں کہ وہ چاروں اماموں پر ختم ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک امام معین کی تقلید امت پر واجب بتاتے ہیں لیکن یہ ان کی بری خواہشات میں سے ایک خواہش ہے۔ اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں، نہ ان کے کلام کا کچھ اعتبار ہے اور سوا اس کے نہیں کہ ختم اجتہاد کے مدعی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر حدیث نے یہ حکم لگایا ہے کہ انہوں نے بغیر علم کے فتویٰ دیا پس آپ بھی گمراہ ہوئے^(۲) اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور ان لوگوں کو یہ سمجھ نہ آئی کہ یہ غیب کی خبر دینا ہے ان پانچ چیزوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جو شخص اجتہاد مطلق کے چاروں اماموں پر منقطع ہونے کا مدعی ہے ایسا منقطع ہونا کہ پھر آنا اس کا ممکن نہ ہو پس تحقیق اس شخص نے بڑی غلطی کی اور خط کیا۔ اس لیے کہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص ایک نملے یا کسی خاص آدمی تک محدود نہیں ہوتی اور جو شخص کہ اجتہاد کے منقطع ہونے کا حقیقتاً مدعی ہو بلوجود اس کے کہ اس کا ہر نملے میں امکان ہے پس اگر اس کی یہ مراد ہے کہ جیسے چاروں اماموں کے اجتہاد پر جمہور کا اتفاق ہے، ایسا کوئی مجتہد ان کے بعد پلا نہیں گیا جس کے مستقل مجتہد ہونے پر جمہور نے اتفاق کیا ہو تو یہ بات مسلم ہے ورنہ چاروں اماموں کے بعد بھی بہت سے مستقل مجتہد پائے گئے

(۱) شرح مسلم الثبوت ومعیار الحق ص-۴۷

(۲) شہ ولی اللہ نے معنی شرح سوط میں ضرورت اجتہاد کو حلیم کر لیا ہے۔ ان کی اصل فارسی عبارت آگے ص-۴۷ حاشیہ میں درج ہے۔

ہیں جیسے کہ ابو ثور بغدادی، داؤد ظاہری اور محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہم اور یہ بات اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو کتب طبقات کا مطالعہ کرنے والا ہے۔

فقہاء اور محدثین کے امام ابو شامہ نے کہا ہے کہ تحقیق ہمارے زمانہ کے فقہاء نے حدیث اور آثار کی کتابوں میں نظر کرنے کو حرام کہا ہے اور اس کی فقہ اور معانی میں بحث کرنے کو بھی حرام کہا ہے اور بہت عمدہ نفیس کتابوں کے (جو احادیث کی شرح میں اور اس کی تلویح باتوں کے بیان کرنے میں تصنیف ہوئی ہیں) مطالعہ کرنے کو بھی حرام بتایا ہے، انہوں نے اپنی تمام عمول کو اقوال فقہاء کا مطالعہ کرنے میں فنا اور برباد کر دیا اور اپنے معصوم نبی کی ایسی نصوص جن کے بارے میں شک کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا، چھوڑ دیا اور اقوال و آثار صحابہ کو بھی ترک کر دیا۔ (جنہوں نے وحی کا مشاہدہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور شریعت کی عمدہ باتوں کو سمجھا) پس لاچار رتبہ اجتہاد سے محروم اور خالی رہ گئے اور ہمیشہ مقلد رہے اور پہلے زمانے کے علماء ان احادیث کے ترک کرنے میں معذور تھے جس سے وہ واقف نہ ہوئے تھے اس لیے کہ اس وقت احادیث ایک جگہ جمع نہ ہوئی تھیں اور صرف کہ علماء کی زبان سے ہی سیکھی جاتی تھیں اور تمام علماء مختلف شہروں میں متفرق پھیلے ہوئے تھے اب یہ عذر دفع ہو چکا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ کتب حدیث مرتب ہو چکی ہیں اور علماء نے ان کی ترویج اور تقسیم کر دی ہے اور ان سے استفادہ آسان کر دیا ہے اور ان میں سے بہت سی احادیث کی صحت اور ضعف کو بیان کر دیا ہے اور انہوں نے راویوں کی عدالت اور مجروح رواۃ کی جرح میں کلام کیا ہے اور نیز حدیث کی علتوں پر بھی کلام کیا ہے اور انہوں نے عمل کرنے والے کے لیے کوئی حیلہ نہیں چھوڑا اور قرآن کی بھی تفسیر کر دی ہے اور اس کے غرائب اور اس کی فقہ اور بڑی بڑی کتابوں میں جو کچھ اس کے متعلق ملا ہے

بَعْدَهُمْ أَيْضًا أَرْبَابُ الْاجْتِهَادِ الْمُسْتَقِيلِ كَابْنِ ثَوْرٍ الْبَغْدَادِيِّ وَدَاوُدَ الظَّاهِرِيِّ وَمُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرَهُمْ كَمَا لَا يَخْفَى عَلَى طَالِعِ كُتُبِ الطَّبَقَاتِ انْتَهَى۔^(۱)

وَقَالَ إِمَامُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِينَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَبُو شَامَةَ فِي الْكِتَابِ الْمَوْمَلُ قَدْ حَرَّمَ الْفُقَهَاءُ فِي زَمَانِنَا النَّظَرَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ وَالْأَثَارِ وَالْبَحْثَ عَنْ فِقْهِهَا وَمَعَانِيهَا وَمُطَالَعَةَ الْكُتُبِ التَّفْسِيرِيَةِ الْمُصَنَّفَةِ فِي شُرُوحِهَا وَغَرِيبِهَا بَلْ أَفْتَوَ زَمَانُهُمْ وَأَعْمَارُهُمْ فِي النَّظَرِ فِي أَقْوَالِ مَنْ سَبَقَهُمْ مِنْ مُتَأَخِّرِي الْفُقَهَاءِ وَتَرَكُوا النَّظَرَ فِي نُصُوصِ نَبِيِّهِمُ الْمَعْصُومِ مِنَ الْخَطَا ﷺ وَأَثَارِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ شَهِدُوا الْوَحْيَ وَعَايَنُوا الْمُصْطَفَى ﷺ وَفَهُمْ زَانِقَاتِ الشَّرِيعَةِ فَلَا جَرَمَ حَرَّمَ هَؤُلَاءِ رُتْبَةَ الْاجْتِهَادِ وَبَقَرُوا مُقَلِّدِينَ عَلَى الْأَبَادِ وَقَدْ كَانَتْ الْعُلَمَاءُ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ مَعْذُورِينَ فِي تَرْكِ مَا لَمْ يَقْفُوا عَلَيْهِ مِنَ الْحَدِيثِ لَكِنْ الْأَحَادِيثُ لَمْ تَكُنْ جَمِيعًا فِيمَا بَيْنَهُمْ مَدُونَةً إِنَّمَا كَانَتْ تَلْقَى مِنْ أَفْوَاهِ الْعُلَمَاءِ وَهُمْ يَنْفَرُقُونَ فِي الْبُلْدَانِ وَقَدْ زَالَ ذَلِكَ الْعَذْرُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ بِجَمْعِ الْأَحَادِيثِ الْمُجْتَمِعِ بِهَا فِي كُتُبٍ يَرَوُّهَا وَقَسْمُوهَا وَسَهَّلُوا الطَّرِيقَ إِلَيْهَا وَيَبْنُونَ الضَّعْفَ كَثِيرًا مِنْهَا وَصَحَّتْ وَتَكَلَّمُوا فِي عَدَالَةِ الرِّجَالِ وَجَرَحَ الْمَجْرُوحَ مِنْهُمْ وَفِي عِلَلِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يَدْعُوا لِلْمُسْتَعْمِلِ مَا يَتَعَلَّلُ بِهِ وَفَسَّرُوا الْقُرْآنَ وَتَكَلَّمُوا فِي غَرِيبِهَا وَفَقَّهَهَا

وَكُلِّ مَا يَتَعَلَّقُ بِهَا فِي مُصَنَّفَاتِ عَبْدِ اللَّهِ جَلِيلَةٍ
وَالْأَبِ مُتَهَيِّئَةً لِذِي طَلَبٍ صَادِقٍ وَذِكَاةٍ وَفَظَنَةٍ
وَكَذَلِكَ اللُّغَةُ وَصَنَاعَةُ الْعَرَبِيَّةِ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ حَوَّرَهُ
أَهْلُهُ وَحَقَّقُوهُ فَالْتَوَضَّلُ إِلَى الْاجْتِهَادِ بَعْدَ
الْجَمْعِ وَالنَّظَرِ فِي الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدَةِ إِذَا زُرُقَ
الْإِنْسَانُ الْحِفْظَ وَالْفَهْمَ وَمَعْرِفَةَ اللِّسَانِ أَسْهَلَ
مِنْهُ قَبْلَ ذَلِكَ^(۱)

علامہ ہارون مرحلی حنفی نے کتب ناظورۃ الحق میں لکھا ہے :

وَالَّذِي يَتَقَوَّلُهُ الْمُخَاطَبُ وَيَقْتَرِي بِهِ الْكَذِبَ
عَلَى اللَّهِ أَنَّهُ يُزْعَمُ أَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْأَدِلَّةِ إِنَّمَا
هُوَ وَظِيفَةُ الْمُجْتَهِدِ وَالْاجْتِهَادُ مَلَكَهَ رَاسِخَةٌ
وَبَصِيرَةٌ شَرِيفَةٌ وَرُتْبَةٌ عَظِيمَةٌ الْمَرْفُوعِ وَأَهْلُهُ
قَدْ انْقَرَضَ وَزَمَانُهُ قَدْ مَضَى^(۲)

اور مخاطب جو بات کرتا ہے اور جس کے ساتھ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے
یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دلائل سے تمسک صرف مجتہد کا کام ہے اور
اجتہاد ایک مضبوط صلاحیت اعلیٰ درجہ کی بصیرت اور عظیم رتبہ کا نام ہے
جس پر فائز ہونا حد درجہ مشکل ہے۔ نیز یہ کہ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے
والے دنیا سے اٹھ گئے ہیں اور ان کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا

شاہ صاحب وصیت نامہ میں لکھتے ہیں کہ : (ترجمہ) ”فروع فقہیہ کو کتب و سنت پر ہمیشہ پیش کرتے رہنا اور جو موافق ہو
اس کو قبول کرنا ورنہ کھوئے اسباب کو مالک کے منہ پر دے مارنا امت کے لیے مسائل فقہیہ کو کتب اللہ اور سنت پر پیش کئے
بغیر کوئی چارہ نہیں ہے (یعنی مسائل فقہیہ کو کتب اللہ اور سنت پر ہمیشہ پیش کرتے رہنا ضروری ہے) اور فقہاء کی من گھڑت
باتوں کو (جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو دستویز بنا کر کتب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو ترک کر دیا ہے نہ سننا اور ان کی
طرف بالکل التفات نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قرب ان سے دور رہ کر طلب کرنا انتہی۔“^(۳)

شاہ صاحب کے اس کلام سے ثابت ہوا کہ اجتہاد ختم نہیں ہوا ہے ورنہ مسائل فقہیہ کو ہمیشہ کتب اللہ اور سنت رسول اللہ
ﷺ پر پیش کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اسی وجہ سے حنابلہ کے نزدیک کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں ہوتا ہے اور یہی بات ابن
مقفع نے بھی اختیار کی ہے اور زہیری کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے : لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ
عَلَى الْحَقِّ۔ ”میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر فائز رہے گی۔“ اور کتب تاریخ اسلامی کے تتبع سے بھی یہی معلوم
ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں کسی نہ کسی گوشہ زمین میں کوئی نہ کوئی مجتہد ضرور ہی ہوتا رہا ہے۔ خصوصاً علماء شافعیہ اور حنابلہ میں

(۱) معیار الحق ص-۸۸

(۲) ناظورۃ الحق طبع بلگرام۔

(۳) وصیت نامہ ص-۲

علی الخصوص عارفان کتب و سنت میں اجتہاد کوئی ایسی نایاب چیز نہیں ہے کہ سوائے چاروں اماموں کے اور کسی کے ہاتھ نہ لگی ہو بلکہ جو شرائط اجتہاد مع شنی زائد اصحاب کتب ستہ وغیرہ کو حاصل تھیں، وہ ائمہ اربعہ میں کسی ایک کو بھی حاصل نہ تھیں بلکہ جو آلات و اسباب اجتہاد متاخرین اہل علم کو ملے ہیں وہ مجتہدین سابقین کے ہاتھ نہیں گئے۔ اسی وجہ سے متاخرین میں ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی مجتہد کسی نہ کسی ملک میں ضرور پیدا ہوتا رہا ہے اور دوسری صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک ہر زمانہ میں تارکین تقلید اور بلا واسطہ مجتہدین عالمیں بالحدیث ہوتے چلے آئے ہیں۔ لہذا دوسری صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک ہر زمانے کے ایک ایک مجتہد کا نام بطور مثل لکھا جاتا ہے۔

دوسری صدی سے تیرہویں صدی تک کے مجتہدین

(۱) محمد بن جریر طبری جو مشہور شافعی ہیں، سنہ ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ خود مجتہد تھے اور اپنا مستقل مذہب رکھتے تھے، جس کے بہت سے لوگ تابع تھے۔ (۲) یحییٰ بن یحییٰ مصمودی مشہور مالکی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور امام مالک کے مذہب کے مخالف فتویٰ دیا کرتے تھے، سنہ ۲۳۳ھ میں انتقال کیا۔ (۳) دارمی مشہور شافعی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور امام شافعی کے مذہب کے خلاف فتوے دیا کرتے تھے۔ کوئی اعتراض کرتا کہ یہ فتویٰ امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہے تو آپ فرماتے تھے تجھ پر افسوس ہے یہ تو حدیث کا فتویٰ ہے اور کبھی مسائل سے یہ کہتے کہ تو امام شافعی کا قول پوچھتا ہے یا جو میرے خیال میں ہے۔ ان کی وفات سنہ ۳۷۵ھ میں ہوئی۔ (۴) حافظ ابن حزم سنہ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے، مشہور ظاہری ہیں۔ آپ بھی مجتہد تھے اور تقلید کو برا کہنے میں ضرب المثل تھے۔ (۵) حافظ ابن مندہ مشہور حنبلی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد سے حدیث سے مسائل استنبلا کرتے تھے اور خلاف حدیث اقوال کو ترک کر دیتے تھے، ان کی وفات سنہ ۴۷۰ھ میں ہوئی۔ (۶) امام ہروی مشہور حنبلی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور اہل حدیث کے مذہب پر تھے اور اتباع میں عبد اللہ بن مبارک کی مثل تھے، ان کی وفات سنہ ۴۸۸ھ میں ہوئی۔ (۷) ابو الوفا مشہور حنبلی مجتہد تھے اور فرماتے تھے پیروی دلیل کی واجب ہے نہ کہ امام احمد کی، ان کی وفات سنہ ۵۴۳ھ میں ہوئی۔ (۸) امام مغافری مشہور مالکی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور تقلید کے تارک تھے اور کتب و سنت سے مسائل استنبلا کرتے تھے، ان کی وفات سنہ ۵۴۳ھ میں ہوئی۔ (۹) امام رافضی، آپ بھی مجتہد تھے اور اہل حدیث کے مذہب کے موافق فتویٰ دیتے تھے، ان کی وفات سنہ ۵۴۶ھ میں ہوئی۔ (۱۰) امام محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات، آپ بھی مجتہد تھے اور اتباع حدیث اور ترک تقلید میں بے نظیر تھے اور علم حدیث کے ایسے دریا تھے جس کا کنارہ نہ ہو اور قیاس کے ایسے منکر جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا، ان کی وفات سنہ ۶۳۸ھ میں ہوئی۔ (۱۱) امام ابو شامہ مشہور شافعی ہیں، آپ نے مذمت تقلید اور ترغیب عمل بالحدیث میں ایک مستقل تالیف فرمائی ہے، جس کا نام الکتاب الموصول فی الرد الی الامر الاول ہے، آپ بھی مجتہد تھے، آپ کی وفات سنہ ۵۵۶ھ میں ہوئی۔ (۱۲) امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ مشہور حنبلی ہیں، آپ مجتہد مطلق تھے اور آپ کا تارک تقلید ہونا اور بالاجتہاد خود حدیث پر عمل کرنا آپ کے نام سے بھی زیادہ مشہور ہے، ان کی وفات سنہ ۷۲۸ھ میں ہوئی۔

(۱۳) امام ابن قیم مشہور حنبلی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور عامل بالحدیث اور مذمت تقلید میں بے مثل، آپ کی وفات سنہ ۷۵۰ھ میں ہوئی۔ (۱۴) امام محمد ابراہیم وزیر مشہور زیدی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور عامل بالحدیث اور تارک تقلید تھے۔

کسی مذہب زیدی وغیرہ کے مقلد نہ تھے، ان کی وفات سنہ ۷۷۵ھ میں ہوئی۔ (۱۵) امام جلال الدین علی مشہور شافعی ہیں، آپ بھی مجتہد تھے اور امام شافعی کے مذہب کے ملتزم نہیں تھے بلکہ جس شخص کے پاس حق پاتے، اسی کی طرف رجوع کرتے، آپ کی وفات سنہ ۸۷۳ھ میں ہوئی۔ (۱۶) امام شہاب الدین منزلاوی، آپ بھی مجتہد تھے اور کتب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتے اور سنی محمدی کہلاتے، حنفی شافعی وغیرہ نہ کہلاتے تھے، آپ کی وفات سنہ ۸۵۸ھ میں ہوئی۔ (۱۷) امام مقبلی منعلی، آپ بھی مجتہد اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مسلک پر تھے (جو رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کا اتباع نہ کرتے) اور تقلید کے ایسے تدرک تھے کہ اس بناء پر مقلدین نے ان پر کفر کے فتوے لگائے، جن سے وہ بحکم سلطان روم امتحان کے بعد بری کئے گئے، ان کی پیدائش سنہ ۳۳۷ھ میں ہوئی۔ (۱۸) امام کوکبلی، آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے، اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے، ان کی پیدائش سنہ ۳۳۵ھ میں ہوئی۔ (۱۹) زیدی مشہور حنفی، آپ بھی مجتہد تھے اور فرماتے تھے ”میرا دین وہ نہیں جو ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں کا ہے، اگر وہ حدیث صحیح کے خلاف ہو“ ان کی پیدائش سنہ ۳۵۹ھ میں ہوئی۔ (۲۰) علی ابن عبد اللہ منعلی، آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے۔ اپنے اجتہاد سے حدیث پر عمل کرتے تھے، ان کی پیدائش سنہ ۳۶۵ھ میں ہوئی۔ (۲۱) عبد اللہ بن لطف اللہ منعلی، آپ بھی مجتہد تھے اور تقلید سے سخت نفرت کرتے تھے، آپ کی وفات سنہ ۴۷۲ھ میں ہوئی۔ (۲۲) عبد الرحمن بن احمد منعلی، آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے، حدیث پر عمل کرتے تھے، آپ کی پیدائش سنہ ۸۸۰ھ میں ہوئی۔ (۲۳) امام محمد بن علی شوکلی، آپ بھی مجتہد تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے، اپنے اجتہاد سے عمل بالحدیث کرتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں اور اس کے بعد آپ کے شاگردوں میں ایسے بہت سے لوگ ہوئے ہیں جو کسی کے مقلد نہ تھے اور اجتہاد خود عمل بالحدیث کرتے تھے جیسے محمد بن احمد متونی سنہ ۳۳۶ھ اور محمد بن حسن متونی سنہ ۳۵۷ھ وغیرہ اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب وغیرہ سب مجتہد تھے اور اپنے اجتہاد سے عمل بالحدیث کرتے تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے بلکہ تقلید کی مذمت کرتے تھے چنانچہ ان کی تصانیف سے یہ امر اظہر من الشمس ہے اور اس زمانہ حل میں بھی بہت سے علماء ایسے ہیں کہ وہ کسی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ اپنے اجتہاد سے استدلال اور استنبلا کرتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے عمل بالحدیث کرتے ہیں (مثلاً نواب صدیق حسن خاں صاحب اور شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب) اور بعض دوسرے ایسے بھی ہیں کہ بظاہر مقلد کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ اپنے ملکہ سے استنبلا کر لیتے ہیں۔

اسی وجہ سے مولوی عبدالحی صاحب نے ”تراجم حنفیہ“ میں لکھا ہے: بَلْ لَا يَخْلُقُوا مِثْلَهُ مِنَ الْعِمَاتِ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ يَهْتَدِي بِهِمْ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُقْلِدِينَ بَلْ وَلَا عَصْرَ مِنَ الْأَعْصَارِ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُجْتَهِدِينَ فِي الْأَطَارِ الْأَرْضِيَّةِ وَإِنْ كَانُوا فِي الظَّاهِرِ مِنَ الْمُقْلِدِينَ انْتَهَى۔ (اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) پس اس بیان بالہدیان سے ثابت ہو گیا کہ ہر زمانے میں مجتہد ہوتے آئے ہیں اور کوئی زمانہ مجتہدین سے خالی نہیں رہا ہے اور اسی طرح زمانہ حل میں بھی کوئی نہ کوئی مجتہد کسی نہ کسی ملک میں ضرور ہو گا بلکہ زمانہ حل میں بہ نسبت زمانہ سابق کے اجتہاد کرنا اور کتب و سنت سے مسائل استنبلا کرنا بہت سہل اور آسان ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو اسباب و آلات علوم و فنون اب اس زمانے میں علماء کو میسر ہیں، علماء زمانہ سابق کو ایسے اسباب کبھی خواب میں بھی میسر نہ آئے تھے اور جس قدر کتب تفاسیر اور کتب حدیث اور کتب اصول و فقہ وغیرہ علوم مختلفہ و فنون فنی کی اس زمانہ میں لال علم کے پاس جمع ہوئی ہیں، اتنی کتابیں علماء زمانہ سابق کے پاس کبھی جمع نہیں

چھٹا جواب: یہ شرائط اجتہاد جو بعض متعصبین نے لگائی ہیں، یہ مجتہد مطلق کے لیے ہیں جو جمیع احکام میں فتوے دے اور جو شخص کسی ایک حکم میں مثلاً مجتہد ہو اس کے لیے یہ شرائط ضروری نہیں ہیں بلکہ اس کے لیے اتنا ہی علم حاصل کرنا ضروری ہے جو اس مسئلے سے متعلق ہو۔ چنانچہ تلون میں لکھا ہے: **ثُمَّ هَذِهِ الشَّرَاطُ** **إِنَّمَا هِيَ فِي حَقِّ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ الَّذِي يُفْتِي فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ وَأَمَّا الْمُجْتَهِدُ فِي حُكْمٍ دُونَ حُكْمٍ فَعَلَيْهِ** **مَعْرِفَةُ مَا يَتَعَلَّقُ بِذَلِكَ الْحُكْمِ كَذِكْرُهُ الْإِمَامَ الْفَرَاغِي** انتہی۔

اور کشف اصطلاحات القون میں لکھا ہے: وَأَمَّا الْمُجْتَهِدُ فِي مَسْئَلَةٍ فَيَكُونُ عَلَيْهِ عِلْمٌ مَا يَتَعَلَّقُ بِهَا وَلَا يَضُرُّهُ الْجَهْلُ بِمَا لَا يَتَعَلَّقُ بِهَا هَكَذَا فِي الْعُضْلِيِّ وَخَوَاشِيهِ

اور دراست السبب میں لکھا ہے: وَمَا قِيلَ مِنْ أَنَّهُ لَيْسَ فِي زَمَانِنَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْإِجْتِهَادِ فَهُوَ مَعَ كَوْنِهِ مِمَّا تُوقَفُ فِيهِ لَوْ سَلِمَ فَهُوَ نَفَى لِلِاجْتِهَادِ الْمُطْلَقِ لَا مُطْلَقَ الْإِجْتِهَادِ الشَّامِلِ لِلِاجْتِهَادِ الْجُزْئِيِّ لِعَدَمِ خُلُوقِ الْأَعْصَارِ عَنْ ذَلِكَ حَتَّى عَصَرْنَا هَذَا فَأَذْنَى مَا يَصْلُقُ عَلَيْهِ الْإِجْتِهَادُ الْجُزْئِيُّ أَمَّا قَرِيبُ الْحَصُولِ يَقْضَى وَظَرُهُ قَبْلُ مِنَ الْعِلْمِ اِتَّهَى۔

حاصل یہ ہے کہ اجتہاد جزئی یعنی فقط ایک ہی مسئلہ میں اجتہاد کرنا اس کے لیے وہ شرائط ضروری نہیں جو مجتہد مطلق کے لیے مقرر ہیں بلکہ اس کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے جو اس مسئلہ کے متعلق ہو اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہے۔ اس کے لیے تھوڑا علم بھی کافی ہے، فقط۔

چوتھا مغالطہ

حدیث پر عمل کرنے کا بیان

ایک مغالطہ مقلدین، حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں جو فتح المبین میں لکھا ہے کہ اقوال ائمہ مجتہدین کی تحقیق کے بغیر صحیح حدیث پر عمل کر لینا حسن ظن تو ہے مگر حماقت اور تکبر سے خللی نہیں اور یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا گمراہی ہے۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

پہلا جواب: اصول حنفی میں لکھا ہے کہ اگر راوی صحابی اپنی روایت کردہ حدیث میں تاویل کرے تو وہ موجب جرح نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تلویح میں لکھا ہے :

وَأَنْ عَمِلَ بَعْضُ مُحْتَمَلَةٍ بِطَرِيقِ التَّوَابِلِ لَا يَكُونُ جَزْأً اِنْتَهَى۔ اور اگر اس کے بعض محتملات پر بطریق تَوَابِلِ عمل کرے تو موجب جرح نہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب راوی صحابی کی تاویل اس کو حجت ہونے سے خارج نہیں کرتی ہے تو پھر ائمہ مجتہدین کی تاویلات جو سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئے کس گنتی اور شمار میں ہیں اور حدیث کو حجت ہونے سے کیسے خارج کر سکتے ہیں۔

دوسرا جواب:

تیسرا جواب:

ظَاهِرُ الْحَدِيثِ وَاجِبُ الْعَمَلِ الْتَهَى-

تکبر کہنا خود سمجھ لیجئے کہ کس کو احمق اور متکبر ٹھہراتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

چوتھا جواب:

خِلَافًا لِلْحَنْفِيَّةِ-

اور تحریر الاصول للشیخ ابن ہمام اور اس کی شرح میں لکھا ہے :

وَإِذَا حَمَلَ الصَّحَابِيُّ مَرْوِيَّةَ الظَّاهِرِ فِي حُكْمٍ عَلَى غَيْرِ الظَّاهِرِ حُكْمُهُ فَلَذَهَبَ الْأَكْثَرُ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْهُمْ الشَّافِعِيُّ وَالْكَزْجِيُّ أَنَّ الْمَعْمُولَ بِهِ هُوَ الظَّاهِرُ دُونَ مَا حَمَلَ عَلَيْهِ الرَّاوي مِنْ تَأْوِيلِهِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ كَيْفَ أَتَرَكَ الْحَدِيثَ يَقُولُ مَنْ لَوْ عَاصَرْتُهُ لَحَاجَجْتُهُ أَنْتَهُ۔

جب صحابی راوی (اپنے قول و فعل سے) اپنی روایت کے ظاہر معنی کے خلاف تکویل کرے اور اس کو ظاہر معنی سے پھیر دے تو جمہور علماء امام شافعی اور امام کفری وغیرہ کے نزدیک حدیث کا ظاہر معنی واجب العمل ہے اور تکویل صحابی پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے فرمایا میں حدیث کو ایسے شخص کے قول کی وجہ سے کس طرح چھوڑ دوں کہ اگر میں اس کا ہم عصر ہوتا تو اس کے ساتھ جھگڑتا۔

پس یہاں سے ثابت ہو گیا کہ اگر صحابی راوی بھی حدیث میں ظاہر معنی کے خلاف تکویل کرے تو اس کی تکویل اکثر علماء کے نزدیک قتل عمل نہیں ہے اور احکام آمدی میں لکھا ہے :

وَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ إِنْ عَلِمَ مَأْخُذَهُ فِي الْمُخَالَفَةِ وَكَانَ ذَلِكَ مَا يُوجِبُ حَمْلَ الْخَبَرِ عَلَى مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الرَّاوي وَجَبَ اتِّبَاعُ ذَلِكَ الدَّلِيلِ لِأَنَّ الرَّاوي عَمِلَ بِهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَمَلُ أَحَدٍ الْمُجْتَهِدِينَ حُجَّةً عَلَى الْآخَرِ وَإِنْ جُهِلَ مَأْخُذُهُ فَلَا يُوجِبُ الْعَمَلُ بِظَاهِرِ اللَّفْظِ وَذَلِكَ لِأَنَّ الرَّاوي عَدْلٌ وَقَدْ جَزَمَ بِالرَّوَايَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ الْأَصْلُ فِي وَجُوبِ الْعَمَلِ بِالْخَبَرِ وَمُخَالَفَةُ الرَّاوي لَهُ مُحْتَمَلٌ أَنَّهُ كَانَ لَيْسَ بَيْنَ ظَوْرٍ عَلَيْهِ وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ كَانَ لِدَلِيلٍ اجْتَهَدَ فِيهِ وَهُوَ مُخْطِئٌ فِيهِ أَوْ هُوَ مُشَايِقٌ بِهِ دُونَ غَيْرِهِ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ كَمَا عُرِفَ مِنْ مُخَالَفَةِ مَا لَكَ لِخَبَرِ خِيَارِ الْمَجْلِسِ بِمَارَاةٍ مِنْ أَجْمَاعِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَلَى خِلَافِهِ وَيَحْتَمِلُ أَنَّهُ عَلِمَ بِذَلِكَ عِلْمًا لَا مَرَأَ فِيهِ مِنْ قَصْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِذَا تَرَدَّدَ بَيْنَ هَذِهِ الْأَحْتمَالَاتِ فَالظَّاهِرُ لَا يُتْرَكُ بِالشَّكِّ وَالْإِحْتِمَالِ وَعَلَى كُلِّ تَقْدِيرٍ فَبِمُخَالَفَتِهِ لِلْخَبَرِ لَا يَكُونُ فَاسِقًا حَتَّى يَمْنَعَ الْعَمَلُ بِرَوَايَتِهِ وَبِهَذَا

پسندیدہ اور مختار بات یہ ہے کہ اگر راوی کے ظاہر حدیث کے خلاف کرنے کی کوئی وجہ (دلیل) معلوم ہو اور اس تکویل کی جو راوی نے اختیار کی ہو دلیل بن سکے تو اس دلیل کی پیروی واجب ہے اور ظاہر حدیث کا ترک کرنا جائز ہے نہ اس لیے کہ وہ راوی کا عمل ہے کیونکہ کسی مجتہد کا عمل دوسرے مجتہد کے لیے حجت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس دلیل کی رو سے جو معلوم ہوئی اور اگر اس صحابی کی تکویل کی کوئی دلیل معلوم نہ ہو تو ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور راوی کی تکویل و مخالفت کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس حدیث کو بھول گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس تکویل و مخالفت ظاہر حدیث میں کسی دلیل سے متسلل ہوا ہو جس میں ان سے خطا ہو گئی ہو یا وہ ایسی دلیل ہو جس کا صرف وہی قائل ہو نہ دوسرے مجتہدین اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی مراد کو یقیناً جان لیا ہو اور جب ان سب احتمالات میں تردد اور شک پیدا ہو گیا تو ظاہر معنی حدیث کو اس کے شک اور تردد کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا اور راوی بہر حال اس مخالفت کی وجہ سے فاسق بھی نہیں ہو سکتا تاکہ اس کی اس روایت پر عمل کرنا جائز نہ ہو انتہی۔

يَنْدَفِعُ قَوْلُ الْخَصْمِ أَنَّهُ إِنْ أَحْسِنَ الظَّنَّ بِالرَّوَايِ
وَجَبَ حَمْلُ الْخَبَرِ عَلَى مَا حَمَلَهُ عَلَيْهِ وَإِنْ
أُسْنِيَ بِهِ الظَّنُّ امْتَنَعَ بِرَوَايَتِهِ

بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ تویل صحابی ظاہر حدیث پر مقدم ہے۔ اس لیے کہ ظاہر حدیث کے ترک کرنے کو صحابی خود حرام جانتا تھا، ومع ذلك۔ اس نے ظاہر کو ترک کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس نے کوئی دلیل ظاہر حدیث کے ترک کرنے پر پائی ہو گی، تب ہی اس کو ترک کیا۔ سو حنفیوں کی اس دلیل کا جواب احکام آمدی کی اس کلام میں آچکا ہے۔ بایں طور کہ جیسے صحابی کے ظاہر حدیث کے ترک کرنے میں یہ احتمال تم نکالتے ہو ویسے ہی یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی راوی اس حدیث کو بھول گیا ہو اور یہ بھی احتمال کہ وہ اس تویل اور مخالفت ظاہر حدیث میں کسی دلیل سے متمسک ہوا ہو جس میں اس نے خطا کی ہو یا وہ ایسی دلیل ہو جس کا فقط وہی قائل ہو نہ کہ دوسرے مجتہدین۔ لہذا جب اس کی تویل میں اتنے احتمال ہیں تو وہ قطعی دلیل نہیں ہو سکتی اور ظاہر حدیث قطعی دلیل ہے۔ پس اس تویل ظنی اور محتمل سے اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

دراسات الیسیب میں لکھا ہے :

أَقُولُ وَقَدْ عَلِمْتُ مِنْهُ أَنَّ أَكْثَرَ الْعُلَمَاءِ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ
وَالْحَنَفِيَّةِ قَاتِلُونَ بَعْدَهُمْ تَرْكَ ظَاهِرِ التَّصَوُّصِ
بِتَأْوِيلِ الصَّحَابَةِ بِخِلَافِهِ فَضْلاً عَنْ تَأْوِيلِ
تَابِعِيٍّ وَمَنْ تَبِعَهُ مِنْ دُونِهِ مِنْ طَبَقَاتِ الْعُلَمَاءِ
وَعَلِمَ أَيْضاً أَنَّ ذَلِكَ كَانَ حَرَاماً فِي زَمَنِ
الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مُسْتَفِيزُ مَشْهُورًا

میں کہتا ہوں کہ تحقیق معلوم ہو چکا ہے، اس سے کہ اکثر علماء شافعیہ اور حنفیہ صحابہ کی تویل مخالف سے ظاہر نصوص کے ترک کرنے کو جائز نہیں رکھتے۔ پس تابعین اور تبع تابعین اور جو لوگ ان کے بعد پیدا ہوئے، ان کی تویل مخالف ظاہر حدیث کا تو کیا ہی ٹھکانا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تویل کے ساتھ ظاہر حدیث کو ترک کرنا صحابہ کے زمانہ میں حرام تھا اور یہ مشہور معروف تھا انتہی۔

نیز دراسات میں لکھا ہے : وَالْأَقْلُ الْمَجُوزُونَ إِنَّمَا جُوزُوهُ فِي تَأْوِيلِ الصَّحَابَةِ خَاصَّةً لِتَجْوِيزِهِمْ ذَلِكَ بِمَا يَخْصُ الصَّحَابَةَ فَحَسَبُ۔ یہ سب اختلاف فقط تویل صحابی میں ہے۔ اکثر علماء اس کو ظاہر حدیث کے مقابلہ میں لائق عمل نہیں جانتے اور بعض قتل عمل سمجھتے ہیں۔ مگر جو لوگ کہ صحابہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے تابعین اور تبع تابعین ومن بعدہم، ان کی تویل تو ظاہر نص کے مقابلہ میں بالاتفاق مقبول نہیں ہے۔ لہذا جو حنفیہ صحابہ کی تویل پر عمل کرنا جائز رکھتے ہیں وہ اس کی دلیل ایسی بیان کرتے ہیں جو فقط صحابہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ دوسروں میں وہ دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ پس جب جمہور علماء کے نزدیک ظاہر حدیث کے مقابلہ میں صحابی کی تویل کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ ظاہر نص واجب العمل ہے تو پھر تابعین اور تبع تابعین وغیرہ مجتہدین کے اقوال اور تلویحات کا تو ظاہر حدیث کے مقابلہ میں بطریق اولیٰ کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اس سے ثابت ہو گیا کہ ائمہ مجتہدین کی تلویحات ظاہر حدیث کے مقابلہ میں بالاتفاق مقبول نہیں ہیں اور ظاہر حدیث کے مقابلہ میں ان پر عمل کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے بلکہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ پس حدیث صحیحہ پر عمل کرنے کو تحقیق اقوال ائمہ مجتہدین پر موقوف رکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور کون مسلمان اس کو جائز کہہ سکتا ہے اور سلف و خلف اہل اسلام میں سے یہ کس کا مذہب ہے، جس کو آج کل کے احتلاف نے اختیار کیا ہے۔

پانچواں جواب: جب حدیث صحیح پر عمل کرنا بلا تحقیق اقوال ائمہ جائز نہیں تو اب اقوال ائمہ پر بلا تحقیق و تفتیش ماخذ کرنا بطریق اولیٰ جائز نہ ہو گا۔ پس ناگزیر ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اقوال کی بھی تحقیق کی جائے پس یا تو اقوال ائمہ کی تحقیق حدیث سے کی جائے گی اور ان کا صحیح ہونا یا ضعیف ہونا حدیث سے معلوم کیا جائے گا یا کسی دوسرے امام کے قول سے برشق اول دور لازم آئے گا یا تسلسل، اس لیے کہ حدیث صحیح پر عمل کرنے کو آپ تحقیق اقوال ائمہ پر موقوف کر چکے ہیں اور جب اقوال ائمہ کی تحقیق پر حدیث پر موقوف ہوئی تو دور لازم آئے گا یا تسلسل اور برشق ثانی بھی دور لازم آئے گا پس جب دونوں مشین باطل ہوئیں تو ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور حدیث پر عمل کرنا جائز ہوا۔

چھٹا جواب: ائمہ مجتہدین کی تحقیق مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث کے امام شافعی کچھ معنی کرتے ہیں اور امام مالک اس کا معنی کچھ اور کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کا معنی کچھ اور بتلاتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس اور ائمہ مجتہدین اس کے متعلق کچھ اور ہی رائے دیتے ہیں اور تخصیص ایک امام کی ترجیح بلا مرجع ہے۔ پس اب کس امام کی تحقیق پر عمل کیا جائے؟ اس صورت میں تو کسی امام کی تحقیق پر عمل کیا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ عامی تو بقول مؤلف فتح عوام کے مساوی ہیں، پس وہ بھی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ اب کیا کیا جائے؟ اور عوام الناس کیا کریں اور کدھر جائیں؟ نیز بقول مؤلف فتح المسین جب خود مجتہدین ہی کو کسی مسئلہ کی تحقیق ابھی تک نہیں ہوئی تو پھر آج کل کے علماء سے کسی مسئلہ کی تحقیق کرنا کیسے ممکن ہے۔ پس ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا بھی ان سے ممکن نہ ہو۔ اس لیے کہ یہ بھی مسئلہ منجملہ ان کی تحقیق ہے۔ پس حدیث صحیح پر عمل کرنے کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا قطعاً باطل ہوا۔

ساتواں جواب: جب حنفیہ حدیث صحیح پر عمل کرنے کو تحقیق ائمہ مجتہدین اور ان کا اتفاق ضروری خیال کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا معنی وہی معتبر ہے جو تمام ائمہ مجتہدین نے اتفاق کر کے اپنی تحقیق سے مقرر کیا ہو۔ لہذا ثابت ہوا کہ ایک امام کی تحقیق کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق نہ ہو۔ پس اب مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگر اکیلے اپنی تحقیق سے کسی حدیث کا کوئی معنی بیان کریں یا اس کی کوئی تاویل کریں تو اس کا بھی کچھ اعتبار نہ ہو گا۔ جب تک کہ تمام مجتہدین اس کے معنی یا اس تاویل پر اتفاق نہ کر لیں۔ پس حنفی مذہب کی تو اس سے بنیاد اکھڑ جاتی ہے۔ اس لیے کہ امام صاحب کی تو تمام تاویلات اور تحقیقات ایسی ہیں کہ کوئی امام مجتہد ان کے ساتھ کسی تحقیق میں بھی متفق نہیں، الا ماشاء اللہ۔

آٹھواں جواب: تمام علماء محققین اور ثقہ ماہرین کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حدیث صحیح پر بغیر تحقیق تاویل و نسخ و تفتیش اقوال ائمہ عمل کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور سب علماء بر ملا یہی منادی کرتے ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا تحقیق ائمہ پر موقوف نہیں ہے۔ لہذا چند اقوال علماء محققین و ائمہ مجتہدین اس کی تصدیق کے طور پر نقل کئے جاتے ہیں۔

قَالَ وَلِيُّ الدِّينِ الْعِرَاقِيُّ الدَّلِيلُ يُعْطَى الْجَوَازَ علامہ ولی الدین عراقی نے لکھا ہے کہ دلیل سے جواز عمل بالحدیث معلوم یُعْنَى الْعَمَلُ بِالْأَمْرِ لِمَا تَقَرَّرَ أَنَّ الصَّحَابَةَ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سارے کے سارے

علماء کی اصطلاح کے مطابق مجتہد نہ تھے بلکہ ان میں شری لوگ بھی تھے، دیہاتی بھی تھے اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فقط ایک ہی حدیث سنی تھی اور ایک ہی مرتبہ صحبت حاصل کی تھی اور اس میں شک نہیں ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا یا اور صحابہ سے کچھ سنتا تو اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کرتا۔ مجتہد ہو یا نہ ہو، یہ امر ثابت نہیں ہوا کہ جو ان میں مجتہد نہ تھا، اس پر یہ حکم لگایا گیا ہو کہ وہ مجتہد کی طرف رجوع کر کے (اس سے اس کا معنی پوچھ کر) اس سنی ہوئی حدیث پر عمل کرے۔ نہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ امر پایا گیا، نہ آپ کے بعد کے زمانے میں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے غیر مجتہد کے لیے عمل بالحدیث کی تقریر و اجازت پائی جاتی ہے اور صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کے خلفاء راشدین غیر مجتہدین صحابہ کو، خصوصاً ان لوگوں کو جو دیہات میں رہتے تھے، حکم دیتے کہ جو کچھ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ اور اصحاب کے سنا ہے اس پر عمل نہ کریں، جب تک کہ اس کو مجتہد صحابہ پر پیش نہ کر لیں لیکن اس سلسلے میں کوئی امر مروی نہیں ہے اور اس حکم کا نہ ہونا اس قول الہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تم کو رسول دے سولے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ ایسی ہی اور آیات ہیں کہ ان میں فہم مجتہد کی قید نہیں ہے۔ پس اس سے آپ نے جان لیا کہ صحیح حدیث پہنچ جانے کے

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ مَا كَانَ كُلُّهُمْ فُقَهَاءَ عَلَى اصطلاح العلماء فَإِنَّ فِيهِمُ الْقُرُوءَ وَالْبُدُوئِ وَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ ﷺ حَدِيثًا وَاحِدًا وَصَحْبَهُ مَرَّةً وَلَا شَكَّ أَنَّ مَنْ سَمِعَ مِنْهُمْ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَوْ أَخَذَ عَنِ الصَّحَابَةِ كَانَ يَعْمَلُ بِهِ عَلَى حَسَبِ فَهْمِهِ فَقِيهًا كَانَ أَوَّلًا وَلَمْ يُعْرِفْ أَنَّ غَيْرَ الْفَقِيهِ مِنْهُمْ كَلَّفَ بِالرَّجُوعِ إِلَى الْفَقِيهِ فِيمَا سَمِعَهُ مِنَ الْحَدِيثِ لَا فِي زَمَانِهِ ﷺ وَلَا بَعْدَهُ فِي زَمَانِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَهَذَا تَفَرُّدٌ مِنْهُ ﷺ بِجَوَازِ الْعَمَلِ بِالْحَدِيثِ لِغَيْرِ الْفَقِيهِ وَاجْتِمَاعُ مِنَ الصَّحَابَةِ عَلَيْهِ وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَأَمَرَ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ غَيْرَ الْفُقَهَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ سِيمَا أَهْلَ الْبُودَايِ أَنْ لَا يَعْمَلُوا بِمَا أَخَذُوا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مُشَافَهَةً أَوْ بِوَاسِطَةِ حَتَّى يَغْرِضُوا عَلَى الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ وَلَمْ يَزُوْا مِنْ هَذَا عَيْنٌ وَلَا أَكْثَرُ وَهَذَا ظَاهِرُ قَوْلِهِ تَعَالَى مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

وَنُجَاهًا مِنَ الْإِثْمَاتِ حِينَ لَمْ يَفْقَهُوا بَانَ ذَلِكَ

لَمْ يَفْهَمُوا الْفُقَهَاءَ وَمِنْ هُنَا عَرَفْتُ أَنَّهُ لَا

لَقَّ الْعَمَلُ بَعْدَ وَصُولِ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ

حدیث کا نہ ہونا جان لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا واجب

عَلَى خِلَافِهِ وَعَدَمُ الْمَعَارِضِ بَلْ يَتَّبِعِي الْعَمَلُ بِهِ إِلَى أَنْ يَظْهَرَ شَيْءٌ مِنَ الْمَوَاقِعِ فَيَنْظُرُ فِي ذَلِكَ وَيَكْفِي فِي الْعَمَلِ كَوْنُ الْأَصْلِ عَدَمُ هَذِهِ الْعَوَارِضِ الْمَانِعَةِ مِنَ الْعَمَلِ وَقَدْ بَيَّنَّا

ان میں نظر کی جائے گی اور اس پر عمل کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ان امور عارضی کا نہ ہونا اصل ہے اور فقہاء نے بہت سے احکام پانی وغیرہ کے باب میں اسی اصل پر بیان کئے ہیں۔ چنانچہ ناظرین کتب پر مخفی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ دیہات اور دور دور بستیوں کے

الْفَقَهَاءَ عَلَى اعْتِبَارِ أَصْلِ الشَّيْءِ أَحْكَامًا كَثِيرَةً فِي الْمَاءِ وَنَحْوِهِ لَا يَخْفَى عَلَى الْمُتَتَبِعِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ مِنْ أَهْلِ الْبَوَادِي وَالْقُرَى الْبَعِيدَةِ مَنْ كَانَ يَجْنِي عِنْدَهُ ﷺ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَيَسْمَعُ شَيْئًا ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى بِلَادِهِ وَيَعْمَلُ بِهِ وَالْوَقْتُ كَانَ وَقْتُ نَسْخٍ وَتَبْدِيلٍ وَلَمْ يُتَوَفَّ أَنَّ ﷺ أَمَرَ أَحَدًا مِنْ هَؤُلَاءِ بِالْمُزَاجَعَةِ لِيَعْرِفَ النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوخِ بَلْ أَنَّ ﷺ قَرَّرَ مَنْ قَالَ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُضَ عَلَى مَا قَالَ وَلَمْ يَتَكَبَّرْ عَلَيْهِ بِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ النَّسْخَ بَلْ قَالَ دَخَلَ الْجَنَّةُ إِنْ صَدَقَ أَوْ كَمَا قَالَ وَكَذَلِكَ مَا أَمَرَ الصَّحَابَةَ أَهْلَ الْبَوَادِي وَغَيْرُهُمْ بِالْعُرْضِ عَلَى فَقِيهِ لِيَمَيِّزَ لَهُ النَّاسِخَ وَالْحُجَّةَ بَلْوَعُهُ لَا وَجُودُهُ وَيَذُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُعْتَبَرِ الْبَلْوَعُ لَا الْوُجُودُ أَنَّ الْمُكَلَّفَ مَا أُمِرَ بِالْعَمَلِ عَلَى وَفْقِ الْمَنْسُوخِ كَحَدِيثِ نَسْخِ الْقَبْلَةِ إِلَى الْكُفَّةِ الشَّرِيفَةِ انْتَهَى كَذَا نَقَلَهُ فِي الدِّرَاسَاتِ -

علامہ ہماوالدین مرحلہ حنفی نے اپنی کتب میں لکھا ہے :

وَالَّذِي يَتَقَوْلُهُ الْمُخَاطَبُ وَيَقْتَرِي بِهِ الْكَذِبَ عَلَى اللَّهِ أَنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْأَدِلَّةِ إِنَّمَا هُوَ وَظِيفَةُ الْمُجْتَهِدِ وَالْإِجْتِهَادُ مَلَكََةٌ رَاسِخَةٌ وَبَصِيرَةٌ شَرِيفَةٌ وَرُتْبَةٌ عَظِيمَةٌ صَعْبَةُ الْمَرْفُوعِ وَأَهْلُهُ قَدْ انْقَرَضَ وَزَمَانُهُ قَدْ مَضَى وَكُلُّ آيَةٍ وَحَدِيثٍ وَخَبَرٍ مُخَالِفٍ لِقَوْلِ أَصْحَابِنَا لَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ وَيَقْدَمُ أَقْوَالُ الْفُقَهَاءِ عَلَى الْحَدِيثِ ثُمَّ قَالَ وَإِذَا أُورِدَ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ

لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یا دو دفعہ آتے اور کچھ احادیث سن جاتے پھر اپنے شہروں کی طرف چلے جاتے اور ان ہی پر عمل کرتے رہتے حالانکہ وہ وقت نسخ اور تبدیل کا تھا پھر یہ معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو فرمایا ہو کہ ناسخ اور منسوخ کی پہچان کر لیا کریں اور پھر ان احادیث پر عمل کریں بلکہ جس نے رسول اللہ ﷺ سے فقط ایک ہی حدیث سنی اس نے چند احکام سیکھ کر کہا تھا کہ میں اس سے کم و بیش نہ کروں گا اس کی بات کو آپ نے مسلم رکھا اور یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کرتا ہے یہ احکام نسخ کا احتمال رکھتے ہیں بلکہ آپ نے اس کو یہ فرمایا کہ یہ شخص جنت میں داخل ہو گا اگر اس نے سچ کہا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے دہشت کے رہنے والے لوگوں کو یہ نہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو مجتہدین کے سامنے پیش کر لیا کریں تاکہ وہ ان کو ناسخ اور منسوخ میں تمیز کر دیا کریں۔ نیز نسخ کے باب میں ناسخ کا پہنچ جانا حجت ہے نہ کہ اس کا کافی الواقع موجود ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مکلف منسوخ پر عمل کرنے پر مامور ہے جب تک اس کا ناسخ اس پر ظاہر نہ ہو جائے اور جب ظاہر ہو تو اس کے لیے اپنے پچھلے عمل کا قضا کرنا لازم نہیں جیسے حدیث نسخ قبلہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے انتہی -

مخاطب جو بات بتاتا ہے اور جس کے ساتھ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دلائل سے تمسک صرف مجتہد کا کام ہے اور اجتہاد مضبوط صلاحیت اعلیٰ درجے کی بصیرت اور عظیم رتبے کا نام ہے جس پر فائز ہونا حد درجہ مشکل ہے۔ نیز یہ کہ اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے دنیا سے اٹھ گئے ہیں اور ان کا زمانہ گزر چکا ہے۔ اور جب اس پر کوئی حدیث وارد کی جاتی ہے تو بیہودہ بکتا ہے اور کہتا ہے کہ اس حدیث کو مجتہد اور فقیہ نے نہیں لیا ہے پس اس پر عمل نہ کیا جائے گا (اس کے جواب میں) میں وہی کہتا ہوں (جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے

کفار کے جواب میں فرمایا ہے) ایسی ہی باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان سب (اگلے پچھلے گمراہوں) کی ذہنیتیں ایک جیسی ہیں اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کلمہ ہے جس پر ہم نے باپ دادوں کو پایا اور ہم اس چیز سے جس کی طرف تم ہمیں بلااتے ہو شک میں ہیں اور کہتے ہیں ہم تمہاری بات نہیں سمجھتے۔ ایسی ہی اور بہت سی باتیں کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتب میں منقول ہیں اور اللہ تعالیٰ ان جھوٹی باتوں کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے پختہ کرتا ہے۔ کتب اللہ ایک ایسی کتب ہے کہ باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے، تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو کہ تمہارے لیے ضرور وہی کلمہ ہے جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو، تمہارے اس گمان نے جو تم اللہ کے ساتھ رکھتے ہو تمہیں ہلاک کر دیا ہے، سو تم فقہان اٹھانے والے ہو گئے اور لوگوں کے اقوال کو حدیث پر مقدم کرنا احادیث کو رد کرنا ہے اور رجم بالغیب ہے جو بیشک کفر ہے اور اگر حکم شرعی اس کذاب مفتوی کے نزدیک بجز شہادت قول فقیہ کے ثابت نہیں ہوتا ہے تو دور یا تسلسل لازم آئے گا اس لیے کہ جب اسے کہا جائے کہ اس مجتہد کی بات کو لے لینا کیوں واجب ہے اور اس کو دوسرے مجتہد کے قول پر کس نے ترجیح دی ہے تو کیا کئے گا اگر یہ بات کہے کہ اس فقیہ کے قول کو لے لینا دوسرے مجتہد کے کہنے سے ہے تو پھر اس دوسرے مجتہد کی بات لے لینے میں کلام منتقل ہوگی۔ بلیں طور کہ اس کی بات کو کس کے کہنے سے لے لیا اور اس کو غیروں پر کس نے ترجیح دی اور اسی طرح الی غیر النہایت پس یا تو دور لازم آئے گا یا تسلسل اور یہ دونوں امر باطل ہیں۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ قول و فعل رسول اللہ ﷺ کی طرف پھر آئے، پس مدعا حاصل ہوا، انتہی۔

يَهْدِي وَيَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ بِهِ الْفَقِيهَةُ وَالْمُخْتَلَفُ فَلَا يُعْمَلُ بِمُقْتَضَاهُ قُلْتُ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ وَقَالُوا مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا يَقُولُ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنْ مَقَالَتِهِمُ الْمُسْتَبْجَنَةِ وَكَلِمَاتِهِمُ الْمُسْتَقْبَحَةِ الْمَحْكِيَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَيَمْحُو اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ إِنَّهُ كِتَابٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ إِنْ لَكُمْ فِيهِ لِمَا تَخَيَّرُونَ وَذَلِكَ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرَأَاكُمْ فَاصْبِحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ثُمَّ قَالَ وَتَقْدِيرُ أَقْوَالِ الرِّجَالِ عَلَى الْحَدِيثِ رَدُّ الْتَّصُوصِ وَرَجْمُ الْغَيْبِ وَهُوَ كُفْرٌ بِلَا رَيْبٍ وَلَوْ لَمْ يَنْبَغِ الْحُكْمُ الشَّرْعِيُّ عِنْدَ ذَلِكَ الْكَذَابِ الْمُفْتَرَى عَلَى اللَّهِ إِلَّا يَقُولُ الْفَقِيهَةُ وَمَا الَّذِي رَجَحَهُ عَلَى قَوْلٍ غَيْرِهِ مَاذَا يَقُولُ فَإِنْ قَالَ وَجَبَ الْأَخْذُ بِهِ وَيَتَرَجَّحُ عَلَى غَيْرِهِ يَقُولُ آخِرُ لِلْفَقِيهِ يَنْقُلُ الْكَلَامَ إِلَى وَجُوبِ الْأَخْذِ يَقُولُ هَذَا الْفَقِيهِ الْآخِرُ وَهَكَذَا فَمَا أَنْ يَدُورَ أَوْ يَتَسَلَّلَ وَهُوَ بَاطِلٌ أَوْ يَنْتَهِيَ إِلَى قَوْلِ الرَّسُولِ أَوْ فَعْلِهِ ^(١)

علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین کے خاتمہ میں لکھا ہے :

جب کسی کے پاس بخاری اور مسلم دونوں ہوں یا ایک ہو یا رسول اللہ ﷺ کی سنن کا مجموعہ (جیسے ابوداؤد یا ترمذی وغیرہ) ایسا موجود ہو جس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہو تو کیا اس کو ان احادیث پر جو ان میں ہیں فتویٰ دینا جائز ہے۔ ایک جماعت متاخرین کی یہ کہتی ہے کہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث کبھی منسوخ ہوتی ہے، اس کی معارض کوئی دوسری حدیث ہو سکتی ہے یا اس کے معنی وہ سمجھ لے جو اصلی نہیں یا اس میں ایک امر استحباب کا حکم ہو اور اس سے واجب ہونا سمجھا جائے گا یا وہ حکم بظاہر عام ہو گا اور اس کا کوئی مخصوص ہو گا یا مطلق ہو گا جس کا کوئی متقید ہو گا پس اس پر عمل جائز نہیں اور نہ اس کے مطابق فتویٰ دینا جائز ہے، جب تک کہ اہل فتویٰ اور اہل فقہ سے پوچھ نہ لے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ یوں نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا جائز ہے اور فتویٰ دینا درست ہے بلکہ یہی امر اس کے لیے لازم اور متعین ہے کہ صحابہ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب ان کو کوئی حدیث پہنچ جاتی اور اسے ایک دوسرے کو سناتے تو بلا توقف عمل کی طرف دوڑ پڑتے اور اس کے منسوخ یا معارض ہونے کی بحث نہ کرتے اور کوئی ان میں سے کبھی یہ نہ کہتا کہ اس پر فلاں فلاں اکابر نے عمل کیا ہے یا نہیں بلکہ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو اس پر سخت اعتراض کرتے اور غصے ہوتے ایسا ہی تابعین کرتے رہے اور یہ بات وہ شخص باہدہمت جانتا ہے جس کو ان کے احوال سیرت یا کچھ بھی علم ہے اور عہد سنت کا دور دراز ہو جانا اور اس کا پرانا ہو جانا اس کے عمل کو ترک کرنے اور اس کے سوا اور چیزوں کے لیے لینے کو جائز نہیں کر دیتا ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر بلوغت ان کی صحت کے عمل جائز نہ ہوتا جب تک کہ فلاں فلاں امام اس پر عمل نہ کر لے تو ان لوگوں کے اقوال احادیث کی کوئی ٹھہرتے، ان کو پاک کرنے والے قرار پاتے اور ان کے عمل کے لیے شرط مقرر ہوتے اور یہ باب بالکل باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دستویز بتایا ہے اور ان کے علاوہ امت میں سے کسی ایک کو بھی حجت نہیں گردانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے احادیث کے پہنچانے کا حکم

الْفَائِدَةُ الثَّامِنَةُ وَالْأَرْبَعُونَ إِذَا كَانَ عِنْدَ الرَّجُلِ الصَّحِيحَيْنِ أَوْ أَحَدَهُمَا أَوْ كِتَابٌ مِنْ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُؤْتَوَقٌ بِمَا فِيهِ فَهَلْ لَهُ أَنْ يُفْتِيَ بِمَا يَجِدُهُ فِيهِ فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُتَأَخِّرِينَ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ مَنْسُوعًا وَلَهُ مُعَارِضٌ أَوْ فُهِمَ دَلَالَتُهُ خِلَافَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ أَوْ يَكُونُ أَمْرٌ تُذِبُ فِيهِمْ مِنْهُ الْإِيجَابُ أَوْ يَكُونُ عَامًّا لَهُ مُخَصِّصٌ أَوْ مُظْلَقًا لَهُ مُقَيَّدٌ فَلَا يَجُوزُ لَهُ الْعَمَلُ وَلَا الْفَتْيَا حَتَّى يَسْأَلَ أَهْلَ الْفِقْهِ وَالْفَتْيَا وَقَالَتْ طَائِفَةٌ بَلْ لَهُ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ وَيُفْتِيَ بِهِ بَلْ يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ كَمَا كَانَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ يَفْعَلُونَ إِذَا بَلَغَهُمُ الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَحَدَّثَ بِهِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بَادِرُوا إِلَى الْعَمَلِ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَوَقُّفٍ وَلَا بَحْثٍ وَلَا يَقُولُ أَحَدٌ مَتْنُهُمْ قَطُّ هَلْ عَمِلَ بِهَذَا فَلَانٌ وَفُلَانٌ وَلَوْ رَأَوْا مَنْ يَقُولُ ذَلِكَ لَا تَنْكَرُوا عَلَيْهِ أَشَدَّ الْإِنْكَارِ وَكَذَلِكَ التَّابِعُونَ وَهَذَا مَعْلُومٌ بِالضَّرُورَةِ لِمَنْ لَهُ أَدْنَى خَبْرَةٍ بِحَالِ الْقَوْمِ وَسَيْرَتِهِمْ وَظُلُومِ الْعَهْدِ بِالسَّنَةِ وَبَعْدَ الزَّمَانِ وَعَثْفُهَا لَا يَسْوَعُ الْعَمَلُ بِهَا بَعْدَ صِحَّتِهَا حَتَّى يَعْمَلَ بِهَا فَلَانٌ وَفُلَانٌ لَكَانَ قَوْلُ فَلَانٍ وَفُلَانٍ عَيَّازًا عَلَى السُّنَنِ وَمُزَكِّيًّا لَهَا وَشَرْطًا فِي الْعَمَلِ بِهَا وَهَذَا مِنْ أَبْطَلِ الْبَاطِلِ وَقَدْ أَقَامَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى الْحُجَّةَ بِرَسُولِهِ دُونَ أَحَادِ الْأُمَّةِ وَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِتَبْلِيغِ سُنَّتِهِ وَدَعَا لِمَنْ بَلَغَهَا فَلَوْ كَانَ مَنْ بَلَغَهُ لَا يَعْمَلُ بِهَا حَتَّى

دیا ہے اور پہنچانے والے کے لیے دعا کی ہے پھر اگر جس کو وہ حدیث پہنچے اس کے لیے اس پر عمل جائز نہ ہوتا جب تک کہ فلاں فلاں امام اس پر عمل نہ کر لے تو اس کے پہنچانے کا کچھ فائدہ نہ تھا اسی امام کا قول کافی ہوتا (ائمہ محدثین) کہتے ہیں کہ احادیث کا اتقاقی نسخ جس پر تمام امت نے اجماع کیا ہے وہ یقیناً دس احادیث بلکہ اس کے نصف تک نہیں پہنچتے پس منسوخ حدیث پر چلنے کے احتمال کی خطا اس خطا کی نسبت بہت کم ہے جو تقلید مجتہد میں ہے جو ثواب کے ساتھ خطا بھی کرتا ہے اور اس کے اقوال میں تناقض اور اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور کبھی وہ بت کہتا ہے اور پھر اس سے پھر جاتا ہے اور اس سے ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی مختلف روایات آتی ہیں اور معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کو سمجھنے میں خطا نہایت ہی کم ہے اس خطا سے جو فقیہ کے کلام کو سمجھنے میں واقع ہوتی ہے پس عمل بالحدیث اور اس کے مطابق فتوے دینے میں خطا کا کوئی احتمال نہیں ہے مگر اس سے کئی گنا زیادہ احتمال اس شخص کی بات میں ہوتا ہے جو کسی امام کی تقلید میں فتویٰ دے مگر نہ جانتا ہو کہ اس کے اقوال میں خطا کیا ہے اور صواب کیل

يَعْمَلُ بِهَا الْإِمَامُ فَلَانٌ وَالْإِمَامُ فَلَانٌ لَمْ يَكُنْ فِي تَبْلِيغِهَا فَائِدَةٌ وَحَصَلَ الْإِكْتِفَاءُ بِقَوْلِ فَلَانٍ وَفَلَانٍ قَالُوا وَالنَّسْخُ الْوَاقِعُ فِي الْأَحَادِيثِ الَّتِي اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ لَا يَتْلُغُ عَشْرَةَ أَحَادِيثٍ أَلْبَنَتْ بَلْ وَلَا شَطْرَهَا فَتَقْدِيرُ وَقُوعِ الْخَطَا فِي الذَّهَابِ إِلَى الْمُنْسُوخِ أَقْلُ بِكَثِيرٍ مِّنْ وَقُوعِ الْخَطَا فِي تَقْلِيدِ مَنْ يُصْنِبُ وَيُخْطِئُ وَيَجُوزُ عَلَيْهِ التَّشَاغُصُ وَالْإِخْتِلَافُ وَيَقُولُ الْقَوْلُ وَيَرْجِعُ عَنْهُ وَيُحْكِي عَنْهُ فِي الْمَسْئَلَةِ الْوَاحِدَةِ عِدَّةُ أَقْوَالٍ وَوُقُوعِ الْخَطَا فِي فَهْمِ كَلَامِ الْمُعْصُومِ أَقْلُ بِكَثِيرٍ مِّنْ وَقُوعِ الْخَطَا فِي كَلَامِ الْفَقِيهِ الْمُعَيَّنِ فَلَا يَفْرُضُ احْتِمَالُ خَطَا لِمَنْ عَمِلَ بِالْحَدِيثِ وَأَفْنَى بِهِ إِلَّا وَأَضْعَافُ أَضْعَافِهِ حَاصِلٌ لِمَنْ أَفْنَى بِتَقْلِيدِ مَنْ لَا يَعْلَمُ خَطَاةً مِنْ صَوَابِهِ انْتَهَى۔

نیز علامہ ابن القیم اسی اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں :

اصحاب رسول ﷺ سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ جواب میں کہتے اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے اور اس کا رسول یوں ارشاد کرتا ہے اور آپ نے ایسے عمل کیا اور اللہ کے احکام اور رسول اللہ کی سنت سے صحابہ کبھی نہ ہٹتے، جب تک انہیں ان پر عمل درآمد کی سبیل نظر آتی۔ پس جو کوئی ان کے جوابات کو سوچے گا وہ سینوں کی پیاریوں کے لیے ان کو شفا ٹھہرائے گا پھر جب زمانہ دراز ہو گیا اور لوگ نور نبوت سے دور چلے گئے تو پچھلے علماء کے نزدیک یہ عیب ہو گیا کہ اپنے اصول و فروع میں قل اللہ اور قل الرسول کا ذکر کریں۔ اصول دین میں تو انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا کلام اس باب میں مفید یقین نہیں ہے۔ اس سے وہ سند پکڑتا ہے جو ظاہری ہے یا (اللہ کا جسم بنانے والا) رہے فروع تو ان میں انہوں نے ان مختصر کتابوں کی تقلید

وَقَدْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَأِلُوا عَنْ مَسْئَلَةٍ يَقُولُونَ قَالَ اللَّهُ كَذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ كَذَا وَفَعَلَ كَذَا وَلَا يَغْدِلُونَ عَنْ ذَلِكَ مَا وَجَدُوا إِلَيْهِ سَبِيلًا قَطُّ فَمَنْ تَأَمَّلَ أَجَوِبَتَهُمْ وَجَدَهَا هِفَاءً لِمَا فِي الصُّدُورِ فَلَمَّا طَالَ الْعَهْدُ وَبَعُدَ النَّاسُ مِنْ نُورِ الثَّبُوتِ صَارَ هَذَا عَيْبًا عِنْدَ الْمُتَأَخِّرِينَ أَنَّ يُذَكِّرُوا فِي أَصُولِ دِينِهِمْ وَلَوْ رُوِيَ قَالَ اللَّهُ قَالَ رَسُولُهُ أَمَّا أَصُولُ دِينِهِمْ فَصَرَّحُوا فِي كُتُبِهِمْ أَنَّ قَوْلَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لَا يَفِيدُ الْيَقِينَ فِي مَسَائِلِ أَصُولِ الدِّينِ وَأَمَّا يَخْتِجُ بِكَلَامِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فِيهَا

پر قناعت کر لی ہے جس میں اللہ اور رسول کے قول کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس امام کا جس کی تقلید کے وہ مدعی ہیں۔ ان کا بھروسہ اتنا باتوں میں ہے جن کے مطابق فتوے دیتے ہیں، فیصلے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقوق دلاتے ہیں اور عورتوں کی شرمگاہیں اور لوگوں کے خون اور اموال حلال کرتے ہیں۔ مذکور مختصر کتابوں کے لکھنے والے کے قول پر ہے۔ ان کا اپنے زعم میں بڑا بزرگ اور اپنے ہم جنسوں میں سب کا کفیل وہ ہے جو کتب کے الفاظ کو یاد رکھے اور کہے کہ اس نے یوں کہا ہے اور یہ اس کے الفاظ ہیں۔ پس حلال وہ ہے جس کو اس کتب نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اس کتب نے حرام کیا اور واجب وہ ہے جس کو وہ واجب کرے اور باطل وہ ہے جس کو وہ باطل کرے اور صحیح وہ جس کو وہ صحیح کہے یاد رکھ اس بات کو اور ہمارا ان لوگوں کے ساتھ اس نملے میں کیا تعلق ہے۔ آج ہم ایک ایسے معاملے سے دوچار ہیں کہ جس کی وجہ سے حقوق العباد اللہ تعالیٰ کی جنب میں فریاد کر رہے ہیں اور شرمگاہیں اور مال اور خون (جن کو وہ ناحق حلال کر رہے ہیں) اپنے رب کو پکار رہے ہیں، اس نملے میں احکام بدل گئے ہیں اور حرام حلال ہو چکا ہے، جائز بات ناجائز ہو رہی ہے اور وہ منکر جس کو اللہ اور رسول نے ناجائز قرار دیا ہے، آج سب سے بڑی عبادت بن چکا ہے اور حق اس نملے میں بہت کمیاب ہے اور حق کو پہچاننے والا اس سے بھی زیادہ کمیاب ہے اور جو شخص لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائے اور اپنے نفس کو سمجھائے وہ ان دونوں سے زیادہ کمیاب ہے، انتہی۔

الْحَشْوِيَّةُ وَالْمَجَسَّمَةُ وَأَمَّا فُرُوعُهُمْ فَفَقَعُوا بِتَقْلِيدٍ مِّنْ اخْتَصَرَ لَهُمْ بَعْضُ الْمُخْتَصِرَاتِ الَّتِي لَا يَذْكُرُ فِيهَا نَصٌّ عَنِ اللَّهِ وَلَا عَنْ رَسُولِهِ وَلَا عَنِ الْإِمَامِ الَّذِي رَعَمُوا أَنَّهُمْ قَلَّدُوهُ فِي دِينِهِمْ بَلْ عَمَدَتُهُمْ فِيمَا يَقْتُونُ وَيَقْضُونَ بِهِ وَيَتَقَلَّدُونَ بِهِ الْحَقُوقُ وَيَبِينُ حُجُومُ الْفُرُوجِ وَالْإِمَاءُ وَالْأَمْوَالُ عَلَى قَوْلٍ ذَلِكَ الْمُصْتَفِ وَأَجْلَهُمْ عِنْدَ نَفْسِهِ وَزَعَمَتُهُمْ عِنْدَ بَنِي جَنْسِهِ مَن يَسْتَحْضِرُ لَفْظَ الْكِتَابِ وَيَقُولُ هَكَذَا قَالَ وَهَذَا لَفْظُهُ فَالْحَلَالُ مَا أَحَلَّهُ ذَلِكَ الْكِتَابُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَهُ وَالْوَاجِبُ مَا أَوْجَبَهُ وَالْبَاطِلُ مَا أَبْطَلَهُ وَالصَّحِيحُ مَا صَحَّحَهُ هَذَا وَأَتَى لَنَا بِهِؤَلَاءِ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْأَرْمَانِ فَقَدْ دُفِعْنَا إِلَى أَمْرِ تَضَعُ مِنْهُ الْحَقُوقُ إِلَى اللَّهِ صَاحِبِهَا وَتَعُجُّ مِنْهُ الْفُرُوجُ وَالْأَمْوَالُ وَالْإِمَاءُ إِلَى رَبِّهَا عَاجِزِينَ تَبْدِيلُ فِيهِ الْأَحْكَامُ وَتَقْلِبُ الْحَلَالُ بِالْحَرَامِ وَيَجْعَلُ فِيهِ الْمَعْرُوفُ فِي أَعْلَى مَرَاتِبِ الْمُتَنَكَّرَاتِ وَالْمُنَكَّرِ الَّذِي لَا يَشْرَعُهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ أَفْضَلِ الْقُرْبَاتِ وَالْحَقُّ فِيهِ غَرِيبٌ وَأَعْرَبُ مِنْهُ مَنْ يَعْرِفُهُ وَأَعْرَبُ مِنْهُمَا مَنْ يَدْعُو إِلَيْهِ وَيَنْصَحُ بِهِ نَفْسُهُ وَالتَّاسِ انْتَهَى۔

شلہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے عقد الجہد میں فرمایا ہے :

پس اگر ہم تک رسول معصوم ﷺ کی حدیث بسند صحیح پہنچ جائے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے اور جو مذہب امام کے مخالف ہو پھر ہم حدیث کو چھوڑیں اور اس بتلائی بات (یعنی قول امام) کے پیچھے لگیں تو برا عالم کون ہے اس صورت میں اس دن ہمارے پاس کوئی عذر نہ ہو گا جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، انتہی۔

فَإِنْ بَلَّغْنَا حَدِيثًا مِنَ الرَّسُولِ الْمَعْصُومِ الَّذِي فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْنَا طَاعَتَهُ بِسَنَدٍ صَالِحٍ يَدُلُّ عَلَى خِلَافٍ مَذْهَبِهِ وَتَرَكْنَا حَدِيثَهُ وَاتَّبَعْنَا ذَلِكَ التَّحْمِينَ فَمَنْ أَظْلَمُ مِنَّا وَمَا عَذْرَانَا يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ انْتَهَى۔

نیز شہ صاحب نے الفوز الکبیر میں فرمایا ہے: (ترجمہ) ”اگر یہودیوں کا نمونہ تو دیکھنا چاہے تو ان برے علماء کو دیکھ جو دنیا کے طالب ہیں اور سلف کی تقلید کے خوگر ہیں اور کتب اور سنت سے روگردان ہیں اور ایک عالم کے تعق، تشدد اور استحقان کو سند پکڑ کر کلام شارع معصوم ﷺ سے بے پرواہ ہو گئے ہیں اور جنہوں نے موضوع احادیث اور تکیلات فاسدہ کو اپنا مقتدا بنا رکھا ہے گویا کہ یہودی مقلدین ہیں“ انتہی۔“

امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے :

قیاس کا نص پر مقدم کرنا جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے، احتمال ہے کہ اس نے امام کے مقلدین کی کلام میں یہ بات پائی ہو گی جو امام کے قیاس پر عمل کرنے کو واجب جانتے ہیں اور صحیح حدیث کو (جو امام کی موت کے بعد صحیح ہوئی) چھوڑ دیتے پس امام اس میں معذور ہے لیکن ان کے مقلدین معذور نہیں ہیں اور ان کا یہ قول کہ ہمارے امام نے اس حدیث کو نہیں لیا ہے، حجت کے لائق نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ یہ حدیث امام کو نہ پہنچی ہو یا پہنچی ہو لیکن اس کے نزدیک صحیح نہ ہو اور سب اماموں کے قول پہلے گزر چکے ہیں کہ جب کوئی حدیث صحت کو پہنچ جائے تو وہی ہمارا مذہب ہے اور حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی کے قیاس اور حجت کا اعتبار نہیں ہے مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی قبول کی جائے گی، انتہی۔

وَيَحْتَمِلُ أَنَّ الَّذِي أَضَافَ إِلَى الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَقْدِمُ الْقِيَاسَ عَلَى النَّصِّ ظَفَرَ بِذَلِكَ فِي كَلَامِ مُقْلِدِيهِ الَّذِينَ يَلْزَمُونَ الْعَمَلَ بِمَا وَجَدُوهُ عَنْ إِمَامِهِمْ مِنَ الْقِيَاسِ وَيَتْرَكُونَ الْحَدِيثَ الَّذِي صَحَّ بَعْدَ مَوْتِ الْإِمَامِ فَأَلَامَهُمْ مَعْدُورٌ وَاتِّبَاعُهُ غَيْرُ مَعْدُورٍ وَقَوْلُهُمْ إِنَّ إِمَامَنَا لَمْ يَأْخُذْ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَا يَنْتَهِي حُجَّةٌ لِاحْتِمَالِ أَنَّهُ لَمْ يَظْفَرْ بِهِ أَوْ ظَفَرَ بِهِ لَكِنْ لَمْ يَصِحَّ عِنْدَهُ وَقَدْ تَقَدَّمَ قَوْلُ الْإِمَامَةِ كُلِّهِمْ إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبُنَا وَلَيْسَ لِأَحَدٍ مَعَهُ قِيَاسٌ وَلَا حُجَّةٌ إِلَّا طَاعَةُ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بِالتَّسْلِيمِ لَهُ إِنَّتْهِ۔^(۱)

علامہ قسطلانی مواہب الدنیہ میں لکھتے ہیں :

رسول اللہ ﷺ کا ادب یہ ہے کہ آپ کے قول میں کوئی شک نہ کیا جائے بلکہ لوگوں کی رائے اور قیاس میں آپ کے قول کی وجہ سے شبہ کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی نص کا قیاس کے ساتھ معارضہ نہ کیا جائے بلکہ آپ کی نص کے مقابلہ میں تمام قیاسات کو ترک کر دیا جائے اور آپ کی نص کو لے لیا جائے اور راہ صواب سے یکسر الگ اور رسول اللہ ﷺ جن احکام کو لائے ہیں کسی امام کی موافقت پر انہیں موقوف نہ رکھا جائے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں سب بے ادبی اور خطرناک جسارت ہے اور اصل ادب رسول اللہ ﷺ

وَمِنْ الْأَدَبِ مَعَهُ ﷺ أَنْ لَا يُسْتَشْكَلَ قَوْلُهُ ﷺ بَلْ يُسْتَشْكَلُ آرَاءُ الرِّجَالِ وَأَقْوَالُ الْغَيْرِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا يَعَارِضُ نَصَّهُ بِقِيَاسٍ بَلْ يَهْدُرُ الْأَقْسِيَّةُ وَتَلْقَى لِنُصُوصِهِ وَلَا يُحَرِّفُ كَلَامَهُ عَنْ حَقِيقَتِهِ بِخِيَالٍ يُسَمِّيهِ أَصْحَابُهُ مَعْقُولًا نَعَمْ هُوَ مَجْهُولٌ وَعَنِ الصَّوَابِ مَعْرُورٌ وَلَا يُوقَفُ قَبْلُ مَا جَاءَ بِهِ عَلَى مُوَافَقَةِ أَحَدٍ فَكُلُّ هَذَا مِنْ قِلَّةِ الْأَدَبِ

کا یہ ہے کہ ان کے حکم کو بالکل تسلیم کیا جائے اور آپ کی فرمانبرداری کی جائے پس یہ دونوں توحیدیں ہیں اور کسی اللہ کے بندے کو اللہ کے عذاب سے نجات نہیں ملے گی مگر ان دونوں کے ساتھ توحید الہی اور توحید متابعت رسول اللہ ﷺ کی۔ پس رسول اللہ ﷺ کا کسی دوسرے سے محاکمہ نہ کیا جائے اور نہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے حکم پر راضی ہونا چاہیے۔

مَعَهُ وَهُوَ عَيْنُ الْجَزَاءِ وَرَأْسُ الْأَدَبِ مَعَهُ ﷺ كَمَالُ تَسْلِيمٍ وَالْإِقْبَادُ لَأَمْرِهِ بِالْقَبُولِ وَالصَّدَقِ دُونَ أَنْ يَحْمِلَهُ بِمُعَارَضَةِ خِيَالٍ بَاطِلٍ يُسَمِّيهِ أَهْلُهُ مَقْضُولًا وَيُسَمِّيهِ شَكًّا أَوْ شُبْهَةً وَيَقْدَمُ آرَاءُ الرِّجَالِ وَزِيَادَاتُ أَذْهَانِهِمْ فَيُؤْخَذُ بِالتَّسْلِيمِ وَالتَّحْكِيمِ وَالْإِقْبَادِ وَالْإِدْعَانِ كَمَا وَجَدَ الْمُرْسِلُ بِالْعِبَادَةِ وَالْخُضُوعِ وَالْإِنَابَةِ وَالتَّوَكُّلِ فَهُمَا تَوْحِيدَانِ لَا نَجَاةَ لِلْعَبِيدِ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ إِلَّا بِهِمَا تَوْحِيدُ الْمُرْسِلِ وَتَوْحِيدُ مُتَابَعَةِ الرَّسُولِ فَلَا يُحَاكَمُ وَالرَّسُولُ إِلَى غَيْرِهِ فَلَا يَرْضَى بِحُكْمِ غَيْرِهِ انْتَهَى۔

دراسات البیب میں لکھا ہے :

وَالْإِمَامُ لَيْسَ بِمَعْصُومٍ حَتَّى تَأْوِلَ لَهُ نَصُوصُ الشَّرِيعَةِ وَتُتْرَكَ حَقِيقَةُ كَلَامِ الشَّارِعِ وَلَمْ يَأْذَنْ اللَّهُ وَلَا رَسُولُهُ بِهَذِهِ التَّصَوُّرَةِ وَمَا أَمَرْنَا بِاتِّبَاعِ مَذْهَبٍ مِنَ الْمَذَاهِبِ فَضْلًا عَنْ اتِّبَاعِ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ وَازْتِكَابِ السَّخِيَّاتِ لِصِحَّتِهِ۔

امام معصوم نہیں ہوتا کہ اس کے لیے شریعت کی نصوص کی تبویل کی جائے اور حقیقت کلام شارع کو چھوڑ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اور نہ اس کے رسول نے ایسی نصرا کا اذن دیا ہے اور نہ حکم دیا ہے ہمیں مطلق کسی مذہب کی تبعہ داری کرنے کا چرچہ جائے کہ مذہب معین کی تبعہ داری کی جائے اور اس کی صحت کے لیے حیلے نکالے جائیں، انتہی۔

وہ دلائل جو ہم نے دعویٰ ختم اجتہاد کے باطل کرنے پر بیان کئے ہیں وہ بھی یہاں جاری ہو سکتے ہیں۔

نواں جواب : عمل بالحدیث کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا جی ہے وجوب تقلید امام معین پر اور تقلید امام معین کا واجب ہونا بالاجماع باطل ہے۔ چنانچہ تقلید کی تحقیق اور اختیار الحق و بحر الخار و غیرہ کتابوں میں بہت بسط و تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، من شاء فلیرجع الیہا۔

امام ابن حزم نے نبد الکافیہ میں لکھا ہے :

وَقَدْ صَحَّ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ أَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ وَإِجْمَاعُ التَّابِعِينَ أَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ وَإِجْمَاعُ تَبِيعِ التَّابِعِينَ أَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ عَلَى الْإِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ أَنْ يَقْضَى أَحَدٌ قَوْلَ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ أَوْ مِمَّنْ قَبْلَهُمْ فَيَأْخُذَ كُلَّهُ فَيَعْلَمُ

یہ صحیح ہے کہ تمام صحابہ، تمام تابعین اور تمام تبع تابعین کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آدمی خود بھی رکے اور دوسروں کو بھی اپنے درمیان سے یا اسلاف میں سے کسی خاص شخص کے قول کی پیروی سے روکے اور اس کی ہر بات نہ قبول کرتا چلا جائے لہذا جان لے وہ شخص جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال کو لے لیتا ہے یا مالک کے تمام اقوال کو

لے لیتا ہے یا شافعی کے تمام اقوال کو لے لیتا ہے یا احمد کے تمام اقوال کو لے لیتا ہے اور ان میں سے جس کا بھی وہ تابع ہے اس کے قول پر کبھی کسی دوسرے کے قول کو ترجیح نہیں دیتا اور نہیں اعتبار کرتا اس کا جو قرآن اور حدیث میں وارد ہے اور اس کو کسی انسان معین کے قول کی طرف پھیلتا ہے تو ایسا شخص بالیقین تمام اجماع امت کا مخالف ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں اور تینوں بہترین زمانوں میں کوئی شخص بھی اس کا پیشوا اور امام نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خیر القرون میں کوئی شخص بھی اس طریقے پر عمل پیرا نہیں رہا۔ لہذا یہ شخص سبیل المؤمنین سے ہٹ کر کسی اور راستے پر گامزن ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، انتہی۔

مَنْ أَحْذَبَ بِجَمِيعِ أَقْوَالِ أَبِي حَنِيفَةَ أَوْ جَمِيعِ أَقْوَالِ مَالِكٍ أَوْ جَمِيعِ أَقْوَالِ الشَّافِعِيِّ أَوْ جَمِيعِ أَقْوَالِ أَحْمَدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَلَا يَتَّبِعْ قَوْلَ مَنْ اتَّبَعَ مِنْهُمْ أَوْ مِنْ غَيْرِهِمْ إِلَى قَوْلٍ غَيْرِهِ وَلَمْ يَتَّقِ عَلَى مَا جَاءَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ غَيْرَ صَارَ ذَلِكَ إِلَى قَوْلِ إِنْسَانٍ بِعَيْنِهِ أَنَّهُ قَدْ خَالَفَ إِجْمَاعَ الْأُمَّةِ كُلِّهَا وَأُولَئِهَا عَنْ آخِرِهَا يَبْقَيْنَ لَا أَشْكَالَ فِيهِ وَأَنَّهُ لَا يَجِدُ لِنَفْسِهِ سَلَفًا وَلَا إِمَامًا فِي جَمِيعِ الْأَعْصَارِ الْمُخْمُودَةِ الثَّلَاثَةِ فَقَدْ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْمُنْزِلَةِ انْتَهَى۔

ابن امیر الحاج نے شرح تحریر میں لکھا ہے :

گذشتہ زمانوں کے علماء نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ کسی حاکم اور مفتی کے لیے ایک مرد معین کی تقلید حلال نہیں ہے۔ اس طرح کہ تمام احکام میں فقط ایک ہی امام کے قول پر فتوے دے، انتہی۔

إِنَّ الْقُرُونَ الْمَاضِيَةَ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِحَاكِمٍ وَلَا مُفْتٍ تَقْلِيدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ بَحْثٍ لَا يَحْكُمُ وَلَا يُفْتِي فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَحْكَامِ إِلَّا بِقَوْلِهِ انْتَهَى۔

پس جب سرے سے تقلید ہی جائز نہ ہوئی تو پھر عمل بالحدیث کو تحقیق ائمہ پر موقوف رکھنا تو یہ بالکل غلط ہے۔

دسواں جواب : چاروں اماموں سے ثابت ہو چکا ہے : اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبُنَا۔ ”جب کوئی حدیث صحت کو پہنچ جائے تو وہ ہمارا مذہب ہے۔“ جیسے کہ ابھی امام شعرانی کے کلام میں مذکور ہو چکا ہے بلکہ امام

شافعی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ حدیث صحیح موجود ہو تو میرے قول کو دیوار کے ساتھ دے مارو اور امام احمد نے فرمایا کہ اللہ اور رسول کے مقابلہ میں کسی کے قول کا اعتبار نہیں۔ نہ میری تقلید کرو اور نہ مالک کی، نہ اوزاعی اور نخعی وغیرہ کی اور احکام کو قرآن و حدیث سے لو، جہاں سے انہوں نے لیا، انتہی کذا ذکرہ الامام الشعرانی فی البیواقی۔

پس ان چاروں اماموں کے اقوال سے صاف ثابت ہو گیا کہ حدیث صحیح پر عمل کرنا ائمہ کی تحقیق اور تفتیح پر موقوف نہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ حدیث صحیح پر عمل کرنا تحقیق ائمہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ مدار عمل بالحدیث سب اماموں نے فقط صحت حدیث ہی کو ٹھہرایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا تحقیق ائمہ پر موقوف نہیں ہے بلکہ مدار عمل بالحدیث سب اماموں نے فقط صحت حدیث ہی کو ٹھہرایا ہے۔

گیارہواں جواب : تمام حنفیہ کے نزدیک نص عام پر عمل کرنا قبل بحث و تفتیش مخصوص جائز بلکہ واجب ہے۔ یہاں تک کہ احتاف اس پر قرون ثلاثہ کے اجماع منعقد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ

مسلم اثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں لکھا ہے : يَجُوزُ الْعَمَلُ بِالْعَامِ قَبْلَ الْبَحْثِ عَنِ الْمُخْصَصِ

وَأَسْتَقْصَاءَ وَتَفْيِيشَ عِنْدَنَا وَعَلَيْهِ الصِّيْرُفِيُّ وَالْبَيْضَاوِيُّ وَالْأَمَوِيُّ وَيَلُوحُ أَنَا رَضِيَ صَاحِبُ الْمَخْصُولِ ثُمَّ قَالَ وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يَنْقُلْ مِنْ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ قَطُّ التَّوَقُّفُ فِي الْعَامِ إِلَى الْبَحْثِ عَنِ الْمُخَصَّصِ وَلَا إِنْكَارًا لِأَحَدٍ مِنْهُمْ فِي الْمُنَظَرَاتِ عَلَى مَنْ تَمَسَّكَ بِالْعَامِ قَبْلَ الْبَحْثِ فَاسْتَقَرَّ هَذَا الْمَذْهَبُ إِلَى الْآنَ فَإِنَّ الْإِجْمَاعَ وَقَدْ تَقَدَّمَ النَّقْلُ عَنِ الْقَاضِي الْإِمَامِ أَبِي زَيْدٍ مِنْ أَنَّ التَّوَقُّفَ مُبْتَدِعٌ بَعْدَ الْقُرْنِ الثَّالِثِ انْتَهَى۔ اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک نص عام پر عمل کرنا بحث و تحقیق مخصص کے بغیر جائز بلکہ واجب ہے اور اس میں کسی ایک صحابی سے بھی توقف کرنا منقول نہیں ہے بلکہ اس میں توقف کرنا بدعت ہے اور یہ نظریہ قرن ثالث کے بعد وجود میں آیا ہے، انتہی، وعلیٰ هذا القیاس۔

اسی طرح نص منسوخ پر عمل کرنا بحث و تحقیق تلخ کے بغیر حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ مسلم الشوت میں لکھا ہے :
 مَذْهَبُ الْحَنْفِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ وَاخْتَارَهُ ابْنُ الْحَاجِبِ لَا يَنْبُتُ حُكْمُ النَّاسِخِ بَعْدَ تَبْلِيغِ جَبْرِئِيلَ قَبْلَ تَبْلِيغِهِ إِلَى الْأُمَمِ لَنَا وَاقِعَةُ أَهْلِ الْقَبَاءِ فَإِنَّهُمْ اسْتَدَارُوا وَمَا عَادُوا انْتَهَى۔
 اختلاف اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے اور اس کو ابن حاجب نے اختیار کیا ہے کہ تلخ کا حکم ثابت نہیں ہوتا، اگر جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ تک حکم پہنچا دیا ہو لیکن رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امت تک نہ پہنچا ہو۔ ہماری دلیل اہل قبلہ کا واقعہ تحویل قبلہ ہے۔ انہوں نے دوران نماز تحویل قبلہ کا حکم سن کر سمت تبدیل کر لی لیکن ادا شدہ نماز کا دوبارہ اعلاہ نہیں کیا۔

اور جب حنفیہ نص عام پر اور نص منسوخ پر بحث اور تحقیق مخصص اور تلخ کے بغیر عمل کرنا جائز بلکہ واجب جانتے ہیں بلکہ وجود اس کے کہ ان کے نزدیک مخصص اور تلخ اور اربعہ میں سے مستقل دلیل اور عمل کا قوی مانع ہے تو پھر اب حدیث صحیح پر عمل کرنا بغیر تحقیق و تفتیش اقوال ائمہ کے کیسے ناجائز ہو سکتا ہے اور تحقیق و تبویل مجتہد نص مخصص اور تلخ کے برابر کیسے ہو سکتی ہے، بینوا توجروا۔

ہم بطور معارضہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرنا تو عین ایمان اور اصل اسلام ہے۔ پس جو شخص یہ بات کہے کہ حدیث پر عمل کرنا گمراہی ہے، وہ شخص ہرگز ہرگز مسلمان نہیں ہے اور نہ اس کے دین ایمان کا کچھ اعتبار ہے۔ اسے لازم ہے کہ اس قول سے جلدی توبہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ناگماں سر پر موت آجائے اور ایمان سے خالی ہاتھ جائے۔ یہ بات نصیحت اور خیر خواہی کے طور پر کہی گئی ہے۔ آگے آپ کو اختیار ہے خواہ توبہ کریں یا نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

تیر ہواں جواب: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَغَيْرَ آيَاتِ قرآن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم آچکا ہے۔ اب جب تحقیق ائمہ کے بغیر قرآن و حدیث پر عمل کرنا جائز نہ ہو تو یہ سب آیات بیکار ہو گئیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اگر عمل بالحدیث تحقیق ائمہ پر موقوف ہو تا تو پھر رسول کی اطاعت کے حکم دینے کا کیا فائدہ تھا پھر تو مجتہدین کی تقلید کا حکم ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا کوئی حکم قرآن مجید میں موجود نہیں۔ اس کے برعکس کتاب الہی تو فکر و تدبیر کا درس دیتی ہے اور آباد اجداد کی تقلید سے سختی کے ساتھ روکتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصلی اور بنیادی چیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے نہ کہ کسی اور کی۔ اوروں کا کام، خواہ وہ امام ہوں یا اکابرین امت، صرف یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام اللہ کے بندوں تک پہنچائیں اور جن امور میں کوئی واضح رہنمائی نہ پائیں، ان میں امت کے سامنے اقرب الی الصواب راہ عمل پیش کریں۔

پانچواں مغالطہ

حدیث میں کئی احتمالات ہیں جس کی بنا پر عمل کرنا ناجائز ہے

ایک مغالطہ مقلدین حنفیہ حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ حدیث صحیح میں کئی احتمالات ہیں۔

(۱) احتمال ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہو۔ (۲) احتمال ہے کہ اس کے معارضہ میں اس سے بڑھ کر اقویٰ حدیث موجود ہو۔ (۳) احتمال ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا جس کے حق میں وارد ہوئی ہے اس سے مخصوص ہو۔ (۴) احتمال ہے کہ اگر عام ہو تو مخصوص البعض ہو۔ (۵) احتمال ہے کہ منوول ہو۔ ان احتمالات کے سبب سے حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

جواب: ان پانچ احتمالات کو (باستثناء احتمال چہارم) ہر حدیث میں روا رکھنا محض وہم اور مجرد تخمین ہے۔ جس کی کوئی دلیل نہیں اور محض وہم جو کسی دلیل سے پیدا نہ ہو، لائق التفات نہیں ہوتا۔ رہا احتمال چہارم تو

اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عام کو قطعی الدلالت نہ رہنے دے، نہ یہ کہ پایہ عمل و اعتبار سے ہی ساقط کر ڈالے۔ اگر ایسا ہو تو لغت اور شرع سے امان اٹھ جائے اور اکثر خطابات شارع بیکار ہو جائیں۔ توضیح و تلویح وغیرہ میں یہ حقیقت مصرح ہے۔ ثانیاً یہ احتمالات کتب فقہ کی روایات میں حدیث سے بڑھ کر ہیں مثلاً اگر حدیث میں نسخ کا احتمال ہے تو اقوال مجتہد (جس کے مجموعہ کا نام فقہ ہے) میں بھی رجوع کا احتمال ہے اور اگر حدیث میں تعارض کا احتمال ہے تو اقوال مجتہدین میں اس سے دس گنا بڑھ کر تعارض موجود ہے۔ ایک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مثلاً محمد کچھ روایت کرتے ہیں اور ابو یوسف کچھ اور حسن اور زفر کچھ اور پھر ایک ایک مسئلہ میں تین تین چار چار روایات آئی ہیں۔ مثلاً ان احتمالات کا تدارک اور فیصلہ کتب حدیث میں بخوبی ہو چکا ہے کہ کتب حدیث میں سب احادیث منسوخہ کو الگ کر دیا گیا ہے اور احادیث متعارضہ میں تطبیق یا ترجیح بھی دے دی گئی ہے۔

اس کی شہادت میں علامہ ہارون بعل الدین کی کلام نقل کی جاتی ہے: ^(۱)

فَإِنَّ الْعَلَامَةَ هَارُونَ بْنَ بَهَّاءَ الدِّينِ الْمَرْجَانِيَّ
الْحَنَفِيَّ فِي كِتَابِ نَاطُورَةِ الْحَقِّ فِي فَرْصِيَّةِ
الْعِشَاءِ وَإِنْ لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَالَّذِي يَقُولُهُ
الْمُخَاطَبُ وَيَقْتَرِنُ بِهِ الْكَذِبُ عَلَى اللَّهِ أَنَّهُ
يَزْعُمُ أَنَّ التَّمَسُّكَ بِالْأَدِلَّةِ إِنَّمَا هُوَ وَظِيفَةُ
الْمُجْتَهِدِ وَالْإِجْتِهَادُ مَلَكَهٖ رَاسِحَةٌ وَبَصِيرَةٌ
شَرِيفَةٌ وَرُتْبَةٌ عَظِيمَةٌ صُنْعَةُ الْمُزَقَّى وَاهْلُهُ قَدْ
انْفَرَضَ وَزَمَانُهُ قَدْ مَضَى وَكُلُّ آيَةٍ وَحَدِيثٍ

اور مخاطب جو بت بتاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ دلائل سے تمسک اور اس سے مسائل استنباط کرنا مجتہد ہی کا کام ہے اور اجتہاد ایک مضبوط قوت اعلیٰ درجہ کی بصیرت اور نہایت بلند مرتبہ ہے جس پر فائز ہونا دشوار ہے اس صلاحیت کے حامل تمام لوگ دنیا سے اٹھ چکے ہیں اور ان کا زمانہ گزر چکا ہے اور جو آیت یا حدیث ہمارے فقہاء کے قول سے مخالف ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء کے اقوال حدیث پر مقدم ہیں۔ اس لیے کہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ موضوع ہو یا منکر ہو اور اگر صحیح بھی ہو تو

اس میں یہ احتمال ہے کہ منسوخ ہو یا مخصوص یا مقید ہو یا منسوخ ہو۔

مُخَالَفٍ لِقَوْلِ أَصْحَابِنَا لَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ وَيَقْدَمُ
أَقْوَالُ الْفُقَهَاءِ عَلَى الْحَدِيثِ لِاحْتِمَالِ أَنْ
يَكُونَ مَوْضُوعًا أَوْ مُتَكْرَرًا وَلَوْ ثَبَتَ فَيَحْتَمِلُ أَنْ
يَكُونَ مَنسُوحًا أَوْ مُقَيَّدًا أَوْ مُؤَوَّلًا أَوْ مُعَارَضًا۔

پھر کہا کہ جب اس مقلد پر حدیث وارد کی جاتی ہے تو یہودہ بلکہ ہے اور
کہتا ہے کہ اس حدیث کو مجتہد اور فقیہ نے نہیں لیا ہے۔ پس اس پر
عمل نہ ہو گا (اس کے جواب میں کہا ہے) کہ ایسی ہی باتیں ان سے پہلے
لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان سب (اگلے پچھلے گمراہوں) کی ذہنیتیں ایک
جیسی ہیں، آخر تک جو آیات اوپر گزر چکی ہیں۔

ثُمَّ قَالَ وَإِذَا أُورِدَ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ يَهْدِي
وَيَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يَأْخُذْ بِهِ الْفَقِيهَةُ وَالْمُجْتَهِدُ فَلَا
يَعْمَلُ بِمُقْتَضَاهُ قُلْتُ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ۔

اور جس بات پر تمام ائمہ اور فقہاء امت کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ جو
حدیث صحیح یعنی خبر واحد (جو ایک راوی کی نقل سے ثابت ہو) چہ جائیکہ
کتب اللہ ہو یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور جب وہ اپنے اوپر کے درجے
کی نص کے خلاف نہ ہو اور وہ ایسے موقع میں وارد ہو جس سے اکثر لوگوں
کا کام نہ پڑے اور ایسی بھی نہ ہو جس پر ضرورت کے وقت عمل چھوٹ
گیا ہو تو وہ حجت لازم ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔ کتب اصول (علم
قواعد استنباط کا نام ہے) اور فروع (تفصیلات وغیرہ) اس مسئلے سے پر ہیں اور
آیات و احادیث جو اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، حد سے زیادہ ہیں۔
صرف چند نادر لوگوں نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے۔ وہ بھی ایسی
حدیث میں جس سے عام لوگوں کا کام نہ پڑے اور اس پر ضرورت کے وقت
عمل نہ ہوا ہو۔ یہ لوگ بلا دلیل قول پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں۔
اگرچہ اس کے مطابق فتویٰ دینا ان سے صحیح ثابت ہو چکا ہو پھر اگر وہ فتویٰ
مقتل صحیح ان تک نہ پہنچے اور وہ حدیث صحیح کے مخالف ہو۔

ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْأُيَمَّةُ وَاتَّفَقَ عَلَيْهِ
كَلِمَةُ فُقَهَاءِ الْأُمَّةِ أَنَّ مَصَحَّ مِنْ خَيْرِ الْوَأَحِدِ
فَضْلًا عَنِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ
وَالْمَشْهُورَةِ إِذَا لَمْ يَعْرِفْ مُخَالَفَتَهُ لِمَا هُوَ فَوْقَهُ
وَهُوَ فِي حَدِيثِهِ لَا نَعْمَ بِهِ الْبُلُوَى وَلَمْ يَكُنْ مَثْرُوكَ
الْمُحَاجَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ فَهُوَ حُجَّةٌ لَزِمَةٌ وَالْعَمَلُ
بِهِ وَاجِبٌ لَا مَحَالَةَ وَكُتِبَ الْأَصُولُ وَالْفُرُوعُ
بِنَقْلِهِ مَشْهُورَةً وَالْآيَاتُ الدَّالَّةُ عَلَى وَجُوبِ ذَلِكَ
غَيْرُ مَحْضُورَةٍ وَإِنَّمَا الشُّكُّ وَخَالَفُوا لِيَمَّا نَعْمَ بِهِ
الْبُلُوَى وَفِي مَثْرُوكِ الْمُحَاجَةِ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَهُمْ
يَسْتَعِينُونَ عَنِ الْعَمَلِ بِقَوْلٍ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيلَهُ وَإِنْ صَحَّ
عَنْهُمْ نَقْلُ الْقُتُوبِ بِهِ فَكَيْفَ إِذَا لَمْ يَرْفَعِ إِلَيْهِمْ
بِنَقْلِ صَحِيحٍ وَكَانَ مُخَالَفًا لِلْحَدِيثِ الصَّرِيحِ۔

پھر علامہ ہارون نے کہا اور یہ اس مقلد کا ردی اور نکالنا مذہب ہے کہ
دلیل سے استدلال کرنا مجتہد ہی کا کام ہے (اس لیے) کہ حدیث دراصل

ثُمَّ قَالَ وَمِنْ مَذْهَبِهِ الرَّيْدِيُّ أَنَّ التَّمَشُّكَ
بِالْأَدِلَّةِ إِنَّمَا ^(۱) هُوَ وَظِيفَةُ الْمُجْتَهِدِ

(۱) شہ ولی اللہ نے مصنفی شرح موطا میں لکھا ہے: واجتہلو در ہر عصر فرض است بجمت آنکہ مسائل کثیرۃ الوقوع محصور اند و معرفت احکام الہی
در آتما واجب و آنچہ مسطور عدون شدہ است غیر کلنی دور آتما اختلاف بسیار کہ بدل رجوع بادلہ حل اختلاف اہل معقول کرد و طریق اہل تا
مجتہدین غالباً منقطع پس بغیر عرض بر قواعد اجتہاد راست نیامد۔

رسول معصوم کی کلام ہے جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو اسے بڑی قوت والے نے سکھائی ہے (یعنی جبریل علیہ السلام نے) حدیث میں جو شبہات راہ پاتے ہیں کہ موضوع ہو یا منکر ہو یا ضعیف ہو تو وہ اس کی سند کی راہ سے یا راویوں کے حالات کی وجہ سے آپہنچتے ہیں اور جو احتمالات پیچھے ذکر ہوئے (یعنی منسوخ یا مخصوص یا مقید یا منکول ہونا) یہ اس کی وجہ دلالت اور معانی کو عارض ہوتے ہیں۔ (اس کا جواب یہ ہے) حدیث کے موضوع اور منکر ہونے کا احتمال تب ختم ہو جاتا ہے جب وہ صحیح سند سے آجائے اور اس کا رسول اللہ ﷺ سے نقل کرنا صحیح ثابت ہو جائے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے جیسے ثقہ راوی سے نقل کرتے کرتے سند نبی ﷺ تک پہنچا دے، ایسا ثقہ کہ اس کی روایت میں شذوذ اور کوئی دوسری علت بھی نہ پائی جائے۔ ایسے ہی اس حدیث کے رجال کو پرکھا جائے اور رواۃ کے احوال کو جانا جائے تو احتمال ختم ہو جاتا ہے یا پھر صحیح اور معتبر کتابوں میں حدیث کا پایا جانا بھی احتمال کو دفع کر دیتا ہے۔

پھر علامہ ہارون نے فرمایا کہ فقہاء کا قول سرے سے محتمل خطا ہوتا ہے۔ نیز وہ اسلہ سے خلی ہوتا ہے یعنی بے سند ہوتا ہے۔ حدیث کی طرح اس کی سند مسلسل اور متصل نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ بطریق مقبول اور معتبر مجتہد کی طرف بھی نہیں پہنچتے دوسرے سب احتمالات جو حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں وہ بہم و کمال فقہ میں بھی موجود اور قائم ہیں۔ اس لیے کہ مجتہد کا قول موضوع ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ کسی نے مجتہد پر افترا کیا ہو۔ (راقم کہتا ہے کہ جب کذاب اور جھوٹے لوگ رسول اللہ معصوم ﷺ کی طرف منسوب کر چکے ہیں تو پھر مجتہدین وغیرہ پر افترا کرنا تو بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ طلحوی اور ابوالعباس اصم وغیرہ نے محمد بن حکم سے نقل کیا ہے کہ اس نے امام شافعی سے سنا کہ عورت کی درمیں دخول کرنے میں حلال یا حرام ہونے کا کوئی حکم نہیں آیا ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ حلال ہو۔ اور امام مالک سے منقول ہے کہ اس نے نکاح متعہ کو جائز رکھا ہے۔ ایسا ہی اور لوگوں سے منقول ہے جو ان پر موضوع اور افترا ہے اور ابو نصر بن صلیغ نے بیان کیا

وَالْحَدِيثُ فِي أَصْلِهِ كَلَامُ الرَّسُولِ الْمَعْصُومِ
الَّذِي لَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ
يُوحَىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ وَإِنَّمَا يَنْتَظَرُ إِلَيْهِ
مَظِنَّةُ تِلْكَ الشُّبُهَاتِ مِنَ الْوَضْعِ وَالتَّكَارَةِ
وَالضُّعْفِ يَدْفَعُهُ صِحَّةُ سَنَدِهِ وَثُبُوتُ نَقْلِهِ إِمَّا
بِرَفْعِ إِسْنَادِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِنَقْلِ
الثِّقَةِ عَنِ الثِّقَةِ سَالِمًا عَنِ الشُّذُوزِ وَالْعِلَّةِ
وَتَفْتِيهِسِ رِجَالِهِ وَالتَّحْقِيقِ عَنْ أَحْوَالِ زَوَاتِهِ
وَإِمَّا بِوُجُودِهِ فِي الْأَصُولِ الْمُعْتَبَرَةِ
وَالْمَجَامِعِ الْمُعْتَمَدَةِ۔

ثُمَّ قَالَ وَقَوْلُ الْفُقَهَاءِ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ فِي
أَصْلِهِ وَغَالِيَهُ خَالَ عَنِ الْإِسْنَادِ إِلَيْهِ وَرَفْعِهِ
بِطَرِيقِ مَقْبُولٍ مُعْتَمَدٍ عَلَيْهِ وَكُلُّ احْتِمَالٍ ذِكْرُ
فِي الْحَدِيثِ قَائِمٌ فِيهِ فَإِنَّهُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ
مَوْضُوعًا قَدْ افْتَرَى عَلَيْهِ غَيْرُهُ أَلَا تَرَى أَنَّ أَبَا
جَعْفَرٍ الطَّلْحَاوِيَّ وَأَبَا الْعَبَّاسِ الْأَصَمَّ
وغيرَهُمَا زَوَّارًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ
سَمِعَ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ فِي إِتْيَانِ الْمَرْأَةِ مِنْ
ذُبْرِهَا مَا صَحَّحَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي تَحْلِيلِهِ
وَلَا تَحْرِيمِهِ شَيْئًا وَالْقِيَاسُ أَنَّهُ حَلَالٌ وَخُكِّي
عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ أَبَاحَ نِكَاحَ الْمُتَعَةِ وَكَذَا مِثْلُهُ
عَنْ غَيْرِهِ وَهُوَ مَوْضُوعٌ عَلَيْهِمْ وَقَدْ حَكَّى أَبُو
نَصْرِ بْنِ الصَّبَّاحِ أَنَّ الرَّبِيعَ كَانَ يَخْلِفُ بِاللَّهِ

اللَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كَذَبَ ابْنُ الْحَكَمِ عَلَى الشَّافِعِيِّ فِي ذَلِكَ وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَجُزُؤُ الْحَدِّ عَلَى مَنْ وَطِئَ بِنِكَاحِ الْمُتَنَعَةِ

کہ ربیع قسم کھاتا تھا اور کہتا تھا کہ ابن حکم نے اس بات میں جھوٹ بولا ہے اور امام شافعی پر افترا کیا ہے۔ دوسری طرف امام مالک کے مذہب میں نکاح متعہ میں حد واجب ہے۔

راقم کتا ہے کہ یہ افترا امام مالک پر ہدایہ شریف (جس کو حنفیہ قرآن و حدیث کے برابر سمجھتے ہیں) میں بھی فائدہ : موجود ہے اور ہدایہ کے شارحین اس کو کذب اور جھوٹ سمجھتے ہیں۔ الفاظ ہدایہ کے یہ ہیں : وَقَالَ مَالِكٌ هُوَ جَائِزٌ "امام مالک نے کہا کہ نکاح متعہ جائز ہے۔" اور شیخ الخفیفہ ابن ہمام اس کو کذب سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس نے فتح القدر حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے :

يُسَبِّتُهُ إِلَى مَالِكٍ غَلَطَ وَلَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ الْأَيْمَةِ وَعُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ إِلَّا طَائِفَةً مِنَ الشَّيْعَةِ

نکاح متعہ کے جائز ہونے کو امام مالک کی طرف نسبت کرنا غلط ہے اور اس مسئلہ میں (بہشتیہ طائفہ شیعہ) علماء و ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ انتہی۔

یعنی حنفی نے بھی شرح ہدایہ میں اس بات کی تردید کی ہے، چنانچہ لکھا ہے :

قَالَ الْأَكْمَلُ مُعْتَدِرًا عَنِ الْمُصَنِّفِ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ شَمْسُ الْأَيْمَةِ الَّذِي أَخَذَ مِنْهُ الْمُصَنِّفُ وَجَدَ قَوْلًا لِمَالِكٍ فِي جَوَازِهَا قُلْتُ لَمْ يَذْكُرْ فِي كِتَابٍ مِنْ كُتُبِ الْمَالِكِيَّةِ أَنَّهَا تَجُوزُ^(۱)

اکمل نے اصحاب ہدایہ کی طرف سے یہ عذر بیان کیا ہے کہ احتمال ہے کہ شمس الائمہ نے (جس سے صاحب ہدایہ نے یہ بات نقل کی ہے) کوئی قول امام مالک کا متعہ کے جواز میں پایا ہو گا میں کتا ہوں (یعنی کا قول ہے) کہ مالکیوں کی کسی کتب میں اس کا جواز نہیں پایا جا سکے۔

اور ہمارے زمانے کے بڑے مشہور حنفی مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤی مرحوم نے بھی اس بات کی تردید کی ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ مذیلۃ الدرایہ میں اس کو ان غلطیوں میں سے شمار کیا ہے جو نصف اول ہدایہ میں واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

قَالَ الْكَاتِبُ هَذَا سَهْوٌ فَإِنَّ الْمَذْكُورَ فِي كُتُبِ مَالِكٍ حُزْمَةٌ بِكَاحِ الْمُتَنَعَةِ وَرَدُّهُ الْعَيْنِيُّ أَيْضًا بِأَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِي كِتَابٍ مِنْ كُتُبِ الْمَالِكِيَّةِ رَوَايَةً جَوَّازَةً وَبِالْإِحْتِمَالِ نَقْلُ قَوْلِ إِمَامٍ غَيْرِ مُوجِبِهِ۔

کاکی نے کہا کہ یہ صاحب ہدایہ کی سہو ہے۔ اس لیے کہ مالکیوں کی کسی کتب میں اس کے جائز ہونے کا ذکر نہیں ہے اور محض احتمال سے کسی امام کا قول نقل کر دینا اچھی بات نہیں ہے، انتہی۔

اس کے بعد علامہ ہارون نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ مجتہد کا قول منکر ہو کیونکہ اس کا راوی مستمم ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ ضعیف ہو کیونکہ راوی کو اضطراب بھی لاحق ہو سکتا ہے جیسے کہ ابو عمیرہ نوح ابن مریم کی روایات ہیں۔ اس کی روایات کا علما نے انکار کر دیا ہے یعنی ان کو نہیں مانا ہے۔ ایسے ہی ہشام بن عبد اللہ کی روایات ہیں۔ اس کی

ثُمَّ قَالَ وَيَكُونُ مُنْكَرًا لِإِتِّهَامِ نَاقِلِهِ وَضَعِيفًا لِاضْطِرَابِ رَاوِيَةِ أَبِي عَصْمَةَ نُوحِ بْنِ مَرْيَمَ فَإِنَّ رَوَايَاتِهِ أَنْكَرُوهَا عَلَيْهِ وَرَوَايَاتِ هِشَامِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ فَإِنَّهُ كَانَ يَضْطَرُّ فِي رَوَايَاتِهِ قَالَ

روایات میں اضطراب اور اختلاف ہے۔ قاضی ابو عبد اللہ ضمیری نے فرمایا کہ یہ شخص بلوغ بزرگی شان کے روایات میں ڈھیلا تھا میں نے شیخ ابوبکر سے سنا وہ ابوبکر رازی سے نقل کرتے تھے کہ آپ امام محمد کی کتب جو سلیمان یا محمد بن سلمہ کی روایت سے منقول ہے پڑھنے کو کہتے اور جو ہشام کی روایت سے منقول ہے اس کے پڑھنے کو پسند نہ کرتے اس لیے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ زلمے میں کئی گراوث آچکی ہے اور کذب اور بیہودہ گوئی کا چلن عام ہے۔

پھر علامہ ہارون نے فرمایا اگر قول مجتہد صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس میں احتمال ہے کہ منسوخ ہو۔ جس سے مجتہد نے رجوع کر لیا ہو اور اس کے برخلاف قوی دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک نے اپنے اقوال سے رجوع کر لیا ہے۔ ان اقوال کی طرف جو ان کے نزدیک دلائل سے راجح ٹھہرے نیز قول مجتہد یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ منقول ہو۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ امام مالک نے اپنی کتب (موطا وغیرہ) میں جمعہ کے دن غسل کو واجب کہا ہے۔ ان کے مقلدین نے اس کو ظاہر معنی سے پھیر کر اس معنی پر حمل کیا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حق اور سنت ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ قول منقول ہے یعنی سنت اور مروت اور اخلاق حسنہ کے رو سے واجب ہے۔ جیسے عربی لوگ کہتے ہیں تیرا حق واجب ہوا یعنی ثابت ہوا (اس تاویل کی تائید میں) اور اپنی سند کے ساتھ اشہب سے نقل کیا کہ اس نے امام مالک سے جمعہ کے غسل کا حکم پوچھا کیا واجب ہے؟ امام مالک نے کہا کہ وہ سنت ہے اور دین میں معروف ہے۔

راقم کتا ہے کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بہت سے اقوال ایسے ہیں کہ مقلدین حنفیہ نے ان کی تاویل کر دی ہے اور ظاہر معنی چھوڑ کر اس سے کچھ اور مراد لیا ہے۔ چنانچہ ناظر کتب فقہ پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔

الْقَاضِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الصَّمِيرِيُّ كَانَ مَعَ عَظِيمٍ شَابَهُ لَيْثًا فِي الرِّوَايَةِ سَمِعْتُ الشَّيْخَ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ مُوسَى يَذْكُرُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الرَّازِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ أَنْ يُقْرَأَ عَلَيْهِ الْأَصْلُ بِرِوَايَةِ سُلَيْمَانَ أَوْ مُحَمَّدَ بْنَ سَمَاعَةَ لِصِحَّتِهِمَا وَضَبْطِهِمَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُقْرَأَ عَلَيْهِ مِنْ رِوَايَةِ هِشَامٍ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِضْطِرَابِ إِنْتَهَى وَآمَنَالِ ذَلِكَ كَثِيرَةٌ خَصُوصًا عِنْدَ تَنْزِيلِ الزَّمَانِ وَشُبُوحِ الْكُذِبِ وَالْهَذْيَانِ۔

ثُمَّ قَالَ لَوْ صَحَّ وَثَبَتْ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَنْشُوخًا قَدْ رَجَعَ عَنْهُ وَأَفْنَى بِخِلَافِهِ فَإِنَّ كَلَامَ مَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَصْحَابِهِ وَمَالِكٍ وَشَافِعِي وَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِمْ قَدْ رَجَعُوا مِنْ أَقْوَالِ إِلَى أَقْوَالٍ بِمَا تَرَجَّحَتْ عَنْدهُمْ مِنْ شَوَاهِدٍ دَلَّالَةٍ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مُؤَوَّلًا أَلَا تَرَى إِلَى مَالِكٍ فَإِنَّهُ نَصَّ فِي كِتَابِهِ عَلَى وَجُوبِ غُسْلِ الْجُمُعَةِ وَصَرَفَهُ أَصْحَابُهُ عَنْ ظَاهِرِهِ وَحَمَلُوهُ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ أَنَّهُ حَقٌّ مُتَأَكَّدٌ قَالَ الْحَافِظُ أَبُو عَمْرٍو بْنُ عَبْدِ الْبَرِّ هُوَ مَأْوَلٌ أَيْ وَاجِبٌ فِي الشُّئَةِ أَوْ فِي الْمَرْوَةِ أَوْ فِي الْأَخْلَاقِ الْجَمِيلَةِ كَقَوْلِ الْعَرَبِ وَجَبَ شُئُهُ حَقٌّ ثُمَّ أَخْرَجَ بِسَنَدِهِ عَنْ أَشْهَبٍ أَنَّ مَالِكًا سُئِلَ عَنْ غُسْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْاجِبٌ هُوَ قَالَ هُوَ سُئِلَ وَمَعْرُوفٌ۔

ثُمَّ قَالَ أَوْ يَكُونُ مُخَصَّصًا أَوْ مُقَيَّدًا فَإِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ نَصَّ عَلَى أَنَّ الْأَشْعَارَ مَكْزُورَةٌ وَحَمَلَهُ الظَّحَاوِيُّ عَلَى أَشْعَارِ أَهْلِ زَمَانِهِ وَزَيْمًا يَكُونُ مُعَارَضًا وَلَا مَحَالَةَ مِنْ مُعَارَضَةِ قَوْلِ غَيْرِهِ مِنَ الْفُقَهَاءِ۔

پھر علامہ ہارون نے کہا کہ مجتہد کے قول میں یہ بھی احتمال ہے کہ مخصص ہو یا مقید ہو دیکھو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اشعار کو عام اور مطلق طور پر مکروہ کہہ دیا ہے اور طلحوی حنفی نے اس کو مقید کیا ہے اور اپنے زمانہ کے مروج اشعار پر محمول کیا ہے۔ نیز کبھی مجتہد کا قول آپس میں معارض بھی ہوتا ہے (اگر اپنے قول سے تعارض نہ ہو) تو اس سے چارہ نہیں کہ دوسرے مجتہد کے قول سے معارض ہو یعنی ایک مجتہد کا قول دوسرے کسی نہ کسی مجتہد کے قول سے تو ضرور ہی معارض ہو گا۔

فائدہ: راقم کتا ہے کہ علامہ ہارون کی کلام سے ثابت ہو گیا کہ یہ سب ہی احتمالات فقہ میں موجود ہیں بلکہ فقہ میں تو ایسا اندھیر پڑا ہوا ہے کہ جس کا کچھ تدارک ممکن نہیں ہے۔ اکثر مسائل فقہ میں امام صاحب و صاحبین کا اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ دو مثل مذہب میں صاحبین امام صاحب سے جدا ہو گئے ہیں۔ نیز ایک ہی امام صاحب سے ایک مسئلہ میں مختلف روایات آئی ہیں مثلاً گھوڑے کے جوٹھے میں امام صاحب سے چار روایات آئی ہیں اور پھر ان کی تطبیق یا ترجیح ^(۱) کی کوئی صورت بیان نہیں کی گئی ہے اور نہ ان کے لیے کوئی قواعد اور اصول مقرر ہوئے ہیں جن سے ان میں تطبیق یا ترجیح دی جاسکے۔ نیز مسائل مفتی بھا میں سخت اختلاف ہے۔ کسی کے نزدیک کوئی مسئلہ مفتی بہ ہے اور کسی کے نزدیک کوئی مسئلہ مفتی بہ ہے اور پھر وہ مفتی بھی مجہول ہے۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے اور اس کو کون سی وجہ ترجیح نظر آئی، جس کی وجہ اس نے مسئلہ کو مفتی بہ ٹھہرایا۔

نیز صدہا اقوال میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دے دیا ہے اور امام صاحب کا قول متروک کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احتمال ہے کہ امام صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہو اور احتمال ہے کہ منقول ہو اور احتمال ہے کہ موضوع ہو۔ کسی نے افترا کر کے ان کی طرف نسبت کر دیا ہو اور احتمال ہے کہ منکر ہو کیونکہ راوی بھی مشہور ہو سکتا ہے اور احتمال ہے کہ ضعیف ہو۔ راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اور احتمال ہے کہ مخصص ہو یا مقید ہو اور احتمال ہے کہ معارض ہو، اپنے اقوال سے نہیں تو دوسرے کسی مجتہد کے قول سے اور اس سے تو کسی طرح چارہ ہی نہیں۔

نیز مجتہد کا قول دراصل خطا کا احتمال رکھتا ہے، لَإِنَّ الْمَجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ اور اکثر مجتہد کا قول بے سند ہوتا ہے یعنی حدیث کی طرح اس کی کوئی سند مسلسل نہیں ہوتی ہے بلکہ اگر فقہ کی اسناد اور احوال روایات کی تحقیق و تنقید اصول حدیث کے قواعد و ضوابط کے مطابق کی جائے تو امید نہیں ہے کہ فقہ کا کوئی ایک مسئلہ بھی امام سے ثابت ہو اور پھر ان کے بعد فقہاء مقلدین متاخرین کا تو کچھ اور ہی حل ہے، کوئی کچھ کتا ہے اور کوئی کچھ کتا ہے۔ کسی مقلد کا کوئی خیال ہے اور کسی متعصب کی کچھ مقل ہے۔ مزید برآں کتب فقہ میں معتزلہ و جبریت و قدریہ وغیرہ مذہب بالملہ کے اقوال و روایات بھی بہت مل گئے ہیں مثلاً صاحب قیہ کہ باعتراف صاحب المشابہ والنظائر معتزلی مذہب ہے پھر بھی فقہ میں اس کے بہت سے مسائل خلط ملط ہو گئے ہیں۔ اسی طرح عبدالقادر بدایونی حنفی نے بوارق شیخ نجدی میں لکھا ہے۔

(فارسی عبارت کا ترجمہ) ”کتب حنفیہ میں خوارج و معتزلہ کا اندراج بے حد ہے۔ کئی ہزار خوارج و معتزلہ فقہی مسائل میں حنفی المذہب قرار پا چکے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف کے بہت سے شاگردان خصوصی غلط مذاہب کے پیروکار بن گئے اور ان کی ہزاروں روایات جو ان کے مذہب کے مطابق تھیں، کتب فتویٰ میں داخل ہو چکی ہیں۔ اندراج خوارج و معتزلہ در کتب حنفیہ زائد از حد است ہزاراں ہزار خوارج و معتزلہ در فروع فقہیہ حنفیہ مذہب بودہ اند تلافیہ خاص امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و ابو یوسف متذہب ہذا مذہب باطلہ گذشتہ و ہزاراں ہزار روایت ازالہ کسل مطابق مذہب ایشل در کتب فتویٰ داخل ست انتہی۔“

علاوہ ازیں صدہا مسائل فقہ کی کتابوں میں ایسے موجود ہیں کہ جن کی دلیل کتب و سنت میں کہیں نہیں پائی جاتی ہے۔ نیز صدہا چیزوں کو فقہ میں ناجائز ٹھہرایا گیا ہے اور ہزارہا امور کو جائز اور حلال بتلایا ہے مگر ان کی دلیل کا کہیں پتہ نہیں ملے نہ قرآن سے نہ حدیث سے اور نہ اجماع است سے۔ مزید برآں فقہ کی کوئی ایک بھی ایسی کتب نہیں ہے جس میں کہ اس کے مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو۔ اس کے برعکس حاطب اللیل کی طرح غلط اور صحیح ہر طرح کا مواد ان میں بھر دیا گیا ہے۔ بتائیں کتب فقہ پر اعتماد کلی جائز نہیں ہے اور بلا تحقیق اصل و ماخذ اس کے کسی مسئلہ پر عمل کرنا درست نہیں، جو شخص بلا تحقیق و تفتیش اس پر عمل کرے گا وہ ایک نہ ایک دن اللہ اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کر بیٹھے گا۔

پھر جب فقہ کی کتابوں میں معتزلہ اور خوارج وغیرہ مذاہب باطلہ کے اقوال و روایات حد سے زیادہ داخل ہو چکے ہیں اور ان کی تمیز کی بھی کوئی صورت نہیں ہے تو اب اس وجہ سے کتب فقہ سب بے اعتبار ہو گئیں، کسی پر اعتبار نہ رہے۔ بخلاف کتب حدیث کے کہ ان میں بہت سی کتب حدیث ایسی ہیں جن کے مؤلفوں نے ان میں صحت کا التزام کر رکھا ہے۔ خصوصاً صحیح بخاری اور مسلم کہ جن کے مترجم اصحت ہونے پر تمام علمائے سلف و خلف کا اتفاق ہے، ان کے مترجم اصحت ہونے میں کسی مسلمان کو کلام نہیں اور تطبیق بھی ان میں بوجہ احسن موجود ہے۔ نیز سب احتمالات بھی ان کے تراجم میں مدفع ہو چکے ہیں۔ ان کے تراجم میں اکثر انہیں باتوں کا تدارک ہوتا ہے اور عام اور منسوخ پر قبل بحث و تفتیش و تخصص و مبالغہ حنفیہ کے نزدیک بھی عمل کرنا جائز ہے، کامریانہ۔

پس جب سب احتمالات دفع ہو چکے ہیں تو اب عامل بالحدیث کے لیے یہ کتابیں ایسی ہیں کہ وہ بے دھڑک اس پر عمل پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ہارون فرماتے ہیں :

وَلَطِيقُ مَعْرِفَةِ الْحَدِيثِ فِي هَذِهِ الْأَعْصَارِ
الْمُتَأَخِّرَةِ الْإِعْتِمَادُ عَلَى الْأَيْمَةِ الْمُؤْتَوَقِي بِهِمْ
فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ وَالْأَثَارِ بِالْخُجُوعِ إِلَى كُتُبِهِمْ
كَالصَّحِيحَيْنِ وَجَامِعِ التِّرْمِذِيِّ وَمَوْظِعِ مَالِكٍ
وَمُسْنَدِ الدَّارِمِيِّ وَسُنَنِ أَبِي دَاوُدَ وَالتَّسَانِي
وَأَبْنِ مَاجَةَ وَالْأَثَارِ الظَّاهِرَةِ وَمَنْ يَلْتَحِقُ بِهِمْ فِي
سَعَةِ الْحِفْظِ وَالْإِتْلَاعِ وَقُوَّةِ الضَّبْطِ وَالْإِتْقَانِ

ان متاخر ناموں میں معرفت حدیث کا طریق یہ ہے کہ حدیث کے لاسلوں پر جو اس علم میں ثقہ ملے گئے ہیں، اعتماد کریں اور ان کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ جیسے صحیحین ہیں اور جامع ترمذی اور موطا امام مالک اور مسند داری اور سنن ابی داؤد اور سنن ابی داؤد و نسائی اور ابن ماجہ اور آثار طحاوی اور ان لوگوں کی تصانیف جو ان لاسلوں میں فراخی حافظہ، اطلاع، قوت ضبط اور اتقان میں شمار ہوتے ہیں اور حدیث کا حل خوب پہچانتے ہیں اور ثقہ اور ضعیف اور متروک راویوں میں خوب تمیز کرتے ہیں۔

یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے کتابیں بنا دی ہیں اور حدیث کو صحیح و حسن اور ضعیف بتلا دیا ہے اور ہمیں استدلال و بحث حل روات سے فارغ کر دیا ہے اور ان کی کتابیں علماء امت میں مشہور و معروف ہو گئی ہیں اور ہم تک تو اس سے پہنچ گئی ہیں اور انہیں ائمہ ماہرین نے قبول کر لیا ہے۔ ان میں بعض ائمہ محدثین ایسے ہیں جنہوں نے حدیث صحیح متفق علیہ لانے کا التزام کر رکھا ہے جیسے امام بخاری اور مسلم اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنے نزدیک صحیح لانے کا التزام کر رکھا ہے۔ جیسے امام ابو عوانہ اور ابن خزیمہ اور بعض وہ ہیں جنہوں نے صحیح و حسن و ضعیف سب مفصل بیان کر دیا ہے جیسے کہ ترمذی اور طحاوی اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی جالغ میں صحیح حدیث کو مطلق (بے بیان) چھوڑ دیا ہے اور غیر صحیح کا حل بتلا دیا ہے۔ جیسے ابوداؤد اور نسائی اور ان کتابوں کی طرف رجوع کرنے اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ شرط نہیں کہ ان کتابوں کی سند ان کے مصنفوں تک پہنچائی جائے بلکہ جب ایسا نسخہ صحیح مل جائے جو نسخہ صحیح سے مقلد کیا گیا ہو اور اس میں کسی قسم کا شبہ یا بدگمانی نہ ہو تو اس سے حجت پکڑنا اور اس کے مقتضا پر عمل کرنا واجب ہے اور وہ ہر مسلمان کے لیے حجت ہے خواہ وہ صحابی ہو خواہ مجتہد یا کوئی اور۔

مِنْ الْأَيْمَةِ الْعَارِفِينَ بِأَحْوَالِ الْأَحَادِيثِ الْمُمَيِّزِينَ بَيْنَ النِّقَاتِ وَالضُّعْفَاءِ وَالْمُتَرَوِّكِينَ فَإِنَّهُمْ جَمَعُوا وَدَوَّنُوا وَصَحَّحُوا وَحَسَّنُوا وَضَعَفُوا وَفَرَّغُوا عَنِ الْإِسْنَادِ وَتَفْيِيشِ رَجَالِهِ وَالْبَحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُؤَايَاهُ وَتَوَاتُرِ عَنْهُمْ كُتُبُهُمْ وَزَاعَتْ وَشَاعَتْ بَيْنَ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ وَتَلَقَّيْهَا بِالْقَبُولِ الْحَدَاقِ مِنَ الْأَيْمَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ التَّزَمَ اخْرَاجَ مَا اتَّفَقَ عَلَى صِحَّتِهِ أَهْلُ الشَّانِ كَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَمِنْهُمْ مَنْ التَّزَمَ اخْرَاجَ مَا صَحَّ عَنْهُ كَابْنِ عَوَانَةَ وَابْنِ خُزَيْمَةَ وَمِنْهُمْ مَنْ بَيَّنَّ صَحِيحَ الْإِسْنَادِ عَنْ حَسْبِهِ وَمَيَّزَ حَسَنَهُ عَنْ ضَعِيفِهِ كَالْتَّزِمِيذِيِّ وَالطَّحَاوِيِّ وَمِنْهُمْ مَنْ أَظْلَقَ فِيمَا تَرَجَّحَ فِيهِ الصَّحَّةُ وَصَرَّحَ بِغَيْرِهِ كَابْنِ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَلَا يُشْتَرَطُ فِي الرَّجُوعِ إِلَيْهَا وَالْإِعْتِمَادِ عَلَيْهَا أَنْ تَكُونَ لَهُ بِهَا رَوَايَةٌ إِلَى مُؤَلِّفِهَا بَلْ إِذَا صَحَّتْ عَنْهُ النُّسخَةُ مِنْهَا بِمُقَابَلَتِهَا عَلَى أَصْلٍ مُعْتَمَدٍ غَيْرِ مُتَّهَمٍ صَحَّ الْاِخْتِجَاجُ بِهَا وَوَجِبَ الْعَمَلُ بِمُوجِبِهَا وَيَقُومُ حُجَّةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَحَابِيٍّ أَوْ مَجْتَهِدٍ أَوْ غَيْرِهِ۔

پھر علامہ ہارون نے فرمایا جمل تک نسخ تلویل تخصیص اور تقيید کا تعلق ہے تو اگر تلخ اور دلیل تخصیص و تقيید و تلویل ثابت ہو تو اس کی مقتضا کے ثبوت میں کلام نہیں یعنی جمل تلخ معلوم ہو وہی تلخ کا حکم لگایا جائے گا اور جمل مخصص ظاہر ہو وہی وہ عموم کی تخصیص کر دے گا اور اگر یہ سب ظاہر نہ ہوں تو پھر نصوص شرعیہ کئی قسم کی ہیں۔ ایک وہ قسم ہے جو تلخ، تلویل، تخصیص اور تقيید کا احتمال مطلق نہ رکھے اس کو نص محکم کہتے ہیں اور ایک وہ قسم ہے جو سوائے تلخ کے دوسرا کوئی احتمال نہ رکھے اس کو مفسر کہتے ہیں اور ایک

ثُمَّ قَالَ وَأَمَّا اِخْتِمَالُ النَّسخِ وَالتَّأْوِيلِ وَالتَّخْصِصِ وَالتَّقْيِيدِ فَإِنْ ظَهَرَ النَّاسِخُ وَفُوجِبَ التَّخْصِصُ وَالتَّقْيِيدُ وَالتَّأْوِيلُ فَلَا كَلَامَ فِي ثُبُوتِ مُقْتَضَاهُ مِنَ التَّفْصِيلِ وَالْأَمَّا فَمَا لَا يَخْتِمِلُ النَّسخُ وَالتَّأْوِيلُ وَالتَّقْيِيدُ هُوَ الْقِسْمُ الْمُخْتَصُّ بِاسْمِ الْمُحْكَمِ مِنْ أَقْسَامِ النَّظْمِ وَالَّذِي يَخْتِمِلُ النَّسخُ هُوَ الْمَفْسَرُ

قسم وہ ہے جو ان سب کا احتمال رکھے اس کو ظاہر کہتے ہیں اور یہ اقسام (بالوجود ان احتمالات کے) سب حکم کو ثابت کرتی ہیں یعنی مجرد احتمال سے وہ اقسام ساقط الاعتبار نہیں سمجھی جاتیں۔ فرق ان میں اتنا ہے کہ یہ باہمی تعارض کے وقت ایک دوسری سے مقدم ہو جاتی ہے پس جو محکم ہو (احتمال سے غلطی ہو) وہ محتمل پر مقدم ہوتی ہے اور مجرد احتمال سے (جس کی کوئی دلیل نہ ہو) نص کا چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔

انہوں نے پھر کہا کہ اس پر سب متفق ہیں کہ نص منسوخ پر عمل کرنا جائز ہے جب تک کہ اس کا تلخ ظاہر نہ ہو اور یہ کہ تلخ کا حکم اس کے جلنے کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ استدلال واقعہ تحویل قبلہ سے کرتے ہیں۔ بعد ازاں کہا امام شافعی کہتے ہیں کہ سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جس شخص پر حدیث رسول اللہ ﷺ ظاہر ہو جائے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ کسی کے قول کی بناء پر اسے چھوڑ دے۔ امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچی ہو اس پر واجب ہے کہ اسے علی العموم عمل میں لائے۔ جب تک اس کے نزدیک اس کی تخصیص یا تلخ ثابت نہ ہو جائے۔

اس کے بعد علامہ ہارون نے کہا کہ جب صحابی کے لیے حدیث صحیح حجت ہے تو ان کے بعد آنے والوں کے لیے تو وہ بدرجہ اولیٰ حجت ہو گی۔ جب کوئی فتویٰ حدیث کے خلاف ہو تو حسن ظن کے طور پر اس کی یہ تکویل واجب ہے کہ فتویٰ دینے والے کو حدیث نہیں پہنچی۔ اگر پہنچی تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے۔ اس لیے کہ اگر اسے حدیث پہنچی ہو اور اس نے بے پرواہی اور سستی سے اس کی مخالفت کر دی ہو تو اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے یعنی وہ فاسق ہو جاتا ہے۔ نہ پھر اس کا فتویٰ قبول ہوتا ہے اور نہ اس کی روایت ہی مقبول ہوتی ہے اور یہ آپ جان چکے ہو کہ احتمال محض کا کچھ اعتبار نہیں جیسے کہ جرح مبہم کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

دراستی یہ بات کہ تلخ و تخصیص و معارضات و تطبیق و ترجیح کا کتب حدیث میں پورا بیان عمل میں آچکا ہے اور ان امور کا فیصلہ و تدارک ان میں بخوبی ہو چکا ہے۔ اس کی شہادت یہ ہے کہ جو امام شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے :

وَالَّذِي يَحْتَمِلُهُمَا هُوَ الظَّاهِرُ وَكُلُّ ذَلِكَ يُوجِبُ الْحُكْمَ قَطْعًا وَإِنَّمَا يَظْهَرُ التَّفَاوُثُ عِنْدَ الْمَعَارَضَةِ فَيَقْدَمُ الْمُحْكَمُ عَلَى الْمُحْتَمَلِ وَلَا يَجُوزُ تَرْكُ الْعَمَلِ بِمَجْرُودِ الْإِحْتِمَالِ۔

ثُمَّ قَالَ وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ الْعَمَلَ بِالْمَنْسُوخِ جَائِزٌ إِلَى أَنْ يَظْهَرَ نَاسِخُهُ وَأَنَّ النَّاسِخَ لَا يُلْزَمُ حُكْمُ الْأَبْعَدِ الْعِلْمُ بِهِ وَاسْتَدْلُوا بِتَحْوِيلِ الْقَبْلَةِ ثُمَّ قَالَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَنْ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَحِلَّ لَهُ أَنْ يَدَّعِيَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ يَجِبُ عَلَى كُلِّ مَنْ بَلَغَهُ شَيْءٌ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَسْتَعْمِلَهُ عَلَى عُمُومِهِ حَتَّى يَثْبُتَ عِنْدَهُ مَا يَخُصُّهُ أَوْ يَنْسَخُهُ ائْتَهَى۔

ثُمَّ قَالَ وَالصَّحَابِيُّ مَحْجُوزٌ بِالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ فَكَيْفَ ذُوْنُهُمْ وَلَوْ ظَهَرَ الْفَتْوَى مُخَالَفًا لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ يُحْمَلُ عَلَى أَنَّ صَاحِبَهُ لَمْ يَبْلُغْهُ هَذَا الْحَدِيثُ وَلَوْ بَلَغَهُ لَرَجَعَ إِلَيْهِ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِهِ فِيمَنْ هُوَ أَهْلُهُ إِذْ لَوْ خَالَفَهُ لِقَلَّةِ الْمُبَالَغَةِ وَالتَّهَوُّنِ بِهِ تَسْقُطُ عَدَالَتُهُ وَلَا يَقْبَلُ فَتَوَاهُ وَلَا رِوَايَتُهُ وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ الْإِحْتِمَالَ الْمَخْصُصَ لَا عِبْرَةَ لَهُ أَصْلًا كَالْجَرَحِ الْمُتَّبَعِ ائْتَهَى۔

پھر امام بخاری نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتب کو فوائد فقہیہ اور نکات حکمت سے خلل نہ چھوڑیں۔ پس انہوں نے اپنے قسم سے احادیث سے بہت سے مطالب اخذ کئے، جن کو کتب کے بابوں میں حسب موقع متفرق بیان کیا۔ شیخ محی الدین یعنی امام نووی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا یہ مقصود نہیں کہ وہ فقط احادیث کی روایت کریں بلکہ ان کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان سے مسائل استنبط کریں اور کئی ابواب میں دلائل قائم کریں، جمل انہوں نے چلہ ابن حجر نے کہا کہ صحیح بخاری کا ترجمہ الباب کبھی اس لفظ کے مطابق ہوتا ہے جس کے لیے وہ ترجمہ ٹھہرایا ہے یا اس کے کسی حصہ یا اس کے ہم معنی لفظ کے مطابق۔

پھر حافظ ابن حجر نے کہا اور یہ غالباً وہل آتا ہے جمل لفظ ترجمہ کے معنی میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہو۔ پس امام بخاری اس حدیث سے (یعنی جو اس ترجمہ کے ذیل میں لاتے ہیں) ایک احتمال کو مقرر کر رہا ہے اور کبھی اس میں اس کا عکس پایا جاتا ہے۔ اس طرح کہ حدیث میں کئی معانی کا احتمال ہوتا ہے اور ترجمہ میں ایک معنی کی تعیین اس وقت وہ ترجمہ اس حدیث کی تویل کا بیان ہو گا۔ فقیہ کے اس قول کے قائم مقام کہ اس حدیث عام سے یہ معنی خاص مراد ہیں یا اس حدیث خاص سے یہ معنی عام مراد ہیں یا اس خاص سے بطریق اعلیٰ یا ادنیٰ وہ معنی مراد ہیں جو اس کے ظاہر مدلول سے عام ہیں اور مطلق و مقید میں بھی ایسا ہی لاتے ہیں جو عام میں مذکور ہو۔ ایسا ہی مشکل کی تفسیر میں اور پوشیدہ لفظ کے بیان اور ظاہر کی تویل اور مجمل کی تفصیل میں اور یہی وہ مقام ہے جو صحیح بخاری میں مشکل ہے۔ اس لیے جماعت فضلاء میں مشہور ہے کہ بخاری کی فقہ (یعنی اجتہاد) ان کے تراجم ابواب میں ہے۔

ثُمَّ رَأَى أَنَّ لَا يَخْلِيهِ مِنَ الْفَوَائِدِ الْفَقْهِيَّةِ وَالثَّكَّتِ الْحَكْمِيَّةَ فَاسْتَخْرَجَ بِفَهْمِهِ مِنَ الْمُتُونِ مَعَانِيَ كَثِيرَةً فَرَفَقَهَا فِي أَبْوَابِ الْكِتَابِ بِحَسَبِ تَنَاسُبِهَا قَالَ الشَّيْخُ مُحَيِّ الدِّينِ لَيْسَ مَقْصُودُ الْبُخَارِيِّ الْإِقْتِصَارُ عَلَى الْأَحَادِيثِ فَقَطْ بَلْ مُرَادُهُ الْأَسْتِنْبَاطُ مِنْهَا وَالْإِسْتِدْلَالُ لِأَبْوَابِ أَرَادَهَا إِلَى أَنَّ قَالَ وَقَدْ يَكُونُ التَّرْجُمَةُ بِالْفِعْلِ الْمُتَرْجِمَ لَهُ أَوْ بَعْضِهِ أَوْ بِمَعْنَاهُ۔

ثُمَّ قَالَ وَهَذَا فِي الْغَالِبِ قَدْ يَأْتِي مِنْ ذَلِكَ مَا يَكُونُ فِي مَعْنَى لَفْظِ التَّرْجُمَةِ إِحْتِمَالًا لَأَكْثَرِ مِنْ مَعْنَى وَاحِدٍ فَيَعْتَمِدُ أَحَدُ الْإِحْتِمَالَيْنِ بِمَا يَذْكُرُ تَحْتَهَا مِنَ الْحَدِيثِ وَقَدْ يُوجَدُ فِيهِ مَا هُوَ بِالْعَكْسِ مِنْ ذَلِكَ بِأَنَّهُ يَكُونُ الْإِحْتِمَالُ فِي الْحَدِيثِ وَالتَّعْيِينَ فِي التَّرْجُمَةِ وَالتَّرْجُمَةُ حَيْثُ يَبَيِّنُ لِتَأْوِيلِ ذَلِكَ الْحَدِيثِ فَاتِيَةً مَتَابَ قَوْلُ الْفَقِيهِ مَثَلًا الْمُرَادُ بِهَذَا الْحَدِيثِ الْعَامُ الْمَخْصُوصُ أَوْ بِهَذَا الْحَدِيثِ الْخَاصُ الْعَامُ أَوْ أَنَّ ذَلِكَ الْخَاصَّ الْمُرَادُ بِهِ مَا هُوَ أَعَمُّ مِمَّا يَدُلُّ عَلَيْهِ ظَاهِرُهُ بِطَرِيقِ الْأَعْلَى أَوِ الْأَدْنَى وَيَأْتِي فِي الْمُطْلَقِ وَالْمُقَيَّدِ نَظِيرُ مَا ذَكَرَ فِي الْعَامِ وَالْخَاصِّ وَكَذَا فِي شَرْحِ الْمُشْكَلِ وَتَفْسِيرِ الْغَامِضِ وَتَأْوِيلِ الظَّاهِرِ وَتَفْصِيلِ الْمُجْمَلِ وَهَذَا الْمَوْضِعُ هُوَ مُعْظَمُ مَا يُشْكَلُ فَهَذَا اشتهر من قول جمع من الفضلاء فقه البخاري في تراجمه انتهى۔

شیخ ولی اللہ صاحب نے شرح تراجم بخاری کرتے ہوئے کہا کہ تراجم

وَقَالَ الشَّيْخُ الْأَجَلُ وَلَيْلَى اللَّهُ الدَّهْلَوِيُّ فِي

بخاری کئی اقسام میں منقسم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بخاری ترمذیہ الباب میں ایک ایسی حدیث لاتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ ایک ایسے مسئلہ کے لیے جو انہوں نے اس حدیث سے استنبط کیا ہوتا ہے۔ خواہ وہ استنبط اس کی نص سے ہو یا اس کے اشارے سے یا اس کے عموم سے یا اس کے ایمایا اس کے فحوا سے اور ان میں سے بعض ایسے تراجم ہیں کہ جن میں وہ کسی متقدم عالم کا مذہب بیان کرتے ہیں اور اس باب میں وہ چیز ذکر کرتے ہیں جو کسی قسم سے اس پر دلالت کرتی ہے اور فی الجملہ اس کی شہادت دیتی ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ امام بخاری اکثر تراجم میں دقّلع اور احوال کی خصوصیات، طرق حدیث کے اشارات سے استنبط کرتے وقت اہل سیر کا سا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں اور فقیہہ اسی طرز استنبط کو دیکھ کر با اوقات حیران ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس فن کا ماہر نہیں ہوتا مگر اہل سیر نے خصوصیات کی معرفت کا بہت بڑا اہتمام کیا ہے اور امام بخاری نے تراجم میں قرآن کے غریب الفاظ کی شرح کرنے، صحابہ اور تابعین کے آثار کو ذکر کرنے اور متعلقہ احادیث کے بیان کرنے میں بہت سے علوم کو متفرق کر دیا ہے اور کبھی آپ ایسا مسئلہ ترمذیہ الباب میں لاتے ہیں جس میں احادیث کا اختلاف ہوتا ہے اور وہ بھی احادیث اختلاف کے ساتھ نقل کر دیتے ہیں تاکہ سمجھدار اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اس کی مثل وہ ہے جو عورتوں کی قضا حاجت کے لیے باہر جانے کا باب قائم کر کے امام صاحب نے دو مختلف احادیث کو ذکر کیا ہے اور تراجم کی کوئی قسم ایسی بھی ہے کہ کبھی احادیث میں تعارض ہوتا ہے اور امام بخاری کے پاس ان میں تطبیق کی وجہ موجود ہوتی ہے تو وہ اس کو ترمذیہ الباب ٹھہراتے ہیں اور اس سے تطبیق کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں اور با اوقات حدیث کے شواہد آیات سے اور آیات کے شواہد احادیث سے ایک سے دوسرے کی مدد کے لیے یا کسی احتمال کی تعیین کے لیے لاتے ہیں (جس سے معلوم ہوا) کہ اس عام سے یہ خاص مراد ہے یا اس خاص سے عام مراد ہے اور یہ باتیں اسی شخص کو معلوم ہو

مُقَدِّمَةٌ شَرْحِهِ عَلَى تَرَاجُمِ الْبُخَارِيِّ تَرَاجُمُ
أَبْوَابِهِ تَنْقِيسُ أَلْفَامًا مِنْهَا أَنَّهُ يَتَرَجَّمُ بِحَدِيثِ
مَرْفُوعٍ لَيْسَ عَلَى شَرْطِهِ لِمَسْئَلَةٍ اسْتَنْبَطَهَا مِنْ
الْحَدِيثِ بِنَحْوِ مِنَ الْإِسْتِنْبَاطِ مِنْ نَصِّهِ أَوْ
إِشَارَتِهِ أَوْ عُمُومِهِ أَوْ إِيمَانِهِ أَوْ فَحْوَاهُ وَمِنْهَا أَنَّهُ
يَتَرَجَّمُ بِمَذْهَبٍ ذَهَبَ إِلَيْهِ ذَاهِبٌ قَبْلَهُ وَيَذْكُرُ
فِي الْبَابِ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ بِنَحْوِ مِنَ الدَّلَالَةِ أَوْ يَكُونُ
شَاهِدًا لَهُ فِي الْجُمْلَةِ وَمِنْهَا أَنَّهُ يَذْهَبُ فِي كَثِيرٍ
مِنَ التَّرَاجِمِ إِلَى طَرِيقَةِ أَهْلِ السِّيَرِ فِي
اسْتِنْبَاطِهِمْ خُصُوصِيَّاتِ الْوَقَائِعِ وَالْأَحْوَالِ مِنْ
إِشَارَاتِ طُرُقِ الْحَدِيثِ وَرُبَّمَا يَتَعَجَّبُ الْفَقِيهَةُ
مِنْ ذَلِكَ لَعَدَمِ مُمَارَسَتِهِ بِهَذَا الْفَنِّ وَلَكِنْ أَهْلُ
السِّيَرِ لَهُمْ اغْتِنَاءٌ شَدِيدٌ بِمَعْرِفَةِ تِلْكَ
الْخُصُوصِيَّاتِ وَقَدْ فَرَّقَ الْبُخَارِيُّ فِي تَرَاجُمِ
الْأَبْوَابِ عِلْمًا كَثِيرًا مِنْ شَرْحِ غَرِيبِ الْقُرْآنِ
وَذِكْرِ أَثَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَالْأَحَادِيثِ
الْمُتَعَلِّقَةِ وَمِنْهَا أَنَّهُ يَتَرَجَّمُ بِمَسْئَلَةٍ اخْتَلَفَ فِيهِ
الْأَحَادِيثُ فَيَأْتِي بِتِلْكَ الْأَحَادِيثِ عَلَى
اِخْتِلَافِهَا لِيَقْرُبَ إِلَى الْفَقِيهِ مِنْ بَعْدِهِ أَمْوَهُامِثَالُهُ
بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَارِ جَمَعَ فِيهِ حَدِيثَيْنِ
مُخْتَلَفَيْنِ وَمِنْهَا أَنَّهُ قَدْ يَتَعَارَضُ الْأَدَلَّةُ وَيَكُونُ
عِنْدَ الْبُخَارِيِّ وَجْهٌ تَطْبِيقِي بَيْنَهُمَا بِحَمَلٍ كُلِّ
وَاحِدٍ عَلَى مَحْمَلٍ فَيَتَرَجَّمُ بِذَلِكَ الْمَحْمَلِ
إِشَارَةً إِلَى التَّطْبِيقِ وَكَثِيرًا مَا يَأْتِي بِشَوَاهِدِ
الْحَدِيثِ مِنَ الْآيَاتِ وَبِشَوَاهِدِ الْآيَاتِ مِنَ
الْأَحَادِيثِ تَطَاهُرًا أَوْ لَتَعْيِينِ بَعْضِ
الْمُخْتَمَلَاتِ ذَوْنِ الْبَعْضِ فَيَكُونُ الْمُرَادُ بِهَذَا

النَّعَامُ الْخُصُوصُ أَوْ بِهَذَا الْخَاصِ الْعُمُومُ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَمِثْلُ هَذَا لَا يُدْرِكُ إِلَّا بِفَهْمٍ ثَاقِبٍ وَقَلْبٍ حَاضِرٍ انْتَهَى۔

سکتی ہیں جس کا فہم روشن اور دل حاضر ہو۔

راقم کتا ہے ان باتوں کی تفصیل اور ان امور کی توضیح کا جو کوئی طالب ہو وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا مطالعہ کرے اور جملہ بیان مذکورہ (یعنی نسخ و تخصیص و تعمیم و تطبیق و تاویل) اس میں صاف صاف دیکھ لے۔ یہ شہادت تو خاص کر صحیحین میں ان امور مشککہ کے فیصلہ و تدارک کے موجود ہونے پر دی گئی ہے۔ اب باقی حدیث کی کتابوں یعنی سنن وغیرہ پر شہادت سننی چاہیے۔

قَالَ زَيْنُسُ الْحَنْفِيَّةُ مِنْ عُلَمَاءِ السِّنْدِ فِي الدِّرَاسَاتِ الْعِلْمِيَّةِ بِإِعْذَارِ الْمُعَارِضِ وَالْجَوَابِ الْقَوِي فِي نَفْسِ الْأُمُورِ وَالْوَاقِعِ لَا سَبِيلَ إِلَى عِلْمِهِ الْيَقِينِيِّ وَإِنْ حَكَمَ بِهِ أَلْفُ حَافِظٍ وَأَلْفُ مُجْتَهِدٍ إِذْ فُورَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكْلَفِ الْمَأْمُورُ بِمَا لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ فَعَلَى كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَكُلِّ مُقَلِّدٍ عَالِمٍ إِذَا أَطْلَعَ عَلَى الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ بَلْ وَكُلِّ مُقَلِّدٍ جَاهِلٍ إِذَا سَمِعَ مِنْ عَالِمٍ بِالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَلَى خِلَافِ إِمَامِهِ أَنْ يَتَّبِلَ وَسَعَهُ بِمَا يَلِيْقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِي الْفَخْصِ عَنِ الْأُمُورِ فَإِنْ وَجَدَ أَحَدَ الْأُمُورِ فِيهَا وَالْأُخَرِ يَجِبُ عَلَيْهِ فُورُ الْعَمَلِ بِمَا فِي الْحَدِيثِ فَأَمَّا بَعْدَ ذَلِكَ فَلَوْ وَجَدَ مِنْهُمَا وَاحِدًا يَجِبُ عَلَى الْمُجْتَهِدِ الرَّجُوعُ عَلَى مَا هُوَ الشَّائِعُ الدَّائِعُ مِنَ الْقُرُونِ الْأَوَّلِ إِلَى زَمَانِ الْمُجْتَهِدِينَ فَكَيْفَ عَلَى الْمُقَلِّدِ إِلَى أَنْ قَالَ وَخَدَمَةُ هَذَا الْعِلْمِ الشَّرِيفِ لَمْ يَتَوَكَّؤْا لِلْعَالِمِ بَعْدَهُمْ حَاجَةً إِلَّا إِلَى فَتْحِ كِتَابٍ صَفَّوْا فِي نَوْعٍ مِنَ الْحَدِيثِ إِلَى أَنْ ذَكَرَ مُصَنِّفَاتٍ صَفَّوْا فِي أَنْوَاعِ عُلُومِ الْحَدِيثِ ثُمَّ قَالَ وَإِذَا وَجَدَ حَدِيثَيْنِ

علماء حنفیہ کے رئیس نے کتاب دراست میں کہا ہے کہ کسی حدیث کے معارض نہ ہونے کا علم یقین تو ہزار حافظ حدیث اور ہزار مجتہد کو بھی نہیں ہوا۔ اس لیے کہ ہر ایک علم والے سے زیادہ علم والا ہے۔ پس انسان کو اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا جس پر وہ قادر نہ ہو۔ لہذا ہر مجتہد کو اور ہر مقلد عالم کو جب وہ حدیث صحیح پر مطلع ہو بلکہ ہر ایک مقلد جہل کو بھی جب وہ حدیث صحیح اپنے امام کے خلاف کسی عالم سے سن لے تو اسے لازم ہے کہ وہ تلاش معارض و جواب قوی میں حسب لیاقت و مناسب حل کوشش کرے پھر اگر کسی حدیث کا معارض اور جواب پالے تو اپنے قول و عمل سابق سے مجتہد بھی ہو تو رجوع فرما لے چنانچہ صحابہ سے زندہ مجتہدین تک علم رواج یہی رہا ہے چہ جائیکہ آپ مقلد ہوں یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ علم حدیث علم کے خلاموں نے اپنے بعد آنے والے علماء کے لیے بجز اس کے کوئی حاجت باقی نہیں چھوڑی کہ کتب کو کھولیں (اور اس میں مسئلہ دیکھ لیں) اس مقام پر انہوں نے کئی کتابیں جو علم حدیث میں تصنیف ہوئیں ذکر کیں بعد ازاں کہا کہ جب کوئی مجتہد یا مقلد وغیرہ احادیث باہم متعارض پائے پھر اگر ان میں خود بخود تطبیق دے سکے یا کسی مصنف کے بتلانے سے ترجمہ الباب میں سمجھ جائے جیسا کہ نسائی کے بعض تراجم سے پتہ معلوم ہو جاتا ہے یا اس ضمن میں بعض تحریجات (وہ تصانیف ہیں جن میں کسی کتب کی بے نشان احادیث کا پتہ لگایا گیا ہو) میں یا بعض شروح

میں اطلاع پائے تو ٹھیک ہے ورنہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جو نقطہ متعارض احادیث کے بیان میں تصنیف ہوئی ہیں جس کو فن مختلف الحدیث کہتے ہیں۔ پس اگر ان میں وجہ تطبیق پالے تو اس کے مطابق عمل کرے ورنہ ترجیح میں مشغول ہو پھر اگر آپ خود بخود ہی ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دے سکے تو بہتر ورنہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جن میں اس قسم کا کلام ہونے کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ اگر ان کتابوں میں وجہ تطبیق پالے تو بہتر ورنہ خود وجوہ ترجیح میں غور فکر کرے جو شمار میں سو ہیں اور ایک ورق میں لکھی جاسکتی ہیں۔ امام سیوطی جب ان وجوہ ترجیح کو (تدریب راوی میں) لکھ چکے تو فرمایا کہ یہ سو سے زیادہ وجوہ ترجیح ہیں اور یہاں اور بھی وجوہ ہیں جو شمار میں نہیں آتی ہیں، جن کا مخرج غلبہ ظن ہے۔ پس کم سے کم ایک وجہ تو ان وجوہ میں سے ضرور ہی پالے گا اور اگر کوئی وجہ ترجیح مل جائے تو فہوالمطلوب، بصورت دیگر مختلف الحدیث کے فن کی طرف رجوع کرے۔ اس لیے کہ اس فن کے علماء نے دو معارض احادیث کی جمع و تطبیق میں کلام کیا ہے یا پھر ایک کو دوسری پر ترجیح دے دی ہے۔ امام شافعی نے اس موضوع پر ایک مشہور کتب تالیف کی۔ ابن قتیبہ وغیرہ نے بھی اس باب میں تصانیف کی ہیں اور (ابوبکر) حازی کی کتب اگرچہ تلخ و منسوخ کے موضوع پر ہے لیکن فقہی احادیث کی جمع و تطبیق اور ترجیح کے سلسلہ میں بھی انہوں نے ضمتاً بحسن و خوبی گفتگو کی ہے۔ ہمارے پاس موجود کتابوں میں اس کے ہم پایہ کتابیں بہت کم ہیں۔

مُتَعَارِضَيْنِ فَإِنْ قَدَرَ بِنَفْسِهِ عَلَى جَمْعِهِمَا أَوْ يَتَّبِعَهُ مِنْ تَرْجُمَةِ صَاحِبِ كِتَابٍ عَلَى جَمْعِهِ كَمَا يَتَّبِعُهُ مِنْ بَعْضِ تَرَاجُمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّسَائِيِّ فِي مُجْتَبَاهُ أَوْ الْقَلْعِ مِنَ التَّخْرِيجَاتِ أَوْ بَعْضِ الشُّرُوحِ فِيهَا وَالْأَيُّ يَرْجِعُ إِلَى الْفَنِّ الْمُؤَلَّفِ الْمَفْرُودِ لِذَلِكَ وَيُسَمَّى بِفَنٍّ مُخْتَلَفٍ الْحَدِيثِ فَإِنْ وَجَدَ الْجَمْعَ عَمَلٍ بِحُكْمِهِ وَالْأَيُّ يَشْتَغِلُ بِالتَّرْجِيحِ فَإِنْ قَدَرَ عَلَى تَرْجِيحِ أَحَدِ الْحَدِيثَيْنِ مِنْ حَيْثُ حَالِ الْمُخْرِجَيْنِ فِي الزِّيَامِ الصَّحْهَةِ أَوْ الْحَسَنِ وَعَدَمِ ذَلِكَ فِيهَا وَالْأَيُّ يَرْجِعُ إِلَى الْكُتُبِ الَّتِي أَشْرَفْنَا إِلَى الزِّيَامِ كَلَامِهِمَا عَلَى الْإِحَادِيثِ فَإِنْ وَجَدَ فِيهَا وَالْأَيُّ يَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ الْمُحْضُورَةِ فِي مَاءٍ وَجْهِ حَاضِرَةٍ عِنْدَهُ فِي وَرَقَةٍ وَاحِدَةٍ لَوْ كَتَبَهَا وَلَمَّا فَرَغَ السُّبُوطِ عَنْ عِدِّهَا فِي التَّدْرِيبِ قَالَ فَهَذِهِ أَكْثَرُ مِنْ مِائَةِ مَرَّجَحٍ وَثُمَّ مَرَّجَحَاتٍ أُخْرَى لَا تَنْحَصِرُ وَشَدَّهَا غَلْبَةُ الظَّنِّ انْتَهَى فَلَا أَقْلُ مِنْ أَنْ تَجِدَ لِأَحَدِ الْإِحَادِيثَيْنِ وَاحِدَةً مِنْ بَلْكَ الْوُجُوهِ فَإِنْ وَجِدْتَ فِيهَا وَالْأَيُّ يَرْجِعُ إِلَى كُتُبٍ فَنٍّ مُخْتَلَفٍ الْحَدِيثِ فَإِنْ عَلِمَاءَ ذَلِكَ الْفَنِّ يَتَكَلَّمُونَ أَوَّلًا فِي جَمْعِ الْمُتَضَادِّينِ ثُمَّ يُرْجِعُونَ أَحَدَهُمَا عَلَى الْآخَرِ وَقَدْ صَنَّفَ فِيهِ الشَّافِعِيُّ كِتَابَهُ الْمَعْرُوفَ ثُمَّ صَنَّفَ فِيهِ ابْنُ قُتَيْبَةَ وَآخَرُونَ وَكِتَابُ الْحَازِمِيِّ وَإِنْ كَانَ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ وَلَكِنْ أَظْهَرَ كَلَامِهِ جَرَتْ عَلَى الْجَمْعِ وَالْفَرْجِيحِ فِي الْأَبْوَابِ الْفَقْهِيَّةِ جَزِيئًا حَسَنًا قَلَّ مِمَّا ثَلَّةَ فِي الْكُتُبِ الْحَاضِرَةِ عِنْدَنَا۔

اکثر محدثین کا طریق یہ ہے کہ کتب سنن میں حدیث کی وہ کتابیں جو احکام میں تصنیف ہوئی ہیں جیسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ متعارض احادیث کو قریب قریب پایوں میں لاتے ہیں اور محدثین نے ان احادیث میں جن کی کوئی محارض نہیں ہوتی اور جن کی محارض موجود ہوتی ہے الگ الگ کتابیں تصنیف کی ہیں اور تلخ و منسوخ کے موضوع پر بھی علیہ علیہ کتابیں لکھی ہیں اور انہوں نے تعارض تطبیق اور ترجیح کی کیفیت بتا دی ہے اور وجوہ ترجیح کو ایک سو میں معین کر دیا ہے اور جو شخص سنن ابی داؤد کو سرسری نظر سے دیکھے، وہ اس میں ایسے عجیب تراجم اور تلور مسائل حدیث پائے گا جن کا فقہ کی کتابوں میں وجود نہیں ہے۔ اس لیے امام غزالی نے کہا ہے کہ سنن ابی داؤد اسباب اجتہاد کا خزانہ ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا ہے کہ مومن کو قرآن مجید اور سنن ابی داؤد تمام دین کے لیے کافی ہے۔ یہ تو فقط ایک ہی کتاب کا حل ہے پھر اگر فن حدیث کی تمام مشہور و غیر مشہور کتب حدیث لی جائیں تو کیا حل ہو۔ لیکن باریک باریک فروعات اور مشکل صورتوں کے متعلق سوال کرنا جن سے کسی کو کام نہیں پڑتا ہے اور ان سب کا جواب فقہ حدیث سے نہیں لگتا ہے تو وہ مستحق جواب ہی نہیں ہیں۔ اس لیے کہ طرز فقہ سلف صالحین (محلہ و تابعین) کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں بھی قتل و قتل کثرت سوال کی ممانعت آچکی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فروعات و دقیقہ کا علم اچھا نہیں ہے۔ لہذا اس کا پوچھنا مکروہ ہے اور جب ان مسائل کا پوچھنا اور جانتا اچھا نہ ہوا تو اس کے حکم کراہت میں سائل اور مفتی دونوں مساوی ٹھہرے۔ سائل تو سوال کرنے کے سبب سے اور مفتی ایسا مسئلہ بتلانے اور اس کا کھوج لگانے کی بنا پر۔ پس باریک مسائل اور فروعات کا جو کم واقع ہوں (یعنی ان کے ساتھ معاملہ کم پڑے) اور فقہ کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں، استنباط کرنا فضول اور مکروہ

وَقَالَ أَيْضًا فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ وَكَثُرَ ذَاهِبُهُمْ أَنَّهُمْ يُؤَرِّدُونَ فِي كُتُبِ السُّنَنِ مُتَوْنِ الْأَحَادِيثِ الْمُتَعَارِضَةِ فِي بَابَيْنِ مُتَّصِلَيْنِ أَفَرِّدُوا التَّصْنِيفَ فِيمَا لَا مُعَارَضَ لَهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ وَمَالَهُ مُعَارَضٌ وَأَفَرِّدُوا الْكُتُبَ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوخِ وَأَفَادُوا عَنْ كَيْفِيَّةِ التَّعَارُضِ وَالْجَمْعِ وَالتَّرْجِيحِ وَعَدُّوا وَجُوهَهُ بَلْ حَصَرُوها فِي مِائَةِ وَجْهِ ثُمَّ قَالَ وَمَنْ عَبَّرَ سُنَنَ أَبِي دَاوُدَ وَحَدَّهُ يَرَى مِنْ غَوَائِبِ تَرَاجُمِهِ وَتَوَادِرِ الْمَسَائِلِ فِي الْأَحَادِيثِ مَا لَا يُوْجَدُ فِي كُتُبِ الْفِقْهِ وَلِهَذَا قَالَ الْإِمَامُ الْغَزَالِيُّ إِنَّ سُنَنَ أَبِي دَاوُدَ مَجْمَعُ مَوَادِّ الْاجْتِهَادِ وَقَالَ اخْرُجْ يَكْفِي لِلْمُؤْمِنِ مُصْحَفٌ وَسُنَنُ أَبِي دَاوُدَ وَهَذَا فِي أَحَادِيثِ كِتَابٍ وَاحِدٍ فَمَا الْحَالُ بِاسْتِيعَابِ أَحَادِيثِ الْكُتُبِ الْمَشْهُورَةِ مِنْ هَذَا الْعِلْمِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِ الْمَشْهُورَةِ وَأَمَّا السُّوَالُ عَنْ دَقَائِقِ الْفُرُوعِ وَمُغْضَلَاتِ الصُّورِ الْغَيْرِ الْمُتَبَتَّلِي بِهَا أَحَدٌ مِمَّا لَا يَبْقَى فِيهِ الْحَدِيثُ الْجَوَابُ عَنْ كُلِّ ذَلِكَ فَهُوَ مِمَّا لَا يَسْتَحِقُّ الْجَوَابَ لِكُذُوبِهِ مَكْرُوهًا عِنْدَ السَّلَفِ الصَّالِحِ لِيُزَوِّدَ الْأَحَادِيثَ ^(۱) فِي التَّهْمِي عَنِ الْقَبْلِ وَالْقَالَ وَكَثْرَةِ السُّوَالِ وَهَذَا حُكْمٌ بَانَ الْعِلْمُ بِتِلْكَ الْفُرُوعِ لَيْسَ مِنَ الْعِلْمِ الْمَحْمُودِ لِأَنَّهُ يَكْرَهُ السُّوَالُ عَنْهُ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ مِنَ الْعِلْمِ الْمَحْمُودِ يَسْتَوِي فِي حُكْمِ الْكُورَاهَةِ الْمُسْتَفْتَى مِنْ حَيْثُ سُؤَالُهُ وَالْمُفْتَى مِنْ حَيْثُ اسْتِخْصَالِهِ فَاسْتَخْرَاجُ الْفُرُوعِ الدَّقِيقَةِ النَّادِرَةِ

(۱) اس قسم کی احادیث اور آثار سنن داری میں بہت ہیں، تفصیل کے لیے اس کا مطالعہ کریں۔

الْوُقُوعِ بِالْقِيَاسَاتِ الْبَعِيدَةِ مِمَّا يَكْثُرُ وَجُوهُ فِي
كُتُبِ الْفَتَاوَى فَضُولٌ مَكْرُوزَةٌ كَالسُّؤَالِ عَنْهُ^(۱)
ہے جیسے کہ ان کا سوال کرنا مکرمہ ہے، انتہی۔

راقم کتا ہے کہ اسی سے معلوم ہوا کہ باریک مسائل اور فرضی صورتیں جو فقہ کے ابواب میں پائی جاتی ہیں اور فقہاء نے قبل وقوع واقعات ہزار ہا مسائل گھڑ رکھے ہیں سب لا طائل ہیں جو ایسا مسئلہ بتائے وہ بھی گنہگار ہوتا ہے اور سلف صالحین صحابہ و تابعین وغیرہم سے ان کی ممانعت میں بہت سے آثار آچکے ہیں جو مسند دارمی وغیرہ میں موجود ہیں۔

شیخ اکبر نے لکھا ہے :

امام مالک کے علم و دیانت اور پرہیز گاری کی یہ بات تھی کہ جب کوئی آپ سے دینی مسئلہ پوچھتا تو آپ دریافت فرماتے کیا یہ واقعہ ہو چکا ہے؟ اگر کہا جاتا کہ ہو چکا ہے تو آپ فتویٰ دیتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ مسئلہ واقع نہیں ہوا تو آپ فتویٰ نہ دیتے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کوئی فرضی مسائل میں فتویٰ دے اس کا نہ دین ہے نہ پرہیز گاری نہ علم پھر فرمایا مجتہد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی حلوہ میں فتویٰ دے الایہ کہ وہ واقع ہو جائے نہ اس وقت کہ اس کا ہونا اپنے پاس سے قرار دے لے اور اس کو فرض کر لے یہ بات تو حقیقی شارع کے لیے مخصوص ہے کیونکہ مجتہد کے متعلق اس بات کا احتمال موجود ہے کہ واقعہ کے وقوع کے وقت وہ اس فیصلہ سے رجوع کر چکا ہو۔ اس لیے علماء نے تقلید کے ساتھ فتویٰ دینے کو حرام کہا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ امام جس کی وہ اس حکم میں تقلید کرتا ہے جو اس نے اپنے زمانے میں دیا تھا اگر زندہ رہتا تو اس حکم کا خلاف اس کے ذہن میں آتا۔ نتیجتاً وہ اس حکم سے دوسرے حکم کی طرف رجوع کرتا، انتہی۔

وَكَانَ مِنْ عِلْمِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَدِينِهِ وَوَزَعِهِ أَنَّهُ إِذَا سُئِلَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فِي دِينِ اللَّهِ يَقُولُ تَزَلَّتْ فَإِنْ قِيلَ لَهُ نَعَمْ أَفَنِي وَإِنْ قِيلَ لَهُ لَمْ يَنْزِلْ لَمْ يَفُتْ وَفِيهِ تَلَمِيحٌ إِلَى أَنَّ مَنْ أَفَنِي فِي الْحَوَادِثِ الْفُرْصِيَّةِ قَبْلَ وَقُوعِهَا فَلَا دِينَ لَهُ وَلَا وَزَعَ لَهُ وَلَا عِلْمَ ثُمَّ لَيْسَ لِلْمُجْتَهِدِ أَنْ يُفْتِيَ فِي الْوَقَائِعِ إِلَّا عِنْدَ نَزُولِهَا إِلَّا عِنْدَ تَقَرُّبِ نَزُولِهَا وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِلشَّارِعِ أَصْلِي الْأَحْتِمَالِ أَنْ يَرْجَعَ عَنْ ذَلِكَ الْحُكْمِ بِالْإِجْتِهَادِ عِنْدَ نَزُولِ مَا قَرَّرَ نَزُولَهُ وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْعُلَمَاءُ الْفُتْيَا بِالتَّقْلِيدِ فَلَعَلَّ الْأَمَامَ الَّذِي قَلَّدَهُ فِي ذَلِكَ الْحُكْمِ الَّذِي حَكَمَ بِهِ فِي زَمَانِهِ لَوْ عَاشَ إِلَى الْيَوْمِ كَانَ يَبْذُرُ لَهُ خِلَافَ مَا أَفَنِي بِهِ فَيَرْجِعَ عَنْ ذَلِكَ الْحُكْمِ إِلَى غَيْرِهِ ائْتَهَى^(۲)

حاصل کلام یہ ہے کہ مقلدین احدث میں جو جو احتمال نسخ و تکوین و تعارض و ضعیف و مخصوص و مقید رکھتے ہیں تو اولاً وہ سب احتمالات مجتہد کے اقوال میں بھی پائے جاتے ہیں بلکہ حدیث سے بڑھ کر اور بھی کئی احتمالات کلام مجتہد میں موجود ہوتے ہیں جو اس کو معمول بہ ہونے سے خارج کر دیتے ہیں۔ ثانیاً ان سب امور کا فیصلہ و تدارک حدیث کی کتابوں میں بخوبی ہو چکا ہے اور خاص طور پر انہیں احتمالات کی بحث میں علیحدہ علیحدہ کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں جن میں ان احتمالات کا فیصلہ مکمل بسط و تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ تعارض احدث کے باب میں جس کا نام فن مختلف الحدیث ہے، الگ الگ تصانیف ہو چکی ہیں

(۱) دراسات للیب

(۲) فتوحات کبیر باب نمبر ۸۸۔

اور تلخ اور منسوخ میں بھی کئی کتابیں مستقل طور پر لکھی جا چکی ہیں وغیرہ۔ لہذا اب کسی قسم کا کوئی احتمال احادیث میں باقی نہیں ہے جس کی وجہ سے ان پر عمل کرنا جائز نہ ہو۔ ثالثاً سوائے احتمال تخصیص کے اور کوئی احتمال قتل اعتبار نہیں۔ ایسا ہو تو لغت اور شرع کا کوئی اعتبار نہیں رہتا اور احکام شرع سب بیکار ہو جاتے ہیں۔ کما صرح بہ فی التلویح۔ پس احادیث پر عمل کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے اور عین ایمان اور اصل اسلام یہی ہے باقی سب خیال خام ہے۔

چھٹا مغالطہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اور محدثین کے استلو ہیں

ایک مغالطہ مقلدین حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب اماموں کے استلو ہیں۔ امام شافعی، امام محمد کے شاگرد ہیں اور امام محمد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو اب امام شافعی بالواسطہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ٹھہرے اور امام بخاری بھی بالواسطہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو گویا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب اماموں اور محدثین کے استلو ہیں۔ اس کا یہ ہے کہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ امام شافعی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بالواسطہ ہرگز شاگرد نہیں ہیں اور نہ وہ امام محمد کے شاگرد ہیں۔ یہ سب احتاف کی خود ساختہ باتیں ہیں۔ ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ چنانچہ امام شافعی اور امام محمد کے درمیان جو مناظرہ ہوا ہے اس کو ہم نقل کرتے ہیں۔ (اس مناظرہ کو مولوی محمد حسین صاحب لاہوری نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں نقل کیا ہے) اسی سے امام شافعی کی شاگردی اور امام محمد کی استادی کا حال معلوم ہو جائے گا۔

امام سبکی نے طبقات کبریٰ شافعیہ میں بذیل ترجمہ حسین بن علی کراہی لکھا ہے کہ کراہی کے افلاک میں سے ایک یہ بات ہے کہ مجھے زینب بنت کمال نے لکھا وہ ابوالحجاج یوسف بن خلیل سے روایت کرتی ہے۔ (اس نے کہا) مجھے ابوالکلام احمد بن محمد لبنان نے خبر دی (انہوں نے کہا) مجھے ابو علی حسن بن احمد نے خبر دی (انہوں نے کہا) مجھے حافظ ابو نعیم (صاحب کتب حلیۃ الاولیاء) نے خبر دی (انہوں نے کہا) مجھے عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے حدیث سنائی (انہوں نے کہا) مجھے عبید بن خلف بزار نے حدیث سنائی۔ (انہوں نے کہا) مجھے اسحاق بن عبد الرحمن نے حدیث سنائی۔ انہوں نے کہا میں نے حسین کراہی سے سنا میں (مؤلف کتب طبقات) کہتا ہوں اس سند میں ایسا ہی ہے کہ عبید نے اسحاق سے روایت کی ہے اور عبید خود بھی کراہی کا شاگرد ہے اور یہ

قَالَ الْمُؤَرِّخُ الْبَارِعُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْوَهَّابِ الشَّيْبَانِيُّ (۱) فِي تَرْجُمَةِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ يَزِيدَ الْكُرَّانِيْسِيِّ مِنَ الطَّبَقَاتِ الْكُبْرَى لِلشَّافِعِيَّةِ وَمِنْ الْفَوَائِدِ عَنْهُ كَتَبَ إِلَيَّ زَيْنَبُ بِنْتُ الْكَمَالِ عَنِ الْحَافِظِ أَبِي الْحَجَّاجِ يَوْسُفَ بْنِ خَلِيلٍ أَخْبَرَنَا الْمَكَارِمُ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اللَّبَّانِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ الْحَدَّادِ أَخْبَرَنَا الْحَافِظُ أَبُو نَعِيمٍ أَحْمَدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ دَاوُدَ بْنِ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبِيدُ بْنُ خَلْفٍ الْبَزَّازُ أَبُو

بھی ہو سکتا ہے کہ عبید نے اسحاق سے یہ بات سنی ہو جیسے کہ بلا واسطہ کرامتیں سے بھی سنی ہے۔ بعد ازیں حدیث کرامتیں شروع ہوئی (انہوں نے کہا) میں نے امام شافعی سے سنا ہے وہ کہتے تھے میں اشعار کی کتابیں پڑھا کرتا تھا پس اہل بلادیہ کے پاس جاتا یعنی جنگلی لوگوں کے پاس جلیا کرتا اور ان سے شعر سنتا پھر میں وہاں سے مکہ آیا اور وہاں سے جو نکلا تو لبید کا کوئی شعر پڑھنے لگا۔ اس پر پیچھے سے مجھے کعبہ کے (ایک دربان نے مارا اور کہا کہ یہ شخص قریش سے ہے پھر خاص کر مطلب کی اولاد سے ہے اپنے دین دنیا سے اس بات پر راضی ہو بیٹھا ہے کہ شعر کا معلم بنے۔ شعر چیز ہی کیا ہے۔ اس میں پختہ بھی ہوا تو کیا فائدہ ہے، فقہ کا معلم ہو کر کیوں نہیں بیٹھا۔ اللہ تجھے علم دے (امام شافعی) نے کہا مجھے اس دربان کے کلام نے نفع دیا۔ چنانچہ میں پھر مکہ آیا اور وہاں (سفیان) ابن عیینہ (محدث) سے کچھ احادیث لکھیں پھر میں نے مسلم بن خالد زنجی کی مصاحبت اختیار کی۔ بعد ازاں مدینہ میں (امام) مالک بن انس کے پاس آیا اور ان کی موطا میں نے لکھ لی پھر میں نے امام مالک سے کہل اے ابو عبد اللہ میں اس کتب کو آپ کے سامنے پڑھوں۔ انہوں نے کہا اور کسی کو لاؤ وہ پڑھے اور تم سنو۔ میں نے عرض کی میں ہی پڑھتا ہوں آپ سنتے جائیں۔ فرمایا کہ اچھا پڑھو۔ جب امام مالک نے میری قراءت سنی تو پڑھنے کی اجازت دی۔ پس میں نے وہ کتب پڑھی، یہاں تک کہ کتب السیر تک (جس میں لڑائیوں کا ذکر ہے) پہنچا تو امام مالک نے فرمایا اس کو اب بند کرو اور فقہ (دین میں سمجھ) پیدا کرو تم علی رتبہ ہو جاؤ گے۔ امام شافعی نے کہا میں معصب (ارکان دولت ہارون رشید تھے) کے پاس آیا اور اسے کہا کہ ہمارے بھائی بندوں یعنی امراء قریش سے سفارشا آپ کہیں کہ وہ مجھے کچھ دنیا میں سے دیں فقر اور فاقہ اس قدر لاحق تھا کہ اللہ ہی جانتا ہے۔ معصب نے کہا کہ میں فلاں شخص کے پاس گیا اور سفارش کی تو اس نے جواب دیا تم ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جو ہم میں سے تھا پھر ہمارا مخالف ہو گیا پھر مجھے اس نے ایک سواشنی دی۔

مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ الْكَرَابِيسِيَّ قُلْتُ كَذَا لِي السَّنِدُ عُيَيْدٌ عَنْ إِسْحَاقَ وَعُيَيْدٌ صَاحِبُ الْكَرَابِيسِيَّ وَلَا يَمْنَعُ أَنْ يَسْمَعَ عَنْهُ كَمَا سَمِعَ مِنْهُ وَرَجَعَ الْحَدِيثُ إِلَى الْكَرَابِيسِيَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ كُنْتُ أَقْرَأُ كُتُبَ الشِّعْرِ فَأَتَى الْبَوَادِي فَاسْمَعُ مِنْهُمْ قَالَ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ مِنْهَا فَخَرَجْتُ وَأَنَا أَمْتَلُ بِشِعْرِ اللَّيْثِ فَضَرَبَنِي رَجُلٌ مِنْ وَرَأْيِي مِنَ الْحَجَّةِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ثُمَّ ابْنُ الْمُطَّلَبِ رَضِيَ مِنْ دِينِهِ وَدُنْيَاهُ أَنْ يَكُونَ مُعَلِّمًا لِلشِّعْرِ مَا الشِّعْرُ إِذَا اسْتَحْكَمْتَ بِهِ إِلَّا قَعَدْتَ مُعَلِّمًا بِفَقْهِ يَعْلَمُكَ اللَّهُ فَقَالَ فَتَفَعَّلِي اللَّهُ بِكَلَامِ ذَلِكَ الْحَجَّاجِي فَوَجَعْتُ إِلَى مَكَّةَ فَكَتَبْتُ عَنِ ابْنِ عُيَيْدَةَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ أَكْتُبَ ثُمَّ كُنْتُ أَجَالِسُ مُسْلِمَ بْنَ خَالِدٍ الزُّلَّجِيَّ ثُمَّ قَدِمْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَكَتَبْتُ مَوْظَاةً فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَقْرَأَ عَلَيْكَ قَالَ يَابْنَ أَخِي تَأْتِي بِرَجُلٍ يَقْرَأُ هُ عَلَيَّ فَتَسْمَعُ فَقُلْتُ أَقْرَأَ عَلَيْكَ فَتَسْمَعُ إِلَى كَلَامِي فَقَالَ لِي أَقْرَأَ فَلَمَّا سَمِعَ كَلَامِي يَقْرَأُ وَكُتِبَ أَفْنِ لِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ حَتَّى بَلَغْتُ كِتَابَ السِّبْرِ فَقَالَ لِي اظْهَرِ يَا ابْنَ أَخِي تَفَقَّهُ تَعْنُو فَجِئْتُ إِلَى مُضْعَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَكَلَّمْتُهُ أَنْ يُكَلِّمَ بَعْضَ أَهْلِنَا فَيُعْطِيَنَا شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا فَإِنَّهُ كَانَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْفَاقَةِ مَا اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مُضْعَبٌ أَتَيْتُ فَلَانًا فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي أَتَكَلِّمُنِي فِي رَجُلٍ كَانَ مِنَّا فَخَالَفَنَا فَأَعْطَانِي مَانَةً دِينَارٍ۔

ثُمَّ قَالَ وَقَالَ مُصْعَبُ بْنُ هَازُونَ الرَّشِيدَ قَدْ كَتَبَ إِلَيَّ أَنْ أَصِيرَ إِلَى الْيَمَنِ فَأُضِيَا فَخَرَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا صِرْنَا إِلَى الْيَمَنِ وَجَالَسْنَا النَّاسَ كَتَبَ مُقَرَّفُ بْنُ مَازَانَ إِلَى هَازُونَ الرَّشِيدِ إِنَّ أَرَدْتُ الْيَمَنَ أَنْ لَا يَفْسَدَ عَلَيْكَ وَلَا يَخْرُجَ مِنْ يَدِكَ فَأَخْرَجَ عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ وَذَكَرَ أَقْوَامًا مِنَ الظَّالِمِينَ قَالَ فَبَعَثَ إِلَى حَمَادِ الْبَرْبَرِيِّ فَأَوْفَقْتُ بِالْحَدِيدِ حَتَّى قَدِمْنَا إِلَى هَازُونَ قَالَ فَأَخْرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ وَقَدِمْتُ وَمَعِيَ خَمْسُونَ دِينَارًا قَالَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَوْمَئِذٍ بِالزُّوْفَةِ فَانْفَقْتُ بِكَ الْخَمْسِينَ دِينَارًا عَلَى كُتُبِهِمْ قَالَ فَوَجَدْتُ مِنْهُمْ وَمِنْ كُتُبِهِمْ مِثْلَ رَجُلٍ كَانَ عِنْدَنَا يُقَالُ لَهُ فَرُوحٌ وَكَانَ يَحْمِلُ الدُّهْنَ فِي زِقٍ لَهُ وَكَانَ إِذَا قِيلَ لَهُ عِنْدَكَ فَرُوشَانٌ قَالَ نَعَمْ وَإِنْ قِيلَ عِنْدَكَ زَبَقٌ قَالَ نَعَمْ فَإِذَا قِيلَ أَرِنِي وَلِلزَّقِ رُؤُوسٌ كَثِيرَةٌ فَيَخْرُجُ لَهُ مِنْ بِلْكَ الدُّهْنِ وَإِنَّمَا هِيَ دُهْنٌ وَاحِدٌ وَكَذَلِكَ وَجَدْتُ كِتَابَ أَبِي حَنِيفَةَ إِنَّمَا يَقُولُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَسَنَّةُ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّمَاهُمْ مُخَالِفُونَ لَهُ.

پھر امام شافعی نے کہا کہ مجھے معصوب نے کہا کہ ہارون رشید نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ میں یمن میں قاضی ہو کر جاؤں (امام شافعی کہتے ہیں) پھر میں بھی اس کے ساتھ یمن کو چلا۔ جب ہم یمن میں پہنچے اور لوگوں سے ہم مجلس ہوئے تو مطرف بن مازان (امام شافعی کا حریف) نے ہارون رشید کو لکھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملک یمن بگڑ نہ جائے اور آپ کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے تو محمد بن ادريس (امام شافعی) کو وہاں سے نکل دے اور کئی اور طالب علموں کا بھی ذکر کیا۔ پس ہارون رشید نے میری طرف حملہ برری کو مجھے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے مجھے لوہے کی زنجیروں سے باندھ لیا۔ یہاں تک کہ ہم سب ہارون کے پاس بمقام رقہ (ایک شہر کا نام ہے) پہنچے پھر میری ہارون کے سامنے پیشی ہوئی۔ بعد ازاں مجھے وہاں سے نکالا گیا پھر میں (شہر میں) آیا تو میرے پاس پچاس اشرفیں تھیں۔ وہ میں نے حنفیہ کی کتب پر خرچ کیں (اور ان کو خرید لیا) اس دن محمد بن حسن (شاگرد امام ابو حنیفہ) رقہ میں تھے۔ میرے نزدیک ان کی اور ان کی کتابوں کی مثل ایسے ہے جیسے ہمارے یہاں فروغ نامی ایک آدمی رہتا تھا۔ وہ ایک محکمہ میں تیل لاد لایا کرتا۔ جب اس کو کوئی کتاب تیرے پاس فرشتاں ہے (ایک قسم کا تیل) تو وہ کتاباں ہے اور جب کوئی اسے کتاب تیرے پاس چنبیلی کا تیل ہے تو پھر بھی کتاباں ہے اور اگر اسے کوئی کتاب تیرے پاس خری ہے (یہ بھی ایک قسم کا تیل ہے) تو بھی کتاباں ہے اور جب اسے کہا جاتا کہ دکھا تو سہی تو ایک ہی تیل دیتا اس محکمہ کے اس نے کئی منہ بنا رکھے تھے۔ ایک سے چنبیلی کا تیل نکال دیتا اور دوسرے منہ سے دوسری قسم کا اور دقتاً وہ ایک ہی تیل ہوتا ایک محکمہ کل امام شافعی نے کہا کہ میں نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب کو ایسا ہی پایا (یعنی محکمہ فروغ کی طرح) یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب ہے اور نبی ﷺ کی سنت پر مشتمل ہے حالانکہ درحقیقت وہ کتب اللہ اور سنت کے مخالف ہیں۔

پھر امام شافعی نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں نے محمد کو بہت دفعہ کہتے سنا (اے لوگو) اگر یہ شافعی تمہارا تابع ہو گیا تو پھر تمہیں کسی حجازی (ساکن مکہ و مدینہ) کی طرف سے تکلیف نہ ہوگی۔ چنانچہ میں (امام شافعی کہتے ہیں) ایک دن امام محمد کے پاس بیٹھا اور میں امیر المؤمنین (ہارون الرشید)

ثُمَّ قَالَ فَسَمِعْتُ مَالًا أَحْصِيَهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَقُولُ إِنَّ تَابِعَكُمْ الشَّافِعِي فَمَا عَلَيْكُمْ مِنَ الْحِجَازِيِّ كُلِّفَةً بَعْدَهُ فَبَجْتُ يَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّاسِ هَهُنَا وَغَمًا

کے غصہ کے سبب بڑے غم میں تھا اور میرا تمام توشہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ جب میں اس کے پاس بیٹھ گیا تو محمد بن حسن اہل مدینہ پر طعن کرنے لگے۔ میں نے کہا کس پر طعن کرتے ہو؟ اس شر پر یا شر والے لوگوں پر۔ اللہ کی قسم ہے اگر ان لوگوں پر طعن کرتے ہو تو ابو بکر و عمر اور مجاہدین و انصار رضی اللہ عنہم پر طعن کرتے ہو اور اگر اس شر پر طعن کرتے ہو تو یہ وہ شر ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اس کے باپ اور تول میں برکت ہو اور اس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم بنایا ہے۔ جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا ہے کہ اس کا کوئی شکار نہ کرے۔ سو بتلاؤ کہ کس پر طعن کرتے ہو۔ امام محمد نے کہا کہ اللہ کی پناہ! اس سے کہ میں اس شر پر طعن کروں یا اس کے لوگوں پر طعن کروں۔ میں تو اس کے ایک حکم پر طعن کرتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا حکم ہے؟ امام محمد نے کہا ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ میں نے کہا اس حکم پر کیوں طعن کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ یہ حکم قرآن کے مخالف ہے۔ میں نے کہا جو حدیث تم قرآن کے مخالف پاؤ گے اس کو درجہ اعتبار سے ساقط کر دو گے؟ امام محمد نے کہا ہاں ایسا ہی واجب ہے پھر میں نے پوچھا والدین کے حق میں وصیت کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جازز ہے یا نہیں؟ تو امام محمد ایک گھڑی تک سوچ میں رہے۔ میں نے کہا جواب دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وصیت جازز نہیں۔ میں نے کہا یہ حکم بھی تو کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ تم نے کس لیے کہا کہ یہ وصیت جازز نہیں۔ انہوں نے کہا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کے لیے وصیت جازز نہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے پوچھا بتلاؤ یہ حکم دو گواہ کا اللہ کی طرف سے ایسا ہی واجب متعین ہے جس کا خلاف کرنا جازز نہیں۔ امام محمد نے کہا اس سوال سے کیا مراد ہے؟ میں نے کہا (مراد یہ ہے کہ) اگر تم کو یہ حکم ایسا واجب ہے جس کا خلاف کہیں جازز نہیں تو چاہیے کہ جب زانی زنا کرے اور اس پر دو گواہ گواہی دیں تو اس کو شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگسار کرو ورنہ سوردہ لگاؤ۔

مِنْ سَخِطِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَزَادَنِي فَقَدْ فَقَدْ قَالَ فَلَمَّا أَنْ جَلَسْتُ إِلَيْهِ أَقْبَلَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ يَطْعُنُ عَلَى أَهْلِ دَارِ الْهَجْرَةِ فَقُلْتُ عَلَى مَنْ تَطْعُنُ عَلَى الْبَلَدِ أَمْ عَلَى أَهْلِهِ وَاللَّهِ لَئِنْ طَعَنْتَ عَلَى أَهْلِهِ إِنَّمَا تَطْعُنُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَإِنْ طَعَنْتَ عَلَى الْبَلَدِ فَإِنَّهَا بِلَدْنَهُمُ الَّتِي دَعَا لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُبَارَكَ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ وَحَرَمَهَا كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ لَا يَصِيدُ صَيْدَهَا فَعَلَى أَبِيهِمْ تَطْعُنُ فَقَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَطْعُنَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ أَوْ عَلَى بَلَدٍ بِهِ إِنَّمَا أَطْعُنُ عَلَى حُكْمٍ مِنْ أَحْكَامِهِ فَقُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ الْيَمِينُ مَعَ الشَّاهِدِ فَقُلْتُ لَهُ لِمَا طَعَنْتَ قَالَ فَإِنَّهُ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللَّهِ فَقُلْتُ فَكُلُّ خَبَرٍ يَأْتِيكَ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللَّهِ يَسْقُطُ قَالَ كَذَلِكَ يَجِبُ فَقُلْتُ مَا تَقُولُ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ فَتَفَكَّرَ سَاعَةً فَقُلْتُ لَهُ أَحِبُّ فَقَالَ لَا يَجُوزُ فَقُلْتُ لَهُ هَذَا مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللَّهِ لِمَ قُلْتَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ فَقَالَ لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا وَصِيَّةَ لِلْوَالِدَيْنِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنْ شَاهِدَيْنِ حَتَمَ مِنَ اللَّهِ قَالَ فَمَاذَا تُرِيدُ مِنْ ذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ لَئِنْ رَعَمْتَ أَنَّ الشَّاهِدَيْنِ حَتَمَ مِنَ اللَّهِ لَا غَيْرُهُ كَانَ يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَقُولَ إِذَا زَلَى زَانٍ فَشَهِدَ عَلَيْهِ شَاهِدَانِ إِنْ كَانَ مُخَصَّصًا رَجْمَتُهُ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مُخَصَّصٍ جَلْدُهُ قَالَ فَإِنْ قُلْتَ لَكَ لَيْسَ هُوَ حَتَمَ مِنَ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ حَتَمَ

امام محمد نے کہا اگر میں کہوں کہ دو گواہ واجب اور متعین نہیں تو پھر کیا ہو گا؟
امام شافعی نے کہا اگر واجب اور متعین نہیں تو سبھی احکام کو اپنی اپنی جگہ
اتارو، شہادت زنا میں چار گواہوں اور بعض جگہ دو اور بعض جگہ ایک مرد اور
دو عورتیں میں نے جو کہا ہے کہ بعض جگہ دو ہی چاہیے اس سے مراد قتل
ہے۔ اسی طرح سبھی احکام کو اس جگہ اتارنا چاہیے جہاں اللہ نے اتارا ہے۔
بعض جگہ چار گواہ ہونے چاہئیں اور بعض جگہ دو اور بعض جگہ ایک مرد و
عورتیں اور بعض جگہ ایک گواہ اور قسم مدعی۔

پھر امام شافعی نے امام محمد کو کہا پھر میں آپ کو ایسا بھی دیکھتا ہوں کہ آپ ان
سب صورتوں کے خلاف فیصلہ کرتے ہو۔ امام محمد نے کہا میں کیا فیصلہ خلاف
کرتا ہوں۔ امام شافعی نے کہا (تلاؤ) مرد اور عورت گھر کے اسباب میں مختلف
ہوئے، اس میں کیا کہو گے (یعنی وہ اسباب کس کو دیا جائے گا) امام محمد نے کہا
میرے اصحاب کا اس میں یہ قول ہے کہ جو چیز مردوں کے لیے ہوتی ہے وہ
مردوں کو دلائی جائے اور جو چیز عورتوں سے مخصوص ہوتی ہے وہ عورتوں کو
دلائی جائے۔ امام شافعی نے کہا (تلاؤ) یہ حکم کتب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ
کا؟ (امام محمد نے اس اعتراض کا کچھ جواب نہ دیا) (امام شافعی کہتے ہیں) پھر میں
نے کہا ان مخصوص کے حق میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا۔
امام محمد نے کہا ہمارے اصحاب کا اس میں یہ قول ہے کہ جب ان کے گواہ نہ
ہوں تو عمارت کو دیکھا جائے وہ کس کی ہے (یعنی اینٹوں کی رخ اور آنے جانے
کی راہوں سے) جس کی ہو اسے دلائی جائے۔ امام شافعی نے کہا یہ فیصلہ قرآن
کا ہے یا حدیث رسول اللہ کا؟ (پس اس کا بھی امام محمد نے کچھ جواب نہ دیا) پھر
امام شافعی نے کہا ان دو مخصوص کے مقدمہ میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک چھپر
(یا بھوس کا گھر) میں جھگڑا کیا۔ اگر گواہ نہ ہوں تو کس کو دلاؤ گے؟ امام محمد نے کہا
رسیوں کی گرہوں کو دیکھیں گے وہ جس کی طرف ہوں گی اسی کو دلا دیں گے۔
امام شافعی نے کہا یہ فیصلہ قرآن سے کیا ہے یا حدیث رسول اللہ سے؟ (اس کا
بھی امام محمد نے کچھ جواب نہیں دیا) پھر امام شافعی نے کہا کسی عورت کے خنے
پر دایہ کی شہادت میں کیا کہو گے جب سو ایک دایہ کے دو سرا دہل کوئی نہ ہو؟
امام محمد نے کہا ایک دایہ کی شہادت مقبول ہے، میں اس پر فیصلہ کروں گا۔

مِنَ اللَّهِ فَتَنْزِيلُ كُلِّ الْأَحْكَامِ مَنَازِلُهُ فِي الزَّوَانِ
أَرْبَعًا وَفِي غَيْرِهِ شَاهِدَيْنِ وَفِي غَيْرِهِ رَجُلًا
وَأَمْرًا تَيْنِ وَإِنَّمَا أَعْنِي فِي الْقَتْلِ لَا يَجُوزُ إِلَّا
شَاهِدَيْنِ فَكَذَلِكَ كُلُّ حُكْمٍ مُنْزَلٌ حَيْثُ
أَنْزَلَهُ مِنْهَا بِرَجُلٍ وَأَمْرًا تَيْنِ وَمِنْهَا بِشَاهِدٍ
وَيَمِينٍ فَرَأَيْتُكَ تَحْكُمُ بِذَوْنِ هَذَا قَالَ مَا
أَحْكُمُ بِذَوْنِ هَذَا۔

ثُمَّ قَالَ فَرَأَيْتُكَ تَحْكُمُ بِذَوْنِ هَذَا قَالَ مَا
أَحْكُمُ بِذَوْنِ هَذَا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ مَا تَقُولُ فِي
الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ إِذَا اخْتَلَفَا فِي مَتَاعِ النِّبْتِ
فَقَالَ أَصْحَابِي يَقُولُونَ فِيهِ مَا كَانَ لِلرَّجَالِ
فَهُوَ لِلرَّجَالِ وَمَا كَانَ لِلنِّسَاءِ فَهُوَ لِلنِّسَاءِ قَالَ
فَقُلْتُ أَيْكَتَابِ اللَّهِ هَذَا أَمْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ
قَالَ فَقُلْتُ لَهُ مَا تَقُولُ فِي الرَّجُلَيْنِ إِذَا اخْتَلَفَا
فِي الْحَاظِ فَقَالَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِنَا إِذَا لَمْ
يَكُنْ لَهُمْ بَيِّنَةٌ يَنْظُرُ إِلَى الْعَقْدِ مِنْ أَيْنَ هُوَ
الْبِنَاءُ فَأَحْكُمُ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَيْكَتَابِ اللَّهِ
قُلْتُ هَذَا أَمْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ قُلْتُ هَذَا
وَقُلْتُ لَهُ مَا تَقُولُ فِي رَجُلَيْنِ بَيْنَهُمَا خُصْمٌ
فِي خَيْلَيْنِ لِمَنْ يَحْكُمُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ بَيِّنَةٌ
قَالَ أَنْظُرْ إِلَى الْمَعَاوِدِ مِنْ أَيْنَ وَجْهِ هِيَ
فَأَحْكُمُ لَهُ فَقُلْتُ لَهُ أَيْكَتَابِ اللَّهِ قُلْتُ أَمْ
بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ مَا تَقُولُ فِي
وِلَادَةِ امْرَأَةٍ إِذَا لَمْ يَحْضُرْهَا إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ
وَهِيَ الْقَابِلَةُ وَحَدَّاهَا فَقَالَ الشَّهَادَةُ جَائِزَةٌ
وَالْقَابِلَةُ وَحَدَّاهَا تَقْبَلُهَا قَالَ فَأَحْكُمُ لَهُ فَقُلْتُ
لَهُ قُلْتُ هَذَا بِكِتَابِ اللَّهِ أَمْ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ

امام شافعی نے کہا یہ قرآن سے فیصلہ ہے یا حدیث رسول سے؟ امام شافعی نے کہا پس میں نے امام محمد کو کہا کہ جن لوگوں کے ایسے ایسے مسئلے مخالف قرآن و حدیث ہوں وہ دوسرے لوگوں پر تو طعن نہ کریں۔

امام شافعی کہتے ہیں پھر میں نے امام محمد سے کہا کیا آپ ایسی بات پر تعجب کرتے ہیں جس کا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا ہے اور جس کے مطابق ابو بکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم نے فیصلہ کیا ہے اور جس کے مطابق شریعت نے فیصلہ کیا ہے۔ (شرح حضرت علی بن عیسیٰ کے باب اور قاضی تھے)

پھر امام شافعی نے کہا کہ ایک آدمی میرے پیچھے میری یہ سب گفتگو لکھتا جاتا تھا اور مجھے اس کی کچھ خبر نہ تھی۔ اس نے وہ ہمارا دونوں کا مکالمہ لکھ کر ہارون رشید (بلا شہ وقت) کے پاس پہنچایا اور اسے وہ سب قصہ پڑھ کر سنا دیا۔ ہرثمہ بن العین (مصاحب ہارون رشید) نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب اس شخص نے پہلی دفعہ اس تحریر کو پڑھا تو ہارون رشید تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا تھا پھر اچھی طرح سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور کہا اس مکالمے کو دوبارہ پڑھ کر سناؤ (جب اس نے دوبارہ پڑھ کر سنا) تو ہارون رشید اس وقت بلا تامل کہنے لگا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے کہ قریش (امام شافعی کی طرف اشارہ ہے) اس لیے کہ امام شافعی قریش میں سے تھے) سے علم سیکھو اور ان کو مت سکھاؤ، انہیں آگے کرو پیچھے مت ہٹاؤ۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ امام شافعی، امام محمد سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ امام شافعی نے کہا پھر ہارون رشید (جو مجھ سے خفا تھا) مجھ سے راضی ہو گیا اور مجھ کو پانچ سوا شرنی دینے کا حکم دیا۔ وہ ہرثمہ لے آیا اور مجھے چابک سے اشارہ کیا کہ اس کے پیچھے ہو چلا تو مجھ سے اس نے تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ ہارون رشید نے پانچ سوا شرنی انعام کا تیرے لیے حکم دیا ہے اور پانچ سوا شرنی میں نے اپنی طرف سے ملا دی ہے۔ امام شافعی نے کہا اس دن سے پہلے میں کبھی ایک ہزار اشرفی کا مالک نہ ہوا تھا۔ طبقت کبریٰ سبکی کا مضمون تمام ہوا۔

اسی قصہ کا ایک ٹکڑا شاہ ولی اللہ نے حجتہ اللہ اور انصاف میں نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

مِثَالُهُ مَا بَلَغَنَا أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وَهُوَ يَظْعَنُ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي

قسم کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور کہتے تھے یہ کتب اللہ پر زیادتی ہے پس امام شافعی نے کہا کیا آپ کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خبر واحد کے ساتھ کتب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے امام محمد نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ امام شافعی نے کہا تو پھر وارث کے لیے آپ وصیت کیوں جائز نہیں رکھتے ہو۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم پر واجب ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت آخر آیت تک اور امام شافعی نے اسی قسم کے امام محمد پر اور بہت سے اعتراضات وارد کئے ہیں۔ پس امام محمد للاجواب ہو گئے، انتہی۔

قَضَاهُمْ بِالشَّاهِدِ الْوَاحِدِ وَالْيَمِينِ وَيَقُولُ هَذِهِ زِيَادَةٌ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَقَالَ الشَّافِعِيُّ أَتَيْتَ عِنْدَكَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الزِّيَادَةُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلِمَ قُلْتَ إِنَّ الْوَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ لَا يَجُوزُ يَقُولُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ الْإِيَّةُ وَأُورِدَ عَلَيْهِ أَشْيَاءٌ مِنْ هَذَا الْقَبِيلِ فَانْقَطَعَ كَلَامُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ إِنَّتْهِ۔

پس اس بیان بارہاں سے ثابت ہو گیا کہ امام شافعی، امام محمد کے شاگرد نہیں ہیں اور نہ انہوں نے ان سے کچھ پڑھا ہے۔ پس یہ جو کچھ حنفیوں کی زبانوں پر مشور ہے (کہ امام شافعی، امام محمد کے شاگرد ہیں اور امام شافعی نے کہا کہ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہم خیال ہیں اور امام شافعی کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے امام محمد کے ذریعے فقہ میں میری مدد کی اور یہ کہ جو کوئی فقہ میں درک حاصل کرنا چاہے وہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کو اختیار کرے) وغیرہ ذلک۔ یہ سب کا سب کذب اور افتراء ہے۔ امام شافعی کی شاگردی تو ایک طرف رہی بلکہ یہاں تو اس قسم کی بحث ہوئی ہے اور امام شافعی نے اس طرح امام محمد کو للاجواب کیا ہے کہ کبھی استدلال بھی شاگردوں کو ایسے ایسے الزام لگا کر للاجواب نہیں کرتے اور اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی اس دن سے پہلے کبھی ان کے ہم مجلس نہیں ہوئے تھے اور بعد کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ پھر وہ ان کے ہم مجلس نہیں ہوئے تھے۔ پھر شاگردی کب ہوئی؟ نیز اگر وہ امام محمد کے شاگرد ہوتے یا ان کی فقہ سے مدد لیتے یا سب لوگوں کو ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ میں عیال بتاتے تو پھر ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتب کو محک فروخ کیوں کہتے اور اس کو اللہ اور رسول کے مخالف کیوں ٹھہراتے۔ علاوہ ازیں اگر امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہوتے یا ان کی فقہ کو اچھا جانتے تو پھر ان کی مخالفت کیوں کرتے اور اپنا علیحدہ مذہب کیوں اختیار کرتے۔ حالانکہ امام شافعی کا مذہب جس قدر حنفی مذہب کے مخالف ہے اس قدر کسی کا مذہب بھی مخالف نہیں ہے۔ حنبلی و مالکی مذہب اس قدر حنفی مذہب کے مخالف نہیں ہیں۔ کیا یہ ان کی شاگردی کا نتیجہ ہے کہ اکثر مسئلوں میں ان سے اختلاف کیا ہے۔

الحاصل امام شافعی کو امام محمد کا شاگرد ٹھہرانا یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بالواسطہ شاگرد بتلانا ایسی بات ہے جو پائے ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ مزید برآں امام محمد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور علی رضی اللہ عنہم کے اس حکم پر طعن کیا تو اب حنفیہ اس کو طعن سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر طعن سمجھتے ہیں تو امام محمد گئے گزرے اور اگر طعن نہیں سمجھتے تو پھر اگر اہل حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کسی مسئلہ کو قرآن و حدیث کے مخالف کہیں تو وہ بھی لاعلم طعن نہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مسئلے کو قرآن کے مخالف کہنا طعن نہیں کہا جاتا تو ایک ادنیٰ امام مجتہد کے قول کو قرآن و حدیث کے مخالف کہنا طعن کیسے ہو سکتا ہے۔ ہرگز ہرگز یہ بات کسی طرح ممکن نہیں۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهَؤُا جَوَابُنَا وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بالواسطہ شاگرد ٹھہرانا بھی عجیب بات ہے اور ناقابل قبول بات۔ اولاً اس وجہ سے کہ امام بخاری اپنی جامع صحیح میں کوئی حدیث ان کے طریق سے نہیں لائے۔ ثانیاً کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مرثیہ کہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: **أَبُو حَنِيفَةَ الثُّعْمَانُ كَانَ مَرْجِيًّا سَكَتُوا عَنْ رَأْيِهِ وَعَنْ حَدِيثِهِ** ”امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مرثیہ تھے، محدثین نے ان کی رائے لینے اور حدیث اخذ کرنے میں سکوت اختیار کیا ہے، یعنی نہیں لی۔“ ثالثاً امام بخاری نے اپنی کتب جامع صحیح میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر سخت رد کیا ہے۔ چنانچہ **قَالَ بَعْضُ النَّاسِ** صحیح بخاری میں جہاد باوجود ہے۔ اسی وجہ سے علامہ عینی حنفی شرح بخاری میں ہر جگہ اس لفظ سے واویلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں: **هَذَا تَشْنِيعٌ عَظِيمٌ عَلَى الْإِمَامِ الْهُمَّامِ أَبِي حَنِيفَةَ** ان حقائق کے بعد یہ بات مشکل سے ہی مانی جاسکتی ہے کہ امام بخاری امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بالواسطہ شاگرد تھے۔

ساتواں مغالطہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے

ایک اور مغالطہ مقلدین، حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ اہل حدیث کے پیشوا امام بخاری بھی امام شافعی کے مرتبہ پھر یہ لوگ عامل بالحدیث تقلید اختیار کیوں نہیں کرتے ہیں۔

جواب: یہ بات خلاف حقیقت ہے۔ امام الانمہ سراج الامت امام محمد بن اسماعیل بخاری امام شافعی کے ہرگز مقلد نہیں تھے بلکہ وہ بلا تقلید اپنے فہم و اجتہاد سے استدلال اور استنباط کرتے تھے۔ جیسا کہ امام بخاری کی گفتگو اور ان کا اپنے اجتہاد کے ساتھ دلائل سے استنباط کرنا اور نصوص کے عموم سے یا اشارہ سے فحوی وغیرہ سے مسائل کا استخراج کرنا ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں اور یہاں بھی کچھ بطور اختصار بیان کیا جاتا ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ امام بخاری، امام شافعی وغیرہ کے مقلد نہ تھے بلکہ وہ اپنے اجتہاد سے مسائل استنباط کرتے تھے۔

اول: امام بخاری کا مجتہد مستقل ہونا اور باجہاد خود احادیث سے استنباط کرنا اس کتاب صحیح بخاری کے تراجم (وہ) مسائل جس کو باب کے ذیل میں وارد کیا ہے جیسے باب تکبیر و مسح موزہ وغیرہ) سے اظہر من الشمس ہے۔ امام بخاری نے اس کے تراجم میں ایسے ایسے ادق مسائل اجتہادیہ کتاب و سنت سے استنباط کئے ہیں جن کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے :

بعض تراجم ایسے ہیں کہ ان میں آپ ایک حدیث مرفوع لاتے ہیں جو ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ ایک ایسے مسئلہ کے لیے جو انہوں نے حدیث سے مستنبط کیا ہوتا ہے۔ خواہ وہ استنباط اس کی نص سے ہو یا اشارہ سے یا عموم، ایما یا فحوا، انتہی۔

وَاسْتَنْبَطَ مِنَ الْأَحَادِيثِ مَعَانِيَ كَثِيرَةً وَمِنْهَا أَنَّهُ يُرْجَمُ بِحَدِيثٍ مَرْفُوعٍ لَيْسَ عَلَى شَرْطِهِ لِمَسْئَلَةٍ اسْتَنْبَطَهَا مِنَ الْحَدِيثِ بِنَحْوِ مَنْ الْأِسْتِنْبَاطِ مِنْ نَصِّهِ أَوْ إِشَارَتِهِ أَوْ عُمُومِهِ أَوْ إِيْمَانِهِ أَوْ فَحْوَاهُ۔^(۱)

الشَّافِعِيُّ أَنَّ شَعْرَ الْإِنْسَانِ إِذَا فَارَقَ الْجَسَدَ
لَجَسَ وَإِذَا وَقَعَ فِي الْمَاءِ لَجَسَ^(۱)
ان کا قول یہ ہے کہ انسان کے بال جب جسم سے علیحدہ ہو جائیں تو پلید
ہو جاتے ہیں اور جب پانی میں پڑ جائیں تو وہ پانی پلاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں

امام شافعی فرماتے ہیں کہ وضو میں تمام سر کا مسح کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے لیکن امام بخاری نے اس قول سے اختلاف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنی جامع میں امام مالک کا وہ قول وارد کیا ہے جس سے بعض حصہ سر کے مسح کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳ اگر جماع میں انزال نہ ہو تو بھی غسل واجب ہو جاتا ہے

امام شافعی وغیرہ جمہور مجتہدین کا یہ قول ہے کہ اگر جماع میں انزال نہ ہو تو تب بھی غسل واجب ہو جاتا ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں فقط وضو کا حکم ہے منسوخ ہے۔ لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهُ الْغُسْلُ أَحْوْظُ ”امام بخاری نے کہا کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔“ اور یحییٰ نے شرح بخاری میں لکھا ہے: أَرَادَ بِهَذَا أَنَّ الْحَدِيثَ غَيْرُ مَنْسُوخٍ ”امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ نہیں ہے۔“ اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: وَمَنْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَجُوبُ الْغُسْلِ وَأَنَّ الْحَدِيثَ مَنْسُوخٌ ”شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غسل واجب ہے اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ منسوخ ہے، انتہی۔“

مسئلہ نمبر ۴ حائلہ عورت کو جو خون ظاہر ہو، وہ حیض ہے

امام شافعی کا آخری قول یہ ہے کہ حائلہ عورت کو جو خون ظاہر ہو وہ حیض ہے۔ سو امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے:
قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ غَرَضُ الْبُخَارِيِّ بِإِدْخَالِ هَذَا الْحَدِيثِ فِي بَابِ الْحَيْضِ تَقْوِيَةُ مَذْهَبِ مَنْ يَقُولُ أَنَّ الْحَائِلَ لَا تَحِيضُ وَهُوَ قَوْلُ الْكُوفِيِّينَ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الشَّافِعِيُّ فِي الْقَدِيمِ وَفِي الْجَدِيدِ أَنَّهَا تَحِيضُ اِنْتَهَى^(۲)
ابن بطل نے کہا کہ امام بخاری کی اس حدیث کو باب الحيض میں داخل کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس شخص کے مذہب کو تقویت دی جائے جو کہتا ہے کہ حائلہ عورت کو حیض نہیں آتا اور یہی قول کوفہ والوں کا ہے اور امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے۔ لیکن آخری قول یہ ہے کہ حائلہ کو حیض آتا ہے، انتہی۔

(۲) فتح الباری۔

(۱) عینی شرح بخاری۔

تیمم میں دو ضربیں ہیں

مسئلہ نمبر ۵

امام شافعی کا مذہب ہے (جیسا کہ حنفیہ کا بھی ہے) کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک منہ کے لیے، دوسری ہاتھوں کے لیے۔ اور ہاتھوں کی حد تیمم میں بتا کر قول امام شافعی اخیر کہنیوں تک ہے۔ سو امام بخاری نے ان دونوں اقوال سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے لیے ایک ضرب کافی ہے اور ہاتھوں کی حد تیمم میں پہنچوں تک ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے باب باندھا ہے: "باب التیمم للوجه والكفين" یعنی منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے لیے تیمم کا باب۔ دوسرا باب ہے: "باب التیمم ضربة" یعنی تیمم ایک ہی ضرب ہے۔

مَفْهُومُهُ يَعْنِي حَدِيثَ عَمَارٍ أَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى الْكُفَّيْنِ لَيْسَ بِفَرْضٍ وَهُوَ مَذْهَبُ أَحْمَدَ وَحُكْمِي عَنِ الشَّافِعِيِّ فِي الْقَدِيمِ وَهُوَ الْقَوِيُّ مِنْ جِهَةِ الدَّلِيلِ ثُمَّ قَالَ الْأَصَحُّ الْمَنْصُوصُ يَعْنِي عَنِ الشَّافِعِيِّ وَجُوبُ ضَرْبَتَيْنِ۔^(۱)

حدیث عمار کا معنی یہ ہے کہ پہنچوں سے زیادہ کرنا فرض نہیں اور یہی امام احمد کا مذہب ہے اور قدیم مذہب شافعی بھی یہی ہے اور یہی قوی ہے دلیل کے رو سے پھر کما زیادہ تر صحیح اور منصوص امام شافعی سے یہی قول ہے کہ تیمم میں دو ضربیں واجب ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶ مریض مرض کے سبب دو نمازوں کو جمع نہ کرے

امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ مریض مرض کے سبب دو نمازوں کو جمع نہ کرے لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اپنی کتب میں عطا تاہی کا قول جو مشعر جواز ہے، نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: قَالَ عَطَاءٌ وَيَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔ "عطاء نے کہا کہ مریض مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر لے" اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ مُطْلَقًا وَبَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ وَجَوَزَ مَالِكٌ بِشَرْطِهِ وَالْمَشْهُورُ عَنِ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِهِ الْمَنْعُ۔ "اور امام احمد، اسحاق اور بعض شوافع بھی علی الاطلاق اس کے قائل ہیں۔ امام مالک نے بھی اسے اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے لیکن امام شافعی اور ان کے اصحاب سے مشہور قول یہی منقول ہے کہ مریض کے لیے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔"

مسئلہ نمبر ۷ امام کو نماز میں شک ہو تو مقتدی کی تقلید نہ کرے

امام شافعی کا قول ہے کہ اگر امام کو نماز میں شک ہو تو وہ مقتدی کی تقلید نہ کرے، اپنے یقین پر فیصلہ کرے لیکن امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس سے اختلاف کیا ہے اور اس مضمون کو حدیث سے ثابت کیا ہے کہ اگر امام کو نماز میں شک ہو تو وہ مقتدی کا کہا مان لے۔ چنانچہ لکھا ہے: هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ۔ "جب امام شک کرے تو وہ مقتدیوں کے قول پر عمل کرے یا نہیں۔" اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے:

قَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَأْخُذُ بِقَوْلِهِمْ وَقَالَ الْحَنَفِيُّ نَعَمْ ظَاهِرُهُ (ای الحدیث) أَنَّهُ رَجَعَ إِلَى قَوْلِهِمْ لَكِنْ حَمَلَهُ إِمَامُنَا الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّهُ تَذَكَّرَ-^(۱)

شافعی نے کہا ہے کہ مقتدیوں کے قول پر عمل نہ کرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کر لے اور ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قول کی طرف رجوع کیا لیکن امام شافعی نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یاد آگیا تھا۔ انتہی

مسئلہ نمبر ۸ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں اُن کی قیمت کے کپڑے نہ

لیے جائیں، صرف درہم دینار لیے جائیں

امام شافعی کا قول ہے کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں صرف درہم دینار لیے جائیں گے نہ کہ ان کی قیمت کے کپڑے۔ امام بخاری نے الجامع الصحیح میں اس سے اختلاف کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کپڑے وغیرہ بھی زکوٰۃ میں لینے درست ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ”باب العرض فی الزکوٰۃ“ کا باب بندھا ہے یعنی زکوٰۃ میں کپڑے لینا درست ہیں۔ چنانچہ شرح بخاری میں لکھا ہے:

إِحْتِجَّ بِهِ أَصْحَابُنَا فِي جَوَازِ دَفْعِ الْقِيمِ فِي الزَّكَاةِ وَلِهَذَا قَالَ ابْنُ رَشِيدٍ وَافَقَ الْبُخَارِيُّ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ الْحَنَفِيَّةُ مَعَ كَثْرَةِ مُخَالَفَتِهِ لَهُمْ قَالَ الْكُزَمَانِيُّ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَجُوزُ وَكَذَا قَالَ فِي الْقُسْطَلَانِيِّ-^(۲)

یعنی نے کہا کہ اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے اور اسی لیے ابن رشید نے کہا کہ بخاری اس مسئلہ میں حنفیہ کے موافق ہو گیا ہے بلکہ حنفیوں کے ساتھ ان کی بہت مخالفت ہے اور کرمی شارح نے کہا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز نہیں ہے، انتہی۔

مسئلہ نمبر ۹ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مکینوں کے لیے

منتقل نہ ہو

امام شافعی کا قول ہے (جیسا کہ امام مالک کا قول ہے) کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کے مکینوں کے لیے منتقل نہ ہو لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جملہ کسے فقیر ہوں ان کو زکوٰۃ دی جائے۔ چنانچہ لکھا ہے: بَابُ أَخَذِ الصَّدَقَةَ عَنِ الْأَغْنِيَاءِ وَتَوَدُّ عَلَى الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا۔ ”یہ باب ہے اس بیان میں کہ اغنیاء سے صدقہ لیا جائے اور فقیروں کو دیا جائے جملہ کسے ہوں۔“ اور قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: ظَاهِرُهُ أَنَّ الْمُؤَلَّفَ يَخْتَارُ جَوَازَ نَقْلِ الزَّكَاةِ مِنْ بَلَدِ الْمَالِ وَهُوَ مَلْهُبُ الْحَنَفِيَّةِ وَالْأَصَحُّ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ وَالْمَالِكِيَّةِ عَدَمُ الْجَوَازِ۔ ”اس باب سے ظاہراً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مؤلف نے زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا جائز رکھا ہے اور یہی مذہب حنفیوں کا ہے لیکن امام شافعی اور موالک انتقل زکوٰۃ کے عدم جواز کو اصح سمجھتے ہیں۔“

مسئلہ نمبر ۱۰ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں

امام شافعی کا قول ہے (جیسا کہ مالک اور احمد اور اسحاق وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے) کہ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور الجامع الصحیح میں حنفیوں کے مذہب کی موافقت کرتے ہوئے کہا ہے کہ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ”بَابُ تَزْوِجِ الْمُحْرِمِ“^(۱) ”یہ باب ہے اس بیان میں کہ محرم کے لیے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔“ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: قَالَ الْكُوفِيُّونَ يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَتَزَوَّجَ۔^(۲) ”کوفہ والے کہتے ہیں کہ محرم کے لیے نکاح کرنا جائز ہے۔“ اور عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے: قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَآخَمَدٌ وَاسْحَاقُ لَا يَجُوزُ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَتَزَوَّجَ۔^(۳) ”امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کہتے ہیں کہ محرم کو احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے، انتہی۔“ وعلیٰ ہذا القیاس۔

صحیح بخاری میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ پس ان مسائل کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاری، امام شافعی کے مقلد تھے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ امام بخاری کو بہت سے مسائل میں امام شافعی کی رائے سے اتفاق ہے مگر چونکہ بہت سے مسائل میں انہیں امام شافعی سے اختلاف بھی ہے، لہذا اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان مسائل اتفاق کے لحاظ سے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد ٹھہرایا جائے اور ان مسائل اختلافیہ کے لحاظ سے ان کو تدارک تقلید امام شافعی خیال نہ کیا جائے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے، جس کا کوئی اہل عقل و انصاف قائل نہیں ہو سکتا ہے۔ نیز ان مسائل اتفاق کے لحاظ سے امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد کہنا صحیح ہے تو پھر جس قدر مسائل میں امام بخاری، امام شافعی کے موافق ہے، اتنے ہی مسائل میں مالک و احمد وغیرہ کے بھی موافق ہے پھر ان مسائل کے لحاظ سے انہیں امام مالک اور امام احمد وغیرہ کا مقلد کہنا بھی صحیح ہو گا اور جن مسائل میں امام بخاری احتلف کے موافق ہیں ان مسائل کے لحاظ سے انہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی مقلد کہا جائے گا۔ یہاں پر یا تو امام بخاری کو سب کا مقلد کیا جائے یا پھر کسی کا بھی نہیں۔

مزید برآں اگر بعض مسائل میں موافق ہونے سے ان کا مقلد ہونا لازم آتا ہے تو پھر بعض مسائل میں تو امام شافعی بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موافق ہیں۔ پس امام شافعی کو بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقلد کہنا چاہیے اور بعض بلکہ اکثر مسائل میں امام شافعی امام مالک اور امام احمد وغیرہ کے موافق ہیں، ’وبالعکس‘۔ تو اندریں صورت امام شافعی کو امام مالک اور امام احمد وغیرہ کا بھی مقلد کہنا چاہیے، ’وبالعکس‘۔ پھر امام شافعی کو ان اکثر مسائل اتفاق کے لحاظ سے امام مالک وغیرہ کا مقلد کیوں نہیں کہا جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی بہت سے مسائل میں امام مالک وغیرہ سے اتفاق ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام مالک وغیرہ کا مقلد کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں صاحبین یعنی ابو یوسف اور امام محمد، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اکثر مسائل میں اختلاف کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو ٹوٹ مذہب میں ان سے مخالف ہیں پھر بلوجود اس قدر مخالفت کے ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقلد کیوں خیال کیا جاتا ہے اور تدارک تقلید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کیوں خیال نہیں کیا جاتا ہے حالانکہ اکثر کے لیے کل کا حکم ہوتا ہے۔ لہذا صاحبین کو امام ابو حنیفہ

(۳) عینی شرح صحیح بخاری۔

(۱) الجامع صحیح ص-۲۳۸

(۲) قسطلانی شرح صحیح بخاری۔

ﷺ کا مقلد کنایا ان کے موافق کنایا ان کو خفی کنایا انہیں حنفیہ میں داخل کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بڑے مخالف بننا چاہیے۔ ایک اور بات بھی ہے جن مسائل میں امام بخاری، امام شافعی سے موافق ہیں ان میں سے امام بخاری نے کسی ایک مسئلہ میں بھی امام شافعی کے ساتھ اپنی موافقت ظاہر نہیں کی، جیسے کہ علماء مقلدین حنفیہ و شافعیہ وغیرہ کا یہ طریق چلا آتا ہے کہ اپنی موافقت اپنے امام سے ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ فقہ میں جہجہ موجود ہے: وَهُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَبِهِ قَالَ إِمَامُنَا أَبُو حَنِيفَةَ وَغَيْرُهُ وَغَيْرُهُ۔

پنجم: بہت سے ائمہ سلف نے امام بخاری کو فقیہ یعنی مجتہد کہا ہے اور فرقہ مقلدین سے ان کو نکال دیا ہے۔ ازاں جملہ چند اقوال علماء مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے نقل کئے جاتے ہیں :

حَدَّثَنَا حَاشِدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو مُضْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الزُّهْرِيُّ مُحَمَّدُ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ أَفْقَهُ عِنْدَنَا وَأَبْصَرُ بِالْحَدِيثِ مِنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ جَاوَزْتَ الْحَدَّ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُضْعَبٍ لَوْ أَذْرَكْتُ مَالِكًا وَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ وَوَجْهِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ لَقُلْتُ كَلَامَهُمَا وَاحِدٌ فِي الْحَدِيثِ وَالْفَقْهِ انْتَهَى۔

امام ابو مصعب نے فرمایا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری ہمارے خیال میں امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر مجتہد اور عارف حدیث ہیں۔ اس پر کسی شخص نے اعتراض کیا کہ اس میں آپ نے مبالغہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا اگر میں مالک کا زمانہ پاتا اور ان دونوں (امام بخاری اور امام مالک) کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ دونوں اجتہاد اور حدیث میں برابر ہیں، انتہی۔

وَقَالَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَالَسْتُ الْفُقَهَاءَ وَالزُّهَادَ وَالْعُبَادَ فَمَا رَأَيْتُ مِنْهُ عَقْلٌ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ فِي زَمَانِهِ كَعَمَرٍ فِي الصَّحَابَةِ وَعَنْ قُتَيْبَةَ أَيْضًا لَوْ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ فِي الصَّحَابَةِ لَكَانَ آيَةً وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْهَمْدَانِيُّ كُنَّا عِنْدَ قُتَيْبَةَ فَجَاءَ رَجُلٌ شَعْرَانِيٌّ يَقُولُ لَهُ أَبُو يَغْفُوبَ فَسَأَلَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَ يَا هَذَا لَآءٍ نَظَرْتُ فِي الْحَدِيثِ وَنَظَرْتُ فِي الرَّأْيِ وَجَالَسْتُ الْفُقَهَاءَ وَالزُّهَادَ وَالْعُبَادَ مَا رَأَيْتُ مِنْهُ عَقْلٌ مِثْلَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الْبَخَارِيِّ قَالَ وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ عَنْ طَلَّاقِ الشَّكْرَانِ فَدَخَلَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَ

قتیبہ بن سعید نے فرمایا کہ میں مجتہدوں اور زاہدوں اور علماؤں کے پاس بیٹھا رہا ہوں مگر جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیل بخاری جیسا کسی کو نہیں پایا ہے۔ وہ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ علاوہ ازیں قتیبہ نے فرمایا کہ اگر امام بخاری صحابہ کے زمانے میں ہوتے تو (قدرت الہی کی) ایک نشانی ہوتی اور ایک روایت میں قتیبہ سے یہ منقول ہے کہ میں حدیث میں نظر رکھتا ہوں اور اجتہادات بھی دیکھتا ہوں اور مجتہدوں اور زاہدوں اور علماؤں کا ہم مجلس بھی رہا ہوں (مگر میں نے امام بخاری جیسا کسی کو نہیں پایا۔ قتیبہ سے کسی نے نشہ والے کی طلاق کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے مسائل کو امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ (امام بخاری) احمد بن حنبل اور اسحاق اور علی بن مدینی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تیرے پاس لے آیا ہے (پس تو ان سے یہ مسئلہ دریافت کر لے) انتہی۔

فَتَبَيَّنَ لِلسَّائِلِ هَذَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقُ
ابْنُ رَاهَوِيَّةٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ قَدْ سَأَلَهُمُ اللَّهُ
إِيَّاكَ وَأَشَارَ إِلَى الْبُخَارِيِّ انْتَهَى۔

امام یعقوب بن ابراہیم اور نعیم بن حلو خزاعی نے کہا ہے کہ امام بخاری
اس امت کے مجتہد تھے۔ امام ہزار محمد بن بشار نے کہا کہ امام بخاری
ہمارے زمانہ کے سب لوگوں سے بڑے مجتہد ہیں۔ ایک دفعہ امام بخاری
بصرہ میں آئے تو محمد بن بشار نے کہا کہ آج سب مجتہدوں کے سردار
اس شہر میں داخل ہوئے ہیں، انتہی۔

وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدُّورِيُّ وَنُعَيْمُ بْنُ
حَمَّادٍ الْخَزَاعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ فَقِيهٌ هَذِهِ
الْأُمَّةُ وَقَالَ بَنْدَاؤُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ هُوَ أَفْقَهُ خَلْقِ
اللَّهِ فِي زَمَانِنَا وَقَالَ الْفَرِيدِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ
أَبِي حَاتِمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ حَاشِدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ
يَقُولُ كُنْتُ بِالْبَصْرَةِ فَسَمِعْتُ بِقُدُومِ مُحَمَّدِ بْنِ
إِسْمَاعِيلَ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ دَخَلَ
الْيَوْمَ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ انْتَهَى۔

حاشد بن اسماعیل نے کہا میں نے دیکھا کہ اسحاق بن راہویہ ممبر پر بیٹھے
ہوئے تھے اور وہیں امام بخاری بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ امام اسحاق بن
راہویہ کی امام بخاری نے ایک حدیث میں غلطی نکالی تو امام اسحاق نے
مان لی اور فرمایا اے گروہ اللہ حدیث اس نوجوان کو دیکھو اور اس سے
حدیث سنو۔ اگر یہ شخص حسن بصری کے زمانے میں ہوتا تو وہ بھی
حدیث کی پچان اور اجتہاد میں اس کے محتاج ہوتے۔ ایک دفعہ امام
اسحاق سے کسی نے حالت نسیان میں طلاق دینے کا مسئلہ پوچھا تو آپ
نے بہت دیر تک فکر اور تامل میں سکوت فرمایا (اس وقت) امام بخاری
نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان باتوں کو
معاف فرمایا ہے جو ان کے دل میں گزریں جب تک کہ وہ ان کو کہہ نہ
دیں یا عمل میں نہ لائیں اور یہ حدیث بیان فرما کر امام بخاری نے کہا کہ
اس حدیث میں اسی فعل کو معتبر ٹھہرایا ہے جو دل سے اور ارادہ سے ہو
اور جب نسیان کی حالت میں ارادہ نہیں تو طلاق کیونکر واقع ہو سکتی
ہے۔ امام اسحاق نے فرمایا تو نے مجھے مددی، اللہ تمہاری مدد کرے اور پھر
اسی کے موافق فتویٰ دیا، انتہی۔

قَالَ حَاشِدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ رَأَيْتُ إِسْحَاقَ ابْنَ
رَاهَوِيَّةٍ جَالِسًا عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْبُخَارِيُّ جَالِسٌ
مَعَهُ وَإِسْحَاقُ يُحَدِّثُ فَمَرَّ بِحَدِيثٍ فَأَنكَرَهُ
مُحَمَّدٌ فَرَجَعَ إِسْحَاقُ إِلَى قَوْلِهِ وَقَالَ يَامُعَشَّرَ
أَصْحَابِ الْحَدِيثِ انظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّابِّ
وَاصْنُبُوا عَنْهُ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ فِي زَمَانِ الْحَسَنِ
الْبَصْرِيِّ لَأَخْتَجَ إِلَيْهِ لِمَعْرِفَتِهِ بِالْحَدِيثِ وَفَقْهِهِ
وَقَالَ الْبُخَارِيُّ كُنْتُ عِنْدَ إِسْحَاقَ ابْنِ رَاهَوِيَّةٍ
فَسُئِلَ عَنْ طَلْقٍ نَاسِيًا فَسَكَتَ طَوِيلًا مُتَفَكِّرًا
فَقُلْتُ أَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى تَجَاوَزَ
عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ
تَتَكَلَّمْ وَأَنَا يَرَادُ مُبَاشَرَةً هُوَ لَآءِ الثَّلَاثِ الْعَمَلِ
وَالْقَلْبِ أَوْ الْكَلَامِ وَالْقَلْبِ وَهَذَا إِذَا لَمْ يُعْتَقَدْ
بِقَلْبِهِ فَقَالَ إِسْحَاقُ قَوَّيْتُ قَوْلَكَ اللَّهُ وَافَقَى بِهِ
انْتَهَى۔

امام علی ابن حجر نے کہا کہ خراسان میں تین شخص پیدا ہوئے ہیں۔

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ حَجَرٍ أَخْرَجَتْ خُرَاسَانُ ثَلَاثَةً

ان تین میں سے ایک امام بخاری کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ ان سب سے بڑے صاحب بصیرت و صاحب علم اور مجتہد تھے میں ان کی مثل کسی کو نہیں جانتا ہوں اور امام احمد بن اسحاق سرمدی نے فرمایا کہ جو شخص حقیقی اور راست باز مجتہد کو دیکھنا چاہے وہ امام بخاری کو دیکھ لے، انتہی۔

بحرالعلوم لکھنوی نے شرح مسلم اشوت اور شرح تحریر الاصول میں لکھا ہے :

وَالْأَفْضَلُ وَجَدَ بَعْدَهُمْ أَيْضًا أَرْبَابَ الْإِجْتِهَادِ الْمُسْتَقِلِّ كَأَبْنِ فُورٍ الْبَغْدَادِيِّ وَدَاوُدَ الظَّاهِرِيِّ وَمُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيِّ الْتَهْنِي۔

اس قسم کے اقوال ائمہ سلف کے امام ابن کثیر نے بھی تاریخ البدایہ والنہایہ میں امام بخاری کے حق میں نقل کئے ہیں جو رسالہ منہج الباری میں منقول ہیں۔ پس ان علماء کے اقوال سے قطعاً اور یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری، امام شافعی کے مقلد نہ تھے بلکہ وہ اپنے فہم اور اجتہاد سے حدیث پر عمل کرتے تھے اور اپنے اجتہاد کے ساتھ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے تھے۔

ششم: جن علماء و مقلدین نے امام بخاری کو شافعی کہا ہے اور شافعیوں میں داخل کیا ہے تو ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ امام شافعی کے فروعات و اجتہادات میں مقلد تھے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ تلاش و ترتیب دلائل میں وہ ایسے طریق پر چلا جو امام شافعی کے طریق کے موافق تھا اور اجتہاد میں انہوں نے وہ طرز اختیار کی جو اتفاقاً امام شافعی کی طرز اجتہاد کے موافق پڑ گئے۔ نہ یہ کہ انہوں نے وہ طریق اجتہاد امام شافعی سے سیکھا بلکہ امام بخاری نے جو اجتہاد کیا تو اتفاقاً ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد کے موافق پڑ گیا اور یہ بات لابد ہے کہ جب کوئی مجتہد اجتہاد کر کے مسئلہ استنباط کرتا ہے تو اس کا وہ اجتہاد کسی نہ کسی مجتہد کے اجتہاد کے ضرور ہی موافق ہوتا ہے۔ اس سے مقلد ہونا تو لازم نہیں آتا ایسے تو امام بخاری نے بہت سے مسائل میں اجتہاد کیا اور ان کا اجتہاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد کے موافق پڑ گیا ہے، و علی ہذا القیاس۔ امام مالک اور امام احمد وغیرہ مجتہدین کے بعض اجتہادات کے ساتھ بھی امام بخاری کا اجتہاد موافق پڑ گیا ہے تو اس سے ان کا مقلد ہونا کہاں لازم آگیا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے رسالہ ”انصاف“ میں فقیہ ابن زیاد نبینی شافعی سے امام یحییٰ کا مجتہد مستتب (منسوب مذہب شافعی) ہونا نقل کر کے فرمایا ہے :

وَمَعْنَى انْتِسَابِهِ إِلَى الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ يَبْتَازُ عَلَى طَرِيقِهِ فِي الْإِجْتِهَادِ وَاسْتِقْرَاءِ الْأَدِلَّةِ وَتَرْتِيبِ بَعْضِهَا عَلَى بَعْضٍ وَوَأَفَقِ اجْتِهَادَهُ وَإِذَا خَالَفَ أَحِبَّاءَهُ يَبْتَازُ بِالْمُخَالَفَةِ وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْ طَرِيقِهِ

سے خارج نہ سمجھے جاتے۔ ایسے ہی امام محمد ابن اسماعیل بخاری تھے جن کو سبکی نے طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے، انتہی۔

إِلَّا فِي مَسَائِلَ وَذَلِكَ لَا يَقْدَحُ فِي دُخُولِهِ فِي
مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَمِنْ هَذَا الْقَبِيلِ مُحَمَّدُ بْنُ
إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ فَإِنَّهُ مُعَدُّودٌ فِي طَبَقَاتِ
الشَّافِعِيَّةِ وَمِمَّنْ ذَكَرَهُ فِي طَبَقَاتِ الشَّافِعِيَّةِ تَاجُ
الدِّينِ الشُّبْكِيُّ اِنْتَهَى۔

پس اس سے بھی امام بخاری کا اصطلاحی مقلد (جو متنازع فیہ ہے) ہونا ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ ہم پانچ وجوہوں سے پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ امام بخاری، امام شافعی کے ہرگز مقلد نہیں تھے اور نہ ان سے امام بخاری نے کوئی حدیث روایت کی ہے اور نہ کوئی مسئلہ فقہیہ ان سے اخذ کیا اور نہ انہوں نے کسی اجتہادی مسئلہ میں ان کی پیروی کی اور نہ کسی مسئلہ اجتہادی میں ان سے اپنا توافق ظاہر کیا بلکہ خود اپنے فہم اور اجتہاد کے ساتھ قرآن و حدیث سے مسائل استنبط کئے۔ پس ان وجوہ سے ثابت ہو گیا کہ امام بخاری، امام شافعی کے مقلد نہیں تھے۔ اب بھی جو شخص امام بخاری کو امام شافعی کا مقلد ٹھہرائے وہ عقل اور نقل دونوں سے کورا ہے۔

آٹھواں مغالطہ

احادیث کی کتب بخاری، مسلم، اور موطا وغیرہ شافعیوں کی کتابیں ہیں،

ان پر عمل کرنا حنفیوں کیلئے جائز نہیں

ایک مغالطہ مقلدین، حدیث پر عمل کرنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ اور موطا وغیرہ حدیث کی کتابیں جن پر یہ للذہب لوگ (یعنی اہلحدیث) عمل کرتے ہیں، یہ حدیث کی کتابیں سب شافعیوں کی کتابیں ہیں، لہذا حنفیوں کے لیے ان کتابوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اللغویات اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ هٰذَا اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

یہ کہ اگر یہ بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی کتابیں شافعیوں کی ہیں تو پھر وہ حنفیوں کے مذہب کے پہلا جواب: موافق، ان میں کوئی حدیث نہ لاتے اور نہ حنفیوں کی کسی حدیث کو صحیح بتلاتے۔ حالانکہ بہت سی صحیح احادیث معمول ہما حنفیوں کی ان میں موجود ہیں بلکہ ہر مذہب کے موافق ان میں احادیث موجود ہیں پھر حنفیوں کے مذہب کے موافق وہ احادیث ان میں کیوں لائے۔

یہ کہ اگر یہ حدیث کی کتابیں شافعیوں کی ہیں تو پھر مولف فتح المبين وغیرہ احناف نے صحیحین صحیح بخاری و مسلم کا اصح الکتاب ہونا کیوں تسلیم کیا۔ اندریں صورت تو ان کو ضعیف کہنا چاہیے تھا۔

یہ کہ تمام سلف و خلف امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اس بات پر کہ بخاری اور مسلم وغیرہ حدیث کی کتابیں کسی خاص مذہب کی کتابیں نہیں ہیں۔ مذہب اربعہ کے کسی ایک عالم نے بھی آج تک تیسرا جواب: یہ کہ یہ کتابیں خاص شافعیوں ہی کی ہیں اور کسی خاص مذہب کی ان میں احادیث بھی نہیں ہیں بلکہ

مذہب کے موافق ان میں احادیث پائی جاتی ہیں اور ہر شخص کی دلیل ان کتابوں سے نکل سکتی ہے۔ لہذا اب ان کو شافعیوں کی کتابیں ٹھہرانا اجماع امت کے خلاف ہے اور اس کا قائل قبیح غیر سبیل المومنین ہے۔

چوتھا جواب: یہ کہ صحیح بخاری کی تالیف کا سبب بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کتاب کسی خاص مذہب کے لیے تالیف نہیں ہوئی ہے جیسا کہ مولوی احمد علی سارن پوری نے مقدمہ بخاری میں لکھا ہے :

وَأَمَّا سَبَبُ تَصْنِيفِهِ وَكَيْفِيَّتُهُ تَأْلِيفُهُ فَقَالَ
الْبُخَارِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى كُنْتُ عِنْدَ
إِسْحَاقَ بْنِ زَاهَوْنِهِ فَقَالَ لَنَا بَعْضُ أَصْحَابِنَا
لَوْ جَمَعْتُمْ كِتَابًا مُخْتَصَرًا لِسُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ لَوَقَعَ ذَلِكَ فِي قَلْبِي وَأَخَذْتُ فِي
جَمْعِ هَذَا الْكِتَابِ۔
صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب اور اس کی تالیف کی کیفیت یہ ہے کہ
امام بخاری نے کہا کہ میں اسحاق بن راہویہ کے پاس تھا تو ہمارے بعض
دوستوں میں سے ایک نے ہم سے کہا کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی
احادیث پر مشتمل کوئی مختصر کتب مرتب کر دو تو بہت خوب ہو۔ پس یہ
بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے اس کتب کو جمع کرنا شروع کیا
انتہی۔

پانچواں جواب: اگر یہ حدیث کی کتابیں شافعی ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہیں تو پھر اسی اصول کے مطابق فقہ کی کتابیں بھی حنفی ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں رہتیں۔

چھٹا جواب: ان حدیث کی کتابوں کے مؤلفین نے کئی جگہ امام شافعی سے اختلاف کیا ہے بلکہ ان کے مسائل کو رد کیا ہے پھر ان کتابوں میں اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہیں پھر اگر یہ کتابیں شافعیوں کی ہوتیں تو امام شافعی کے خلاف ان میں کوئی حدیث نہ لائی جاتی۔

ساتواں جواب: اگر ان میں بعض احادیث امام شافعی کے موافق ہونے کی وجہ سے یہ کتابیں شافعیوں کی ٹھہر گئی ہیں تو پھر اکثر مسائل ان میں ایسے ہیں اور بہت سی احادیث ان میں ایسی بھی ہیں جو حنفیوں اور مالکیوں کے مذہب کے موافق ہیں تو پھر ان حدیث کی کتابوں کو حنفیوں کی کتابیں یا مالکیوں کی کتابیں بھی کہنا چاہیے پھر حنفیوں کی کتابیں ان کو کیوں نہیں کہا جاتا۔

آٹھواں جواب: اگر بقول آپ کے یہ کتابیں شافعیوں کی ہیں تو پھر عالمین بالحدیث کو شافعی کہنا لازم ہے۔ اس لیے کہ جو شافعیوں کی کتابوں پر عمل کرے گا وہ لامحالہ شافعی ہی ہو گا۔ اس کی رو سے آج کل کے عالمین بالحدیث کو غیر مقلد یا لامذہب وغیرہ الفاظ قبیح سے یاد کرنا درست نہیں۔

ولیکن هذا آخر ما وردناه في هذا الكتاب المسمى بالفوز المبين الملقب بالظفر المبين
واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

○—☆☆☆—○

سب تعریفیں اللہ ذوالجلال والاکرام کے لیے، جس کی توفیق سے یہ کتب اختتام کو پہنچی۔

کمپیوٹر کتب : نسیم حسن عبداللہ (دیپالپوری)

TRUEMASLAK@INBOX.COM

خطیب الہند حضرت مولانا محمد بخش نگرہی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و تحقیقی مستند تصانیف

علامہ خطیب بغدادی کی تصنیف
شرف اصحاب الجلیل
کا اردو ترجمہ بنام

فضائل محمدیؐ

محکم دلائل
اول حصہ

حضرت مولانا محمد بخش نگرہی کے رسائل

درد محمدی 'سلام محمدی' فیصلہ محمدی

کا مجموعہ ہے جن میں ان موضوعات پر نہایت عام فہم اور دلنشین انداز میں قرآن و حدیث، صحابہؓ، تابعینؓ، اجماع، قیاس، تبع تابعین، محدثین، مجتہدین اور چاروں اماموں کی دلیلوں سے بحث کی گئی ہے۔
راہ حق کے متلاشیوں کیلئے نہایت مفید اور عمدہ کتاب ہے۔

قلب سلیم سے مطالعہ کیجیے ————— انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

تاریخ الہدایت
بنام

سراج محمدی

الہدایت کوئی یا فرقہ نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے دور سے چلا آ رہا ہے نیز الہدایت پر اعتراضات و سوالات کا مکمل جواب

نور محمدی

یعنی

حرمتِ قوالی

گناہ بھگنا کا لازماً نہایت سنگین گناہ ہے جس کی وجہ سے قوالی کے جائز ہونے میں جتنے بھی دلائل دیئے جاتے ہیں ان تمام دلائل کا قرآن و حدیث اور فقہ سے حرام ہونے کا تفصیلی رد کیا گیا ہے

الذین یؤمنون الذین یؤمنون الذین یؤمنون

سیف محمدیؐ

قرآن و حدیث کے خلاف غلط فہمی کے مسائل کی نشاندہی

اتفاق و انصاف مابین اہل سنت و اہل حق

العصرہ

دلائل محمدیؐ

سورہ فاتحہ پڑھنے، رفع الیدین کرنے، اونچی آواز سے آمین کہنے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے واضح دلائل احادیث سے اور حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے درج ہیں